مرزا محمد اختر دہلوی

دانش پبلشنگ کمپنی
۲۲۳۱- کوچہ چیلان - دریا گنج - نئی دہلی - ۱۱۰۰۰۲

مرزا محمد اختر دہلوی

دانش پبلشنگ کمپنی
۲۲۴۱۔ کوچہ چیلان ۔ دریا گنج ۔ نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۲

ایڈیشن ۱۹۹۱ء ۱۱۰۰

دانش پبلشنگ کمپنی

۲۲۴۱۔ کوچہ چیلان، دریا گنج
نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

فون { دفتر: ۳۲۷۱۸۴۵
رہائش: ۶۸۳۷۲۸۵

قیمت: ۸۵/=

مطبوعہ:
جہانگیر آفسیٹ پریس۔ رود گران دہلی۶

دیباچہ

صد ہزار شکر اُس پروردگار باقی کا جس نے اپنا نور بذریعہ انبیاءؑ، اولیاءؒ اور اہلِ دُنیا پر ظاہر فرمایا اور صد ہزار مرحبا اُن چشم ہائے بصیرت کو جنھوں نے فانی ہونے کے باوجود اس نور کا مشاہدہ کیا جو کل عالم پر پرتو فگن اور ساری وطاری ہے۔

صد آفریں اس ذی وفا ہستی (مرزا احمد اختر صاحب) کو جس نے ہندوستان میں پیدا ہو کر اہلِ پاک و ہند اور دیگر ممالک کے خدا پرست اصحاب کے سکونِ طبع کے لیے اُن بزرگانِ حق نما کے حالات بصورتِ کتاب محنتِ شاقہ برداشت کر کے یکجا کیے جو بظاہر فنا ہو چکے تھے مگر بہ باطن اس نور سے جو باقی ہے اہلِ دُنیا کو فیض یاب کرتے رہے ہیں اور تاابد طالبانِ حق کے لیے شمعِ ہدایت بنے رہیں گے۔

(ناشرین)

فہرست مضامین جلد اوّل

نمبر شمار	اسمائے اولیائے اللہ	صفحہ
۱	تمہید	۱۹
	سلسلہ چشتیہ	
۲	خواجہ بزرگ حضرت معین الدین اجمیریؒ	۲۳
۳	قصیدہ دربیان حضرت اجمیریؒ	۳۷
۴	خواجہ قطب الدین اوشیؒ	۴۲
۵	حالات مولانا جلال الدین بسطامی و شیخ نجم الدین صغرا شیخ الاسلام	۴۴
۶	حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ	۶۰
۷	سلطان شمس الدین التمشؒ	۶۳
۸	مولانا بدر الدین غزنویؒ	۶۴
۹	قاضی حمید الدین ناگوریؒ	۶۴
۱۰	شیخ علی سنجریؒ	۶۶
۱۱	صاحبزادہ عالی قدر خواجہ احمدؒ	۶۶
۱۲	بابا حاجی روزبہؒ	۶۶
۱۳	مولانا سعد و قاضی عمادؒ	۶۷
۱۴	حضرت شیخ نظام الدین ابو المویدؒ	۶۷
۱۵	شیخ معز الدین دہلویؒ	۶۷

نمبر شمار	اسمائے اولیائے اللہ	صفحہ
۱۶	حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز قدس سرہٗ	۶۷
۱۷	شیخ فرید الدین ناگوریؒ نبیرہ صوفی حمید الدینؒ ناگوری	۶۸
۱۸	حضرت دائی می میلؒ	۶۸
۱۹	حضرت شیخ احمد رئیسؒ	۶۸
۲۰	حضرت شیخ امام الدین ابدالؒ	۶۹
۲۱	حضرت شیخ شہاب الدینؒ عاشق خدا پسر شیخ امام الدین ابدالؒ	۶۹
۲۲	شیخ حسن داناؒ	۶۹
۲۳	خواجہ حسن خیاطؒ	۷۰
۲۴	حضرت سید احمد و سید زین الدینؒ	۷۰
۲۵	حضرت شیخ احمد نہروانیؒ	۷۰
۲۶	حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ	۷۱
۲۷	حضرت شیخ محمد ترک نارنولیؒ	۷۲
۲۸	حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر مسعود قدس اللہ سرہٗ	۷۴
۲۹	حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہٗ	۹۶

نمبر	نام	صفحہ
۳۰	حضرت شیخ داؤد پالہی قدس سرہٗ	۹۸
۳۱	سید امام علی لاحق سیالکوٹی قدس سرہٗ	۹۸
۳۲	حضرت شیخ برہان الدین محمود ابی الخیر اسعد البلخی قدس سرہٗ	۹۸
۳۳	حضرت شیخ بدرالدین بن علی اسحاق قدس سرہٗ	۹۹
۳۴	حضرت شیخ منتخب الدین چشتی قدس سرہٗ	۹۹
۳۵	حضرت سید محمد بن سید محمود کرمانی رح	۹۹
۳۶	حضرت خواجہ علاؤالدین بن شیخ بدرالدین سلیمان قدس سرہٗ	۱۰۰
۳۷	شیخ ضیاءالدین بخشی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۰
۳۸	حضرت شیخ جمال الدین قطب ہانسوی قدس سرہٗ	۱۰۰
۳۹	حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء زرزری بخش قدس اللہ سرہٗ	۱۰۱
۴۰	حضرت شاہ عبداللہ کرمانی بنگالی رح	۱۱۵
۴۱	حضرت پیر کریم سیلونی رح	۱۱۵
۴۲	حضرت شیخ برہان الدین صوفی قدس سرہٗ بن شیخ جمال ہانسوی رح	۱۱۵
۴۳	حضرت خواجہ امیر خسرو رح دہلوی	۱۱۶
۴۴	حضرت میر حسن علائی سنجری قدس سرہٗ	۱۱۸
۴۵	حضرت مولانا مؤیدالدین رح	۱۱۹
۴۶	حضرت شیخ وجیہ الدین یوسف قدس سرہٗ	۱۱۹
۴۷	حضرت خواجہ محمد امام قدس سرہٗ	۱۱۹
۴۸	حضرت شیخ حسام الدین ملتانی قدس سرہٗ	۱۱۹
۴۹	حضرت خواجہ فخرالدین رزی قدس سرہٗ	۱۲۰
۵۰	حضرت مولانا ضیاءالدین برنی قدس سرہٗ	۱۲۰
۵۱	حضرت شیخ برہان الدین غریب قدس سرہٗ	۱۲۱
۵۲	حضرت شیخ حسام الدین سوختہ قدس سرہٗ	۱۲۲
۵۳	حضرت شیخ عزیزالدین صوفی قدس سرہٗ	۱۲۳
۵۴	حضرت شیخ شمس الدین یحییٰ قدس سرہٗ	۱۲۳
۵۵	حضرت شیخ اخی سراج الدین بدایونی قدس سرہٗ	۱۲۳
۵۶	حضرت شیخ حمید قلندر قدس سرہٗ	۱۲۴
۵۷	حضرت شیخ علاؤالدین نیلی قدس سرہٗ	۱۲۵
۵۸	حضرت مولانا فخرالدین زرادی قدس سرہٗ	۱۲۴
۵۹	حضرت قاضی محی الدین کاشانی قدس سرہٗ	۱۲۵
۶۰	حضرت خواجہ شمس الدین باہرو قدس سرہٗ	۱۲۵
۶۱	حضرت مولانا جلال الدین اودھی قدس سرہٗ	۱۲۶
۶۲	حضرت شیخ نظام الدین شیرازی قدس سرہٗ	۱۲۶
۶۳	حضرت خواجہ شمس الدین دھاری قدس سرہٗ	۱۲۶
۶۴	حضرت خواجہ احمد بدایونی قدس سرہٗ	۱۲۶
۶۵	حضرت شیخ شہاب الدین حق گوئی پسر مولانا فخرالدین زاردی قدس سرہٗ	۱۲۶
۶۶	حضرت وجیہ الدین پائلی قدس سرہٗ	۱۲۶
۶۷	حضرت شیخ شہاب الدین امام مسجد حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ	۱۲۷
۶۸	حضرت شیخ حمید قدس سرہٗ	۱۲۷
۶۹	حضرت شیخ رکن الدین رح بن شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ	۱۲۷
۷۰	حضرت مسعود بک قدس سرہٗ	۱۲۷

نمبر	نام	صفحہ
۷۱	حضرت سید المحاب قدس سرہ	۱۲۸
۷۲	حضرت شیخ قطب الدین منور بن شیخ برہان الدین ہانسوی بن جمال الدین قطب قدس سرہ	۱۲۸
۷۳	حضرت مولانا علی شاہ جاندار قدس سرہ	۱۳۰
۷۴	حضرت خواجہ تقی الدین نوح رح	۱۳۱
۷۵	حضرت خواجہ علاؤالدین بن شیخ بدرالدین سلیمان قدس سرہ	۱۳۱
۷۶	حضرت قاضی ضیاء الدین بخشی قدس سرہ	۱۳۱
۷۷	حضرت شیخ محمد صاحب قدس سرہ	۱۳۱
۷۸	حضرت شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتی قدس اللہ سرہ العزیز	۱۳۲
۷۹	حضرت مولانا صبح الدین قدس سرہ	۱۳۴
۸۰	حضرت شاہ خضر قدس سرہ	۱۳۵
۸۱	حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس اللہ	۱۳۵
۸۲	حضرت مولانا خواجہ کمال الدین خلیفہ اعظم و ہمشیرزادہ حضرت مخدوم چراغ دہلی رح	۱۴۲
۸۳	حضرت خواجہ ملک زادہ احمد قدس سرہ	۱۴۳
۸۴	حضرت شیخ دانیال قدس سرہ	۱۴۳
۸۵	حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہ	۱۴۴
۸۶	حضرت خواجہ معین الدین خورد قدس سرہ	۱۴۴
۸۷	حضرت شیخ سراج الدین چشتی قدس سرہ	۱۴۵
۸۸	حضرت سید محمد بن سید مبارک قدس سرہ	۱۴۵
۸۹	حضرت شیخ یوسف چشتی قدس سرہ	۱۴۵
۹۰	حضرت شیخ عبدالمقتدر قدس سرہ	۱۴۵
۹۱	حضرت قاضی سعدی چشتی قدس سرہ	۱۴۶
۹۲	حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دراز شیخ متوکل قدس سرہ	۱۴۶
۹۳	حضرت مولانا خواجگی قدس سرہ خلیفہ چراغ دہلوی	۱۴۶
۹۴	حضرت شیخ احمد تھانیسری قدس سرہ	۱۴۷
۹۵	حضرت میر سید محمد گیسو دراز بن سید یوسف چشتی حسینی دہلوی قدس سرہ	۱۴۸
۹۶	حضرت شیخ محمد متوکل کنتوری قدس سرہ	۱۴۹
۹۷	حضرت شیخ قوام الدین چشتی قدس سرہ	۱۵۰
۹۸	حضرت سید جعفر مکی قدس سرہ	۱۵۰
۹۹	حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی السعید ناگوری قدس سرہ	۱۵۱
۱۰۰	حضرت شیخ عبدالعزیز علی بن شیخ حمید الدین ناگوری قدس سرہ	۱۵۲
۱۰۱	حضرت شیخ محمد صابر چشتی قدس سرہ	۱۵۲
۱۰۲	حضرت سید تاج الدین شیر سوار قدس سرہ	۱۵۳
۱۰۳	حضرت شیخ ابدال قدس سرہ	۱۵۳
۱۰۴	حضرت شیخ علاؤالدین علاؤالحق بن السعد لاہوری بنگالی قدس سرہ	۱۵۳
۱۰۵	حضرت میر سید اشرف جہانگیری سمنانی قدس سرہ	۱۵۵
۱۰۶	حضرت مخدوم حسام الدین فتح پوری قدس سرہ	۱۵۹
۱۰۷	حضرت شیخ اختیار الدین عمر ایرجی قدس سرہ	۱۶۰
۱۰۸	حضرت شیخ فتح اللہ اودھی قدس سرہ	۱۶۰
۱۰۹	حضرت شیخ معین الدین قتال قدس سرہ	۱۶۰
۱۱۰	حضرت شیخ یوسف بدہ ایرجی قدس سرہ	۱۶۱
۱۱۱	حضرت شیخ شیر خاں بک قدس سرہ	۱۶۱

فہرست مضامین جلد دوم

نمبر شمار	اسمائے اولیائے اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیائے اللہ	صفحہ
۱	حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ	۱۶۵	۱۴	حضرت شیخ مینا چشتی صاحب ولایت لکھنؤ رحؒ	۱۹۶
۲	حضرت شمس الدین ترک قدس سرہٗ	۱۷۲	۱۵	حضرت شیخ شمس الدین طاہر قدس سرہٗ	۱۹۷
۳	حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء قدس سرہٗ	۱۷۶	۱۶	حضرت شاہ جلال الدین گجراتی قدس سرہٗ	۱۹۷
۴	حضرت شیخ احمد عبدالحق توشہ ردولوی		۱۷	حضرت شاہ کاکو قدس سرہٗ	۱۹۷
	قدس سرہٗ	۱۸۷	۱۸	حضرت شیخ حسام الدین بانک پوری	
۵	حضرت شیخ قوام الدین سارنگ قدس سرہٗ	۱۹۲		قدس سرہٗ	۱۹۷
۶	حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی		۱۹	حضرت سید علم الحق والدین قدس سرہٗ	۱۹۸
	قدس سرہٗ	۱۹۲	۲۰	حضرت شیخ محمود راجن قدس سرہٗ	۱۹۹
۷	حضرت میر سید بداللہ نبیرہ سید محمود گیسو دراز		۲۱	حضرت شیخ جمال الدین عرف جمن قدس سرہٗ	۱۹۹
	قدس سرہٗ	۱۹۳	۲۲	حضرت سعد الدین خیر آبادی قدس سرہٗ	۱۹۹
۸	حضرت شیخ نور الدین قطب عالم بنگالی قدس سرہٗ	۱۹۳	۲۳	حضرت شاہ میاں جی بیگ قدس سرہٗ	۲۰۰
۹	حضرت شیخ علاؤ الدین قریشی قدس سرہٗ	۱۹۴	۲۴	حضرت شیخ ملادۃ قدس سرہٗ	۲۰۰
۱۰	حضرت شیخ کبیر چشتی قدس سرہٗ	۱۹۴	۲۵	حضرت شیخ جنید حصاری قدس سرہٗ	۲۰۱
۱۱	حضرت شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہٗ	۱۹۴	۲۶	حضرت شیخ حسین ناگوری قدس سرہٗ	۲۰۱
۱۲	حضرت شیخ عارف قدس سرہٗ فرزند شیخ		۲۷	حضرت راجی حامد شاہ قدس سرہٗ	۲۰۲
	احمد عبدالحق ردولوی رحؒ	۱۹۵	۲۸	حضرت شیخ حسن طاہر قدس سرہٗ	۲۰۳
۱۳	حضرت شیخ ابوالفتح علائی قریشی کالپوری قدس سرہٗ	۱۹۶	۲۹	حضرت شیخ بختیار قدس سرہٗ	۲۰۳

۳۰	حضرت شیخ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہٗ	۲۰۴	۵۰	حضرت شیخ حمزہ ہرسو قریشی قدس سرہٗ	۲۲۷
۳۱	حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل قدس سرہٗ	۲۰۴	۵۱	حضرت شیخ حسام الدین متقی قدس سرہٗ	۲۲۸
۳۲	حضرت مولانا الہ داد قدس سرہٗ	۲۰۵	۵۲	حضرت میر سید عبد الاول بن سید علائی قدس سرہٗ	۲۲۸
۳۳	حضرت شیخ احمد مجدد شیبانی قدس سرہٗ	۲۰۵	۵۳	حضرت شیخ قاضی خان ظفرآبادی قدس سرہٗ	۲۲۹
۳۴	حضرت شاہ سیدو قدس سرہٗ	۲۰۶	۵۴	حضرت شیخ عبد العزیز بن شیخ حسن طاہر قدس سرہٗ	۲۲۹
۳۵	حضرت شیخ محمد حسن قدس سرہٗ	۲۰۶	۵۵	حضرت شیخ علی متقی بن حسام الدین قدس سرہٗ	۲۳۰
۳۶	حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف چشتی صابری قدس سرہٗ	۲۰۷	۵۶	حضرت شیخ اجودھن جونپوری قدس سرہٗ	۲۳۱
۳۷	حضرت شیخ اولیاء عرف شیخ بڈھ قدس سرہٗ	۲۰۸	۵۷	حضرت شیخ حسن محمد چشتی قدس سرہٗ	۲۳۲
۳۸	حضرت قطب عالم شیخ عبد القدوس گنگوہی بن شیخ اسمٰعیل قدس سرہٗ	۲۱۰	۵۸	حضرت شیخ محمد اعظم چشتی قدس سرہٗ	۲۳۲
۳۹	حضرت شیخ بہاء الدین جونپوری قدس سرہٗ	۲۱۶	۵۹	حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ	۲۳۳
۴۰	حضرت شیخ خانو گوالیاری قدس سرہٗ	۲۱۷	۶۰	حضرت شیخ تقی جابک قدس سرہٗ	۲۳۷
۴۱	حضرت شیخ علاء الدین بن شیخ نور الدین اجودھنی قدس سرہٗ	۲۱۷	۶۱	حضرت شیخ محمد طاہر گجراتی قدس سرہٗ	۲۳۷
۴۲	حضرت سلطان جلال الدین قریشی قدس سرہٗ	۲۱۷	۶۲	حضرت نظام الدین کبھاری قدس سرہٗ	۲۳۷
۴۳	حضرت سید سلطان بہرائچی قدس سرہٗ	۲۱۸	۶۳	حضرت شیخ پیارا چشتی قدس سرہٗ	۲۳۸
۴۴	حضرت سید علی قوام قدس سرہٗ	۲۱۹	۶۴	حضرت شیخ رزق اللہ قدس سرہٗ	۲۳۹
۴۵	حضرت شیخ عبد الرزاق جھنجھانہ قدس سرہٗ	۲۱۹	۶۵	حضرت شیخ اسحاق قدس سرہٗ	۲۳۹
۴۶	حضرت شیخ یوسف معروف بہ شاہ جوشی چشتی قدس سرہٗ	۲۱۹	۶۶	حضرت شیخ زندہ پیر بسیر شیخ عبد الکبیر قدس سرہٗ	۲۴۰
۴۷	حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہٗ	۲۲۰	۶۷	حضرت شیخ دانیال قدس سرہٗ	۲۴۱
۴۸	حضرت شیخ نظام الدین بن عبد الشکور بلخی قدس سرہٗ	۲۲۳	۶۸	حضرت شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی چشتی قدس سرہٗ	۲۴۱
۴۹	حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی قدس سرہٗ	۲۲۶	۶۹	حضرت شیخ نظام الدین نارنولی قدس سرہٗ	۲۴۱
			۷۰	حضرت شیخ طاہا چشتی قدس سرہٗ	۲۴۲
			۷۱	حضرت شیخ مٹھ گاگرونی قدس سرہٗ	۲۴۲
			۷۲	حضرت شیخ کبیر جولاہہ قدس سرہٗ	۲۴۳
			۷۳	حضرت شیخ ولی چشتی قدس سرہٗ	۲۴۴

نمبر	نام	صفحہ
۷۴	حضرت مولانا عبداللہ انصاری قدس سرہ	۲۴۴
۷۵	حضرت شیخ اختیار الدین قدس سرہ	۲۴۴
۷۶	حضرت شیخ جلال الدین کاسی قدس سرہ	۲۴۵
۷۷	حضرت شیخ مزمل چشتی قدس سرہ	۲۴۶
۷۸	حضرت شیخ سید جیو قدس سرہ	۲۴۶
۷۹	حضرت شاہ نعمان چشتی قدس سرہ	۲۴۶
۸۰	حضرت شیخ حاجی اویس وتوزی قدس سرہ	۲۴۷
۸۱	حضرت اخوند سعید شوریانی قدس سرہ	۲۴۸
۸۲	حضرت شیخ نظام الدین بن شیخ عثمان قدس سرہ	۲۴۸
۸۳	حضرت شیخ رحمت شوریانی چشتی قدس سرہ	۲۴۹
۸۴	حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ قدس سرہ	۲۴۹
۸۵	حضرت مولانا شیخ احمد شوریانی قدس سرہ	۲۵۰
۸۶	حضرت شیخ محمد سلیم چشتی صابری قدس سرہ	۲۵۰
۸۷	حضرت میر سید محمد کالپوری قدس سرہ	۲۵۰
۸۸	حضرت شاہ اعلیٰ چشتی قدس سرہ	۲۵۱
۸۹	حضرت بایزید بیگ نذی چشتی قدس سرہ	۲۵۲
۹۰	حضرت شیخ جان اللہ لاہوری قدس سرہ	۲۵۳
۹۱	حضرت سید علی غواص ترمذی قدس سرہ	۲۵۴
۹۲	حضرت مولانا درویزی پشاوری قدس سرہ	۲۵۴
۹۳	حضرت سید محمد مہدی قدس سرہ	۲۵۴
۹۴	حضرت شیخ حاجی گگن شوریانی قدس سرہ	۲۵۵
۹۵	حضرت شیخ حاجی عبدالجلیل چشتی قدس سرہ	۲۵۶
۹۶	حضرت شیخ حاجی عبدالکریم چشتی قدس سرہ	۲۵۶
۹۷	حضرت شیخ الہداد نوری قدس سرہ	۲۵۷
۹۸	حضرت ملک محمد جائسی قدس سرہ	۲۵۷
۹۹	حضرت مخدوم شیخ عبدالرشید جونپوری قدس سرہ	۲۵۷
۱۰۰	حضرت میر سید احمد گیسو دراز قدس سرہ	۲۵۸
۱۰۱	حضرت مولانا تقی الدین اودی قدس سرہ	۲۵۸
۱۰۲	حضرت شیخ ابوسعید چشتی قدس سرہ	۲۵۹
۱۰۳	حضرت بندگی شیخ محمد صادق قدس سرہ	۲۶۱
۱۰۴	حضرت شیخ محمد داؤد قدس سرہ	۲۶۳
۱۰۵	حضرت شاہ ابوالمعالی چشتی قدس سرہ	۲۷۰
۱۰۶	حضرت شیخ عبدالخالق لاہوری قدس سرہ	۲۷۱
۱۰۷	حضرت شیخ لاہوری قدس سرہ	۲۷۱
۱۰۸	حضرت شیخ اسمٰعیل چشتی قدس سرہ	۲۷۲
۱۰۹	حضرت سعید خان میانہ قدس سرہ	۲۷۲
۱۱۰	حضرت شیخ چھوگی قدس سرہ	۲۷۲
۱۱۱	حضرت شیخ عارف صابری قدس سرہ	۲۷۲
۱۱۲	حضرت مولانا عبدالکریم قدس سرہ	۲۷۳
۱۱۳	حضرت شیخ پنجو پشاوری قدس سرہ	۲۷۳
۱۱۴	حضرت شیخ پیر محمد سلون قدس سرہ	۲۷۳
۱۱۵	حضرت شیخ یحییٰ گجراتی قدس سرہ	۲۷۳
۱۱۶	حضرت شیخ جنید موہانی چشتی قدس سرہ	۲۷۴
۱۱۷	حضرت شیخ حبیب خبیری قدس سرہ	۲۷۴
۱۱۸	حضرت شیخ پیر محمد لکھنوی قدس سرہ	۲۷۴
۱۱۹	حضرت شیخ محمد صدیق لاہوری قدس سرہ	۲۷۵
۱۲۰	حضرت شیخ محمد چشتی دہلوی قدس سرہ	۲۷۵
۱۲۱	حضرت شیخ عبدالرشید جالندھری قدس سرہ	۲۷۵
۱۲۲	حضرت سید میران بھیکہ چشتی قدس سرہ	۲۷۶
۱۲۳	حضرت شاہ بہلول برکی قدس سرہ	۲۷۹

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۲۴	حضرت شیخ شاہ لطف اللہ قدس سرہ	۲۸۰
۱۲۵	حضرت شیخ محمد سلیم صابری قدس سرہ	۲۸۰
۱۲۶	حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس سرہ	۲۸۰
۱۲۷	حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ	۲۸۱
۱۲۸	حضرت شیخ نظام الدین دلی اورنگ آبادی قدس سرہ	۲۸۲
۱۲۹	حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں دہلوی چشتی نظامی قدس سرہ	۲۸۵
۱۳۰	حضرت مولوی مکرم قدس سرہ	۲۹۵
۱۳۱	حضرت مولانا نور محمد مہاروی قدس سرہ	۲۹۶
۱۳۲	حضرت مولانا ضیاء الدین جے پوری قدس سرہ	۲۹۷
۱۳۳	حضرت مولانا سید عماد الدین قدس سرہ	۲۹۸
۱۳۴	حضرت مولانا سید شاہ نیاز احمد چشتی فخری نظامی قدس سرہ	۲۹۹
۱۳۵	حضرت مخدوم زادہ شیخ یار علی شاہ کیرانوی قدس سرہ	۲۹۹
۱۳۶	حضرت سید علیم اللہ جالندھری قدس سرہ	۳۰۰
۱۳۷	حضرت سید علی شاہ جالندھری قدس سرہ	۳۰۰
۱۳۸	حضرت شیخ محمد سعید جالندھری قدس سرہ	۳۰۰
۱۳۹	حضرت شیخ محمد سعید شرقپوری قدس سرہ	۳۰۱
۱۴۰	حضرت شیخ خیر الدین خیرا شاہ چشتی قدس سرہ	۳۰۲
۱۴۱	حضرت شیخ محمد سالم روپڑی قدس سرہ	۳۰۲
۱۴۲	حضرت سید محمد اعظم روپڑی قدس سرہ	۳۰۲
۱۴۳	حضرت شاہ بصیر کوکہ ذکر اللہ صابری قدس سرہ	۳۰۲
۱۴۴	حضرت سادات شاہ غلام چشتی صابری قدس سرہ	۳۰۲
۱۴۵	حضرت بندگی سید صابر شاہ چشتی دہلوی قدس سرہ	۳۰۲
۱۴۶	حضرت سید میر عبد اللہ شاہ قدس سرہ	۳۰۳
۱۴۷	حضرت مولانا قاضی محمد عاقل چشتی فخر نظامی قدس سرہ	۳۰۴
۱۴۸	حضرت مولانا خواجہ قاضی خدا بخش ابن قاضی محمد عاقل کوٹ مٹھن قدس سرہ	۳۰۴
۱۴۹	حضرت مولانا خواجہ فخر جہاں قدس سرہ	۳۰۵
۱۵۰	حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی فخری نظامی قدس سرہ	۳۰۶
۱۵۱	حضرت مولانا غلام نصیر الدین معروف کالے صاحب دہلوی قدس سرہ	۳۰۸
۱۵۲	حضرت شیخ حاجی رمضان چشتی لاہوری قدس سرہ	۳۰۸
۱۵۳	حضرت بندگی حافظ موسیٰ چشتی صابری قدس سرہ	۳۰۸
۱۵۴	حضرت مولوی امانت علی چشتی قدس سرہ	۳۰۹
۱۵۵	حضرت محمد حسن عرف حافظ نانگے قدس سرہ	۳۰۸
۱۵۶	حضرت بندگی سید غلام معین الدین شاہ خاموش رح	۳۰۹
۱۵۷	میاں گھوڑا شاہ سرونجی چشتی نظامی قدس سرہ	۳۱۰
۱۵۸	مولوی غلام مصطفےٰ وزیر آبادی قدس سرہ	۳۱۱
۱۵۹	حضرت شیخ بخشی لاہوری قدس سرہ	۳۱۲
۱۶۰	حضرت سلطان مملکت عشق مرزا روشن بخت گورگانی قدس اللہ سرہ العزیز	۳۱۲
۱۶۱	حضرت مولانا ظہیر الدین کیرانوی قدس سرہ	۳۲۲
۱۶۲	حضرت مرزا دلیر شاہ قدس سرہ	۳۲۳
۱۶۳	قدوۃ العلماء زبدۃ الاتقیاء حضرت مولوی رحمت اللہ آفندی ہندی قدس سرہ	۳۲۳

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	اولیائے اعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ	۲۳۱
۲	ذکر فرزندانِ غوث پاک	۲۳۸
۳	نقشہ خلفاء حضرت غوث الثقلین	۲۳۹
۴	نبیرہ گان حضرت غوث الثقلین	۲۴۱
۵	دوستانِ ومحباں ومتعقدان غوث پاکؒ	۲۴۲
۶	سلسلہ پیراں حضرت محبوب سبحانی	۲۴۲
۷	خانوادہ	۲۴۳
۸	حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہ	۲۴۴
۹	حضرت شیخ بہاؤ الدین جنیدی قدس سرہ	۲۴۵
۱۰	حضرت سید غوث گیلانی قدس سرہ	۲۴۵
۱۱	حضرت میر سید شاہ فیروز قدس سرہ	۲۴۶
۱۲	حضرت عبد القادر ثانی بن سید محمد غوث حسنی حلبی اوچی قدس سرہ	۲۴۶
۱۳	حضرت سید محمود حضوری لاہوری بن سید اشرف الدین شمس العارفین غوری قدس سرہ	۲۴۷
۱۴	حضرت سید عبد القادر گیلانی لاہوری قدس سرہ	۲۴۷
۱۵	حضرت عبد الرزاق گیلانی بن عبد القادر ثانی اوچی قدس سرہ	۲۴۷
۱۶	حضرت پیراں سید مبارک حقانی اوچی قدس سرہ	۲۴۸
۱۷	حضرت سید محمد غوث بالاپیرین سید زین العابدین سید عبد القادر ثانی	۲۴۸
۱۸	حضرت بہاؤ الدین گیلانی معروف بہاول شیر قلندر قدس سرہ	۲۴۸
۱۹	حضرت مخدوم جی قادری قدس سرہ	۲۴۹
۲۰	حضرت سید عبد اللہ ربانی بن سید محمد غوث گیلانی حلبی اوچی	؍؍
۲۱	حضرت سید اسمٰعیل گیلانی بن سید عبد اللہ ربانی قدس	؍؍
۲۲	حضرت سید حامد مشہور حامد گنج بخش سید عبد الرزاق	۲۵۰
۲۳	حضرت شیخ بہول دریائی	۲۵۱
۲۴	حضرت شیخ ابو اسحاق قادری لاہوری	۲۵۲
۲۵	حضرت سید میر میراں بن سید مبارک حقانی گیلانی	۲۵۲
۲۶	حضرت شاہ معروف چشتی قادری قدس سرہ	۲۵۲
۲۷	حضرت سید محمد نور بن سید بہاؤ الدین شیر گیلانی سرہ	۲۵۲
۲۸	حضرت شاہ قمیص قدس سرہ	۲۵۳
۲۹	حضرت سید اسمٰعیل بن سید ابدال قدس سرہ	۲۵۳
۳۰	حضرت سید الہ بخش گیلانی قدس سرہ	۲۵۴
۳۱	حضرت شیخ خضر سیلوستانی قدس	؍؍
۳۲	حضرت سید شاہ نور حضوری لاہوری قدس سرہ	؍؍
۳۳	حضرت موسیٰ پاک شہید قدس سرہ	۲۵۵
۳۴	حضرت سید حسین قدس سرہ	؍؍
۳۵	حضرت شیخ عبد الوہاب متقی قادری	؍؍

نمبر	نام	صفحہ
٣٣	حضرت سید حسین قدس سرہٗ	٣٥٥
٣٤	حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری قدس سرہٗ	٣٥٥
٣٥	حضرت سید عبدالوہاب بھاکری قدس سرہٗ	٣٥٧
٣٦	حضرت شیخ محمد حسن قادری جونپوری قدس سرہٗ	٣٥٧
٣٧	حضرت سید صوفی بن سید بدرالدین قدس سرہٗ	٣٥٧
٣٨	حضرت سید میر ابراہیم حسینی اوچی قدس سرہٗ	٣٥٨
٣٩	حضرت سید کامل شاہ لاہوری قدس سرہٗ	٣٥٨
٤٠	حضرت شیخ حسین لاہوری قدس سرہٗ	٣٥٨
٤١	حضرت شیخ حسین قادری قدس سرہٗ	٣٦١
٤٢	حضرت شیخ نعمت اللہ سرہندی قدس سرہٗ	٣٦١
٤٣	حضرت شاہ بدر گیلانی قدس سرہٗ	٣٦٢
٤٤	حضرت سید جیو عبدالقادر ثالث قدس سرہٗ	٣٦٢
٤٥	حضرت شاہ شمس الدین قادری لاہوری قدس سرہٗ	٣٦٢
٤٦	حضرت سید خیرالدین ابوالمعالی قادری کرمانی قدس سرہٗ	٣٦٢
٤٧	حضرت میاں نتھا شاہ قادری قدس سرہٗ	٣٦٣
٤٨	حضرت حاجی مصطفٰی سرہندی قدس سرہٗ	٣٦٤
٤٩	حضرت سید عبدالوہاب گیلانی قدس سرہٗ	٣٦٤
٥٠	حضرت شیخ عبداللہ قدس سرہٗ	٣٦٤
٥١	حضرت ملا حامد قادری قدس سرہٗ	٣٦٥
٥٢	حضرت شیخ محمد میر مشہور بہ میاں میرؒ بالا قادری لاہوری قدس سرہٗ	٣٦٥
٥٣	حضرت سید غلام غوث و شاہ حاکم قدس سرہٗ	٣٧١
٥٤	حضرت سید شاہ بلاول بن سید عثمان لاہوری قدس سرہٗ	٣٧١
٥٥	حضرت سید عبدالقادر بخاری قدس سرہٗ	٣٧٣
٥٦	حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ	٣٧٣
٥٧	حضرت سید مقیم محکم الدین قدس سرہٗ	٣٧٤
٥٨	حضرت شیخ مادھو قادری قدس سرہٗ	٣٧٥
٥٩	حضرت خواجہ بہاری قدس سرہٗ	٣٧٧
٦٠	حضرت شاہ سلیمان قادری قدس سرہٗ	٣٧٧
٦١	حضرت جان محمد حضوری لاہوری قدس سرہٗ	٣٧٨
٦٢	حضرت محمد صالح اکبرآبادی قدس سرہٗ	٣٧٨
٦٣	حضرت سید عبدالرزاق شاہ چراغ قدس سرہٗ	٣٧٨
٦٤	حضرت شیخ شاہ محمد ملا شاہ قادری قدس سرہٗ	٣٧٩
٦٥	حضرت دارا شکوہ قادری قدس سرہٗ	٣٨٠
٦٦	حضرت سید شاہ کرویر قدس سرہٗ	٣٨١
٦٧	حضرت سید مولہ قدس سرہٗ	٣٨١
٦٨	حضرت شیخ وجیہ الدین قدس سرہٗ علوی	٣٨١
٦٩	حضرت شاہ عبداللہ قریشی قدس سرہٗ	٣٨١
٧٠	حضرت سید رفیع الدین صوفی قدس سرہٗ	٣٨١
٧١	حضرت مخدوم جیو قادری دکنی قدس سرہٗ	٣٨٢
٧٢	حضرت شاہ صفی اللہ سیف الرحمٰن قدس سرہٗ	٣٨٢
٧٣	حضرت حاجی عبدالجلیل قدس سرہٗ	٣٨٢
٧٤	حضرت حاجی محمد ہاشم گیلانی قدس سرہٗ	٣٨٢
٧٥	حضرت قطب ابدال میر سید طٰہٰ کوتانوی قدس سرہٗ	٣٨٣
٧٦	حضرات فیض یافتہ صحبت سید طٰہٰ قدس سرہٗ	٣٨٧
٧٧	پیران سلسلہ سید طٰہٰ کوتانوی قدس سرہٗ	٣٨٩
٧٨	حضرت میر سید حسین بخاری قدس سرہٗ	٣٩٠
٧٩	حضرت میر سید علاؤ الدین قدس سرہٗ	٣٩٠

نمبر	نام	صفحہ
۸۰	حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری قدس سرہٗ	۳۹۰
۸۱	حضرت میر سید عبدالکبیر قدس سرہٗ	۳۹۱
۸۲	حضرت سید عبداللہ قطب شکارپوری قدس سرہٗ	۳۹۱
۸۳	حضرت سید صدرالدین سلطان قدس سرہٗ	۳۹۱
۸۴	حضرت فضل اللہ قدس سرہٗ	۳۹۲
۸۵	حضرت سید حامد قطب نوبہار قدس سرہٗ	۳۹۲
۸۶	حضرت ناصرالدین محمود نوشہ قدس سرہٗ	۳۹۲
۸۷	حضرت سید سرور دین لاہوری قدس سرہٗ	۳۹۳
۸۸	حضرت سید امیر قدس سرہٗ	۳۹۳
۸۹	حضرت حاجی محمد قادری نوشاہ گنج بخش قدس سرہٗ	۳۹۳
۹۰	حضرت میاں غیاث قدس سرہٗ	۳۹۵
۹۱	حضرت شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ قدس سرہما	۳۹۵
۹۲	حضرت سید جعفر بن ہاشم قدس سرہٗ	۳۹۵
۹۳	حضرت سید عبدالحکیم گیلانی قدس سرہٗ	۳۹۵
۹۴	حضرت سید فاضل متوکل قدس سرہٗ	۳۹۵
۹۵	حضرت خواجہ محمد فضیل قادری قدس سرہٗ	۳۹۶
۹۶	حضرت شیخ رحیم داد قادری قدس سرہٗ	۳۹۶
۹۷	حضرت سید عمر گیلانی قدس سرہٗ	۳۹۷
۹۸	حضرت سید حسن پشاوری گیلانی قدس سرہٗ	۳۹۷
۹۹	حضرت شاہ رضا قادری شطاری قدس سرہٗ	۳۹۷
۱۰۰	حضرت سید محمد صالح قادری قدس سرہٗ	۳۹۷
۱۰۱	حضرت شیخ صدرالدین قادری قدس سرہٗ	۳۹۸
۱۰۲	حضرت شاہ درگاہی قادری قدس سرہٗ	۳۹۸
۱۰۳	حضرت شیخ تاج الدین محمود قادری قدس سرہٗ	۳۹۸
۱۰۴	حضرت شیخ عبدالحمید قادری قدس سرہٗ	۳۹۸
۱۰۵	حضرت سید نور محمد گیلانی قدس سرہٗ	۳۹۸
۱۰۶	حضرت شیخ خوش محمد قادری قدس سرہٗ	۳۹۹
۱۰۷	حضرت حافظ برخوردار نوشاہی قدس سرہٗ	۳۹۹
۱۰۸	حضرت سید عبدالوہاب حضوری قدس سرہٗ	۳۹۹
۱۰۹	حضرت شیخ محمد تقی نوشاہی قدس سرہٗ	۳۹۹
۱۱۰	حضرت خواجہ ہاشم دریادل قدس سرہٗ	۳۹۹
۱۱۱	حضرت سید احمد شیخ الہند گیلانی قدس سرہٗ	۴۰۰
۱۱۲	حضرت سید بدرالدین گیلانی قدس سرہٗ	۴۰۰
۱۱۳	حضرت شیخ عصمت اللہ نوشاہی قدس سرہٗ	۴۰۰
۱۱۴	حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین قادری قدس سرہٗ	۴۰۰
۱۱۵	حضرت شیخ احمد بیگ نوشاہی قدس سرہٗ	۴۰۲
۱۱۶	حضرت شاہ عنایت قادری شطاری قدس سرہٗ	۴۰۲
۱۱۷	حضرت حاجی عبداللہ گیلانی قدس سرہٗ	۴۰۳
۱۱۸	حضرت شیخ جمال اللہ نوشاہی قادری قدس سرہٗ	۴۰۳
۱۱۹	حضرت حافظ معموری نوشاہی قادری قدس سرہٗ	۴۰۳
۱۲۰	حضرت شاہ محمد غوث لاہوری قدس سرہٗ	۴۰۳
۱۲۱	حضرت شیخ پیر محمد المشہور بہ سچیار قدس سرہٗ	۴۰۳
۱۲۲	حضرت شیخ عبدالرحمٰن المشہور پاک رحمان قدس سرہٗ	۴۰۳
۱۲۳	حضرت سید عبدالقادر شاہ گیلانی گدا قدس سرہٗ	۴۰۴
۱۲۴	حضرت شاہ فرید نوشاہی لاہوری قدس سرہٗ	۴۰۴
۱۲۵	حضرت شیخ فتح محمد نوشاہی قدس سرہٗ	۴۰۴
۱۲۶	حضرت شیخ عنایت قدس سرہٗ	۴۰۴
۱۲۷	حضرت شیخ محمد سلطان لاہوری قدس سرہٗ	۴۰۴
۱۲۸	حضرت سید شاہ حسین قدس سرہٗ	۴۰۵
۱۲۹	حضرت میاں رحمت اللہ قدس سرہٗ	۴۰۵

نمبر	نام	صفحہ
۱۳۰	حضرت شاہ نصرت اللہ نوشاہی قدس سرہٗ	۴۰۵
۱۳۱	حضرت میر بھیکھ شاہ قصوری قدس سرہٗ	۴۰۵
۱۳۲	حضرت شیخ سعد اللہ نوشاہی قدس سرہٗ	۴۰۵
۱۳۳	حضرت شیخ محمد عظیم قادری قدس سرہٗ	۴۰۵
۱۳۴	حضرت عظیم شاہ سردار قادری قدس سرہٗ	۴۰۶
۱۳۵	حضرت سید محمد شاہ رزاق گیلانی قدس سرہٗ	۴۰۶
۱۳۶	حضرت شیخ مصاحب خان خورد قدس سرہٗ	۴۰۶
۱۳۷	حضرت شاہ صدر الدین قدس سرہٗ	۴۰۶
۱۳۸	حضرت سعد الدین قدس سرہٗ	۴۰۶
۱۳۹	حضرت شیخ جان محمد قدس سرہٗ	۴۰۶
۱۴۰	حضرت شیخ عبد اللہ شاہ بلوچ قدس سرہٗ	۴۰۶
۱۴۱	حضرت شیخ محمود قدس سرہٗ	۴۰۷
۱۴۲	حضرت سید عادل شاہ گیلانی قدس سرہٗ	۴۰۷
۱۴۳	حضرت سید شادی شاہ قادری قدس سرہٗ	۴۰۷
۱۴۴	حضرت شاہ سردار قادری قدس سرہٗ	۴۰۷
۱۴۵	حضرت سید علی شاہ قادری قدس سرہٗ	۴۰۷
۱۴۶	حضرت شیخ سید سردار علی شہید قدس سرہٗ	۴۰۷
۱۴۷	حضرت شاہ غلام نبی قدس سرہٗ	۴۰۸
۱۴۸	حضرت سید قطب الدین گیلانی قدس سرہٗ	۴۰۸
۱۴۹	حضرت شیخ مسلم خان قدس سرہٗ	۴۰۸
۱۵۰	حضرت سید شاہ بڑے صاحب ہلوی قدس سرہٗ	۴۰۸
۱۵۱	حضرت حافظ مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ	۴۱۰
۱۵۲	حضرت مولانا سید غوث علی شاہ قدس سرہٗ	۴۱۲
۱۵۳	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی قدس سرہٗ	۴۱۳
۱۵۴	سلسلہ پیران خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہٗ	۴۱۵
۱۵۵	حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس سرہٗ	۴۱۷
۱۵۶	حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری قدس سرہٗ	۴۲۲
۱۵۷	حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہٗ	۴۲۲
۱۵۸	حضرت اخوند ملا حسین خباز کشمیری قدس سرہٗ	۴۲۲
۱۵۹	حضرت خواجہ خاوند حضرت ایشاں قدس سرہٗ	۴۲۳
۱۶۰	حضرت حاجی خضر ادغانی قدس سرہٗ	۴۲۵
۱۶۱	حضرت خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہٗ	۴۲۵
۱۶۲	حضرت شیخ حامد لاہوری قدس سرہٗ	۴۲۷
۱۶۳	حضرت شیخ نور محمد پشاوری قدس سرہٗ	۴۲۷
۱۶۴	حضرت میر نعمان مجددی قدس سرہٗ	۴۲۷
۱۶۵	حضرت سید امیر ابو العلی نقشبندی قدس سرہٗ	۴۲۷
۱۶۶	حضرت شیخ ابو الفتح قدس سرہٗ	۴۲۸
۱۶۷	حضرت شیخ عبد الحی قدس سرہٗ	۴۲۹
۱۶۸	حضرت شیخ احمد سعید قدس سرہٗ	۴۲۹
۱۶۹	حضرت شیخ محمد سلطان پوری قدس سرہٗ	۴۲۹
۱۷۰	حضرت شیخ محمد معصوم قدس سرہٗ	۴۲۹
۱۷۱	حضرت سید علیم اللہ قدس سرہٗ	۴۳۱
۱۷۲	حضرت شیخ محمد انبالوی قدس سرہٗ	۴۳۱
۱۷۳	حضرت شیخ محمد شریف شاہ آبادی قدس سرہٗ	۴۳۱
۱۷۴	حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ	۴۳۱
۱۷۵	حضرت شیخ عبد الخالق حضوری قدس سرہٗ	۴۳۲
۱۷۶	حضرت خواجہ داؤد مشکوتی قدس سرہٗ	۴۳۲
۱۷۷	حضرت شیخ محمد امین کشمیری قدس سرہٗ	۴۳۲
۱۷۸	حضرت شیخ یوسف الدین قدس سرہٗ	۴۳۳
۱۷۹	حضرت شیخ سعدی مجددی لاہوری قدس سرہٗ	۴۳۳

نمبر	نام	صفحہ
۱۸۰	حضرت مولانا حاجی محمد اسماعیل قدس سرہ	۴۳۴
۱۸۱	مخدوم حافظ عبدالغفور پشاوری قدس سرہ	۴۳۵
۱۸۲	خواجہ حافظ احمدی لبسوی قدس سرہ	۴۳۵
۱۸۳	حضرت شیخ محمد مراد کشمیری قدس سرہ	۴۳۵
۱۸۴	حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ	۴۳۵
۱۸۵	حضرت خواجہ محمد صدیق قدس سرہ	۴۳۶
۱۸۶	حضرت خواجہ عبداللہ بلخی قدس سرہ	۴۳۶
۱۸۷	حضرت خواجہ عبداللہ بخاری قدس سرہ	۴۳۶
۱۸۸	حضرت شیخ محمد فرخ قدس سرہ	۴۳۶
۱۸۹	حضرت حاجی محمد افضل قدس سرہ	۴۳۶
۱۹۰	حضرت حافظ محمد محسن قدس سرہ	۴۳۷
۱۹۱	حضرت سید محرم علی نقشبندی قدس سرہ	۴۳۷
۱۹۲	حضرت نواب مکرم خاں قدس سرہ	۴۳۷
۱۹۳	حضرت شیخ محمد فاضل بٹیالوی قدس سرہ	۴۳۷
۱۹۴	حضرت خواجہ حافظ سعد اللہ قدس سرہ	۴۳۸
۱۹۵	حضرت شیخ محمد زبیر قدس سرہ	۴۳۸
۱۹۶	حضرت خواجہ شاہ گلشن قدس سرہ	۴۳۸
۱۹۷	حضرت شیخ عبدالرشید قدس سرہ	۴۳۸
۱۹۸	حضرت خواجہ نور الدین محمد آفتاب قدس سرہ	۴۳۸
۱۹۹	حضرت حافظ محمد عابد قدس سرہ	۴۳۹
۲۰۰	حضرت حاجی محمد سعید لاہوری قدس سرہ	۴۳۹
۲۰۱	حضرت خواجہ عبدالسلام کشمیری قدس سرہ	۴۳۹
۲۰۲	حضرت شاہ محمد صادق قلندر کشمیری قدس سرہ	۴۳۹
۲۰۳	حضرت شیخ محمد رضا الہامی قدس سرہ	۴۴۰
۲۰۴	حضرت خواجہ محمد اعظم ددمری قدس سرہ	۴۴۰
۲۰۵	حضرت خواجہ کمال الدین قدس سرہ	۴۴۰
۲۰۶	حضرت شاہ شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہ	۴۴۰
۲۰۷	حضرت مولوی احمد اللہ مجددی قدس سرہ	۴۴۳
۲۰۸	حضرت شیخ محمد احسان قدس سرہ	۴۴۳
۲۰۹	حضرت مولوی علیم اللہ گنگوہی قدس سرہ	۴۴۳
۲۱۰	حضرت مولوی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ	۴۴۴
۲۱۱	حضرت شاہ درگاہی قدس سرہ	۴۴۴
۲۱۲	حضرت مولوی صفی الدین صفی القدر قدس سرہ	۴۴۴
۲۱۳	حضرت شاہ عبداللہ غلام علی شاہ دہلوی قدس سرہ	۴۴۴
۲۱۴	حضرت مولانا خالد مجددی قدس سرہ	۴۵۰
۲۱۵	حضرت شاہ ابو سعید مجددی قدس سرہ	۴۵۰
۲۱۶	حضرت شاہ رؤف قدس سرہ	۴۵۰
۲۱۷	حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ	۴۵۱
۲۱۸	نقشہ باقی بزرگانِ مشہور مجددیہ	۴۵۱

خاندانِ سہروردیہ

نمبر	نام	صفحہ
۱	حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص سہروردی قدس سرہ	۴۵۲
۲	حضرت سید نور الدین مبارک قدس سرہ	۴۵۵
۳	حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان قدس سرہ	۴۵۵
۴	حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ	۴۵[illegible]
۵	حضرت صدر الدین عارف قدس سرہ	۴۶۰
۶	حضرت شیخ جمال خنداں رو قدس سرہ	۴۶۱
۷	حضرت شیخ حسن افغان قدس سرہ	۴۶۱
۸	حضرت سید جلال الدین منیر شاہ قدس سرہ	۴۶۲

نمبر	عنوان	صفحہ
۷۷	حضرت شیخ قلندر شاہ قریشی حارثی منبکاری قدس سرہٗ	۴۹۴
۷۸	حضرت سائیں لپوٹن شاہ صاحب سدا سہاگ قدس سرہٗ	۴۹۴
۷۹	حضرت خواجہ نجم الدین ہمدانی دہلوی معروف بہ خواجہ شاہ فدا حسین قدس سرہٗ	۴۹۵
۸۰	حضرت خاکی شاہ قدس سرہٗ	۴۹۵
۸۱	محبوب دیدار ربانی حضرت سرمد شہید کاشانی رحمۃ اللہ علیہ	۴۹۵
"	" "	"

یَا فَتَّاحُ

تمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ناظرین کتاب پر واضح رہے کہ جملہ ارباب تصوف متفق ہیں کہ خرقہ درویشی درگاہ رب العالمین سے بہ شب معراج حضرت رسالت پناہ صلواۃ اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو مرحمت ہوا۔ جب حضرت معراج سے واپس تشریف لائے صبح کو محفل اصحاب میں بموجب فرمان الٰہی کے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو عطا فرما کر علم معرفت کی تعلیم فرمائی۔ وہ خرقہ گلیم سیاہ تھا۔ حضرت نے ۴ صاحبوں کو مرید فرمایا اور چاروں صاحبوں کو اپنا خلیفہ کیا۔ وہ چار پیر کہلاتے ہیں۔

اوّل حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسرے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تیسرے خواجہ کمیل بن زیاد قدس سرّہ چوتھے خواجہ حسن بصری قدس سرّہ

ان حضرات کو امیرالمومنین نے وہ خرقہ درویشی عطیۂ رسول مقبول عنایت فرما کر مقتدائے مشائخ فرمایا۔ جب وہ خرقہ خواجگان چشت منتقل ہوا خرقہ خواجگان چشت کہلایا۔ چنانچہ حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی تک سلسلہ وار پہنچا۔ ان حضرت نے اس کو اپنے ہمراہ اپنے مرقد مقدس میں رکھوایا۔ اور کیفیت ہفت گروہ بصریہ یہ ہے کہ جب فقر بڑھا اس وقت سات گروہ مشہور ہوئے۔

اوّل گروہ کمیلیہ خواجہ کمیل بن زیاد سے اور دوسرا گروہ بصریہ خواجہ حسن بصری سے۔ تیسرا گروہ اویسیہ خواجہ اویس قرنی سے۔ چوتھا گروہ قلندریہ خواجہ بدایونی قلندریہ سے۔ بدایون مکہ معظمہ میں ایک محلہ کا نام ہے۔ یہ اس محلہ کے رہنے والے تھے۔ پانچواں گروہ سلیمانیہ خواجہ سلمان فارسی سے جاری ہوا۔ چھٹا گروہ یمینیہ خواجہ یمین الدین شامی سے جاری ہوا کہ یہ بھی مرید اور اجازت یافتہ جناب علی کرم اللہ وجہ کے تھے۔ ساتواں گروہ نقشبندیہ حضرت قاسم بن محمد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاری ہوا۔

چودہ خانوادوں کی کیفیت یہ ہے کہ خواجہ حسن بصری مسبوق الذکر آپ کے دو خلیفہ اکمل ہوئے یعنی خواجہ حبیب عجمی کہ ان سے جو خانوادے ہیں وہ عموماً قادریہ کہلاتے ہیں۔ اوّل حبیبیہ خواجہ حبیب عجمیؒ سے دوسرا طیفوریہ خواجہ

بایزید بسطامیؒ طیفوریہ شامی سے جاری ہوا۔ تیسرا خانوادہ کرخیہ معروف کرخیؒ سے جاری ہوا۔ چوتھا خانوادہ سقطیہ خواجہ حسن سری سقطیؒ سے جاری ہوا۔ پانچواں خانوادہ جنیدیہ خواجہ جنید بغدادیؒ سے۔ چھٹا خانوادہ گازرونیہ خواجہ حسن ابواسحاق گازرونی سے۔ ساتواں خانوادہ طوسیہ خواجہ ابوالفرح طوسی سے۔ آٹھواں خانوادہ فردوسیہ شیخ نجیب الدین اکبر فردوسی سے۔ نواں خانوادہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے جاری ہوا۔ مفصلاً جن کا ذکر اپنے اپنے موقع پر آئے گا۔ اور خواجہ عبدالواحد بن زید خلیفہ کلاں خواجہ حسن بصری کہ ان سے پانچ خانوادے جاری ہوئے عموماً چشت کہلاتے ہیں۔ اوّل خانوادہ زیدیہ خواجہ عبدالواحد بن زید سے۔ دوسرا خانوادہ عیاضیاں خواجہ فضیل بن عیاض سے۔ تیسرا خانوادہ ادہمیہ خواجہ ابراہیم بن خواجہ ادھم بلخی سے۔ چوتھا خانوادہ ہبیرۃ البصری سے۔ پانچواں خانوادہ چشتیہ خواجہ ابواسحاق چشتی سے لقب پایا اور ختم حضرت خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری چشتی ثم اجمیریؒ تک ہوا۔ بعد میں ہر ایک خانوادہ سے کئی کئی گروہ جاری ہوئے۔

چنانچہ خانوادہ ادہمیہ سے گروہ خضریہ نکلا اور خانوادہ چشتیہ سے چودہ گروہ نکلے جو یہ ہیں: چشتیہ۔ کرمانیہ۔ صابریہ۔ قلندریہ۔ نظامیہ۔ مخدومیہ۔ حسامیہ۔ نظام شاہی۔ فخریہ۔ جلیلیہ۔ چوکھا شاہی۔

وہ فرقے جو خانوادہ قادری سے جاری ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے کہ خانوادہ طیفوریہ سے ۶۶ گروہ جاری ہوئے ان دوسرے طبقاطیہ جس کے ۶۵ جزو ہیں۔ سات عاشقان کہلاتے ہیں، چار خادمانؔ دو طالبانؔ باون دیوانگان مشہور ہیں۔ خانوادہ جنیدیہ سے تین فرقے انصاریہ۔ رضی۔ یسویہ جاری ہوئے۔ خانوادہ گازرونیہ سے دو گروہ جاری ہوئے زاہدیہ اور اولیائے اور خانوادہ سقطیہ سے گروہ نوریہ جاری ہوا۔ خانوادہ طوسیہ سے اکیس گروہ نکلے۔

۱۔ قادریہ ۲۔ رزاقیہ ۳۔ وہابیہ ۴۔ تیغیشیہ ۵۔ میاں خیل ۶۔ محمد شاہی ۷۔ غفور شاہی ۸۔ نعمت اللہ ۹۔ سید شاہی ۱۰۔ بہلول شاہی ۱۱۔ قمیصہ ۱۲۔ میاں خلیل ۱۳۔ حسین شاہی ۱۴۔ ہاشم شاہی ۱۵۔ مقیم شاہی۔ ۱۶۔ نوشاہی ۱۷۔ عیاریہ ۱۸۔ محمود شاہی ۱۹۔ سیاہ شاہی ۲۰۔ خاکسار شاہی ۲۱۔ قاسم شاہی

خانوادہ فردوسیہ سے ایک گروہ دو نام سے مشہور ہے۔ سدو شاہی اور جُحہ بن شاہی۔ خانوادہ سہروردیہ سے سترہ گروہ مشہور ہیں۔

۱۔ صوفیہ ۲۔ جلالیہ ۳۔ لال شہبازیہ ۴۔ مخدومیہ ۵۔ کرم علی جہلی ۶۔ موسیٰ شاہی کہ سدا سہاگ مشہور ہیں۔ ۷۔ رسول شاہی ۸۔ میراں شاہی ۹۔ عیدروسیہ ۱۰۔ قاسم شاہی ۱۱۔ رازق شاہی ۱۲۔ دولا شاہی ۱۳۔ سید شاہی ۱۴۔ اسماعیل شاہی ۱۵۔ حبیب شاہی ۱۶۔ مرتضیٰ شاہی ۱۷۔ پانتہ شاہی۔

خاندان نقشبندیہ داخل ہفت گروہ اولیٰ ہے۔ اس میں تین فرقے ہیں۔ ۱۔ نقشبندیہ۔ ۲۔ نقشبندیہ مجددیہ۔ ۳۔ نقشبندیہ ابوالعلائی۔ واضح ہو کہ اس کتاب میں ان اولیاء اللہ کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہندوستان میں گزرے یا یہاں سے کرامت حاصل کرکے دیگر ممالک میں چلے گئے۔ علاوہ ان کے جو اور بزرگوں کا ذکر ہوا ہے ضمناً ہوا ہے۔

بایزید بسطامیؒ طیفوریہ شامی سے جاری ہوا۔ تیسرا خانوادہ کرخیہ معروف کرخیؒ سے جاری ہوا۔ چوتھا خانوادہ سقطیہ خواجہ حسن سری سقطیؒ سے جاری ہوا۔ پانچواں خانوادہ جنیدیہ خواجہ جنید بغدادیؒ سے۔ چھٹا خانوادہ گازرونیہ خواجہ حسن ابو اسحاق گازرونی سے۔ ساتواں خانوادہ طوسیہ خواجہ ابوالفرح طوسی سے۔ آٹھواں خانوادہ فردوسیہ شیخ نجیب الدین اکبر فردوسی سے۔ نانواں خانوادہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے جاری ہوا۔ مفصلاً جن کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ اور خواجہ عبدالواحد بن زید خلیفہ کلاں خواجہ حسن بصری کہ ان سے پانچ خانوادے جاری ہوئے عموماً چشت کہلاتے ہیں۔ اوّل خانوادہ زیدیہ خواجہ عبدالواحد بن زید سے۔ دوسرا خانوادہ عیاضیاں خواجہ فضیل بن عیاض سے۔ تیسرا خانوادہ ادہمیہ خواجہ ابراہیم بن خواجہ ادھم بلخی سے۔ چوتھا خوانوادہ ہبیرۃ البصری سے۔ پانچواں خانوادہ چشتیہ خواجہ ابو اسحاق چشتی سے لقب پایا اور ختم حضرت خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری چشتی ثم اجمیریؒ تک ہوا۔ بعد میں ہر ایک خانوادہ سے کئی کئی گروہ جاری ہوئے۔

چنانچہ خانوادہ ادہمیہ سے گروہ عضر پر نکلا اور خانوادہ چشتیہ سے چودہ گروہ نکلے جو یہ ہیں: چشتیہ۔ کرمانیہ۔ صابریہ۔ قلندریہ۔ نظامیہ۔ مخدومیہ۔ حسامیہ۔ نظام شاہی۔ فخریہ۔ جلیلیہ۔ چوکھا شاہی۔

وہ فرقے جو خانوادہ قادری سے جاری ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے کہ خانوادہ طیفوریہ سے ۶۶ گروہ جاری ہوئے ان دوسرے طبقاطیہ جس کے ۶۵ جزو ہیں۔ سات عاشقان کہلاتے ہیں، چار خادمان دو طالبان، باون دیوانگان مشہور ہیں۔ خانوادہ جنیدیہ سے تین فرقے انصاریہ۔ رضی۔ بسویہ جاری ہوئے۔ خانوادہ گازرونیہ سے دو گروہ جاری ہوئے زاہدیہ اور اولیائے اور خانوادہ سقطیہ سے گروہ نوریہ جاری ہوا۔ خانوادہ طوسیہ سے اکیس گروہ نکلے۔

۱۔ قادریہ ۲۔ رزاقیہ ۳۔ وہابیہ ۴۔ غیبشیہ ۵۔ میاں خیل ۶۔ محمد شاہی ۷۔ غفور شاہی ۸۔ نعمت اللہ ۹۔ سید شاہی ۱۰۔ بہلول شاہی ۱۱۔ قمیصہ ۱۲۔ میاں خلیل ۱۳۔ حسین شاہی ۱۴۔ ہاشم شاہی ۱۵۔ مقیم شاہی۔ ۱۶۔ نوشاہی ۱۷۔ حیاریہ ۱۸۔ محمود شاہی ۱۹۔ سید شاہی ۲۰۔ خاکسار شاہی ۲۱۔ قاسم شاہی

خانوادہ فردوسیہ سے ایک گروہ دو نام سے مشہور ہے۔ سدو شاہی اور بڈھن شاہی۔ خانوادہ سہروردیہ سے سترہ گروہ مشہور ہیں۔

۱۔ صوفیہ ۲۔ جلالیہ ۳۔ لال شہبازیہ ۴۔ مخدومیہ ۵۔ کرم علی جہلی ۶۔ موسیٰ شاہی کہ سدا سہاگ مشہور ہیں۔ ۷۔ رسول شاہی ۸۔ میراں شاہی ۹۔ عیدروسیہ ۱۰۔ قاسم شاہی ۱۱۔ رازق شاہی ۱۲۔ دولا شاہی ۱۳۔ سید شاہی ۱۴۔ اسماعیل شاہی ۱۵۔ حبیب شاہی ۱۶۔ مرتضیٰ شاہی ۱۷۔ بناتہ شاہی۔

خاندان نقشبندیہ داخل ہفت گروہ اولیٰ ہے۔ اس میں تین فرقے ہیں۔ ۱۔ نقشبندیہ۔ ۲۔ نقشبندیہ مجددیہ۔ ۳۔ نقشبندیہ ابوالعلائی۔ واضح ہو کہ اس کتاب میں ان اولیاء اللہ کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہندوستان میں گزرے یا یہاں سے کمالات حاصل کر کے دیگر ممالک میں چلے گئے۔ علاوہ ان کے جو اور بزرگوں کا ذکر ہوا ہے ضمناً ہوا ہے۔

حصّہ اوّل

تذکرہ
اولیائے پاک و ہند

اس

حصّہ میں سلسلۂ چشت

اہلِ بہشت کے اکابر

بزرگان کے تذکارِ طیّبہ

درج ہیں

ذِکرِ حضرت سلطان العارفین خواجہ معین الدّین اجمیری قدس اللہ سرّہ العزیز

ذکرِ حضرت سلطان العارفین سراج السالکین خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری ہندی الولی عطائے رسول ثم اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کہ عظمائے اولیائے کبریٰ مشائخ چشت سے ہیں، اوصاف حمیدہ، کرامات عجیبہ مشہور نزدیک و دور ہیں۔ آپ کے مرید اور مریدوں کے مریدوں سے ہزاروں اولیاء ہندوستان میں آسودہ ہیں اور موجود ہیں۔ روضہ متبرکہ حضرت خواجہ اور ان کے غلامان سے فیض عام جاری ہوا۔

حضرت صحیح النسب سادات حسنی و حسینی ہیں یعنی حضرت خواجہ بزرگ معین الدین بن حضرت غیاث الدین بن سید کمال بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن سید الکونین حضرت امام حسین بن حضرت علی مرتضےٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ولادت باسعادت حضرت خواجہ بزرگ کی بمقام سنجرستان بخانہ سید غیاث الدین حسن سنجری ۵۳۷ھ میں ہوئی آثار ولادت و کرامت سیمائی نورانی حضرت سے ہویدا تھے۔ گیارہ برس تک نہایت ناز و نعمت میں پرورش پائی۔ جب عمر شریف گیارہ برس کی بقول بعضے چودہ برس کی ہوئی، آپ کے والد بزرگوار سید غیاث الدین نے رحلت فرمائی۔ آپ یتیم ہو گئے۔ آپ کے دو اور برادرِ حقیقی تھے۔ جائداد پدری آپس میں تقسیم ہوئی۔ حضرت کے ترکہ میں ایک باغ اور پنچکی آئی جس کی آمدنی سے حضرت نے چندے آرام سے زندگی بسر کی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت اپنے باغ میں تشریف فرما تھے۔ ایک مجذوب مسمیٰ بہ ابراہیم قلندر اس باغ میں آگئے۔ حضرت نے ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو کر سلام کیا اور ان کے دست مبارک پر بوسہ دیا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے لاکر ان کو بٹھایا اور خوشے انگور کے پیش کئے۔ ان مجذوب نے برغبت تمام ان کو کھایا اور تھوڑی سی کھلی اپنی بغل میں سے نکال کر اپنے منہ میں لی اور اس کو قدرے چبا کر اپنے ہاتھ سے حضرت خواجہ کے دہن مبارک میں دی۔ معاً

اس کے کھاتے ہی انوارِ الٰہی جلوہ گر ہوئے اور دنیا سے تنفر ہوا۔ اسی وقت اس باغ اور تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو فروخت کر کے مساکین کو تقسیم فرما کر طلب معبودِ حقیقی میں مسافر ہو کر اوّل رونق بخش سمرقند ہوئے۔ اور چندے قیام فرما کر علوم ظاہری کی تکمیل کر کے عراق و عرب کی طرف متوجہ ہوئے اور اہل اللہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے نواح نیشاپور میں وارد ورقصبہ ہارون ہوئے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت بابرکت میں پہنچ کر شرف حضوری حاصل ہوا اور مرید ہوئے۔ سال ہا سال خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر رہ کر خدمت شائستہ بجالا کر اور محنت شاقہ فرما کر علم الٰہی کی تکمیل کی۔ لکھا ہے کہ بیس سال چھ ماہ اپنے مرشد برحق کی خدمت میں رہے اور ساڑھے بیس برس کے سفر میں مرشد کا کل سامانِ سفر اپنے کندھے پر لئے رہے۔ اور اس عرصہ میں کئی حج بھی کئے اور بعض نے تحریر کیا ہے کہ مرید ہونے کے ڈھائی برس بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے خرقہ خلافت عطا کر دیا تھا۔ الغرض قصبہ ہارون سے پہلا سفر قصبہ سنجان کا ہوا اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات ہوئی۔ ڈھائی ماہ وہاں رہ کر بغداد شریف میں آئے۔ وہاں سے کوہ جودی پر آئے۔ یہ وہ کوہ ہے کہ بعد طوفان کے کشتی نوح علیہ السلام اسی کوہ پر قائم ہوئی تھی۔

وہاں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ہم صحبت رہے۔ پانچ ماہ سات روز ایک حجری حجرہ میں مقیم رہے۔ وہ حجرہ زیارت گاہِ خاص و عام ہے اور حضرت غوث پاکؒ کے ہمراہ جیلان اور بغداد کی سیر کی۔ اور بغداد میں حضرت شیخ ضیاء الدین سے ملے۔ اور وہاں سے الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ سے بہت کچھ ربط وضبط رہا۔ پھر وہاں سے حضرت ہمدان میں تشریف لائے اور محبوب سبحانی خواجہ واحد الدین کرمانیؒ کی صحبت میں چندے رہ کر حضرت یوسف ہمدانیؒ سے ملاقات کی۔ وہاں سے عازم تبریز ہوئے اور حضرت ابوسعید تبریزیؒ کے ہم صحبت رہے۔ بعدہٗ اصفہان میں تشریف لا کر خواجہ محمود اصفہانیؒ سے ملے۔

اس کے بعد مہنہ میں رونق افروز ہوئے اور خواجہ ابو سعیدؒ مہنہی سے ملے۔ وہاں استرآبادی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ جہاں خواجہ ناصر الدینؒ صاحب ولایت جو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے اور اس وقت ان کی عمر ایک سو ستائیس برس کی تھی سے ملاقات کی۔ وہاں سے چل کر غزنی تشریف لائے۔ چند ایام حضرت شمس العارفین شیخ عبدالواحد غزنویؒ سے ملاقی ہوئے۔ علاوہ ازیں صدہا اولیاء اللہ سے ملاقاتیں کیں اور بعض سے فیضان حاصل کیا۔

اس کے بعد عازم طرف ہندوستان ہوئے۔ وجہ عزم طرف ہندوستان کی "انیس الارواح" میں تحریر ہے کہ حضرت نے خود فرمایا کہ:۔

"ایک بار دعا گو ہمراہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ مکہ معظمہ میں پہنچا۔ خواجہ عثمان قدس سرہٗ نے زیر ناودان

کعبہ کے میرے واسطے دُعا کی اور میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر سپرد بخدا کیا۔ غیب سے آواز آئی کہ معین الدین ہم نے قبول کیا۔ اس آواز کے سننے سے شیخ شکر بدرگاہ حق بجا لائے۔ بعد ازاں حج مدینہ طیبہ میں آئے۔ جب دعاگو نے روضہ مطہرہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا تو آواز آئی علیک السلام یا قطب المشائخ! ہند کی ولایت تجھ کو دی۔ یہ آواز سن کر میرے شیخ بہت خوش ہوئے اور دعاگو سے فرمایا کہ جا تو کمال کو پہنچا۔ بعدہٗ ہمراہ شیخ کے پھر بغداد شریف میں آیا۔ حضرت خواجہ عثمان نے خلوت قبول کی اور بندہ کو باہر رسول اللہ علیہ السلام واسطے اجرائے دین ہندوستان کی طرف مرخص فرمایا۔"

خواجہ اپنے پیرومرشد سے رخصت ہو کر تبریز استرآباد اور ہرات میں چند مدت قیام پذیر رہے۔ اکثر شب کو شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ شریف میں رہتے تھے۔ دن بھر سیر فرمایا کرتے تھے۔ اکثر قبرستانوں میں رہتے۔ اپنی خوارق اور اظہار کرامت نہ فرماتے تھے۔ اگر کبھی کسی پر حال کھل جاتا تو وہاں سے چلے جاتے تھے۔ ہمیشہ ایک خادم ہمراہ رکھتے تھے اور صبح کی نماز عشا کے وضو سے ادا فرماتے تھے۔ اور ایک دن میں دو قرآن ختم فرماتے۔ جب ہرات میں حضرت کا شہرہ کرامت بلند ہوا وہاں سے شہر سبزہ میں تشریف لائے۔

اس شہر میں یادگار میرزا کہ شیعہ تھا اور کاتب الحروف کا ہمجد تھا۔ اس کا تعصب یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ اس کی رعایا سے جو شخص اپنی اولاد کا نام ابوبکر یا عمر رکھتا، فوراً قتل کرا دیتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ بھی یادگار میرزا کے باغ میں تشریف فرما ہوئے اور کنارہ حوض پر جلوہ افروز تھے۔ قدرت خدا سے وہ بھی آگیا۔ حضرت کو دیکھتے ہی اُس کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا اور بیہوش ہو کر گر پڑا اور جو ملازم اور امرائے دولت اس کے ہمرکاب تھے سب پر خوف طاری تھا۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے قدرے پانی اسی حوض سے لے کر یادگار میرزا کے منہ پر چھڑکا وہ ہوش میں آیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو نے توبہ کی۔ اُس نے قدموں پر سر رکھا اور باعجز عرض کیا کہ میں اپنے افعال ماضیہ سے توبہ کرتا ہوں اور صدق دل سے حضور کا غلام بنتا ہوں۔ آخر یادگار میرزا اور تمام ارکین سلطنت تائب ہو کر بیعت میں آئے۔ لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین اوشیؒ بھی حضرت کے ہمرکاب تھے۔ الغرض یادگار میرزا نے تمام خزانہ اور غلام اور باندیاں آزاد کیں۔ اسباب ظاہری جس قدر تھا راہِ خدا میں بذل درویشاں کیا۔ چند ہی روز میں بکمال ولایت فائز ہو کر خرقہ حاصل کر کے خلافت ظاہری اور باطنی ملک ہرات پر معمور رہا۔

حضرت ہرات سے بلخ میں تشریف فرما ہوئے۔ چند حضرت شیخ احمد خضرویہ کے مہمان رہے۔ اس شہر میں حکیم ضیاء الدین بہت بڑا عالم اور درویشوں کا منکر تھا۔ ایک بار موقع شکار میں حضرت نے دست مبارک سے ایک کلنگ

کا شکار کر کے کباب تیار کیئے۔ اسی وقت حکیم ضیاء الدین بھی وہاں آ گیا اور حضرت کے نزدیک بیٹھا۔ حضرت نے کباب کسی قدر حکیم کو عنایت فرمایا۔ کھاتے ہی حکیم بے ہوش ہو کر زمین پر گرا۔ جب ہوشیار ہوا خلوص دل سے معتقد ہوا اور کتب فلاسفہ دریا میں ڈالیں۔ چند عرصہ میں کامل وقت ہوا۔

بعدہٗ حضرت بار دیگر رونق افروز بلخ ہوئے۔ چندے قیام فرما کر کوہستان افاغنہ کی سیر فرماتے ہوئے شہر لاہور میں رونق افروز ہوئے اور دو ماہ تک مزار گہربار حضرت مخدوم علی علوی ہجویری حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ پر معتکف رہ کر بعد حصول فوائد باطنی عازم طرف شہر دہلی کے ہوئے۔ بعد قطع مراحل منازل بہمراہی چہل اشخاص داخل دہلی ہو گئے اور چندے قیام فرمایا۔

مؤرخان صادق نے لکھا ہے کہ جب حضرت اپنے مرشد کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں تھے اور سلام عرض کیا تو آواز آئی کہ علیک السلام قطب المشائخ (معین الدین) تو ہمارے دین کا معین ہے۔ ہندوستان کی ولایت تجھ کو دی۔ اجمیر میں جا کر اقامت کر۔ وہاں کفر کے غلبہ سے تیرے جانے سے اسلام ہوگا۔ یہ سن کر حضرت کو تحیر تھا کہ اجمیر کدھر ہے۔ اسی فکر میں آپ کو غنودگی آ گئی۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ معین الدین دیکھ! تمام مشرق اور مغرب کے دروازے تیرے لئے کھلے ہیں۔ اجمیر اور وہاں کے تمام پہاڑوں کے نشان دیئے اور ایک انار عطا کیا اور فرمایا کہ تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت کو خرقہ خلافت جب ملا تو عمر شریف حضرت کی باون سال کی تھی۔ الغرض دہلی سے کوچ فرما کر دسویں محرم الحرام ۵۶۱ھ میں رونق افروز دارالخیر اجمیر ہوئے۔

اجمیر کی کیفیت یہ ہے کہ حاکم اجمیر راجہ پرتھی راج تھا۔ اس کی والدہ بہت بڑی نجومی تھی۔ اس نے بارہ برس پہلے حضرت کی تشریف آوری سے اپنے فرزند سے کہا تھا کہ ایک مرد بزرگ پیدا ہوگا جس کے سبب سے تیری دولت اور سلطنت زوال پذیر ہوگی۔ بعض نے لکھا ہے کہ رانی محل پر ایک مرغ آ کر بیٹھا اور اس نے بانگ دی۔ یہ کچھ جانوروں کی بولی بھی سمجھتی تھی۔ اس نے چاہا کہ اس مرغ کو ہلاک کرا دے مگر وہ ہاتھ نہ لگا۔ اس وقت اس نے کہا تھا کہ اب یہاں دور اسلام ہوگا اور ہمارا راج جاوے گا۔ اور حلیہ شریف حضرت خواجہ کا لکھ کر اپنے فرزند پرتھی راج کو دیا تھا۔ پرتھی راج ہمیشہ متفکر رہا کرتا تھا اور اس نے حکم جاری کیا کہ جو شخص اس حلیہ کے آدمی کو گرفتار کر کے لاوے گا وہ ہمارے دربار سے انعام جاگیر پاوے گا۔ لکھا ہے کہ جب حضور بمقام سمانہ پہنچے ملازمان راجہ نے مطابق حلیہ مشتہرہ کے پاکر از راہ فریب عرض کیا کہ آپ بزرگ شخص معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کے ٹھہرنے کو معقول جگہ بتاتے ہیں۔ آپ وہاں ٹھہریں۔ حضرت نے اسی وقت مراقبہ کیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ معین الدین اس گروہ کا اعتبار نہ کرنا۔ یہ تجھ کو تکلیف دینا چاہتے ہیں۔ حضرت نے اس امر سے آگاہ ہوتے ہی اپنے ہمراہیوں کو مطلع کیا اور بطرف اجمیر راہی ہوئے۔ جب اجمیر میں داخل ہوئے چاہا کہ ایک درخت کے نیچے استراحت فرماویں مگر

ایک شخص نے آواز دی کہ اس جگہ مہاراج کے شتر رہتے ہیں۔ یہاں نہ ٹھہرو۔ وہاں سے اٹھ کر انا ساگر پر تشریف لائے۔ اس جگہ بہت بُت خانے تھے وہاں مقام فرمایا۔ جب رات گزری اور صبح ہوئی شتربانان سرکاری نے چاہا کہ شتروں کو اٹھا کر چراگاہ پرلے جاویں۔ ہر چند شتروں کو اٹھایا وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھے۔ گویا سینے ان کے زمین سے چپک گئے تھے۔ آخر سب نے مشورہ کیا کہ جس فقیر کو ہم نے یہاں نہ ٹھہرنے دیا تھا۔ اس کی بددعا گی۔ یہ سمجھ کر حضور کی خدمت میں آئے اور عذر چاہا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ بحکم خدا تمہارے شتر کھڑے ہو جائیں گے۔ جس وقت ساربان گھر میں گئے فوراً شتر کھڑے ہو گئے۔

پس یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہوئی۔ جو لوگ دشمن اسلام تھے راجہ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یہ شخص پردیسی غیر مذہب قریب ہماری پرستش گاہ کے ٹھہرا ہے۔ یہ نامناسب ہے۔ یہ سن کر راجہ نے حکم دیا کہ اس کو وہاں سے نکال دو۔ اس امر پر چند سرہنگان راجہ مقرر ہوئے کہ اس فقیر کو تالاب پر سے اٹھاویں اور ہماری مملکت سے بدر کریں۔ الغرض وہ لوگ باجتماع کثیر نزدیک حضرت خواجہ کے پہنچا چاہتے تھے کہ حضرت کو کچھ تکلیف دیں۔ حضرت نے قدرے خاک اٹھا کر اس پر آیت الکرسی دم کر کے ان کے منہ پر ڈالی جس پر وہ خاک پڑی۔ اسی وقت اُس کا جسم خشک ہو گیا اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ باقی بھاگ کر شہر میں آئے۔

دوسرے روز راجہ اور تمام مخلوق اجمیر واسطے پرستش کے تالاب پر آئے اور اس وقت رام دیو مہنت مجمع کثیر لے کر حضرت کے نزدیک آیا مگر جمال جہاں آرا پر نظر پڑتے ہی سب کے بدن پر لرزہ پیدا ہوا۔ مثل بید کانپنے لگے۔ مگر مہنت مذکور حضور کے نزدیک آیا اور مشرف باسلام ہوا اور مخالفوں سے مقابلہ کر کے ان کو پریشان کیا۔ حضرت نے مہنت مذکور کی جانفشانی دیکھی۔ ایک پیالہ پانی کا اس کو مرحمت فرما کر حکم کیا کہ اس کو پی لے۔ اس پانی کے پیتے ہی زنگ کفر دور ہوا اور آئینہ دل اس کا روشن اور مجلّی ہوا اور بارادت تمام مرید ہوا۔ حضرت نے اس کا نام شادی دیو رکھا اور اس کو تکمیل علم الٰہی کرادی۔

جب اہل اجمیر نے یہ کیفیت دیکھی کہنے لگے یہ بہت بڑا جادو ہے۔ اس سے مقابلہ کوئی بڑا ہی جادوگر کرے گا۔ یہ سمجھ کر جے پال جوگی کہ ہندوستان میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ رائے پتھورا نے اس کو بلایا۔ جے پال اپنے ڈیڑھ ہزار چیلوں کو جو اس کے ہم پلہ تھے ہمراہ لے جا کر راجہ اجمیر کے پاس آیا۔ آخر باجتماع کثیر انا ساگر کی طرف چلا۔ جب حضرت اس کے آنے سے آگاہ ہوئے پہلے وضو کیا اور گرد اپنے ہمراہیوں کے اپنے عصائے مبارک سے دائرہ حصار کیا اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دشمن اس دائرہ کے اندر نہ آسکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب جے پال نزدیک آیا اس کے ہمراہیوں سے جس کا پیر اس دائرہ کے اندر پڑا وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ انہوں نے اب یہ بندوبست کیا کہ ہمراہیان حضرت کو تالاب اناساگر سے پانی نہ لانے دیں۔ یہ حرکت اُن کی معائنہ فرما کر شادی کو حکم دیا

کہ جس طرح ممکن ہو ایک پیالہ پانی اس تالاب میں سے لے۔ چنانچہ بموجب حکم عالی شادی نے پیالہ بھر لیا۔ پیالہ کے بھرتے ہی تمام پانی تالاب کا ایسا گیا ہوا کہ گویا کبھی اس میں پانی ہی نہ تھا اور پیالہ کی یہ کیفیت تھی کہ ہر چند اس میں سے پانی خرچ ہوتا تھا مگر کم نہ ہوتا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ پانی کی چھاگل بھرتے ہی جب پانی تالاب کا کم ہوا دشمنوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ جے پال یہ حال دیکھ کر قریب دائرہ حصار کے آیا اور کھڑے ہو کر آواز دی کہ بندگانِ خدا پیاسے مرے جاتے ہیں اور تو اپنے کو فقیر کہتا ہے۔ فقیر کو رحم اور کرم چاہیے نہ کہ ظلم۔ فقیروں کا کام نفع پہنچانا اور ہر قسم کی پیاس بندگانِ خدا کی بجھانا ہے یا بندگانِ خدا کو ستانا۔ یہ بات مردانگی سے بعید ہے۔ یہ کلام جے پال کا سن کر شادی کو حکم دیا کہ چھاگل پانی کی پھر تالاب میں ڈال دے۔ معاً تالاب بدستور لہریں مارنے لگا۔

اب جادوگروں نے جادو کرنا شروع کیا۔ یہ کیفیت بہم پہنچی کہ پہاڑ سے ہزارہا مار سیاہ نکل کر حضرت کی طرف آنا شروع ہوگئے مگر جو سانپ قریب دائرہ کے آیا لکیر دائرہ پر سر رکھ کر رہ گیا۔ جب یہ عمل کارگر نہ ہوا تو پھر آسمان سے آگ برسنی شروع ہوئی۔ آگ کے ڈھیر لگ گئے۔ ہزاروں درخت سبز جل گئے۔ مگر دائرہ حصار میں کچھ آسیب نہ پہنچا آخر جے پال نے اپنا مرگ چھالا ہوا پر چھوڑا اور اس پر سوار ہو کر نظر سے غائب ہوا۔ حضرت نے جو یہ کیفیت دیکھی اپنی کھڑاؤں چوبی سے فرمایا کہ جے پال جوگی کو گوشمالی کر کے لا۔ معاً وہ کھڑاؤں ہوا پر اڑی اور جے پال کے سر کو ٹھونکتی ہوئی نزدیک خواجہ کے لائی۔ جے پال اپنا یہ حال دیکھ کر رویا اور حضرت کے قدموں پر پڑا اور صدق دل سے مسلمان ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجیے کہ میں امر ہو جاؤں۔ یعنی تاقیامت زندہ رہوں۔ حضرت نے اس کے واسطے دعا کی کہ الٰہی اس بندہ کی دعا قبول فرما۔ تھوڑی دیر بعد جب اثر اجابت دعا حضرت کو معلوم ہوا جے پال سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حیات دائمی بخشی مگر پوشیدہ رہ۔ چنانچہ جے پال اجمیر کے پہاڑوں میں موجود ہے۔ جو زیارتی راہ گم کر جاتا ہے جے پال رہبری کرتا ہے۔ بھوکے کو کھانا پہنچاتا ہے۔ ہر شب جمعہ روضہ معلیٰ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا ہے۔ حضرت نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔

الغرض جب رائے پتھورا نے جے پال کی یہ کیفیت دیکھی بہت شرمندہ ہو کر شہر آیا اور خواجہ کے ستانے سے باز آیا۔ جب یہ حال اس کی والدہ کو معلوم ہوا اس نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کی خبر میں نے بارہ برس پہلے دی تھی۔ صاحب مونس الارواح نے لکھا ہے کہ جب قریب پرستش گاہ ان کے اذانیں ہوتیں، اہل اجمیر کو جوش پیدا ہوتا تھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ شادی مہنت نہ تھا۔ اصل میں یہ جن تھا کہ اہل شہر سے پوجا دہ لیا کرتا تھا۔ چنانچہ شادی دیو آج تک حضور کے مریدوں کی خدمات بجا لاتا ہے۔ میں نے بچشم خود جھنڈولی شریف ضلع مظفر گڑھ میں جو حضرت بہرام چشتیؒ کا مزار دیکھا ہے سینکڑوں مجنون اور سحر آلودہ آتے ہیں اور اپنے وقت پر گریہ و بکا کرتے ہیں اور

خود چڑھ کر درختوں پر ان کی شاخیں پکڑ کر ٹنگ جاتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں کہ شادی دیو تیرا ناس جائے کوڑے مار مار کر کھال اڑادی اور آگ لگا دی۔

یہ بھی لکھا ہے کہ راجہ پرتھی راج جے پال کے بیٹے کو خود گیا تھا۔ راستہ میں جب حضرت کی ایذا رسانی کا خیال کرتا آنکھوں سے دکھائی دینا موقوف ہو جاتا تھا۔ جب اس ارادہ سے باز آتا پھر بدستور دکھائی دینے لگتا۔ اس طرح سات بار اندھا اور بینا ہوا۔ صاحب مونس الارواح سے روایت ہے کہ جے پال لاچار ہوا۔ عرض کرنے لگا کہ حضرت کو سیر مقامات میں کہاں تک رسائی ہے۔ آپ نے مراقبہ کیا اور روح پاک کو عالم ملکوت میں داخل کیا۔ جے پال بھی مجاہدے کئے ہوئے تھا۔ اس کی روح بھی روح اقدس کے پیچھے چلی۔ یہاں تک کہ آسمان اول تک پہنچی۔ روح جے پال رہ گئی آگے نہ جا سکی۔ اس وقت اس کی روح نے روح پاک سے التجا کی کہ تنہا نہ چھوڑیئے۔ میں بھی قدرت حق کا تماشا دیکھوں۔ روح اقدس نے اس کی روح کو ہمراہ لیا۔ دیکھا کہ فرشتے روح مبارک کی تکریم کرتے ہیں۔ عرش معلی کا حجاب اٹھ گیا تھا جب روح پاک منزل قرب تک پہنچی پھر جے پال کی روح رہ گئی۔ پھر اس نے گریہ وزاری سے عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ مقام محمدی ہے تاوقتیکہ صدق دل سے کلمہ طیبہ نہ کہے گی داخل نہ پائے گی۔ اسی وقت اس کی روح صدق دل سے مسلمان ہوئی۔

آخرکار تمام اہل شہر اور راجہ مہنت وغیرہ حضور کو شہر میں لائے۔ ایک مکان واسطے رہنے حضور کے تیار ہوا اب جس جگہ حضور کا روضہ مطہرہ ہے یہاں حضرت کا باورچی خانہ تھا۔ حضرت راجہ کو اکثر فہمائش فرمایا کرتے تھے۔ وہ مانتا تھا۔ ایک بزرگ سے روایت ہے کہ میں بیس برس حضور کی خدمت میں رہا۔ حضرت کسی کو اپنے نزدیک نہ آنے دیتے تھے۔ ہمیشہ اخفائے کرامت کرتے تھے نہ کسی سے کچھ لیتے تھے۔ جب بھنڈار میں کچھ نہ رہتا تھا اور خادم عرض کرتا کہ آج خرچ نہیں ہے۔ آپ مصلے کے نیچے سے نکال کر موافق حاجت کے مرحمت فرماتے۔

حضرت قطب الاقطاب سے روایت ہے کہ ملازمان و امرائے رائے پتھورا سے ایک شخص مرید ہونے آیا حضرت نے اس کو مرید نہ فرمایا۔ وہ بددل ہو کر راجہ کے پاس گیا۔ اور حضرت کا شکوہ کیا۔ راجہ نے ایک اور شخص کو حضور کی خدمت میں بھیجا اور پیغام دیا کہ آپ نے اس کو مرید نہ کیا۔ جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک تو یہ بہت گنہگار ہے دوسرے ہم اس کو کلاہ درویشی نہیں دیتے جو سوائے خدا کے دوسرے کے آگے سر جھکاتا ہے۔ تیسرے ہم نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے کہ وہ اس جہان فانی سے بے ایمان نہ جاوے گا۔ راجہ یہ سن کر غصہ ہوا اور کہا کہ یہ فقیر غیب کی باتیں بتاتا ہے اس کو کہہ دو کہ تین روز کی مہلت ہے یا فقیر اجمیر سے نکل جاوے گا یا راجہ چلا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۵۸۹ھ میں سلطان شہاب الدین غوری بادشاہ غزنی اجمیر پر آپہنچا۔ راجہ زندہ گرفتار ہوا۔ ہانسی کے قلعہ میں قید کیا گیا۔ جو شخص کہ مرید ہونے آیا تھا اسی تہلکہ میں دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ راجہ پرتھی راج نے ایک مسلمان پر ظلم کیا تھا حضرت

نے راجہ کو اس حرکت سے منع فرمایا۔ جب وہ اس سے باز نہ آیا تو حضرت نے غصے ہو کر فرمایا کہ ہم نے پرتھی راج کو زندہ گرفتار کرا دیا۔ اسی عرصہ میں سلطان سے مقابلہ ہوا۔ راجہ زندہ گرفتار ہوا۔

جاننا چاہیئے کہ آدم علیہ السلام سے تا قدوم میمنت لزوم حضرت خواجہ بزرگ کے کوئی انبیاء علیہ السلام اور اولیائے کرام سے وارد ہندوستان نہیں ہوا۔ تمام علاقہ ظلمت کفر سے تیرہ و تار تھا۔ حضرت نے بحکم رسول مقبول اور حسب قوت ولایت خود گمراہان ہند کو راہ راست پر لاکر ان کے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمایا ؎

از فیض او بجائے صلیب و کلیسیا — در دار کفر مسجد و محراب و منبر است
آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکاں — اکنوں خروش نعرہ اللہ اکبر است

صاحب اقتباس الانوار رقمطراز ہیں کہ جب حضرت ہندوستان آنے لگے اس وقت دوبارہ حضرت غوث پاک رض سے ملاقات کی اور حضرت غوث پاک رض نے بھی حضرت کے واسطے جناب باری میں دعا کر کے رخصت فرمایا تھا۔ صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ جب حضرت بغداد شریف میں آئے تھے وہاں سات شخص کہ آتش کدے میں معبد اور مشہور زمانہ تھے ایک بار حضرت سے ملنے آئے۔ روئے انور پر نظر پڑتے ہی بدن ان کا کانپ اٹھا اور حضرت کے قدموں پر گرے اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم عابد کہلاتے ہو سوائے خدا کے مخلوق کو سجدہ کرتے ہو بڑی شرم کی بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آتش کو اس وجہ سے سجدہ کرتے ہیں کہ یہ ہم کو نہ جلاوے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بے حکم خدا کے یہ ہماری کر سکتی ہے دیکھو یہ ہماری جوتی کو بھی نہیں جلا سکتی۔ یہ فرما کر جوتی آگ میں ڈال کر ارشاد کیا کہ اے آتش ہماری جوتی کو نگاہ رکھنا الغرض وہ پاپوش آگ میں سے سلامت نکلی۔ وہ سب مسلمان ہو کر کامل ہوگئے۔

صاحب اقتباس الانوار زبدۃ التہانئ سے ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ نے بحکم رسول مقبول جناب غوث پاک رض سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ صاحب اقتباس الانوار رقم ہیں کہ حضرت دہلی میں پہلے پہل تشریف فرما ہوئے ایک شخص چھری بغل میں چھپا کر واسطے ہلاکی حضور کے آیا۔ حضرت نے از راہ کشف معلوم فرما کر فرمایا کہ فلاں کیا قصد رکھتا ہے۔ بندہ حاضر ہے۔ یہ سنتے ہی وہ کانپ اٹھا اور قدموں پر گرا اور مسلمان ہوا۔

اس عرصہ میں ہزاروں مسلمان ہوئے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت ہر شخص کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ جو طالب اسلام آتا اس کو ارکان اسلام تعلیم فرماتے جو طلب حق میں حاضر ہوتا اس کو بکمال ولایت پہنچاتے تھے چنانچہ مریدان حضور سے اکثر صاحب ملک ہند میں صاحب ولایت ہیں۔ بعض دوسرے سلسلوں کے بھی حضرات ہیں جو روحانی طور پر حضرت سے فیض یاب ہوئے اور حضرت کے خاندان سے جتنے صاحب سجادہ ہوئے ہیں۔ سب صاحب ولایت گزرے ہیں۔ امید ہے کہ تا قیام قیامت بھی سلسلہ جاری رہے گا۔ جو ولی اللہ دیگر ولایت سے وارد ہند ہوئے ہیں سب نے روح پاک حضرت سے استفادہ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت سید بدیع الدین قطب المدار رحمۃ اللہ علیہ جب وارد ہندوستان

ہوئے ہیں کہ کلا پہاڑی پر معتکف رہ کر حسب اجازت وحصول استفادہ کے کالپی اور مکن پور میں رونق افروز ہوئے صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ مکہ معظمہ میں مشغول تھے۔ آواز ہوئی کہ اے معین الدین! ہم تجھ سے بہت خوش ہیں۔ ہم نے تجھ کو بخشا جو مانگنا ہو مانگ۔ حضرت نے عرض کی کہ الٰہی مریدان معین الدین و مریدان معین الدین کو کہ سلسلہ معین میں ملنے ہیں بخش دے۔ فرمان ہوا کہ اے معین الدین بخشا۔ تیری دعا قبول کی جو تیرے سلسلہ میں پہنچے گا ہم نے بخشا۔ چنانچہ حضرت نے بھی کئی بار زبان مبارک سے فرمایا کہ جب تک مریدانِ مریدہ بہشت میں نہ جائیں گے۔ ہرگز معین الدین جنت میں قدم نہ رکھے گا۔ صاحب مراۃ الاسرار نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت خواجہ بزرگ کے مرتبہ اور کرامات کا ذکر کیا جائے تو ایک کتاب کلاں تیار ہو۔ مگر جو کیفیت کہ مجھ پر گزری ہے یہ حضرت کی کرامات کا کرشمہ ہے۔ یعنی میں نے عالم باطن میں دیکھا کہ حضرت نے کمال ذرّہ پروری سے دست حق پرست اپنا میرے دست پر رکھا اور فرمایا کہ اگرچہ تو میرے سلسلہ میں سے الّا ما لحال میں تجھ کو بے واسطہ مرید اپنا کرتا ہوں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جب خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت کو مرید فرمایا کہ مکہ معظمہ میں لے جا کر دعا کی تھی جس کے جواب میں آواز ہوئی تھی کہ معین ہم نے قبول کیا۔ اسی وقت روحانیت خواجہ۔ نے بندہ پر تصرف کیا کہ میں ۔ نے اپنے کو حرم شریف میں پایا۔ زیارت خانہ کعبہ سے مشرف ہوا اور ایک صاحب ۔ وقار کو چاہ زم زم پر دیکھا۔ انہوں ۔ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تیرے تئیں بھی میں نے قبول کیا۔ الحق میں یہ بزرگی اور کمال حضرت خواجہ دیکھ کر متحیر ہوا اور سجدہ شکر بجا لایا۔

صاحب اسرار السالکین ناقل کہ حضرت کو ہمیشہ استغراق رہتا تھا۔ کچھ خبر نہ رہتی تھی۔ نماز کے وقت حضرت خواجہ قطب الدین یا قاضی حمید الدین روبرو استادہ ہو کر بآواز بلند صلوٰۃ کہتے۔ حضرت کو کچھ معلوم نہ ہوتا۔ دوسری بار حضور کے کان میں صلوٰۃ پڑھتے۔ اس پر بھی حضرت کو کچھ آگاہی نہ ہوتی تو پھر حضرت کے دوش مبارک کو جنبش دیتے۔ جب چشم وا ہوتیں اس وقت ارشاد کرتے شرع محمدی سے چارہ نہیں۔ سبحان اللہ کہاں سے کہاں آتے تھے اور پھر وضو کر کے نماز گزارتے۔ جس وقت طاقت مستولی ہوتی دروازہ حجرہ بند کر کے مشغول ہوتے۔ اس وقت خواجہ قطب الدین و قاضی حمید الدین یہ دونوں صاحب در حجرہ کے آگے سنگِ خارہ ڈال دیتے اور خود پس حجرہ رہتے۔ جس وقت حضرت حجرہ سے باہر تشریف لاتے تھے اوّل نظران پتھروں پر پڑتی تھی، معًا وہ خاکستر ہو جاتے تھے۔

صاحب اقتباس الانوار لکھتے ہیں کہ میں نے پیروں سے سنا ہے کہ ایک روز حضور مراقبہ میں مشغول تھے۔ عالم تنزیہ جسد منور پر ہوا اور چالیس روز تک جسد مبارک کسی کو نظر نہ آیا۔ بعد ۴۰ روز کے ظاہر ہوا۔ شیخ قطب الدین بندگی شیخ سوند صاحب چشتی اس حکایت سے اتفاق تمام رکھتے ہیں۔ صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ ایک روز میرے شیخ کے روبرو قوال حاضر تھے۔ عین سماع میں میرے شیخ کا سر نظر مرداں سے غائب ہو گیا تھا۔ تیسرے روز ظاہر ہوا۔ پس جب غلامانِ حضور یہ قول عالی و مقامات متعالی رکھتے ہیں تو حضور کو سمجھ لینا چاہیے کہ شیخ المشائخ ہیں۔

صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت کے باورچی خانہ میں اس قدر کھانا تیار ہوتا تھا کہ تمام شہر اور مسافران کو کافی اور وافی ہوتا تھا۔ جو خرچ درکار ہوتا تھا باورچی کو زیرِ مصلّے سے مرحمت ہوتا تھا۔

ایک روز ایک عورت گریہ کناں خدمتِ خواجہ میں آئی اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے فرزند کو حاکمِ شہر نے قتل کیا اس کا سر کٹوا دیا۔ حضرت کو اس عورت کو رحم آیا اور عصائے مبارک لے کر بہمراہی چند خادماں قتل گاہ میں تشریف لائے اور سرِ مقتول اس کا دھڑ سے ملا کر فرمایا کہ اے مظلوم اگر تجھے بے گناہ مارا ہے تو بحکم خدا کھڑا ہو۔ بمجرد ارشاد والا مقتول کو جنبش ہوئی اور کھڑے ہو کر اُس نے اپنے سر کو حضرت کے قدموں پر رکھا اور اپنی ماں کے ہمراہ اپنے گھر گیا۔ اور حضرت نے بطرف خانقاہ شریف مراجعت فرمائی۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرتؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور شیخ واحدین کرمانیؒ ایک جگہ دہلی میں قیام پذیر تھے کہ ناگاہ ایک لڑکا شمس الدین نام تیر کمان ہاتھ میں لئے سامنے سے نکلا۔ حضرت نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ لڑکا بادشاہ دہلی ہوگا کیونکہ میں نے لوح محفوظ پر لکھا دیکھا ہے اور میرے سلسلہ میں نامزد ہوگا۔ چنانچہ بعد چند مدت کے اس کا ظہور وہی ہوا۔ وہی لڑکا شمس الدین بادشاہ دہلی ہو کر سلطان شمس الدین التمش ہوا اور داخل غلامانِ حضور ہو کر سعادتِ دارین حاصل کی۔ یہ بادشاہ سنہ ۱۲۲۰ء میں تخت دہلی پر بیٹھا اور ۲۶ سال حکمرانی کر کے داخلِ جنت ہوا۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ بار بندہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ نے چھ روٹیاں عنایت فرمائیں۔ اس روز سے آج تک کہ عرصہ ساٹھ برس کا گزرتا ہے ہر روز خرچ مل جاتا ہے۔ کبھی کسی قسم کی تنگی نہیں ہوئی۔ تمام اہل خانہ آسودگی سے ایام گزاری کرتے ہیں۔ حضرت بابا فرید صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ خواب نہ تھا۔ اللہ کا کام تھا کہ سرحلقہ اولیاء نے تجھ پر مہربان ہو کر توجہ خاص فرمائی۔ مقام خوشی کا ہے۔

صاحبِ تذکرۃ التھاؤق بھی ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ حق تعالیٰ کے مقام انبساط میں تھے کہ ہاتف غیب نے ندا کی کہ اے عثمان کچھ جانتا ہے کہ مقصود ہمارا پیدا کرنے تیرے اور جملہ مخلوقات سے کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ خداوندا میں نہیں جانتا کہ تو ہی عالم الغیب ہے۔ اپنی حکمتوں کو تو ہی خوب جانتا ہے۔ پھر فرمان ہوا مقصود ہمارا وجودِ معین الدین ہے۔ اگر اس کو نہ پیدا کرتا سوائے محمد علیہ السلام کے کسی کو پیدا نہ کرتا۔

اور راقم نے اپنے ہادی سے یہ نقل اس طرح سنی ہے کہ خواجہ عثمان ہارونی سے ارشاد ہے کہ ہم نے اپنے گنج کو تجھ پر اور دیگر اولیاء پر اظہار کیا۔ اس سے ہمارا کیا مقصد تھا۔ انہوں نے عرض کیا لا اعلم۔ فرمان ہوا کہ مقصد ہمارا اظہار کرنا گنج مخفی کا معین الدین کی ذات پر تھا۔ اگر ہم اس پر اظہار نہ کرتے تو کوئی ہمارے سرِ مخفی سے آگاہ نہ ہوتا۔ صاحب مراۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین تمام مقامات غوثی اور قطبی اور قطب الاقطابی سے گزر کر

بمقام قطب وحدت یعنی محبوبیت سے فائز تھے اور نہایت استغراق فنائے احدیت یا دوست حقیقی سے یک رنگ ہو چکے تھے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت قربت حق میں بہت محو تھے۔ عالم علوی منکشف تھا کہ ایک مرید آیا اور حاکم وقت کا شکوہ کیا کہ بندہ کو شہر بدر کرتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کہاں ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ سوار ہو کر باہر گیا ہے۔ فرمایا وہ تو گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے۔ جب وہ مرید حضرت کے پاس سے باہر آیا سُنا کہ حاکم فوت ہوا۔ حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ میرے شیخ اکثر دُعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی جو درد و رنج ہو معین الدین کے نام ہو۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا۔ فرمایا کہ مبتلا ہونا بلائے سخت اور بیماری دلیل صحتِ ایمان کی ہے۔

حضرت کی ازواج اور اولاد مطہرات کا ذکر اکبر نامہ اور اقبال نامہ جہانگیری ملفوظہائے پیرانِ چشت سے ظاہر ہے مگر حضرت سُلطان العارفین شیخ حمید الدینؒ ناگوری کہ خلیفہ حضرت کے تھے اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار عالمِ رویا میں حضرت نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے۔ ہماری سنت عقد و نکاح کو نہیں ادا کرتا۔ شب کو تو یہ ماجرا گزرا۔ صبح اس جگہ کے حاکم قلعہ ٹھیلی کہ حضرت کے مریدوں میں سے تھا اُس نے ایک دختر نیک اختر کو کہ اُن کا نام بی بی امتہ اللہ تھا حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت نے واسطے ادائے سُنت باشارہ شب ان سے نکاح کیا۔ ان سے حضرت بی بی حافظ جمال تولّد ہوئیں۔ یہ بی بی نہایت پارسا، صائم الدہر، قائم اللیل تھیں۔ اور اپنے والد کی مرید تھیں۔ ان کو حضرت نے خرقہ خلافت عطا فرما کر برائے تعلیم مستورات ارشاد فرمایا تھا۔ ان کی توجہ سے ہزاروں مستورات صاحب ولایت ہوئیں اور شیخ رضی الدین سے ان کی شادی ہوئی تھی۔

اور لکھا ہے کہ حاکم قلعہ ٹھیلی کا ملک خطاب تھا اور یہ کسی راجہ کی دختر تھیں۔ کسی معرکہ میں اس کے ہاتھ آ گئی تھیں۔ عالی نسب سمجھ کر حضور کی خدمت میں ان کو ارسال کیا تھا۔ مزار ان عفت مآب کا قریب روضہ مقدسہ کے ہے اور مزار شیخ رضی الدین کا بمقام ناگور حوض مندلا پر ہے۔ ان بی بی کے دو فرزند تولّد ہوئے۔ ان دونوں نے خوردسالی میں انتقال کیا۔

دوسری اہلیہ کا نام جنابہ بی بی عصمت تھا اور یہ دختر سیّد وجیہ الدین سیّد حسین خنگ سوار کی تھیں۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کے والد سیّد وجیہ الدین نے حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو اپنی دختر کا نکاح خواجہ بزرگ سے کر دے۔ سیّد وجیہ الدین بھی صاحب باطن تھے۔ اُنہوں نے یہ کیفیت حضور کے روبرو عرض کی۔ حضرت نے بہ تعمیل حکم امام برحق ان بی بی سے نکاح ثانی کیا۔ ان سے تین فرزند تولّد ہوئے اوّل حضرت خواجہ ابو سعیدؒ۔ دوم خواجہ فخر الدینؒ۔ سوم خواجہ حسام الدینؒ۔ طفلی میں ہی خواجہ ابو سعیدؒ ابدالوں میں

ل کر غائب ہو گئے - ان سے کچھ تولد اور تناسل وقوع میں نہ آیا - اور شیخ فخر الدین حضرت کو بہت تھے - یہ حضرت بکسب زراعت ایک موضع میں قریب اجمیر کے تشریف فرما تھے - یہ حیلہ ان کا بہت بڑا پردہ تھا - اولیائے جاہ کو ترک کیا ہے - ہمیشہ بمشقت گزران کی ہے - اس لئے کہ اللہ صاحب دل کو دیکھتے ہیں نہ کہ اموال کو - یہ حضرت بھی صاحب ولایت تھے اور بعد وفات خواجہ کے بیس سال زندہ رہے - عمر شریف ان کی ساٹھ برس کی ہوئی اور ان کے پانچ فرزند تھے جن میں سے شیخ حسام الدین سوختہ کامل اکمل ہوئے ہیں اور حضرت سلطان المشائخ کے ہم صحبت رہے ہیں اور خواجہ معین الدین خورد اور خواجہ قیام الدین یہ دونوں صاحب بھی فرزند خواجہ فخر الدین کے تھے - بڑے باکمال گزرے ہیں - مزار خواجہ فخر الدین کا اجمیر سے سولہ کوس کے فاصلہ پر قصبہ سرواڑ میں ہے اور مزار خواجہ حسام الدین کا قصبہ سانبھر میں بطرف غرب سر راہ واقع ہے - اور خواجہ معین الدین خورد فرزند خواجہ فخر الدین کی یہ کیفیت ہے کہ مرید ہونے سے پہلے آپ نے کسب درویشی کو یہاں تک بڑھایا تھا کہ روحانی طور پر حضرت جد بزرگ اپنے سے نعمت معرفت سے فائز ہوئے آخر میں حضرت شیخ ضیاء الدین چراغ دہلوی سے خرقہ خلافت پہنچا -

فوائد الفوائد سے نقل ہے کہ خواجہ احمد نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ بڑے صالح ہوئے ہیں - ان کے دوسرے برادر حقیقی خواجہ وحید بابا صاحب کے پاس مرید ہونے آئے - حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ نعمت تمہارے خاندان سے دریوزہ کی ہے - میری کیا مجال کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑوں - آخر بہت اصرار سے مرید ہوئے -

صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ خواجہ شیخ بایزید خلف خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخر الدین بن حضرت خواجہ بزرگ خورد سالی میں کہیں غائب ہو گئے تھے - چندے سلطان محمود خلجی کے ہم جلیس رہے - بعد میں اجمیر وارد ہوئے - جو لوگ بدعقیدہ تھے انہوں نے اس عالیہ میں ہونے سے انکار کیا - یہ خبر بادشاہ کو ہوئی - بادشاہ نے مولانا بہم کو کہ قدوۃ العلما تھے اور شیخ حسین ناگوری اور دیگر علماء و اصفیا کو جمع کیا - سب نے باتفاق گواہی دی کہ یہ حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد ہیں - اور شیخ حسین ناگوری نے اپنی دختر سے ان کا نکاح کیا -

اولاد خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین اجمیر شریف میں سکونت پذیر رہی اور صاحب سجادہ ہوتی رہی اور عمر خواجہ قیام الدین کی سو برس کی تھی - بعد ان کے ان کے برادر زادہ شیخ معین الدین صاحب سجادہ ہوئے - ان کے بعد شیخ علاؤ الدین ان کے برادر صاحب سجادہ ہوئے اور حضرت شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں شیخ سراج دین صاحب سجادہ تھے اور آج تک صاحب سجادگی انہی دو دوران والا شان میں چلی آتی ہے -

صاحب اقتباس الانوار و مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ مجاوران آستانہ حضرت خواجہ کی اولاد سے سید فخر الدین ہیں - سید فخر الدین اکابر سادات عالی نسب اور رہنے والے قصبہ کرک کے تھے اور سید صاحب موصوف کو روح پاک حضرت خواجہ سے نہایت ارادت اور محبت تھی - بعد انتقال حضرت کے اپنا وطن ترک کر کے اجمیر شریف آ رہے تھے - چنانچہ آج تک

اولادِ حضرت سیّد صاحب کی خدماتِ آستانہ شریف بجالاتی ہے۔

صاحبِ الاخبار وجہ تسمیہ اجمیر کی اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ آج نام ایک راجہ کا تھا۔ اس کے نام پر یہ شہر آباد ہے۔ ہندوستان میں پہلی دیوار ہے کہ جو کوہ اجمیر پر واقع ہے اور پہلا تالاب بسیکر راج ہے۔

صاحبِ مرآۃ الاسرار راقم ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر میں حضرت خواجہ بزرگ دہلی سے واسطے زیارت حضرت کے اجمیر شریف میں گئے۔ ایک بار بہت سے معتقد مجلس عالی میں جمع تھے۔ حضرت نے فرمایا اے درویشاں میرا ارادہ ہے کہ میرا مدفن اسی جگہ ہوا اور شیخ علی سنجری کو فرمایا کہ ایک فرمان و خلافت نامہ تحریر کرو کہ اپنی خلافت اور سجادگی قطب الدین بختیار کاکی رح کو دیتا ہوں۔ دہلی اس کا مقام ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ جب وہ کتبہ تحریر ہو چکا اس کو دستخط خاص سے مزّین فرما کر بندہ کو دیا۔ میں آداب بجالایا۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس آ جا۔ میں نزدیک ہوا۔ کلاہ اور دستار میرے سر پر رکھی اور عصائے خواجہ عثمان میرے ہاتھ میں دیا اور خرقہ محمدی یعنی خرقہ علیہ پروردگار عالم جو چشت در چشت چلا آتا تھا اور قرآن مجید قدیم اور مصلّی اور نعلین چوبیں مجھ کو عطا کر کے فرمایا کہ یہ امانت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ جو میرے مرشدوں کو پہنچی تھی میں تجھ کو دیتا ہوں۔ جس طرح خواجگانِ چشت اس کی خدمات بجالاتے رہے تو بھی بجالانا۔ میں نے عطیاتِ مطہرہ لے کر پھر آداب کیا اور زمین خدمت کی چومی پھر فرمایا کہ جا تجھ کو خدا کو سونپا۔ میرے حق میں فاتحہ خیر پڑھ کر فرمایا جہاں رہ مستقر رہ۔

پھر آداب بجالا کر وہاں سے رخصت ہو کر دہلی آیا اور مقیم ہوا۔ چالیس روز گزرے تھے کہ ایک شخص اجمیر شریف سے آیا اور بیان کیا کہ تمہارے آنے سے بیس روز بعد حضرت خواجہ نے اس دار ناپائیدار سے سفر فرمایا۔ انا للہ وانا علیہ راجعون۔ اس شب بندہ کو بہت رنج تھا۔ اسی پریشانی میں سر میرا مصلّے پر جھک گیا۔ غفلت آگئی۔ جمال مبارک حضرت خواجہ دیکھا کہ زیرِ عرش کھڑے ہیں۔ میں نے سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور حال دریافت کیا۔ کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا اور نزدیک ساکنانِ عرش کے مجھ کو جگہ دی۔ اس جگہ رہتا ہوں۔

صاحبِ سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ شبِ انتقال حضرت میں چند بزرگانِ دین نے خواب میں دیکھا کہ جناب سرورِ انبیاء علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے دین کا معین حسن سنجری آتا ہے۔ میں اس کی پیشوائی کو آیا ہوں۔ سبحان اللہ! کیا رتبہ عالی ہے۔ صاحب سیر الاقطاب مروی ہیں جس شب حضور نے اس جہان پُر ملال سے انتقال فرمایا بعد از نماز عشاء حجرہ شریف بند کر کے داخل ہوئے اور حکم دیا کہ کوئی ادھر نہ آئے۔ خاصانِ حضور عالی گرد حجرہ کے موجود تھے انہوں نے تمام شب حجرہ میں آدمیوں کے پیروں کی آہٹ سنی۔ جیسے عاشقانِ خدا وجد کرتے ہیں۔ آخر شب وہ آواز بند ہو گئی۔ جس وقت نماز صبح مریدوں نے ہر چند دستک دی، آوازیں دیں۔ کچھ جواب نہ ملا۔ ناچار دروازہ کھولا۔ دیکھا کہ حضرت نے انتقال فرمایا اور سیمائے نورانی پر یہ عبارت بخط جلی دیکھی ہٰذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ!

ولادت با سعادت حضرت کی سنہ ۵۳۶ھ میں اور وفات دوشنبہ ۶ ر ماہ رجب سنہ ۶۳۳ھ میں بعہد سلطان شمس الدین التمش وقوع میں آئی۔ روضہ مطہرہ دار الخیر اجمیر میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ اوّل خواجہ حسین ناگوری نے عمارت روضہ عالی کی تعمیر کرائی۔ بعد میں اور بادشاہوں نے عمارات عالی بنائیں۔ پھر حضرت شاہ جہاں بادشاہ نے روضہ عالی کے پہلو میں مسجد تعمیر کرائی جو موجود ہے۔ ہزاروں اشخاص جو زیارت روضہ کو جاتے ہیں مقصدان کے دل کا حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے۔

خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ حضرت خواجہ فخر الدینؒ فرزند۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ شیخ وحید الدین صوفی کہ نسب ان کا عشرہ مبشرہ میں حضرت سعدؓ سے ملتا ہے۔ شیخ وحید الدین کرمانیؒ۔ پیر کریم سیلونیؒ شیخ وحید۔ شیخ مناکا۔ شیخ محسن۔ جوگی جے پال معروف عبد اللہ۔ شیخ صدر الدین کرمانیؒ۔ شیخ محمد ترک نارنولیؒ۔ شیخ علی سنجریؒ۔ خواجہ یادگار۔ سلطان مسعود۔ بی بی حافظہ۔

اب وہ کلمات طیبات حضور کہ جو صاحب اقتباس الانوار اور صاحب سلونس الارواح نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں تبرکاً تحریر کرتا ہوں یعنی حضرت خواجہ قدس اللہ اسرارہم نے زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ اہل عشق وہ ہے کہ اگر صبح کی نماز ادا کرے تو دوسری صبح کی نماز تک خیال دوست میں محو رہے۔ دیگر فرمایا کہ عاشق ہمیشہ عشق محبوب میں محو رہتا ہے۔ کھڑا ہے تو اُس کے ذکر میں ہے۔ بیٹھا ہے تو اسی کا ذکر ہے اگر طواف میں ہے اس کی عصمت کی ہیبت میں ہے۔ فرمایا کہ خانہ کعبہ کا میں نے طواف کیا۔ اب وہ میرا طواف کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ عارف آفتاب صفت ہیں۔ تمام عالم پر چمکتے ہیں۔ تمام جہان ان کے نور ولایت سے منور ہے۔ پھر فرمایا جب میں پوست سے باہر آیا نگاہ کر کے جو دیکھا تو عاشق و معشوق اور عشق تینوں ایک ہیں یعنی عالم توحید میں سب ہی ایک ہے۔ پھر فرمایا کہ محبت کی آگ سے زیادہ کوئی آگ نہیں۔ جس دل میں محبت ہے اس میں جو کچھ دے گا۔ اور جو طالب ذات حق میں وصل ہو جاتا ہے خاموش ہو جاتا ہے اور فرمایا کہ جو خدا کا دوست اور چاہنے والا ہوگا۔ اس میں چار باتیں ہوں گی۔ اوّل تواضع، دوسرے شفقت، تیسرے سخاوت، چوتھے اختیار صحبت صالحین۔

پھر فرمایا مرید ثابت قدم وہ ہوتا ہے کہ جس سے بیس برس تک کوئی گناہ صادر نہ ہوا۔ مقام فخر کا وہ صوفی مستحق ہے کہ جس کا عالم فانی میں کچھ باقی نہ رہا۔ اور ایک محب کی علامت یہ ہے کہ ہر حال اور ہر قال میں مطیع اور فرمانبردار رہے۔ اور فرمایا کہ بھائی مسلمانوں کو ذلیل جاننا بہت نقصان کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ جب تک سالک ذکر حق سے دل کی میل کو دور نہ کرے گا اور غیر کی ہستی درمیان سے نہ اٹھے گی اصل حق نہ ہوگا۔ اور فرمایا کہ جو خدا کو پہچاننے والا ہے وہ ہمیشہ خلقت سے متنفر کرتا ہے اور معرفت کے حال میں خاموش رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس کے دل سے غیر حق اٹھ گیا وہ عارف ہے اور جس بندہ اور حق کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے وہ بندہ اہل حق ہوتا ہے

اور فرمایا کہ چار چیزیں گوہر نفس ہیں۔ دشمن سے دوستی کرنا، افلاس کو چھپانا۔ اپنا دکھ کسی سے نہ کہنا۔ اور فرمایا کہ جو شخص فقر اور فاقہ اور بیماری اور موت کو دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو دوست رکھتا ہے۔ اور متوکل بخدا ہے کسی سے کچھ غرض نہ رکھے۔

نقل ہے کہ حضرت ستر برس تک شب کو نہیں سوئے۔ دن کو صائم رہا کرتے تھے اور ہر روز دو قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ اس دورِ زمان میں یہ تعلیم ہے کہ زحمت کو رحمت اور غمی کو خوشی اور فاقہ کو فخر اور رنج و راحت کو یکساں جانے۔ صلحا سے صحبت رکھے۔ اہل دنیا سے احتراز کرے۔ امیروں کے دروازہ پر نہ جائے۔ جو حاجت ہو خدا سے چاہے اپنے کو خدا کے سپرد کرنے۔ کل کا فکر اپنے توکل پر چھوڑ دے۔ جھوٹ اور غیبت سے بچے۔ مرشد کی صحبت میں رہے کلامِ اولیاء اللہ دیکھا کرے اور نفلیں بہت پڑھے اور درود شریف پڑھنے کی کثرت کرے۔ اذکار و اشغال جو معمولی ہیں، اُن کی تکمیل مرشد کے روبرو کرے۔ جو واقعہ گزرے اس کو سوائے مرشد کے کسی سے نہ کہے اور سات مکتوب کہ جو اس کاتب الحروف کو دستیاب ہوئے حصّہ اوّل تذکرۃ الفقراء میں دیکھیں۔

قصیدہ در شان حضرت خواجہ معین الدین ثم اجمیری قدس اللہ سرہٗ

حبیب پاک یزدانی معین الدین اجمیری — زہے مقبول سبحانی معین الدین اجمیری
بصورت یوسف ثانی بصیرت شاہ مردانی — مجسم خلق رحمانی معین الدین اجمیری
ظہور خاص ربانی بری از شر نفسانی — طبیب مرض روحانی معین الدین اجمیری
طفیل مقدم پاک و دین اقلیم ہندوستان — شدہ روشن سلیمانی معین الدین اجمیری
بغیر از فضل تو راحی نہ حی یابد کسے ہرگز — توئی ہادی حقانی معین الدین اجمیری
مرادے ہر کہ می خواہد ز دربارِ تو می یابد — سزد بر تو جہاں بانی معین الدین اجمیری
وسیلہ خود بجز ذات نمے دارم مدد شاہا — سوم دور از پریشانی معین الدین اجمیری
تصدق خواجگانِ چشت اگر ایں احمد اختر — سگِ درگاہ گردانی معین الدین اجمیری
چناں بر خویش تن بالد بضم خویش در گزر — بفخر ظل سبحانی معین الدین اجمیری

دیگر

بصیری علم حقانی معین الدین اجمیری — خبیر سرّ یزدانی معین الدین اجمیری
غریق بحر یزدانی بسیط فقر عثمانی — امین ملک عرفانی معین الدین اجمیری

مبارک منزل معانی جہاں را جملہ فیضانی | تبخت فقرِ سلطانی معین الدین اجمیری
دلیل فرد فردانی امام ملک ارمانی | کریم الحال اعطانی معین الدین اجمیری
حبیب ذات سبحانی جمال اللہ نمردانی | فنا فی الذات ربانی معین الدین اجمیری
بشیر النظر من رانی بصیر القدر رحمانی | ولی مطلق برحق دانی معین الدین اجمیری

شہا ایں احمد اختر را کجا قوت ثنا خوانی
تو براز تو ثنا خوانی معین الدین اجمیری

ذکر سلسلہ پیران حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز جاننا چاہیے کہ حضرت مرید اور خلیفہ حضرت عثمان ہارونی قدس اللہ سرہٗ کے تھے۔ مولد شریف خواجہ عثمان کا قصبہ ہارون توابع خراسان ہیں۔ کرامت حضرت کی ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین قید تربیت آپ کی میں رہے۔ بہت سی سیر کی۔ حج گئے۔ آخر عمر میں خانہ کعبہ میں معتکف ہوئے اور ۶ شوال سنہ ۶۱۷ھ میں انتقال کیا۔ مکہ معظمہ میں مزار ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی مرید حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی کے تھے۔ تصرفات ظاہری اور باطنی حضرت کے حد تحریر سے زیادہ ہیں۔ چنانچہ سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ سلطان سنجر سلجوقی کو بعد اس کے مرنے کے کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا کیا۔ سلطان نے جواب دیا کہ فرشتے دوزخ کے مجھ پر عذاب کرنا چاہتے تھے کہ حکم خدا ہوا کہ اس شخص نے مسجد دمشق میں ایک بار حاجی زندنیؒ کی قدم بوسی کی ہے۔ اسی برکت سے ہم نے اسے بخشا۔ اس لئے کہ اسے میں نے اپنی دوستی میں قبول کر کے پیشوائے عالم کیا تھا۔ تیسری رجب سنہ ۶۱۲ھ وفات ہوئی۔ مزار زندہ بلاد بخارا میں ہے اور حاجی شریف مرید حضرت خواجہ مودود چشتی کے تھے۔ صاحب سیر الاولیا ناقل ہیں کہ جب خواجہ مودود چشتی پر زحمت موت شروع ہوئی ایک مرد باہیبت و عظمت ایک خط ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور حضرت کے ہاتھ میں دے کر دوست حقیقی کی طرف سے مبارک باد دی۔ حضرت نے اس کو پڑھ کر فرمایا زہے سعادت اور وہ خط آنکھوں سے لگایا اور جان کو مشاہدہ دوست میں دیا۔ احباب نے جنازہ تیار کر کے چاہا کہ اٹھائیں۔ نہ اٹھا سکے اس وقت غیب سے آواز آئی کہ تم سب دور ہو جاؤ۔ جب یہ سب صاحب دور ہو گئے مردان غیب آئے اور نماز جنازہ حضرت پڑھ کر غائب ہوئے۔ وفات حضرت کی غرہ رجب سنہ ۵۲۷ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی مرید حضرت خواجہ ناصر الدین کے تھے۔ خواجہ ناصر الدین ہمیشہ غربا سے صحبت رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ ابو یوسف چشتی تھا۔ وہ ابن خواجہ محمد سمعان بن سید ابراہیم بن سید حسین بن سید عبد اللہ بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر بن امام باقر بن امام زین العابدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ تصرفات آپ کے زیادہ حد بیان سے ہیں۔ جب آپ کا وقت وصال نزدیک پہنچا آپ نے پسر بزرگ

خواجہ مودود چشتی کو اپنا جانشین فرمایا۔ وفات حضرت خواجہ ۴ ربیع الآخر ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ بعض نے تیسری رجب لکھا ہے عمر شریف ۴۷ سال کی ہوئی۔ مزار قصبہ چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ ناصرالدین کے پیر حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ تھے۔ شانِ عظیم و مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ حضرت پر تحیّر رہتا تھا اور برسوں پہلو زمین سے نہ لگایا۔ ہر شب اپنے گھر کے چاہ میں سرنگوں لٹک کر تمام شب یادِ خدا میں رہتے تھے لکھا ہے کہ جس روز حضرت تولد ہوئے شب عاشورہ تھی۔ آپ کے والد نے خواب دیکھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے احمد تیرے گھر فرزند تولد ہوا۔ میرے نام پر اس کا نام رکھنا۔ جس وقت آپ تولد ہوئے قبل از غسل سات بار کلمہ پڑھا۔ جب والد حضرت نے یہ سُنا تجدید وضو کر کے آپ کے نزدیک آکر فرمایا سلام علیک آپ نے جوابِ سلام دیا۔ پھر آپ کے والد نے آپ کے کان میں کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام فرمایا ہے اور جناب باری میں دُعا کی کہ الٰہی ابو محمد کو ولی کامل کر۔

لکھا ہے کہ شب کو آپ تولد ہوئے عاشورہ کے تمام دن دودھ نہ پیا۔ جب شام ہوئی اس وقت حضرت نے دودھ نوش فرمایا۔ آپ کے والد فرماتے ہیں کہ ڈھائی برس کی عمر تک آپ نے اشاروں سے نماز ادا کی اور کلمہ بہت پڑھتے تھے اور تمام شیر خواری دودھ نوش کیا۔ اور لکھا ہے کہ ایک روز حضرت مکتب میں جاتے تھے کہ خضر علیہ السلام ملے اور بحکمِ خدا اسمِ اعظم تعلیم فرمایا جس کی وجہ سے تمام علوم دین و دنیا کھل گئے۔

لکھا ہے کہ حضرت سلطان محمود کے ہمراہی ہفتاد کس بزرگ ہندوستان میں تشریف لائے اور مسلمانوں کی امداد فرمائی غرہ رجب ۴۱۱ھ میں داخل جنت ہوئے۔ مزار قصبہ چشت میں ہے۔

ان کے پیر حضرت ابو احمد ابدال چشتیؒ تھے۔ اور بیٹے سلطان فرسانہ کے تھے۔ وہ سید ابراہیم کے وہ ابن سید یحییٰ بن سید امام حسن ابراہیم کے وہ ابن سید یحییٰ ابن سید حسین بن سید مجید بن سید ناصرالدین بن سید حسن مثنیٰ حضرت کے تھے اور لکھا ہے کہ حضرت کی عمر بیس برس کی تھی۔ ایک بار اپنے والد کے ہمراہ گھوڑے پر سوار تھے۔ راستہ میں حضرت خواجہ ابو اسحاق مل گئے۔ دیکھتے ہی گھوڑے سے کود پڑے اور قدموں پر گرے۔ اسی وقت سے ترک لباس کیا۔ اُن کے والد اور دیگر اکابرین نے سمجھایا۔ آپ نے نہ مانا ثابت قدم رہے۔ جب حضرت کی تربیت پوری ہو چکی۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق بطرف دیگر تشریف لے گئے۔ حضرت قصبہ چشت میں بہ ہدایت خلق اللہ مشغول رہے۔ وفات حضرت کی غرہ جمادی الثانی ۳۵۵ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ چشت میں ہے۔

ان کے پیر حضرت خواجہ ابو اسحاق شرف الدین تھے۔ صاحب الطاف اشرفی ناقل ہیں کہ حضرت بامرِ الٰہی اوائل عمر میں بہ نیت ارادت وطن مالوفہ ملک شام سے بغداد شریف پہنچے۔ وہاں پر حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس اللہ سرہ کے مرید ہوئے۔ حضرت نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا ابو اسحاق شامی۔ آپ نے فرمایا آج سے تم

ابو اسحاق چشتی ہوئے کیونکہ خلقت قصبہ چشت کی تم سے ہدایت پائے گی اور تا قیام قیامت تمہارے مرید چشتی کہلائیں گے اور لکھا ہے کہ حضرت بعد ایک ہفتہ کے روزہ افطار کرتے تھے۔ ہمیشہ ذکر اللہ میں ایام بسر فرماتے اور گوشہ نشین رہتے تھے۔ ۱۴۔ ربیع الاوّل ۳۵۵ھ وفات پائی۔ مزار شہر مکہ میں ہے۔

خواجہ ابو اسحاق چشتی مرید حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری کے تھے۔ یہ حضرت قصبہ دینور میں کہ ایک پہاڑی مقام ہے پیدا ہوئے اور بغداد میں نشو و نما پائی۔ یہ اپنے گھر سے امیر تھے۔ جب عشق الٰہی پیدا ہوا تمام مال و منال راہ خدا میں دے کر حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری کے مرید ہوئے۔ اور کار فقرا باتمام پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ایک مرتبہ حضرت کے پیر مرشد کے عرس میں سماع ہو رہا تھا۔ ایک شخص آیا اور سوال کیا کہ عرس کے روز سماع کی کیا خصوصیت ہے۔ یہ مہمان داری اور سماع دوسرے روز نہیں ہوسکتا۔ سماع کے سننے میں تو بعض علماء کا اختلاف ہے اور ایک روز معین کرکے فاتحہ کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ جواب میں آپ نے ارشاد کیا کہ خصوصیت یہ ہے کہ اس روز وصال دوست میسر ہوا ہے الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ پس میں اپنے پیروں کے وصال کے دن خوشی اس واسطے کرتا ہوں کہ ان کی وجہ سے وصل میسر ہو۔

بعض نے لکھا ہے کہ ممشاد علو دینوری اور ممشاد دینوری اور تھے۔ یہ غلط ہے۔ بندہ نے اب جو اس کی تحقیق کی ہے ممشاد علو دینوری ایک ہی گزرے ہیں اور وہ یہی ہیں۔ خاندان چشتیہ اور قادریہ کے مقتدا حضرات کو خرقہ خلافت خواجہ جنید بغدادی سے بھی پہنچا تھا اور خلیفہ حضرت کے خواجہ اسود احمد دینوری تھے کہ سلسلہ سہروردیہ جنیدیہ اور قادریہ کے پیشوا ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۴ محرم ۲۹۸ھ کو ہوئی۔ مزار قصبہ دینور میں ہے۔

خواجہ ممشاد علو دینوری مرید خواجہ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ ان کے کرامات مشہور ہیں۔ آپ صاحب خانوادہ ہیں۔ مرید خواجہ حذیفۃ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے اور حضرت چوتھے روز جنگل کے کسی ثمر یا کا وہ برگ سے افطار فرماتے۔ اور جنگلوں میں ہمیشہ یاد دوست میں ایام گزارتے تھے۔ وفات حضرت کی ۷۔ شوال ۲۸۷ھ کو ہوئی۔ مزار بصرہ میں اور پیدائش حضرت کی ۱۶۷ھ میں ہوئی تھی۔

آپ کے پیر خواجہ حذیفۃ المرعشی کہ اصلی نام ان کا سدید الدین ہے اور حضرت نے خواجہ ابراہیم بن ادہم کے مرید ہوکر خرقہ خلافت پہنا اور سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے اور خواجہ فضیل بن عیاض اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا تھا۔ صاحب سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ ستر برس مصلّے شریف سے پیر نہ اٹھایا مگر ہر سال واسطے زیارت روضہ مطہرہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آتے اور چندے اپنے پیر کے ہمراہ بھی سفر فرمایا ہے۔ ۱۴۔ شوال ۲۷۶ھ میں وفات پائی۔

ان کے مرشد حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم بلخی قدس سرہ العزیز تھے۔ ان کے مؤلف عمری اور مجاہد

مشہور ہیں۔ صاحب لطائف اشرفی ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلطنت سے جدا کرکے رُوحی طور پر علمِ الٰہی ان کے سینہ میں بھر دیا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ بعدہٗ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کی خدمت میں مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پہنا۔ جن کے بعد حضرت جنید بغدادیؒ سید الطائفہ نے فرمایا کہ کلید علمہائے درویشی کہ ابراہیم ہے۔ ہمیشہ حضرت کے احوال یاد کرکے رویا کرتے تھے۔ سلسلہ حضرت کا اس طرح پر ہے کہ خواجہ ابراہیم کو خرقہ ارادت حضرت عمران سویسیؒ بن زید راعیؒ سے پہنچا کہ ان کو خواجہ اویس قرنیؓ اور ان کو عمر الحیلیؓ سے کہ اصحابہ رسول سے تھے۔ ملاں جیلان میں ان کا مزار ہے۔ چنانچہ آپ کے حالات تمام وکمال لطائف اشرفی، سیر اقطاب، نفحات مرآۃ الاسرار، شرح آداب المریدین بارونق المجالس سیرۃ الاولیا، حکایت الصالحین جہل مجلس وغیرہ کتابوں میں درج ہے۔ حضرت ۱۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور شب جمعہ ۲۸۔ جمادی الاوّل ۲۶۲ھ کو وفات پائی۔ مزار شریف ملک شام میں نزدیک مزار لوط علیہ السلام کے ہے۔

حضرت کے پیر مرشد خواجہ فضیل بن عیاضؒ سمرقند میں پیدا ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور ماوراء النہر میں نشوونما پائی۔ حضرت کی حکایات بھی کتب ہائے صوفیہ میں بخوبی درج ہیں۔ آخر عمر میں مکہ معظمہ میں متمکن ہوئے۔ ۱۰۔ محرم کو آپ کی وفات ہوئی۔ بعض نے جمعہ اور ۱۳۔ ربیع الاوّل ۱۸۷ھ لکھا ہے۔

آپ کے پیر صاحب خواجہ عبدالواحدؒ بن زید مدینہ منورہ میں تولد ہوئے اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل ہوا۔ حضرت کی وفات ۲۸۔ صفر ۱۷۶ھ میں ہوئی۔ مزار بصرہ میں ہے۔ آپ کے پیر حضرت خواجہ حسن بصریؒ کہ کنیت اُن کی ابوسعید وابومحمد ہے۔ تابعین امام الحرمین تھے۔ خلیفہ جناب علی کرم اللہ وجہٗ اور حضرت امام حسن علیہ السلام آپ سے بہت مانوس تھے اور جملہ علوم اپنے پیر جناب علی مرتضیٰؓ سے حاصل کئے بلکہ امیرالمومنین ان کو اپنا فرزند فرماتے تھے۔ اور کتاب حبیب السیر سے معلوم ہوا کہ حضرت نے تربیت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پائی ہے۔ اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ پدر حضرت خواجہ بصری سن بارہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اور آپ کے والد کا نام موسیٰ راعی تھا۔ وہ بیٹے خواجہ اویس قرنی کے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا اور آپ ۱۳۰ اصحاب رسول کے ہم صحبت رہے ہیں۔ وفات حضرت کی غرہ رجب یا محرم ۱۱۰ھ یا ۱۱۱ھ بعہد سلطنت حسین بن عبدالملک مروان میں ہوئی۔ مزار بصرہ میں ہے۔ آپ مرید جناب علی مرتضیٰؓ کے کہ وہ وصی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ ان حضرت کے فضائل قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں جن کا مؤرخ خود خدا ہے۔ ان کی کیفیت بندہ کو لکھنے کی کیا مجال ہے۔ یہ مقامِ ادب ہے۔

جاننا چاہیے کہ طریق ہمارے پیران چشت کا یہ ہے کہ موافق سنت نبویؐ کے شہر وقریہ میں رہ کر خلق اللہ کو ہدایت کرنا اور جو خلاف شرع ہو اُس سے منع کرنا اور ہمیشہ صفائی قلب میں کوشش کرنا اور جو طریق کہ اپنے پیرں

سے پہنچا ہے اس پر محکم رہنا اور ریاضت کو عزیز رکھنا، فقر کو غنا پر ترجیح دینا۔ فقر کو دوست رکھنا، اہل سماع سے جو کہ خلاف شرع نہ ہو محبت رکھنا۔ اور پیروں کے عرس بشوق تمام کو اپنے سے بہتر جاننا اور کثرت میں وحدت کو دیکھنا اور مریدوں کی تربیت میں کوشش کرنا اور جو ذکر و شغل شروع کرنا اس کو تا حیات ناغہ نہ کرنا اور ہمیشہ مست اور ہوشیار رہنا اور سکر اور صحو کو غنیمت سمجھنا۔

ذکرِ حضرت قطب الاقطاب

خواجہ قطب الدین اوشی چشتی ثم دہلوی قدس اللہ سرہ

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ پہلے آپ کو بختیار کہتے تھے۔ بعد میں ملقب بہ قطب الدین ہوئے اور صاحب مراۃ الاسرار یوں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ از راہ مہربانی اکثر قطب الدین بختیار فرمایا کرتے تھے۔ قطب الدین نام تھا، بختیار خطاب ہوا اور نسب آپ کا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے یعنی خواجہ قطب الدین بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ اوشی بن سید محمد بن سید احمد بن سید اسحٰق حسن بن سید معروف بن سید احمد ــــــــ

ــــ بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور شیخ ناجد بن اوشی کہ حضرت کے مرید تھے از روئے تحقیق لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو اوّل سے نصف قرآن مجید یاد تھا۔ وہ کثرت سے قرآن شریف پڑھا کرتی تھیں۔ آپ بسبب قوت ولایت کے یاد فرمایا کرتے اور بلند آواز سے اسم ذات کیا کرتے تھے۔ گھر والوں میں سے ہر ایک سنتا تھا۔ پس جو کمالات رتبہ عالی پروردگار نے طفلی میں حضرت کو عطا کیا تھا کسی اولیاء کو بزرگی میں بھی میسر نہ ہوا۔

شیخ تاج الدین نے اس روایت کو حضرت کی والدہ سے پایہ تحقیق پر پہنچایا ہے اور والدہ حضرت کی فرماتی تھیں کہ جس روز آپ تولد ہوئے ہیں۔ آدھی رات تھی کہ میں اٹھی۔ دیکھا کہ زمین سے آسمان تک تمام گھر روشن ہے۔ میں نے اپنے پروردگار کی درگاہ میں مناجات کی کہ الٰہی کیا بھید ہے اس بندی پر ظاہر فرماؤ۔ غیب سے ندا ہوئی کہ یہ وقت پیدائش تیرے فرزند کا ہے۔ یہ روشنی اس کے نور کی ہے۔ اسی وقت دردِ زہ شروع ہوا اور حضرت تولد ہوئے۔ شب دوشنبہ اور ۵۸۲ھ تھی، جب آپ بمقام اوش توابع فرغانہ میں تولد ہوئے۔ پیدا ہوتے ہی سر اپنا سجدہ میں جھکا دیا۔

دراسم ذات جہر کے ساتھ شروع کیا کہ تمام اہل محلہ سنتے تھے اور متعجب ہوتے تھے۔ جوں جوں صبح ہونے لگی وہ نور بھی کم ہونے لگا۔ اور پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا۔ ستر ڈھانکنے کا حکم کیا اور فرمایا کہ جلد غسل دو۔ یہ کہہ کر پھر چپ ہوگئے اور طفولیت میں بھی حضرت کی یہ کیفیت تھی۔ جو زبان سے نکلتا فوراً ظہور ہوتا۔

جب آپ کی عمر ڈھائی برس کی ہوئی آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ پھر آپ کی والدہ ہی پرورش فرماتی رہیں۔ جب عمر شریف پانچ برس کی ہوئی پڑھنے بیٹھے۔ اور صاحب جوامع الکلم راوی ہیں کہ عمر شریف چار سال چار ماہ کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے بڑی دھوم دھام سے آپ کی بسم اللہ کی اور ایک غلام اور ایک کنیز اور کچھ نقد اور کچھ شرینی ہمراہ کرکے محلہ کے مکتب میں روانہ کیا۔ ناگاہ راستہ میں ایک مرد ملا اور اُس نے غلام سے دریافت کیا کہ اس نیک کردار کو کہاں لیے جا رہے ہو۔ غلام نے کہا کہ محلہ کے مکتب میں بٹھانے جاتا ہوں۔ اس مرد نے کہا کہ اس سعید ازلی کو مولانا ابا حفص کے مکتب میں لے جا کہ وہ عارف کامل ہے۔ آخر وہ مرد بھی ہمراہ ہوا اور حضرت کو لے کر مولانا مذکور کے پاس آیا۔ واسطے تربیت کے سپرد کیا اور وہ مرد چلا گیا۔ اس وقت مولانا ابا حفص نے اس مرد غلام سے پوچھا کہ اس مرد کو جو تیرے ہمراہ ہے تو جانتا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا۔ مولانا نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت نے تکمیل علوم ظاہری اور باطنی کی مولانا ابو حفص سے کی اور صاحب شمائل ناقل ہیں کہ ایام مکتب خواجہ نزدیک تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سیر کرتے ہوئے داخل اوش ہوئے۔ حضرت قطب الاقطاب پہلی ہی صحبت میں مرید ہوگئے اور سبع سنابل میں ہے کہ جب عمر شریف حضرت کی پانچ برس کی ہوئی ایام مکتب قریب تھے کہ خواجہ بزرگ داخل اوش ہوئے۔ حضرت قطب الاقطاب کی والدہ نے آپ کو خواجہ بزرگ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے تختی دست مبارک میں لے کر چاہا کہ کچھ تحریر کریں۔ غیب سے ندا ہوئی کہ ذرا ٹھہر حمید الدین آتا ہے وہ تعلیم کردے گا۔ ادھر قاضی حمید الدین نے ناگور میں آواز سنی کہ اوش میں جاکر ہمارے قطب کی تعلیم کرو۔ قاضی جی نے چشم بند کیں۔ معاً اپنے کو اوش میں محفل خواجہ میں پایا۔ حضرت نے فرمایا تمہارے واسطے کیا لکھوں۔ آپ نے فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام۔ قاضی جی نے کہا یہ پندرہویں پارہ میں ہے۔ تو نے پہلے کس سے پڑھا۔ فرمایا کہ میری والدہ کو اوّل کے پندرہ پارہ یاد تھے۔ وہ پڑھا کرتی تھیں میں یاد کرتا تھا۔ الغرض آپؒ نے چار روز میں قرآن شریف تمام کیا۔

صاحب سیر الاولیا مد سے نقل ہے کہ آپ نے بماہ رجب سنہ ۵۲۲ھ میں بمقام مسجد الحرام ابو اللیث سمرقندی شہر بغداد میں روبرو شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ اوحد الدین کرمانی و شیخ برہان الدین چشتی و شیخ محمود اصفہانی کے حضرت خواجہ بزرگ سے بیعت کی اور بتدریج خرقہ خلافت پایا اور بہمراہ خواجہ بزرگ بغداد شریف میں ریاضت اور ہدایت

خلق اللہ میں مصروف رہے۔ پھر چندے خواجہ بزرگ سے جُدا ہو کر سیر کی اور بزرگوں سے ہم صحبت رہے کیونکہ حضرت خواجہ بزرگ بحکم رسول مقبول ہندوستان میں تشریف لے آئے تھے۔ جب حضرت نے سُنا کہ حضرت خواجہ بزرگ بمقام اجمیر مقیم ہیں شہر بغداد سے واسطے زیارت پیر و مرشد کے عازم ہندوستان ہوئے اوّل ملتان تشریف لا کر شیخ بہاؤ الدین ذکریا اور شیخ جلال الدین تبریزی سے ملے اور بہت کچھ اور اتحاد پیدا ہوئے۔ چندے قیام فرما کر رونق افروز دہلی ہوئے اور ایک عرضی شوق قدمبوسی میں تحریر کر کے حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں ارسال کی۔ حضرت خواجہ بزرگ نے اس عرضی کو ملاحظہ فرما کر لکھا کہ قرب روحانی میں بُعد مکانی ہرگز واقع نہیں ہے اور زبانی فرمایا کہ بابا بختیار کو دہلی میں رہنا چاہیئے۔ جب یہ جواب آیا۔ حضرت نے دہلی میں قیام فرمایا۔ مگر تین بار واسطے زیارت حضرت خواجہ بزرگ کے اجمیر تشریف لے گئے۔ صاحب دلیل العارفین لکھتے ہیں کہ حضرت کی تشریف آوری کو سلطان شمس الدین بادشاہ دہلی نے غنیمت جانا اور پیشوائی کی اور شہر میں لا کر رکھا۔

حالات مولانا جلال الدین محمد بسطامی و شیخ نجم الدین صغرا شیخ الاسلام

شمس الدین دیکھتے ہی معتقد ہوئے اور باہمی نہایت اتحاد بڑھا اور سلطان بھی ہر ہفتہ میں دو بار حضرت کی زیارت سے مشرف ہونے کو حاضر خدمت ہوتا تھا۔ محل بادشاہ مہرولی میں تھا۔ وہاں سے کیلوکھڑی کو جہاں اب مقبرہ ہمایوں بادشاہ ہے پانچ کوس کا بُعد ہے۔ آخر سلطان نے بہت منّت سے لا کر شہر میں اپنے قریب رکھا۔ لاڈو سرائے کے جنگل میں قریب عمارات سلطان شمس الدین التمش حضرت کی حویلی کے نشان مشہور ہیں۔ معتقد وہاں بھی جبہ سائی کرتے ہیں اور مسجد اعز الدین آپ کے سپرد کی کہ جہاں بیٹھ کر حضور ہدایت خلق میں مصروف رہتے تھے۔ اور بزرگان امرائے شہر سب حضرت کی خدمت میں ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔ بلکہ روئے مبارک کے شیدا تھے۔ اسی عرصہ میں مولانا بدر الدین غزنوی نے حضرت سے بیعت کی اور پھر خلافت حاصل کی۔

صاحب سیر العارفین ناقل ہیں کہ جب مولانا جلال الدین کا انتقال ہوا تو سلطان نے چاہا کہ حضرت کو شیخ الاسلام بنائیے۔ حضرت نے قبول نہ کیا۔ تب ناچار ہو کر شیخ نجم الدین صغریٰ کو شیخ الاسلام بنایا۔ اس عہدہ جلیل القدر کے ملتے ہی قلب ان کا مکدر ہوا اور غرور پیدا ہو گیا اور منجانب حضرت کے رنج پیدا ہوا۔ ایک بار حضرت سے عرض کیا کہ آپ کے آگے میری کوئی عزت نہیں کرتا۔ الغرض ایسا حسد بڑھا کہ خود حاسد مشہور ہوئے۔

سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ بزرگ واسطے کسی کار ضروری اولاد کے دہلی میں تشریف لائے اور حضرت قطب الاقطاب کے مکان پر فروکش ہوئے۔ حضرت نے اپنے مرشد کی تشریف آوری کو سعادت سمجھ کر عرض کیا کہ آپ کو بادشاہ کے پاس جانے سے کیا فائدہ۔ خود بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے۔ بادشاہ آپ کے آنے

کی خبر سُن کر خوش ہوا اپنی سعادت سمجھی کہ زہے طالع کہ حضرت نے میرے گھر کو قدوم میمنت لزوم سے مفتخر فرمایا اور بہت کچھ پیش کشیں کیں اور فوراً کاربرآری ہو گئی۔ اسی مجلس میں رکن الدین حلوائی حاکم اودھ حاضر ہوا اور حضرت سے بالادست بیٹھا۔ بادشاہ کو اُس کی یہ حرکت ناگوار معلوم ہوئی۔ حضرت نے نورِ باطن سے دریافت فرمایا کہ جب حلوا اور کاک موجود ہو۔ اگر کاک پر حلوہ بیٹھے تو کیا غلطی ہے۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ جب حضرت بزرگؒ رونق افروز دہلی ہوئے تو شیخ نجم الدین صغرا شیخ الاسلام دہلی تھے۔ ان میں اور خواجہ بزرگ میں بہت دوستی تھی بلکہ خراسان کی ملاقات تھی۔ خواجہ بزرگؒ شیخ نجم الدین سے ملنے تشریف لائے۔ یہ اپنے مکان کے صحن میں کچھ بنوا رہے تھے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ حضرت نے نزدیک پہنچ کر سلام علیک کی اور فرمایا کہ شیخ الاسلام دہلی نے تیرا دماغ بگاڑ دیا کہ جو تو قدیم دوستوں سے بھی نہیں ملتا۔ شیخ الاسلام نے کہا میں تو آپ کا معتقد اور نیاز مند ہوں۔ تم نے اس شہر میں اپنے مرید کو چھوڑا ہے۔ اس کے آگے میری شیخی کو کوئی نہیں پوچھتا۔ آپ نے رو بہ تبسم کرکے فرمایا کہ میں اپنے ہمراہ قطب الدین کو اجمیر لے جاؤں گا۔

جب حضرت قیام گاہ پر تشریف لائے تو خواجہ قطب الدین کو اپنے روبرو بلایا اور فرمایا کہ بابا قطب الدین اس شہر کے بعض لوگ تیرے شاکی ہیں۔ میرے ہمراہ اجمیر میں چل اور وہاں مسند شیوخت پر بیٹھ۔ میں تیرے روبرو حاضر رہوں گا اور خدمت کروں گا۔ قطب الاقطاب نے دست بستہ عرض کی جو ارشاد ہو حضرت کی بندہ نوازی ہے۔ میری مجال تو آپ کے روبرو کھڑے ہونے کی بھی نہیں چہ جائیکہ بیٹھوں۔ صبح حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو ہمراہ لے کر طرف اجمیر کے چلے۔ یہ حال سُن کر تمام شہر میں غل مچا۔ سب کی آنکھوں میں جہان تیرہ و تاریک ہو گیا۔ سلطان اور تمام شہر ہمراہ ہو کر پیچھے دوڑے۔ آپ کے قدموں کی خاک چہروں پر ملتے اور روتے چلے جاتے تھے۔ جب حضرت خواجہ بزرگ نے خلق دہلی کی یہ حالت دیکھی۔ فرمایا کہ جا بابا قطب الدینؒ دہلی میں رہ کہ یہ تمام دہلی تیرے جانے سے بہت رنجیدہ ہے۔ اتنے دلوں کو دکھانا نہ چاہئے۔ جا تجھ کو خدا کے سپرد کیا اور دہلی کو تیرے حفظ امان میں چھوڑا۔ حضرت خواجہ بزرگ راہی طرف اجمیر کے ہوئے اور بادشاہ اور رعایا نے حضرت قطب الاقطاب کو غنیمت سمجھا۔ بہت خوشی کرتے ہوئے ہمراہ حضرت کے شہر میں آئے۔

لکھا ہے کہ جس وقت خواجہ بزرگ شیخ نجم الدین صغرا کے مکان پر رونق بخش ہوئے تھے وہ بوجہ حسد قطب الاقطاب کے بے مروتی سے پیش آئے۔ خواجہ بزرگ نے اس وقت فرمایا تھا کہ نجم الدین تو بہت رسوا ہوگا۔ آخر ویسا ہی ہوا اس کی کیفیت یہ ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کو خلیفہ شیخ شہاب الدینؒ کے اور پیر بھائی شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی کے تھے۔ جس وقت شیخ شہاب الدینؒ نے بغداد سے شیخ بہاؤالدینؒ کو طرف ملتان کے روانہ کیا تو شیخ

جلال الدینؒ نے بھی بوجہ محبت اپنے پیر بھائی کے اپنے پیر سے رخصت لے کر ہمراہ وارد ہند ہوئے۔ شیخ بہاؤ الدینؒ ملتان میں ٹھہرے اور شیخ جلال الدین سیر کرتے ہوئے دہلی میں آئے۔ جب ان کی خبر سلطان کو پہنچی شہر سے باہر آکر ان کا استقبال کیا کیونکہ یہ وارد ہندوستان ہوتے ہی شہرۂ آفاق ہو گئے تھے۔ جب شیخ کا اور سلطان کا مقابل ہوا، تو سلطان نے اپنا گھوڑا خالی کیا اور مصافحہ کیا اور باعزاز تمام لے کر شہر آیا۔ یہ امر شیخ نجم الدین کو اچھا نہ معلوم ہوا۔ حسد کی آگ بھڑکی کیونکہ ان کی کرامات تو پہلے ہی بادشاہِ ولایت ہند فرما چکے تھے۔ یہ خالی رہ گئے تھے۔ سلطان نے شیخ نجم الدین سے دریافت کیا کہ شیخ جلال الدینؒ کو کس جگہ ٹھہرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا یہ جو محل سلطانی محل کے قریب ہے خالی ہے۔ اس میں قیام کرا دیجیے۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ اس مکان میں جن رہتا تھا وہ کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتا اس میں شیخ کی قلعی کھل جائے گی۔ شیخ جلال الدینؒ نے نور باطن سے اس امر کو دریافت فرما کر کہا کہ اس مکان کی کنجی دو تاکہ میں اس مکان میں قیام کروں۔ جب کنجی شیخ کو ملی اپنے خادم تراب کو کنجی دے کر فرمایا کہ اس مکان میں جا اور بلند آواز سے کہہ دے کہ اس مکان میں جلال الدینؒ تبریزی آتا ہے جلد اس مکان سے نکل جاؤ۔ پس اس آواز کے سنتے ہی جن وہاں سے فرار ہوئے اور شیخ جلال الدینؒ وہاں آکر قیام پذیر ہوئے۔

جب شب گزری اپنے وظائف سے فارغ ہو کر واسطے ملاقات قطب الاقطاب کے چلے۔ حضرت کو نور باطن سے ان کا آنا معلوم ہوا اور دروازہ سے پیشوائی کر کے مکان میں لائے۔ اس روز آپ کے ہاں مجلس سماع تھی۔ تمام درویش حاضر تھے۔ درویشوں کو اس بیت پر وجد ہو رہا تھا ؎

در میکدہ وحدت ہشیار نمی گنجد — در عالم نیرنگی جز یار نمی گنجد

اور وہ دن بھی جمعہ کا تھا۔ دونوں بزرگوں نے نماز جمعہ ادا کی اور پھر اپنی قیام گاہ کو واپس آئے۔ لکھا ہے کہ شیخ عشاء کے وضو سے نماز صبح کی ہمیشہ ادا کیا کرتے تھے۔ اور بعد نماز چاشت کے پلنگ پر لیٹ جایا کرتے تھے اور تلوے سہلایا کرتے تھے۔ غلام ترکی صاحب جمال تھا۔ اس کو شیخ نے ایک ہزار دینار دے کر خریدا کیا تھا اور شیخ کو بہت عزیز تھا۔ ایک روز شیخ جلال الدینؒ بطور معمول صحن مکان میں پلنگ پر دراز تھے اور یہی غلام چپی کر رہا تھا۔ اور شیخ نجم الدین واسطے امامت صبح کے بالاخانہ محل سلطانی پر تھے۔ ان کی نظر شیخ پر پڑی۔ اسی وقت بادشاہ سے کہا کہ جس کے آپ معتقد ہیں دیکھیے نماز فجر بھی ادا نہیں کی اور صاحب جمال سے خلوت رکھتا ہے۔ شیخ جلال الدین نے اپنے کشف سے معلوم کیا اور بآواز بلند کہا کہ نجم الدین اگر پہلے دیکھتا اس لڑکے کو میری بغل میں دیکھتا۔ اس بات سے سلطان شرمندہ ہوا اور شیخ نجم الدین کو بہت کچھ جھڑکا۔

مگر یہ اس پر بھی باز نہ آیا۔ اس کا حسد اور زیادہ ہوا۔ اس نے سوچا کہ کسی طرح شیخ کو زک دیجیے۔ اتفاقاً شہر میں ایک گانے والی عورت بہت حسین تھی۔ کبھی کبھی شیخ جلال الدین کے روبرو بھی گانے آتی تھی اور شیخ نجم الدین کے پاس بھی

جاتی تھی۔ شیخ نجم الدین نے ڈھائی سو دینار اس کو نقد دیئے اور ڈھائی سو کسی دکاندار کے پاس جمع کرا دیئے اور کہا کہ شیخ جلال الدین پر زنا کی تہمت لگائیے۔ جب تو یہ کام کر دے گی تو ڈھائی سو دینار اس دکاندار سے لینا۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا یعنی مشہور کیا کہ جلال الدین نے بہ جبر مجھ سے حرام کیا۔ جب یہ خبر سلطان کو پہنچی نہایت متفکر ہو کر اطراف و جوانب سے علما اور مشائخ روزگار مثل شیخ بہاؤ الدین ملتانیؒ کو ملتان سے اور شیخ حمید الدین سوالیؒ کو ناگور سے طلب کیا اور ایک مجلس جمع کر کے اس عورت اور شیخ جلال الدین کو بلایا۔ شیخ بہاؤ الدینؒ نے اس مجمع میں فرمایا کہ اہل اللہ پر کچھ پوشیدہ نہیں ہے تو سچ کہہ دے ورنہ تو اپنے کیئے کو پہنچے گی۔ اس عورت نے عرض کیا کہ افترا نجم الدین صغرا کا ہے۔ اس نے مجھ کو پانچ سو دینار فلاں دکاندار کے روبرو دے کر یہ بات غلط کہلوائی تھی اور شیخ جلال الدینؒ بالکل پاک ہیں۔ جب دکاندار سے پوچھا تو اس نے بھی سچی گواہی دی۔ سلطان نجم الدین پر بہت خفا ہوا اور شیخ الاسلامی سے جدا کیا۔ چنانچہ خواجہ بزرگؒ کی خفگی اور قطب الاقطاب کے حسد کا یہ ثمرہ ہوا۔

صاحب راحت المحبین ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین جس کو مرید کرتے کامل بناتے تھے اور ارشاد فرما دیتے تھے کہ فقرا کی خدمت کرنا، بادشاہوں اور امیروں سے دُور رہنا۔ ایک یہ کرامت تھی کہ جس کو تعلیم فرمائی وہ تمام عمر عمل کرتا تھا۔ لکھا ہے کہ حضرت نے سب سے پہلے حضرت بابا گنج شکرؒ کو مرید اور خلیفہ فرمایا۔ چنانچہ جب بابا صاحب کو حضرت کی خدمت میں دیکھا تو خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ بابا بختیار تو نے بہت بڑے شامیانہ کو قید کیا کہ جس کا آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ ہوگا۔ یہ فرید شمع ہے اس سے ہمارا خاندان روشن اور منور ہوگا۔ یہ ذکر اس وقت کا ہے جب حضرت خواجہ بزرگؒ دوبارہ دہلی تشریف لائے تھے۔

صاحب مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ عہد سلطان شمس الدین التمش میں ایک درویش کے ہاں مجلس سماع تھی اور حضرت قطب الدینؒ اور قاضی حمید الدینؒ بھی تھے کہ شیخ علی شور مچاتے ہوئے آئے اور حضرت سے کہا کہ مولانا رکن الدین سمرقند سے علمار کو ہمراہ لئے آتا ہے کہ درویشوں کو سماع سے باز رکھے۔ حضرت قاضی حمید الدین نے صاحب خانہ سے بلا کر کہا کہ تو روبرو نہ آنا۔ اگر وہ بے اجازت ہمارے آدے گا تو ہم سمجھ لیں گے۔ اور پھر سماع میں مشغول ہو گئے۔ مولانا مذکور دروازہ پر آئے اور صاحب خانہ کو بلایا۔ جب اس کا نشان نہ ملا، ناچار واپس ہوئے۔ ان کے دل پر ایک ہیبت چھا گئی۔ آخر واپس پھر گئے۔

بحر المعانی میں لکھا ہے کہ جب حضرت دہلی میں مقیم ہوئے تو اس وقت مقتدائے شہر خواجہ سید مبارک تھے۔ دونوں بزرگوں نے باہم نماز جمعہ ادا کی۔ بعدہٗ حضرت نے سید مبارک سے فرمایا کہ ہم تم دونوں سماع سنیں۔ سید صاحب نے کہا بغیر اجازت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ آج کی شب تم کو اجازت ہو جائے گی۔ چنانچہ سید صاحب نے اسی شب خواب میں دیکھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے فرزند! قطب الدینؒ کی مجلس میں

حاضر ہو۔ صبح سید صاحب آکر شریک سماع ہوئے۔

سماع کی کیفیت یہ ہے کہ جب قاضی حمیدالدین ناگوری بعد تعلیم قطب الاقطابؒ دہلی کو آرہے تھے کہ راستہ میں ایک مُرغ طوطیس کہ اس کو ققنس بھی کہتے ہیں۔ اس کی چونچ میں دوسو سوراخ ہوتے ہیں۔ جب وہ مست ہوکر آواز دیتا ہے ہر سوراخ سے صدائے گونا گوں نکلتی ہے۔ وہ ایک جگہ بیٹھا تھا۔ قاضی صاحب کا وہاں سے گزر ہوا اور وہ مستی کے عالم میں صدائیں دے رہا تھا۔ اس کی آواز حضرت کے گوش زد ہوئی۔ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ بعدہٗ وجد کرنے کے لئے ہر چند مرید شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے تھے۔ مگر یہ گداز گی حضرت خواجہ بزرگؒ کی صحبت کے اثر سے پیدا ہوئی۔ جب آپ کو ہوش آیا تو خضر علیہ السلام کو اپنے پاس کھڑا پایا کہ فرماتے ہیں اے حمیدالدین تو نے سماع سنا اور شیخوں نے بھی سنا ہے۔ اس روز سے قاضی بخلاف اپنے پیروں کے سماع سنتے رہے۔

شاہ اشرف جہانگیری نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت قطب الاقطابؒ ملتان میں تشریف لاکر ایک مسجد میں ٹھہرے۔ شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ نے نور باطن سے دریافت کرکے ایک خادم کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت وضو کر رہے تھے۔ خادم نے دیکھا کہ جو قطرہ پانی کا زمین پر گرتا ہے اس کو ملائک اٹھا لیتے ہیں۔ چونکہ خادم بھی اہل نظر تھا یہ حال دیکھ کر خدمت شیخ میں جاکر عرض کی۔ شیخ اسی وقت پہنچے اور حضرت کو سوار کراکر اپنی خانقاہ میں لائے اور بہت دھوم سے ضیافت کی۔ جب حضرت کھانے سے فارغ ہوئے تبسم کرکے فرمایا۔ بہاؤالدینؒ ضیافت تو کی لیکن خشک کی۔ شیخ حضرت کے اشاروں کو سمجھ گئے اور قوالوں کو طلب کیا اور سماع ہوا۔ عاشقان دل سوختہ کو وجد ہوا آوازِ ہُو بلند ہوئی۔ یہ غلغلہ سُن کر تمام درویشانِ سہروردی جمع ہوکر آئے اور اس ارادہ سے شیخ کو منع کیا۔ شیخ نے کہا کہ ایک بزرگ چشتیہ مہمان ہے۔ اس کی خاطر یہ سماع ہے۔ جب وہ لوگ نزدیک حضرت کے آئے ان پر بھی آتش زن ہوئی اور ان کے دلوں کو آتش عشق چشتیہ نے کباب کر دیا۔ سب کو ذوق اور شوق وجد ہوا۔ جب ان کو افاقہ ہوا بعضے ان میں کامل ہوئے بعض نے خرقہ خلافت حاصل کیا اور ہانسی تک سب حضرت کے ہمراہ آئے۔

صاحب فوائد السالکین ناقل ہیں کہ بندہ ایک بار واسطے پابوسی حضرت قطب الدینؒ کے حاضر ہوا۔ اس وقت اکثر واصلانِ حق خدمت عالی میں حاضر تھے۔ مثلاً قاضی حمیدالدین و سید نورالدین اور مولانا علاؤالدین کرمانی کہ کچھ حج کا ذکر آگیا۔ حضرت نے زبان مبارک سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندگان خاص کے واسطے اگرچہ وہ کہیں بیٹھے ہوں خانہ کعبہ کو واسطے طواف کرنے ان کے بھیج دیتا ہے۔ اس بات کو سنتے ہی اہل مجلس کو بے ہوشی طاری ہوئی اور کعبہ کو اپنے روبرو دیکھا۔ پس جو شرائط طواف کعبہ تھے ہم سب بجا لائے۔ پس غیب سے آواز آئی کہ اے عزیزو حج تمہارا قبول ہوا۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔ بندہ بھی اٹھا اور طرف ہانسی چلنے کا ارادہ کیا۔ میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ بابا فرید تو جاتا ہے۔ میں نے پھر آداب کیا اور عرض کی جو ارشاد ہو۔ فرمایا جا، تقدیر میں ایسا ہی لکھا ہے کہ وقت نقل خواجہ بزرگ کے

میں حاضر نہ تھا۔ میرے سفرِ آخرت کے وقت تو حاضر نہ ہوگا اور اہلِ مجلس سے فرمایا کہ گنج شکر کے واسطے فاتحہ اور اخلاص پڑھو اور مصلیٰ اور عصا بندہ کو عنایت کر کے فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو اور فرمایا باقی تبرکات تیری امانت قاضی حمید الدین کے سپرد کروں گا۔ میری نقل سے پانچ چار روز بعد تجھ کو دیں گے۔ میری جگہ تیری جگہ ہے۔ فرمایا کہ مرید کو چاہیئے کہ پیر کے قدم بقدم رہے۔ اس سے تجاوز نہ کرے۔ پھر بندے کو گلے لگایا اور فرمایا خدا کے سپرد کیا۔ بندہ مرخص ہو کر ہانسی کی طرف روانہ ہوا۔

فوائد الفوائد سے منقول ہے کہ حضرت کو ہر وقت استغراق رہتا تھا۔ اگر کوئی ملنے آتا بدیر خبر ہوتی اور عذر کر کے جلد رخصت فرماتے۔ یہاں تک فنائے حدیث میں مستغرق رہتے تھے کہ فرزند کا انتقال ہو گیا اور آپ کو خبر نہ ہوئی۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ حضرت کے پسر خواجہ محمد نے سات سالہ عمر میں وفات پائی۔ ان کی والدہ کے رونے کی آواز جب گوش زد حضرت ہوئی دریافت فرمایا کیسا شور ہے۔ عرض ہوئی کہ حضرت کے صاحبزادہ خواجہ محمد صاحب نے انتقال کیا۔ ان کی والدہ روتی ہیں۔ یہ سن کر فرمایا اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ اگر اس کی بیماری کی پہلے خبر ہوتی تو اس کو صحت ہوتی۔

صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت دہلی سے اجمیر گئے۔ سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ جن دنوں میں حضرت بمقام ملتان شیخ بہاؤ الدین کے مہمان تھے ایک شب افواج کفار بر کفارِ ملتان حملہ آور ہوئے اور چاہا کہ شہر کو لوٹیں۔ اسی وقت حاکم شہر حضرت کی خدمت میں آیا اور حضرت اور شیخ بہاؤ الدین اور شیخ جلال الدین تبریزی صاحب سے ان کے دفع کی دعا چاہی۔ اس وقت حضرت کے دست مبارک میں ایک تیر تھا۔ وہ حاکم کو عنایت فرما کر کہا کہ اس کو اپنے گھر لے جا اور غنیم کی طرف جھکا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اسی وقت اس فوج پر بجلی سی گری جس کی ہیبت سے ان کے دل کانپ اٹھے اور فرار ہوگئے۔

لکھا ہے کہ ایک روز قطب الدین ایبک چند توڑہ زر لے کر حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے ان کو قبول نہ فرمایا اور تبسم کر کے فرمایا کہ اس بندہ کو حاجت نہیں۔ یہ بات اس کو ناگوار گزری۔ آپ نے نورِ باطن سے معلوم فرما کر جس بوریا پر فروکش تھے اس کا کونہ اُلٹ کر فرمایا کہ دیکھ۔ جب اُس نے نظر کی دیکھا کہ ایک دریا بہہ رہا ہے جس میں بے شمار توڑہ ہائے زر نقرہ بہتے چلے جاتے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر شرمندہ ہوا اور اپنی حالت پر استغفار کی۔

حضرت بابا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت کے ہمراہ مسافر تھا کہ ایک دریا کے کنارے پر پہنچے۔ اس کے کنارہ پر پہاڑی تھی۔ وہاں شیر رہتا تھا۔ اور کشتی بھی موجود نہ تھی۔ حضرت نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہو کیونکر اس آفت سے بچیں۔ میں حیران تھا۔ کچھ جواب نہ دے سکا۔ تبسم فرما کر سورۂ اخلاص پڑھنی شروع کی۔ ہنوز وہ تمام نہیں ہوئی تھی کہ پانی ادھر ادھر ہو گیا اور بیچ میں راستہ دے دیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور دریا پار آگئے۔

نقل ہے کہ ایک پیرزال شکستہ حال حضرت کی خدمت میں آئی اور آداب بجا کر عرض پرداز ہوئی کہ تیرہ برس کا عرصہ گزرا کہ میرا فرزند جس کی عمر نو برس کی تھی غائب ہو گیا ہے۔ اس کی کچھ خبر نہیں کہ کیا ہوا۔ آپ نے چندے مراقبہ فرمایا۔ بعدہ سر اٹھا کر فرمایا کہ وہ تیرے مکان پر موجود ہے۔ آپ یہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص دوڑا آیا اور اس پیر زال سے کہا کہ تیرا فرزند تیرے گھر آ گیا۔ وہ سنتے ہی دوڑی اور فرزند سے ملی اور اس سے حال پوچھا کہ تو کہاں تھا اور کیوں کر آیا۔ اس نے بیان کیا کہ ملک روم میں تھا۔ ایک سوداگر مجھ کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ ابھی ابھی ایک مرد بزرگ مجھ کو ملا اور کہا تیری ماں تیرے فراق میں روتی ہے اس سے چل کر مل۔ میں نے کہا کہ وہ کہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ قریب ہے۔ میں اس کے ہمراہ شہر کے باہر آیا۔ اس نے کہا تو آنکھیں بند کر۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ جب آنکھ کھولی اپنے کو اس گھر میں پایا۔

جواہر فریدی سے نقل ہے کہ غلغلہ سخا و عطا سلطان شمس الدین کا بلند ہوا تو ناصری شاعر ایک قصیدہ سلطان کی سیرت میں لکھ کر لایا۔ یہاں حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی کرامت کا شہرہ سنا۔ ایک قصیدہ حضرت کی شان میں بھی کہا اور حضرت کی خدمت میں آیا۔ قصیدہ پڑھ کر دعا چاہی کہ بادشاہ کی سرکار سے مجھ کو بہت سا زر ملے۔ حضرت نے دعا کی اور فرمایا کہ تجھ کو بہت کچھ ملے گا۔ جب دربار سلطان میں حاضر ہوا قصیدہ پڑھا۔ سلطان اس کو سنتے سنتے دوسری طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے اس وقت حضرت کی طرف رجوع کیا۔ بادشاہ نے پھر متوجہ ہو کر فرمایا کہ پھر پڑھ۔ اس نے پھر پڑھنا شروع کیا۔ سلطان بہت خوش ہوا اور پچپن ہزار روپیہ عنایت کیا۔

صاحب سیر الاولیاء ناقل ہیں کہ حضرت نے خود فرمایا کہ ایک بار بندہ اور قاضی حمید الدین مسافر تھے۔ کنارہ دریا پر پہنچے اور تین دن کے بھوکے تھے۔ ایک بکری پیدا ہوئی جو کی دو روٹیاں اس کے منہ میں تھیں۔ ہمارے آگے رکھ کر چلی گئی۔ اس کو فرستادہ خدا سمجھ کر ہم نے کھا لیا اور شکریہ خدا ادا کیا۔ اسی عرصہ میں ایک بچھو گھبرایا ہوا ہمارے روبرو آیا اور دریا کی طرف چلا۔ ہم بھی اس کے پیچھے چلے۔ جب کنارہ دریا پر پہنچا دریا نے راستہ دے دیا۔ جب دوسرے کنارے پر گئے دیکھا کہ ایک شخص بشکل مردہ پڑا ہے اور ایک اژدہا اس کو کھانا چاہتا ہے۔ اس بچھو نے اس اژدہے کے ڈنگ مار کر ہلاک کیا اور ناپید ہوا۔ جب ہم نے قریب جا کر دیکھا تو وہ ایک شرابی تھا جو مست و مدہوش پڑا تھا ہم کو تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان پر یہ مہربانی۔ آواز آئی نیکوں کو ہم نگاہ رکھیں بدوں کی محافظت کون کرے۔ پھر وہ مرد ہشیار ہوا اور یہ ماجرہ سن کر شرمندہ ہوا۔ اور توبہ کی۔

سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت کے گھر میں تین فاقے گزرے۔ آپ کے گھر میں شرف الدین بقال کی عورت سے کبھی قرض لے لیا کرتی تھیں۔ وہ ہمسایہ تھا۔ ایک روز اس کی عورت نے از راہ غرور خواجہ کے گھر میں کہا، اگر ہم تمہارے ہمسایہ نہ ہوتے تو تم کہاں سے کھاتے۔ کیوں کر اوقات بسری کرتے۔ یہ خبر حضرت کو بھی ہوئی۔ آپ

نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ آج سے جس قدر کافی ہو میرے حجرہ کے طاق میں سے کاک لے لیا کرو۔ اس روز سے ایسا ہی ہوا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت کے زیر مصلّے سے کاک برآمد ہونے اس وجہ سے کاکی لقب ہوا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ خواجہ بزرگؒ کے ہمراہ تھے۔ ایک روز بعد نماز صبح کے قطب الاقطاب کو کھانے کی خواہش ہوئی۔ معاً ایک طباق پُر از کاک آسمان کی طرف سے معلق آتا ہوا معلوم ہوا۔ جب قریب آیا حضرت خواجہ بزرگؒ نے اور اہل اللہ کو جو اس وقت موجود تھے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہاتھ بڑھا کہ جس کی قسمت کا ہوگا اُس کو ملے گا۔ الغرض ہر شخص نے اپنا ہاتھ اونچا کیا۔ جو کوئی ہاتھ اونچا کرتا وہ طباق پیچھے ہٹ جاتا پھر نیچا ہوتا۔ یہاں تک کہ حضرت قطب الاقطابؒ نے جب دست دراز کیا آپ کے دست مبارک میں آیا۔ حضرت نے اپنے پیر کے روبرو رکھ دیا۔ حضرت نے تبسّم کر کے فرمایا کہ بابا بختیار اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ تم کو اس وقت اشتہائے طعام تھی۔ خداوند تعالیٰ نے تم کو اپنی قدرت کاملہ سے مرحمت فرمایا۔ کھاؤ اور دوستوں کو دو تاکہ یہ بھی محروم نہ رہیں۔ اس روز کاکی لقب مشہور ہوا۔

ایک روز امیر خسروؒ نے حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ یا حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو کاکی کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک روز حضرت یاروں سمیت حوض شمسی پر تشریف رکھتے تھے اور ہوا سرد چل رہی تھی۔ یاروں نے عرض کی کہ خواجہ اگر اس وقت کاک مائے گرم ملیں تو کیا خوب ہو۔ فرمایا کیا کرو گے۔ انہوں نے عرض کی کہ کھائیں گے۔ حضرت اس جگہ سے اٹھے اور حوض میں گئے اور کاک ہائے گرم حوض میں سے لاکر یاروں کو مرحمت فرمائے۔ اس روز سے کاکی مشہور ہوئے۔

بعض اہل تاریخ نے ایک نقل بدیں مضمون تحریر کی ہے کہ علمائے دہلی کو بوجہ سماع کے حضرت سے کشیدگی ہوئی اور شیخ جلال الدین کو بلایا کہ ولایت دہلی ان کے قابل ہے۔ چنانچہ غوث بہاؤالدین ذکریاؒ آئے اور حضرت خواجہ بزرگ تشریف لائے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ولایت سند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دی ہے۔ جلال الدین تو یہاں سے چلا جا۔ آگے تیرا سلسلہ نہ رہے گا۔ نہ معلوم اس کی سند کہاں سے ہے کیونکہ ایک تو حضرت خواجہ قطب الدینؒ اور شیخ جلال الدینؒ میں بہت اتحاد تھا اور مرید بھی تھے۔ دوسرے اہل اللہ سب ایک ذات اور ایک رنگ ہیں۔ حسد اور بغض اور ایسے مناقشہ سے پاک ہیں۔

صاحب سیر الاقطاب اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ جب حضرت دہلی میں تشریف لائے باتفاق قاضی حمید الدین سماع سنتے تھے۔ سلطان شہاب الدین کو جب یہ خبر ہوئی اُس نے منع کرا بھیجا۔ حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کہہ دو اس سیاہ دروں سے تو کیا جانے قدر سماع کی۔ تجھ کو حرام اور ہم کو مباح ہے۔ سلطان یہ سُن کر بہت غمگین ہوا اور قسم کھائی کہ اگر اب کے سماع ہوا تو خواجہ کو دار پر کھینچوں گا۔ جب شہاب الدین کے اس ارادہ کی خبر حضرت کو ہوئی تو کہا کہ عین

القضاۃ نہ باشد کہ اس کو جلوا دیا اور اگر سلامت رہا تو دار پر کھینچے گا۔ پس اسی مہینہ میں سلطان نے دہلی سے نقل کی اور سلطان شمس الدین بادشاہ ہوئے کہ آخر حضرت کے مرید اور خلیفہ ہوگئے۔

مگر قاضی عماد اور قاضی صادق دونوں کو حضرت سے مخالفت ہوئی۔ انہوں نے سلطان سے کہا کہ خواجہ قطب الدینؒ اور قاضی حمید الدینؒ شب و روز سماع سنتے ہیں جو شرعاً منع ہے۔ حضرت پر یہ حال منکشف ہوگیا اور خیال ہوا کہ کسی طرح دونوں قاضی سماع میں شریک ہوں۔ اتفاقاً ایک روز دونوں قاضی واسطے تنبیہ کے خانقاہ حضرت پر آئے۔ وہاں سماع ہو رہا تھا قاضی حمید الدین کو وجد تھا۔ حضرت دست بستہ کھڑے تھے۔ قاضی عماد نے حضرت کو دیکھ کر کچھ اشارہ کیا اور کہا کہ امرد کو نہ چاہیے کہ حاضر سماع ہو۔ آپ نے تبسم کیا اور دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیر کر فرمایا کہ دیکھو امرد کون ہے۔ ان دونوں نے دیکھا کہ ریش موجود ہے۔ اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہے اور سلطان سے سارا حال بیان کیا۔ سلطان کو اور بھی عقیدت زیادہ ہوئی۔ مگر قاضیوں نے کہا کہ سلطان اس کا بندوبست کرے کہ یہ فتنہ عظیم ہے۔ سلطان نے فرمایا چشم پوشی چاہئے پھر انہوں نے کہا کہ ہم اہل شرع ہیں، اس کو روا نہ رکھیں گے۔ سلطان نے کہا مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ اختیارات جزا و سزا سلطان ہم کو دے تاکہ ہم اس پر حد شرع جاری کر سکیں۔ سلطان نے بپاس شریعت مسند قضا ان کو عنایت کی۔ انہوں نے حضرت کو لکھا کہ ہمارے محکمہ میں حاضر ہو کر سماع میں جو کچھ گفتگو کرنی ہو پیش کرو۔ حضرت نے کہلا بھیجا کہ کل فاتحہ عرس ہمارے پیروں کا ہے۔ فرصت دو کہ سماع و عرس پیروں سے فارغ ہو کر تمہارے محکمہ میں حاضر ہوں گے۔ یہ سن کر انہوں نے منظور کیا۔ اور ایک ایک سو سپاہی دونوں دروازوں خانقاہ خواجہ پر متعین کیے کہ کوئی نفر اہل شہر سے اندر خانقاہ کے وارد نہ ہونے پائے۔ یہاں تک کہ معینہ وقت پر مجلس سماع شروع ہوئی۔ خادم خواجہ نے یہ ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ جس قدر کھانا ہمیشہ تیار ہوا کرتا ہے اس سے دو چند تیار کرو۔ خلقِ خدا کو ہماری مجلس سے کون منع کر سکتا ہے۔ خادم نے بموجب امر والا دوگنا کھانے کی تیاری کی۔ قدرتِ خدا سے اس وقت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ با جماعت کثیر ملتان سے تشریف لائے اور داخل خانقاہ خواجہ ہوگئے۔ حاجبانِ دروازہ نے کسی کو اندر جاتے نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے تصرفات خواجہ سے سب کو کور فرمایا۔ اب تو یہ کیفیت ہوئی جس نے چاہا بے دھڑک چلا آیا۔ تھوڑی دیر بعد شیخ جلال الدین تبریزیؒ جماعت کثیر کے ہمراہ دروازہ شرقی سے داخل خانقاہ ہوئے۔ جب مجلس گرم ہوئی یہ خبر قاضیوں کو پہنچی۔ بدر الدین کو ہمراہ لے کر خانقاہ میں آئے۔ بدر الدین نے روئے مبارک کو دیکھتے ہی اگلی باتوں سے توبہ کی اور حضرت کے قدموں پر سر رکھا اور عرض کیا کہ بندہ مریدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بدر الدین آج کی شب تجھ کو پیغمبرؐ خدا نے میرے سپرد کیا۔ تجھ کو میں نے اپنی مریدی میں قبول کیا اور اسی وقت بیعت ظاہری سے بھی مشرف فرمایا۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت کے حضور قوال حاضر ہوئے اور راگ شروع کیا۔ پہلا شعر یہ تھا

سرود چیست کہ چندیں فسون عشق در وست سرود محرم عشق است و عشق محرم اوست

اس پر حضرت کی یہ حالت ہوئی کہ سات شبانہ روز بے ہوش رہے۔ مگر جب وقت نماز کا آتا ہوشیار ہو کر نماز ادا فرما کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ صاحب جوامع الکلم ناقل ہیں کہ ایک روز خدمت خواجہ میں بابا صاحب اور قاضی حمید الدین ناگوری و شیخ جلال الدینؒ وغیرہ بزرگ حاضر تھے کہ قوال بھی آگئے اور سماع شروع ہوا۔ حضرت کو وجد ہوا اور کھڑے ہو گئے۔ حاضرین بھی ایستادہ ہوئے۔ سب پر وجد کی حالت طاری تھی۔ حضرت بابا صاحب کو حکم دیا تھا کہ جو لوگ میرے قدم پر سر رکھتے ہیں ان کو وجد کر دیا کرو اور آپ حالت شوق میں کبھی در حجرہ پر آتے اور کبھی صحن میں آتے اور بار بار سجدہ کرتے اور روتے جاتے تھے اور نالہ ہائے بلند فرماتے۔

صاحب آداب السالکین لکھتے ہیں کہ مشغولی پیران چشت کے دو رکن ہیں۔ اوّل رکن کہ نماز و ارکان با ہوش ادا کرنے چاہئیں کہ فاسد نہ ہو جائے۔ دوسرا رکن سماع کہ وہ تمام بے خودی ہے۔ صاحب سماع کو چاہئے کہ خودی کو دل سے دُور کرے کہ اصلی مرتبہ سماع کا جاننا مرتبہ اللہ کا ہے۔ یعنی جو صوفی سماع میں آوے سوائے محبت حق اور اس کے دل میں کچھ نہ ہو کیونکہ مرتبہ خودی اور بے خودی میں بڑا فرق ہے۔

صاحب کتاب فردوسیہ ناقل ہیں کہ ایک بار نان پز سے کاک ہائے بادشاہی سوختہ ہو گئے تھے۔ وہ بے چارہ نہایت متفکر تھا کہ حضرت بھی وہاں تشریف لے آئے۔ اس کو پریشان دیکھ کر از راہِ مہربانی دریافت فرمایا کہ یار کیا دیکھتا ہے بسم اللہ کہہ کر تنور میں ہاتھ ڈال۔ نان پز نے بموجب امر حضرت بسم اللہ کہہ کر اپنا ہاتھ تنور میں ڈالا اور عمدہ کاک نکالنے شروع کئے اور حضرت کی کرامت پر متحیر اور معتقد ہوا۔

اہل لغت نے لکھا ہے کہ کاک لفظ فارسی ہے یعنی کلچہ، نان تنوری اور عربی میں کعک کہتے ہیں۔ صاحب مفتاح السماوات بیان کرتے ہیں کہ سعد الدین تنبولی جو کہ شمس الدین کا بھانجا تھا اور جس کو سلطان نے متبنیٰ کیا تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں مرید ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ ابھی تجھ میں قابلیت مرید ہونے کی نہیں ہے تو ہمیشہ خدمت فقیروں میں آتا ہے اور دنیا جمع کرتا ہے۔ تجھ کو محبت فقراء سے کیا نفع ہے۔ وہ شخص واپس اپنے مکان پر آیا اور جو نقد جنس تھا سب درویشوں کو دے کر تارک اور تائب ہوا۔ صبح دوسرے روز شیرینی اور کچھ پان ہمراہ لے کر حضرت کی خدمت میں آیا اور ارادت چاہی۔ آپ نے قاضی حمید الدین سے فرمایا کہ اس مرد تارک الدنیا کو بیعت کرو۔ حمید الدین نے اس کو بحکم حضرت بیعت کیا اور اس کی کدورت سینہ کو صاف کیا۔ حضرت نے اس کو فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھ۔ جب اس نے آسمان اور زمین کی طرف دیکھا، عرش و کرسی اور تحت الثریٰ تک روشن معلوم ہونے لگا۔ قاضی حمید الدین نے اس کو فرمایا آج تجھ کو اتنا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد انشاء اللہ مقامات عالی کا مشاہدہ کرے گا۔ اور کمبل چہ کھونٹا کر جو آپ کے پاس تھا اس کے کندھے پر ڈال دیا۔ اسی وقت سے دنیاوی امور سے اس کا دل سرد ہو گیا۔ واپس اپنے مکان پر آن کر

مشغول بحق ہو گیا اور فقر و فاقہ اختیار کیا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ سعدالدین خدمت حضور میں حاضر تھا اور سلطان بھی واسطے زیارت کے آیا۔ راستہ میں اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر فقیروں میں کچھ کرامت ہے تو میرے واسطے کھانا ضرور موجود کریں گے۔ آتے ہی حضرت سے عرض کیا کہ بندہ بھوکا ہے۔ حضرت نے دست مبارک کو سیدھا کیا سلطان کی موجودگی میں کاک عمدہ گرم گرم آ گئے۔ سلطان اس کرامت سے بہت حیران ہوا۔ پھر عرض کی کہ اکیلی روٹی کس طرح کھائی جائے گی۔ آپ نے قاضی حمیدالدین کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے حضرت کے وضو کی گیلی مٹی اٹھا کر کاک پر رکھی۔ رکھتے ہی حلوا ہو گیا۔ سلطان نے سعدالدین سے کہا تو نے بھی ان بزرگوں کی صحبت سے کچھ پایا۔ آپ نے سعدالدین کی طرف دیکھا۔ اُس نے اپنی بغل میں سے پان کی گلوریاں نکال کر دیں۔ سلطان کو اپنے بھانجے کی کرامت پر بھی یقین ہوا۔ پھر سلطان نے عرض کیا کہ ہمراہی سپاہ میری بھی سب کھانے کی خواہشمند ہے۔ قاضی اور سعدالدین اٹھے۔ تمام فوج کو کھانا تقسیم کیا۔ اس روز سے سعدالدین تنبولی مشہور ہوئے۔ سلطان کو یہ کرامت دیکھ کر نہایت اعتقاد ہوا۔ اسی روز حضرت سے بیعت کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ نے کاک دیئے۔ قاضی نے حلوا دیا اور سعدالدین نے تقسیم کیا۔

صاحب سیر الاقطاب ذکر کرتے ہیں کہ ہندوستان میں قاضی حمیدالدین سہروردی ثم چشتی ناگوری سے سماع کا رواج ہے اور یہ سند لاتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سماع باز رکھتے تھے۔ ایک روز مریدوں نے عرض کی کہ مخدوم آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ قوت اور نصرت عطا کی آپ سماع کیوں نہیں سنتے۔ آپ نے فرمایا ہندوستان میں قاضی حمیدالدین ناگوری علم شریعت اور طریقت میں شیخ ہوگا۔ بنائے سماع اُس سے ہوگی۔ اگرچہ سہروردی ہوگا۔ ان کے سلسلہ میں سماع منع ہے وہ بنا کرے گا۔ تاکہ چشتیوں کی قدر معلوم ہو۔ اور طواف اشرفی میں ہے کہ قاضی حمیدالدین کے ذوق شوق کا سبب یہ ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین نے ان کو خرقہ خلافت عطا کیا تھا۔

صاحب سیر الاولیا ناقل ہیں کہ حضرت کے گھر میں فاقہ تھا اور اکثر فاقے ہوا کرتے تھے۔ آپ کسی پر اظہار نہ فرماتے اگر کسی کو خبر ہوتی اور وہ کچھ پیش کش کرتا، آپ قبول نہ فرماتے۔ ایک روز سلطان نے بہت سے توڑے روپیہ اشرفی کے حضرت کی خدمت میں بھیجے اور بہت منت کرا بھیجی کہ حضور اس کو قبول فرمائیں۔ آپ نے ان کی طرف نظر نہ کی اور فرمایا کہ اس کو لے جا کر بادشاہ کے سپرد کر دو اور کہہ دو کہ میں تجھے اپنا دوست سمجھتا ہوں تو میرا دشمن ہے کہ ایسی چیز جس کو خدا نے دشمن فرمایا اس کو اپنے دوستوں کو دیتا ہے۔ حضرت بابا صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک بار خدمت حضرت میں تھا کہ وزیر سلطان چھ گاؤں کا فرمان اور ایک کشتی طلائی اشرفیوں سے بھری ہوئی اس پر توڑے پوش زربفت کا پڑا ہوا لے کر حضور کی خدمت میں آیا اور بہت ادب سے عرض کیا کہ سلطان نے برائے اخراجات خادمان عموم المکان کے بھیجا ہے اور بہت عجز سے عرض کیا ہے کہ حضور اس کو قبول فرماویں۔ آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا میرے پیروں نے ایسی چیزیں کبھی قبول نہیں کیں میں بھی

تین روز سے ایسے کام میں مشغول ہوا کہ بھول گیا۔ عبداللہ نے یہ حکم رئیس کو پہنچا دیا۔ یہ بیدار ہوا اور صبح کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا۔ آپ نے اسی وقت اس عورت کا مہر دے کر اس کو طلاق دی اور ورد معینہ میں مشغول ہوئے۔ سبحان اللہ! جس کو چاہتے ہیں خود اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

سیر العارفین سے نقل ہے کہ اوائل عمر میں قدرے قلیل استراحت فرماتے۔ آخر میں وہ بھی چھوڑ دیا تھا۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ حضرت شب و روز مراقبہ میں رہتے تھے۔ جب وقت نماز آتا آنکھیں کھولتے غسل تازہ فرما کر تجدید وضو کرتے اور نماز ادا کرتے۔

راحت القلوب سے نقل ہے کہ خواجہ وحید الدین و مولانا بدرالدین غزنوی جامع مسجد دہلی میں معتکف تھے۔ ہر صاحب شب و روز میں دو قرآن ختم کرتے۔ ایک شب یہ تہیہ کیا کہ آج کی شب زندہ رکھیں اور ایک پیر پر کھڑے ہو کر تمام شب میں دو رکعت نماز ادا کریں۔ چنانچہ بعد نماز عشاء وظیفہ معمول کے قاضی حمید الدین کو امام کیا اور دونوں صاحب پیچھے کھڑے ہوئے۔ قاضی صاحب نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار سیپارے پڑھے دوسری رکعت میں دوسرا قرآن ختم کیا مگر ایک ہی پیر سے۔ بعد اس کے ایستادہ ہو کر درگاہِ الٰہی میں مناجات کی کہ الٰہی ہم سے تیری کچھ عبادت ادا نہیں ہو سکتی جیسا کہ حق ہے۔ تو ہم کو اپنی رحمت سے بخش دے۔ گوشۂ مسجد سے آواز آئی کہ اے دوستو! ہم نے تم کو بخشا۔ تمہاری عبادت قبول کی اور تم کو اپنے عاشقوں میں قبول کیا۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے نقل ہے کہ حضرت فریدالدین کو اوّل اوّل قاضی بچہ دیوانہ کہا کرتے تھے۔ اس وقت قیام آپ کا کوہ سوال پر قریب اجودھن کے تھا۔ ناگاہ شیخ جلال الدین تبریزی کا اس طرف گزر ہوا۔ وہاں کے لوگوں سے آپ نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی فقیر بھی ہے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ ایک قاضی بچہ دیوانہ ہے فلاں جگہ رہتا ہے۔ شیخ آپ کی ملاقات کو آئے اور ایک انار آپ کو دیا۔ چونکہ آپ روزے سے تھے کل حاضرین کو تقسیم کر دیا۔ ایک دانہ دستار میں رکھ لیا۔ شام کو اس دانہ سے روزہ افطار کیا۔ کھاتے ہی باطن کا راز کھل گیا۔ آپ کو خیال ہوا کہ اگر کل دانے کھاتا تو بہت کچھ نفع ہوتا۔ جب آپ دہلی آئے تو اس وقت خواجہ نے فرمایا کہ بابا فرید اس انار میں یہی ایک دانہ تھا جو تجھے نصیب ہوا۔ افسوس کی کیا بات ہے۔

اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت چنڈول میں سوار ہوئے چلے جاتے تھے۔ جب اس جگہ پہنچے جہاں روضہ عالیہ ہے چنڈول سے اتر کر تھوڑی دیر مراقبہ میں رہے۔ بعدہٗ فرمایا کہ اس زمین سے بوئے محبت آتی ہے اور مالک زمین کو طلب فرما کر اس کے منہ مانگے دام دے کر اس جگہ کو خریدا اور فرمایا کہ میرا مرقد اسی جگہ ہوگا۔ اس جگہ کی نسبت یہ بھی مشہور ہے کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام میں کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان تخت پر سوار چلے جاتے تھے۔ جب اس جگہ پر گزر ہوا دیکھا کہ فرشتہ طبقہائے زمین لا لا کر اس زمین میں بھرتے ہیں۔ آپ نے یہ ماجرا دیکھ کر عرض کی

سلوہ طلب کیا۔ اُس نے نفس سے کہا کہ نانِ جویں کو ترک کرکے حلوا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر اٹھا اور شہر بدر ہوا۔ بارہ برس ہوگئے کہ جنگلوں اور پہاڑوں میں سیر کرتا ہے۔ کڑوے درختوں کے پتے کھاکر ایام گزاری کرتا ہے۔ یہ شخص دوسری مرتبہ اس مسجد میں آیا ہے۔

حضرت نے فرمایا ہے کہ کنارہ حوض شمسی اور مقام پس پشت عیدگاہ کہنہ یہ دونوں محل اجابت دُعا کے ہیں جو کوئی شخص شب کو بیدار رہ کر یادِ خدا میں بسر کرکے بعد نماز صبح کے جو دُعا کرے یقین ہے مستجاب ہو اور یہ مقام لائق عبادت کرنے کے ہے۔ چنانچہ اکثر اس مقام پر لوگ مشغول رہا کرتے تھے۔ اور وہ مسجد کہ جو بالائے حوض شمسی ہے اس کو خواجہ بزرگ کی مسجد کہتے ہیں۔ اکثر مریدانِ حضرت بھی وہاں عبادت کیا کرتے تھے اور راقم حضرت ابوظفر بھی جتنے دنوں تعلب صاحب بیمار رہتے تھے نماز پنجگانہ سے ایک وقت کی نماز ضرور اس مسجد میں ادا کرتے تھے اور میرے شیخ جب کبھی حاضر درگاہ معلی ہوتے باہر آستانہ کے کھڑے ہوکر مسجد موصوف میں جاکر پہلے دوگانہ ادا کرکے پھر قیام گاہ پر قیام فرماتے۔

سیر العارفین سے نقل ہے کہ ایک روز سلطان شمس الدین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس جگہ پانی شیریں نکل آیا تو تالاب بناؤں گا۔ چونکہ بادشاہ بہ برکت انفاسِ حضرت صاحب ولایت اور اہل کرامت تھا جو اس کو فکر ہوتا اس کی ترکیب حضرت فرماتے وہ کام حل ہو جاتا۔ پس جس روز فکر کیا اسی شب کو دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام گھوڑے پر سوار چند صحابہ کو ہمراہ لئے میدانِ حوض میں پہنچے اور سلطان کو طلب فرمایا۔ سلطان نے حاضر ہوکر پائے مبارک کو بوسہ دیا فرمایا کہ تو حوض بنانا چاہتا ہے اور بنیاد چشمہ شیریں کی ڈالے گا۔ سلطان نے عرض کیا، بلی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ حکم ہو وہاں حوض بناؤں۔ اسی وقت گھوڑے نے سُم زمین پر مارا کہ وہاں سُم کے برابر گڑھا ہوا اور اس میں سے آب شیریں جاری ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ حوض بنایا جائے۔ سلطان بیدار ہوا۔ بعد ادائے نماز کے جس جگہ اب حوض ہے آیا۔ گھوڑے کے سُم کا نشان پایا اور آب شیریں اس میں جاری تھا۔ اسی وقت تعمیر حوض شروع کی اور سُم کی جگہ ایک چبوترہ بناکر اس کے اوپر ایک گنبد بنایا جو اب تک موجود ہے۔ حوض کا فرش سنگین مٹی کے نیچے دب گیا ہے اور جو مسجد خواجہ بزرگ کی ہے۔ اس کو اب اولیاء مسجد کہتے ہیں۔ یہ حوض عجیب نورانی جگہ ہے۔ اکثر بزرگوں سے ثابت ہوا ہے کہ اس حوض پر عالم ارواح سے شہیدِ اسیر کناں آتے ہیں۔ یہ تمام بزرگی بسبب روضہ حضرت قطب الاقطابؒ کے ہے۔ روضہ اقدس کے نواح میں ایک تو کبھی وبا نہیں آتی اور کسی کو دیو جن وغیرہ کی نظر نہیں ہوتی۔ جس جگہ جس کا جی چاہے جو کچھ کھائے کبھی کسی کی نظر نہیں لگتی۔

صاحب سیر الاولیاء ناقل ہیں کہ جب عمر حضرت کی آخر پہنچی جسم مبارک پر ضعف ظاہر ہوا۔ ماہ رمضان المبارک بخیر گزرا۔ عید کے روز عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ نماز ادا کی۔ لکھا ہے کہ ایک روز قاضی حمید الدین نے حضرت سے استفسار کیا کہ جناب کے چہرہ مبارک سے آثارِ ضعف روز بروز ہویدا ہوتے جاتے ہیں۔ بعد آپ کے صاحب سجادہ کون ہوگا۔

اور تین طرف اولیاء اللہ کھڑے ہوئے۔ ایک جانب خالی رکھی۔ بعد ادائے نماز مدفن مقدس میں رکھا۔ صاحب شمائل راوی ہیں کہ جب جسد مطہر کو قبر میں رکھا ایک فرشتہ آیا اور اُس نے سلام باری تعالیٰ کہا اور ایک کاغذ سبز رنگ دست مبارک خواجہ میں دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اے دوست! میں تجھ سے راضی ہوں اور تو مجھ سے راضی ہو اور برکت تیری سے آج عذاب قبور تمام دنیا سے اٹھا لیا۔ قطعہ تاریخ یہ ہے۔ از فخر الواصلین فیض بخش جہاں بصدق و یقین۔ قطب آفاق خواجہ قطب شد تاریخ نقل آں محمود۔ آب جنت بقطب الدین فرمود۔

پیدائش حضرت دوشنبہ ۵۳۷ھ یا ۵۳۰ھ بمقام اوش ہوئی اور وفات ۱۴۔ ربیع الاول ۶۳۴ھ بمقام دہلی کہنہ ہوئی۔ روضہ عالیہ بمقام مہرولی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ جس شب خواجہ کا واقعہ ہوا اسی شب کو باباصاحب کو بشارت ہوئی۔ صبح وہ ہانسی سے روانہ ہو کر خانقاہ خواجہ میں آئے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

قاضی حمید الدینؒ اور شیخ بدر الدینؒ نے وہ خرقہ مع تبرکات باباصاحب کے سپرد کر کے خرقہ پہنایا اور سب صاحب دوگانہ بجا لائے۔ باباصاحب بعد ادائے دوگانہ مسند خواجہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ تمام امیر و غریب، فقیر سب جمع تھے۔ باباصاحب کے ہمراہ ایک خادم سرہنگام نام تھا اور حضرت کا ایسا عاشق تھا کہ بغیر دیکھے چین نہ پاتا تھا بوجہ ہجوم خلائق تین روز تک یہ باباصاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکا۔ ایک روز باباصاحب کسی کام کے لئے تشریف لائے۔ سرہنگام سے پوچھا کیا حال ہے۔ اُس نے عرض کی نہایت بے چین و بے آرام ہوں۔ تین روز سے جمال جہاں آرا سے مشرف نہ ہوا۔ ہانسی ہی بہتر تھی کہ بندہ آسانی سے زیارت کر لیتا تھا۔ دہلی میں بوجہ انبوہ خلائق محروم رہا۔ یہ سُن کر حضرت نے اس وقت فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ جو نعمت پروردگار عالم نے مجھ کو عطا کی ہے میرے ساتھ ہے کیا شہر کیا جنگل اور کھڑے ہو کر دہلی سے روانہ ہو گئے۔

افضل الفوائد میں ہے کہ ایک فاسق کو پایان روضہ خواجہ میں دفن کیا۔ اسی شب کو ایک بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں خوشی خوشی پھرتا ہے۔ پوچھا کہ یہ دولت کہاں سے پائی۔ اُس نے کہا جس وقت مجھ کو پایانِ خواجہ میں دفن کیا فرشتے عذاب کے آئے مگر روح مبارک خواجہ کو کسی قدر ناگوار گزرا۔ اسی وقت ان فرشتوں کو فرمان الٰہی ہوا کہ ہمسایہ خواجہ سے جدا ہو جاؤ۔ کہہ دیا یہ میرے خواجہ کا ہمسایہ ہے میں نے اس کو بخشا۔ تا قیامت اس پر

آگ حرام کی۔ جو تیرا ہمسایہ ہوگا اس کی مغفرت ہوگی۔

جوامع الکلم سے نقل ہے کہ شیخ علاؤالدین بجنوری واسطے زیارت خواجہ حاضر ہوئے۔ قریب روضہ کے مشغول تھے کہ مزار مقدس سے آواز آئی کہ اے علاؤالدین اگر میں زندہ ہوتا تو تیری یہ مجال تھی کہ میرے پہلو میں بیٹھتا اور ایسی باتیں کرتا اٹھ اور اپنی جگہ پر جا۔ وہ اسی وقت باہر آئے اور اپنی حرکت پر نادم ہوئے۔ بعدہ روز رہے پھر قریب روضہ کے نہ بیٹھے۔ ہر صبح آکر دروازہ کے باہر بیٹھتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ ایک بار میں واسطے زیارت کے حاضر ہوا اور مشغول ہوا۔ دل میں یہ خیال آیا کہ خواجہ کو میرے آنے کی خبر ہوئی یا نہیں۔ اس وقت روضہ عالیہ سے آواز آئی ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

پس بندہ کو اس بیت سے تسلی اور خوشی ہوئی۔ بندہ نے بزرگوں سے سنا ہے کہ چھڑیوں کے میلے پر بہت کچھ خلائق دور دور سے اپنی حاجتیں لے کر آتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ شاہ جہان پور سے ایک رنگریز کو بہت صرفہ حال تھا۔ اس کی عورت حاضر ہوئی اور روح پاک سے استدعا کی کہ یا حضرت اگر میرے گھر کا چراغ روشن ہو گیا تو تو بندی بامراد ہو کر چیا در چڑھائے گی۔ قدرت خدا سے اس کے گھر فرزند ہوا۔ جب اس کی عمر پانچ برس کی ہوئی تو وہ بامراد تمام اپنی برادری کو لے کر واسطے ادا کرنے منت چھڑیوں پر آئی اور تنبو تان کر قریب آکر ٹھہری۔ ناگاہ وہی پسر کھیلتا تھا۔ اس نے کسی قبر پر پیشاب کر دیا۔ معاً بے ہوش ہو کر مر گیا۔ جب اس کی ماں نے دیکھا دوڑ کر اس کو گود میں لیا اور آستانہ شریف کے اندر آئی۔ آتے ہی حجرہ کے اندر گھسی۔ کوئی اس کو روک نہ سکا۔ حجرہ شریف کے اندر عورتوں کے جانے کا حکم نہیں ہے مگر یہ نہ رکی اور اس بچہ کو پایان مزار ڈال کر کہا کہ خواجہ تم نے دیا تھا، تم نے لے لیا اور گرد روضہ کے دوڑ کر پھرنے لگی۔ ہزاروں آدمی موجود تھے کیونکہ میلہ عظیم تھا مگر سب متحیر اور ساکت تھے کہ یکایک وہ عورت بے ہوش ہو کر گر گئی۔ بعد تھوڑی دیر کے وہ بچہ رو دیا۔ اس کی ماں نے اٹھ کر اس بچہ کو گود میں لے لیا۔ اور اپنا اور اپنے بچے کا تمام زیور جھانجن اور خادموں پر پھینک دیا۔ اور بخوشی اپنی قیام گاہ پر آئی اور منت ادا کی۔

لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا ماجرا گزرا۔ اس نے بیان کیا کہ جب میں بے ہوش ہو کر گری تو دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحب ایک محفل میں تشریف فرما ہیں۔ بندی مستدعی تھی ہی۔ حضرت نے اہل مجلس سے ایک صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ فلاں شخص کو کہ جن کا نام میں بھول گئی طلب کرو۔ جب حاضر ہوئے ان سے فرمایا کہ بھائی اس نے تمہارا کیا قصور کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ میرے مزار پر پیشاب کیا۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بھائی! میرے پاس ہر قسم کا آدمی آتا ہے۔ تم کو بہت غصہ ہے یہاں نہ نبھے گا۔ بہتر ہے کہ کعبہ میں چلے جاؤ یہاں نہ رہو اور مجھ سے فرمایا کہ تیرا فرزند تو زندہ ہے تو کیوں روتی ہے۔ یہ فرمایا تھا کہ میرے کان میں اپنے بچے کے رونے کی آواز پہنچی۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی سے روایت ہے کہ بعد انتقال حضرت خواجہ کے امساک باراں ہوا خلقت

مرنے لگی۔ سلطان شمس الدین نے قاضی حمید الدین وغیرہ درویشوں سے استدعا کی کہ دعا کیجئے پانی برسے۔ خلق خدا پر بہت تکلیف ہے۔ قاضی جی نے فرمایا کہ حضرت خواجہ کا ختم کرو اور مجلس سماع ہو تاکہ عاشقان خدا کو شوق ذوق پیدا ہو۔ پانی برسے گا۔ الغرض ایسا ہی ہوا۔

صاحب مراۃ الاسرار روای ہیں کہ روحانیت حضرت خواجہ سے روح سالار مسعود غازی کو بہت کچھ فیض پہنچا ہے۔ اور سالانہ بحکم خواجہ کاربراری خلق کی کرتے ہیں۔ چنانچہ میر سید سلطان اپنے ملفوظ میں لکھتے ہیں کہ بندہ حسب اجازت پیر خود حضرت علاؤ الدین چشتی بارہ برس تک حوض پر پرانے قبرستان میں مشاہدہ اور مجاہدہ میں مصروف رہا۔ ایک بار سرہانے ایک قبر کے مشغول تھا کہ ایک بیمار مبتلائے برص چلا جاتا تھا۔ ناگاہ ایک نوجوان خوبرو خنگ سوار ظاہر ہوا اور چند تازیانے اس بیمار کے مارے کہ گر پڑا۔ تمام کھال اس کی ادھڑ گئی۔ میں نے دیکھا کہ پرانی کھال گر گئی۔ اندر سے اچھی کھال برآمد ہوئی۔ بیمار اسی وقت چلا گیا۔ میں یہ ماجرا دیکھ کر اس نوجوان کے پاس گیا اور استفسار کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ اس بیمار نے آستانہ خواجہ پر اپنی صحت کی التجا کی۔ میں نے بموجب حکم خواجہ کے اس کو بیماری سے نجات دی۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں سالار مسعود ہوں۔ مقام میرا بہرائچ ہے۔

صاحب اقتباس الانوار اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز بندہ روبرو قبر مبارک کے مشغول تھا۔ ناگاہ بے خود ہو گیا۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ قبر مبارک خواجہ شق ہوئی اور اس میں سے روحانیت حضرت بصورت شتیر کلاں مہیب، چشم ہائے روشن مثل آفتاب نکلی۔ میں یہ کیفیت دیکھ کر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد تخت نورانی پیدا ہوا۔ حضرت شتیر سے برآمد ہو کر اوائل عمر صاحب جمال ہو کر اس تخت پر بیٹھے۔ بعد اس کے اولیاء اللہ جوق در جوق آنے لگے کہ تمام احاطہ اولیاء سے پُر ہوا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ صورت احمدی اور میں جنبش بصورت محمدی اور پیشانی جامع کمالات صورت احمدی و محمدی دونوں ظاہر ہوئیں۔ اس وقت حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ شکل جو میرے دہن و چشم کی ہے مرتبہ فردیت و قطب حقیقت ہے۔ بعض اولیاء اس شکل سے فیض اٹھاتے ہیں اور صورت جیب جو میری پیشانی کی ہے۔ یہ شکل حقیقت محمدی و مقام محبوبیت ہے۔ ہمیشہ اس سے اولیاء کو فیض پہنچے گا اور وہ صاحب ولایت محمدی ہوں گے اور فیض اس شکل کا تیرے واسطے اللہ سے طلب کرتا ہوں۔ تجھ کو ملے گا اور جمال ان مجموعی شکلوں کا ایسا تھا کہ اگر ذرہ بھی اس کا اس عالم پر ظہور کرے تو تمام خلائق غلبہ شوق میں مر جائے اور تین شغل اس بےکس کو تعلیم فرمائے۔ ایک معدن احبت۔ دوسرا الجنام الاسرار۔ تیسرا مراقبۃ الانوار۔ کیا مرتبہ عالی ہے کہ یہ فقیر آناً فاناً فیضان حضور سے مشرف ہوا۔ شکر اس نعمت عظمیٰ کا کس طرح ادا کروں۔

صاحب مراۃ الاسرار سے روایت ہے کہ حضرت کے دو پسر تھے۔ ایک شیخ احمد کہ قبران کی پہلو خواجہ میں ہے۔ دوسرے شیخ محمد کہ انہوں نے خورد سالی میں انتقال کیا۔ حضرت خواجہ احمد کو شیخ احمد تیا جی کہتے ہیں اور

اولاد آپ کی زمانہ سلطان المشائخ تک زندہ رہی۔ خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ۔ مولانا بدر الدین بلخیؒ۔ شیخ ضیاء الدین رومیؒ۔ سلطان شمس الدین التمش۔ شیخ بابا سنجری بحر دریا۔ مولانا فخر الدین حلوائی۔ شیخ احمد نیاجی۔ شیخ حسین شیخ فیروز۔ شیخ بدر الدین سوز ناب۔ شیخ خضر قلندر۔ شیخ نجم الدین قلندر۔ شیخ پیر بخش۔ شیخ محمد بہاری۔ مولانا احمد۔ عاجزی کی سلطان۔ نصیر الدین قاضی۔ حمید الدین ناگوری۔ مولانا شیخ محمد۔ مولانا برہان الدین حلوائی۔ شیخ صوفی بدھنی۔ مولانا خضر الدین معین۔ شیخ جلال الدین ابو القاسم۔ شیخ نظام الدین ابو موید۔ شیخ تاج الدین منورہ۔ جلال الدین تبریزی وغیرہ۔

ذکر سلطان شمس الدین التمش بن ایلم خان ترک قدس اللہ سرہ العزیز

یہ بادشاہ رحیم اور کریم اور عادل اور کامل اور خلفائے نامدار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے تھے۔ اور منظور نظر خواجہ معین الدین کے۔ اس بادشاہ کا خاندان چشتیہ سے کمال اعتقاد تھا۔ ظاہر میں گویا بادشاہ تھا، مگر دل فقیر تھا۔ ان کا یہ قاعدہ تھا کہ کم کھاتے کم سوتے تمام شب بیدار رہتے۔ اپنے کسی کام کے واسطے غلام اور نوکر کو تکلیف نہ دیتے۔ رات کو ڈول رسی زیر پلنگ رہتی تھی۔ واسطے ادائے نماز تہجد کے جب تجدید وضو کرتے خود پانی بھر لیا کرتے تھے کہ دوسرا بے آرام نہ ہو اور آخری شب گدڑی اوڑھ کر شہر میں گشت کرتے جس کو تکلیف ہوتی اُس کو رفع کرتے۔ علماء اور صلحاء کو بہت کچھ دیتے تھے۔ یعنی تھیلیوں میں بھر کر پوشیدہ ان کے گھروں میں پھینک دیتے۔ اور حوض شمسی بنایا جس کی کیفیت اُوپر بیان ہو چکی ہے۔

اصل ان کی اس طرح پر ہے کہ یہ ترکستان کے بزرگ زادہ تھے۔ گردش روزگار سے بحالت گرفتاری وارد ہندوستان ہوئے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ پہلے ان کو صدر جہان نے خریدا۔ پھر سلطان شہاب الدین نے اور عہد حکومت قطب الدین میں یہ حاکم بدایوں ہوئے۔ پھر بعد سلطان قطب الدین کے سلطان آرام شاہ تخت دہلی پر بیٹھے ان سے امرائے دہلی بددل ہوئے۔ اور امیر علی اسماعیل سپہ سالار وغیرہ امرا نے سلطان آرام شاہ کو معزول کیا اور ان کو بدایوں سے بلا کر ۶۰۷ھ میں تخت پر بٹھایا کہ سلطان قطب الدین کے داماد بھی تھے۔ ان کے عہد میں بہت کچھ فتوحات ہوئیں۔ چنانچہ دسویں سال جلوس میں خوارزم شاہ داماد چنگیز خاں کو شکست دی۔ ملک گوالیار قبضہ میں آیا۔ اُجین فتح کیا۔ جہاں کا مندر منہدم کیا جو بارہ سو برس کا بنا ہوا تھا۔ مال غنیمت ہاتھ لگا۔ مہاراجہ بکرماجیت کی تصویر کو خراب کر کے دروازہ مسجد قوت الاسلام میں لٹکائی۔ فخر الملک بغدادی اور نظام الملک یہ دونوں وزیر کاروبار سلطنت کرتے تھے۔ یہ بادشاہ نہایت پابند سنت محمدی تھا۔ امورات خلاف شرع کو پسند نہ کرتا تھا۔ رسول مقبولؐ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ خضر علیہ السلام سے ملا۔ ۲۰۔ شعبان ۶۳۳ھ میں وفات پائی مزار عقب مسجد قوت الاسلام کے بطور زیارت گاہ کے موجود ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ سلطان رضیہ بیگم دختر اس کی نے جب

اس بادشاہ کا مقبرہ تیار کرایا اور وہ بن کر تیار ہو چکا، اسی شب کو آپ نے بشارت دی کہ میرے مقبرہ کا گنبد گرادو کیونکہ میرے حضرت خواجہ کے مزار پر بھی گنبد نہیں ہے۔ ترکِ ادب ہے۔ مجھ کو گنبد نیلی ہی کافی ہے۔ صبح وہ گنبد توڑ دیا گیا۔ چنانچہ ویسا ہی لب سڑک موجود ہے۔

حضرت مولانا بدرالدین غزنوی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ مرید اور خلیفہ عظیم حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے تھے۔ حضرت خواجہ آپ کو دوست رکھتے تھے اور بزرگی ان کی ملفوظات خواجگانِ چشت سے ظاہر ہے۔ آپ دراصل غزنی کے باشندے تھے۔ وہاں سے آپ پہلے لاہور میں تشریف لائے اور حضرت خواجہ کی کرامات کا شہرہ سنا۔ مشتاقِ زیارت ہو کر دہلی میں آئے۔ اور حاضر خدمت ہو کر خواجہ صاحبؒ کے مرید ہوئے۔ آخر مرتبہ خلافت پر پہنچے۔ بعض نے لکھا ہے کہ بمقام غزنی آپ نے خواب میں دیکھا کہ رشتۂ ارادت میرا ساتھ خواجہ کے درست ہوا۔ صبح سراسر شوق خواجہ میں دہلی آئے اور بطریق ظاہری بھی مرید ہوئے۔ آپ تذکیر بہت فرماتے تھے۔ اکثر کلمات محبت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس تذکیر میں بابا صاحب قاضی حمید الدینؒ۔ سید مبارک غزنویؒ و مولانا مجدالدین حاجی عاجزیؒ وغیرہ مشائخ دہلی بھی جمع ہوتے تھے اور سماع میں بہت غلو کرتے تھے۔

حضرت سلطان المشائخؒ سے روایت ہے کہ کسی نے پوچھا کہ مولانا آپ میں قوت اٹھنے بیٹھنے کی نہیں بوجہ ضعیفی کے مگر سماع میں یہ شورش کرنے کی قوت کہاں سے آجاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ قوت عشق کی ہے۔ سیرالاولیاء سے نقل ہے کہ مولانا بدرالدین کی خضر علیہ السلام سے ملاقات تھی۔ ایک بار آپ کے پدر بزرگوار نے کہا کہ فرزند مجھ کو بھی خضر علیہ السلام سے ملا۔ آپ نے عرض کیا بہتر ہے۔ ایک روز آپ تذکیر کر رہے تھے کہ ایک شخص آدمیوں سے دور بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے والد سے کہا کہ خضر علیہ السلام وہ بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بعد تذکیر بھی ملیں گے۔ آپ نے کہا، ہاں۔ مگر جب تذکیر ہو چکی خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور عمر شریف آپ کی ایک سو کئی برس کی ہوئی۔ رحلت آپ کی ۶۵۷ھ میں ہوئی۔ مزار پائین مزار خواجہؒ کے ہے۔

ذکر قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کبار مشائخ ہند اور خلیفہ شیخ شہاب الدین کے تھے۔ اور شمس الدین سمرقندی کی بھی صحبت سے فیضان حاصل کیا تھا۔ آپ کے والد کا نام عطا اللہ تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت اپنے پدر کے ہمراہ دہلی میں آئے۔ یہاں ان کے والد فوت ہوئے۔ عالم بے مثل تھے۔ بادشاہ وقت نے ان کو ناگور کا قاضی کیا۔ آپ نے تین برس

تک نہایت امانت اور دیانت سے ناگور کی قضا کو انجام دیا۔ ایک شب حضرت رسول مقبول کو خواب میں دیکھا کہ گویا ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ صبح ترک علائق کر کے حرمین شریفین کی طرف راہی ہوئے۔ جب بغداد پہنچے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو کر ایک سال کار فقر کو انجام دیا۔ بعدہٗ خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اسی جگہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے ملاقات ہوئی۔ پھر شیخ نے ان کو حرمین کی طرف رخصت کیا۔ ایک سال سات ماہ چند یوم مدینہ منورہ میں رہ کر بزرگان مدینہ طیبہ سے ملازمت کر کے تین سال تک معظمہ میں رہے۔ ایک روز طواف کعبہ میں یہ ایک بزرگ کے قدم بقدم طواف کر رہے تھے کہ انہوں نے منہ پھیر کر کہا کہ اے حمید الدین متابعت ظاہری سے کیا سود، متابعت باطن کر۔ آپ نے جواب دیا وہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں ہر قدم پر ختم قرآن کرتا ہوں۔ ان کے دل پر یہ خیال ہوا کہ معنی کلام شریف دل پر گزر جاتے ہوں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ لفظاً لفظاً ادا کرتا ہوں۔ یہ سن کر آپ کو زیادہ حیرت ہوئی۔ وہاں سے دہلی کو آئے۔ اور فریفتہ حضرت خواجہ قطب الدین ہو کر حضرت ہی کی خدمت میں سکونت اختیار کی اور انواع کمالات حاصل ہوئے۔ اور سماع سے بہت خوش تھے۔

صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ باوجود جامعیت علوم ظاہری و باطنی کے مزاج کے آپ میں ظرافت بھی تھی۔ ایک روز شیخ برہان الدین بلخی و قاضی کبیر الدین خوارزمی گھوڑوں پر سوار جاتے تھے۔ راہ میں ملاقی ہوئے قاضی کبیر نے کہا اے حمید الدین گھوڑا بہت چھوٹا ہے۔ آپ نے جواب دیا چھوٹا ہے ولیکن بڑوں سے بہتر ہے۔ فوائد شریف میں تحریر ہے کہ قاضی حمید الدین کو بابا صاحب سے بہت دوستی تھی۔ ایک روز بابا صاحب نے چاہا سماع سنیں مگر قوال حاضر نہیں تھے۔ شیخ بدر الدین اسحاق سے فرمایا وہ خط جو کہ حمید الدینؒ نے بھیجا ہے لا۔ شیخ بدرالدین نے وہ لفافہ لا کر حضرت کے روبرو رکھا۔ آپ نے خط نکال کر شیخ بدرالدین کی طرف اشارہ کیا کہ پڑھ۔ قاضی حمید الدین نے وہ خط نہایت عاجزی کے ساتھ لکھا تھا۔ سنتے ہی ذوق پیدا ہوا۔ اور وہ رباعی کہ جو آخر خط میں لکھی تھی یاد کی۔

رباعی یہ ہے ؎

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد — وآں روح کہ در جمال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز محمل — آں دید کجا کہ در جمال تو رسد

لکھا ہے کہ شہاب الدین سہروردیؒ نے آپ کے متعلق یہ فرمایا تھا کہ خلفائے فی الہند کبیرہ فہیم الدین ناگوری یعنی میرے خلفائے ہند میں سب سے بزرگ حمید الدین ناگوری ہے۔ آپ کے تین خلیفہ ہوئے ہیں۔ شیخ احمد نہروانی و عین القضاۃ و شیخ حسن رسن تاب۔ اور حضرت کثیر التصانیف تھے۔ رسالہ عشقیہ و مقامات الصفیہ وغیرہ کتب آپ کی تصنیفات سے ہیں۔

صاحب سیر الاولیاء سے روایت ہے کہ قاضی حمید الدین بعد نقل حضرت قطب اقطاب دس سال زندہ رہے۔

جب وقت آپ کا قریب آیا آپ نے اولاد کو وصیت کی کہ بندہ کو پایان مزار خواجہ کے دفن کرنا۔ بعد ۱۔ ربیع الثانی بقولے نویں رمضان ۶۷۶ھ میں رحلت فرمائی ۔ دفن کرتے وقت آپ کی اولاد نہ چاہتی تھی کہ ہم آپ کو پایان خواجہ صاحب کے دفن کریں۔ مگر آپ کی وصیت سے ناچار ہوئے اور چبوترا بلند بنوایا۔ آپ نے اسی شب کو بحالت خواب اپنے فرزند سے فرمایا کہ تم نے بلند چبوترا بنا کر مجھ کو روئے مبارک خواجہ سے شرمندہ کیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا پایان تربت خواجہ دفتر قاضی کے درمیان نماز گزاری ہے ۔ وہ ذوق اور حلت پائی ہے کہ بیان سے باہر ہے بعد اس کے فرمایا کہ مکان کا کیا اثر ہے ۔ یہ اثر ان دو بزرگوں کا ہے ۔ مجاورانِ آستانہ قطب الاقطاب سے جو صاحب قاضی کہلاتے ہیں آپ کی اولاد سے ہیں ۔

ذکر شیخ علی سنجری قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ محب خواجہ بزرگ کے اور خلیفہ خواجہ قطب الدین کے تھے ۔ کتب ہائے خاندان چشتیہ میں ہر جگہ ان کا ذکر ہے دلیل العارفین سے نقل ہے کہ خواجہ بزرگ خلافت نامہ آپ سے لکھوایا کرتے تھے ۔ بغیر ان کے تحریر کئے آپ دستخط نہ فرماتے ۔ بعض نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب سے بہت محبت تھی۔ خلیفہ خواجہ بزرگؒ کے تھے اور ہم عصر سلطان شمس الدین کے تھے ۔ جائے مزار آپ کا زیر منارہ مسجد قوت اسلام کے واقعہ ہے ۔

ذکر صاحبزادہ عالی قدر یعنی حضرت خواجہ احمد قدس سرہٗ

پسر بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ۔ آپ کو خواجہ احمد تیماجی بھی مشہور کرتے ہیں ۔ آپ عمر طبعی کو پہنچے تھے اور اولاد بھی ہوئی اور اکثر آپ کے فرزندوں سے تا عہد حضرت سلطان المشائخ زندہ تھے ۔ انہوں نے حضرت سے تکمیل علم الٰہی کی کی اور بعد انتقال کے پہلوئے والد اپنے میں دفن ہوئے ۔ چادر مزار قطب الاقطاب آپ کے مزار پر بھی رہتی ہے ۔ اور دو پسر چھوڑے تھے ۔ ایک خوجہ دوسرے ستیہ کبیر ۔ جب ان دونوں صاحبوں نے انتقال کیا تو صحن روضہ جدا اپنے میں مدفون ہوئے ۔ سن وفات حضرت کا کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آیا ۔

ذکر بابا حاجی روزبہ قدس سرہٗ

حضرت ان سے مشرب تھے ۔ اور بہت باکمال کہ آپ کی وجہ سے بہت لوگ مشرب باسلام ہوئے ۔ آپ خندق قلعہ سھتوارا میں مسکن گزین تھے ۔ وہیں آپ کا مزار ہے ۔ لکھا ہے کہ سب سے پہلے دہلی میں آپ ہی وارد ہوئے ہیں ۔ آپ کے خاندان کا کچھ پتہ نہ ملا کہ کس خاندان کے فقیر ہیں ۔

ذکر مولانا سعد و قاضی عماد رحمۃ اللہ علیہ

یہ دونوں صاحب اکابر علمائے دہلی سے تھے۔ اوّل بوجہ سماع کے حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے انہوں نے ردّ و کد کی۔ آخر حلقۂ ارادت میں آ گئے۔ مزار آپ کا پہلوئے خواجہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدّین ابوالمویدّ قدس سرّہ

آپ نبیرہ شمس العارفین اور خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے تھے۔ اپنے والد سے مجاز ہو کر فضائل صوری اور معنوی حاصل کیئے اور شیخ احمد غزنوی اور شیخ عبدالواحد کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور فیضان حاصل کیا۔ فوائد شریف سے نقل ہے کہ ایک بار بوجہ امساک باراں کے غلّہ گراں ہوا۔ خلقت پر سختی گزرنے لگی۔ تمام خلائق دہلی ہجوم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست دعا کی۔ آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور آستین اپنی سے ایک دامن نکالا۔ ایک تار اس میں سے جدا ہو گیا تھا۔ اس تار کو آسمان کی طرف کر کے کہا کہ الٰہی بحرمت اس ایک تار اُس بڑھیا کے دامن کے کہ جس نے تمام عمر نامحرم مرد کو نہیں دیکھا اور بحق راز و نیاز کے کہ وہ جو نیرے ساتھ رکھتی تھی بارش کر ورنہ جنگلوں میں بسر کروں گا۔ آبادی میں پھر کبھی قدم نہ رکھوں گا۔ اسی وقت ایسی بارش ہوئی کہ جنگل پانی سے بھر گئے ہر جگہ سیلاب ہو گیا۔ بعد اس کے لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ دامن کس کا اور کیسا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دامن ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے میری والدہ کو عنائت کیا تھا۔ وہ اس کو سر پر رکھ کر عبادت کیا کرتی تھیں۔ نام آپ کی والدہ کا بی بی سارا تھا۔ مزار دونوں صاحبوں کے پشت عیدگاہ کہنہ پر ہیں۔ شیخ جمال الدین کولوی آپ ہی کی اولاد سے تھے۔ اور ۶۷۳ھ میں شیخ نظام الدین نے وفات پائی۔

ذکر شیخ معزّ الدین دہلویؒ

پہلے نائب سلطنت تھے۔ بعدہٗ مرید حضرت قطب الاقطابؒ کے ہو کر فقر اور فاقہ اختیار کیا اور باکمال مشقت مقصود حقیقی پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مزار ان کا جوار روضہ خواجہ میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز قدس اللہ سرہٗ

آپ مرید قاضی حمید الدین کے تھے مگر حضرت خواجہ میں نہایت اعتقاد تھا۔ حضرت سلطان المشائخ سے نقل ہے کہ جس کا بردہ فرار ہوتا وہ آ کر حضرت سے دعا چاہتا۔ جس روز کے واسطے آپ فرماتے اسی روز وہ آ جاتا۔ ایک

روز حضرت کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے۔ دُعا کیجئے کہ وہ آجائے۔ فرمایا جا فلاں وقت آجائے گا مگر مجھ کو خبر کر دینا۔ اتفاقاً بردہ اس کے مکان پر آگیا۔ اُس نے حضرت کو خبر نہ کی۔ وہ پھر بھاگ گیا۔ غلام کے مالک نے پھر آکر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے پہلے خبر نہیں دی اب وہ نہ آوے گا۔ ملفوظات چشتیہ میں ہر جگہ آپ کا ذکر ہے۔ وفات آپ کی ۵۵۵ھ میں ہوئی۔ مزار متصل روضہ کے باہر دروازہ درگاہ بجانب حوض شمسی ہے۔ اور مشہور ہے کہ تیزی ذہن کے واسطے آپ کی قبر پر سے پتھر اٹھا کر لا رکھتے ہیں۔ جب کام ہو جاتا ہے اس کے برابر شیرینی تول کر تقسیم کرتے ہیں۔

شیخ فریدالدین ناگوریؒ نبیرہ سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوریؒ

صاحب سجادہ اپنے جد کے تھے عہد سلطان محمد تغلق دہلی میں آئے اور بجمنڈل کے پاس مقیم ہوئے اسی جگہ راہ خواجہ میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کی عمر سو برس کی ہوئی۔ سلسلۂ نسب آپ کا سعد بن زید سے عشرہ مبشرہ میں ملتا ہے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ کے مزار پر ایک بھاری پتھر پڑا ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ اس کو حالت سکر میں اپنی گردن میں ڈال کر تشریف لائے تھے۔ اس وجہ سے چاک پران کہتے ہیں۔ اصل چاک پیران ہے صحیح یہ ہے کہ آپ کا مزار لاڈو سرائے میں متصل مسعود بک ہے۔

حضرت دائی من میلؒ

اولاد شرفا اوش سے ہیں اور شیر دہ حضرت خواجہ قطب الدین ہیں۔ ہمیشہ ریاضت اور عبادت میں رہتی تھیں۔ جب خواجہ تولد ہوئے انہوں نے شیر پلایا اور محبت رکھتی تھیں۔ حضرت خواجہ نے ان کو اوش سے طلب کر کے خرقہ خلافت عطا فرما کر ولایت دہلی آپ کے متعلق فرمائی۔ آپ سے ہزاروں صاحب کمال ہو گئیں اور حضرت خواجہ نے ان کو پہلے حقوق ادا کئے۔ پھر اپنے گھر کا ان کو مختار کیا۔ یہ کبھی باہر مردانہ میں نہیں آئیں۔ مزار ان کا مقابل مسجد کہنہ دروازہ شرقی روضہ حضرت خواجہ کے واقع ہے۔

حضرت شیخ احمد رئیس قدس سرہٗ

مرید حضرت خواجہ کے اور ہر محفل پر حاضر رہا کرتے تھے۔ ہر شب مجلس رسول مقبولؐ میں حاضر ہوتے۔ ایک شب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے کہ حضورؐ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ صبح میرا اسلام قطب الدین کو پہنچانا اور ظاہر کرنا کہ تین روز سے تحفہ نہیں آیا۔ غفلت نہ ہوئے۔ جب یہ بیدار ہوئے کل ماجرائے شب حضرت سے عرض

کیا۔ حضرت نے فرمایا اب میں حضور سے منفصل ہوا۔ اب کبھی ناغہ نہ ہوگا۔ مزار ان کا روضۂ خواجہ میں پائیں مزار شیخ جلال الدین ابدالؒ کے واقعہ ہے۔

حضرت شیخ امام الدّین ابدال قدس سرہ

ہم شیر خواجہ کے تھے اور خالہ زاد بھائی ضیاء الدّین مرد غیب کے تھے۔ بمقام اوش و دیگر اکثر اولیاء کی خدمت سے مشرف ہوئے۔ علم ظاہری و باطنی بہم پہنچایا۔ خواجہ فریدالدّین گنج شکر سے ہم صحبت رہے۔ آپ کا یہ خیال تھا کہ جس کی طرف تیز نظر سے دیکھتے وہ اولیاء ہو جاتا۔ ہمیشہ ہمراہ ابدال سیر میں عجائب و غرائب زمانہ کا تماشہ کیا۔ آخر عمر میں بسبب محبّت والدہ یعنی دائی من میل اور زیارت حضرت خواجہ کے اوش سے دہلی آئے۔ جب حضور خواجہ میں پہنچے مرید ہونا چاہا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تمہارا نصیبہ ساتھ بدرالدّین کے ہے۔ ان کا مرید ہو۔ پس بحکم خواجہ مولانا بدرالدّین کے مرید ہوکر ریاضت و عبادت میں مشغول ہوئے۔ خلیفہ اور صاحب سجادہ اپنے پیر کے ہوئے۔ سماع بہت سنتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے بہت محبّت رکھتے تھے۔ جب حضرت سلطان المشائخ سماع سنتے تھے آپ کو ضرور طلب کیا کرتے تھے۔ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ وفات آپ کی ۔۔۔ھ میں ہوئی۔ پایانِ مزار خواجہ میں متصل مزار مولانا بدرالدّین کے آپ کا مزار ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدّینؒ عاشق خدا پسر شیخ امام الدّین ابدالؒ

مرید اور خلیفہ اپنے پدر کے تھے اور اپنے وقت میں شیخ عصر تھے۔ صاحب کلمات الصادقین نے لکھا ہے کہ مولانا بدرالدین غزنویؒ سے بھی فیض حاصل کیا ہے اور محبّت اور عشق حقیقی میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے تھے۔ ایک روز آپ کے یہاں مجلس عرس شیخ امام الدّین ابدال میں نان و گوشت تیار تھا مگر خلق بہت جمع تھی۔ خادم نے عرض کیا کہ کھانا بہت ہی کم ہے خلق کثیر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نان و گوشت کو ڈھانک کر بسم اللہ کہہ کر بانٹنا شروع کرو۔ اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حاضرین کو تقسیم بھی ہوا اور پھر جوں کا توں باقی تھا۔ مزار آپ کا عقب عیدگاہ کہنہ کے زیارت گاہ خلائق ہے اور شیخ شمس الدّین کا مزار بھی اسی جگہ ہے۔

شیخ حسن دانا قدس سرّہٗ

قاضی زادہ تھے۔ جب ان کے والد نے انتقال کیا۔ بادشاہ وقت نے محکمہ قضا ان کے سپرد کرنا چاہا۔ انہوں نے انکار کیا اور اپنے کو دیوانہ بنایا۔ جب یہ خبر حضرت خواجہؒ کو ہوئی۔ آپ نے فرمایا وہ دانا ہے کہ قضا کو قبول

نہ کیا۔ اس روز سے دانا مشہور ہوئے۔ جب خدمت حضرت میں پہنچے مرید ہو کر مقربان درگاہ سے ہوئے۔ مزار ان کا عقب مسجد روضۂ خواجہ واقع ہے۔

خواجہ حسن خیاط قدس سرہٗ

اولیائے کرام و علمائے عظام دہلی سے تھے۔ ترک لباس کر کے حضرت خواجہ کے مرید ہو کر فقر و فاقہ اختیار کیا ریاضت اور مجاہدات شاقہ میں مشغول ہوئے اور کار را بکمال پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ہمیشہ خانقاہ پیر و مرشد پر رہتے اور جامہ ہائے حضور میں بخیہ کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے خیاط مشہور ہوئے۔ مزار ان کا متصل دروازہ مسجد روضہ خواجہ واقع ہے۔

حضرت سید امجد و سید زین الدین قدس سرہٗ

ان دونوں بزرگوں کو کشف القبور تھا۔ بلا واسطے روح پاک حضرت خواجہ قطب الدین سے تربیت پائی ایک روز سید امجد کا گذر دریا پر ہوا۔ جب پانی میں اترے ڈوبنے لگے۔ ایک مرد نے پاس سے سر نکالا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ڈوبنے سے بچایا۔ انہوں نے معلوم کیا کہ وہ خواجہ تھے جنہوں نے بچایا۔ اس روز سے آستانہ کے باہر قدم نہ رکھا اور تصورِ مزار مبارک میں مشغول رہتے تھے۔ جب ان دونوں صاحبوں نے وفات کی حوض شمسی پر مدفون ہوئے مزار ان کے قریب مقبرہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے ہیں۔

حضرت شیخ احمد نہروانی قدس سرہٗ

خلیفہ قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی چشتی مرد بزرگ واقفِ اسرارِ حقیقت تھے۔ شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ ملتانی نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ مشغولی شیخ احمد نہروانی اکیلے کی دس صوفیوں کے برابر ہے۔ یہ حضرت وقت انتقال حضرت خواجہ دہلی میں موجود تھے۔ بعض وقت کار بافندگی میں حالت پیدا ہوتی کہ از خود رفتہ ہو جاتے اور کام خود بخود ہوا کرتا۔ ایک بار قاضی حمید الدین واسطے دیکھنے ان کے مکان پر آئے۔ آپ کام کر رہے تھے وہیں ملاقات ہوئی۔ قاضی صاحب نے چلتے وقت فرمایا کہ احمد کب تک کار اصلی کو چھوڑ کر اس کار میں مشغول رہے گا۔ یہ کار آگاہوں کا نہیں ہے۔ اس کار سے دست بردار ہو۔ وہ کار کہ جو کار آمد ہے اس میں کار آمد ہو کہ اس کار سے بیکاری بہتر ہے۔ بعد رخصت قاضی حمید الدین کے آپ اپنے آلہ کار میں میخ آہنی ٹھوکنے لگے۔ اتفاقاً وہ ہاتھ سے لگی۔ ہاتھ زخمی ہو گیا۔ پس اس کار سے بیکار ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ ۶۶۱ھ میں وفات پائی۔ مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ جلال الدّین تبریزی قدس سرّہ

عظام مشائخ خاندان چشت سے ہیں کہ فیض عام حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ سے حاصل کیا۔ بہت بڑے کامل تھے کہ جن کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ پہلے سات برس شیخ شہاب الدّین سہروردیؒ کی خدمت میں رہے، اور پھر شیخ ابو سعید تبریزیؒ کے مرید ہوئے۔ جب شیخ کا انتقال ہوا خدمات حضرت خواجہ بزرگؒ اور قطب الاقطاب میں رہ کر منزلیں طے کیں اور بدست قطب الاقطابؒ خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ ایک بار شیخ شہاب الدّین سہروردیؒ کے ہمراہ سفر حجاز میں تھے۔ ایک دیگدان ایسا تیار کیا کہ جس میں ہمیشہ آگ رہے اور سر کو آسیب نہ پہنچا دے۔ اس دیگدان میں دیگ طعام واسطے کھانے شیخ کے گرم رکھتے اور اس کو اپنے سر پر لئے رہتے۔ جب شیخ کھانا طلب کرتے گرما گرم حاضر کرتے۔

شیخ واحد الدین کرمانی سے نقل ہے کہ ایک بار سفر میں بندہ شیخ جلال الدّین کے ہمراہ تھا۔ جب ہم صحرائے بنی لام میں پہنچے راستہ ایسا سخت تھا کہ پیدل چلنا بہت مشکل ہوا۔ اسی وقت اونٹوں کے سوداگر آ گئے اور ہر اونٹ کی بیس اشرفی قیمت کہنے لگے۔ ہمارے قافلے والے جو متمول تھے سب نے شتر خرید کئے۔ باقی جو مفلس تھے ناچار ہوئے مجبوراً ہمراہ قافلہ کے چلے۔ جب شیخ جلال الدّین تبریزیؒ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی اونٹوں کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ پانچ سو شتر اور باقی ہیں جو فروختنی ہیں۔ آپ نے ایک ہانڈی لے کر اس میں ایک اشرفی ڈال کر چادر اپنی سے ڈھانکا اور یا لطیف کہہ کر ہاتھ ہانڈی میں ڈالا۔ بیس اشرفی نکلیں۔ اسی طرح کل شتر خرید کر کل اہل قافلہ کو تقسیم کئے۔

القصہ حضرت کا دہلی میں آنا۔ بادشاہ کا معتقد ہونا، شیخ نجم الدّین کا معاملہ پہلے طے ہو چکا ہے۔ بعد ان جھگڑوں کے آپ نے دہلی میں قیام کرنا مناسب نہ جان کر بدایوں میں تشریف لا کر اقامت اختیار کی۔ ایک روز آپ قرب شہر کنارہ تالاب پر مع چند اصحاب فروکش تھے۔ یکا یک اس جگہ سے اٹھ کر تجدید وضو کیا اور فرمایا کہ اے درویشو! آؤ نماز جنازہ شیخ نجم الدین صغریٰ ادا کرو۔ اس کا ابھی دہلی میں انتقال ہوا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا کہ میں بواسطہ تہمت اس کے دہلی سے بدر ہو کر یہاں آیا۔ لیکن وہ میرے پیروں کی غیرت سے جہان سے بدر ہوا۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ نجم الدّین صغریٰ نے اسی ساعت میں انتقال کیا تھا۔

ایک روز آپ شہر بدایوں میں اپنے دروازہ پر جلوہ نما تھے۔ ایک ہندو دہی بیچتا ہوا آ گیا۔ آپ کی نظر اس پر پڑی اسی وقت صدق دل سے مسلمان ہوا۔ آپ نے اس کا نام علی رکھا۔ یہ اپنے گھر جا کر کل مال و متاع اپنا لے کر حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں ملکیت اس کی سے در گزرا جس طرح آپ چاہیں صرف کریں۔ حضرت

نے کہا اس مال کو اپنے پاس رکھ جس جگہ کہوں گا خرچ کرنا۔ پس جس کو انعام دینا ہوتا علی سے فرماتے دس درہم دے دے۔ یہاں تک کہ دام دام خرچ ہوا کچھ باقی نہ رہا۔ صرف ایک درہم باقی تھا۔ علی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر اب شیخ کا حکم ہوا تو میں کہاں سے دوں گا۔ ناگاہ اسی وقت ایک سائل آیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک درہم تیرے پاس باقی ہے اس کو دے دے۔

ایک روز حضرت قاضی کمال الدین جعفریؒ کے مکان پر تشریف لائے۔ قاضی نماز میں تھے۔ آپ نے خادموں سے دریافت کیا قاضی کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نماز ادا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارا قاضی نماز پڑھنا جانتا ہے۔ یہ فرما کر اپنے مکان پر مراجعت کی۔ دوسرے روز قاضی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ آپ نے یہ کیا فرمایا کہ قاضی نماز پڑھنی جانتا ہے۔ نہایت افسوس ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ فقیروں کی نماز یہ ہے کہ جب تک کعبہ چشم ظاہری سے نہیں دیکھتے تکبیر اولیٰ نہیں کرتے۔ یہ نماز ان کی درجہ اولیٰ کی ہے اور بلند مرتبہ پر پہنچتے ہیں تو نماز ان کی عرش بریں پر ہوتی ہے۔ اگر تم کو یہ حال میسر ہے بے شک نماز ادا کرتے ہو ورنہ نہیں۔ قاضی کو یہ کلام صداقت نظام سن کر رنج تو ہوا مگر کچھ نہ کہا۔ اٹھ کر اپنے گھر آیا۔ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ شیخ جلال الدین عرش پر نماز ادا کرتے ہیں۔ پس صبح ہوتے ہی قاضی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت کچھ عرض کیا اور اپنے پسر سیف الدین کو حضرت کا مرید کرایا۔

ایک بار شیخ میں اور شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی میں کچھ رنجش ہو گئی۔ اس کی کیفیت اہل کتاب نے یوں لکھی ہے کہ دونوں بزرگوار نے باہم کچھ سیاحت کی۔ ایک بار شیخ فریدالدین عطارؒ کے شہر میں وارد ہوئے۔ شیخ بہاؤالدینؒ تو یادِ حق میں مشغول ہوئے اور شیخ جلال الدین برائے سیر شہر میں آئے۔ ناگاہ شیخ فریدالدین عطار کی خانقاہ میں پہنچے۔ جب فریدالدین عطار کو دیکھا ان کے انوار کمالات میں محو ہو گئے۔ جب اپنی قیام گاہ پر آئے شیخ بہاؤالدین سے کل حال بیان کیا۔ اس پر شیخ بہاؤالدین نے کہا کہ اس وقت تم اپنے مرشد کے کمال اور انوار کو بھی یاد لاتے تھے۔ انہوں نے کہا میں بالکل محو ہو گیا تھا۔ مجھ کو کچھ خبر نہ رہی تھی۔ شیخ بہاؤالدین کو یہ بات بری معلوم ہوئی۔ ان کی صحبت ترک کی۔

الغرض آپ نے ایک عرصہ تک بدایوں میں قیام فرمایا۔ آخر بامر اللہ تعالیٰ سفر بنگالہ کا اختیار کیا۔ جب چلے تو علی نو مسلم کو جو حلقہ ارادت اور گروہ درویشوں میں آچکا تھا پیچھے شیخ کے دوڑا۔ شیخ نے فرمایا کہ جا۔ اس نے عرض کیا کہ بغیر حضرت کے میں یہاں رہنا نہیں چاہتا۔ پھر آپ نے ارشاد کیا کہ جا اسی جگہ رہ۔ ہم نے بحکم خدا تجھ کو اس شہر کا قطب کیا اور میں ہمیشہ تیرے روبرو رہوں گا۔ مجھ میں اور تجھ میں کچھ حجاب نہ ہو گا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ علی قطب بدایوں کا ہوا اور اس سے بھی کرامات کا بہت کچھ اظہار ہوا اور جب وہ چاہتا تھا شیخ کو ظاہر پاتا تھا۔

پس جب حضرت بنگالہ میں پہنچے تمام خلق نے رجوع کیا اور خانقاہ تیار ہوئی۔ زمین مول لے کر باغ لگوائے اور پھر ان کو وقف فرمایا۔ تا حال ہزاروں مسافر و مقیم خانقاہ پر پلتے رہے۔ اس جگہ پر قدیم بت خانہ تھا۔ آپ نے اپنی کرامت سے

ان کو مسمار کیا اور اسی جگہ مسجد تعمیر کی۔ پجاری وہاں کے مسلمان ہوئے۔ مزار آپ کا اسی بت خانہ کی جگہ پر ہے۔ وفات حضرت کی سنہ ۶۲۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد ترک نارنولی قدس سرہٗ

آپ کو پیر ترک اور سلطان ترک بھی کہتے ہیں۔ مرید خواجہ عثمان ہارونی رحؒ کے بھائی خواجہ بزرگ رحؒ کے۔ مگر حضرت خواجہ بزرگ سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ لکھا ہے کہ پہلے نارنولی میں ہندو بہت رہتے تھے اور حضرت کے ہمراہی مسلمان کم تھے۔ ہندوؤں نے ارادہ کیا کہ مسلمانوں کو قتل کریں۔ چنانچہ بروز عید مسلمان نماز میں تھے۔ ہندوؤں نے یہ وقت غنیمت جانا مسلمانوں پر آ پڑے۔ بہت اہل اسلام عین سجدہ میں شہید ہوئے۔ اسی روز حضرت نے بھی جام شہادت نوش کیا اور خاص اپنے مکان میں مدفون ہوئے۔ اس شہر میں بہت سے شہداء کے مزار ہیں لیکن دو بہت بزرگ اور مشہور ہیں ایک تو حضرت، دوسرے وہ کہ جن کا مزار نشیب میں ہے۔ ان دونوں مزاروں سے اب تک کرامات و فیضان جاری ہے صاحب اخبار الاخیار ناقل ہیں کہ ایک بار شاہ نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحؒ چراغ دہلی کو بوجہ کسی رنجش کے ٹھٹھہ جانے کا حکم دیا اور آپ نارنول ہو کر راہی ہوئے۔ جب کوس بھر کا فاصلہ رہا آپ ڈولی سے اتر کر پاپیادہ ہوئے۔ جب مقبرہ حضرت شیخ محمد کے قریب پہنچے تو اس مقبرہ کے آگے ایک بھاری پتھر پڑا تھا۔ دست بستہ اس پتھر کے روبرو کھڑے رہے۔ بعد اس کے روضہ میں جا کر فاتحہ ادا کی۔ ایک شخص نے یہ حال دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ روح پُرفتوح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پتھر پر مثل خورشید جلوہ گر ہے۔ جب تک وہ صورت میرے روبرو رہی میں اس پتھر کی طرف متوجہ رہا۔ بعد اس کے روضہ میں گیا۔ جس کو کوئی مشکل پیش آوے تو اس روزہ کی طرف رجوع کرے امید ہے کہ مشکل آسان ہو۔

ایک شخص نے بیباکی سے عرض کیا کہ آپ کو بھی تو اس وقت مشکل کا سامنا ہے۔ آپ بھی اس کی آسانی کے واسطے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ انشاءاللہ آسان ہوگی۔ حضرت نارنول سے چل کر تھوڑی دور گئے تھے کہ بادشاہ دہلی نے انتقال کیا۔ شیخ واپس ہو کر پھر دہلی میں تشریف لائے۔ وفات شیخ محمد قدس سرہٗ کی سنہ ۶۴۲ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر مسعود قدس سرہ

سلطانِ واصلانِ حق و برہانِ فانیانِ ذاتِ مطلق تھے۔ تمام مشائخ ان کے کمال و عرفان محویت اور وجدان پر متفق ہیں اور ریاضت و مجاہدہ ترک و تجرید و فقر شوق جو حضرت کو تھا کم ہی ہر کسی کو میسر ہوتا ہے۔ تھوڑی سی ہی توجہ سے ساکنانِ ناسوت کو بمقام لاہوت پہنچاتے تھے اور اول سے تا آخر صفائے باطن میں کوشش کی اور آخرت کو نظر بھر کر بھی کبھی نہیں دیکھا۔ باوجود ایسے کمالات کے وہ خلق محمدی تھا کہ تمام خلقت حسن سیرت سے حضرت کی فریفتہ تھی اور آپ تمام خلفائے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلوی میں محبوب ترین اور صاحب سجادہ تھے۔

نسب سلسلہ حضرت کا حضرت امیرالمومنین عمرؓ بن خطاب تک اس طرح ملتا ہے۔ یعنی حضرت گنج شکر بن شیخ سلیمان بن شیخ سلیمان بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن احمد معروف فرخ شاہ کابلی الملقب بن نصیرالدین محمود بن شیمان شاہ بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ بن واعظ الاصغر بن واعظ الاکبر بن ابوالفتح بن حضرت سلیمان ابراہیم بن ادھم بلخی بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن امیرالمومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ قول صاحب سیرالاولیاء کا ہے مگر بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ابوالفتح اسحاق پسر سلطان ابراہیم لاولد تھے۔ اور آپ کے والد جمال الدین سلیمان ہمشیرہ زادہ سلطان محمود غزنوی کے تھے۔

سیرالاولیاء میں لکھا ہے کہ فرخ شاہ بادشاہ کابل تھے۔ تمام سلاطین ان کے مطیع تھے اور یہ سلطنت کابل کی سلطنت غزنی سے پہلے تھی۔ جب سلطنت غزنی کو قوت ہوئی سلطنت کابل شامل سلطنت غزنی ہوگئی۔ لیکن فرزندان فرخ شاہ کابل میں رہے۔ آخر چنگیز خاں نے خروج کر کے ایک عالم کو زیر و زبر کیا اور کابل بھی تاراج ہوا۔ اسی جھگڑے میں آپ کے پردادا شیخ احمد نے شربت شہادت نوش کیا اور آپ کے جد شیخ شعیب مع اپنے عیال و اطفال کے لاہور میں آئے۔ بعد چند روز کے قصور میں پہنچے۔ قاضی قصور نے ان کی بہت مدارات کی اور ان کی کیفیت سے بادشاہ کو مطلع کیا۔ بادشاہ نے قضا قصبہ کوٹھی کی جو قریب ملتان کے ہے تفویض کی۔ آپ کے دادا اور والد دونوں صاحبوں کے مزار قصبہ کوٹھی میں ہیں۔ لکھا ہے کہ قاضی سلطان کے تین پسر ہوئے۔ اول شیخ عزیزالدین محمود، دوسرے شیخ فریدالدین مسعود، تیسرے شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ اسرارہم۔ اور مادر ان بزرگوں کی بی بی قرسم خاتون دختر

مولانا وجیہہ الدین کی بیٹی تھیں۔ ان کے ملفوظات خواجگانِ چشت میں اکثر موجود ہیں۔ یہ بی بی ماآب صالح واصلانِ حق سے تھیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ شیخ کمال الدین سلطان محمود غزنوی کی ہمشیرزادہ نہ تھی۔

لکھا ہے پہلا نام حضرت کا مسعود تھا۔ حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مہربانی سے فریدالدین نام عنایت کیا اور روایت صحیح یہ ہے کہ فریدالدین غیب سے ملقب ہوئے۔ اور کتب ہائے مشائخ سے ثابت ہے کہ حضرت کے ایک سو ایک نام ہیں۔ ان کا پڑھنا واسطے ہر حاجت کے کافی ہوتا ہے۔ چنانچہ تجربہ یہی ہے۔ وہ اسمائے مبارک یہ ہیں۔ شیخ فرید۔ خواجہ فرید، مخدوم فرید۔ بابا فرید۔ شاہ فرید۔ مولانا فرید۔ حاجی فرید۔ درویش فرید۔ عاجز فرید مسکین فرید۔ غریب فرید۔ موجود فرید۔ فرید مسعود۔ فرید محمود۔ فرید قاصد۔ فرید مقصد۔ فرید چشتی۔ فرید جودھنی۔ فرید حامد۔ فرید کامل فرید مکمل۔ فرید خادم۔ فرید متوکل۔ فرید سالک۔ فرید مسالک۔ فرید زاہد۔ فرید عابد۔ فرید عالم۔ فرید صادق۔ فرید صابر۔ فرید شاکر فرید امام۔ فرید مجتہد۔ فرید متدین۔ فرید متقی۔ فرید محب۔ فرید مرشد۔ فرید حق۔ فرید وکیل۔ فرید خالص۔ فرید مخلص۔ فرید عاشق۔ فرید عارف۔ فرید اعظم۔ فرید معظم۔ فرید ہادی۔ فرید مہدی۔ فرید ولی۔ فرید سخی۔ فرید قطب۔ فرید غوث فرید ملبعث۔ فرید سیاح۔ فرید جہاں گشت۔ فرید کبر۔ فرید گنج شکر۔ فرید الحق۔ فرید حبیب۔ فرید عزیز۔ فرید مقبول فرید صوفی۔ فرید صاحب۔ فرید عشق۔ فرید مدقق۔ فرید خبیر۔ فرید مخیر۔ فرید سلطان۔ فرید فرمان۔ فرید واصل۔ فرید قدیم فرید قادم۔ فرید اوّل۔ فرید آخر۔ فرید ظاہر۔ فرید باطن۔ فرید جل۔ فرید تحمل۔ فرید بر۔ فرید بحر۔ فرید تجلی۔ فرید محبت فرید نور اللہ۔ فرید نظر اللہ۔ فرید فضل اللہ۔ فرید فیض اللہ۔ فرید صبغۃ اللہ۔ فرید لعظمۃ اللہ۔ فرید قطب الاقطاب۔ فرید انہ الہد۔ فرید اہل اللہ۔ فرید سر اللہ۔ فرید عزیز اللہ۔ فرید روح اللہ۔ فرید عبد اللہ۔ فرید محیط اللہ۔ فرید مشکل کشا فرید قاضی الحاجات۔ فرید۔

چاہئے کہ جس کار کے واسطے پڑھے چالیس روز میں ایک لاکھ تمام کرے۔ جو وقت مقرر کرے اسی وقت پڑھے اگر کل نہ ہو سکیں تو یہ پانچ نام ضرور پڑھیں۔ شیخ فرید۔ مولانا فرید۔ خواجہ فرید۔ حاجی فرید۔ درویش فرید۔ اور ان کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی مہم پیش آئے باوضو پہلے ۴۱ بار آیت الکرسی۔ پھر ۴۱ بار سورہ اخلاص اور ۱۰۰ بار درود شریف اور ۵۰۰ بار سبحان اللہ تا آخر اور قرآن میں سے جس قدر ممکن ہو پڑھ کر اوّل سو بار شیخ فرید۔ پھر سو بار خواجہ فرید۔ پھر سو بار مولانا فرید۔ پھر سو بار درویش فرید۔ پھر سو بار حاجی فرید پڑھ کر اسی جگہ سو رہے۔ یعنی بعد نماز عشاء کے پڑھا کرے۔ حضرت کو خواب میں دیکھے گا۔ جو حاجت ہو عرض کرے۔ جیسا حکم ہو اس پر کاربند ہو اور سوتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور یا غفور اور یا اللہ اور یا ہو تین تین بار اپنے سینہ پر اپنی انگشت سے لکھے انشاء اللہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔

بعضے ملفوظات پیران چشت میں لکھا ہے کہ جب حضرت گنج شکرؒ حمل میں تھے تو آپ والدہ کو بیروں کی طرف

رغبت ہوئی۔ ان کے ہمسایہ میں ایک درخت بیری کا پھلا ہوا تھا۔ آپ بے اجازت مالک کے چند بیر توڑنا چاہتی تھیں کہ کھاویں۔ آپ نے اندر شکم والدہ کے بے قراری کی کہ جس کی وجہ سے والدہ حضرت بے قرار ہوئیں اور بیر ہاتھ سے گر گئے۔ لکھا ہے کہ جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کی والدہ نے عذر کیا کہ فرزند! تیرے حمل کے دنوں میں کبھی کوئی چیز مشکوک نہیں کھائی۔ آپ نے جواب دیا کہ بے اجازت مالک بیری کے چند بیر آپ نے توڑے۔ میں نے بیقراری کرکے آپ کو مال مشکوک سے بچا دیا۔ یاد کیجئے۔ یہ سُن کر والدہ حضرت متحیر ہوئیں کہ میں نے تو اس کا اظہار کبھی کسی سے نہیں کیا اور جو یہ پسر کہتا ہے سچ کہتا ہے۔

صاحب سیر السالکین سے روایت ہے کہ ۲۹ شعبان کو ابر آسمان پر محیط تھا۔ مسلمانانِ شہر آپ کے والد قاضی سلیمان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آج ۲۹ تاریخ ہے۔ اگر حکم ہو تو کل روزہ رکھیں۔ آپ نے فرمایا چاند میں شک ہے اور صورت شک روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اس وقت ایک بزرگ تھے کہ جن پر گمان ابدال کا تھا مقیم تھے ان کی خدمت میں آئے اور یہ مسئلہ پوچھا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ آج کی رات قاضی کے یہاں بچہ پیدا ہوگا وہ قطب ہوگا اگر کل اُس نے شیر نہ پیا تو کل تم بھی روزہ رکھو۔ اگر اُس نے دودھ پیا تو کل روزہ نہ ہوگا۔ الغرض اسی شب کو حضرت تولد ہوئے اور صبح شیر نہ پیا اور روزہ رکھا۔ تمام شہر نے حضرت کی متابعت سے روزہ رکھا۔ جب وقت افطار کا آیا آپ نے پستانِ مادر دہن مبارک میں لیا اور شیر نوش کیا۔ اسی طرح تمام روزے رکھے۔

صاحب سیر العارفین حضرت سلطان المشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت مکتب میں بیٹھے تھوڑے ہی دنوں میں قرآن حفظ کیا اور تحصیل علوم سے فارغ ہوئے اور شہر ملتان میں مسجد مولانا شہاب الدین میں کتاب نافع پڑھتے تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ملتان ہوئے اور اسی مسجد میں ٹھہرے۔ شیخ کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ اے میرے لڑکے کیا پڑھتا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ نافع پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نافع ہوگا۔ یہ بات آپ کی ایسی مؤثر ہوئی کہ مرید ہوئے۔ جب خواجہ دہلی میں تشریف لانے لگے آپ بھی ہمراہ ہوئے۔ خواجہ نے فرمایا کہ نافع جگہ نہ کہ علومِ ظاہری کی تحصیل کر۔ بعد اس کے میرے پاس آنا کیونکہ زاہد بے علم تسخیر شیطان میں آ جاتا ہے۔ حضرت ملتان سے قندھار میں آئے۔ بعد تحصیل علوم بغداد میں پہنچے۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور سیف الدین باخرزی و سعدی حموی بہاؤ الدین و شیخ واحد الدین کرمانی و شیخ شہاب الدین محمد نیشاپوری سے شرف حضوری حاصل کرکے مستفیض ہوئے۔ بعد اس کے مقام دہلی خدمتِ پیر روشن ضمیر میں حاضر ہوئے۔ حضرت قطب الاقطاب نے ایک جُدا حجرہ آپ کی عبادت کے واسطے مقرر فرمایا۔ بعد تربیت کمال کو پہنچ کر مشرف بخرقہ خلافت ہوئے۔ چنانچہ حضرت نے خود فرمایا ہے کہ میں نے شیخ شہاب الدین کو خود دیکھا اور ان کی صحبت میں رہا۔ ہر روز دس ہزار دینار سے کم فتوح نہ تھا مگر وہ صبح سے شام تک سب راہِ خدا میں صرف فرماتے۔ کل کے واسطے ایک پیسہ نہ رہتا تھا خود

حضرت بابا صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ بغداد میں میں نے شیخ اجل شیرازیؒ کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے۔ مجھ کو انہوں نے یہ دُعا دی کہ تیری روزی میں برکت ہو۔ جب میں بغداد سے باہر آیا۔ ایک درویش کو ایسا دیکھا کہ صرف پوست اور استخوان باقی تھا۔ چند روز ان کی صحبت میں رہا۔ وہاں سے بخارا آیا۔ شیخ سیف الدین باخرزی کو دیکھا۔ بڑے بزرگ تھے میں آداب بجالاکر نزدیک ان کے بیٹھا۔ جب میری طرف ملاحظہ کرتے فرماتے کہ یہ لڑکا مشائخ روزگار میں سے ہوگا۔ تمام اس کے مرید اور فرزندوں سے بھر جائے گا اور کمبل سیاہ جو اوڑھے ہوئے تھے بندہ کو عنایت کرکے فرمایا کہ اس کو اوڑھ لے۔ چند روز اس بزرگ کی خدمت میں رہا۔ وہاں سے چل کر ایک مسجد میں آیا۔ اس کے پاس ایک بزرگ رہتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ہوا کی طرف آنکھیں بند کئے کھڑے ہیں۔ چار روز یہی کیفیت رہی۔ بعدہٗ آنکھ کھولی۔ میں نے سلام کیا۔ جواب دیا اور فرمایا بیٹھ۔ جب میں بیٹھا۔ آپ نے کل کیفیت بندہ سے بیان کی۔ اس شب کو بھی میں ان کی خدمت میں رہا۔ جب صبح ہوئی ان بزرگ کو نہ پایا۔

وہاں سے چل کر بدخشاں میں پہنچا اور وہاں کے بزرگوں سے ملا۔ وہاں سے پھر ملتان آیا۔ شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ سے مصافحہ ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ اپنا کام کہاں تک پہنچایا۔ میں نے کہا کہ اگر میں کہوں تو آپ کرسی پر بیٹھ کر ہوا پر تشریف لے جاویں۔ یہ کہتے ہی کرسی ہوا پر سے پیدا ہوئی۔ شیخ بہاؤالدین نے ہاتھ اس پر مارا اور کہا کہ مولانا فرید خوب انجام دیا۔ وہاں سے اٹھ کر دہلی میں آیا اور یادِ حق میں مشغول ہوا۔ حضرت نے مجھ کو نعمت عطا کی اور فرمایا کہ مولانا فرید تو اپنا کام پورا کرکے میرے پاس آنا۔

حضرت کے مشاغل اور مجاہدے اور ریاضت عبادات مشہور ہیں اور حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ بابا صاحب نے ایک بار فرمایا کہ میں بمقام سیستان مجلس شیخ واحدالدین کرمانی میں موجود تھا کہ دو فقیر آئے۔ کچھ ذکر کرامات فقر کا ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ ان دونوں نے کہا کہ اس محفل میں جتنے درویش ہیں اپنی اپنی کرامات دکھائیں۔ اوّل صاحب خانہ کی طرف اشارہ ہوا۔ انہوں نے فرمایا والئ شہر مجھ سے بدعقیدہ ہے۔ طرح طرح کی تکلیفیں دیتا ہے۔ تعجب ہے کہ آج میدان سے سلامت آوے۔ اسی وقت خبر آئی کہ حاکم شہر گھوڑے پر سے گر کر مر گیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم کچھ دکھاؤ۔ میں نے مراقبہ کیا اور حاضرین سے کہا کہ آنکھیں بند کرو۔ سب نے اپنے کو کعبہ میں دیکھا۔ جب آنکھ کھولی اسی مجلس میں پایا۔ اور ان دونوں مسافروں نے اپنے خرقے اوڑھے اور معاً غائب ہو گئے۔ فقط خرقے پڑے رہے۔

صاحب مراۃ الاسرار و فوائد السالکین حضرت گنج شکرؒ سے ناقل ہیں یعنی حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں شرف ارادت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ملا۔ چہار کلاہ ترکی سرِ دُعاگو پر رکھ کر بہت شفقت فرمائی۔ اس وقت قاضی حمیدالدین۔ مولانا علی کرمانی۔ سید نورالدین مبارک۔ شیخ نظام الدین۔ ابوالمویدؒ۔ مولانا شمس ترک۔ شیخ محمود موئینہ دوز

وغیرہ حاضر تھے۔ حضرت قطب الاقطاب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ کی ذاتی قوت اور تصحیح ایسی چاہیئے کہ جو کوئی اس کے پاس مرید ہونے آوے، وہ قوت نظر باطنی اپنی سے زنگ اس کے سینہ کا صاف کرے کہ کچھ کدورت سینہ میں باقی نہ رہے۔ بعد اس کے اس کا ہاتھ پکڑے اور خدا رسیدہ کر دے۔ لکھا ہے کہ حجرہ آپ کا قریب دروازہ غزنوی کے نیچے بُرج کے تھا۔ آٹھویں روز مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے باقی یاد حق میں مشغول رہتے۔

صاحب سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ جب حضرت گنج شکر نے چاہا کہ مجاہدہ زیادہ کریں خواجہ کی خدمت میں عرض کیا۔ خواجہ نے فرمایا کہ پہلے روزہ طے کر۔ جب غیب سے پہنچے افطار کر۔ تیسرے روز غیب سے روٹیاں آئیں آپ افطار کرتے۔ بعد ایک ساعت کے جی متلاتا اور قے ہو جاتی۔ معدہ پاک ہو جاتا تھا۔ بعد چند روز کے حضرت نے یہ حال خدمت خواجہ میں عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مسعود طعام خماری سے افطار کرتا تھا۔ عنایت حق تیرے شامل حال ہے کہ وہ طعام تیرے شکم میں نہیں ٹھہرتا۔ اب چھ روز کے بعد افطار کر۔ بعد چھ روز کے اشتہا جب غالب ہوئی ہاتھ زمین پر مارا۔ ایک سنگریزہ ہاتھ میں آیا۔ جب اس کو منہ میں رکھا شکر ہو گئی۔ اس وقت اس کو منہ سے باہر کیا۔ اسی طرح چار بار اشتہا ہوئی اور سنگریزہ منہ میں ڈالا شکر ہو گیا۔ پھر دل میں خیال آیا کہ خواجہ نے فرمایا تھا کہ جو غیب سے پہنچے اس سے افطار کرنا۔ شاید یہ افطاری غیب سے پہنچتی ہے۔ چند سنگریزے اٹھا کر کھائے یہ شکر ہو گئے۔ جب صبح ہوئی خدمت خواجہ میں حاضر ہو کر تمام حال عرض کیا۔ خواجہ نے کہا خوب کیا جو غیب سے ہے وہ نیک ہے حال مانند شکر کے شیریں رہے گا۔ اس روز سے گنج شکر خطاب ہوا اور یہ فرمایا ؎

سنگ در دستِ تو گوہر گردد　　زہر در دہنِ تو شکر گردد

صاحب سیر العارفین نے لکھا ہے کہ ایک روز شیخ کی خدمت میں آئے۔ بسبب ضعف کے زمین پر گر پڑے۔ تدرے مٹی منہ کے پاس پہنچی۔ شکر ہو گئی۔ اس روز سے گنج شکر ہو گئے۔ اور صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ سوداگر چند بیلوں پر شکر لادے جاتے تھے۔ شیخ نے اُن سے شکر طلب کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ نمک ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ نمک ہوگا۔ جب سوداگروں نے بوریا کھولیں تو ان میں سے نمک نکلا۔ بہت شرمندہ ہو کر شیخ کی خدمت میں آ کر عرض کیا۔ جب آپ نے کرم کی نگاہ کی پھر بدستور شکر ہو گئی۔ نواب بیرم خاں خانخاناں نے کہا ہے ؎

کانِ نمک جہانِ شکرِ شیخ بحر و بر　　آں کہ از شکر نمک کند واز نمک شکر

صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ وہ سوداگر یہ کرامت دیکھ کر معتقد ہو گئے۔ سردار کا نام عالم تھا ایک نقل ہے کہ حضرت کو ایام طفولیت میں شیرینی سے بہت ذوق تھا۔ جب آپ کی والدہ نماز پڑھتی تھیں مصری کے ٹکڑے زیر مصلّے رکھتی تھیں۔ جب سلام پھیرتی تھیں ان کو اشارہ کرتیں اس جگہ مصری رکھی ہے۔ ایک روز والدہ حضرت کی مصری زیر مصلّے رکھنی بھول گئیں۔ آپ نے موافق عادت کے زیر مصلّے ہاتھ ڈالا۔ بہت سی ڈلیاں مصری کی نکلیں آپ

نے فرمایا مادر آج تم مصری رکھنی بھول گیئں۔ پروردگار نے مجھ کو بہت سی مصری دی۔ والدہ نے فرمایا اے پسر یقین ہوا
کہ تو ضائع نہ ہوگا اور نسل شکر شیریں رہے گا۔ اُس روز سے گنج شکر خطاب پایا اور خود بخود مشہور ہوئے۔

ایک نقل ہے کہ جناب سرور عالمؐ نے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کی خبر دی تھی۔ اور گنج شکر ملقب فرمایا
تھا۔ صاحب گلشن اولیاء سے نقل ہے کہ سات سو برس پہلے ظہور شیخ فریدالدین سے اکثر مشائخ سلف نے آپ کی
خبر دی تھی کہ ایک شخص کامل پیدا ہوگا۔ گنج شکر کہلائے گا۔ بہت کو قرب خدا میں پہنچائے گا۔ اس کے مرید قطب روزگار
ہوں گے۔ اور روایات معتبرہ اس طرح بھی ہیں کہ حضرت جنگلوں پہاڑوں میں ریاضت فرماتے تھے۔ سوائے گھاس خشک
اور پتوں کے کچھ نہیں نوش فرماتے تھے۔ ایک روز تشنہ ایک چاہ پر پہنچے۔ راہ دیکھنے لگے کہ ڈول رسّی آئے تو پانی
پیوں۔ دیکھا کہ ہرنوں کی ڈار آئی۔ ان کے آتے ہی چاہ نے جوش مارا۔ وہ ہرن پی کر روانہ ہوئے۔ جب آپ نے
پانی پینے کا قصد کیا، پانی سمٹ کر پھر چاہ میں چلا گیا۔ آپ نے بدرگاہ باری عرض کی کہ پروردگارا! جانوروں کو پانی دیا
میں جو تمہاری راہ میں چلا ہوں مجھ سے پانی دریغ رکھتا ہے۔ فرمان ہوا کہ فرید تیری نظر ڈول رسّی پر تھی۔ ہرنوں کی نظر
ہماری طرف تھی اس وجہ سے ان کو پانی دیا تجھ کو نہ دیا۔ اسی وقت آپ اس چاہ میں ۴۰ روز لٹکتے رہے اور نفس کو پانی نہ
دیا۔ بعد ۴۰ روز کے نمدر سے خاک منہ میں ڈال کر افطار کیا۔ وہ خاک منہ میں پڑتے ہی شکر ہوگئی۔ اسی وقت اس کو تھوک
دیا۔ آواز آئی کہ اے میرے فرید تیرا چلّہ قبول ہوا اور آج سے تجھ کو گنج شکر کیا۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت نے حضرت خواجہ سے عرض کیا کہ بہت سخت ایک چلّہ کروں۔ آپ نے فرمایا کہ فرید
کچھ حاجت نہیں۔ یہ باتیں واسطے شہرت کے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس روز سے بہت ڈرا خیال اور پشیمانی ہوئی
کہ میں نے ایسی بات کہی جو خاطر مبارک پر ناگوار گزری۔ الغرض بعد چند روز کے حضرت قطب الاقطاب نے فرمایا کہ ایک
چلّہ معکوس کر۔ آپ نے ارشاد کیا جس ترکیب سے ارشاد ہو کروں۔ خواجہ نے فرمایا کہ ایسی مسجد ہو کہ جس میں سوائے
مؤذن کے اور کوئی نہ رہتا ہو۔ بعد نماز عشاء کے مسجد خالی رہتی ہو اور مؤذن بھی دیندار و امانت دار ہو۔ اس مسجد میں
کنواں ہو کنوئیں پر درخت ہو۔ ایسی جگہ تمام شب الٹا لٹک کر مشغول ہو کہ چلّہ پورا ہو جائے۔ پس موجب ارشاد پیر
روشن ضمیر ارادہ مصمم کر کے مسجد موصوف کی تلاش میں نکلے۔ نواح دہلی میں ایسی صفت کی مسجد نہ پائی۔ دہلی سے
ہانسی آئے۔ وہاں بھی اس صفت کی مسجد نہ پائی۔ اس طرح شہر بشہر قصبہ بقصبہ، دیہہ بدیہہ تجسس کیا۔ اوچ میں مسجد
موصوف پائی اور خواجہ رشید الدین بلینائی متوطن ہانسی وہاں مؤذن تھے۔ حضرت کے کمال معتقد تھے۔ آپ اس
مسجد میں چند روز رہے اور بعد میں مؤذن صاحب سے کہا کہ اگر میرا راز کسی پر نہ کھلے تو میں یہاں ایک معکوس چلّہ کروں
انہوں نے کہا کہ میں نیازمند ہوں امانت داری کروں گا۔ اب یہ معمول ہوا کہ بعد نماز عشاء کے جب سب نمازی چلے جاتے
اسی وقت ایک سرا رسّی کا مؤذن آپ کے پیر میں باندھتا۔ دوسرا سرا رسّی کا درخت کی ٹہنی سے باندھتا۔ آپ تمام

شب اسی چاہ میں چاہِ محبوب حقیقی میں الٹے لٹکتے رہتے۔ صبح ہوتے ہی نمازیوں کے آنے سے قبل مؤذن آکر آپ کو نکالتا
پھر صبح نماز ادا کر کے مراقبہ میں رہتے۔ اسی طرح چالیس شب پوری کیں ؎

سعدیا کنگرۂ عشق بلند است بلند ۔۔۔ تا تو سر پا نہ کنی دست تو آنجا نہ رسد

بقول مولانا نظامی ؎

برقص آمدہ جملہ اعضائے من ۔۔۔ سر من شدہ کرسی پائے من

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ مشائخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مجھ کو جو کچھ ملا ہے وہ متابعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے۔ یعنی حضرت نے بھی نماز معکوس ادا کی ہے۔ پس میں بھی اپنے پیر میں رسی باندھ کر الٹا لٹکا کرتا تھا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حضرت محمد چشتیؒ نے بہت نماز معکوس ادا کی ہے۔ اس سنت کو حضرت بابا صاحب نے بھی ادا کیا۔ حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ دہلی میں تشریف لا کر خانقاہ قطب الاقطاب میں فروکش ہوئے۔ حضرت خواجہ نے بحضور خواجہ بزرگ اپنے خلفاء کو پیش کیا ہر شخص کو اس کے ظرف کے موافق نعمت عطا فرمائی۔ بعد اس کے فرمایا کہ بابا قطب الدینؒ تمہارے میں سے کوئی اور باقی ہے۔ آپ نے عرض کی کہ مسعود نام فقیر چلّہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ اٹھے اور حضرت خواجہ قطب الدین کو ہمراہ لے کر حجرہ بابا صاحب پر آئے اور حجرہ کھولا۔ اندر گئے۔ بابا صاحب بسبب ضعف کے تعظیم کو کھڑے نہ ہو سکے۔ آنکھوں میں آنسو بھر کر سر اوپر زمین کے رکھا۔ خواجہ بزرگؒ نے یہ حال دیکھ کر از راہ رحم فرمایا کہ بابا بختیار اس جوان کو مجاہدہ میں کب تک جلائے گا۔ کچھ بخشش کر۔ قطب الاقطابؒ نے عرض کی میری کیا مجال ہے کہ روبرو حضرت کے بخشش کر سکوں۔ خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ اس کا تعلق تجھ سے ہے اور منہ طرف قبلہ کے کر کے حجرہ موصوف میں کھڑے ہوئے۔ خواجہ صاحب نے بھی متابعت کی اور دونوں بزرگوں نے بابا صاحب کے حق میں دعائیں کیں۔ اور اسم اعظم کو جو سینہ بسینہ چلا آتا تھا تلقین فرمایا۔ اور خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ فرید شمع ہے۔ خاندان درویشوں میں اس سے فقر کو روشنی ہوگی۔ یہ تمام عالم پر اظہر من الشمس ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

میر سید محمد کرمانی مؤلف سیر الاولیاءؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بخشش کونین از شیخین شد رباب ۔۔۔ یادشاہی یافتی زیں بادشاہان جہاں
مملکت دنیا و دیں گشتہ مسلّم تر ترا ۔۔۔ عالمے کن شد اقطاعی تو اے شاہ جہاں

یہی حضرت جناب سلطان المشائخؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وقتِ نقل خواجہؒ قریب پہنچا۔ قاضی حمید الدینؒ کے خیال میں آیا کہ خرقہ اور سجادہ مجھ کو عطا ہوگا۔ اور یہی خیال مولانا بدر الدینؒ کے دل میں گزرا کہ خرقہ اور سجادہ مجھ کو ملے۔ اسی وقت خواجہ نے نظر باطن سے ان کے دل کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ یہ خرقہ اور عصا و مصلّٰی و نعلین

چوبیں اور دیگر تبرکات میرے پیروں کے ہیں میں نے فرید کو دیئے کہ وہ میرا جانشین ہے۔ اور اس امانت کو قاضی حمیدالدین کے حوالے فرماکر جاں بحق تسلیم ہوئے۔ جب باباصاحب دہلی پہنچے تو قاضی حمیدالدین نے کل امانت آپ کے سپرد کی آپ بعد چند روز کے تشریف فرمائے ہانسی ہوئے۔ باقی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پس اسی زمانہ میں شیخ جمال الدین ہانسوی مرید ہوئے۔ جب یہاں بھی خلقت نے اژدہام کیا آپ قصبہ کوتھی وال وطن آبائی میں آئے اور چندے بسر فرمایا چونکہ یہاں سے ملتان قریب تھا یہاں بھی لوگوں نے گھیرا۔ مشوش ہو کر خیال کیا کہ لاہور میں چلیئے۔ اس وقت لاہور چنگیز خانیوں کے سبب سے ویران تھا۔ آخر قصبہ اجودھن کو مجہول جگہ سمجھ کر اجودھن میں تشریف لائے۔

اس وقت وہاں ایک جوگی صاحب استدراج رہتا تھا۔ کل شہر اس کو مانتا تھا۔ آٹھویں روز گائے کا دودھ اس کے واسطے لے جاتے تھے۔ یہ صرف آٹھویں روز دودھ پیتا ہے۔ خوبی یہ تھی کہ جتنا دودھ آجاتا اپنے کشف سے سب پی لیتا۔ سیف زبان تھا۔ بہت سے مقامات جوگ طے کئے ہوئے تھا۔ پری دام یعنی حبس دم بھی کرتا تھا لیکن مقامات ایسے تھے وہ اُسے نہ کھلتے تھے۔ ایک مدت سے فکر تھی کہ کوئی فقیر اہل اسلام ملے کہ جس کی وجہ سے یہ مقامات بھی طے ہو جائیں کہ حضرت بھی وہاں رونق افروز ہوئے اور خلقت نے حضرت کی طرف رجوع کیا۔ اس جوگی کو کہ اس کا نام سنبونا تھ تھا خبر ہوئی کہ ایک مسلمان فقیر اس قصبہ میں وارد ہے۔ یہ اپنے سینکڑوں چیلوں اور ہمراہی فقیروں کو لے کر حضرت کی طرف چلا اور دل میں خیال کیا کہ اگر فقیر کامل ہے تو میرے دونوں مندرے کانوں کے اس کے آگے نکل کر جا پڑیں گے تو میں سمجھوں گا کہ وہ کامل ہے۔ پس جب روبرو حضرت کے گیا آپ نے نور باطن سے اس کے دل کا حال معلوم فرماکر ان مندروں کو دیکھا۔ اسی وقت مندرے خود بخود اس کے کانوں سے نکل کر حضرت کے روبرو آپڑے۔ پھر اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اگر یہ شناخیں پیدا کر لادیں تو جانوں۔ حضرت کو بھی اس کے خطرہ سے آگاہی ہوئی اور دست مبارک سے دونوں مندرے اٹھا کر مٹی میں ڈالے۔ وہ اسی وقت اُگ آئے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ اعتقاد لایا اور عرض پرداز ہوا کہ ایک دلیل اور باقی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ کیا۔ اُس نے کہا میں غائب ہوتا ہوں۔ اگر آپ نے مجھ کو ڈھونڈ لیا تو میں بے شک آپ کا چیلہ ہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ دراز ہوا اور اپنی چادر اوڑھنی پڑتے ہی روح اس کی قالب سے پرواز کر کے عالم بالا پر پہنچی۔ جسم اس کا مثل مُردہ کے ہو گیا۔ حضرت نے سر مراقبہ میں جھکایا۔ اس کی روح عالم ملکوت سے گزر چکی تھی کہ روح مبارک نے اس کو گھیرا۔ اور آواز دی کہ ٹھہر آگے تیرا گزر نہ ہوگا۔ یہ مقام اہل ایمان کے واسطے ہے۔ یہاں تک بھی تیرا گزر اس سبب سے ہوا کہ تیرے دل میں عظمت اور محبت اسلام کی تھی۔ یہ فرماتے ہی روح اس کی واپس ہوئی اور اپنے قالب میں آئی وہ اٹھ بیٹھا۔ حضرت نے سر مراقبہ سے اٹھایا۔ وہ قدموں پر گر پڑا اور مع اپنے چیلوں کے صدق دل سے مسلمان ہوا اور حضرت سے بیعت کی۔ چندے حضور کی خدمت میں رہ کر علم الٰہی کی تکمیل کی۔ بعدہٗ حضرت نے اس کو شناہ ولایت

ملک سیوستان کا فرما کر بمع اس کے چیلوں کے اس طرف رخصت فرمایا۔ وہ جوگی اور سب اس کے چیلے اولیاء ہوئے۔ صاحب سیر السالکین اور سیر الاقطاب نے اس کو دو طرح پر نقل کیا ہے۔ دونوں نقول قریب قریب ہیں۔

صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں کہ میں نے وہ درخت بچشم خود دیکھے ہیں کہ موجود تھے۔ پتے ان کے نہایت سُرخ رنگ خوشنما تھے کہ ان درختوں کو وہاں کے لوگ کسنبھ کہتے تھے اور قریب آبادی کے زیارت گاہ ہیں یہ ذکر ۱۰۷۶ھ کا ہے کہ شاہ اکرم جامع اقتباس الانوار اس شہر میں پیش امام تھے اور بہت روز وہاں رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت نوشہرہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ایک روز مسواک کر کے چوب مسواک کو زمین میں ایستادہ کیا۔ اسی وقت اس میں نشو و نما ہوئی یعنی جال کا درخت ہوا۔ بعد چند روز کے جب حضرت وہاں سے چلے تو دیکھا کہ وہ درخت پیچھے آتا ہے۔ فرمایا کہ باش! دریں جا باش۔ جب وہ نہ رکا پھر فرمایا، باش! دریں جا باش۔ غرض تین بار ایسا ہی فرمایا۔ جب وہ نہ رکا غصہ ہو کر اس کی شاخیں پکڑ کر زمین پر دے مارا اور فرمایا کہ باش! دریں جا باش! وہ اسی جگہ سرسبز ہے میں نے دیکھا ہے۔ اور زیارت گاہ عام ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت تشریف فرما تھے۔ جسم مبارک میں کچھ تغیر تھا۔ عصا ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوئے۔ چند قدم چلے تھے کہ عصا دست مبارک سے گرا اور آثار تفکر اور حیرت ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے عرض کی کہ مخدوم معلوم نہیں اس وقت حیرت اور تفکر کس سبب سے ہے۔ فرمایا کہ جب میں نے عصا پر تکیہ کیا عتاب الٰہی ہوا کہ کس واسطے سوائے ہمارے دوسرے پر تو نے تکیہ کیا۔ اس وجہ سے میں نے عصا ڈال دیا اور پشیمان ہوا سیر السالکین سے روایت ہے کہ آپ کے عہد میں درویشانِ کوہ قاف میں باہم اختلاف پیدا ہوا۔ بعض کہتے تھے کہ جہان میں قطب اکبر ہے بعض کہتے تھے کہ نہیں ہے کیونکہ اگر ہوتا کوہ قاف میں کبھی تو آتا۔ آخر یہ طے ہوا کہ فلاں فلاں دو شخص جو کامل اور شیخ مانے جاتے ہیں تلاش میں جائیں۔ جب قرار پا چکا ان دونوں معتبروں کو روانہ کیا۔ یہ تمام عالم میں پھرے۔ جہاں جس کامل کو سنا وہاں گئے۔ اس سے ملے مگر صفات طلب اکبر نہ پائیں۔ صفات قطبیت کبریٰ اور دیگر صفات مقاماتِ فقر، اللہ نے چاہا تو دوسرے رسالہ میں تحریر ہوں گی۔

الغرض یہ دونوں بزرگ تفحص کناں وارد ہندوستان ہوئے اور حضرت گنج شکر کی کرامات اور ریاضت و عبادت کا شہرہ سن کر وارد جودھن ہوئے۔ آپ سے ملاقات کی۔ آثار قطبیت کبریٰ کے تو پائے مگر حالات باطنی کو نہ پا سکے۔ اور حضرت کی خدمت میں رہنا سعادت سمجھا۔ جب ان کو بہت دن لگے دو شخص اور آئے اور آپ کی خدمت میں وہ بھی رہ گئے۔ پھر دو اور آگئے وہ بھی رہ گئے۔ اسی طرح کل درویش وہاں کے آگئے اور آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔ جب حضرت نے دیکھا کہ وہ مقام اولیاء سے خالی ہے۔ اس وقت ان سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے مقام کو خالی نہ چھوڑو وہیں چلے جاؤ اور مقامات قطبیت کبریٰ ان کو معائنہ کرا دیے۔ وہ درویش اپنے جرائم و نائم عفو کرا کے بامراد اپنے وطن کو گئے۔ بعد اس کے ایک بار شیخ

بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ اور حضرت عالمؒ طیر میں تھے۔ سیر کناں کوہ قاف ہوئے۔ ایک مسجد دل کشا دیکھ کر وہاں قیام کیا وہاں کے کل درویش واسطے پا بوسی حضرت باباصاحب کے حاضر ہوئے اور خدمات بجا لائے ایک روز واسطے وعظ کے عرض کی۔ آپ نے تفسیر قرآن مجید بیان کی جس کے سننے سے تمام خلائق محظوظ ہوئی۔ اس وقت سر سے حجاب اٹھ گیا تھا ایک حالت طاری تھی۔ بعد اس کے جب دنیا داروں نے بہت ستانا شروع کیا۔ دونوں بزرگ واروں نے واپس ہندستان مراجعت کی۔

حضرت شیخ محمد غوث گوالیری قدس سرہٗ نے اوراد غوثیہ اور دیگر مکاشفات اپنے میں تحریر کیا ہے کہ ایک شب میں حاضر خدمت تھا۔ یکایک ایک آواز کہ تیری عنصوری اور معموری کا وقت ہے آ۔ جب میں نے سر نکالا، دیکھا کہ دریائے عظیم ہے اور تمام عالم اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور ایک تخت مرصع بلند و بالا زیر پا رکھا گیا اور آگے اس تخت کے ایک صورت جلال ایک صورت جمال متجلی ہوئی اور ایک مرد باوقار اس تخت پر جلوہ افروز ہے اور تمام خلق اس دریا میں آگئی ہے وہاں سے جا نہیں سکتی۔ مگر چند شخص کہ جن کو میں پہچانتا ہوں نصف راہ وہ طے کر چکے تھے کہ میں نے ان سے سبقت کی اور قریب اس تخت کے پہنچا۔ وہ محافظ تھے۔ وہ آگے جانے کو مانع ہوئے۔ یوں نہ جاؤ اور اپنا پیراہن مجھ کو عطا کیا اور دو طبق انوار فیض جمال سے اور تین طبق فیض جلال سے میرے سر پر ڈالے۔ جب میں نے زیادہ طلب کئے کہا کہ اتنا ہی تیرے نصیب میں ہے۔ پھر میں نے التماس کیا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ فرمایا کہ فریدالدین گنج شکر کہتے ہیں۔ پس میں نے قدم ان کے لئے اور پھر عرض کیا کہ یہ کیا جگہ ہے۔ فرمایا کہ دریائے ہستی ہے اور یہ تخت رب العالمین ہے۔ جو ولی اور نبی کہ اس مقام پر پہنچتا ہے نعمت ہائے جلال و جمال سے فیضیاب ہوتا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت تنہا اس جگہ کے محافظ ہیں۔ فرمایا چار شخص۔ ایک حضرت بایزید بسطامیؒ۔ دوسرے حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ تیسرے حضرت خواجہ ذوالنون بصریؒ۔ چوتھا یہ فقیر۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ صاحبوں کی پیدائش بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے۔ پہلے کس طرح حفاظت ہوتی ہوگی۔ فرمایا حقیقت ہمارے مرتبہ سے تعلق رکھتی ہے پہلے ظہور بدن سے اور بعد ظہور سے اس جسم عنصری کو کچھ دخل نہیں۔ پس وقعت حضرت گنج شکرؒ کی اس جگہ سے معلوم کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا مرتبہ عنایت فرمایا۔

سیرالاقطاب سے نقل ہے کہ جب حضرت غوث بہاؤالدینؒ کی رحلت ہوئی تو باباصاحبؒ واسطے تعزیت کے ملتان تشریف لے گئے۔ شیخ صدرالدین پسر و جانشین شیخ نے آپ کا آنا غنیمت اور سعادت دارین جانا۔ بعد دو روز کے اظہار کیا کہ ایک تو قریب روضہ کے ایک چاہ ہے اس کا رہٹ ہر وقت آپ ہی پھرتا ہے بیلوں کا کچھ کام نہیں۔ تمام مویشی پانی پیتے ہیں۔ دوسرا امر یہ ہے کہ قبر مبارک سے ہاتھ باہر آتا ہے۔ لکھوکھا آدمی جمع ہوتے ہیں اور اس امر سے حیران رہتے ہیں۔ حضرت نے مراقبہ فرمایا۔ سر اٹھا کر کہا کہ مجھ کو کل حال رُوح پاک شیخ سے معلوم ہوگیا۔ شیخ

نے چاہ پر ایک دیو متعین کر دیا تھا کہ وہ رہٹ کو پھرایا کرے اور خادم سے فرمایا کہ اس چاہ پر جا اور کہہ دے کہ اے پھرانے والے رہٹ پھرنا موقوف کر اور یہاں سے چلا جا۔ اسی وقت ایک سخت آواز آئی اور رہٹ پھرنا موقوف ہوا خادم نے حاضر ہو کر کل حال عرض کیا۔ آپ نے کہا کہ اب کبھی آپ سے نہ پھرے گا۔ بعد اس کے آپ مع صاحب سجادہ روضہ مبارک پر آئے۔ وہ ہاتھ بدستور قبر میں سے نکلا۔ حضرت نے پانی کا آفتابہ اپنے خادم سے طلب کیا، جو چلتے وقت اس کے حوالے کیا تھا اور قدرے پانی اپنے ہاتھ میں لے کر دست برآمدہ قبر پر ڈالا وہ ہاتھ اندر گیا، پھر باہر آیا۔ پھر آپ نے چند قطرے اس ہاتھ پر ڈال دیئے۔ وہ پھر اندر ہو گیا۔ تیسری بار پھر نکلا۔ آپ نے پھر تھوڑا پانی دیا۔ وہ ہاتھ پھر اندر ہو گیا۔ بابا صاحبؒ نے ارشاد کیا کہ جب شیخ کو غسل میت دیا ہے تو ناف آپ کی خشک رہ گئی تھی۔ اسی واسطے ہاتھ بہ طلب آب باہر آتا تھا۔ اب وہ ما عا پورا ہوا۔ کبھی ہاتھ باہر نہ آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نقل ہے کہ ایک بار شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے شیخ جمال ہانسوی کو طلب کیا کہ تھوڑے دن میرے پاس رہے گا۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ برادر اپنا جمال بھی کوئی کسی کو دیتا ہے۔ شیخ بہاؤالدینؒ اس وقت چپ ہو رہے لیکن شیخ جمال کے دل کو اپنی طرف کشید کیا۔ اسی وقت شیخ جمال نے بابا صاحب سے عرض کیا کہ اگر حضور کی مرضی ہو تو تھوڑے دن شیخ بہاؤالدین کے پاس گزاروں۔ حضرت نے جواب نہ دیا۔ پھر انہوں نے بعد چند روز کے عرض کی۔ پھر جواب نہ دیا۔ پھر شیخ جمال نے تیسری بار عرض کیا۔ حضرت کو ناگوار گزرا۔ خفا ہو کر فرمایا کہ تجھ کو اپنا اختیار ہے جا۔ مگر کرامت اور نعمت ان کی سلب ہوئی۔ وہاں سے نکل کر جنگلوں میں پریشان پھرنے لگے۔ تمام بدن میں زخم ہو گئے۔ حضرت نے کل اہل خانقاہ کو حکم دے دیا کہ کوئی کبھی ہمارے روبرو شیخ جمال کا ذکر نہ کرے۔ شیخ جمال کے چہرے کا رنگ ایسا متغیر ہو گیا تھا کہ کوئی شناخت بھی نہ کر سکتا تھا۔ بعد ایک مدت کے عالم نام سوداگر جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور حضرت کا مرید بھی تھا ایک جنگل میں شیخ جمال سے ملا۔ ان کی یہ حالت پریشان دیکھ کر پوچھا کہ شیخ کیا حال ہو گیا۔ شیخ جمال روئے اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ اس سوداگر کو ان کے حال پر رحم آیا اور کہا کہ تسلی رکھو۔ شیخ کی خدمت میں پہنچ کر تمہاری حقیقت عرض کروں گا۔ جب عالم سوداگر خدمت حضور میں حاضر ہوا۔ شیخ جمال کی کیفیت عرض کی اور سفارش کی کہ اس کو طلب کیجئے۔ شیخ جمال کی کیفیت سن کر حضرت کو بھی رحم آیا اور فرمایا کہ اے عالم یہ رباعی اس کو لکھ بھیج۔ اس نے بموجب حکم والا کے یہ۔ وہ رباعی تحریر کر کے ایک فقیر کے ہاتھ شیخ جمال کے پاس روانہ کی۔ رباعی ؎

رو گرد جہاں بگرد پا آبلہ کن　　　گر ہم چو منی یابی بار آیے کن

یک صبح باخلاص بیا بر در ما　　　گر کار تو نیاید آنگہ گلہ کن

شیخ جمال بمجرد دیکھنے اس رباعی کے خوش ہوئے اور جلدی سے خدمت پیر و مرشد میں حاضر ہوئے۔ زمین خدمت

کی چومی اور بہت روئے۔ حضرت نے ان پر بہت مہربانی کی اور فرمایا کہ میرا جمال قطب عالم ہے۔ اس روز سے مخاطب بر قطب ہوئے۔ اسی روز وہ ہیئت اصلی پر آ گئے اور نعمت صاحب شدہ اور دیگر نعمت ہائے عظمیٰ سے مشرف ہوئے

نقل ہے کہ حضرت ملک مالوہ میں مسافر تھے۔ ایک روز زیر درخت بڑ کہ بر سر تالاب قصبہ بڑودہ کہ علاقہ منحوس میں ہے تشریف فرما تھے کہ تیز و تند آندھی آئی۔ بہت سے درخت گر گئے اور اس درخت کی ایک شاخ سر مبارک پر تھی ٹوٹی اور ٹہنی سے جدا ہوئی۔ جب اس کے ٹوٹنے کی آواز آپ کے کان میں پہنچی سر اٹھا کر اس کو دیکھا وہ اسی جگہ قائم ہو گئی۔ باوجود دیکہ ٹہنی سے جدا ہو چکی تھی لیکن پھر بھی سرسبز اور شاداب رہی۔

نقل ہے کہ چھٹے مہینے آپ کے واسطے طبقہ زمہریر سے ایک مشک پر آب آتی تھی۔ سلطان ناصر الدین نے اس مشک کو اجودھن سے منگا کر اس کے تعویذ بنا کر اپنے اہل و عیال کے گلے میں ڈالے۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ بابا صاحب کو ایک روز حالت پیدا ہوئی۔ بہت دیر بیہوش رہے۔ جب ہوشیار ہوئے یاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جو تیرے مرید اور مریدوں کے مرید ہیں جو تیرے سلسلہ میں ملیں گے ان پر آتش دوزخ حرام کی۔ تمام یار اس خبر کے سننے سے خوش ہو گئے اور شکر حق بجا لائے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بابا صاحبؒ سے فرمایا کہ اے فرید! تجھ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مریدوں اور جو تیرے سلسلہ میں پہنچیں گے ان سب پر آگ دوزخ کی حرام کی مگر وہ جو تیرے پیرو ہوں گے۔ اس لئے کہ مرید وہی ہے جو پیر کے قدم بقدم ہو۔

صاحب مراۃ الاسرار سے نقل ہے کہ بابا صاحب اور شیخ بہاؤ الدین ذکریا میں بہت دوستی تھی مثل برادر حقیقی کے مگر بعض مفسد بابا صاحبؒ کی خدمت میں شیخ کی شکایت کرتے اور اُن کی خدمت میں ان کی شکائتیں کرتے۔ اس کے دفیعہ کے واسطے شیخ بہاؤ الدینؒ لکھتے ہیں کہ ہم میں اور تم میں عشق بازی ہے۔ دوسرے کی گنجائش نہیں۔ اس کے جواب میں بابا صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ہم میں اور تم میں عشق ہے بازی۔

حضرت سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں کہ بابا صاحبؒ کو افطار کم تھا خواہ کیسی ہی حالت ہوتی اور شیخ بہاؤ الدین کو صوم کم اور طاعت و عبادات زیادہ۔ چنانچہ دو رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ صاحب السالکین ناقل ہیں کہ ایک روز حسن قوال حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ شیخ بہاؤ الدینؒ کی بہت تعریف سنی ہے۔ جی چاہتا ہے ان کو جا کر دیکھوں۔ حضرت نے فرمایا جا مگر بے ادبی نہ کرنا۔ الغرض حسن ملتان پہنچ کر دروازہ خانقاہ شیخ بہاؤ الدینؒ پر حاضر ہوا۔ خدام شیخ نے اس کے آنے کی خبر گزارش کی۔ حکم ہوا کہ آنے دو۔ جب یہ قریب ہوا مکان دیکھا کہ عالیشان ہے۔ اور ہر طرح آراستہ ہے جس میں قاقم اور دیبا کا فرش ہے۔ اس پر ایک پلنگ جڑاؤ بچھا ہوا ہے۔ اس پر مخمل رومی تکیہ وغیرہ آراستہ ہیں اور شیخ بہاؤ الدینؒ اس پر بیٹھے ہیں۔ یہ تکلف دیکھ کر اُس کے دل میں خیال گزرا کہ یہ کیا

شیخی ہے کہ کل سامان عیش دنیا موجود ہے۔ فقیری گنج شکر کے گھر ہے کہ جہاں سوائے ایک بوریے کے دوسرا نہیں۔ شیخ نور باطن سے دریافت کر گئے اور فرمایا کہ او بے ادب! بھائی فریدالدین نے تجھ سے کیا کہہ دیا تھا کہ بے ادبی نہ کرنا اور تو نے نہ مانا۔ شیخ کو غصہ آیا اور چاہا کہ اس کو اٹھا کر پھینک دیں۔ دست بابا صاحب درمیان میں آگیا۔ شیخ درگزر کر گئے۔ دوسری بار پھر چاہا کہ اس کو سزا دیں۔ پھر وہی ہاتھ آڑے آگیا۔ تیسری بار پھر اس کو زک دینی چاہی پھر دو ہاتھ درمیان میں آگیا اور اس ہاتھ نے کہا کہ اے حسن! اس ہاتھ کو پہچانتا ہے۔ حسن نے کہا قربان اس ہاتھ کے اگر یہ ہاتھ نہ ہوتا تو میں زندہ نہ رہتا۔

لکھا ہے کہ ایک روز یہی حسن قوال حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری لڑکی کی شادی ہے کچھ عنایت کیجئے۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس کیا ہے جو دوں تو خوب جانتا ہے۔ اس قوال نے کہا کہ اگر کچھ نہیں ہے تو کہہ دو یہ اینٹ اٹھا لے۔ تھوڑی دیر تو آپ چپ رہے۔ بعد میں فرمایا کہ اٹھا لے۔ اس نے جو اس اینٹ کو ہاتھ لگایا سونے کی ہو گئی۔ یہ خوش ہوا اور پھر عرض کیا کہ حکم دیجئے تا کہ دوسری خشت بھی اٹھاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ یہی کافی ہے۔ جب اس نے اصرار کیا تو فرمایا اس کو تو اٹھا لے مگر پھر نہ اٹھانا۔ اس نے منظور کیا۔ وہ اینٹ بھی اس کے ہاتھ لگاتے ہی زر ہو گئی۔ پھر اس نے عرض کی کہ تیسری کی بھی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو کہہ دیا کہ اب کچھ نہ کہنا اور پھر تو کہتا ہے۔ قوال نے کہا کہ ذرا سے کہہ دینے میں آپ کا کیا ہرج ہوتا ہے۔ آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ خیر ایک اور اٹھا لے۔ اٹھاتے ہی وہ پھر سونے کی ہو گئی۔ وہ قوال بخوشی تینوں خشت زر لے کر مکان پر آیا اور بڑی دھوم دھام سے اپنی دختر کی شادی کی اور اپنی کل برادری سے حضرت کی یہ کرامت بیان کی۔

نقل ہے کہ ایک رند خدمت بابا صاحبؒ میں آیا۔ وہ ریش مبارک میں کنگھا کر رہے تھے۔ اس نے کہا کہ یہ کنگھا مجھ کو دیں۔ آپ نے فرمایا کہ مستعمل ہے۔ اس نے کہا یہی دیں ورنہ میں لے لوں گا۔ اور تجھ کو برکت ہو گی۔ آپ نے فرمایا تجھ کو اور تیری برکت کو دریا میں ڈالا۔ وہ رند خانقاہ سے باہر آیا اور تالاب میں غسل کرنے کو گھسا۔ اسی روز ڈوب کر مر گیا۔

صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ شہاب الدین پسر حضرت نے روبرو آپ کے آکر شکایت کی کہ قاضی اجودھن نے مجھ کو اور میرے مریدوں کو بہت برا بھلا کہا اور ایسے کلمات ناشائستہ کہے کہ جن سے بہت ہی بے عزتی ہوئی۔ حضرت نے یہ سن کر عصا اپنا اٹھا کر زمین پر مارا۔ اسی وقت قاضی کے شکم میں درد اٹھا۔ اس نے بے قرار ہو کر کہا کہ مجھ کو جلد بابا صاحب کی خدمت میں لے چلو تا کہ میں اپنی خطا معاف کراؤں۔ اس کے احباب اس کو اٹھا کر لے چلے۔ راستہ ہی میں وہ مر گیا۔

صاحب سیر المشائخ نقل کرتے ہیں کہ ایک جوان خوبرو دہلی سے بارادت بیعت اجودھن کو چلا۔ ایک بازاری عورت فاحشہ کہ صاحب جمال تھی راستہ میں ملی۔ شام کو دونوں کا ایک سرائے میں مقام ہوا۔ اس کوٹھری میں سوائے ان کے تیسرا نہ تھا اس عورت نے چاہا کہ اس مرد کو اپنے قبضہ میں لے اور ہم صحبت ہو۔ قریب تھا کہ یہ مرد آلودہ بہ گناہ ہوتا۔ اسی وقت ایک

مرد ایک جگہ پیدا ہوا اور ایک طمانچہ اس جوان کے منہ پر مارا اور کہا اے بے ادب واسطے ارادت شیخ کے جاتا ہے اور راستہ میں بدکاری کرتا ہے۔ یہ کہہ کر غائب ہوا۔ یہ جوان استغفار پڑھتا ہوا وہاں سے نکلا اور بعد چند روز کے خدمت شیخ میں پہنچا۔ پہلی بات شیخ نے یہ فرمائی کہ الحمد للہ والمنۃ کہ راستہ میں تو نے مکر عورت فاحشہ سے نجات پائی۔ سبحان اللہ! کیا ولایت کیا عالی رتبہ ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا سیر الاقطاب سے ناقل ہیں کہ بادشاہ دہلی نے فوج کو واسطے تاراجی قصبہ دیپال پور کہ اہل قصبہ مسلمان نہ ہوتے تھے روانہ کیا۔ جب یہ فوج پہنچی۔ انہوں نے بعضوں کو قتل کیا بعضوں کو قید کیا۔ ایک مسلمان تیلی کی بھی عورت گرفتار ہوئی۔ اس کا خاوند حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں آیا اور بصد زاری عرض کیا کہ میری عورت بھی مبتلائے بلا ہے۔ لشکری اس کو پکڑ کر لے گئے۔ حضرت نے اس پر مہربان ہو کر فرمایا کہ تسلی رکھ۔ تین روز تو میرے پاس رہ اللہ قادر ہے۔ تیری منکوحہ تجھ کو مل جائے گی۔ قدرت خدا سے اسی روز ایک منشی سرکاری قید ہوا اور وارد اجودھن ہو کر واسطے دعا و خلاصی اور بہبودی اپنی کے حضوری خدمت میں آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر تو خلاص ہو جائے تو فقیروں کی کیا مدد کرے گا۔ اس نے عرض کیا کل مال ومتاع۔ فرمایا تیرے مال سے کچھ غرض نہیں مگر تجھ کو جو خلعت ملے وہ اس تیلی کو دے دینا۔ اس نے قبول کیا۔ اسی وقت اس کی بحالی کا حکم آیا۔ وہ اس تیلی کو ہمراہ لے کر خدمت حاکم دیپال پور میں حاضر ہوا۔ اس نے اس کو خلعت سرفرازی دیا۔ اس میں ایک اسپ اور کنیزک خوبرو تھی۔ اور پھر اس کو اس کے کام پر بحال کیا۔ اس منشی نے وہ سامان اس تیلی کے حوالے کیا۔ اس عورت نے جب اپنے شوہر کو پہچانا منہ کھول دیا اور شکر پروردگار بجالائے اور اپنا کل مال ومتاع خیرات کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ترک دنیا کی اور عبادت حق میں مشغول ہوئے۔

نقل ہے کہ اسی حاکم دیپال پور کو باز کے شکار کا بہت شوق تھا۔ اس کا ایک بہت پیارا باز تھا۔ وہ باز دار کے سپرد تھا اور یہ حکم تھا کہ بے حکم ہمارے اس کو شکار پر نہ چھوڑنا۔ اتفاقاً وہ باز دار حسب منشا اپنے دوستوں کے جنگل میں آیا اور ان دوستوں کے اصرار سے اس باز کو شکار کے لئے چھوڑا۔ جب شکار باز کے ہاتھ نہ لگا۔ باز آسمان پر ہوا ہو گیا اور نظر سے غائب ہو گیا۔ تب تو یہ باز دار گھبرا گیا۔ ناچار فقیری کا گھر سوجھا۔ بعقیدہ تمام خدمت باباصاحبؒ میں آیا اور باز کا کل حال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا مت گھبرا۔ خدا خیر کرے گا۔ اس کو کھانا کھلایا۔ جب کھانا کھا چکا تو فرمایا کہ دیکھ تیرا باز اس دیوار پر بیٹھا ہے اور جب تک تو نہ جائے گا وہ نہ اڑے گا۔ باز دار نے اس کے قریب جا کر پکڑا اور قدمبوسی کر کے اپنے حاکم کی خدمت میں گیا اور کامل ماجرہ باز کا عرض کیا۔ وہ کمال حضرت کا سن کر خدمت عالی درجات میں گیا۔ اور مرید ہو کر ترک دنیا کی۔ اور تا حیات جاروب کشی آستانہ شریف میں مصروف رہا۔

صاحب خزینۃ الاصفیا ناقل ہے کہ ایک قطعہ زمین حضرت کا زر خرید تھا۔ ایک اور شخص نے اس پر ملکیت

کا دعویٰ کیا اور وہ مقدمہ اجلاس حاکم دیپال پور میں پیش ہوا۔ بعد ترتیب مثل دعویٰ مدعی حاکم نے حضرت کو واسطے جواب دہی کے طلب کیا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ اس مقدمہ کا حال اہل قصبہ سے دریافت کر لو۔ سب جانتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ مقدمہ ایسی بے پروائی سے فیصل نہ ہوگا۔ خود حاضر ہوں یا آپ کا وکیل اور جب تک سند نہ پیش کرے گا قابل توجہ نہ ہوگا۔ حضرت نے رنجیدہ ہو کر فرمایا اس گردن شکستہ سے کہو کہ ہمارے پاس نہ سند ہے نہ گواہ۔ اگر ہمارے کہنے کا اعتبار ہے تو کافی ہے ورنہ زمین متنازعہ سے دریافت کر لو کہ تو کس کی ملک ہے۔ یہ سُن کر حاکم متحیر ہوا اور برائے امتحان موقع پر آیا۔ اس وقت خلائق اجودھن اس معاملہ کے دیکھنے سننے کو موقع پر حاضر تھی۔ بحکم حاکم مدعی نے کہا کہ اے زمین تو کس کی ملک ہے۔ کچھ جواب نہ ملا۔ پھر حضرت کے ایک خادم نے بآواز بلند کہا کہ اے زمین! فریدالدین گنج شکر کا حکم ہے راست بیان کر کہ تو کس کی ملک ہے۔ زمین نے بفصاحت جواب دیا کہ میں خواجہ فریدالدینؒ کی ملک ہوں۔ مدعی منفعل ہوا۔ حاکم متحیر واپس پھرا۔ راستہ میں اس کی گھوڑی کا پیر الجھا۔ وہ حاکم اس پر سے گردن کے بل گرا کہ ملکا اس کی گردن کا ٹوٹ گیا اور فوت ہوا۔

راحت القلوب میں نقل ہے کہ ایک شخص محمد شاہ یاران حضرت سے تھا آیا اور آداب بجالایا۔ مگر مکدر خاطر تھا حضرت نے کدورت کا حال دریافت کیا۔ اُس نے عرض کیا کہ میرا برادر بیمار ہے۔ اس کو حالت نزع میں چھوڑ آیا ہوں۔ آپ کی قدم بوسی کو آیا ہوں۔ شاید اس کو زندہ نہ پاؤں گا۔ آپ نے فرمایا جا تیرا برادر اچھا ہے اس کو شفا ہو گئی۔ جب محمد شاہ مکان پر آیا اپنے بھائی کو تندرست پایا۔

نقل ہے چند درویش بیت المقدس سے آپ کی خدمت میں آئے اور حضرت کو تیز نظر سے دیکھا۔ آپ گردن جھکائے بیٹھے رہے۔ آخر ایک نے کہا کہ مخدوم میں نے آپ کو بیت المقدس میں جاروب کشی کرتے ہر روز دیکھا ہے اور آپ نے اپنا نام فریدالدین اجودھنی بتایا تھا۔ فرمایا کہ ہمارے تمہارے درمیان کیا عہد تھا کہ یہ حال کسی سے نہ کہنا۔ تم نے عہد فراموش کیا۔ سُنو مردانِ خدا جس جگہ میں وہیں کعبہ و بیت المقدس وہیں کرسی ہے۔ جو کچھ پیدائش خدا ہے سب کچھ پیش نظر ہے مگر اس طرح توجہ ہو جس طرف توجہ کی وہی حال معلوم ہو گیا۔ اگر یقین نہیں ہے تو آنکھیں بند کر دو۔ بعد ایک ساعت کے فرمایا کہ کھول دو اور حلفاً اہل مجلس کے روبرو بیان کرو۔ اس فقیر نے بحلف کہا کہ میں نے بچشم باطن معائنہ کیا اور بعد اس کے حضرت کا مرید ہو کر کار تکمیل کو پہنچا کہ خرقہ خلافت حاصل کیا اور سیستان کا شاہ ولایت ہوا۔

راحت القلوب سے نقل ہے کہ مرید مسمی شہاب الدین لاہور سے چل کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آداب بجالایا۔ پچاس دینار حضرت کے روبرو رکھے اور عرض کیا کہ حاکم لاہور نے آداب کورنش عرض کیا ہے اور نذرانہ پیش کیا ہے آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ شہاب الدین خوب حصہ کیا ہے۔ برابر کے آدھے آپ رکھے آدھے ہمارے پاس لا کر پیش کیے شہاب الدین خجل ہوا۔ عذر تقصیر چاہا اور توبہ کی اور باقی ماندہ پچاس دینار آگے رکھ دیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ جدید بیعت

کر کہ تیری توبہ ساقط ہوگئی۔ اس نے پھر دوبارہ بیعت کی۔ یہاں تک کہ خرقہ خلافت عطا ہوا۔ اور بلخ کا شاہ ولایت کیا گیا۔

فوائد شریف سے نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخؒ نے فرمایا کہ میں ایک روز خدمت شیخ میں حاضر تھا کہ موئے مبارک ریش حضرت سے جدا ہوا اور آپ کی بغل کی طرف پڑا۔ میں نے عرض کیا کہ ایک بال ریش مبارک سے جدا ہوا ہے۔ اگر حکم ہو تو اس کو لے کر بعزت تمام تعوذ بنا کر حرز جان کروں۔ فرمایا کہ لے لے۔ میں نے اس کو لے کر تعویذ بنایا۔ جب بعد چند روز کے پھر دہلی میں آیا جو مریض طلب تعویذ میں میرے پاس آتا اُسے موئے مبارک کے تعویذ دیتا۔ اس کو شفا ہوتی۔ ایک روز پسر تاج الدین عثمانی بیمار تھے اور تاج الدین کہ میرا دوست تھا بہ طلب تعویذ موئے مبارک کو آیا۔ میں اس کو ایک جگہ رکھ کر بھول گیا۔ ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ آخر وہ پسر فوت ہوا۔ بعد چند روز کے ایک اور شخص آیا۔ وہ بھی میرا دوست تھا۔ اس نے بھی تعویز موئے مبارک طلب کیا۔ یکایک میری نظر اس تعویز پر جا پڑی۔ طاق میں سے اٹھا کر اس کو دیا۔ وہ جس کے واسطے لے گیا۔ اس کو شفا ہوئی۔ اب میں نے معلوم کیا کہ حیات پسر تاج الدین کی باقی نہ تھی۔ اس وجہ سے وہ تعویز میری نظر سے پوشیدہ ہوگیا تھا۔

حضرت سلطان المشائخؒ سے روایت ہے یعنی سلطان الاولیاءؒ فرماتے ہیں کہ محمد نام ایک شخص میرا ہمسایہ تھا اس کو ہمیشہ نار دا کا عارضہ لاحق رہتا تھا۔ جب میرا ارادہ واسطے زیارت شیخ اجودھنؒ کے ہوا۔ اس نے معلوم کر کے بمنت کہا کہ جب تم شیخ کی خدمت میں پہنچو میری شفا کے واسطے عرض کرنا۔ جب میں حاضر ہوا اس کا بھی پیام عرض کیا اور تعویذ چاہا۔ فرمایا کہ لکھ اللہ کافی اللہ معافی۔ میں نے تحریر کر کے پیش کیا۔ اس کو معائینہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس کو دے دینا۔ جب میں واپس دہلی میں آیا وہ تعویز اس کو دیا۔ برکت اس تعویز سے پھر کبھی تا حیات اس کے نار وا نہ ہوا۔ نقل ہے کہ ایک بار سات درویش حضرت کی خانقاہ میں آئے اور بیان کیا کہ تمام عالم میں پھرے فقیر نہیں دیکھا مگر چند مدعی دیکھے۔ آپ نے فرمایا بیٹھو ہم تم کو فقیری دکھا دیں گے۔ انہوں نے اس بات کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ اور وہاں سے پھر چل دیئے۔ آپ نے فرمایا فقیری دیکھو گے۔ وہ درویش جب اجودھن سے باہر ہوئے باد سموم یعنی لو لگنے سے مر گئے۔

سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ سلطان ناصر الدین خلف شمس الدین التمش نے اوچ اور ملتان کی طرف لشکر کشی کی اور واسطے قدم بوسی حضرت گنج شکرؒ کے اجودھن میں آیا۔ بعد ملازمت کے چار سندیں موضع کی اور کچھ زر نقد دست سلطان غیاث الدین بلبن کے کہ اس زمانہ میں امرائے سلطانی سے تھا سلطان کی طرف سے پیش کیں۔ حضرت نے نقد تو فقیروں کو تقسیم کر دیا اور باقی جاگیر قبول نہ فرمائی اور کہا کہ اس کے بہت طالب ہیں اُن کو دو۔

شاہ ما را دہ دہد منت نہد — رزاق ما رزق بے منت دہد

اس وقت غیاث الدین کے دل میں آیا کہ سلطان ناصر الدین لاولد ہے۔ اگر حضرت کی توجہ ہو تو بادشاہی مجھ

کر مل جائے۔ حضرت نورِ باطن سے معلوم فرماکر یہ دو بیت زبانِ مبارک پر لائے ؎

فریدوں فرخ فرشتہ نبود　　زعود و عنبر سرشتہ نبود
نہ داد و دہش یافتہ او نیکوئی　　تو داد و دہش کن فریدوں توئی

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت گنج شکرؒ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ دانہ مویز ایک پیالہ پانی میں ترکر کے ان کا آبِ زلال نوش فرماتے اور نصف شربت حاضرین کو تقسیم کرتے۔ سحری کے وقت دو نان آتے۔ ان میں سے ہاتھ کم ڈالتے۔

حضرت سلطان المشائخؒ سے روایت ہے کہ کچھ درویش صاحب دلی سے آئے۔ جامع مسجد میں ٹھہرے۔ بھوکے تھے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے دانائی سے معلوم کیا اور گھر میں گئے۔ وہاں سوائے قدرے جوار کے اور کچھ موجود نہ تھا۔ اس جوار کو آپ نے پیسا اور روٹیاں پکاکر درویشوں کے پاس لئے۔ ان درویشوں نے کہا، تمہارے گھر میں سوائے اس جوار کے اور کچھ نہ تھا۔ تم نے کس طرح پیسا اور پکایا ہم دیکھ رہے تھے۔ اب کیا چاہتے ہو۔ الغرض جو مطلب حضرت کا تھا، وہ ان درویشوں کی دعا اور مدد سے پورا ہوا۔ ہمیشہ آپ کے یہاں تنگی رہتی تھی۔ مگر جو درویش آتا تھا، خالی نہ جاتا تھا۔ اس لئے کہ فقراء کا قاعدہ ہے کہ خدمتِ فقراء سے ہرگز دریغ نہیں کرتے بلکہ سعادت جانتے ہیں۔ پس یہی قاعدہ حضرت شاہ غلام فرید کا تھا۔

حضرت سلطان المشائخؒ سے نقل ہے کہ میں اجودھن سے آکر دہلی میں مقیم ہوا اور وہ کمبل جو شیخ نے مرحمت فرمایا تھا وہ اوڑھے رکھتا تھا۔ ایک بار جامع مسجد میں گیا۔ شیخ شرف الدین قبائی نے مجھ کو طلب کیا اور احوال مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے اپنی مریدی اور عطائے خرقہ کی کیفیت ان سے بیان کی۔ یہ سنتے ہی حضرت گنج شکرؒ کی شان میں کلمات نامناسب کہے، بجز مجھ کو بھی برا کہا۔ باوجودیکہ میں جواب رکھتا تھا مگر ان کی برداشت کی۔ جب پھر خدمتِ شیخ میں بمقام اجودھن پہنچا اس ماجرے کو عرض کیا۔ حضرت ہائے ہائے کر کے روئے اور میری بردباری پر آفرین کہی اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ شرف الدین گیا۔ پس جب میں پھر دہلی میں آیا شرف الدین مرچکا تھا۔

روایت ہے کہ شیخ ہانسوی کہ حضرت کے یارانِ سابق سے تھے اوچ سے آئے۔ حضرت نے پوچھا کہ یوسف اس سفر میں کیا دیکھا ہے۔ اس نے عرض کی کہ فلاں فلاں جگہ فلاں درویش اور فلاں جگہ فلاں کاملین کو دیکھا ہے۔ ایسے عابد ایسے زاہد تھے۔ یہ سن کر حضرت نے وضو کیا اور اٹھے اور ہوا پر پرواز کی۔ جب تھوڑی دیر بعد تشریف لائے۔ یوسف نے عرض کی کہاں تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا کہ یوسف تیرے بیان سے مجھ کو ان مشائخ کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ ان کو دیکھنے گیا تھا۔

صاحب مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ ایک روز شیخ صدر الدین بن شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ نے اپنے پدر بزرگوار سے

عرض کیا کہ شاہ گردیزؒ کے مزار سے ہاتھ باہر آتا ہے اور بیعت کرتا ہے مگر آپ کے فرزندان کی طرف اتنا رجوع نہیں ہے جتنا اس ہاتھ کی طرف ہے۔ آپ نے چندے تغافل فرماکر کہا کہ بابا اس خیال میں تم مت پڑو۔ جب مُصر ہوئے تو ناچار فرمایا کہ مرقد پاک شاہ گردیز میں خود جاکر التماس کرکہ آپ کے کمالات میں کسی کو شک نہیں۔ ولیکن رعایت اپنے جد کی شریعت کو لازم ہے۔ شیخ صدر الدین مزار پر گئے اور پیام پدر عرض کیا۔ اس وقت سے وہ ہاتھ نکلنا اور بیعت کرنا بند ہوا۔ مزار شاہ گردیزؒ کا ملتان میں ہے۔ اس حکایت کا یہاں موقع نہ تھا مگر بہ سبیل تمثیل عرض کیا۔

اب چند کلمات طیبات باباصاحبؒ کے ملفوظات سے تبرکاً تحریر ہوتے ہیں۔ یعنی حضرت گنج شکرؒ نے زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ:۔

کلمۂ اوّل ـــــ اللہ تعالیٰ سے معاملہ درست رکھنا چاہئے۔ جو وہ دیتا ہے اس کو کوئی نہیں لے سکتا۔ جب وہ لیتا ہے کوئی نہیں دلا سکتا۔ نہ وہاں سفارش چلتی ہے نہ رشوت کام دیتی ہے۔

کلمۂ دوم ـــــ درویش کو چاہئے کہ آرائش ظاہری میں نہ کوشش کرے۔ واسطے دنیاوی عزت کے اپنے روبرو خدا کو بے قدر نہ کرے۔ حرمت خاندان نگاہ رکھے صرف طلب حق میں مشغول رہے۔

کلمۂ سوم ـــــ جو سائل دروازہ پر آوے اس کو جو موجود ہو دیوے یا موجود نہ ہو نہ دیوے۔ نرمی سے کہہ دے کہ اس وقت نہیں اور بُرا بھلا اور سخت کلامی سے پیش نہ آئے۔ چنانچہ اس بارے میں آیت کریمہ دال ہے وما السائل فلا تنھر یعنی سائل کو مت جھڑک۔ اور اس سے سخت کلامی مت کرے۔ بُرے بھلے کا کچھ خیال نہ کرے۔ روٹی دے اہل کو کسی جگہ نہ بھولے۔ جو بات کہے سمجھ کر کہے۔ دل کو بازیچہ دیوانہ نہ کرے۔

کلمۂ چہارم ـــــ بھاگنا اپنے سے اور پہنچنا طرف حق کے عوام سے حذر کرنا، گوشہ اختیار کرنا کم بولنا، کم کھانا، کم سونا، کم ملنا۔ نہ مثل برگِ سیب تلخ ہونا نہ مثل شکر و شیر رہنا بلکہ بین بین رہنا۔

کلمۂ پنجم ـــــ دوست کیسا ہی دوست ہو، دوستی میں اس سے ڈر رہنا نہ چاہئے۔ جیسا کہ نفس شیطان ہے۔ اور جو ڈرے اس سے ڈرنا چاہئے جیسا کہ سعدیؒ نے کہا ہے ؎ ازاں کس تو ترسد بترس اے حکیم۔

کلمۂ ششم ـــــ اپنی توانائی پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے کہ نہ معلوم موت کس وقت آئے اور اہل اللہ کی صحبت کو غنیمت جانے۔ ان کی کتب دیکھے اور جو شخص تمام جہان کو اپنا دشمن بنانا چاہے تکبر اختیار کرے۔ جو اپنی حرمت اپنا اعتبار کھونا چاہے وہ غمازی دروغ گوئی اختیار کرے۔

کلمۂ ہفتم ـــــ باب سماع یعنی ایک بار اباحت اور حرمت سماع میں کہ اختلاف علما کا ہے گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ! یکے سوخت و خاکستر شد و دیگرے ہنوز در اختلاف است۔ یعنی ایک تو جلا اور خاکستر ہوا دوسرا اختلاف میں ہے۔

صاحب سیر الاقطاب فرماتے ہیں کہ حضرت کی تین ازواج تھیں۔ ایک بی بی ہزیرہ دختر سلطان غیاث الدین بلبن شاہ دہلی۔ دوسری بی بی سارہ۔ تیسری بی بی شکرویہ۔ دونوں خادمہ دختر سلطان کے ہمراہ آئی تھیں۔ دختر شاہ نے اپنی خوشی سے یہ دونوں خادمائیں حضور کے تصرف میں دے دی تھیں۔ اور کیفیت اس کی یہ ہے کہ بعد وفات حضرت قطب الاقطاب باباصاحب چندے دہلی میں رہے ہیں۔ ایک روز سلطان غیاث الدین بلبن واسطے زیارت حضرت کے آیا اور عرض کیا کہ بندہ تو اکثر بار سعادت زیارت سے مشرف ہوا ہے لیکن بیگمات کا باہر گھر کے آنا محال ہے۔ میں ان کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ حضور نوازش فرماکر میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں تو وہ پردہ نشینان بھی قدم بوسی سے مشرف ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پیروں نے ہمیشہ امرا کے گھر جانے سے اجتناب کیا ہے مگر مشیت ایزدی میں دم نہیں مارا جاتا۔ اگرچہ سنت پیروں کی ہاتھ سے خالی جاتی ہے مگر حکم خدا اسی طرح ہے۔ بسم اللہ کہہ کر آپ ہمراہ بادشاہ محل سرائے میں داخل ہو گئے۔ دختر سلطان ہزیرہ بانو ڈیوڑھی پر ایستادہ تھیں کہ نظر حضور کی ان پر پڑی۔ تا دیر ان کی طرف دیکھتے رہے اور سلطان سے یہ پوچھا کہ یہ دختر کس کی ہے۔ سلطان نے عرض کیا کہ آپ کے غلام کی دختر ہے۔ حضرت چپ ہو رہے اور کل اہل محل سرائے نے قدم بوسی کی اور بزودی باہر تشریف لائے۔ بادشاہ نے اسی وقت وزیر کو طلب کیا اور فرمایا کہ حضرت گنج شکر بموجب میری استدعا کے میرے گھر تشریف فرما ہوئے۔ تمام مستورات نے قدم بوسی کی۔ آپ نے کسی کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ سر نیچے کئے چپ رہے۔ میری دختر کو دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ دختر کس کی ہے میں نے کہا کہ میری ہے۔ کچھ جواب نہ دیا اور اسی وقت باہر تشریف لائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ میل خاطر اس کی طرف ہوا ہو۔ تو ابھی حضرت کی خدمت میں جا اور میری طرف سے عرض کر کہ اگر حکم ہو تو میں اپنی دختر کو واسطے خدمت عالی کے حاضر کردوں۔ وزیر نے جاکر پیام سلطان ادا کیا۔ حضرت نے وزیر سے فرمایا کہ میرا ارادہ ہرگز یہ نہ تھا کہ میں اپنے کو آلودہ کروں۔ مگر حکم خدا پیہم اسی طرح ہوا کہ فرید میرے حبیب کی سنت ادا کر۔ لاچار قبول کیا۔ مگر میں حیران ہوں کہ کیوں کر یہ حکم ہوا۔ میں جس وقت محل میں داخل ہوا اور حق کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی وقت حکم ہوا فرید سر اونچا کر۔ میں نے سر اونچا کیا۔ نگاہ دختر پر پڑی۔ اس وقت حکم ہوا کہ اس دختر سے نکاح ہوگا۔ اس واسطے قبول کرتا ہوں۔

وزیر یہ سن کر حضور شاہ میں آیا اور کل حال عرض کیا۔ سلطان سنتے ہی خوش ہوا اور وزیر کو حکم دیا کہ ابھی تیاری کرو ابھی نکاح کر کے اس دختر کو حضرت کے سپرد کرو۔ اور جہیز شاہانہ ہمراہ کرو۔ وزیر نے اسی وقت خود وکیل بن کر دختر شاہ کا عقد کیا اور دختر کو مع جہیز ایک مکان خاص میں پہنچا دیا۔ شب کو حضرت بحکم خدا گھر میں آگئے۔ اسباب و سامان دیکھ کر حیران کھڑے رہے۔ آخر ایک گوشہ میں اپنا مصلےٰ بچھا کر یاد حق میں مشغول ہو گئے۔ دختر شاہ نے جب یہ دیکھا، اس وقت مسند سے اٹھ کر آداب بجالائیں اور دست بستہ کھڑی رہیں۔ حضرت بھی صبح تک عبادت میں مشغول رہے۔ صبح

باہر آ گئے۔ جب دوسری شب ہوئی پھر اسی گوشہ میں تمام شب مشغول عبادت رہے۔ آخر چوتھی شب بی بی نے عرض کی کہ میں نہیں جانتی کہ مجھ سے کیا قصور ہوا کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا کہ بی بی رضامندی فقیر کی رضامندی خدا کی ہے۔ اگر رضائے حق درکار ہے تو دنیا کو ترک کر، لباس درویشی پہن اور عبادت میں مشغول ہو اور یہ تمام مال و منال راہ خدا میں صرف کر۔ بی بی نے سنتے ہی اس حکم کے اسی دن تمام مال و منال درویشوں کو دیا۔ کچھ باقی نہ رکھا۔ حضرت اس بات سے بہت خوش ہوئے اور مکان عبادت سے باہر آ کر یاروں سے فرمایا کہ ہماری اہل خانہ کے واسطے جفت پلاس تیار کر دو۔ شیخ محمود موئینہ دوز نے اسی وقت تیار کی وہ اپنی زوجہ کو دی۔

یہ خبر بادشاہ کو ہوئی۔ اس نے بار دیگر پھر اتنا ہی مال و متاع دیا۔ بی بی نے اسی وقت اس کو بھی راہ خدا میں صرف کیا۔ بادشاہ نے پھر تیسری بار اتنا ہی دیا۔ بی بی نے وہ بھی راہِ خدا میں صرف کیا۔ مگر تین سو باندیاں جوان کے باپ نے دی تھیں وہ باقی تھیں۔ بی بی نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ کنیزیں قدمی ہیں۔ دوسروں کو دینا نامناسب ہے ان کو واپس کر دیا جائے مگر ان میں سے جو آپ کو اچھی معلوم ہوں واسطے اپنی خدمت کے رکھ لیجئے۔ چنانچہ سارہ اور شکر دو رکھ لی گئیں۔ باقی سب کو سلطان کے پاس واپس بھیج دیا۔

بی بی نے عرض کیا ہم نے فقر اور فاقہ کو اپنا لیا۔ میرا باپ بادشاہ ہے وہ کب گوارا کرے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم ایسی جگہ رہیں کہ جہاں ہم کو کوئی نہ جانے۔ اور بذوق عبادت میں مصروف رہیں۔ حضرت نے اس مشورے کو پسند کیا۔ اجودھن میں تشریف لاتے اور دہلی میں اپنے برادر شیخ نجیب الدین متوکل کو اپنا خلیفہ کر کے رکھا۔ اور حضرت کے چھ پسر اور تین دختر پیدا ہوئیں جن میں شیخ عبداللہ پسر خورد، خورد سالی میں شہید ہوئے۔ ان کا مزار پاک پٹن میں بیرون شہر جانب جنوب قریب حریم روضہ حضرت گنج شکرؒ کے واقعہ ہے۔ اور شیخ عبداللہ بیابانی مشہور ہیں۔ باقی سب سے اولاد ہوئی۔

صاحب مراۃ الاسرار پانچ پسر اور دو دختر تحریر کرتے ہیں۔ اور حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ چراغ دہلی نقل کرتے ہیں کہ نکاح حضرت کا اجودھن میں ہوا تھا اور آپ نے نزدیک جامع مسجد کے اپنے رہنے کو مکان بنایا تھا مگر آپ اکثر مسجد میں رہا کرتے تھے۔ یا جنگل میں زیر درختاں کر کے بسر فرماتے اور اہل عیال کا گزر پیلو یا گل کریر پر تھا۔ وہ بھی شکم سیر نہ ملتا تھا۔ فتوحات بدرجہ غایت تھا۔ حضرت کل مساکین اور مسافروں کو نقدی تقسیم فرماتے۔ آپ عبادت معبود میں رہتے۔ باوجود اس قدر آمدنی نقد و جنس کے حضرت سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں کہ جس روز مجھ کو شکم سیر ہو کر ملتی تھی وہ روز روزِ عید ہوتا تھا۔

بڑے صاحب زادے شیخ بدرالدین سلیمانؒ تھے کہ صاحب سجادہ ہوئے۔ ان کے بھی چھ بیٹے تھے پانچ دختر تھیں۔ مزار ان کا گنبد متصل میں ہے۔ ان کو سوائے اپنے خاندان پدری کے علیحدہ خاندان چشت سے ارادت

تھی۔ چنانچہ خواجہ غور و خواجہ روز خواجگان چشت سے حیات بابا صاحبؒ میں قصبہ چشت سے تشریف فرمائے اجودھن ہوتے تھے۔ بابا صاحبؒ نے شیخ سلیمان و شیخ شہاب الدین کو تبرکاً مرید کروا دیا تھا۔

دوسرے مخدوم زادہ شیخ بہاؤ الدین مشہور شہاب الدین گنج عالمؒ تھے۔ بڑے متبحر عالم تھے۔ ان کے پانچ پسر تھے۔ ان کا مزار بھی متصل روضہ کے ہے۔ مگر آپ کے خلفاء نے وہیں دوسرا مقبرہ بنوا کر آپ کے جسد مبارک کو وہاں مدفون کیا۔

تیسرے صاحبزادہ شیخ یعقوب تھے۔ ان کے دو پسر تھے۔ ان کا مزار معدوم ہے۔ کہتے ہیں کہ ابدالوں میں مل گئے تھے۔ چوتھے پسر شیخ نظام الدین کہ محبوب ترین تھے۔ ان کی شہادت ہوئی۔ یہ سپاہ پیشہ تھے۔ بروقت رحلت پدر ہمراہ سلطان غیاث الدین پٹیالہ میں تھے۔ جس شب پدر کا انتقال ہوا انہوں نے از راہ کشف معلوم کیا اور صبح حاضر ہوئے اور تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے۔ ان کا مزار محمد پور میں ہے۔

پانچویں صاحب زادے شیخ نصیر الدین نصر اللہ تھے۔ ان کے چھ پسر تھے۔ اور یہ تنارو کے تکم سے تھے۔ مزار ان کا موضع چاولیانہ پرگنہ قبولہ میں واقع ہے۔ وہیں شیخ کے بڑے بھائی کا مزار ہے اور اس جگہ ایک چاہ ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ اس چاہ میں بابا صاحب نے ایک معکوس چلہ کیا تھا۔ بعض نے شیخ نصر اللہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ تنارو کے ہمراہ تھے۔ حضرت نے ان کو مثل فرزندوں کے پرورش اور تعلیم فرمایا اور بہت محبوب تھے۔

دختران نیک اختر یہ ہیں۔ ایک بی بی فاطمہ، دوسری بی بی شریفہ، تیسری بی بی مستورہ۔ بی بی فاطمہ کا نکاح حضرت نے شیخ بدرالدین اسحاقؒ سے کیا تھا صحیح النسب، سادات بخارا اور خلیفہ شیخ داؤد کے تھے۔ ان کے دو پسر ہوئے خواجہ محمد، خواجہ موسےٰ۔ بی بی مستورہ کا نکاح شیخ عمر صوفی الفاروقی سے ہوا۔ ان کے ایک پسر شیخ محمد پیدا ہوئے اور بی بی شریفہ جوانی میں بیوہ ہوگئیں۔ ان کی اولاد نہ ہوئی۔ تمام عمر عبادت حق میں مشغول رہیں اور اولیاء ہوگئیں۔ چنانچہ حضرت نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر خلافت اور سجادہ عورت کو دینا جائز ہوتا تو میں بی بی شریفہ کو دیتا۔ ان کے شوہر کا نام معلوم نہیں ہوا۔ بعض حضرات نے چار دختر بیان کی ہیں اور کہتے ہیں کہ چوتھی دختر منکوحہ شیخ علی احمد صابر کی تھیں۔ اس قول کی تصدیق اخبار الاخیار، معارج الولایت، سیر الاقطاب سے ہے۔ جیسا کہ اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ شیخ علی احمد صابرؒ داماد اور خلیفہ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے ہیں۔ اور سلسلہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی وغیرہ کا ان سے منتہی ہوتا ہے قبر ان کی کلیر میں ہے اور صاحب معارج الولایت اور سیر الاقطاب نے خواہر زادہ امام خلیفہ بابا صاحبؒ کا لکھا ہے۔

صاحب خلاصۃ القادریہ ملفوظات بابا صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ بوقت تعمیر روضہ غوث الثقلین بابا صاحب بغداد میں موجود تھے۔ ہر روز مزدوری میں شریک رہتے۔ جب مزدوری کے ملنے کا وقت ہوتا آپ اس سے پہلے چلے آتے تھے۔ بہت دن اسی طرح گزرے۔ آخر ایک روز صاحب زادہ سید عبدالرزاق نے فرمایا عجب مزدور ہے تمام دن مزدوری

کرتا ہے۔ وقت مزدوری لینے کے حاضر نہیں ہوتا۔ کام ختم ہوا اس نے کچھ نہیں لیا۔ اسی شب کو صاحبزادہ سے حضرت نے فرمایا کہ مزدور نہیں ہے فرید مسعود ہے۔ برائے حصول سعادت آیا ہے۔ اس کا اکرام کرنا، دعوت کرنا باعزاز تمام رخصت کرنا معلوم ہوا کہ غوث پاک سے روحانی فیض ہوا۔

حضرت سلطان المشائخؒ سے روایت ہے کہ شب ماہ محرم تھی کہ نماز عشاء حضرت نے جماعت سے ادا کی۔ بعد اس کے بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش آیا تو دریافت کیا کہ نماز عشاء پڑھ لی۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا دوبارہ پڑھوں گا۔ اسی طرح تین بار نماز عشاء ادا کی۔ بعدہٗ یا حی یا قیوم کہتے ہوئے مشاہدہ حق میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ وفات حضرت کی شب سہ شنبہ پنجم محرم سنہ ۶۶۴ھ میں ہوئی۔ نزد بعض سنہ ۶۶۰ھ نزد بعض سنہ ۶۶۸ھ میں ہوئی۔ صاحب مخبر الواصلین نے لکھا ہے۔ تاریخ ؎

افتخار زمانہ فخر زمن	شیخ اہل جہاں فرید الدین
بیگماں پنجم محرم بود	کہ فرید از زمانہ نقل نمود
روز ترحیل او سہ شنبہ داں	کاندریں نیست حرف شک وگماں
سال شد فخر او خلیل آمد	بر کمالات او دلیل آمد

عمر شریف آپ کی ۹۵ سال کی ہوئی اور بعد انتقال اپنے پیر کے تیس سال بقید حیات رہے۔ صاحب سیر الاولیا نے لکھا ہے کہ بابا صاحبؒ نے پندرہ برس کی عمر میں بیعت کی اور سات برس کی عمر سے آثار کرامت ظاہر ہونے لگے مزار گوہر بار پاک پٹن شریف ملک پنجاب میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ اور بروز عرس شریف ہزار خلائق و مشائخ روزگار اور آپ کے سلسلہ کے خلفائے نامدار اور صاحب سجادہ ہائے عالی وقار جمع ہوتے ہیں۔ اور دروازہ روضہ مبارک کو دروازہ بہشتی سمجھ کر اس میں سے نکلتے ہیں۔ یہ دروازہ پانچویں محرم کو کھلتا ہے۔

وجہ تسمیہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ بعد انتقال حضرت کے حاضر ہوئے آپ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دروازہ میں تشریف فرما دیکھا اور فرماتے ہیں کہ یا نظام الدین من دخل فی ھذا الباب کان امنا۔ یعنی جو کوئی اس دروازہ میں داخل ہو وہ امان میں رہے۔ اس روز سے یہ بہشتی دروازہ مشہور ہے ایک روز کسی نے حضرت سلطان المشائخؒ سے پوچھا کہ وقت انتقال حضرت گنج شکرؒ کے آپ حاضر تھے۔ چشم پر آب کر کے فرمایا کہ حضرت نے مجھ کو ماہ شوال میں دہلی روانہ کیا اور انتقال حضرت کا ۵ محرم کو ہوا۔ لیکن وقت رحلت بندہ کو یاد کیا اور فرمایا کہ فلاں دہلی میں ہے۔ میں قطب الاقطاب کی رحلت کے وقت موجود نہ تھا اور میرے شیخ بھی خواجہ بزرگ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ اور خرقہ عطیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ شیخ بدرالدین اسحاق اپنے داماد کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ امانت نظام الدین بدایونی کی ہے اس کو پہنچا دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب بعد وفات بابا صاحبؒ

کے حضرت سلطان المشائخ اجودھن میں پہنچے۔ شیخ بدرالدین نے وہ امانت آپ کے سپرد کی۔

لکھا ہے کہ خلفاء آپ کے بے تعداد ہوئے ہیں اور جواہر فریدی میں پچاس ہزار لکھے ہیں۔ مگر چند حضرات کا نام بزرگ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ بدایونی ثم دہلوی۔ حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابرؒ کلیری۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ۔ بدرالدین سلیمانؒ۔ صاحبزادہ شہاب الدین گنج عالم۔ صاحبزادہ نظام الدین شہیدؒ۔ صاحبزادہ شیخ یعقوبؒ۔ صاحبزادہ شیخ نصیرالدینؒ۔ شیخ بدرالدین اسحاقؒ۔ شیخ وہارو خادم شیخ زین الدین دمشقیؒ۔ شیخ شکر زیر۔ شیخ علی شکر بارؒ۔ شیخ علی لاحقؒ سیالکوٹی۔ شیخ محمد سراج۔ شیخ دہنیؒ۔ شیخ جمالؒ عاشق کمال۔ شیخ عارف سیستانیؒ۔ شیخ ذکریا سندھیؒ۔ شیخ صدر دیوانہؒ۔ شیخ جلال الدینؒ۔ شیخ رکن الدینؒ۔ سید محمود کرمانیؒ۔ شیخ منتخب الدین برادر شیخ برہان الدین غریبؒ۔ شیخ محمد شاہ غوریؒ۔ محمد مولہانیؒ۔ شیخ یوسفؒ۔ شیخ برہان الدین ہانسویؒ۔ مولانا علی بہادرؒ۔ شیخ محمد نیشاپوری۔ شیخ حمیدالدین مکانیؒ شیخ شہاب الدین بلخیؒ۔ عصارہ سیوستانیؒ۔ شیخ داؤد پالہیؒ۔ شیخ نجیب الدین متوکل۔

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہ

برادر حقیقی و خلیفہ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ پیراستہ مرتبہ عالی رکھتے تھے۔ نہایت متوکل تھے کہ ستر برس دہلی میں رہے۔ کبھی کسی دنیا دار کے مکان پر نہیں گئے۔ اور کیفیت یہ تھی کہ بوجہ مشغولی دن اور ماہ کی خبر نہ تھی۔ روپیہ پیسہ اشرفی سب یکساں تھا۔ کسی میں تمیز نہ تھی۔

ایک روز ایک درویش آیا اور اس نے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل تو ہے۔ فرمایا نجیب الدین نام رکھتا تو میں ہوں اور متوکل نہ معلوم کون ہے۔ پھر اس درویش نے پوچھا کہ گنج شکر کا بھائی تو ہی ہے فرمایا ظاہری برادر تو ہوں اور باطنی کوئی اور ہوگا۔ میں توکل نہیں رکھتا۔ صاحب اخبار الاخیار چند نقول آپ کے اس طرح فرماتے ہیں۔

نقل ہے کہ بروز عید چند درویش آپ کے مکان پر آئے۔ اس روز آپ کے یہاں کچھ نہ تھا۔ بالاخانہ پر جاکر عبادت حق میں مشغول ہوئے اور دل سے کہا کہ آج عید ہے اور میرے فرزند بھوکے ہیں اور مسافر آنے والے بھی خالی جائیں گے۔ اسی وقت دیکھا کہ پیر مرد آہ پر سے آتا ہے۔ اور بیت پڑھتا ہے ؎

با دل گفتم دلا خضر را بینی   دل گفت اگر مرا نماید بینم

اور وہ مرد طعام آپ کے روبرو لایا اور کہا کہ تیرے توکل نے نقارہ عرش پر بجایا۔ تو اس طرف ملتفت ہو آپ نے کہا کہ اللہ جانتا ہے کہ واسطے اپنے ملتفت نہیں ہوا۔ واسطے یاروں کے التفات کیا۔ غالباً وہ مرد اپنے خواجہ خضر تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین فرماتے ہیں کہ قبل مرید ہونے بابا صاحب کے ایک روز میں مجلس شیخ نجیب الدین میں بیٹھا تھا۔ میں اٹھا اور میں نے کہا کہ ایک بار سورۂ فاتحہ اور اخلاص پڑھو۔ میری نیت یہ تھی کہ میں قاضی ہو جاؤں۔ شیخ

نے اغماض کیا۔ میں سمجھا کہ انہوں نے سنا نہیں۔ پھر میں نے اسی طرح کہا اور وہ ابھی نیت تھی کہ میں نے تبسم کرکے فرمایا قاضی شو چیزے دیگر مشو۔

لکھا ہے کہ آپ نے ایک روز گنج شکر کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ اسی طرح کہتے ہیں کہ آپ مناجات یا رب کہتے ہیں اور جواب میں لبیک یا سیدی سنتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ خیر بعدہٗ۔ فرمایا کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ حضر تمہارے پاس آتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ خیر بعدہٗ پوچھا کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ نجیب الدین کے پاس ابدال آتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا تو بھی ابدالوں میں ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا ناقل ہیں کہ بمقام دہلی آپ کے ہمسایہ میں تیمور نام ایک ترک رہتا تھا۔ اس نے ایک مسجد بنوائی تھی۔ اس کے پہلو میں اپنے رہنے کو گھر بنایا تھا۔ امامت اس مسجد کی حضرت کرتے تھے۔ اتفاقاً اس کی لڑکی کی شادی آگئی۔ اس نے ایک لاکھ چند ہزار اشرفی شادی میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت نے اس کو نصیحت کی کہ اتنا زر کثیر راہِ خدا میں محتاجوں کو دے تو بہتر ہے اس سے کہ شادی دختر میں خرچ کرے۔ یہ اسراف ہے اس ترک کو یہ بات بری معلوم ہوئی اور آپ کو امامت سے موقوف کیا۔ آپ دہلی سے اجودھن تشریف لے گئے۔ حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حال بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وظیفہ تمہارا موقوف کیا۔ دوسرا اس سے بہتر عطا کرے گا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ جب آپ اجودھن سے واپس آئے دوسرے ترک نے پڑوس میں مکان بنایا اور آپ کا مرید ہوا اور خدمات بجا لانے لگا۔

لکھا ہے کہ بدایوں میں ایک درویش صاحب دل تھا۔ اس کو وجیہ الدین کہتے تھے۔ شیخ نجیب اس کے دیکھنے کو دہلی سے بدایوں آئے۔ اس فقیر کے پاس گئے۔ دیکھا کہ بوریا پر بیٹھا تھا۔ آپ جوتا اتار کر اس کے برابر بیٹھ گئے اس کو ناگوار گزرا۔ نہ ان کی تعظیم کی نہ کچھ بولا۔ ایک کتاب دیکھ رہا تھا۔ آپ نے وہ اس کے آگے سے اٹھا لی اس کی سطر اوّل پر یہ نمودار ہوا کہ آخر زمانہ میں فقیر متکبر ہوں گے۔ اگر صالح ان کے پاس آئے اور پاس بوریا کے جوتا اتار کر بیٹھے تو فقیر آتش تکبر سے جل کر تکلیف دینی چاہے گا۔ آپ نے وہ کتاب اس کے ہاتھ میں دی اور کہا کہ سطر اوّل کو دیکھو تمہارے حسب حال ہے۔ وہ فقیر شرمندہ ہوا۔ آپ وہاں سے راہی طرف دہلی کے ہوئے۔

لکھا ہے کہ غیاث پور میں ایک عورت صاحب ولایت مسمی بہ فاطمہ سام رہتی تھیں کہ جن کی نسبت بابا صاحب نے اکثر فرمایا ہے کہ یہ عورت برابر دو مرد اولیا کے ہے۔ وہ حضرت شیخ نجیب الدین کو بھائی کہا کرتی تھیں۔ جب آپ کے گھر میں دو فاقے گزرے وہ بزرگ عورت اپنے کشف سے معلوم فرما کر ایک من کلچہ پکوا کر آپ کے گھر بھیجتیں اور آپ قبول فرما لیتے۔

وفات حضرت کی ۶۷۱ھ میں ہوئی۔ بوجہ اتحاد باہمی کے بی بی فاطمہ سام قدس سرہٗ کے نزدیک مدفون ہوئے۔

قدمبوسی بابا صاحب سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے پھر ملتان گئے اور اپنے چچا سید احمد سے ملے۔ جب لاہور آتے اجودھن میں حاضر ہو کر پھر ملتان میں جاتے۔ آخر شیخ سے کمال محبت ہو گئی اور تجارت چھوڑ کر مرید ہو کر عبادت میں مشغول ہوئے اور بعد انتقال بابا صاحبؒ کے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر تکمیل ہو کر یاران اعلیٰ میں شامل ہوئے۔ وفات حضرت کی شب جمعہ ۷۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا متصل باؤلی حضرت نظام الدینؒ یاران چبوترہ ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین بن شیخ بدر الدین سلیمان قدس سرہ

نبیرہ صاحب سجادہ حضرت بابا صاحبؒ کے تھے۔ سولہ برس کی عمر میں صاحب سجادہ ہوئے اور پچاس برس صاحب سجادہ رہے۔ تمام ہند آپ کا معتقد تھا۔ اور قدم مبارک آپ نے سوائے جامع مسجد کے دوسری جگہ نہیں رکھا اور امرا اور بادشاہوں سے مستغنی اور صائم الدہر اور قائم اللیل تھے اور بہت سخی تھے۔ جو فتوحات ہوتا تھا اسی وقت تقسیم فرما دیتے تھے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کہ جو دیال پور کا صوبیدار تھا اس وقت آپ کا مرید ہوا تھا۔ جب ۷۳۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا تو یہ صوبیدار دیال پور ملک غازی بادشاہ ہو کر سلطان غیاث الدین تغلق ہوا۔ اور حضرت کا مقبرہ تیار کرایا۔ یہ برج بابا صاحبؒ سے بلند ہے مگر دور سے بلند معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی شان میں امیر صاحب نے جو قصیدہ لکھا تھا۔ ایک شعر اس کا یہ ہے ؎

علمائے دین و دنیا شیخ و شیخ زادہ عصر   کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید

شیخ ضیاء الدین نخشبی قدس سرہ

خلیفہ بابا صاحبؒ اور نبیرہ شیخ حمید الدین صوفی تھے۔ صحبت خلق سے متنفر تھے۔ بدایوں میں گوشہ عافیت میں بسر فرماتے تھے۔ آپ کی تصنیفات سے سلک السلوک و عشرہ مبشرہ و کلیات و جزئیات و شرح دعائے سریانی و طوطی نامہ وغیرہ بہت ہیں۔ وفات حضرت کی ۷۵۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ جمال الدین قطب ہانسوی قدس سرہ

خلیفہ حضرت بابا صاحب کے اور اولاد سے امام اعظم کی تھے۔ بابا صاحبؒ آپ پر نہایت نوازش فرماتے تھے کہ بارہ برس آپ کی محبت کی وجہ سے ہانسی میں رہے اور آپ کے حق میں فرمایا کہ شیخ جمال جمال ماست اکثر فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرے سر کے گرد پھروں اور ان کی عدم موجودگی میں خلافت نامہ بخط خاص تحریر فرما کر بھیجا اور جس

کسی کو خلافت نامہ عطا کرتے اس میں آپ کی قبولیت بھی شرط تھی۔ اگر آپ قبول نہ فرماتے تو بابا صاحب ارشاد کرتے
کہ پارہ کردہ جمال مزید ہرگز نتواں دوخت۔

نقل ہے کہ شیخ جمال نے جس روز سے یہ حدیث دیکھی عذاب قبر سے بہت خائف رہتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا
اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ۔ یعنی قبر ایک باغ ہے باغہائے جنت
سے یا ایک گڑھا ہے گڑھوں دوزخ سے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تھوڑے دنوں بعد چاہا کہ گنبد تعمیر کریں وقت
کھودنے بنیاد چبوترہ کے ایک کھڑکی قبر شیخ میں سے معلوم ہوئی کہ اس میں سے بوئے بہشت آتی ہے۔ پس اسی
وقت بند کی گئی۔ وفات حضرت کی ۶۶۹ھ میں ہوئی۔ مزار ہانسی میں ہے۔ ایک گنبد میں تین بزرگ آسودہ ہیں۔ بعد
انتقال حضرت کے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا۔ فرمایا کہ جب مجھ کو گور میں رکھا۔ دو فرشتے
عذاب کرنے کو آئے چاہتے تھے کہ عذاب کریں۔ ان کے عقب میں دو فرشتے اور آئے اور ان سے کہا اللہ کا حکم
ہے کہ یہ شخص دو سنتوں میں بعد فاتحہ کے سورہ بروج اور والطارق پڑھا کرتا تھا اور بعد ادائے نماز فرض کے آیت
الکرسی کا وظیفہ رکھتا تھا۔ ہم نے ان آیات کی برکت سے اس کو بخشا۔

حضرت سلطان الاولیاء نقادۂ دودمان چشتیہ

محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء

زر زری بخش قدس اللہ سرہٗ

آپ بن خواجہ احمد بن خواجہ علی بخاری بن سیّد عبداللہ بن سیّد حسین بن سیّد علی بن سیّد احمد بن سیّد ابی عبداللہ بن سیّد
علی اصغر بن سیّد جعفر بن سیّد علی ہادی بن امام محمد بن جواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن
امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امیر المومنین امام حسین رضی اللہ عنہ اور از طرف مادر بھی سیّد حسینی ہیں
بلکہ سلسلہ مادری بھی آخری سلسلہ جدی سے مل جاتا ہے۔ یعنی آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا دختر سیّد ابوالمفاخر کی اور
وہ بیٹے سیّد محمد اظہر کی جو خلیفہ پیران پیرؒ کے تھے۔ اور وہ بیٹے سیّد حسینؓ کے اور وہ بیٹے سیّد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔
چنانچہ اس جگہ سے دونوں سلاسل ملحق ہوگئے۔ صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ اجداد حضرت کے بخارا کے

رہنے والے اور گنجینۂ علم و حلم تھے۔ جدِّ مادری حضرت کے خواجہ عرب اور جدِّ حضرت کے خواجہ علی دونوں بزرگ باہم وارد ہندوستان ہوئے۔ پہلے لاہور میں قیام کیا۔ پھر بدایوں میں تشریف لائے۔ اور وہاں سکونت اختیار کی۔ دونوں بزرگوں میں آپس میں قرابت ہوئی۔ یعنی خواجہ عرب نے اپنی دختر نیک اختر رابعہ عصر بی بی زلیخا کی شادی خواجہ احمد خلف خواجہ علی کے ساتھ کی۔ خواجہ احمد کمال صالح اور دین دار تھے۔ حاکمِ وقت نے ان کو بدایوں کا قاضی کیا۔ مزار ان کا بدایوں میں ہے۔ ان دو صدف پاک سے اللہ تعالیٰ نے ذکرِ معرفت، کانِ کرامت، سرمایۂ عشق، محبت حاضر سلطان المشائخ ۶۳۶ھ میں کہ یہی سن قطب الاقطاب کا تھا بروز آخری چہار شنبہ بعد از طلوع آفتاب ۲۷ صفر کو قصبہ بدایوں میں تولّد فرمایا۔ اسی وجہ سے ہر سال آخری چہار شنبہ کو غسل مزار مبارک کو دیا جاتا ہے اور غسل کا پانی تبرکاً لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اپنی حین حیات میں بھی حضرت آخری چہار شنبہ کو ہر سال غسل فرماتے تھے۔ وہ رسم چلی آتی ہے۔ نیز لکھا ہے کہ تمام مقامات غوثی اور قطبی اور فردانیت سے گزر کر مرتبہ محبوبی کو پہنچے۔ اقوال و افعال حضرت کے تمام مشائخوں کو حجت قاطع ہیں۔

الغرض جب عمر شریف پانچ برس کی ہوئی۔ آپ یتیم ہو گئے یعنی آپ کے والد خواجہ احمد صاحب نے انتقال کیا۔ جب سن بلوغ کو پہنچے کمال زہد اور تقویٰ کے ساتھ علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ پچیس برس کی عمر میں مع اپنی والدہ شریفہ کے دہلی میں تشریف لائے اور پرانے قلعہ کے قریب ایک شخص کے دروازہ میں ٹھہرے۔ پھر ایک شخص کے کوٹھے پر جو خس پوش تھا اس میں رہے۔ مولانا شمس خوارزمی کے درس میں کہ جو بڑے فاضل وقت اور کامل تھے اور مخاطب بہ شمس الملک تھے علوم دین کی تکمیل کی۔ مولانا آپ کی بہت عزّت کرتے تھے۔ اور مولانا کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار دیکھی اور مولانا نے سند فضیلت اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی۔ مولانا کمال الدین حقیقت میں باکمال تھے کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ان کو اپنا پیش بنانا چاہا۔ مولانا نے فرمایا کہ میرے پاس سوائے نماز کے دوسری چیز نہیں ہے۔ اب بادشاہ چاہتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے جائے۔ مزار مولانا کا دہلی میں ہے۔

حضرت سلطان المشائخ نے بعد میں شیخ نجیب الدین متوکل کے ہمسایہ میں قیام فرمایا۔ اور دونوں بزرگوں میں کمال محبت رہی۔ انہی دنوں میں آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی انتقال فرمایا۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی بارہ برس کی عمر تھی۔ لغت دیکھتے تھے کہ ایک مرد ابوبکر قوال آپ کے استاد کی خدمت میں آیا اور اس نے چند شعر اور ایک قصیدہ شیخ بہاؤالدین رح کا پڑھا۔ پھر ذکر کیا کہ کنیزان شیخ آٹا پیسنے میں بھی ذکر کرتی ہیں اور بہت تعریف کی۔ آپ کے دل پر کسی بات نے اثر نہ کیا۔ بعد اس کے قوال نے بتایا کہ جب اجودھن میں آیا شیخ فریدالدین کو دیکھا اور آپ کی ریاضت اور زہد کا ذکر کیا۔ یہ سنتے ہی آپ کے دل میں اشتیاق اور محبت شیخ کی پیدا ہوئی کہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے کھاتے پیتے بابا صاحب کا خیال بندھ گیا۔

آخر بدایوں سے روانہ ہو کر دہلی تشریف لا کر تحصیل علم دین کی اور مقامات حریری مولانا شمس الملک صدر ولایت

سے پڑھی۔ یہاں تک کہ سند فضیلت حاصل کی۔ بعدہٗ بشوق ارادت شیخ فریدالدین اجودھن میں آئے۔ اور قدم بوسی شیخ سے مشرف ہوئے۔ شیخ نے معاً یہ بیت پڑھا ؂

اے آتش فراغت دل ہا کباب کردہ سیلاب اشتیاق جاں ہا خراب کردہ

حضرت فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنا بھی اشتیاق ظاہر کرنا چاہتا تھا مگر بوجہ ہیبت اور عظمت کے کچھ عرض نہ کرسکا اور تفسیر اگلے چھ پارہ کلام اللہ کی بیش شیخ تجدید کی اور چھ باب عوارف شریف کی سند لی۔ اور تمہید ابوشکور سلمی اور بعضی کتابیں شیخ سے پڑھیں اور حضرت سے بیعت کی۔ اور عرض کیا کہ ترک تعلیم کرکے اب نوافل میں مشغول ہوجاؤں۔ شیخ نے فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم سے منع نہیں کرتا۔ یہ بھی کر وہ بھی کر۔ درویش کو ضرور علم چاہیے کہ شیطان کے دھوکا میں نہ آئے۔ بعد چند روز کے بتاریخ ۲۱۔ ربیع الاول ۶۶۷ھ میں آخری چہارشنبہ کو خرقہ خلافت عطا ہوا۔ اور دہلی کو رخصت فرمایا۔

حضرت سلطان الاولیاء فرماتے ہیں کہ جب میں اجودھن میں تھا۔ شیخ پر بہت تنگی تھی۔ ایک مرید پانی لاتا، ایک ہیزم لاتا۔ ایک جنگل سے کریر لاتا۔ میں ان کریروں کو اُبال کر شیخ کے روبرو لے جاتا۔ آپ ان سے قدرے لے کر افطار کرتے۔ باقی دوسروں کو تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک روز میں نے نمک قرض لے کر کریروں میں ڈال کر پکایا اور پیالہ میں ان کو اتار کر روبرو شیخ کے لے گیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا اس میں شبہ ہے میں نہ کھاؤں گا۔ میں نے عرض کیا کہ بدرالدین، مولانا اسحاق اور شیخ جمال ہانسوی ایک ایک چیز لاتے ہیں۔ میں پکاتا ہوں۔ شبہ کی وجہ آپ پر ظاہر ہوگی۔ فرمایا درویش فاقہ سے مرجائیں گے مگر لذت نفس کے واسطے قرض نہ لیں گے۔ اس لئے کہ قرض اور توکل میں مشرق اور مغرب کا سا بعد ہے۔ اس وقت سے میں نے عہد کیا کہ کبھی کسی سے قرض نہ لوں گا۔

پھر جس کمبل پر آپ تشریف فرما تھے وہ مجھ کو دیا اور دعا دی کہ تو ہرگز کسی کا محتاج نہ ہوگا اور دہلی چلتے وقت وصیت فرمائی کہ دشمنوں کو خوش رکھنا اور جس سے قرض لینا اس کو ادا کرنا۔ جب میں آیا نجیب الدین سے اپنی سرگزشت بیان کی۔ وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مولانا ہم تم پیر بھائی ہوئے۔

حضرت سلطان المشائخ خود فرماتے ہیں کہ دہلی میں جائے فراغت لائق عبادت نہ دیکھ کر جنگل میں جاکر رہتا تھا ایک روز میں کنارہ حوض تغلق کے بیٹھا ہوا حفظ قرآن کر رہا تھا۔ ایک درویش صاحب حال آگیا۔ میں نے پوچھا تم شہر میں رہتے ہو۔ کہا کہ شہر سکونت کی جگہ نہیں۔ اگر عبادت کی حلاوت چاہے تو جنگل میں ہے۔ پھر ایک باغ میں گیا اور تجدید وضو کرکے دوگانہ ادا کیا اور دعا کی کہ الٰہی جو جگہ میرے واسطے مناسب ہوا گاہی بخش کہ تا وہاں مقیم ہوں۔ ہاتف غیب نے ندا دی کہ تیری جگہ غیاث پور ہے وہاں رہ۔ الحاصل میں غیاث پور میں چلا گیا۔ اور ہدایت خلق میں مشغول ہوا۔ اس روز سے ہزاروں مرید اور معتقد ہونے لگے اور اسی جگہ معزالدین کیقباد نے شہر بنایا۔ تمام امراء و شہزادہ جوق جوق آنے لگے ہیں۔ اس اندیشہ میں تھا کہ یہاں کا رہنا اب بہتر نہیں اور اسی روز ظہر کی نماز کے وقت ایک جوان حسین بہت دبلا آیا۔

اور کہنے لگا کہ اوّل تو مشہور نہ ہونا چاہیے۔ اگر مشہور ہوگیا تو ایسا ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندگی نہ ہو۔ پھر یہ کہا کہ کیا حوصلہ ہے کہ خلق سے جدا ہو کر حق میں مشغول ہوں۔ حوصلہ یہ ہے کہ خلق میں رہ کر حق میں مشغول رہیں۔ جب میں نے یہ بات سنی قدرے کھانا ان کے آگے لایا۔ انہوں نے نہ کھایا۔ میں نے اسی روز سے نیت کی کہ اسی جگہ رہوں گا۔ اس وقت انہوں نے تھوڑا پانی پیا اور غائب ہو گئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ پھر حضرت اسی جگہ قیام پذیر رہے اور خواص و عوام نے رجوع کیا اور باب فتوح کھلا اور ہر ایک حضرت کے انعام و احسان سے ممنون ہوا اور خود ریاضت شاقہ اختیار کی۔ ہمیشہ صائم رہتے افطار کے وقت قدرے باسی روٹی کھاتے۔ اگر نہ ہوتی کچھ نہ کھاتے۔ خادم عرض کرتا کہ ایک تو مخدوم وقت افطار کے پہلے ہی تھوڑا کھاتے ہیں۔ اگر اس کو بھی ترک کیا تو ضعف زیادہ ہوگا۔ اس وقت رو کر فرماتے کہ چند مساکین مساجد وغیرہ میں فاقہ زدہ پڑے ہیں۔ میرے حلق سے طعام کیوں کر اترے لے جا۔ پس یہاں تک رجوع ہوئے کہ امیر سیف الدین، اعزالدین علی شاہ اور حسام الدین احمد اور خواجہ خسرو کو مرید کرایا۔ خواجہ امیر خسرو کی عمر اس وقت بیس برس کی تھی۔

مجالس المعانی سے نقل ہے کہ غیاث الدین تغلق کو بوجہ سماع کے حضرت سے خصومت پیدا ہوئی اور چاہا کہ خاندان حضرت کو اذیت پہنچاوے۔ قدرت خدا سے یہ کیفیت ایک سیاح نے ملتان میں پہنچ کر شیخ رکن الدین ابوالفتح نبیرہ شیخ بہاؤ الدین ذکریاؒ سے بیان کی کہ بادشاہ اور حضرت میں یہ مناقشہ ہے۔ شیخ کو سلطان جی سے کمال محبت تھی تاب نہ لا کر دلی میں تشریف لائے اور حضرت کے مکان پر ٹھہرے۔ قوال جمع ہوئے۔ سماع شروع ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ کو حالت ہوئی۔ آپ کھڑے ہوئے۔ مگر شیخ رکن الدین نے آپ کی آستین پکڑ کر بٹھایا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے۔ پھر شیخ نے دامن پکڑ کر بٹھایا۔ آپ پھر کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے۔ شیخ نوافل میں مشغول ہوئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی مولانا محمد شاہ امام نے کہا یا شیخ رکن الدین ایک سوال کرتا ہوں۔ شیخ نے کہا کہو۔ انہوں نے کہا کہ آستین پکڑنے میں اور پھر دامن پکڑنے میں اور پھر نوافل میں مشغول ہونے میں کیا سیر تھی۔ شیخ نے فرمایا کہ مولانا جب برادر نظام الدین کو وجد ہوا اور کھڑے ہوئے تو قدم ساتویں آسمان پر مارا۔ تا تحت میرا آستین پر نہ پہنچا دامن پکڑ کر بٹھایا۔ جب تیسری بار کھڑے ہوئے میں نے نہ دیکھا کہاں گئے۔ نوافل میں مشغول ہوا۔

سیرالاولیاء سے نقل ہے کہ ایک بار مولانا ظہیر الدین قوال دہلی خدمت سلطان المشائخؒ میں حاضر ہوئے۔ ان کو خوشبو عود کی آئی۔ سمجھا کہ حجرہ میں عود روشن ہوگا کہ خادم نے حجرہ کھولا۔ وہاں سے کچھ بو نہ آئی۔ حیران رہے۔ حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مولانا بو عود کی نہیں ہے یہ دوسری چیز کی بو ہے۔ سبحان اللہ جو ولی کامل مراتب قطبیت اور فردانیت کو طے کر کے مرتبہ محبوبی اور معشوقی پر پہنچتا ہے اس کی ذات پاک مظہر اسرار الٰہی ہو جاتی ہے اور ارادہ اس کا ارادہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور جسم مبارک محبوب کا سرتا پا عطریات غیبی سے معطر ہو جاتا ہے جو اہل

دل اس کے پاس جاتا ہے وہ بُو اس میں اثر کرتی ہے۔ پس حضرت سلطان المشائخ کا رتبہ محبوبی اظہر من الشمس ہے۔ طالب ہو تو دیکھے اور سمجھے ؎

اگر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

نقل ہے کہ وہ گلیم مبارک جو بابا صاحب نے حضرت کو عطا کی تھی۔ آپ نے قاضی محی الدین کو مرحمت فرمائی اس میں سے نہایت خوشبو آتی تھی۔ قاضی نے اس کو سر پر رکھا اور اپنے گھر میں لائے اور مثل حرز جان کے نگاہ میں رکھا۔ قاضی سمجھے کہ یہ بُو عارضی ہے۔ بہت روز بعد پھر اس کو دیکھا۔ خوشبو زیادہ پائی۔ اتفاقاً اس کو خوب پانی میں دھویا، دھوپ میں ڈال ہوا میں سکھایا اور بھی بُو زیادہ ہوئی۔ متعجب ہو کر یہ کیفیت حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت نے چشم پر آب کر کے فرمایا کہ قاضی یہ بوئے محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ محبوبوں کو عنایت کرتا ہے ؎

ایں بوئے بر بوئے بو شناسنست ایں بوئے نہ کوئے دو شناسنست

لکھا ہے کہ اوّل دہلی میں آپ کے یہاں بہت تنگی رہتی تھی۔ اکثر تمام طلباء اور فقراء پر فاقہ گزر جاتا تھا۔ ایک ضعیفہ آپ کے ہمسایہ میں تھیں کہ وہ سوت کات کر اس کی اجرت سے روزہ افطار کرتی تھیں۔ ایک روز اس کو معلوم ہوا کہ تمام درویش فاقہ سے ہیں۔ اس وقت اس کے پاس آدھ سیر آٹا جو کا تھا۔ آپ کے پاس لائی۔ حضرت نے شیخ کمال الدین یعقوب کو فرمایا کہ یہ آٹا لے کر مٹی کی ہانڈی میں پانی ملا کر پکاؤ کہ کسی مسافر کے کام آجائے۔ انہوں نے بموجب حکم چولہے پر چڑھایا۔ ایک دو جوش آئے تھے کہ ایک فقیر دلق پوش آیا اور بآواز بلند کہا کہ نظام الدین کچھ کھانا ہے تو لا۔ جواب دیا گیا کہ ذرا ٹھہر۔ اس درویش نے کہا کہ آپ اٹھ اور ہانڈی جیسی ہے میرے آگے لے آ۔ حضرت نے اپنے دامن سے اس کو پکڑ کر آگے درویش کے رکھا۔ اس نے پہنچتے ہی اپنا ہاتھ ہانڈی میں ڈال کر گرم گرم کھانا شروع کیا۔ اس کو گرمی معلوم نہ ہوئی۔ جتنا کھایا گیا کھایا۔ بعدہٗ اٹھ کر دیگ کو اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گئی اور کہا کہ نعمت باطنی تو نے فرید سے پائی اور فاقہ ظاہری تیرا ہم نے توڑا اور اسی وقت غائب ہو گیا۔ اس روز سے فتوحات بدرجہ غایت بڑھ گئی۔

نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ ہر جمعہ کو غیاث پور سے کیلوکھڑی میں پیادہ جایا کرتے تھے۔ ایک روز یہ خیال آیا کہ گھوڑی ہوتی تو میں اس پر سوار ہو کر جایا کرتا۔ دوسرے روز شیخ نور الدین ملک یار کہیں سے گھوڑی پر سوار آیا اور بیان کیا کہ آج کی شب میرے پیر نے فرمایا کہ جتنی گھوڑیاں تیرے پاس ہیں نظام الدینؒ کی نذر کر کہ وہ جمعہ کو پاپیادہ نہ جاوے۔ چنانچہ یہ کل گھوڑیاں موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پیر کے حکم سے گھوڑیاں دیتے ہو۔ میں بھی اپنے پیر سے ان کے لینے کی اجازت لے لوں۔ چنانچہ اسی شب کو حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ شیخ نور الدین میرا مرید ہے۔ میں نے ہی اسے اجازت دی تھی کہ گھوڑیاں نظام الدین کو دے۔ شوق سے رکھ لے۔ صبح حضرت نے بخوشی وہ نذر قبول کی۔

اخبار اولیار سے نقل ہے کہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے مرنے کے بعد سلطان قطب الدین مبارک شاہ تخت دہلی پر بیٹھا ۱۳۱۶ء میں اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی فرزند علاؤ الدین خضر خاں کو کہ جو مرید حضرت کا تھا اس کو شہید کیا اور مقبرہ عالی کی عمارت اسی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔ اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت کو ستائیے۔ مگر تمام امراء و لشکر مرید اور معتقد تھے۔ اس وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک روز بادشاہ نے اپنے مشیر قاضی محمد غزنوی سے پوچھا کہ شیخ نظام الدین کے پاس اس قدر خرچ کہاں سے آتا ہے؟ یہ قاضی بھی حضرت سے ناخوش تھا۔ جواب دیا کہ امرائے شاہی اور سپاہی بھیجاتے ہیں اس وجہ سے کشادہ پیشانی خرچ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو سو اننگہ زر سرخ روزانہ باورچی خانہ کا خرچ ہے۔ یہ سُن کر سلطان کو اور حسد ہوا۔ حکم دیا کہ جو کوئی شیخ کو کچھ دے گا اس کا وظیفہ حکم سلطانی سے موقوف کیا جائے گا۔ اور نہ کوئی جانے پائے۔ جو جائے اپنا گھر کہیں اور بنائے۔ جب حضرت کو یہ خبر ہوئی خواجہ اقبال کو یہ حکم دیا کہ آج سے کل اخراجات میں دُگنا خرچ کرنا شروع کیا جائے۔ جو درکار ہو فلاں طاق میں بسم اللہ کہہ کر ہاتھ ڈال لیا کرے۔ خواجہ اقبال آپ کے مرید اور خلیفہ اور مصاحب اور خانساماں اور زر خرید بھی تھے۔ خواجہ اقبال نے بموجب امر والا دُگنا خرچ کرنا شروع کیا۔ جب کئی روز گزرے کہ اہل شہر سے کوئی خانقاہ میں نہ گیا اور نہ کچھ فتوحات ہوا البتہ خرچ دُگنا ہو گیا۔ سلطان نے اس کا سبب خفیہ دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ بحکم حضرت طاق میں سے برائے خرچ ہر روز ملتا ہے۔ یہ سُن کر سلطان منفعل ہوا۔ اور ایک امیر کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ شیخ رکن الدین ہر سال میرے دیکھنے کو ملتان سے آتے ہیں اور تم دہلی میں رہتے ہو تم نہیں آتے۔ اس میں تحقیر ہے۔ یہ سُن کر آپ نے جواب دیا کہ پیروں کی عادت نہیں کہ امراء کے مکان پر جاویں۔ مجھ کو معاف رکھئے۔ یہ سُن کر سلطان کو اور بھی غصہ آیا اور کہلا بھیجا کہ میرے حکم کی تعمیل تم کو کرنی ہوگی۔

حضرت سلطان المشائخ رح نے شیخ علی سنجری کو شیخ ضیاء الدین رومی کے پاس بھیجا کہ بادشاہ کے مرشد اور خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے یہ کہلا بھیجا کہ آپ بادشاہ کو روکیں کہ فقراء کے ستانے میں اس کی بہبودی نہ ہوگی۔ جب شیخ علی سنجری پہنچے دیکھا کہ وہ از حد بیمار تھے۔ واپس آکر حضرت سے ذکر کیا۔ تیسرے روز شیخ ضیاء الدین نے انتقال کیا اور دہلی میں مدفون ہوئے۔ ان کی تقریب فاتحہ میں کل اکابر اور مشائخ اور سلطان سب جمع تھے حضرت بھی تشریف لے گئے۔ کل حاضرین تعظیم کو کھڑے ہو کر آداب بجا لائے۔ مگر سلطان ملتفت نہ ہوا تلاوت قرآن میں مشغول ہوا اور سب حال آنکھوں سے دیکھا اور بھی آتش غضب سے جلا۔

بعض نے حضرت سے کہا کہ سلطان بھی اسی مجلس میں ہے السلام علیکم کیجئے۔ فرمایا کچھ حاجت نہیں۔ وہ تلاوت کر رہا تھا مخل نہ ہونا چاہئے۔ بعدہٗ فاتحہ و ختم مجلس برخاست ہوئی۔ سب اپنے مکان پر گئے۔ بادشاہ نے کل علماء اور مشائخ کو جمع کر کے کہا کہ شیخ نظام الدین کو سمجھاؤ کہ ہر روز میرے دیکھنے کو آیا کریں۔ اگر نہ ہو سکے تو

آٹھویں دن ورنہ ہر ماہ نو کی مبارک باد کو ضرور آیا کریں۔ اور جو وہ کہیں مجھ سے کہو کہ میں کچھ اور ذکر کروں۔ چنانچہ سید قطب الدین غزنوی، شیخ عماد الدین طوسی، شیخ وحید الدین و برہان الدین کہ ان صاحبوں کے مزارات بھی دہلی میں ہیں۔ بابیائے سلطان حضرت کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت سلطان آپ کو کہتا ہے کہ ہر روز نہ ہو سکے، آٹھویں دن ورنہ ہر چاندرات کو ضرور آیا کریں اور مصلحت بھی ہے کہ اس کا ارادہ فاسد معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے چندے تامل کیا اور فرمایا انشاء اللہ۔ لفظ انشاء اللہ کے فرمانے کو ان صاحبوں نے جانا رضامند ہیں۔ وہاں سے خوشی خوشی آئے اور سلطان سے کہا کہ وہ راضی ہیں اور بادشاہ بھی خوش ہوا۔

اس روز ۲۷ صفر تھی کہ خواجہ وحید قریشیؒ اور اعز الدینؒ اور حضرت امیر خسروؒ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا شیخ ہم نے سنا ہے کہ حضور واسطے دیکھنے سلطان کے راضی ہو گئے۔ فرمایا کہ میں ہرگز برخلاف اپنے پیروں کے نہ کروں گا۔ یہ منتظر ہوئے کہ سلطان منتظر ہے کہ جب شام ہو اور شیخ میرے دیکھنے کو آئیں اور شیخ کا ہرگز ارادہ نہیں ہے۔ اس میں بڑا فساد ہوگا حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ سلطان مجھ پر ہرگز فتح یاب نہ ہوگا۔ الغرض جب انتیس تاریخ ہوئی۔ خواجہ اقبال نے عرض کی کہ امشب شب ماہ ہے واسطے ملاقات سلطان کے جو تبرک حکم ہو فراہم کروں۔ فرمایا ٹھہر۔ جب وقت عصر ہوا بعد نماز کے پھر خواجہ اقبال نے عرض کی مجھ کو حکم ہو۔ کچھ جواب نہ دیا۔ خواجہ اقبال سمجھے کہ شیخ بادشاہ کے دیکھنے کو نہ جائیں گے آخر جب پہر بھر رات گئی غیاث الدین تغلق کہ جو اس کا معتبر اور بچاس ہزاری منصب رکھتا تھا وہ سلطنت آیا اور کوشک ہزاروں ستون میں مع قاضی محمد غزنوی کے جاہر بیگ کے ہاتھ سے قتل کرایا۔ اور اس کے اطفال کو بھی قتل کیا۔ یہ ذکر ۱۳۲۱ء کا ہے۔ اور خود چار سال سلطنت کر کے مر گیا۔

اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ میں شیخ کے ہمراہ کشتی میں تھا۔ مجھ کو اپنے روبرو بلایا اور فرمایا کہ تجھ سے کچھ چاہتا ہوں۔ جب تو دہلی جائے مجاہدہ میں رہیو۔ بیکار رہنا کچھ نہیں۔ روزہ رکھنا آدھی راہ ہے اور نماز و حج آدھی راہ ہیں۔ پھر فرمایا میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جو خدا سے چاہے وہ ملے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھ سے شیخ نے فرمایا کہ مجاہدہ میں میں نے قدر سے دنیا بھی طلب کی ہے اور خلافت کے وقت فرمایا کہ مجاہدہ کرنا چاہئے برائے استعداد۔

پھر ایک بار حجرہ میں سر برہنہ کر کے یہ رباعی فرما رہے تھے اور چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا ؎

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم ۔۔۔۔ خاکے شوم بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ ز کونین توئی ۔۔۔۔ از بہر تو مے روم و برائے تو زیم

جب یہ تمام کر چکے سر سجدہ میں رکھا اور میری طرف دیکھا میں حجرہ میں گیا اور اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھا۔ فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ کیا چاہتا ہے؟ میں نے دین حسن چاہا۔ فرمایا بخشا۔ پھر میں اپنے دل میں پچھتایا کہ یہ نہ مانگا کہ سماع میں مروں۔

نقل ہے کہ چند شخص واسطے ملازمت حضرت سلطان المشائخ کے چلے۔ بازار سے کسی نے کچھ تحفہ لیا کسی نے کچھ لیا۔ ان میں ایک متعلم تھا۔ اُس نے سوچا کہ ٹکے کیوں خرچ کروں کیونکہ شیخ ہر ایک تحفہ کو تھوڑا دیکھیں گے۔ سب پیش ہوں گے اور خدام اٹھا لے جائیں گے۔ یہ سوچ کر قدرے خاک کاغذ میں باندھ لی۔ جب سب پہنچے تو اپنے اپنے تحفے شیخ کے روبرو رکھے۔ خادموں نے ان کو اٹھانا چاہا۔ فرمایا کہ اس کاغذ کو یہیں چھوڑو کہ یہ سرمہ شریف خاص میری آنکھوں کے واسطے ہے۔ متعلم تائب ہوا اور شیخ نے اس پر بہت مہربانی فرما کر کہا کہ جو تیری حاجت ہو بیان کر۔

نقل ہے کہ ایک شخص اپنی جگہ سے واسطے زیارت حضرت کے آتا تھا۔ جب بوندی میں آیا وہاں ایک شخص مومن بزرگ تھے۔ ان کی زیارت کو گیا۔ ان بزرگ نے پوچھا کہ کہاں جائے گا۔ اُس نے کہا شیخ نظام الدین کی زیارت کو جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نظام الدینؒ کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ شب جمعہ کو تجھ سے کعبہ میں ملتا ہوں وہ مجھ کو پہچان لیں گے۔ یہ شخص خدمت حضور میں حاضر ہوا۔ اس درویش کا پیام دیا۔ آپ نے آزردہ ہو کر فرمایا وہ درویش عزیز ہے، مگر زبان نہیں رکھتا۔ بزرگی شیخ مومن کی بھی اس جگہ سے ظاہر ہے۔ مزار ان کا بوندی میں ہے۔

نقل ہے کہ سلطان علاؤ الدین بن شہاب الدین کہ یہ بادشاہ اپنے کو سکندر ثانی کہتا تھا بڑا بار بر اور فاضل پابند شریعت تھا۔ اس نے بائیس برس نہایت عدل و داد کے ساتھ سلطنت کی۔ ایک بار بقصد امتحان چند باتیں متعلق امور سلطنت کے تحریر کر کے لکھا کہ آپ تمام عالم کے مخدوم ہیں۔ دین و دنیا کی حاجتیں آپ کی ذات بابرکات سے بر آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مملکت دنیا میرے ہاتھ میں دی ہے۔ چاہتا ہوں کہ جو مصلحت ملکی پیش آوے حضرت کی خدمت میں عرض کروں۔ آپ اس میں مشورہ دیں کہ میری اور خلقت کی خیر ہو اور ہر ایک حکم کے نیچے حدیث نبوی تحریر فرما کر میرے پاس روانہ کیجئے۔ اس طرح تحریر کر کے اپنے چھوٹے بیٹے خضر خاں کو دیا کہ یہ حضرت کا مرید بھی تھا۔ اور کہا کہ اس کاغذ کو شیخ کی خدمت میں لے جا اور جواب لا۔ پس خضر خاں نے بموجب امر پدر حاضر ہو کر کاغذ سلطان المشائخ کے دست مبارک میں دیا۔ حضور نے اس کو مطالعہ فرما کر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو۔ بعدہٗ فرمایا کہ فقیروں کو بادشاہوں سے کیا کار۔ میں درویش ہوں۔ شہر کے ایک کونہ میں پڑا ہوں۔ بادشاہ اور مسلمانوں کی دعائے خیر میں مشغول ہوں۔ اگر بادشاہ نے اس بارہ میں پھر مجھ سے کہا تو میں یہاں نہ رہوں گا۔ ارضُ اللہِ واسعۃٌ۔

جب یہ جواب خضر خاں نے پدر کو دیا۔ سن کر خوش ہوا اور معتقد ہو کر عرض کرایا کہ میں زیارت کو حاضر ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کچھ حاجت نہیں۔ میں دعائے غیب میں مشغول ہوں۔ غیب کی دعا میں زیادہ اثر ہوتا ہے۔ میرے مکان کے دو دروازے ہیں۔ اگر سلطان ایک دروازہ سے داخل ہوگا میں دوسرے سے نکل جاؤں گا۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے تقریر فرمائی فلاں جگہ تمہارے یار مزامیر سنتے ہیں۔ فرمایا کہ میں منع کرتا ہوں کہ مزامیر و محرمات درمیان ہوا اچھا نہیں ہے۔ اس بارے میں اور بہت کچھ فرمایا۔ پھر کہا کہ شیخ وحد الدین کرمانی شیخ شہاب الدین

کے پاس آئے ۔ شیخ نے اپنا مصلیٰ لپیٹ کر زیر زانو رکھا ۔ یہ بات مشائخوں کو نہایت تعظیم کی معلوم ہوئی ۔ جب رات ہوئی شیخ صدالدینؒ نے سماع طلب کیا ۔ شیخ شہاب الدینؒ نے قوالوں کو طلب کیا ۔ جب سماع مرتب ہوا خود ایک گوشہ میں مشغول ہوئے ۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جو کچھ کہ سماع میں صفتیں میں نے سنی ہیں اکثر اوصاف و اخلاق شیخ پر گمان کرتا ہوں کہ ایک روز حیات شیخ میں قوالوں سے یہ بیت سنی ہے ؎

محرام بدیں صفت مبادا　　گر چشم بدت رسد گزندے

مجھ کو اخلاق حمیدہ ، اوصاف برگزیدہ اور کمال بزرگی اور لطافت کی یاد آتی ہے ۔ یہ فرما کر چشم پر آب فرما کر چشم پر آب کر کے فرمایا کہ تھوڑے دن گزرے ہیں کہ آپ نے رحلت کی ۔

نقل ہے کہ جب سلطان غیاث الدین تغلق ۱۳۲۱ء؁ میں بادشاہ ہوا تھوڑے دنوں بعد اس نے بنگالہ پر لشکر کشی کی ۔ راستہ میں سے حضرت سلطان المشائخ رحؒ کو لکھا کہ میرے آنے تک تم غیاث پور سے چلے جاؤ ۔ تمہاری وجہ سے آدمیوں کی ایسی کثرت رہتی ہے کہ میرے متعلقوں کو جگہ نہیں ملتی ۔ حضرت کے پاس یہ خط پہنچا ۔ آپ نے مطالعہ کر کے فرمایا کہ ہنوز دہلی دُور است ۔ پس ایسا ہی ہوا کہ بادشاہ دہلی میں نہیں پہنچا ۔ پہلے تغلق آباد میں آیا ۔ وہاں چوتھے سال جلوس میں مکان کے نیچے دب کر مر گیا ۔

نقل ہے کہ ایک بار خانقاہ حضرت سلطان المشائخ میں مجلس سماع گرم تھی کہ ایک صوفی نے آہ کی اور اس کے بدن میں آگ لگی ۔ جل کر خاک ہو گیا ۔ اس وقت حضرت کو حالت تھی ۔ جب آپ کو ہوش آیا اور دریافت کیا کہ خاک کیسی ہے عرض کی کہ ایک شخص نے آہ کی اور جل گیا ۔ یہ اُس کی خاک ہے ۔ آپ نے پانی طلب کر کے اس خاک پر چھڑکا ۔ وہ صوفی زندہ ہوا ۔ آپ نے اس کو ارشاد کیا ۔ ابھی تم میں خامی ہے ۔ جب تک پختہ نہ ہو ۔ میری مجلس میں نہ آنا ۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت واسطے زیارت مزار پرانوار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ کے حاضر ہوئے ۔ واپس ہوتے وقت کنارہ دریا پر گزر ہوا ۔ دیکھا کہ میر حسن علائی سنجری شاعر اپنے یاروں سمیت بہت خوش شراب نوشی کر رہا ہے ۔ حضرت کو دیکھ کر منفعل ہوا اور یہ شعر پڑھا ؎

سالہا باشد کہ باہم صحبتیم　　گر ز صحبت ہا بود ے کجاست

زاہد تا فسق از دل ما گم نہ کرد　　سا مانِ ما بہتر از زہد شما نست

یہ رباعی سُن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صحبت کو بہت اثر ہے ۔ اس لفظ کو فرماتے ہی اس کے دل پر بہت اس کا اثر ہوا ۔ دوڑ کر اپنا سر حضور کے قدموں پر رکھا اور تائب ہوا ۔ بعدہٗ مرید ہو کر سعادت دارین سے بہرہ مند ہوا ۔ چنانچہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا ؎

اے حسن تو بہ آنگہی کردی　　کہ ترا طاقت گناہ نماند

یعنی انہوں نے ۷۰ برس کی عمر میں توبہ کی اور فوائد الفوائد جمع کی کہ مقبول کتاب ہے۔ یعنی نظر فیض اثر کے پڑتے ہی کامل ہو گئے۔

نقل ہے کہ شمس الدین بزاز نے کہ نہایت متموّل اور حضرت کا دشمن جانی تھا ایک روز قریب سبزی منڈی کے شراب خوری کا ارادہ کیا۔ بچشم ظاہر سے حضرت کو دیکھا کہ سامنے کھڑے انگشت سے اشارہ فرماتے ہیں کہ نہ پی۔ یہ معاملہ دیکھتے ہی اس نے شیشہ اور جام شراب کا توڑا اور خدمت شیخ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس کا نسبت یاور ہوتا ہے ایسا ہی معاملہ پیش آتا ہے۔ آخر وہ مرید ہو کر سعادت ابدی سے بہرہ مند ہوا۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے کسی مرید کے گھر میں مجلس سماع تھی اور کھانا بھی تھا۔ مگر عین مجلس کے وقت ہزاروں آدمی صوفی اور دیگر اہل شہر آ گئے۔ کھانا اس قدر نہ تھا کہ سب کو کفائیت کرے۔ صاحب خانہ حیران ہوا۔ اب کیا کیا جائے حضرت نے نور باطن سے معلوم فرما کر خواجہ مبشر خادم خاص کو فرمایا کہ جب سب کے ہاتھ دھلا چکے تو ایک روٹی کے چار ٹکڑے کر کے ان کو چادر سے ڈھانک کر بسم اللہ کہہ کر تقسیم کرنا شروع کر دینا اور دو آدمیوں کے آگے ایک طباق رکھ دینا۔ حسب الحکم انہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ پچاس آدمیوں کا کھانا کئی ہزار آدمیوں کو کافی ہوا۔

لکھا ہے کہ قاضی محی الدین کاشانی سخت بیمار تھے۔ وقت نزع حضرت ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ قاضی بے ہوش تھا۔ شناخت مردم بھی جاتی رہی تھی۔ حضرت نے قریب پہنچ کر دست مبارک ان کے چہرہ پر پھیرا۔ اسی وقت ان کو ہوش آیا۔ صحت ہوئی۔ بعد اس کے ایک مدت زندہ رہے۔ بعض حضرات ایسا مشہور کرتے ہیں کہ جب حضرت قاضی کی عیادت کو گئے ان کو خبر ہوئی۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ آخری وقت میں ان کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا کہ وہ سماع سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے توبہ کی۔ جب یہ خبر قاضی کو ہوئی اپنی پگڑی بھیجی کہ اس کو بچھا دو۔ وہ اس پر قدم رکھ کر تشریف لا دیں۔ نہیں معلوم کہ اس کی سند کہاں سے ملی۔ کیونکہ قاضی محی الدین کاشانی آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ایسا گستاخانہ کلام کس طرح کہتے۔ واللہ اعلم!

ایسی ہی ایک نقل جہلا نے مشہور کر رکھی ہے کہ حضرت بوعلی قلندر آپ کی کرامات چھین لے گئے تھے جس کو امیر خسرو بوساطت مبارز خاں واپس لائے۔ مقام غور ہے کہ یہ سلطان الاولیاء اور وہ بختی۔ یہ محبوب کبریا و عاشق اللہ بعض کا قول ہے کہ شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے مرید تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین کے۔ بعض کا عقیدہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مرتبہ محبوبیت کل مراتب سے اعلیٰ ہے۔ قطبیت اور ابدالیت اور واحدیت یہ سب مراتب محبوبیت کے آگے ادنیٰ ہیں۔ پس ادنیٰ اعلیٰ کا مقابلہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ اولیاء میں ایسا مناقشہ نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک یہ ایسی باتیں ہیں جیسے گنواروں نے بیربل اور اکبر اعظم کی بنا رکھی ہیں۔

نقل ہے کہ قصبہ سماوہ میں ایک جاگیردار کے گھر آگ لگی۔ فرمان معافی جاگیر بھی ہمراہ دیگر سامان کے جل گیا۔ وہ غریب

واسطے حاصل کرنے سند کے دہلی میں آیا اور بمشقت جدید فرمان حاصل کیا۔ جب کچہری سلطانی سے باہر آیا کہیں گر کر گم ہوا۔ بہت ڈھونڈا نہ ملا۔ روتا ہوا حضرت کی خدمت میں آیا اور دعا چاہی۔ حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ ابھی بازار سے حلوا لا کر اس پر والدین بابا صاحبؒ کی فاتحہ دلا۔ تیرا فرمان مل جائے گا۔ وہ اسی وقت اٹھ کر بازار میں آیا اور قریب دروازہ خانقاہ کے جو حلوا فروش تھا اس سے حلوہ مول لیا۔ حلوائی وزن کرنے کے لئے کاغذ نکال کر پھاڑنا چاہتا تھا کہ اس نے دیکھا کہ اسی کا فرمان ہے۔ اس نے غل مچایا کہ اس کو نہ پھاڑنا۔ پس حلوا اور فرمان لے کر حضرت کی خدمت میں آیا اور مرید ہوا۔

لکھا ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی نے چاہا کہ کسی بہانہ سے حضرت کو اپنے پاس بلا دے۔ پس یہ کہلا بھیجا کہ عرصہ دراز گزرا کہ جو لشکر میرا مہم پر ہے اس کی کچھ خبر نہیں آئی۔ میں نہایت متردد ہوں۔ آپ اگر ایک ساعت کو تشریف لاویں تو عین مصلحت اور مہربانی ہوگی۔ حضرت یہ پیام سنتے ہی پہلے تھوڑی دیر گردن جھکائے رہے۔ بعد اس کے فرمایا کہ سلطان سے کہہ دو کہ میرے آنے کی کچھ حاجت نہیں۔ انشاءاللہ کل بوقت چاشت تم کو خبر ملے گی اور تمہارا برادر الف خاں صحیح اور سالم معہ اسباب غنیمت خوش و خرم ملے گا۔ چنانچہ دوسرے روز الف خاں فتح اور نصرت کے ساتھ آیا اور ملازمت سلطان حاصل کی۔ سلطان نے خوش ہو کر پانچ ہزار دینار خدمت شیخ میں بھیجے۔ اسی وقت اسفندیار آگیا۔ حضرت نے اس کو مرحمت فرما دیے۔

نقل ہے کہ حضرت نے نکاح نہیں کیا۔ تمام عمر مجرد رہے۔ اس کا سبب محققوں نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخؒ بمقام اجودھن حاضر تھے۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ کچھ لا تاکہ میں کھاؤں۔ حضرت اپنی دستار رہن رکھ کر لوبیا اور نمک خرید لائے اور اس کو جوش دے کر نمک ملایا اور بابا صاحبؒ کے آگے لا رکھا۔ بابا صاحبؒ کے مع یاروں کے نوش کیا۔ فرمایا کہ اچھا نمکین پکایا۔ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ ہر روز ۲۷ من نمک تیرے باورچی خانہ میں خرچ ہوا کرے۔ حضرت نے کھڑے ہو کر آداب بجایا۔ اس وقت بابا صاحبؒ نے دیکھا کہ پاجامہ حضرت کا پھٹا ہوا تھا۔ اپنا پاجامہ عنایت کیا۔ حضرت نے اپنا فخر سمجھ کر اس کو اپنے جامے کے اوپر پہنا۔ جلدی میں اس کا ازار بند ایک طرف سے نکل گیا۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ ازار بند محکم باندھ۔ حضرت نے عرض کی انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس وجہ سے تمام عمر تجرّد رہا۔

نقل ہے کہ جب حضرت کا شہرہ عالمگیر ہوا اس وقت اہل مکّہ نے کہا کہ افسوس ہے کہ مولانا نظام الدّین نے حج ادا نہیں کیا۔ اس وقت وہ بزرگ بھی موجود تھے جو چالیس برس سے مجاور خانہ کعبہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ غلط ہے۔ مولانا نظام الدین ہمیشہ صبح کی نماز اوّل وقت کعبہ میں ادا کرتے ہیں۔ اس بات کا مکہ میں شہرہ ہوا۔ صاحبانِ دہلی سے بھی سُنا اور حضرت کے مریدوں نے بھی بیان کیا۔ مگر بوجہ ہیبت اور عظمت کے کوئی کچھ نہ دریافت کر سکتا تھا۔ ایک بار حضرت اپنے حجرہ میں تھے اور ایک مرید در حجرہ پر وضو کا پانی لئے ایستادہ تھا۔ جب دیر ہوئی وہ سمجھا کہ حضرت اوپر چھت کے ہوں گے۔ یہ سمجھ کر وہ اندر حجرہ کے گیا۔ حضرت کو وہاں نہ پایا۔ چھت پر گیا وہاں بھی نہ پایا۔ ناچار ہو کر حجرہ کا

دروازہ بند کرکے بدستور ایستادہ ہو گیا کہ اسی وقت حضرت نے وضو کا پانی طلب کیا۔ اسی وقت اور مرید بھی آگئے تھے نماز ادا کی۔ بعد نماز کے اس مرید نے عرض کیا کہ چھت تک دیکھ آیا تھا۔ حضور تشریف نہ رکھتے تھے۔ جب میں باہر آیا اسی وقت آپ نے پانی طلب کیا۔ یقین ہے کہ واسطے ادائے نماز کعبہ میں تشریف لے گئے ہوں گے اور جو کچھ حاجیوں سے سنا تھا عرض کیا۔ اس پر حضرت نے چشم پُرآب کرکے فرمایا کہ میں اس قابل کب ہوں مگر یہ رحمت پروردگار ہے۔ ایک ساندنی غیب سے پیدا ہو کر حجرہ کی چھت سے مجھ کو اپنے پر سوار کرکے کعبہ میں لے جاتی ہے۔ بعد فراغ نماز ہو کر اسی جگہ پہنچا جاتی ہے۔

الغرض جب عمر شریف حضرت کی ۹۱ سال ہوئی، سات روز بول و براز بند رہا۔ آٹھویں روز خواجہ اقبال کو طلب فرما کر کہا کہ جو نقد و جنس ہو سب میرے آگے لا۔ انہوں نے عرض کیا آقا جو فتوح ہوتا ہے اسی روز صرف ہو جاتا ہے۔ مگر چند ہزار من غلہ خرچ امروز موجود ہے۔ فرمایا کہ ابھی غرباء کو تقسیم کر۔ بعدہٗ گٹھڑی کپڑوں کی منگائی۔ اس میں ایک دستار، ایک کرتہ اور مصلیٰ اور سند خلافت مولانا برہان الدین غریب کو عطا کیا اور دکن کی جانب رخصت کیا۔ ان کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ اسی طرح ہر ایک خلیفہ کو عنایت کیا۔ اس وقت حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی حاضر نہ تھے۔ ان کی نسبت کچھ عنایت نہیں کیا۔ اس وقت مجلس کو فکر تھا کہ کیا وجہ ہے کہ جو وہ محروم رہے۔ بعد تھوڑی دیر کے حضرت چراغ دہلی کو بلا کر وہ تبرکات کہ جو خواجگان چشت سے چلے آتے تھے اور بابا صاحب نے حضرت کو عطا فرمائے تھے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کو عطا فرمائے۔ اس کے بعد نماز عصر ادا کی۔ ہنوز آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ اس آفتاب دین محبوب رب العالمین نے کل نفس ذائقۃ الموت کی تکمیل کی۔ یہ حادثہ عظیم بروز چہار شنبہ بتاریخ ۱۷۔ ربیع الآخر ۷۲۵ھ میں ہوا۔ عمر شریف کو بعض نے ۹۴ سال لکھا ہے۔ روضہ متبرکہ بمقام غیاث پور متصل شاہ جہان آباد درگاہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ زیارتگاہ خاص و عام ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ پیدائش حضرت کی ربیع الاول میں ہوئی اور وفات ربیع الآخر میں ہوئی۔ لکھا ہے کہ ایک درویش باکمال مریدان شیخ سوندھا صابری کے تھے۔ ان کو کشف القبور اور عالم ارواح میں کامل دستگاہ تھی۔ صاحب تقیاس و انوار کہ جو ان کامل بزرگ کے پیر بھائی ہیں تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز کامل روبرو تربت حضرت سلطان المشائخ کے بیٹھے۔ مراقبہ برزخ میں مشغول ہوئے۔ ان کو ایک روز دریائے عظیم نور ذات سا معلوم ہوا اس میں ہر طرف سے نور کی موجیں اٹھتی تھیں۔ دیکھا ایک نورانی کشتی چلی آتی ہے۔ اس میں ایک تخت مرصع بچھا ہے۔ اس پر ایک مرد صاحب جمال بیٹھا تھا اور وہ تجلی تھی کہ اس کی تجلّی کے آگے آفتاب ایک ذرّہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ درویش صاحب مراقبہ دریا سے گزر کر صاحب تخت کے نزدیک پہنچے۔ پہنچتے ہی خوشبو سے معطر ہو گئے اور صاحب تخت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں نظام الدین ہوں، معشوق حق ہوں۔ لہٰذا تجلّیات اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی میری طالب ہیں اور دوسرے اولیاء ان کے طالب ہیں اور حضرت نے ایک دستار ان درویش کو عطا کی اور فرمایا کہ جا تجھ کو

صاحب ولایت کیا۔ صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں کہ تاحیات ان کے جسم سے اور ان کے لباس سے اہل دلوں کو خوشبو آتی رہی۔ بعد مرنے کے بھی اُن کے کپڑوں میں وہی خوشبو آتی رہی۔

صاحب مونس الارواح نے ایک بار یہ ارادہ کیا کہ بغداد شریف میں پہنچ کر حضرت پاک کے روضہ مطہرہ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ یہ ارادہ مصمم کر کے چادر مزار اور دیگر سامان نذر و سفر تیار کر کے پہلا مقام غیاث پور میں کیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت پیران پیر تشریف لائے اور فرمایا کہاں جاتی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور کی زیارت اور چادر چڑھانے جاتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تو یہیں ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ دہلی میں کہاں ہیں۔ فرمایا کہ نظام الدین جو ہیں وہ میں ہی تو ہوں۔ کیوں اتنا سفر اٹھاتی ہے۔ جب صبح یہ بیدار ہوئیں ان کے ہمراہ جو علماء اور مشائخ تھے سب کو طلب کر کے اپنا خواب بیان کیا۔ باتفاق سب نے کہا امشب سب پر یہی کیفیتیں جداگانہ طاری ہوئیں۔ ان کے ہمراہ جو علماء اور مشائخ تھے سب کو طلب کر کے اپنا خواب بیان کیا۔ باتفاق سب نے کہا امشب سب پر یہی کیفیتیں جداگانہ طاری ہوئیں کہ ہم مطلب آپ کے خواب کی ہیں۔ پس صبح وہ سب سامان مزار پر انوار حضرت سلطان المشائخ رح پر چڑھایا اور وہ نقد کہ جو بغداد شریف کے اور آمد و رفت کے خرچ کے واسطے تھا۔ کل مساکین اور خدام روضہ عالیہ کو تقسیم کیا۔

صاحب سیر السالکین تحریر کرتے ہیں کہ آخر وقت مرض الموت حضرت سلطان المشائخ رح کے شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کہ اس وقت دہلی میں تھے واسطے عیادت کے آئے۔ چاہا کہ زمین پر بیٹھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پلنگ پر بیٹھو اُنہوں نے کہا کہ قطب وقت اور محبوب رب العزت کے پلنگ پر کس کی طاقت ہے بیٹھے۔ حضرت نے مریدوں سے کرسی طلب کی۔ جب کرسی آئی شیخ اس پر بیٹھے اور بعد دریافت احوال شیخ رکن الدین نے کہا، انبیاء اور اولیاء کو درمیان موت و حیات کے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔ اگر آپ چند روز توقف کریں تو خلق کو نفع ہو۔ ہزاروں ناقص کامل ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا اشتیاق دوست اس طرح غالب ہوا ہے کہ ایک ساعت باقی رہنے کو جی نہیں چاہتا بلکہ ایک ایک دم مجھ پر دشوار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شب معاملہ میں دیکھتا ہوں کہ مجھ کو فرماتے ہیں کہ اے نظام تیرا اشتیاق مجھ کو زیادہ ہے۔ میرے پہلو میں آ۔ یہ سن کر شیخ رکن الدین رح اور جملہ حاضرین زار زار رونے لگے اور خود رفتہ ہو گئے۔

بعد اس کے شیخ رکن الدین رح نے کہا کچھ وصیت فرمایئے۔ حضرت نے فرمایا کہ پیران چشت سے ایک بزرگ نے وصیت کی تھی کہ بعد میرے مرنے کے نزدیک جنازہ کے سماع کریں۔ بعد اس کے دفن کریں۔ جب ان حضرت نے وفات پائی ان کے مریدوں نے نزدیک جنازہ کے سرود کہلوایا۔ اور وہ حضرت اٹھ کھڑے ہوئے۔ سات روز اسی طرح سماع رہا۔ بعدہٗ سماع بند کر کے ان کو دفن کیا۔ میں بھی ان کے قدم بقدم جانا چاہتا ہوں۔ تم بھی میرے مرنے کے بعد نزدیک

جنازہ کے سماع کرانا ۔ پس جب حضرت سلطان المشائخ رحؒ کی وفات ہوئی جنازہ کی امامت شیخ رکن الدین رحؒ نے کی ۔ بعد نماز جنازہ کے شیخ رکن الدین رحؒ نے کہا کہ آج مجھ کو تحقیق ہوا کہ چار برس مجھ کو واسطے امامت جنازہ کے رکھا تھا کہ میں نماز جنازہ سلطان المشائخ رحؒ کی امامت سے مشرف ہوں ۔ بعدہٗ شیخ رکن الدین رحؒ نے قوال طلب کیا ۔ آپ کے خلفاء نے منع کیا کہ بمجرد سننے سماع کے حضرت کھڑے ہوں گے ۔ وہ حضرت تو سات روز کے بعد سماع سے باز رہے مگر ہمارے حضرت قیامت تک سماع سے باز نہ رہیں گے ۔ جہاں میں فتنہ اٹھے گا ۔ یہ بات شیخ رکن الدین کی سمجھ میں آگئی اور جنازہ کو اٹھا کر لے چلے ۔

اثنائے راہ میں ایک عورت اپنے دروازہ پر بیٹھی امیر خسروؒ کی غزل گا رہی تھی ۔ اس وقت یہ شعر تھا ؎

اے تماشا گاہ عالم روئے تست تو کجا بہر تماشا مے روی

یہ آواز سنتے ہی دست مبارک حضرت کا کفن سے باہر ہوا ۔ شیخ رکن الدین نے دوڑ کر اس عورت طوائف کو منع کیا ۔ جب تک جنازہ قبر کے نزدیک آیا ۔ ہاتھ اسی طرح باہر تھا ۔ قبر میں اتارتے وقت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ نے عرض کیا کہ "برہان شما ازیں ہم پیشتر است ۔ اگر دست گرد آید بہتر باشد چراکہ قدم سید درمیان است" یہ عرض کرتے ہی ہاتھ کفن کے اندر ہوگیا ۔ پس شیخ رکن الدین نے جنازہ قبر میں اتارا اور قبر سے نکلتے ہی بیہوش ہو گئے ۔ جب ہوش آئی لوگوں نے پوچھا کہ بیہوشی کا کیا سبب تھا ۔ شیخ رکن الدین نے کہا کہ یہ بھی قطب وقت تھے ۔ لوگوں سے فرمایا کہ جب میں نے حضرت کو قبر میں اتارا روحانیت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر برادر شیخ نظام الدین کو بغل میں لیا مجھ کو طاقت مشاہدہ نور نبوت کی نہ تھی اس وجہ سے بے ہوش ہو گیا ۔

خلفائے حضرت سلطان المشائخ کو جو چند حضرات مشہور ہیں تبرکاً تحریر ہوتے ہیں ۔ یعنی حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین رحؒ چراغ دہلی، حضرت امیر خسرو رحؒ دہلوی، سراج الدین رحؒ، عثمان رحؒ، شیخ قطب الدین منور نبیرہ شیخ جمال، شیخ حسام الدین ملتانی رحؒ ۔ مولانا جمال الدین نصرت خانی رحؒ ۔ مولانا فخر الدین رحؒ ۔ مولانا ابوبکر منڈوی رحؒ ۔ مولانا فخر الدین مروزی رحؒ ۔ مولانا علم الدین نیلی رحؒ ۔ شیخ برہان الدین غریب رحؒ ۔ مولانا وجیہہ الدین یوسف رحؒ ۔ مولانا شہاب الدین امام رحؒ ۔ مولانا حافظ قاضی محی الدین کاشانی رحؒ ۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی رحؒ ۔ مولانا فصیح الدین رحؒ ۔ مولانا شمس الدین یحییٰ رحؒ ۔ خواجہ کریم الدین سمرقندی رحؒ ۔ شیخ جلال الدین اودھی رحؒ ۔ مولانا جمال الدین قاضی شرف الدین رحؒ ۔ مولانا کمال الدین یعقوب رحؒ ۔ مولانا بہاؤ الدین رحؒ ۔ شیخ مبارک رحؒ ۔ خواجہ معز الدین رحؒ ۔ خواجہ ضیاء الدین برنی رحؒ ۔ شیخ تاج الدین وادری رحؒ ۔ مولانا مؤید الدین انصاری رحؒ ۔ خواجہ شمس الدین رحؒ ۔ خواہر زادہ امیر خسرو رحؒ ۔ شیخ نظام الدین شیرازی رحؒ ۔ خواجہ سالار رحؒ ۔ شیخ فرید الدین میری رحؒ ۔ شیخ علاؤ الدین اندپیتی رحؒ ۔ شیخ شہاب الدین کنتوری رحؒ ۔ مولانا حجت الدین ملتانی شیخ بدر الدین توار رحؒ ۔ شیخ رکن الدین خبیری رحؒ ۔ شیخ عبد الرحمٰن سارنگ پوری رحؒ ۔ حاجی احمد بدایونی رحؒ ۔ شیخ لطیف الدین رحؒ ۔ حافظ قاضی شاہ علی رحؒ ۔ مولانا قوام الدین یکدانہ رحؒ ۔ مولانا برہان الدین ساوری رحؒ ۔ مولانا جمال الدین اودھی رحؒ ۔ شیخ نظام الدین مولا مولیٰ ۔ قاضی عبد الکریم قدوفی رحؒ ۔ قاضی قوام الدین قدوری رحؒ ۔ مولانا علی شاہ جاندار رحؒ ۔ خواجہ تقی الدین ۔ خواہر زادہ حضرت سید

محمد کرمانی رحؒ۔ سید یوسف حسنی رحؒ۔ حمید شاعر قلندر رحؒ۔ خواجہ بشیر خاں سامانی رحؒ۔ و مصاحب اعلیٰ و خادم خاص۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ سلطان الاولیاءؒ وہ بزرگ تھے کہ گوشہ میں بیٹھے ہوئے تصور فرماتے ہیں۔ ایسا ہی روضہ متبرکہ کہ ان کا قبلہ حاجات عالم ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ ذرّہ بے قدر سنہ ۱۲۱۵ھ بشرف سعادت زیارت آستانہ بادشاہ کونین حاضر ہوا۔ فیض روحانیت حضرت سے بہت سی نعمتیں پائیں کہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ سبحان اللہ! آج تک ظہور تصریفات ذات حضرت کا ہمیشہ ترقی پر ہے اور تا قیامت قائم رہے گا۔ چنانچہ بعد ارادت خدمت پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت میرزادہ روشن بخت گورگانی قدس اللہ سرہٗ العزیز اس احقر کاتب الحروف کو مزارات پر جانے کا شوق ہوا۔ تمام صحرائے دہلی کی خاک کو توتیائے چشم کیا۔ یہ قاعدہ رہا کہ جس مزار کو بالوار و برکات دیکھا وہاں مشغول ہوا۔ مراقبہ کیا، طرح طرح کے ذائقے اٹھائے بعض حضرات کی زیارت سے بھی مشرف ہوا۔ ان حضرات کی مہربانی سے بعض مشکلات بھی حل ہوئیں۔ کئی ہزار اولیائے کبار خاک پاک دہلی میں آسودہ ہیں۔ مگر چار مقام عجیب و غریب ہیں۔ اوّل تو روضہ متبرکہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحؒ۔ دوسرے روضہ عالی مقام حضرت سلطان المشائخ رحؒ جو طالب اہل نظر جاوے ممکن نہیں فیضان سے محروم آوے اور اس کی مشکل حل نہ ہو۔ مقامات نہ کھلیں۔ تیسرا مزار حضرت نصیر الدین رحؒ چراغ دہلی۔ چوتھا مزار شاہ ترکمان بیابانی قدس اللہ سرہٗ ہم۔

حضرت شاہ عبداللہ کرمانی بنگالی رحؒ

خلیفہ حضرت بزرگ رحؒ۔ آپ کے سلسلہ میں ہزاروں فقیر ہیں اور جو آپ کے فقیر ہیں وہ کرمانیہ مشہور ہیں۔

حضرت پیر کریم سلونی رحؒ

خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ کے اور کامل وقت گزرے ہیں اور صاحب گروہ ہیں یعنی آپ کے جو فقیر گزرے ہیں۔ وہ کریمیہ کہلاتے ہیں۔ وفات آپ کی سنہ ۶۶۳ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ برہان الدین صوفی قدس سرہٗ بن شیخ جمال ہانسوی رحؒ

لکھا ہے کہ وقت انتقال پدر بزرگوار آپ خورد سال تھے۔ حضرت بابا صاحب رحؒ کی خدمت میں لائے گئے۔ بابا صاحب نے نہایت عنایت کی اور خلافت نامہ اور مصلیٰ اور عصا ساتھ اس نعمت کے اوپر شیخ جمال الدین کے رواں کی تھی شیخ برہان الدین کو عطا کی اور خدمت گزاری شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی وصیت عطا فرمائی۔ چنانچہ شیخ برہان الدین رحؒ ہر سال شیخ نظام الدین اولیاء میں جا کر تربیت پاتے اور تا حیات سلطان المشائخ نے کسی کو مرید نہیں کیا۔ از اخبار الاخیار

نہ معلوم بعض صاحبزادگان جمالی موجود کو کہاں سے سند ملی ہے کہ وہ مرید کو تحریر کر کے دیتے ہیں۔ شیخ جمال کے نام کے بعد حضرت سلطان المشائخ کا نام ان کے بعد قطب الدین منورؒ کا نام لکھتے ہیں۔ درویشوں کے کسی خاندان میں یہ نہیں دیکھا کہ ہادی سے پہلے طالب کا نام لکھا جائے۔ اس نقل سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ برہان الدین نے نہ کچھ حاصل کیا نہ حضرت سلطان المشائخ سے بیعت کرنا یا فیضیاب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ امیر خسرو دہلوی قدس سرہٗ

نام مبارک ابوالحسن خسروؒ تھا۔ حضرت سلطان المشائخؒ اور برہان الدین الفضلا اور امیرزادہ اور بادشاہوں کے ہمیشہ ہم صحبت تھے مگر تعلق دل سے تھا وہ خدا کے ساتھ تھا۔ امیر صاحب کے والد کا نام امیر سیف الدین اور نانا کا نام عماد الملکؒ تھا کہ اولیائے زمانہ گزرے ہیں اور ایک سو تیرہ برس کی عمر ہوئی کہ حضرت امیر صاحب کو خود تربیت کیا۔ لکھا ہے کہ حضرت بمقام مومن آباد معروف بہ پٹیالی کہ کنارہ دریائے گنگ پر ہے پیدا ہوئے۔ آپ کے مکان کے متصل ایک مجذوب رہتے تھے۔ آپ کے والد آپ کو اسی وقت ان مجذوب کی خدمت میں لے گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی ان مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا طوطی ہند اور ایک ملک الشعراء، عارف باللہ، یگانہ روزگار ہوگا۔ قیامت تک نام اس کا یادگار رہے گا اور دعا دی کہ تو ہر دلعزیز ہو۔ آپ نے نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی اور خورد سالی میں ہمراہ والد کے دہلی تشریف لائے۔ اور اپنے نانا عماد الملک کے زیر تعلیم رہے۔ نہایت خوبرو، خوب طینت، حاضر جواب، عالی طبع، زود فہم، خوش گلو تھے۔ جب سات برس کے ہوئے اپنے بھائی اور والد کے ہمراہ حضرت سلطان المشائخ سے بیعت کی۔ جب آپ نو برس کے ہوئے آپ کے والد امیر سیف الدین نے اسی برس کی عمر میں شہادت پائی۔ چند برس میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں زہد اور ریاضت شاقہ فرماتے یہاں تک کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخؒ نے آپ کو ترک اللہ کا خطاب عطا کیا۔ جیسا کہ امیر صاحب خود فرماتے ہیں کہ ؎

بر زبانت چوں خطاب بندہ ترک اللہ رفت ——— دست ترک اللہ بگیر و با ہمش بسپار
چوں من مسکیں ترا دارم ہم نیم بس بود ——— شیخ من بس مہربان و خالقم آمرزگار

بارہا حضرت سلطان المشائخؒ نے آپ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ میں اپنے وجود سے رنجیدہ ہوتا ہوں مگر اے ترک میں تجھ سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوتا اور آپ کے بڑے بھائی اعز الدین علی کو دوبارہ خلعت خاص سے مشرف فرمایا

اوران کو بھی بہت عزیز رکھتے تھے۔ حضرت امیر صاحب جو شعر فرماتے پہلے بڑے بھائی کو دکھاتے تھے تاکہ کوئی سقم نہ رہ جائے۔ معلوم ہوا کہ سارا خاندان آفتاب تھا۔

ایک بار ایک شخص نے سلطان المشائخ سے عرض کی کہ جیسی مہربانی خسرو پر ہے امیدوار ہوں کہ بندہ پر بھی مبذول ہو۔ حضرت نے جواب دیا کہ ویسی قابلیت پیدا کر۔

امیر صاحبؒ نے ایک بار حضرت سلطان المشائخؒ سے عرض کیا کہ امیدوار ہوں کہ حضور کے قدموں پر مردوں کہہ دیجئے کہ تیری زندگی موقوف ہے اوپر بقا میری کے کہ تجھ کو میرے پہلو میں دفن کریں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ الغرض جب آپ تکمیل درویشی کر چکے، خرقہ خلافت عطا ہوا اور بوجہ جوش کلامی ہم مجلس سلاطین ہوئے، آپ کی بہت کچھ تصانیف ہیں۔ ۹۹ کتابیں ہیں، ۵ لاکھ کے قریب شعر ہیں اور ہندی زبان میں بے شمار کلام ہے۔ لکھا ہے کہ جب حضرت سلطان المشائخ سماع سنتے۔ داہنی طرف امیر خسرو اور بائیں طرف خواجہ مبشر بیٹھتے اور قوال پہلے امیر صاحب کی غزل شروع کرتے۔

لکھا ہے کہ حضرت امیر صاحب ہر شب نماز تہجد میں سات سپارے قرآن مجید پڑھتے اور نماز عشاء کے بعد خدمت میں حاضر ہوکر تمام مریدوں کے حالات عرض کرتے۔ بعض سے خطا معاف فرماتے بعض کی سفارش کرتے۔ ایک روز امیر صاحب نے شیخ سے عرض کیا کہ میں ایسا چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن فرشتے مجھ کو خسرو کہہ کر یاد نہ کریں کہ یہ نام متکبر ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ بروز قیامت تجھ کو محمد کاسہ لیس کہیں گے۔

صاحب سفینۃ الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ سوز سینہ، بے کینہ اور آتش عشق منزل حضرت خواجہ امیر خسروؒ کی اس قدر تھی کہ پیراہن مبارک حضرت کا قلب کی جگہ سے ہمیشہ سوختہ رہا کرتا تھا بلکہ یہ کیفیت تھی کہ جس وقت نیا کپڑا پہنا اسی وقت دل کی جگہ سے جل گیا اور چالیس برس صائم الدہر رہے ہیں۔ امیر صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایک روز بعد انفراغ وظائف صبح حضرت پیر روشن ضمیر نے بندہ کو طلب فرما کر کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے تو بھی سن اور زبان الہام سے بیان کر۔ فرمایا کہ شب آدینہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ صدرالدین پسر شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ آئے میں نے ان کی تعظیم کی اور انہوں نے ایسی تواضع کی کہ بیان سے باہر ہے۔ اس میں دیکھا کہ اے خسرو تو دور سے پیدل ہوکر میرے پاس آیا۔ اور بیان معرفت شروع کیا۔ اسی وقت اذان کی آواز سنی اور میں بیدار ہوا۔ یہ خواب بیان فرما کر کہا کہ دیکھ کہ یہ کیا مرتبہ ہے۔ بعدہٗ میں نے نیازمندی سے عرض کیا کہ میں ایک ناچیز اس مرتبہ کو پہنچوں۔ آخر آپ ہی کا تو دیا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی روتا آیا اور پکار کر روے۔ میں بھی اس وقت بہت رویا۔ بعد اس کے کلاہ خاص طلب کرکے دست مبارک سے میرے سر پہ رکھی اور فرمایا کہ کلمات مشائخ کو زیادہ دیکھا کر اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔ رباعی ۵

خسروئے کہ بنظم و نثر مثلش کہ خاست ملکیت ملک سخن آں خسرو راست

ایں خسرو ما است ناصر خسرو نیست زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ما ست

لکھا ہے کہ ایک روز ایک فقیر برائے طلب خدمت سلطان المشائخ میں آیا اور اپنا مطلب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آج فتوح ہوگا تجھ کو دوں گا۔ اس روز کچھ فتوح نہ ہوا۔ پھر فرمایا کہ کل جو فتوح ہوگا تجھ کو دوں گا۔ کل بھی کچھ فتوح نہ ہوا۔ آپ نے اپنی کفش اس درویش کو دی اور رخصت کیا۔ وہ کفش لے کر چلا۔ اتفاقاً امیر صاحب ہمراہ بادشاہ کہیں گئے تھے۔ وہاں سے آتے ہوئے یہ درویش مل گیا۔ پوچھا کہاں سے آتا ہے؟ اس نے کہا دہلی سے۔ پوچھا کہ سلطان المشائخ کی بھی کچھ خبر ہے۔ درویش نے کہا خیریت سے ہیں۔ امیر صاحب نے کہا کہ تیرے پاس سے مجھ کو بوئے شیخ آتی ہے۔ شاید کوئی اُن کی چیز تیرے پاس ہے۔ درویش نے کہا کہ کفش خواجہ میرے پاس ہے کہ مجھ کو عطا کی ہے۔ امیر صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کو فروخت کرتا ہے۔ اُس نے اقرار کیا۔ امیر صاحبؒ نے پانچ لاکھ روپیہ کہ جو صلہ قصیدہ میں بادشاہ دہلی سے پایا تھا، کل اس درویش کو دے کر کفش حضرت کی اس سے لی اور اس کو سر پر رکھے ہوئے خدمت پیر میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خسرو یہ کفش سستی خریدی ہے۔ آپ نے عرض کی کہ حضور اُس درویش نے اسی پر اکتفا کیا۔ ورنہ اگر تمام جان و مال اس کفش کے بدلے میں طلب کرتا میں سب دے کر لیتا۔ سبحان اللہ! جن کے ایسے عقیدے ہوں پیران سے راضی نہ ہوں تو اور کس سے ہوں۔ علاوہ بریں ہزاروں حکایات اور کلمات آپ کے مشہور ہیں۔

لکھا ہے کہ جب حضور خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی حضرت امیر خسروؒ دہلی میں نہ تھے۔ ہمراہ سلطان تغلق بنگالہ میں تھے۔ جب خبر انتقال پیر روشن ضمیر سنی اسی وقت سیاہ پوش ہوئے اور بسرعت تمام دہلی میں آئے۔ آتے ہی مزار کے روبرو کھڑے ہو کر کہا۔ سبحان اللہ! آفتاب زیر زمیں اور خسروؒ زندہ اور اپنے چہرہ کو مرقد مبارک سے گھس گھس کر بے ہوش ہو گئے۔ بعد تھوڑی دیر کے ہوشیار ہوئے مگر چھ ماہ تک مفارقت پیر سے روتے اور آہ بھرتے رہے۔ آخر بروز چہار شنبہ ۱۷ شوال ۷۲۵ھ دنیائے ناپائیدار سے کوچ فرما کر قرب الٰہی حاصل کیا۔ مقبرہ عالی یاران چبوترہ زیارت گاہ خواص و عام ہے۔

حضرت میر حسن علائی سنجری قدس سرہٗ

سادات عظام و خلفائے حضرت سلطان المشائخ سے تھے۔ فاضل اجل شاعر بے مثل اور معزز تھے اور بہت سے قصیدے اپنے پیر کی شان میں کہے اور دربار شاہی میں بھی تعارف تھا۔ سلطان غیاث الدین بوجہ ان کے کلام کے ان کو بہت دوست رکھتا تھا۔ اکیس برس کی عمر میں توبہ کر کے مرید ہو کر کامل و مصاحب سلطان المشائخ ہوئے اور فوائد الفوائد ملفوظات شیخ جمع کی۔ اور جائے پیدائش آپ کی دہلی ہے۔ آخر عمر میں بحکم سلطان محمد تغلق دیو گری تشریف

لے گئے اور ۷۳۶ھ میں وفات پائی۔ مزار دیوگری میں ہے۔

حضرت مولانا مؤید الدّین قدس سرّہٗ

لکھا ہے کہ یہ امیرزادہ تھے اور وقت امیری سلطان علاؤالدین کے ان کی خدمات بجالاتے تھے۔ ایک بار حضرت سلطان المشائخ رح کے مرید ہوکر یکایک دنیا کو ترک کر کے عبادت حق میں مشغول ہوئے۔ جب علاؤالدین بادشاہ ہوا اُس نے آپ کو یاد کیا اور سلطان جی کو لکھا کہ مولانا کو ہمارے پاس بھیج دیجئے کہ ان سے کار متعلق ہے۔ حضرت رح نے جواب دیا اس کو اور کار درپیش ہے۔ اس کے سرانجام میں مصروف ہے۔ ظاہری کار کو اس سے کچھ سروکار نہیں رہا۔ وہ اس جواب سے رنجیدہ ہوا۔ پھر کہلا بھیجا کہ مخدوم سب کو اپنا سا بنایا چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ اپنے برابر کیا بلکہ اپنے سے بہتر چاہتا ہوں۔ یہ سن کر سلطان مجبور رہا۔ وفات ان کی ۷۲۶ھ میں ہوئی۔ مزار یارانِ چبوترہ پر ہے

حضرت شیخ وجیہ الدّین یُوسف قدس سرّہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ لکھا ہے کہ یہ جب سے مرید ہوئے مورچال چلا کرتے تھے یہاں تک کہ شیخ کی دعا سے ہوا پر پروازی کرنے لگے تھے۔ بعد تکمیل خرقہ خلافت بمقام چندیری مامور ہوئے۔ ۷۲۹ھ میں بمقام چندیری وفات پائی۔

حضرت خواجہ محمد امام قدس سرّہٗ

نبیرہ بابا صاحب اور فرزند شیخ بدرالدّین اسحاق تھے اور اپنے والد صاحب سے بھی علم الٰہی کی تکمیل کی تھی۔ آخر خدمت حضرت سلطان المشائخ سے مشرف ہوئے اور انوار المجالس ملفوظات حضرت سلطان جی جمع کئے اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے۔ علم موسیقی بھی خوب جانتے تھے۔ ۷۳۰ھ میں بمقام غیاث پور وفات پائی۔ مزار ان کا یارانِ چبوترہ پر ہے جو متصل باؤلی کے ہے۔

حضرت شیخ حسام الدّین ملتانی قدس سرّہٗ

خلیفہ سلطان المشائخ کے تھے۔ زہد اور تقویٰ از حد تھا۔ اکثر اوقات شیخ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ دہلی خلق حمایت حسام الدین میں ہے۔ نقل ہے کہ راہ میں مستغرق ہوئے چلے جاتے تھے۔ جانماز کندھے سے گر پڑی۔ ایک شخص نے پکار کر دو آوازیں دیں۔ یا شیخ یا شیخ! آخر اُس نے پاس جا کر ہاتھ سے ہلا کر کہا کہ دو آوازیں دیں۔ تم نے جواب نہ دیا۔ آپ نے

فرمایا کہ اے عزیز! میں شیخ نہیں ہوں دریوزہ گر ہوں۔ اگر اس طرح پکارتا تو میں جواب دیتا۔
لکھا ہے کہ ایک بار حسب حاجت پیر حرمین شریفین میں گئے۔ بعد از حج کے واپس آئے۔ سلطان جیؒ نے فرمایا کہ جو شخص زیارت روضہ رسول مقبولؐ چاہے۔ وہ علیحدہ زینت کرے اور زیارت رسولؐ سے مشرف ہو۔ اگر بذریعہ حج کے زیارت روضہ رسول مقبول کی کرے اور مشرف نہیں ہوتا۔ یہ سنتے ہی بہ نیت مدینہ طیبہ اور واسطے زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۷۳۵ھ میں ہوئی۔ مزاران پیر کا پاک پٹن میں ہے۔

حضرت خواجہ فخرالدین رزی قدس سرہ

خلیفہ سلطان المشائخ اور بہت متقی تھے۔ قرآن شریف کی کتابت کیا کرتے تھے۔ تمام عمر مجرد رہے اور اکثر رجال غیب ان کے روبرو آیا کرتی تھی۔ ایک روز انہوں نے خواجہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک دن مجھے پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک کوزہ پانی غیب سے پیدا ہوا۔ میں نے کوزہ چھوڑا اور پانی پھینک دیا اور کہا کہ کرامت کا پانی نہیں چاہتا تھا۔ خواجہ نے فرمایا کہ پینا چاہئے تھا کہ اشیاء غیب سے بے عیب ہے۔ پھر عرض کیا کہ میں نے کنگھا کرنا چاہا۔ کنگھا موجود نہ تھا۔ ایک دوست آیا۔ اس کے ہاتھ میں کنگھا تھا۔ میں نے اس سے لے کر کنگھا کیا۔ ایک بار وضو کر کے ارادہ کیا کہ کنگھا کروں۔ کنگھا طاق خانقاہ میں تھا۔ میرا ارادہ کرتے ہی خود بخود میرے پاس آگیا۔ لکھا ہے کہ شیخ فخرالدین ایک جزو کلام اللہ کا روز تحریر کرتے تھے اور اُجرت میں لوگ زیادہ دیتے ہیں مگر آپ چار آنے جزو لیتے تھے۔ کچھ للہٰ دیتے کچھ اپنے صرف میں لاتے۔ آخر عمر میں بصارت کم ہوئی۔ کتابت چھوٹ گئی۔ حمیدالدین ملک التجار نے سلطان علاؤالدین خلجی سے سفارش کر کے سو روپیہ روز مقرر کرائے۔ آپ نے منظور نہ کئے۔ فرمایا چار آنے روز سے زیادہ نہ لوں گا۔ ہزار حیلہ و مشکل دس آنے مقرر ہوئے۔ ۷۲۶ھ میں وفات ہوئی۔ مزار یاران چبوترہ پر ہے۔

حضرت مولانا ضیاءالدین برنی قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ شیخ کی ان پر نہایت مہربانی تھی۔ حکایات عمدہ بیان کرتے تھے۔ خواجہ امیر خسروؒ و امیر حسن علائیؒ اور مولانا ضیاءالدین برنیؒ یہ تینوں صاحب ایک جان دو قالب تھے۔ تاریخ فیروز شاہی آپ ہی تصنیف ہے اور آپ نے اپنے حسرت نامہ میں لکھا ہے کہ میں ایک بار خدمت پیر و مرشد میں حاضر تھا اور میرے دل میں خیال گزرا کہ پہلے مشائخ مرید کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے اور میرے شیخ بلا احتیاط ہر کسی کو بیعت فرماتے ہیں۔ نامعلوم اس میں کیا حکمت ہے۔ میں چاہتا تھا کہ سوال کروں۔ ہنوز خطرہ تمام نہیں ہوا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وقت میں حکمت کاملہ اپنی سے ایک خاصیت رکھی ہے کہ اس کے موافق خاصیت پیدا ہو اور طبیعت

ہر عصر کے باہم مشابہ نہیں ہوتی۔ اصل میں ارادت مرید انقطاع غیر حق سے ہے۔ اور اشغال اللہ اور اہل سیف بیعت جب تک نہیں دیتے تھے جب تک انقطاع کلی غیر حق سے نہیں کرا دیتے تھے۔ عہد ابو سعید ابوالخیرؒ اور تا زمانہ شیخ سیف الدین باخرزیؒ اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ تا عہد ولایت شیخ فرید الدینؒ ان کے دروازوں پر امرا اور بادشاہ جملہ خلق کا اژدہام رہتا تھا اور ملوک بخوف آخرت اپنے کو ان عاشقان الٰہی کی پناہ میں رکھتے تھے اور یہ حضرات مہربانی سے ہر کسی کو مرید کرتے تھے۔ کوئی ایسا نہیں کہ جو معاملات معشوقانِ خدا کو قیاس کر سکتے ہیں۔ میں حسب متابعت اپنے پیروں کے مرید کرنے میں احتیاط نہیں کرتا۔ اس میں کئی فائدے ہیں۔

اوّل تو میں یہ سنتا ہوں کہ میرے مرید گناہ سے بچتے ہیں۔ نماز اوّل وقت با جماعت ادا کرتے ہیں اور ادائے نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر پہلے شرائط کی حقیقت وارادت ان سے لیں تو شاید ان سے نہ ہو سکے۔ اور اتنے ثواب سے بھی محروم رہیں۔

دوسرے یہ کہ میرے شیخ نے مجھ کو اجازت دی ہے اور مسلمان میرے پاس عجز سے آتے ہیں اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اس نیت سے شاید ان کا کلام سچا ہو مرید کرتا ہوں۔ خاص کر یہ صادقوں سے سنا ہے کہ بیعت کرنا گناہ سے باز رکھتا ہے۔

تیسرے قوی سبب سے یہ ہے کہ ایک روز پیر و مرشد میرے نے دوات قلم میرے روبرو رکھ کر فرمایا کہ تعویذ بہت سے لکھ اور حاجت مندوں کو دے۔ میں اس کار سے دل تنگ ہوا۔ ملال میرا دریافت فرما کر ارشاد کیا کہ نظام الدین ابھی سے ملول ہوا۔ جب تیرے دروازہ پر ہجوم حاجت مندوں کا ہوگا تب کیا کرے گا۔ یہ سن کر میں نے قدموں پر حضرت کے سر رکھا اور رویا اور عرض کی کہ مخدوم نے بندہ کو معزز فرمایا۔ خرقہ خلافت عطا کیا۔ میں ایک فقیر ہوں خلقت کے ملنے سے نہایت متنفر اور کار خلافت نہایت بزرگ ہے۔ اس کا سرانجام مجھ بے چارا سے کیونکر ہوگا۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ نظام الدین معلوم کر کہ فردائے قیامت مجھ کو پروردگار عالم میں آبرو ہو اور تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں اپنا پاؤں بہشت میں نہ رکھوں گا جب تک کہ تیرے مریدوں کو ہمراہ بہشت میں نہ لے جاؤں گا۔ پس میں اس سبب سے جو کوئی میرے پاس طالب اور تائب آتا ہے اس کو مرید کرتا ہوں کہ خلق گنہگار ہے جو میرے پیر کے وسیلہ سے نار جہنم سے بچیں غنیمت ہے۔ وفات حضرت مولانا ضیاء الدین برنی کی ۷۳۸ھ میں ہوئی۔ مزار یارانِ چبوترہ پر پایانِ مزار امیر صاحب کے واقعہ ہے۔

حضرت شیخ برہان الدین غریب قدس سرہ

صاحب ذوق و شوق وہ واحد عاشق خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلی

بھی آپ کے پاس تشریف لائے ہیں اور آپ نے بوجہ عقیدت کے تمام عمر غیاث پور کی طرف پشت نہیں کی۔ لکھا ہے کہ دوبارہ خرقہ خلافت پایا۔ ایک روز سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ شیراز و میر حسن حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ شیخ برہان الدین مرید قدیم ہے۔ مثل دیگر خلفاء کے ان کو خرقہ خلافت عطا ہو۔ خواجہ اقبال نے پیراہن اور کلاہ حاضر کی۔ شیخ نے دست مبارک کلاہ اور پیراہن پر رکھا اور مولانا برہان الدین کو عطا کیا۔

ایک بار شیخ علی زنبیلی اور ملک نصرت نے کہ عزیز سلطان علاؤ الدین اور مرید حضرت شیخ کے تھے حضرت شیخ سے شکایت کی کہ مولانا برہان الدین پیراہن اور خرقہ خلافت پہن کر کمبل بچھا کر بیٹھتے ہیں۔ خلق کثیر ان کے پاس جمع ہوتی ہے دکان شیخی کی بہت خوب گرم کر رکھی ہے۔ حضرت سلطان جی ان سے یہ سن کر رنجیدہ ہوئے۔ جب مولانا حاضر ہوئے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اسی وقت خدام نے مولانا سے کہا کہ تم کو مناسب ہے ابھی یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہارے بیٹھنے کی یہ جگہ نہیں۔ مولانا حیران پریشان اٹھ کر مکان پر آئے اور گویا تعزیت میں بیٹھے۔ اہل شہر مولانا کے دیکھنے کو ترس گئے آخر کار امیر صاحب نے دستار اپنی گلے میں ڈال کر مولانا کی شفاعت چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ ترک اللہ کا کیا حال ہے کہو۔ آپ نے عرض کیا کہ معافی جرائم مولانا برہان الدین چاہتا ہے۔ شیخ نے تبسم فرما کر کہا کہ معاف کیا اس کو حاضر کرو۔ بعدہٗ مولانا اور امیر صاحبؒ گلے میں دستار ڈالے ہوئے حاضر ہوئے۔ آداب بجا لائے۔ حضرت نے بٹھایا اور مولانا کو تجدید بیعت فرما کر بار دیگر خرقہ عطا فرمایا۔ ان حضرات نے بعد انتقال حضور کے بہت سی خلق کو خدا رسیدہ کیا۔

لکھا ہے کہ جب مولانا بدر الدینؒ دیوگری میں تشریف فرما تھے اس وقت آپ کی کرامات کا دور دور شہرہ ہوا۔ چنانچہ شیخ زین الدین نے شیراز میں شہرہ کرامت مولانا سنا اور برائے ملازمت شیراز میں دیوگری پہنچے۔ وہاں سنا کہ سماع سنتے ہیں۔ متردد ہوئے۔ مولانا کو ان کے ایما سے آگاہی ہوئی۔ کہلا بھیجا کہ واسطے زیارت ملاقات ایک عزیز کے اتنی مسافت کی اور منزل مقصود پر پہنچ کر توقف کرنا بعید از عقلمندی ہے۔ اگر خطرہ یا وسوسہ شیطانی مانع ہو تو میرے پاس آن کر استفسار کریں۔ انشاء اللہ رفع ہوگا۔ یہ سن کر شیخ زین الدین حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ سماع میں تھے۔ یہ بھی بے اختیار ہوکر زمین پر سر لائے اور سماع میں آ کر وجد کرنے لگے۔ کل خطرے دفع ہوئے اور مرید ہوئے۔ وفات مولانا برہان الدین کی سنہ [illegible]ھ میں ہوئی۔ مزار دیوگری میں ہے اور خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ شیخ زین الدین شیرازی۔ شیخ فرید الدین۔ شیخ کمال الدین کاشانی۔ شیخ رکن الدین کاشانی اور شیخ عزیز الدین شیرازی۔ شیخ فرید الدین، شیخ کمال الدین کاشانی۔ شیخ رکن الدین کاشانی اور شیخ عزیز الدین شیرازی کے ایک مرید شیخ حسن تھے۔ جنہوں نے ہدایت القلوب جمع کی ہے۔

حضرت شیخ حسام الدین سوختہ قدس سرہٗ

شیخ فرید الدینؒ امیر المومنین حضرت خواجہ معین الدین ہند الولی سوختہ آتش محبت الٰہی تھے اور حضرت سلطان المشائخ

کے پاس بہت رہے ہیں۔ ۸۱۶ھ میں وفات ہوئی۔ مزار سانبھر میں ہے۔

حضرت شیخ عزیز الدین صوفی قدس سرہٗ

نواسے بابا صاحبؒ کے شاگرد قاضی محی الدین کاشانی اور خلیفہ سلطان جیؒ کے تھے۔ آپ نے ملفوظات سلطان الاولیاء کے جمع کیے ہیں۔ اس کتاب کا نام تحفۃ الابرار ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت میں بخدمت جناب نظام الدین حاضر ہوا تھا شیخ تنہا بیٹھے تھے قبلہ کی طرف منہ کیے اور آنکھیں آسمان کی طرف تھیں۔ اور جمال حق میں مستغرق تھے۔ چونکہ یہ وقت نازک پڑا یا تھا تھوڑی دیر متحیر ہوئے رہا۔ دیکھا کہ جسم مبارک شیخ کا لرزا اور مثل کنجشک اپنے کو جھاڑا اور عالم سہو میں پھر اکر ہاتھ ملے۔ اور کہا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا عزیز۔ فرمایا کہ عزیز ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ وفات ان کی ۷۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار ان کا یاران چبوترہ متصل مولانا ضیاء الدین برنی کے ہے۔

حضرت شیخ شمس الدین یحییٰ قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے اور اعظم علمائے ہند سے تھے کہ علمائے ہند ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ جائے مولد ان کا صدر اودھ ہے۔ برائے تحصیل علوم وارد دہلی ہوئے اور ایسے کامل ہوئے کہ عالم کسی علم میں آپ سے گفتگو نہ کر سکتا۔ آخر بوسیلہ شیخ صدر الدین خدمت حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ میں حاضر تھے بیعت کی اور کمالات باطنی سے مشرف ہوئے۔ اور تمام عمر تجربہ سے گزاری۔ بعد حصول خرقہ خلافت بہت کم مرید ہوگئے۔ وفات حضرت کی ۷۴۷ھ میں ہوئی۔ مزار یاران چبوترہ بر مثل باؤلی کے ہے۔

حضرت شیخ اخی سراج دین بداونی قدس سرہٗ

مشاہیر خلفائے سلطان الاولیاء تھے کہ عین شباب میں کہ ریش بھی برآمد نہ ہوئی تھی حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں آئے مگر علم ظاہری سے بے بہرہ تھے۔ حضرت مولانا فخر الدین نے آزردگی سے فرمایا کہ یہ جوان رو خوش طبع ہے مگر علم سے بہرہ ہے۔ زاہد بے علم مسخرہ شیطان ہوتا ہے۔ مولانا فخر الدین نے حضرت کو مہربان دیکھ کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو چندے اس جوان کو اپنی صحبت میں رکھوں تعلیم کروں۔ آپ نے فرمایا کہ بہت نیک ہے۔ ع

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

مولانا فخر الدین زرادی ان کو اپنے مکان پر لائے اور تعلیم شروع کی۔ چھ ماہ میں اتنا حاصل ہوا کہ دوسرے کو چھ برس میں بھی اتنا حاصل نہ ہوتا۔ بعدہٗ مرید ہو کر عالم ظاہری اور باطنی ہوئے۔ خرقہ خلافت حاصل ہوا اور طرف بنگالہ کے مامور

ہوئے۔ بارہا حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سراج آئینہ ہندوستان ہے۔ وفات حضرت کی ۷۵۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ حمید قلندر قدس سرہ

لکھا ہے کہ یہ بیٹے مولانا تاج الدین کے تھے۔ خورد سالی میں حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ ایک بار آپ بحضور سلطان جی کے حاضر تھے۔ ان کے والد بھی موجود تھے۔ وقت افطار کھانے کے خوان آئے۔ حضور نے ایک روٹی کے دو ٹکڑے کر کے نصف اپنے روبرو رکھی اور نصف شیخ حمید کو دی۔ انہوں نے اس کو جیب میں رکھ لیا۔ جب خانقاہ سے باہر آئے دیکھا کہ چند قلندر موجود ہیں۔ ان کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ شیخ کی راہ میں کچھ حاضر ہو تو لا افطار کریں۔ انہوں نے کہا نصف روٹی پاس ہے اور کچھ نہیں۔ قلندروں نے کہا کہ نصف روٹی ہے وہی دے دے۔ یہ حیران ہوئے اور نصف روٹی ان کے حوالہ کی۔ اسی وقت ان کے والد آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ حمید وہ تبرک کہاں ہے۔ انہوں نے کہا قلندروں کو دیا۔ ان کے والد نے افسوس کیا اور کہا ایسی نعمت تو نے کیوں دے دی ہے۔ ہماری سات پشت کو کافی ہوتی۔ یہ کہہ کر پھر خدمت حضور میں حاضر ہو کر حال عرض کیا۔ حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ حق درویشاں بدرویشاں رسید۔ اے مولانا تاج الدین دل جمعی رکھو۔ یہ تمہارا بچہ قلندر عالی قدر ہوگا۔ اس روز سے یہ قلندر مشہور ہوئے۔ اور بعد وفات شیخ کے مولانا کمال الدین اور مولانا برہان الدین سے ہم صحبت رہے۔ بعدہٗ بخدمت شیخ نصیر الدینؒ دہلی حاضر ہو کر ان کے ملفوظات جمع کیے۔ اس کا نام خیر المجالس رکھا۔ ۷۶۸ھ میں وفات پائی۔ مزار دہلی میں ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہ

جامع اصول السماع و مریدان جاں نثار و خلفائے نامدار حضرت سلطان الاولیاء کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ صاحب ذوق و شوق محب وجد و سماع اور اپنے وقت میں مفتی تھے اور شاعر بھی تھے۔ خود حاضر حضور حضرت سلطان المشائخ ہو کر مرید ہوئے اور غیاث پور میں سکونت اختیار کی۔ چند بار برائے زیارت روضہ خود حاضر حضور میں حاضر ہوئے۔ کئی بار اجودھن گئے۔ شب و روز جنگلوں میں رہتے۔

حضرت مخدوم نصیر الدین فرماتے ہیں کہ مجھ کو ایک ماہ میں نیاز حاصل ہوا فخر الدین کو ایک روز میں بلکہ ایک ساعت میں حاصل ہوا۔ اکثر سکنائے دہلی کے ہمراہ جلا وطن ہو کے دیوگری آئے۔ وہاں سے حرمین شریفین گئے۔ ۷۲۸ھ میں واپس ہندوستان آتے ہوئے جہاز کے پھٹ جانے سے غرق دریا ہو کر منزل مقصود کو پہنچے۔

حضرت شیخ علاؤالدین نیلی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے مگر کبھی کسی کو مرید نہیں فرمایا۔ فوائد الفوائد کو اپنی قلم سے تحریر کیا اور ہمیشہ اس کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ۷۶۲ھ میں وفات پائی۔ مزار یاران چبوترہ متصل باؤلی کے ہے۔

حضرت قاضی محی الدین کاشانی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ فضیلت اور کمال تقویٰ ان کا شہرہ آفاق تھا لکھا ہے کہ جب آپ حضور محبوب الٰہی میں حاضر ہوئے دنیا کو ترک کیا۔ یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ بعدہٗ پیر روشن ضمیر نے بذریعہ خرقہ خاص سند خلافت تحریر فرمائی اور عطا کی اور یہ نصیحت فرمائی کہ تارک دنیا رہنا چاہیے اور اہل دنیا کی طرف مائل نہ ہوجیو صلہ بادشاہوں کا کبھی نہ لیجیے۔ جو مسافر تیرے دروازہ پر آویں اور اس وقت تیرے پاس کچھ نہ ہو۔ اس وقت کو غنیمت جانو۔ ایک بار قاضی صاحب کاشانیؒ نے حضرت سلطان المشائخ ؒ سے سوال کیا کہ مراقبہ مرید اللہ تعالیٰ کو اور پیغمبر کو اور شیخ کو اور ہر ایک کو جدا جدا چاہیے یا شریک فرما کر مشترک بھی ممکن ہے اور جدا بھی مفید ہے۔ اگر جمع کرنا چاہے تو جانبین یدی اللہ حاضر ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف، شیخ بائیں طرف ہے۔

لکھا ہے کہ جب ان پر فقر اور فاقہ نے غلبہ کیا چونکہ پروردہ ناز و نعمت تھے۔ چہرہ سے فقر کے آثار کچھ معلوم کرکے آپ کے دوست نے سلطان علاؤالدین کو خبر کی۔ اس نے عہدۂ قضا کو کہ ان کا موروثی عہدہ تھا ان کو تفویض کرنا چاہا۔ جب یہ خبر آپ کو ہوئی خدمت شیخ میں یہ حال عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا جو بات تجھ پر گزرنی تھی وہی پیش آئی یہ سن کر ان کو رنج ہوا۔ شیخ نے خلافت نامہ ان سے واپس لے لیا۔ ایک سال حضرت ان سے مکدر خاطر رہے۔ بعدہٗ تجدید بیعت کراکر پھر بار دیگر خرقہ خلافت عطا کیا۔ وفات ان کی ۷۱۹ھ میں ہوئی۔ مزار ان کا مقبرہ عالی متصل سڑک مہرولی قریب بی بی نور کے زیارت گاہ ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین باہرو قدس سرہٗ

خواہرزادہ امیر صاحب کہ خلیفہ و محب سلطان المشائخ کے تھے۔ ان کا یہ دستور تھا کہ صف جماعت میں سر نیچا کئے رہتے۔ جب صورت شیخ دکھائی دیتی اس وقت نیت باندھتے تھے۔ ان کی مرض الموت میں شیخ ان کی عیادت کو جاتے تھے کہ راستے میں سنا کہ ان کا انتقال ہوا۔ شیخ نے فرمایا، الحمد للہ! دوست بدوست رسید۔ مزار ان کا پائینتی امیر صاحب کے دالان مقبرہ امیر صاحب میں ہے۔ وفات ان کی ۷۲۲ھ میں ہوئی۔

حضرت مولانا جلال الدین اودھی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سُلطان المشائخ سے تھے ۔ ترک اور تجرید اور عزلت میں موصوف تھے ۔ تمام عمر ان کی مباحثہ علمی میں گزری ۔ انہوں نے ایک روز مباحثہ کی شیخ سے اجازت چاہی ۔ شیخ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں ان کو تعلیم کروں مگر مولانا جلال الدین مانند پوست پیاز کے ہیں ۔ سن وفات نہیں ملا ۔

حضرت شیخ نظام الدین شیرازی قدس سرہٗ

ظاہر اور باطن بہ اوصاف حمیدہ اور سینہ صاف تھے ، علم تصوف سے خوب ماہر تھے اور مقرر تھے ۔ خلیفہ حضرت سُلطان جی کے تھے ۔ اپنے پیر بھائیوں کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۔ مزار ان کا مکان میں اس جگہ ہے جہاں سُلطان علاؤ الدین نے اپنا شہر بسایا تھا ۔

حضرت خواجہ شمس الدین دھاری قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے اُنہوں نے بھی شیخ کے ملفوظات جمع کیئے اور ان کا مزار ظفر آباد میں ہے ۔

حضرت خواجہ احمد بدایونی قدس سرہٗ

یہ طریقہ ابدالی رکھتے تھے ۔ صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ ایک روز ماں نے ان سے سوال کیا کہ خوش رہتے ہو؟ جواب دیا کہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب جماعت سے نماز ملتی ہے ۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شہاب الدین حق گوئی پسر مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہٗ

سُلطان محمد تغلق نے کہا کہ آپ مجھے عادل کہا کریں ۔ آپ نے بادشاہ کے روبرو کہا کہ میں ظالم کو عادل نہیں کہہ سکتا اس پر بادشاہ نے غصے ہو کر ان کو قلعہ سے نیچے پھینکوا دیا ۔ مزار اسی خندق میں ہے یعنی خندق تغلق آباد میں ۔

حضرت وجیہ الدین پائلی قدس سرہٗ

مریدان پاک نہاد حضرت سُلطان الاولیاء سے تھے ۔ سیر الاولیاء میں آپ کے حالات مفصل درج ہیں ۔ صاحب کلمات

الصادقین تحریر کرتے ہیں کہ علوم ظاہری اور باطنی میں اور تجرید نقر اور فاقہ اور فضائل صوری و معنوی میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ اور صورت شیخ میں کمال ممتاز تھے۔ لکھا ہے کہ خضر علیہ السلام سے ملتے تھے۔ ایک روز خضر علیہ السلام نے کہا کہ مولانا سلطان المشائخ کا مرید ہو۔ پس بہ ہدایت خضرؑ آپ مرید ہوئے۔ نقل ہے کہ مولانا وجیہ الدین فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے پانی پت جاتا تھا۔ راستہ میں ایک صوفی پیدا ہوا۔ میرے دل میں ایک نوع کا انکار آیا۔ اس صوفی نے کہا کہ مجھ کو علم میں کچھ مشکل پیش ہے۔ جس سے ملتا ہوں دریافت کرتا ہوں۔ میں نے اس کا مسئلہ سُن کر اس کو حل کیا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کس کے مرید ہو۔ میں نے کہا کہ نظام الدین اولیاء کا ہوں۔ اُس نے کہا نظام الدین میرے قطب ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین امام مسجد حضرت سُلطان المشائخ قدس سرہٗ

آپ کو کلام اللہ شریف مع ترجمہ اور تفسیر کے حفظ تھا اور قاری بھی تھے اور بوجہ صحت لفظی اور خوش الحانی کے حضرت ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ بعد وفات پیر روشن ضمیر کے بہت روز زندہ رہے۔ ہدایت خلق میں مصروف رہے اور بعد انتقال کے بمقام لاڈ سرائے جوار روضہ قطب الاقطاب میں دفن ہوئے اور شیخ حمید و شیخ رکن الدین پسر شیخ الدین امام و مسعود بک و فرید الدین چاک پران، ان صاحبوں کے مزارات بھی لاڈ سرائے میں ہیں۔

حضرت شیخ حمید قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ صاحب سیر الاولیاء نے ان کا ذکر نہیں کیا مگر صاحب لطائف اشرفی ناقل ہیں کہ آپ کو خرقہ خلافت عطا ہوا اور آپ کے بہت سے مرید تھے۔ چنانچہ شیخ اللہ دین کہ ٹڈاسنہ میں آسودہ ہیں اور شیخ علم الدین نیریری وغیرہ۔ آپ کو گوشہ نشینی کی کم عادت تھی۔ ان کو جلوت میں خلوت حاصل تھی باوجودیکہ مرتبہ خلافت کے اپنے کو مثل عوام کے ظاہر فرماتے اور نامرادی سے زندگی بسر کی۔ بعد انتقال کے لاڈ سرائے میں مدفون ہوئے۔

حضرت شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ

امام اور خلیفہ حضرت سلطان المشائخ تھے۔ اپنے پدر بزرگوار سے بھی نعمت حاصل کی اور ان کے صاحب سجادہ ہوئے اور پہلو پدر میں مدفون ہوئے۔

حضرت مسعود بک قدس سرہٗ

مرید شیخ رکن الدین تھے۔ پہلے ان کا نام شیر خان تھا۔ اور قربائے سلطان فیروز شاہ سے تھے۔ جب خدا ئے الٰہی بہم

پہنچا۔ دنیا کو ترک کر کے حلقہ درویشاں میں شامل ہوئے۔ شیخ رکن الدین مذکور کے مرید ہوئے۔ عجیب و غریب سکر پیدا کیا۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ مست بادۂ وحدت و حقیقت اور سخن مستانہ فرماتے تھے۔ سلسلہ چشت میں کسی نے اسرار حقیقت کو فاش نہیں کیا۔ آنسو جو ان کا نکلتا تھا بہت گرم ہوتا تھا کہ دوسرے کے ہاتھ کو جلا دیتا۔ علم تصوف اور توحید میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں۔ یعنی عین الصفات ہمدانی و مراۃ العارفین اور فرقہ ملامتیہ رکھتے تھے۔ علما آپ سے نفاق رکھتے تھے۔ مثل حسین منصور کے قتل ہوئے۔ مزار آپ کا پہلو پیر میں جوار روضہ خواجہ قطب الدین بمقام لاڈو سرائے ہے۔ آپ کے مزار پر تجرید اور غربت برستی ہے۔

سید الحجاب قدس سرہٗ

آپ کو سید الحجاب بھی کہتے ہیں۔ عوام سید الحجاب مشہور کرتے ہیں۔ صاحب تاریخ فیروز شاہی ناقل ہیں کہ خواجہ وحید الدین واسطے نام رکھانے کے خدمت حضرت سلطان المشائخ میں لے گئے۔ اس وقت حضرت وضو کر رہے تھے۔ جب وضو سے فارغ ہوئے خواجہ وحید نے ان کو پیش کیا۔ حضور نے ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ اس معروف جہاں کو لا۔ جب یہ نزدیک لے گئے، آفتابہ میں جو پانی وضو کا بچا ہوا تھا ان کے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس معروف عالم کو اچھی طرح پرورش کرنا مقتدائے زمانہ ہوگا۔ چونکہ حضور کی زبان سے معروف سرزد ہوا۔ اس واسطے ان کے والد نے ان کا نام معروف رکھا۔ جب بڑے ہوئے زہد و ریاضت میں مشغول ہوئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ جب واپس دہلی میں آئے سلطان محمد تغلق نے بوجہ عقل و کمال کے ان کو طلب کر کے نائب عماد الملک خطاب دیا۔

جب فیروز شاہ ۷۵۲ھ؍۱۳۵۱ء میں تخت دہلی پر بیٹھا تو اس نے عماد الملک کمال سید الحجاب سے ملقب کیا۔ اس کے کل امورات ملکی اور مالی اور ذات خاص میں مشتہرہ میں خلق اللہ کا نفع مدنظر رکھا۔ علماء اور فقراء کو جاگیریں دلوائیں۔ اس کے عہد میں ان کے سوا اور کوئی ندیم نہیں ہوا۔ چالیس سال اس طرح گزارے کہ جب کاروبار نیابت سے فارغ ہوتے تلاوت قرآن کرتے۔ گریہ زاری سے پیش آتے۔ تمام شب یاد معبود میں گزارتے۔ ۷۷۲ھ میں وفات پائی۔ مزار جوار روضہ حضرت خواجہ قطب الدین میں ایک موضع سید الحجاب کو جو آپ کے نام مشہور ہے۔ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ قریب لاڈو سرائے کے۔

حضرت شیخ قطب الدین منوّر بن شیخ برہان الدین ہانسوی بن جمال الدین قطب قدس سرہٗ

خلیفہ و مرید حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ کے تھے۔ بعد وفات اپنے پدر کے بابا صاحبؒ کے پاس رہے بعدہٗ بابا صاحب نے سلطان الاولیاءؒ کے سپرد کیا۔ حضرت نے ان کو علوم ظاہری و باطنی سے مستغنی فرمایا اور خرقہ خلافت عطا

کیا کہ آپ جامع کمالات و مظہر کرامات ہوئے۔ فقر اور تجرد میں یگانہ، صحبت خلق سے بیگانہ کہ تمام عمر اپنے حجرہ سے قدم باہر نہ رکھا۔ مگر ہر سال واسطے زیارت اپنے پیر روشن ضمیر کے ہانسی سے دہلی آکر تربیت پاتے تھے۔ یہ حضرت خاندان قطب جمال میں آفتاب ہوئے۔ اس لئے کہ سلسلہ جمالی معدوم ہوچکا تھا۔ ان حضرت نے انوار و برکات نظامیہ سے بہرہ مند ہو کر خاندان جدی کو بھی روشنی بخشی ہے کہ منور اسم بامسمیٰ تھے۔

نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق نے قاضی کمال الدین صدر جہاں کو مع سند معافی چند موضع کی خدمت شیخ میں بھیجا کہ شیخ کو فریب دے کر پھر ایذا دے۔ جب قاضی خدمت شیخ میں پہنچے۔ نذر بادشاہ پیش کی۔ آپ نے اس نذر کو قبول نہ فرمایا اور کہا کہ بادشاہوں کا تحفہ یا عطیہ یا نذرانہ میرے شیخ سلطان الاولیاءؒ نے اور جملہ پیران چشت نے کبھی منظور نہیں فرمایا۔ میں بھی قبول نہیں کرتا۔ واپس لے جاؤ۔ جو اس کے طالب ہیں ان کو دو۔

چونکہ سلطان درپے ایذائے درویشاں تھا۔ جب اس کا یہ جوڑ نہ چلا پھر اور فکر میں ہوا۔ اتفاقاً ایک بار سلطان علاقہ ہانسی میں دورہ کر رہا تھا۔ جب بمقام ہنبہی کہ ہانسی سے چار کوس ہے وہاں اس کا ڈیرا ہوا۔ مخلص الملک نظام الدین کہ سخت طبیعت تھا معائنہ نواح ہانسی کو روانہ کیا۔ جب یہ ہانسی میں آیا اور شہر کو دیکھتا ہوا چلا جاتا تھا۔ جب قریب مکان شیخ قطب الدین منور کے آیا اہل شہر سے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مکان قطب الدین منور خلیفہ سلطان نظام الدین اولیاءؒ کا ہے۔ یہ سن کر تعجب سے کہنے لگا کہ سلطان وقت نے اس جگہ نزول کیا اور ایک خلیفہ نظام الدین اولیاءؒ دیکھنے کو نہ آیا۔

پس جب یہ معائنہ کر کے خدمت سلطان میں پہنچا اور بیان کیا کہ ایک خلیفہ نظام الدین اولیاء قطب الدین منور اس جگہ رہتا ہے۔ بڑا مغرور معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عطیہ سلطانی کو نہیں لیا اب دیکھنے کو بھی نہ آیا۔ سلطان نے حسن سر برہنہ کو حکم کیا کہ تو جا کر قطب الدین منور کو لا۔ جب وہ در شیخ پر پہنچا شیخ نورالدین صاحبزادہ حضرت کے باہر آئے۔ حسن نے کہا شیخ کو عرض کرو سلطان آپ کو طلب کرتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ حسن سے دریافت کرو کہ تم کو بھی کچھ اختیار ہے۔ جب یہ پھر حسن کے پاس آئے اور شیخ کا پیغام دیا حسن نے کہا مجھ کو کچھ اختیار نہیں بلکہ یہ حکم ہے اسی وقت تم کو روبرو سلطان کے پیش کروں۔ شیخ نے فرمایا الحمدللہ میں اپنے اختیار سے نہیں جاتا۔ بعض نے لکھا ہے کہ شیخ نے دریافت فرمایا کہ مجھ کو بھی کچھ اختیار ہے۔ اس نے جواب دیا کچھ نہیں۔

الغرض بعد اس کے مردمان خانہ کو سپرد بخدا کیا۔ اور مصلیٰ دوش مبارک پر ڈال کر پیادہ پا روانہ ہوئے ہر چند حسن نے عرض کیا کہ گھوڑا حاضر ہے مگر شیخ نے قبول نہیں کیا۔ جب نزدیک مقبرہ اپنے دادا اور والد کے آئے آپ کو وجد ہوا اور حسن سے دریافت کیا کہ اگر حکم ہو تو بزرگوں کی زیارت کروں۔ حسن نے کہا کہ کیجئے۔ پس پائینی مزارات جا کر باآواز بلند کہا کہ میں گوشہ خلوت تمہاری سے باختیار خود نہیں جاتا ہوں اور اہل خانہ کے خرچ کے واسطے کچھ

نہیں چھوڑے جاتا۔ یہ کہہ کر مقبرہ سے باہر آئے۔ اسی وقت غیب سے ایک شخص ظاہر ہوا اور ایک ہمیانی روپیہ سے پُر پیش کی اور کہا کہ تمہارے وابستگان کے خرچ کے واسطے ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس کو میرے گھر پہنچا کہ اُن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ بعدہٗ لشکرِ سلطان میں آئے۔ حسن نے سلطان سے کہا کہ شیخ موجود ہیں۔ سلطان نے ازراہِ غرور اپنے روبرو شیخ کو طلب نہ کیا۔ بدستور دورہ کرتا ہوا بہت روز بعد دہلی میں آیا۔ حضرت بھی ہمراہ لشکر رہے۔ جب دہلی میں آیا تو شیخ کو اپنے روبرو طلب کیا۔ جب خبر ہوئی کہ شیخ آتے ہیں وہ اٹھا اور کمان اپنے ہاتھ میں لے کر تیر اندازی میں مشغول ہوا۔ شیخ سامنے آئے تو دیکھتے ہی شیخ کی ہیبت الٰہی چھا گئی۔ اٹھ کر تعظیم کی اور مصافحہ کیا شیخ نے دستِ سلطان خوب محکم پکڑا اگر تصرفات روح پاک اور خواجگانِ چشت اور مہربانی پیر روشن ضمیر حضرت سلطان الاولیاءؒ سے وہ جبار و قتال بادشاہ کہ جس نے بہت سے مشائخوں کو بیدریغ تہ تیغ کیا تھا معتقد ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ کے شہر میں پہنچا۔ آپ نے مہربانی نہ فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر گوشہ اپنے میں و دعائے جملہ مسلمانان میں مشغول رہتا ہے معاف فرما دیں۔ اور ایسی باتیں فرمائیں کہ سلطان بہت خوش ہوا اور کہا کہ جو آپ کا مقصود ہو پورا کروں اور جو خدمت میرے لائق ہو اس کو بجا لاؤں۔ شیخ نے فرمایا کہ مطلب یہی ہے کہ یہاں سے رخصت ہو کر اپنے گوشہ میں جاؤں۔ سلطان نے شیخ کو رخصت کیا اور ایک لاکھ روپیہ ہم دست شیخ فیروز شاہ ضیاء الدین پیش کیا۔ جب شیخ نے وہ روپیہ دیکھا۔ فرمایا کہ نعوذ باللہ! فقیر کو ایک لاکھ روپیہ سے کیا سروکار۔ واپس سلطان کے پاس لے جاؤ۔ جب وہ واپس لے گئے اور عرض کیا کہ اتنا لینا نہیں چاہتے۔ اس میں سے نصف بادشاہ نے رکھ لیا نصف شیخ کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے اس کے لینے سے بھی انکار کیا۔ پھر سلطان سے عرض کیا گیا۔ آخر بہزار عدد جہد ایک ہزار قبول فرما کر آستانہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ و حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ اسرارہم کے بھیج کر براہ خدا تقسیم کرا دیا اور خود روانہ طرف ہانسی کے ہوئے۔ بعد چند روز کے ۷۶۶ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار ہانسی میں ہے۔

اسی طرح ان کے فرزند شیخ نور الدین کو سلطان محمد تغلق نے اپنے روبرو طلب کیا۔ اس وقت یہ خورد سال تھے۔ ہیبت سلطانی ان کے دل پر چھا گئی۔ اس وقت اُن کو معلوم ہوا کہ والد فرماتے ہیں بابا نور الدین العظمۃ والکبریا اللہ۔ یہ لفظ آپ کے کان میں پہنچتے ہی وہ ہیبت دور ہو گئی اور دلیری سے گفتگو کی۔ مزار ان کا مقبرہ آبائی میں واقع ہے۔

حضرت مولانا علی شاہ جاندار قدس سرہٗ

مرید سلطان الاولیاءؒ کے تھے۔ یہ وقت عبادت کے بھی حضرت کے پاس جاتے تھے۔ بلکہ مصاحب اور یار ہمدم تھے۔ خلاصۃ اللطائف ان کی تصنیفات سے ہے۔ مزار یارانِ چبوترہ پر ہے۔

حضرت خواجہ تقی الدین نوح قدس سرہ

خواہرزادہ حضرت کے تھے اور حافظ قرآن بھی تھے۔ جب حضرت نے ان کو خرقہ خلافت عطا کیا تھا یہ وصیت فرمائی تھی کہ جو آوے اس کو جمع نہ کرنا۔ اگر کچھ نہ ہو تو فکر اور رنج نہ کرنا کہ خدا تجھ کو دے گا۔ کسی کی بدی نہ کرنا۔ جفا کے بدلے عطا کرنا۔ قرض نہ لینا۔ درویشوں کی عزت کرنا۔ اگر ایسا کرے گا بادشاہ تیرے در پر آویں گے۔ حضرت نے عین حیات پیر روشن ضمیر عالم شباب میں قضا کی۔

حضرت خواجہ علاؤالدین بن شیخ بدرالدین سلیمان قدس سرہ

سولہ برس کی عمر میں سجادہ نشین بابا صاحب کے ہوئے۔ نہایت بزرگ گذرے ہیں۔ امیر خسروؒ نے ان کی شان میں لکھا ہے ؎

علائی دنیا و دیں شیخ و شیخ زادہ عصر
کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید

وفات حضرت کی ۷۴۰ھ میں ہوئی۔ بعدہٗ ملک غازی نے جو آپ کا مرید تھا اپنے عہد سلطنت میں گنبد عالی تیار کرایا

حضرت قاضی ضیاءالدین نخشبی قدس سرہ

خلیفہ بابا صاحبؒ کے تھے۔ آپ کو خلق سے نفور تھا۔ بمقام بدایوں گوشہ عافیت میں بسر فرماتے تھے اور سلک السلوک عشرہ مبشرہ و جزئیات اور کلیات و شرح دعائے سریانی و طوطی نامہ وغیرہ آپ کی تالیفات سے موجود ہیں۔ حضرت کی وفات ۷۵۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد صاحب قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخؒ کے تھے اور اپنے کو لباس اغنیاء و صورت ملوک میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ بادشاہوں سے ہم صحبت رہتے تھے۔ جب یہ مانک پور میں پہنچے، تو قاضی شہر مع اپنے پسر کے شیخ کی ملاقات کو چلا۔ راستہ میں یہ خیال گزرا کہ اگر شیخ نے ہم کو مصری دی تو بے شک یہ صاحب کرامت ہیں۔ جب وہ روبرو آئے۔ آپ نے اپنے مرید مولانا جلال الدین سے فرمایا کہ مدعی برائے امتحان آتے ہیں۔ تھوڑی مصری لا تاکہ وہ محروم نہ رہیں۔ حاضر ہو کر دیکھا تو مصری شیخ کے روبرو موجود تھی۔ قاضی نے آپ کو دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ چالیس برس ہو گئے کہ قاضیوں کے گھر کا کھانا نہیں کھایا۔ یہ سن کر قاضی رنجیدہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا لڑکا اگر اپنی ملک سے تیار کرائے گا تو کھاؤں گا

حضرت شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندرؒ

پانی پتی قدس اللہ سرہٗ العزیز

اولیائے نامدار و مشائخ صاحب اسرار چشت اہل بہشت سے تھے۔ نسب آپ کا چند واسطوں سے حضرت امام اعظم سے منتہی ہوتا ہے۔ یعنی حضرت قلندر صاحب بن مولانا فخر الدین زبیر بن سالار حسن بن سالار عزیز بن ابابکر غازی بن فارس بن عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم بن محمد بن دانگ بن امام نعمان ابو حنیفہ کوفی بن ثابت بن نعمان۔

لکھا ہے کہ حضرت کے والد پانی پت میں تشریف لائے اور آپ پانی پت میں بطن بی بی فاطمہ سے تولد ہوئے جن کا مزار پانی پت میں ہے اور شیخ جمال ہانسوی اور قلندر صاحب خالہ زاد بھائی تھے۔ اوائل عمر میں تحصیل علوم ظاہری کی اور بارہ برس مسجد قوت الاسلام میں وعظ فرماتے رہے۔ ایک روز عین وقت وعظ کے آپ منبر پر بیٹھے خلق اللہ کو حکم الٰہی سے آگاہی فرما رہے تھے۔ ایک فقیر در مسجد پر آیا اور باواز بلند کہا کہ شرف الدین جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے اس کو بھول گیا۔ کب تک اس قیل و قال میں رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ تو چل دیا اور آپ کے دل میں جذبہ محبت الٰہی پیدا ہوا اور رہبر کی تلاش ہوئی۔ آخر حضرت شیخ شہاب الدینؒ عاشق خدا کے مرید ہوئے۔ وہ خلیفہ شیخ امام الدین ابدالؒ کے۔ وہ خلیفہ حضرت شیخ بدر الدین غزنویؒ کے۔ وہ خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے۔ مگر حضرت شیخ امام الدین ابدالؒ کو خرقہ خلافت حضرت خواجہ نے مرحمت فرمایا تھا۔ اور ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ قلندر صاحب کو حضرت سلطان المشائخ سے بیعت تھی۔

الغرض حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر بعد ارادت کے ریاضت اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ کافی عمر دریا میں کھڑے رہے کہ مچھلیاں تمام گوشت پنڈلیوں کو کھا گئی تھیں۔ اسی حالت میں خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جب بارہ برس ہو گئے غیب سے آواز آئی کہ شرف الدین تیری عبادت ہم نے قبول کی مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کی کہ پروردگار عالم الغیب ہے، مجھ کو سوائے تیرے کچھ درکار نہیں۔ اسی جگہ کھڑا تیری محبت میں جان دے دوں گا۔ پھر آواز آئی کہ پانی سے نکل تجھ سے بہت کچھ کام لینے ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ تو اپنے ہاتھ سے نکال۔ میں بارادہ خود دریائے محبت سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔ یہ عرض کرتے آپ کو استغراق ہو گیا۔ اسی وقت دیکھا کہ ایک بزرگ نے

گود میں اٹھا کر کنارہ پر پھینک دیا۔ آپ نے آنکھ کھول کر کہا اے شخص یہ تو نے کیا کیا میری اتنے دنوں کی محنت گئی ورنہ تھوڑی دیر میں اپنی مراد کو پہنچ جاتا۔ ان بزرگوار نے ارشاد کیا کہ میں علی ہوں تو نہیں جانتا کہ مجھ کو یداللہ بھی کہتے ہیں یہ سنتے ہی شکر پروردگار عالم بجا لائے اور حضرت کی قدم بوسی کی۔ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ چند نکاتِ وحدت تعلیم فرما کر غائب اور ناپید ہوئے۔ آپ اسی وقت سے مست الست ہوگئے اور تمام علوم دین و دنیا روشن ہوگئے اس روز سے شرف الدین بوعلی شاہ قلندر سے مخاطب ہوئے۔

آپ کی تصنیفات بھی بہت ہیں اور مکتوبات جو کہ بنام اختیار الدین مرید کے تحریر فرمائے ہیں نہایت متبرک ہیں۔ عجیب کلام ہے فضائل اور خوارق حضرت کے اگر تحریر ہوں تو بہت بڑی کتاب ہو۔ اس مختصر میں اتنی بڑی گنجائش کہاں مگر نقول تبرکاً تحریر ہوتے ہیں۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین پانی پتی کو تمام نعمت ہائے دنیوی و دینی اپنے پیر شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی سے پہنچی مگر طریقہ باطنی خاص توجہ شاہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر سے میسّر ہوا۔ چنانچہ خاندان شیخ جلال میں جس کسی کے یہاں کچھ شادی ہوتی ہے پہلے قلندر صاحب کی نیاز ہوتی ہے۔ اور نذر حضرت کی یہ ہے کہ بخنی اور دہی اور نان گندم باختیار پکا کر حضرت کی نذر کر کے تقسیم کریں جو حاجت ہو بحکم خدا جلدی بر آئے۔

اخبار الاخیار سے ہے کہ حالت جذب اور مستی میں لبیں آپ کی بڑھ گئی تھیں۔ کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ مزاحم ہو۔ آخر مولانا ضیاء الدین سنامی نے جوش شریعت سے ایک ہاتھ میں مقراض لے ایک ہاتھ میں داڑھی پکڑ مونچھوں کو کترا۔ بعدہٗ حضرت قلندر صاحب نے اپنی ریش مبارک کو چوما اور کہا کہ کیا مبارک ریش ہے جو راہ شریعت محمدی میں پکڑی گئی۔ اور مبارک خاں آپ کے محبوب مرید تھے جس کسی کو کچھ حاجت ہوتی وہ مبارک خاں سے کہتا وہ حضرت سے عرض کر کے اس کی برآری کرا دیتے۔ علاوہ ان کے اور اختیار الدین کے بہت سے مرید تھے۔ اور بادشاہانِ وقت آستانہ بوسی کرتے تھے۔

چنانچہ ایک بار سلطان علاؤ الدین نے چاہا کہ کچھ نذر خدمت قلندر صاحب میں ارسال کرے۔ امراء سے صلاح کی کہ کون لے کر جائے کسی کی ہمت نہ پڑی کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کلام کرے۔ آخر سب کی یہ رائے ہوئی کہ خواجہ امیر خسروؒ کو روانہ کیا جائے۔ یہ رائے جب قرار پائی تو سلطان نے امیر خسروؒ کو خدمت سلطان المشائخ میں بھیجا انہوں نے پہنچ کر ضمیر سلطان عرض کی۔ پہلے تو حضرت نے تامل فرمایا۔ بعدہٗ امیر صاحب کو اجازت دی اور فرمایا کہ دیکھو جو کچھ قلندر عاشق اللہ فرماویں اس کو تسلیم کرنا معترض نہ ہونا۔ پس حضرت امیر صاحب نے نذر سلطان ہمراہ لے کر دہلی سے چل کر بقدر تین روز کے پانی پت میں داخل ہو کر خادمانِ شیخ شرف الدین سے کہا کہ میرا آنا بیان کرو کہ خسرو کو مولانا نظام الدین نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اجازت دیجیے خدام نے عرض کیا۔ فرمایا آنے دو۔ جب خسرو نزدیک پہنچے سلام علیک کی۔ آپ نے کچھ لفظ ہندی فرمایا کہ جس کا ترجمہ گانے والا ہے۔ یہ سن کر امیر صاحب نے سلام کیا

اور کہا کہ یہ آپ کی عنایت ہے جو میری طرف خطاب ہو ورنہ میں ایک ناچیز ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ از میر ہائے خود چیزے بگو یعنی اپنی تصنیف سے کچھ کہو۔ امیر صاحب نے غزل پڑھی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے ؎

اے کہ گوئی ہیچ مشکل چوں فراق یار نیست　　　گر امید وصل باشد ہمچناں دشوار نیست

چند گوئیدم برو زنار بندائے بت پرست　　　بر تن خسرو کدامی رگ کہ آں زنار نیست

یہ سُن کر قلندر صاحب خوش ہوئے اور فرمایا کہ خسرو خوش رہے گا اور خوش جائے گا۔ پھر چند شعر آپ نے پڑھے ؎

خسرو کسے کہ تجرید برسر است　　　دیہم خرداں بر نعل اشتر است

عقل کل است علم لدنی بعارفاں　　　ایں عقل و علم جسے ورسے محقر است

یہ سُن کر امیر صاحبؒ کو رقت ہوئی۔ قلندر صاحبؒ نے فرمایا کہ تو کچھ سمجھا بھی۔ خسرو صاحبؒ نے عرض کیا کہ مجھ کو رونا اس قدر آیا کہ میں کچھ نہیں سمجھا۔ یہ سُن کر قلندر صاحبؒ خوش ہوئے اور بادشاہ کی نذر بھی قبول کی اور فرمایا کہ اگر مولانا نظام الدین کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا اور خدام کو حکم دیا کہ خسرو کو خانقاہ میں اکرام سے رکھو۔ غرض تین دن ٹھہر کر امیر صاحب نے رخصت طلب کی۔ آپ نے رخصت دی اور ایک خط برائے حضرت سلطان المشائخ اور دوسرا سلطان کے واسطے بدیں مضمون کہ علاؤالدّین فوطہ دار دہلی مقرر داند کہ با بندگان خدائے تعالیٰ نیکو کند۔ پس جب امیر صاحب واپس آئے آپ نے شیخ کا خط اُن کو دیا اور سلطان کو دیا۔ یہ عبارت دیکھ کر امراء نے عرض کی کہ بادشاہ خلیفۃ اللہ کو ایسا لکھنا ترک ادب سلطان ہے۔ سلطان نے کہا غنیمت ہے کہ جو اس ذرہ بے قدر کو فوطہ دار لکھا ہے۔ ایک بار تو شحنہ دہلی تحریر فرمایا۔ اس کا میں بہت شکر کرتا ہوں۔

وفات حضرت کی ۱۳۔ رمضان ۷۲۴ھ میں بمقام بوڑھہ کھیڑا ہوئی اور کرنال میں مدفون ہوئے۔ جب یہ خبر پانی پت میں پہنچی اہل پانی پت آپ کے برادر زادہ کو لے کر کرنال آئے اور بہزار جد و جہد نعش مبارک کو پانی پت میں لاکر دفن کیا۔ مگر فیض اس ذات بابرکات کا کیا پانی پت، کیا کرنال، کیا بوڑھہ کھیڑا کیا بھاگونی جس جگہ حضرت نے چند روز قیام فرمایا سجدہ گاہ جہان جہانیاں ہے۔ اس محل پر کسی عارف کا کلام خوب موزوں ہے ؎

بر زمینے کہ نشانِ کف پائے تو بود　　　سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

حضرت مولانا ناصح الدّین قدس سرّہٗ

پسر قاضی حمید الدّین کر ان کے حق میں حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ نہایت بزرگ تھے۔ سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

حضرت شاہ خضر قدس سرہ

مشرب قلندری رکھتے تھے۔ پہلے ولایت روم سے آئے تھے۔ خوارق اور کرامات بہت سی آپ سے ظاہر ہوئیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا اور واپس روم کو رخصت فرمایا۔ تھوڑے دنوں بعد آپ جونپور میں تشریف لائے اور سرہرپور میں شاہ قطب کو مرید کرکے خرقہ خلافت عطا کیا اور خود روم کو تشریف لے گئے سلسلہ حضرت کا قلندریہ چشتیہ جاری ہے۔ یعنی شاہ خضر نے شاہ قطب کو مرید کیا۔ ان سے شیخ عبدالسلام ہوئے۔

حضرت قدوۃ العارفاں و زبدۃ الکاملاں

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہ

اصحاب اعظم و احباب اکرام و اکبر خلفائے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ عابد عظیم، زاہد کریم حالات عالیہ و مکاشفات جلیلہ رکھتے تھے۔ ولایت دہلی میں بعد رحلت حضرت سلطان المشائخ بنام حضرت قرار پائی۔ طریقہ آپ کا صبر و شکر، ذکر و فاقہ، رضا و تسلیم تھا۔ آپ سید حسنی تھے۔ سید عبداللطیف وارد سند ہوکر لاہور میں قیام پذیر ہوئے اور آپ کے والد سید یحییٰ لاہور میں پیدا ہوئے۔ بعد اس کے اودھ آکر قیام کیا۔ چونکہ صحیح النسب سادات سے تھے تمام شہر باعظمت پیش آتا تھا۔ حضرت کی پیدائش اودھ میں ہوئی۔ جب عمر حضرت کی نو برس کی ہوئی آپ کے والد نے قضا کی۔ والدہ شریفہ کہ وہ بھی سید زادی تھیں آپ کی تربیت اور تحصیل علم میں بہت کوشش فرماتی تھیں چنانچہ پہلے مولانا عبدالکریم شیروانی کے زیر تعلیم رہے۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم ظاہری حاصل کئے مگر عالم طفلی سے آثار ترک و تجرید اور نفس کشی کے پیشانی حضرت سے ہویدا تھے۔ ہمیشہ صائم رہتے تھے کبھی نماز با جماعت فوت نہیں ہوئی۔ اکثر اوقات سنبھالو سے روزہ افطار فرماتے تھے۔

سات برس ایک درویش کامل کے ساتھ نماز جماعت سے ادا کی۔ بعدہٗ ریاضت اور مجاہدہ کی طرف متوجہ ہوئے جب چالیس برس کا سن ہوا دہلی میں تشریف لائے اور زیارت اور خدمت حضرت سلطان المشائخ سے مشرف ہوئے اور خدمات شائستہ بجا لاکر بخطاب محمود گنج شرف مخاطب ہوئے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ شب و روز کمر بستہ خدمت پیر

مرشد میں حاضر رہتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ اس وقت کیلوکھڑی تشریف فرما تھے۔ کنارہ دریا کے ایک بالا خانہ تھا اس میں مشغول رہتے تھے۔ اس جگہ سوائے حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے دوسرا نہ جا سکتا تھا۔ یہ بھی اسی بالاخانہ میں مشغول رہتے تھے۔

ایک بار چند درویش خاندان شیخ بہاؤ الدین سے آکر شب باش ہوئے۔ صبح ایک درویش ان کے دریا پر غسل کرنے لگا۔ کوئی اچکا آیا اس درویش کے کپڑے اچک لے گیا۔ وہ بے چارہ ننگا غل مچاتا آیا۔ حضرت اس جگہ آئے اور اپنے کپڑے اس کو دے کر فرمایا کہ غل نہ مچا یہ لے لے۔ اس میں مقصد کیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ پیر کی مشغولیت میں اس کے غل سے فرق آ دے۔ حضرت سلطان جیؒ نے یہ معاملہ حضرتؒ کا نور باطن سے معلوم فرما کر بعد نماز چاشت آپ کو بلا کر نہایت مہربانی سے اپنی پوشاک خاص سے ان کو پوشاک عطا کی۔

اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حضرت شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلی کبھی کبھی حسب اجازت پیر و مرشد واسطے زیارت اپنی ہمشیرہ کلاں کے اودھ کو جایا کرتے تھے۔ بعد ملازمت ان کے پھر شیخ کی خدمت میں آ جاتے تھے اور آپ کے ہمشیر زادگان مولانا زین الدین علی اور کمال الدین حامد کہ جن کا ذکر بعد میں ہوگا۔

ایک روز حضرت مخدوم نصیر الدین نے امیر خسرو قدس سرہٗ سے کہا کہ تم سفارش کرو کہ جب میں اودھ میں ہوتا ہوں بسبب مزاحمت خلق مشغول نہیں رہ سکتا۔ اگر شیخ کا فرمان ہو تو جنگل میں رہ کر عبادتِ حق میں مشغول رہا کروں۔ امیر صاحبؒ یہ سن کر وقت معینہ میں بعد نماز عشاء جب خدمت حضرت سلطان المشائخ میں واسطے عرض و معروض کے حاضر ہوئے جو انہوں نے کہا تھا عرض کیا۔ اس پر حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے کہو کہ تجھے درمیان خلق رہنا چاہیے۔ ان کے جور و جفا اٹھانے ہوں گے۔ مکافات کے بدلے میں عطا کرنی ہوگی۔ آخر شیخ نصیر الدینؒ کو حجرہ شریف میں طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تیرے دل میں کیا ہے؟ جنگل میں رہنے سے تیرا مقصود کیا ہے۔ باپ تیرا کیا کام کرتا تھا؟ آپ نے عرض کیا کہ مقصود میرا مزید حیات خواجہ ہے اور کفش برداری درویشوں کی۔ والد میرے روئی کی سوداگری کرتے تھے۔ بعد اس کے حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ میں خدمت بابا صاحبؒ میں حاضر تھا۔ بمقام اجودھن ایک میرا دوست اور ہم سبق آ گیا۔ میرے رنگین کپڑے وہ بھی شکستہ دیکھ کر کہنے لگا کہ تمہارا یہ کیا حال ہو گیا۔ اگر اس شہر میں معلمی کرتے تو اسباب معیشت سے انفراغ رہتا۔ میں نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ جب خدمت بابا صاحبؒ میں گیا۔ مجھ کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ نظام الدین اگر تیرا کوئی یار آ کر کہے کہ تو نے اپنا حال کیا کر رکھا ہے معلمی کر جو فراغت حاصل ہو تو جواب کیا دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ جو حکم عالی ہو۔ فرمایا کہ کہو ؎

نہ ہمرہی تو مرا خویش گیر دبرو ں را ۔۔۔ سعادت باد امرار نگوں ساری

فرمایا کہ خوان کھانے کا لا۔ جب میں روبرو لایا ارشاد فرمایا کہ اس کو سر پر رکھ کر جہاں تیرا یار ٹھہرا ہو جا۔ میں نے

ایسا ہی کیا۔ جب اس دوست کے روبرو گیا اس نے کہا مبارک باد تجھ کو یہ صحبت۔ حضرت شیخ نصیر الدینؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح بندہ کو تلقین فرمایا۔ بعدہٗ ریاضت اور مجاہدہ فرمایا۔ کبھی مجھ کو دس روز گزر جاتے تھے۔ جب بُرا حال ہوتا تو ترشی کھاتا۔

نقل ہے کہ ایک روز ان کے کسی پیر بھائی کے گھر میں مجلس تھی اور آپ بھی اس مجلس میں موجود تھے کہ باجے کے ساتھ سماع شروع ہوا۔ آپ وہاں سے اٹھ کر چلے۔ یاروں نے کہا بیٹھو۔ آپ نے فرمایا میں نہ بیٹھوں گا۔ یہ امر خلاف سنت ہے۔ پھر لوگوں نے کہا سماع سے منکر ہو مشرب پیروں سے پھر گئے۔ آپ نے فرمایا حجت نہیں ہوتی۔ دلیل کتاب وحدیث سے چاہیئے۔ آخر بعض نے حضرت سلطان جیؒ سے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کا اتقا بڑھا ہوا ہے۔

سیر الاولیاء سے **نقل** ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس سماع میں مزامیر نہیں ہوتا تھا۔ اگر کوئی ذکر بھی کرتا کہ فلاں صاحب کے یہاں سماع مزامیر کے ساتھ ہوا تو آپ منع فرماتے۔

نقل ہے کہ شیخ برہان الدین غریب کہ حضرت مخدوم صاحب کے ہم مجلس تھے ان کے پاس سے وہ کلاہ نمدی کہ جو عطیہ شیخ تھی گم ہو گئی۔ یہ بہت غمگین ہوئے۔ ان کی تشویش دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ مولانا اس سے عمدہ تحفہ عطیہ تم کو آج بخشش ہوگا اور کلاہ گم کردہ بھی ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت پیر روشن ضمیر نے مولانا کو مصلّیٰ مرحمت کیا اور گٹھڑی میں سے کلاہ مل گئی۔

لکھا ہے کہ آپ کے یہاں سماع میں مزامیر نہ ہوتا تھا۔ ایک روز اس بیت پر حالت ہوئی ؎

نظر از دیدہ ما ناقص فنا داست   وگرنہ یار ما از کس نہاں نیست

ایک بار کوئی آپ کی پوشاک چرا لے گیا۔ آپ نے دم نہ مارا اور وصیت مرشد پر پابند رہے۔ یہاں تک کہ ایک ذریعہ نماز ظہر حضرت حجرہ میں مشغول تھے۔ شیخ زین الدین کہ مرید اور بھانجے تھے وہ بھی یہیں کہیں گئے تھے آپ تن تنہا مراقبہ میں سر جھکائے ہوئے تھے۔ تراب نام ایک قلندر رہتا کہ بہت برسوں سے آپ کا دشمن تھا خالی موقع پاکر حجرہ میں گھس آیا اور گیارہ زخم چھرے سے جسم مبارک پر لگائے۔ سمجھا کہ میں کام پورا کر چکا اور وہاں سے بھاگا۔ مریدوں نے دیکھ کر اسے گرفتار کیا اور حضرت کے روبرو لائے۔ چاہا کہ اس کو زدوکوب کریں۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے۔ شیخ صدر الدین حکیم اور شیخ زین الدین کو قسم دی کہ ہرگز اس کی ایذا کا ارادہ نہ کرنا اور اس قلندر کو نزدیک طلب فرماکر بہت کچھ دے کر رخصت فرمایا اور یاروں سے کہا کہ اگر اس کو ایذا دی جاتی تو خلاف وصیت شیخ ہوتا۔ کیا عجب ہے اس کا ہاتھ بھی دکھا ہو۔ بعد اس ارادت کے تین برس اور بقیہ حیات رہے۔

سیر الاصفیا سے **نقل** ہے کہ سلطان محمد تغلق کو بہکانے عمر سمرقندی وعلی کندھاری کے جو دشمن مشائخ تھے

ناخوش ہوا۔ چاہا کہ کسی حیلہ سے شیخ کو ایذا پہنچائے۔ ایک روز بادشاہ نے دعوت کے حیلہ سے شیخ کو بلایا اور کھانا ظرف ہائے نقرئی اور طلائی میں روبرو رکھا۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ اگر شیخ نے ان برتنوں میں کھایا تو بحیلہ شرعی پکڑلیں گے اگر نہ کھایا تو توہین سلطان میں دیکھیں گے۔ غرض آج نہ چھوڑیں گے۔ حضرت شیخ نے نور باطن سے دریافت فرما کر تھوڑا کھانا ہاتھ پر لے کر پہلے زبان پر رکھا۔ پھر اس کو نوش کیا۔ حاسد مجبور اور شرمندہ ہو کر رہ گئے۔

بعدہٗ سلطان نے دو توڑے زر سُرخ اور دو تھان پارچہ شیخ کو پیش کئے۔ آپ نے ان کی طرف التفات نہ فرمایا اور کھڑے ہو گئے۔ اسی اثنا میں خواجہ نظام الدین وزیر بادشاہ نے دیکھا۔ یہ خواجہ بادشاہ کا عزیز اور حضرت سلطان المشائخ کا مرید صادق تھا۔ اس نے اٹھ کر تھان اور دونوں توڑے اٹھا کر خدام شیخ کے حوالے کئے اور کفش حضرت اپنے رومال سے جھاڑ کر روبرو رکھی اور تا دروازہ ہمراہ آیا۔ جب وہ واپس نزدیک سلطان کے آیا سلطان نے دست بقبضہ ہو کر خفگی سے کہا کہ تم نے عطیہ سلطانی کیوں ہاتھ سے اٹھایا کیوں پاپوش جھاڑی اور کیوں ان کے رکھیں۔ خواجہ نظام الدین نے جواب دیا کہ میرا فخر ہے کہ ان کی جوتی کو اپنا تاج سر بناؤں کہ میں غلام نظام الدین اولیاء کا ہوں۔ اگر میرے قتل کا ارادہ ہے تو میری جان ناتواں ان کی خاک پا پر فدا ہے۔ یہ سن کر سلطان کو غصہ تو بہت آیا مگر بوجہ توجہ حضرت کے کچھ نہ کر سکا۔

صاحب جوامع الکلم راوی ہیں کہ حضرت شیخ نصیر الدین کو خانقاہ میں اس بیت پر وجد ہوا ؎

جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد ہم کردی ۔۔۔ قلم بر بیدلاں گفتی نخواہم راند ہم راندی

مولانا مغیث شاعر نے ایک رسالہ لکھا اور اس مجلس کی تمام کیفیت لکھی اور لکھا کہ شیخ کو اس پر حالت ہوئی کہ جس میں خداوند تعالیٰ کی نسبت جور و جفا سے اشارہ کرتے ہیں اس میں کفر لازم آتا ہے۔ اس میں چند کلمے ایسے ہی جمع کر کے مولانا معین الدین عمرانی کے پاس بھیج دیئے۔ انہوں نے دیکھ کر حضرت کی خدمت میں ارسال کی۔ آپ نے مولانا عمرانی کو طلب فرمایا۔ وہ کتاب ان کو واپس دے کر دستار خلافت عطا کی۔ دوسرے روز پھر سماع تھا۔ حضرت کو اس رباعی پر اضطراب ہوا ؎

باطبل مغانہ دوش بیباک زدیم ۔۔۔ عالی علمش بر سر افلاک زدیم
از بہر یکے بغچہ مے خوارہ ۔۔۔ صد بار کلاہ توبہ بر خاک زدیم

بعد اضطراب بسیار کے بالائے بام تشریف لا کر بیٹھے اور مولانا مغیث کو طلب کیا۔ جب وہ روبرو آئے فرمایا کہ مولانا لکھو کہ اس جگہ کیا جہل ہے اور فرمایا کہ باہر کر دو چار روز کے بعد مولانا مغیث نے انتقال کیا۔

اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں کس لائق ہوں کہ شیخی کروں آج مسلمانا مسلمانا مسلمانی مسلمانی از زمیں آمد پے دنیا پشیمانی۔ فرمایا کہ ایمان کا غم کھانا چاہیے ورنہ کرامت نہ ہونا چاہیے۔ حیران ہوں کہ

خلق بے مشاہدہ کیوں کر جیتی ہے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز سے نقل ہے کہ خواجہ نے فرمایا کہ میں کوردک تھا ایک مسجد میں۔ اس مسجد میں قرآن پڑھتا تھا۔ درخت آزاد تھا۔ ایک کوا آکر اس پر بیٹھا۔ جو کچھ اس نے باواز بلند کہا میں نے اس کو سمجھا۔

خیر المجالس سے نقل ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر حضرت سے سوال کیا کہ حال فقیروں کا کہاں ہے اور کیونا ہے۔ فرمایا کہ حال نتیجہ صحبت اعمال ہے اور عمل دو طرح پر ہے۔ عمل جوارح و معلوم ہے عمل قلب کہ اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ بعدہٗ فرمایا کہ اوّل انوار عالم علوی سے نازل ہوتی ہیں اوپر ارواحوں کے۔ بعد اس کے اس کا اثر ہوتا ہے قلب پر۔ بعدہٗ جوارح پر۔ جوارح تابع قلب ہیں۔ جو قلب متحرک پر ہوتا ہے جوارح بھی حرکت میں آتے ہیں۔

پھر اس عزیز نے سوال کیا کہ عوارف صاحب حال کو متوسط کہا ہے اور وہ روایت عوارف سے نقل کی کہ المبتدی صاحب وقت والمتوسط صاحب حال والمنتہی صاحب الانفاس۔ دوسروں کو اس بات میں مشکل ہوئی۔ حضرت نے اس سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اس بارہ میں اس وقت کیا سننا چاہتے ہو۔ تم نے عوارف پڑھی ہے۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ خواجہ نے فرمایا کہ المبتدی صاحب وقت اور صاحب وقت کیا ہے یعنی وہ صوفی کہ وقت خویش کو غنیمت رکھے کہ سوائے اس کے دوسرا وقت پاؤں گا یا نہ پاؤں گا۔ پس جو یہ جانتا ہے اپنے وقت کو غنیمت رکھتا ہے اور اس کو تلاوت قرآن اور نماز میں بسر کرتا ہے۔ جب سالک حفظ اوقات پر مستقیم ہوا اور اپنے اوقات کو معمور رکھا استقامت پائی اور امید ہوئی کہ صاحب حال ہوا۔ اور مواہب نتیجہ مکاسب ہے اور وہ حال اثر انوار کا ہے باقی جیسے کہ پہلے بیان ہوا۔

بعدہٗ فرمایا کہ منتہی صاحب انفاس ہے مگر ارباب طریقت نے اور طرح بیان کیا ہے یعنی جو کچھ اس کے منہ سے نکلے خداوند تعالیٰ اسی طرح کرے۔ پھر فرمایا کہ یہ متعلق اصطلاح کے ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کہ خلق صحبت اللہ آدم علی صورتہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ درست ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جس قد و قامت صورت ہیئت کے ساتھ پیدا کیا وہ اسی شکل پر رہے کچھ تغیر نہ ہوا بخلاف صورت آدمیوں کے کیوں کہ پہلے آدمی بچہ بعدہٗ جوان پھر بوڑھا ہوتا ہے اور آدم اوپر ایک صورت کے رہے۔ کچھ تغیر و تبدل نہ ہوا۔ یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ شکل و صورت سے پاک ہے۔

وفات حضرت کی ۱۷ یا ۱۸ رمضان شب جمعہ ۷۵۷ھ میں ہوئی۔ مزار قریب شاہجہاں آباد درگاہ چراغ دہلی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ کاتب الحروف کے والد کا بھی آستانہ فیض نشانہ حضرت کے مزار کے پاس حضرت شیخ کمال الدین سے جانب شرق سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ ان کو حضرت سے بہت عقیدت تھی۔ اس وجہ سے وہاں مدفون ہوئے اور مولانا مظہر کرمانی نے یہ مرثیہ لکھا ہے۔

مرثیہ

زہے ز محنت ایں نہ سپہر زنگاری ۔۔۔ کدام دل کہ نہ خون گشت از جگر خواری
کجا بجام طرب مجلسے بنا کردند ۔۔۔ کہ سپہر نبارید سنگ قہاری
وفا ز عالم فانی مجو کہ مشہور اند ۔۔۔ فلک بخیرہ کشتی اختراں بغداری
خزینہ ایست سپہر از نفوس انسانی ۔۔۔ دفینہ ایست زمیں از تباں فرخاری
تو اے عزیز کہ در ملک مغروری ۔۔۔ مباش ایمن اگر عاقلی و ہوشیاری
چہ دانی آنکہ در اوراق کارخانہ غیب ۔۔۔ فقا چہ نقش بر آرد ز کلک جباری
زمانہ صلح کند با دل تو با خصمی ۔۔۔ فلک بہ دشمنی آید بہ پیش بایاری
چو وقت آں برسید ہیچ کس نگیر دوست ۔۔۔ نہ ملک نے ملکی نے سپہ سالاری
بقا بقائے خدا ایست و ملک ملک خدا ۔۔۔ کہ نیست قائم و دائم کسے بجز باری
ز دست چرخ ندانم کجا کنم فریاد ۔۔۔ کہ برگذشت بما جور ز بسیاری
جہاں بہ ماتم خواجہ نصیر الدین محمود ۔۔۔ ہزار گونہ فغاں کرد نوحہ و زاری
بقید ساعت و یادگار اہل کرم ۔۔۔ کہ کرد ختم خلافت بہ ملک و بیداری
مہیمنا ملک منعما خداوندا ۔۔۔ بحق نعمت قرآں و دولت قاری
برحمت تو کہ عام است در جہاں باقی ۔۔۔ بعزت تو خاص است در جہاں داری
کہ روح اعظم آں شیخ پیشوائے کرم ۔۔۔ کہ مقتدائے جہاں بودہ است ز اخیاری
ندیم قربت خود کن غریق رحمت خویش ۔۔۔ ہوا در رسل و انبیا ز مختاری

بساط صحن وہ از حل ہا فردوسی
خلافت قبر کن از پردہ ہائے غفاری

خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ اول حضرت شیخ کمال الدین رح۔ علامہ میر سید محمود گیسو دراز دہلوی رح۔ میر سید محمد ابن جعفر مکی ملک زادہ احمد رح۔ مولانا معین الدین عمرانی رح۔ میر سید علاؤ الدین رح برادر مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت۔ شیخ یوسف رح صاحب تحفۃ النصائح۔ محمد وحید الدین ادیب۔ سید جلال الدین کنتوری رح۔ قاضی محمد سادی فاضل۔ شیخ سلیمان رودھی۔ شیخ محمد متوکل کنتوری رح۔ شیخ دانیال رح۔ شیخ قوام الدین رح۔ قاضی عبد المقتدر رح۔ مولانا خواجگی۔ مولانا احمد تھانیسری رح۔ شیخ زین الدین ہمشیر زادہ حضرت شیخ صدر الدین رح۔ حکیم شیخ سعد اللہ کیسہ دراز رح۔

نقل ہے کہ جس زمانہ میں جواہر سنگھ جاٹ نے دہلی کو لوٹا۔ اور اس کے اطراف میں جو قریہ اور موضع تھے سب

کو تاراج کیا۔ آبادی چراغ دہلی میں ایک برہمن رہتا تھا۔ اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ملک لٹ رہا ہے ہم بھی تباہ ہوں گے۔ مزار شیخ پر چل کر عرض کیجئے کہ یہ بستی کسی طرح بچے۔ مراد والے دُور دُور سے آتے ہیں اور بتصدیق اس مزار کے دلی مرادیں پاتے ہیں۔ یہ سوچ کر اُس نے اپنا لوٹا برنجی مانجھا، غسل کیا۔ لوٹا پانی کا بھر کر مزار پر آیا۔ لوٹا رکھ کر عرض کیا کہ میں برہمن ہوں میری نذر قبول ہو اور آپ پر روشن ہے کہ تمام علاقہ برباد ہو رہا ہے۔ ہم لوگ جو اس چار دیواری کے اندر رہتے ہیں آپ کی رعایا ہیں۔ سوائے آپ کے دوسرا وسیلہ نہیں رکھتے۔ یہ وقت مدد کا ہے۔ عرض کر کے اپنے مکان پر آیا۔ تمام دن حضرت سے لو لگائے رہا۔ شب کو جب وہ سویا خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ تم دروازہ بند کئے دل جمعی سے بیٹھے رہو۔ اگر تمہاری طرف وہ آویں گے اندھے ہو جاویں گے۔

چنانچہ جاٹ چراغ دہلی کو لوٹنے آتے تھے احاطہ چراغ دہلی ان کو نظر نہ آتا تھا۔ تمام جنگل میں پھر کر چلے جاتے تھے۔ جب کئی بار انہوں نے حملے کئے اور ناکام رہے تو اطراف کے لوگوں سے پوچھا کہ احاطہ چراغ دہلی نہیں ملتا تو اطراف کے لوگوں سے پوچھا کہ احاطہ چراغ دہلی نہیں ملتا۔ ان لوگوں نے کہا دیکھو تو یہ سامنے دکھائی دیتا ہے۔ لو پھر گئے۔ جب قریب پہنچے حصار چراغ دہلی پھر نہ دکھائی دیا۔ انہوں نے تحقیق کیا کہ کیا وجہ ہے کہ جو ہم قریب جاتے ہیں حصار چراغ دہلی نظر نہیں آتا۔ لوگوں نے کہا کہ وہاں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا مزار ہے۔ وہ بستی ان کے نام پر مشہور ہے۔ وہ اپنی بستی پر بہت مہربان اور بستی والے بہت معتقد ہیں۔ یہ اُن حضرات کا تصرف ہے۔ یہ سُن کر وہ معتقد ہوئے اور خلوص ارادہ سے واسطے زیارت کے آئے۔ شیرینی عطر پھول اور چادر چڑھائی اور اپنی تمام کیفیت تمام اہل بستی سے بیان کی۔

چنانچہ گورنمنٹ انگریزی نے جب دہلی میں تسلط پایا تو مسلمانانِ اہل شہر معرض عتاب میں جہاں ملتے گرفتار کئے جاتے۔ پھانسی دیئے جاتے۔ ہر ایک قریہ اور قصبہ وہ سے مصیبت زدہ پناہ گزین آتے تھے۔ چنانچہ چراغ دہلی میں بہت سے آدمی تھے۔ بعضے فوجی زخمی بھی تھے۔ مخبر اور مٹکاف صاحب ہر طرف لوٹتے مارتے گرفتار کرتے تھے۔ اہل شہر کے ساتھ بعض اہل وہ بھی برباد ہوئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر خدام آستانہ شریف اور دیگر اہل بستی نے اسی برہمن کی اولاد سے جو ایک شخص تھا کہ تیرے جد نے پہلے بھی حضرت سے عرض کیا ہے اور وہ عرض قبول ہوئی اور بستی لٹنے سے بچی۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جس طرح تیرا دادا گیا تھا تو بھی اسی طرح مزار حضرت پر جا کر عرض کرتا کہ اس آفت سے بستی بچے یا جیسا حکم ہو عمل میں لاویں۔ وہ برہمن بدستور نہا دھو کر لوٹا پانی کا لے کر مزار پُرانوار پر آیا۔ بہت دیر تک گریہ وزاری کرتا رہا۔ اسی شب کو اُس نے خواب دیکھا۔ حضرت نے فرمایا کیوں گھبراتا ہے۔ بستی والوں سے کہہ دے کہ جو آگئے ان کو نہ نکالو اور اب نہ کسی کو اپنی بستی میں آنے دو۔ یہاں سے کوئی گرفتار نہ ہوگا نہ اور کوئی آفت آوے گی۔ چنانچہ ایک متنفس بھی چراغ دہلی سے گرفتار نہیں ہوا۔

صاحب معدن المعانی نے لکھا ہے کہ جب وقت نقل شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا نزدیک پہنچا شیخ رکن الدین برادر شیخ کمال الدین ہمشیرزادہ اپنے کو بلا کر فرمایا کہ تعمہ ہائے خواجگان چشت سے جتنا جس کو نصیب تھا دہ میں نے مریدوں کو دے دیا۔ تم کو چاہیے کہ جب مجھ کو قبر میں رکھو۔ خرقہ میرے سینے پر کاسہ چوبی زیر سر اور یہ تسبیح زیر انگشت اور ایک طرف عصا اور ایک طرف نعلین رکھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بعد فاتحہ سوم کے میر سید گیسو دراز کہ دہلی میں رہتے۔ مجھے مفارقت پیر میں اور خرقہ کا نہ ملنا شاق گزرا۔ آخر جس چارپائی پر حضرت کو غسل دیا تھا اس کو نکال کر وہ جھلنگا اپنے گلے میں ڈالا اور کہا میرا یہی خرقہ ہے اور دکن کی طرف کوچ کیا۔ کہتے ہیں کہ راستہ میں جس کسی پر اس جھلنگے میں سے نکال کر ذرا سا بان ڈال دیا۔ وہی اولیاء ہو گیا۔ صاحب مراۃ الاسلام لکھتے ہیں کہ بار دوم جب میں دہلی شریف میں روز پنجشنبہ اور شب جمعہ روضہ اقدس حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی پر گزرا۔ تمام شب بیدار اور مشغول رہا۔ انواع سعادت حاصل کیں۔ جب حضور روحانی طور پر ظاہر ہوئے بندہ نے گستاخی سے عرض کیا کہ اکثر خلفائے حضرت کے صاحب مقامات اور کرامات ہوئے مگر خرقہ خلافت کسی کو بھی مرحمت نہیں ہوا فرمایا کہ سچ ہے بعض میرے مرید صاحب مقامات عالی ہوئے ہیں۔ مگر اس وقت ان میں تھوڑا سا تعصب کا اثر باقی تھا۔ اس واسطے مقتضائے دیانت و امانت نہ تھا کہ خرقہ اپنے پیروں کا اس شخص کو دوں جو قید تعصب سے باہر نہ ہو۔ اس وجہ سے خرقہ پیران خود کسی کو نہیں دیا گیا۔ مگر بعض مریدوں کو میں نے اپنا خرقہ دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ پیران چشت ان سے جاری رہے گا کہ اب وہ قید تعصب سے باہر ہوئے اور حجاب تعصب اٹھ گیا۔ بمرتبہ توحید مطلق کے پہنچے۔ کہتے ہیں کہ بعد اس کے اوپر میرے تجلی ہوئی کہ ایسی کیفیت میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ پس میں سجدہ شکر بجا لایا اور تصرفات و روحانیت حضور پر منجبر ہوا۔

حضرت مولانا خواجہ کمال الدین خلیفہ اعظم قدس سرہ

ہمشیر زادہ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ رح

سلسلہ نسب حضرت کا جناب امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ علوم دینی اور حدیث و فقہ، اصول و معقول وغیرہ میں یگانہ روزگار تھے۔ اس وجہ سے علامہ خطاب پایا۔ علم تصوف خوب جانتے تھے۔ کلام اللہ مع ترجمہ یاد تھا۔ قرأت سے پڑھتے تھے۔ ہزاروں طلباء کتاب علوم کرتے تھے۔ نفل زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ جب اہل مسجد

ہوتے پہلے دو رکعت آداب مسجد ادا کرتے اور دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کرتے۔ بعد اس کے نماز میں مشغول ہوتے۔ اوّل تو کسی کی نسبت بُرا بھلا نہ فرماتے تھے۔ اگر کبھی زبان مبارک سے کچھ نکلتا فوراً اس کا اسی طرح ظہور ہوتا۔ حضرت مخدوم بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو آپ نے حجرہ کے روبرو دفن کرایا۔ آپ کے فضائل جو میں نے اپنے جد حضرت ابوظفر کی زبانی سنے ہیں اگر ان کو تحریر کیا جائے تو بہت بڑی کتاب تیار ہو۔ اگر زندگی نے وفا کی اور زمانہ نے فرصت دی تو بعد اس کتاب کے ہدیہ ناظرین کروں گا۔

الغرض چند روز ریاضت و مجاہدہ شاقہ اور تزکیہ نفس اور صفائی باطن میں مصروف رہے۔ بعد اس کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور بمقام احمد آباد گجرات مقرر ہوئے اور ہدایت خلق فرمائی۔ تمام خلق اطراف و جوانب احمد آباد معتقد اور حلقہ بگوش ہوئی۔ جب اژدہام خلائق زیادہ ہوا، اوقات مبارک میں خلل آنے لگا۔ وہاں سے پھر دہلی تشریف لائے۔ خدمت شیخ اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ آپ کی اولاد امجاد ہنوز احمد آباد میں مرجع خلائق ہے۔ وفات حضرت کی ۸۵۶ھ میں ہوئی۔ مزار آستانہ مخدوم میں بمقام چراغ دہلی سجدہ گاہ مریداں ہے۔ پہلے گرد مزار کے سنگ سرخ کا کٹہرا تھا اب کسی رئیس حیدر آباد نے عمارت بلند تیار کرائی۔

حضرت خواجہ ملک زادہ احمد قدس سرہ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کی کہ نہایت محبت شیخ میں فنافی الشیخ ہو گئے تھے۔ صاحب جوامع الکلم سے روایت ہے کہ بوجہ ادب آپ نے بیعت ظاہری نہیں کی۔ فرماتے تھے کہ میری مجال نہیں کہ شیخ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھوں۔ جب تک شیخ کی زیارت سے مشرف نہ ہوتے کھانا نہ کھاتے۔ جب آتش عشق الہٰی نے بالکل سوختہ کر دیا عرق پیدا ہوا۔ جو قطرہ خون کا ناک سے ٹپکتا اس کو چاٹ لیتے اور کہتے کہ میرا جسم سراپا جسم شیخ ہے۔ زمین پر اس کا گرنا ترک ادب ہے۔ اگر ناگاہ کوئی قطرہ زمین پر ٹپک بھی جاتا اس سے نام شیخ لکھا ہوا معلوم ہوتا۔ جب یہ خبر پیر بھائیوں کو ہوئی۔ حضرت مخدوم سے عرض کی بے چارہ احمد جل گیا۔ خدا کے واسطے اس کی خبر لیجئے۔ شیخ نے مہربانی کی کہ ان کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ وائے صد وائے کار احمد کا تمام ہوا۔ پہلے سے کیوں نہ خبر کی۔ شیخ نے آواز سن کر حضرت کو دیکھا اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ وفات آپ کی [illegible] میں ہوئی۔ مزار جوار روضہ شیخ میں ہے

حضرت شیخ دانیال قدس سرہ

خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کہ ان کو مولانا عود کہتے ہیں۔ نسب آپ کا حضرت عباس علمدار تک پہنچتا ہے۔ یعنی شیخ دانیال بن میر بدر الدین بن سید فضل بن سید حسن بن عبداللہ بن عباس ابن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

آپ کے بزرگوں کی بڑی بڑی عمریں ہوئیں ۔ چنانچہ آپ کے والد کی عمر ایک سو بیالیس برس کی تھی ۔ لکھا ہے کہ آپ کے والد عہد سلطان غیاث الدین بلبن میں وارد ہند ہوئے اور ستر کھہ میں قیام کیا ۔ وہیں شیخ دانیال پیدا ہوئے ۔ جب آپ سن بلوغ میں پہنچے قصبہ سانہ میں آئے اور قاضی عبدالکریم سے تحصیل علوم کیا ۔ بعدہٗ قاضی نے آپ کو اپنی فرزندی میں لیا اور اپنی دختر سے نسبت کی ۔ بعدہٗ بکشش جاذب حقیقی دہلی آکر مخدوم شیخ نصیرالدین چراغ کے مرید ہو کر کمالات ظاہری اور باطنی سے مشرف ہوئے ۔ بعد عطائے خرقہ خلافت واسطے ہدایت اہل وطن کے ان کو شیخ نے رخصت کیا ۔ جب قریب ستر کھہ کے پہنچے قزاق کہ بطمع آپ کو شہید کیا چاہتے تھے کہ اہل و عیال کو قتل کریں اور اسباب لیں ۔ گل اندھے ہوئے بھاگ نہ سکے ۔ آخر حکام وقت نے گرفتار کر کے قتل کیا ۔ یہ واقعہ ۷۴۸ھ میں ہوا ۔ مزار اسی مقام پر ہے ۔

حضرت شیخ صدرالدین قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت شیخ مخدوم نصیرالدین محمود چراغ دہلی رحؒ کے تھے ۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے ان کے والد سوداگری کرتے تھے اور حضرت سلطان المشائخ رحؒ کے مرید تھے ضعیف ہو گئے تھے ۔ مگر اولاد نہ تھی ۔ حضرت وجد میں تھے ایک روز والد نے اولاد کے بارے میں عرض کی ۔ حضرت نے پشت ان کے والد کی اپنی پشت سے ملائی اور فرمایا کہ تجھ کو اللہ نیک پسر دے گا ۔ اسی وقت شب کو ان کی والدہ پیرانہ سالی میں حاملہ ہوئیں ۔ بعد وضع حمل یہ پیدا ہوئے ان کے والد ان کو خدمت شیخ میں لے گئے ۔ حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے کرتہ تیار کر کے ان کو پہنایا اور حضرت شیخ نصیرالدین کی گود میں دیا اور تاکید کی کہ اس کی تربیت ظاہری و باطنی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھنا ۔ چنانچہ آپ نے سایہ مہربانی شیخ میں پرورش پائی اور کاملین وقت سے ہوئے ۔ آپ کی تصنیفات سے فصیح وتبین علم طلب میں مشہور کتاب ہے ۔

نقل ہے کہ ایک بار آپ کو پریاں واسطے علاج ایک پری زاد کے لے گئی تھیں ۔ ایک پری نے لکھ کر دیا کہ فلاں کوچہ میں جو فلاں رنگ و صورت کا کتا ہے اس کو دینا اور واپس پہنچا گئیں ۔ آپ نے آکر اس کتے کو تلاش کر کے وہ خط دیا ۔ وہ خط کے دیکھتے ہی اٹھا اور شہر کے باہر آکر زمین کھود کر آپ کو خزانہ کا نشان دیا ۔ آپ نے اس خزانہ کو راہ مولا صرف کیا ۔ وفات حضرت کی ۷۵۹ھ میں ہوئی ۔ مزار نواح روضہ شیخ میں ہے ۔

حضرت خواجہ معین الدین خورد قدس سرہٗ

پسر بزرگ شیخ حسام الدین سوختہ و خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے ۔ یہ حضرت ریاضت اور مجاہدہ میں موصوف تھے ۔ یہاں تک کہ بلا توسط روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے فیض یاب ہوئے ۔ اور آپ سے اور آپ کے برادر

شیخ قیام الدین سے بہت اولاد ہوئی۔ وفات حضرت کی ۶۰۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ سراج الدین چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ اعظم و پسر بزرگ حضرت مولانا کمال الدین علامہ کے تھے۔ صاحب کشف و کرامت و عشق محبت ذوق و شوق اور زہد اور تقویٰ تھے۔ مگر اپنی کرامات کو بہت چھپاتے تھے اور آپ کے والد نے بوقت انتقال اپنے ان کو طلب کیا اور نعمت ہائے خواجگان چشتیہ سے مملو فرمایا۔ اس روز یہ حال ہوا کہ جس کی طرف نظر بھر کے دیکھتے وہ محبت الٰہی میں مست و شیدا ہو جاتا تھا۔ وفات حضرت کی یکم جمادی الاوّل ۸۱۴ھ میں ہوئی۔ مزار ان کا پاک پٹن میں ہے۔

حضرت سید محمد بن سید مبارک قدس سرہٗ

مرید سلطان المشائخ اور خلیفہ اعظم حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت سلطان جی سے خوردسالی میں بیعت کی تھی تبرکاً بیعت اور تکمیل حضرت مخدوم صاحب سے۔ کہتے ہیں کہ سلطان جی کی روح پاک سے آپ کو اویسی طریق پر بھی فیض تھا۔ آپ کے باپ دادا بھی مقربان حضرت سلطان المشائخ تھے سیر الاولیاء انہوں نے جمع کی اور دوسری سیر الاولیاء میں ملفوظات بابا صاحبؒ درج ہیں۔ اس کے مؤلف شیخ بدرالدین اسحاق ہیں۔ اور وفات حضرت کی ۷۷۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ یوسف چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم صاحبؒ کے۔ نہایت بزرگ اور صاحب کرامت تھے۔ علم دین میں آپ کی کتاب فیض انتساب تحفۃ النصائح معتبر کتاب ہے اور نظم میں بھی عمدہ مہارت تھی۔ وفات حضرت کی ۷۷۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ عبدالمقتدر قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم کے۔ عالم اور درویش کامل، صاحب باطن فصیح اور بلیغ تھے۔ آپ کے والد بھی عالم اور مفتی تھے۔ اوّل اوّل آپ کو درویشوں سے تکبر تھا۔ ہمیشہ حضرت مخدوم سے مباحثہ شرعی کیا کرتے تھے آخر کو مرید ہو کر نعمت معرفت سے بہرہ مند ہوئے اور مناقب الصدیقین تحریر کی۔ جس میں شیخ کے فضائل تحریر کیے ہیں اور قاضی شہاب الدین کہ جو اپنے وقت میں مشہور فاضل ہوئے ہیں آپ کے شاگرد تھے۔ ایک روز قاضی شہاب الدین

کو کچھ قسم زر سے ملا۔ انہوں نے دل میں سوچا کہ اس کو ایسی جگہ دفن کردوں کہ کوئی نہ دیکھ سکے۔ بعدہٗ خدمت استاد میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ خیال زر کے دفن کرنے کا اور علم کا بوجھ کس طرح اٹھاؤ گے۔ آخر ۲۸ محرم ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ مزار جونپور میں ہے۔

حضرت قاضی سعدی چشتی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیرالدین محمود چراغ دہلی کے عالم باعمل اور نہایت متقی تھے۔ ہزاروں کو آپ سے فیضانِ ظاہری و باطنی ہوا۔ وفات حضرت کی ۷۶۰ھ میں ہوئی۔ بعد آپ کے خواجہ اختیار الدین صاحب سجادہ ہوئے۔

حضرت شیخ سعداللہ کیسہ دراز شیخ متوکل قدس سرہٗ

پہلے اپنے والد سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آخر بخدمت حضرت مخدوم صاحب مرید ہوکر کار نفس کو سرانجام پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور اولیائے زمانہ سے ہوئے۔ نہایت بزرگ اور متقی تھے۔ صاحب معارج الولایت نے لکھا ہے کہ آپ کو خضر علیہ السلام نے ایک کیسہ عنایت کیا تھا کہ ہمیشہ درہم سے پُر رہتا تھا۔ خرچ کرنے سے کبھی کمی نہ ہوتی تھی۔ اس کیسہ میں سے جب چاہا نکالتے تھے۔ اس وجہ سے کیسہ دراز خطاب تھا اور میر سید اشرف سمنانی سے بھی فیض تھا۔ وفات آپ کی ۸۰۶ھ میں ہوئی۔

حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیرالدینؒ کے تھے۔ مولانا معین الدین عمرانی سے اکتساب علم دین کیا تھا۔ مگر مولانا معین الدین کہ حضرت مخدوم صاحب سے کبیدہ خاطر تھے اور اپنے شاگردوں کو مخدوم صاحبؒ کے پاس جانے سے رد کرتے تھے۔ مگر مولانا خواجگی ظاہر ہوکر تحصیل علم باطنی کرتے تھے۔ اس امر سے مولانا معین الدین ان سے بھی دل میں ناخوش ہوتے تھے مگر دونوں صاحبوں سے کمال عقیدت تھی۔ اس تشکر رنجی سے بہت پریشان رہتے تھے۔

قضاء قدرت خدا سے مولانا معین الدین مرض ضیق النفس میں ایسے مبتلا ہوئے کہ رستگاری مشکل ہوئی۔ علاج اطباءؒ سے عاجز ہوگئے اور مولانا مذکور بھی اپنی زندگی سے ناامید ہوئے۔ مولانا خواجگی نے عرض کیا کہ استاد اطباء نے آپ کے علاج سے دست کشی کی۔ صاف جواب دے دیا۔ مناسب ہے کہ استمداد دعا مردانِ خدا سے کی جائے کہ وہ اطباء امراض رُوح قلب ہیں۔ اس وقت مخدوم شیخ نصیرالدین اولیائے مستجاب الدعوات ہیں۔ اگر ان کے پاس چلیے تو وہ دعا کریں۔ یقین ہے کہ بارگاہ کبریا میں ان کی دعا قبول ہو اور ان کی برکت صحبت اور تاثیر ہمت بتوجہ نظر کیمیا اثر سے شفا ہو

یہ سن کر اگرچہ مولانا معین الدین کا دل تو نہ چاہتا تھا مگر بوجہ تکالیف مرض موجودہ کے شیخ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب ان کے آنے کی خبر حضرت کو ہوئی تو خانقاہ سے پیشوائی کر کے اندر لے گئے باعزاز تمام بٹھایا اور ان کے آگے دسترخوان بچھایا۔ اس پر کھانا چنا گیا۔ ایک رکابی میں دہی اور خشکہ تھا۔ وہی رکابی مولانا کے آگے رکھی گئی۔ شیخ نے ارشاد کیا کہ بسم اللہ کرو۔ مولانا نے زبردستی چند لقمے نوش کئے کہ دہی اور خشکہ اور شکر صریح مخالف مرض تھے۔ جب دسترخوان برخاست کیا۔ ہاتھ دھلائے۔ معاً ان کو کھانے سے قے نے غلبہ کیا اور ابکائی آئی۔ چلمچی حاضر کی گئی۔ بہت زور سے قے ہوئی اور مرض کو آرام ہوگیا۔ اس پر مولانا بصدق دل حضرت کے معتقد ہوئے۔

لکھا ہے کہ آپ نے نور باطن سے امیر تیمور صاحب قران کا آنا معلوم فرما کر دہلی کو چھوڑا اور کالپی میں تشریف لائے اور چند مدت وہاں قیام فرما کر ۸۱۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار کالپی میں ہے۔

حضرت شیخ احمد تھانیسری قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین کے تھے۔ مولانا خواجگی اور آپ میں بہت اتحاد تھا۔ مولانا جب کالپی گئے ہیں، آپ دہلی میں رہے۔ آخر فوج حضرت امیر تیمور صاحب قران نے بوجہ بداعمالی اہل دہلی کے ان کو سزائے اعمال دی۔ شہر لٹا۔ مولانا مذکور یعنی شیخ احمد تھانیسری مع اہل و عیال قید ہوئے۔ اتفاقاً کسی نے حضرت امیر صاحب کو خبر دی کہ شیخ احمد مریدان خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے ہیں اور بہت بڑے فاضل اور کامل ہیں اور قید ہوئے ہیں۔ اسی وقت امیر صاحب نے بعزت خواجگان ان کو رہا کر کے شریک مجلس خاص کیا۔ اس وقت مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ کے پوتے شیخ الاسلام تھے۔ ایک مجلس میں شیخ الاسلام اور شیخ احمد میں تقدم و تاخر مجلس پر سخت گفتگو ہوئی۔ امیر تیمور نے فرمایا کہ مولانا برہان الدین صاحب ہدایہ تھے۔ ان کے پوتے کو تم سے اوپر بیٹھنا چاہیے شیخ احمد نے فرمایا کہ برہان الدین نے چند مقام پر ہدایہ میں خطا کی ہے۔ عزت علم کے ساتھ ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ مقامات خطا کے بیان کرو۔ امیر تیمور نے بعزت صاحب ہدایہ اس بحث کو موقوف کیا اور پھر کبھی بحث نہیں ہوئی۔

چونکہ مولانا خواجگی سے آپ کو نہایت الفت تھی۔ ان کی جدائی نہ سہی گئی۔ آخر مع اہل و عیال دہلی سے روانہ ہوکر کالپی آئے اور دونوں بزرگوں میں معمول کے مطابق صحبت رہی۔ بعد انتقال مولانا خواجگیؒ کے ۸۲۰ھ میں انتقال کیا۔ مزار کالپی میں ہے۔ جو کوئی مزار حضرت پر چالیس روز برابر جاتا رہے وہ اپنی مراد پاتا ہے اور آپ کے عرس میں بہت معتقد دُور دُور سے جمع ہوتے ہیں۔

حضرت میر سیّد محمد گیسو دراز بن سیّد یوسف چشتی حسینی دہلوی قدس سرّہٗ

منظام اولیائے ہند اور خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدّین چراغ دہلی تھے کہ جامع تھے سیادت اور کرامت اور ولایت میں شان عالی اور مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ لکھا ہے کہ آپ بمقام دہلی ۷۲۱ھ عہد سلاطین خلجی میں تولد ہوئے۔ چونکہ آپ کے والد بھی خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے تھے، اوّل روز سے تعلیم یادر ویشی ہونی شروع ہوئی۔ چند روز میں علم ظاہری حاصل کیا۔ صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ تا حیات حضرت پیرو مرشد دہلی میں رہے۔ بعد انتقال شیخ کے دکن میں تشریف لے گئے۔ وہاں کی خلقت دُور دُور سے آکر مطیع و معتقد ہوئی اور وہیں حضرت نے انتقال کیا۔

آپ کو سیّد گیسو دراز جو کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز چند مریدوں کے ہمراہ پالکی شیخ کی کندھے پر لیے ہوئے تھے۔ چونکہ آپ کے بال بڑے بڑے تھے پالکی اٹھاتے وقت ڈنڈے پالکی کے نیچے دب گئے تھے اور جانا بھی دُور تھا۔ اگرچہ تکلیف تو ہوئی مگر بوجہ ادب اور عشق و محبت کے شیخ اپنے گیسو نہ نکال سکے۔ اسی طرح چلتے گئے۔ جب یہ خبر شیخ کو ہوئی ان کی عقیدت اور صدق محبت سے بہت خوش ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے یہ بیت ارشاد فرمایا ؎

ہر کہ مرید سیّد گیسو دراز شد	واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اور سیّد محمد صاحب کو جو آپ کے مرید ہیں اور انھوں نے کلمات طیبات کے جمع کر کے نام اس کتاب کا جوامع الکلم رکھا ہے۔ متاخرین کل اس کتاب کو معتبر سمجھتے ہیں۔ اس میں حضرت کے حالات مفصل مندرج ہیں اور آپ کا کلام نظم کی معرفت توحید میں جو ہے لا ثانی ہے۔ محمد تخلص ہے جیساکہ فرمایا ؎

نظم

از شراب شوق گشتم مست او	ہست من گشت اندر ہست او
بود ما در بود او نابود شد	ہر چہ جز غیرش بداں مردہ شد
چوں مجرّد گشتم از ہستی تمام	نے وجودم ماند آں جا نے نام

چوں شدہ فانی محمد از وجود | غیر او دیدہ کہ کس دیگر نہ بود

غزل

اے صورت تو جہان معنی | با صورت تست جان معنی
یک شاخ گل نہ بستہ صورت | مثل تو بوستان معنی
از صورت تست خاطر | منزل گاہ کاروان معنی
ہر عضو کند بصد زبان پیش | از صورت تو بیان معنی
در صورت وصف تو محمد | تا حشر نہادہ خوان معنی

صاحب مبارج الولائیت ناقل ہیں کہ عمر شریف حضرت کی ایک سو پچاس برس کی ہوئی۔ وفات حضرت کی ۸۲۵ھ کی ہوئی۔ مزار آپ کا علاقہ حیدرآباد دکن میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت شیخ محمد متوکل کنتوری قدس سرہٗ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدّین چراغ دہلی کے۔ آپ کے والد ہرات سے ہندوستان میں آکر اجولی میں متوطن ہوئے آپ کا جائے مولد اجولی ہے۔ جب آپ جوان ہوئے دہلی میں تشریف لاکر حضرت مخدوم صاحب کے مرید ہوکر کار فقر کو تکمیل پہنچایا۔ آخر خرقہ حاصل کرکے واسطے ہدائیت خلق کے بھرائچ میں مقرر کئے گئے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت اپنے حجرہ کا دروازہ بند کئے بیٹھے تھے۔ انہوں نے گوشۂ چشم سے دیکھا کہ ایک جوگی بالتصرف خود حجرہ میں آگیا۔ آپ اپنے کام میں مشغول رہے۔ آخر اُس نے سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا۔ اس جوگی نے آپ سے مصافحہ کیا اور بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے لگا۔ شیخ نے دیکھا کہ حجرہ کی یہ کیفیت ہے کہ ہر طرف سے زر بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے اس زر کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ تب جوگی نے جانا کہ یہ درویش مستغنی ہے اور قدموں پر حضرت کے دیکھا اور کہا کہ میں آپ کی ہمّت آزماتا تھا۔ اس وقت صدق دل سے مسلمان ہوا۔ شیخ نے اس جوگی سے ارشاد کیا کہ اب پھر وہ طلسم ظاہر کرو۔ اُس نے ہر چند کوشش کی ممکن نہ ہوا۔ بعد مجاہدات و ریاضت کامل درویش ہوا۔

اسی طرح عزیز نام ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھ کو سونا چاندی بنانا آتا ہے۔ آپ کی نظر کرتا ہوں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ میرے پاس بھی قدرے اکسیر ہے اگر ایک ذرہ ایک من مس پر ڈالا جائے تو سونا ہو جائے۔ شیخ علاؤ الدّین نے اپنے بھانجے سے ارشاد کیا کہ اس شخص کو بھرائچ سے نکال دو۔ وفات حضرت کی ۸۲۷ھ میں ہوئی۔ مزار بھرائچ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت شیخ قوام الدین چشتی قدس سرہ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی تھے۔ لکھا ہے بعد انتقال حضرت مخدوم نصیرالدین اوچ میں تشریف لے جاکر خدمت مخدوم جہانیاں میں چند روز میں مقامات بلند حاصل کیے۔ مریدوں کو نہایت عمدگی سے تعلیم فرماتے تھے اور صاحب حال و قال اور متقی اور بہت فصیح اور بلیغ تھے۔ اوصاف حمیدہ حضرت کے مشہور ہیں۔ ایک بار حضرت مجلس شیخ میں حاضر تھے اور مشائخ کو ذوق ہوا آپ کو نہ ہوا۔ اٹھ کر اپنے مکان پر آئے اور گھر والوں سے پوچھا کہ اس گھر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اسباب دنیا ہے۔ انہوں نے انکار کیا۔ آپ نے خود ڈھونڈنا شروع کیا۔ تھوڑا سا گڑ برآمد ہوا کہ وہ آپ کی زوجہ نے اپنے کھانے کو رکھا تھا کیونکہ وہ خود حاملہ تھیں۔ آپ اس کو لے کر باہر آئے اور تصدق کیا۔ پھر آکر مجلس میں شریک ہوئے۔ خوب ذوق حاصل ہوا۔

نقل ہے کہ جب وفات حضرت مخدوم جہانیاں کی نزدیک پہنچی۔ آپ نے بمصلحت شیخ قوام الدین سے رائے لی کہ سجادہ اور تبرکات پیران عظام کس کے سپرد کروں۔ انہوں نے سید صدرالدین راجو قتال کی نسبت رائے دی۔ حضرت نے ان کی رائے کو پسند کر کے اپنے برادر سید صدرالدین راجو قتال کو خلافت دے کر صاحب سجادہ کیا اور خرقہ تبرک اپنے فرزند سید صدرالدین کو عطا کیا۔ میر صدرالدین کی والدہ نے یہ خبر سن کر فرمایا کہ قوام الدین کی صلاح سے میرا فرزند سجادگی سے محروم رہا۔ خدا کرے کہ اس کی بھی اولاد محروم رہے۔ شیخ قوام الدینؒ یہ بات سن کر خوش ہوئے اور کہا کہ الحمدللہ! بی بی صاحبہ نے میرے ایمان کے واسطے دعا نہ کی۔ اگرچہ میرے فرزند اس نعمت سے محروم ہیں مگر مرید بھی میرے فرزند ہیں۔ کافی ہے۔ چنانچہ آپ کے فرزند سلطان نظام الدین کاروبار دنیا میں مصروف رہے۔ اور مرید صاحب سجادہ ہوئے۔

وفات حضرت کی ۸۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار لکھنؤ میں ہے۔ کیونکہ بعد انتقال مخدوم جہانیاںؒ کے آپ لکھنؤ میں تشریف لائے اور وہیں وفات پائی۔

حضرت سید جعفر مکی قدس سرہ

خلیفہ حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی توحید اور تفرید میں عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ بحر المعانی تصنیف فرمائی جو حقائق توحید اور اسرار معرفت سے پُر ہے۔ دوسری کتاب آپ کی دقائق المعانی ہے، تیسری حقائق المعانی اور ایک رسالہ اسرار روح کے بیان میں ہے۔ ایک رسالہ پنج نکات ہے۔ ایک بحر الانساب ہے کہ اس میں نسب اہل بیت رسول مقبول اور اپنا نسب نامہ تحریر فرمایا ہے۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ آپ کی کتابوں کے دیکھنے سے

رمز حق معلوم ہوتا ہے۔ اور زمانہ سلاطین تغلق عہد بہلول لودھی تک بقیہ حیات رہے۔ آپ کے آبائے کرام شرفائے مکہ معظمہ تھے۔ وارد ہندوستان ہو کر سرہند میں مقام کیا۔

بحر المعانی میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میری ساٹھ برس کی عمر تھی۔ میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو چکا تھا کسب کمال میں کوشاں تھا۔ مقصود اصل سے غافل تھا۔ اب یہ حال دیکھتا ہوں یعنی جو کچھ آپ کے مشاہدہ میں آیا۔ حالات ابدال واوتاد واقطاب وامراء اور رجال اللہ اور اُن کا شمار اور اُن کے مرتبے، اُن کے احوال اور اقسام بحر المعانی میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ممکن نہیں جو دوسرا لکھ سکے۔ اگر لکھے گا تو اسی چمن سے خوشہ چینی کرے گا۔ آپ فرماتے ہیں سب سے ملاقی ہوا، سب کے مقامات دیکھے، فیضان حاصل کئے مگر منجملہ اولیائے اقطاب کے دو شخص مقام معشوقی کو پہنچے ہیں کہ اس مقام پر دوسرا نہیں پہنچا۔ ایک تو سید عبد القادر جیلانی رح، دوسرے شیخ نظام الدین بدایونی رح۔ یہ دونوں مشارب رُوح احمدی سے تھے۔ چنانچہ یہ فقیر سفر دریائے نیل میں خضر علیہ السلام کے ہمرکاب تھا۔ مشاہدہ الایزالی کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا شیخ عبد القادر جیلانی رح اور شیخ نظام الدین بدایونی رح معشوقی کو پہنچے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نو برس سحو میں رہا۔ اکیس برس سکر میں رہا کہ مجھ کو خبر نہ تھی۔ چند مدت مستی سے مزانیت میں نزول کیا۔ بڑے کاملین درویشاں صاحب ولایت اور قطب وقت سے ملا۔ فیضان لئے۔ ۸۱۱ھ میں بخدمت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی حاضر ہوا۔ ایسا کچھ دیکھا کہ اگلوں کو بھول گیا۔ حضرت کے قدموں پر سر رکھا مرید ہوا۔ شیخ نے فرمایا کہ اے شہباز! تو نے عالم ناسوت وملکوت وجبروت ولاہوت کی سیر کی اور پاک آیا۔ اور ایک سلائی میری آنکھ میں پھیر کر فرمایا کہ سلائی نور جمالی ذات سے ہے۔ بعد اس کے جو انعامات آپ کو اسی برس کے عرصہ میں پیش ہوئے اور مشاہدہ ہوئے ان کو بحر المعانی میں تحریر فرمایا ہے۔ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ وفات حضرت کی ۸۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار شریف سرہند میں ہے۔

حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی السعید ناگوری قدس سرہ

کنیت آپ کی ابو احمد اور خلیفہ خواجہ بزرگ کے اور اولاد حضرت سعید رض سے تھے کہ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ یہ حضرت تفرید و تجرید میں قدم مضبوط اور ہمت عالی اور شان بزرگ رکھتے تھے۔ اولیائے کبار ہندوستان سے مانے جاتے ہیں۔ عمر آپ کی دراز ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ خوش بیٹھے تھے۔ اہل مجلس سے ارشاد کیا کہ آج در اجابت کھلا ہے جو کچھ چاہتے ہو چاہو۔ ان میں سے ایک نے دنیا چاہی۔ ایک نے دین چاہا۔ دونوں اپنے اپنے مقصود کو پہنچے۔ بعدہ قاضی حمید الدین صوفی کی طرف مخاطب ہوئے کہ تیرے واسطے خدا سے کیا طلب کروں۔ آپ نے عرض کیا میری کیا مجال

ہے زبان بھی ہلا سکوں جو حضور کی خواہش ہے وہی میری خواہش ہے ۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ التارک الدنیا والفارغ من العقبیٰ الموصول الی اللہ ۔ تو دنیا اور عقبیٰ میں مکرم رہے گا ۔ یہ اس روز سے سلطان التارکین ملقب ہوئے ۔ بعدہٗ حضرت خواجہ قطب الدین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے ۔ آپ نے عرض کیا ؎

ہر چہ تو خواہی روئے بر آستانم   بندہ را فرمان نباشد ہر چہ فرمائی بر آنم

خواجہ بزرگ نے فرمایا قطب الدین تو قدوۃ الواصلین امام المتقین زبدۃ العارفین قطب الاقطاب قطب الدین بختیار اوشی ہوگا ۔

لکھا ہے کہ حضرت قاضی صاحب مسجد خواجہ بزرگ کی امامت کرتے تھے ۔ مگر یہ کیفیت تھی ناگور سے آکر نماز پڑھاتے پھر واپس چلے جاتے ۔ ظہر کے وقت پھر بزور قوت ولایت ناگور سے اجمیر میں آکر نماز پڑھاتے اور بعد عشا پھر ناگور میں جاکر مشغول بعبادت ہوتے ۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ اور حضرت میں درباب فقر اور غنا بہت خط وکتابت رہی جو ہنوز موجود ہے مگر شیخ آپ کے خط کا شافی جواب نہیں دے سکتے تھے ۔ وفات آپ کی ۲۹ ربیع الثانی بعمر ۱۰۲ سال ۶۷۳ھ میں ہوئی ۔ مزار ناگور میں ہے ۔

حضرت شیخ عبدالعزیز علی بن شیخ حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ

خلیفہ اپنے پدر بزرگوار کے تھے ۔ آپ نے جوانی میں رحلت کی ۔ صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ ایک مجلس میں قوال یہ گا رہے تھے ؎

جاں بدہ و جاں بدہ و جاں بدہ   فائدہ در گفتن بسیار چیست

اس بیت پر آپ کو حالت ہوئی اور ایک نعرہ مارا اور کہا کہ دادم دادم اور جاں بحق تسلیم ہوتے ۔ آپ کے تین فرزند تھے جن کی خبر آپ نے پہلے دی تھی کہ وحید وحید ہوگا ۔ مجرد رہے گا بے نیاز دلی تعلق اور فرید فرید عالم اور صاحب سجادہ ہوگا اور نجیب نجیب شریف ہوگا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ وفات حضرت کی ۶۶۱ھ میں ہوئی ۔ مزار ناگور میں ہے ۔

حضرت شیخ محمد صابر چشتی قدس سرہٗ

مرید وخلیفہ وخدام بابا صاحبؒ کے تھے ۔ صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ وقت عطائے خرقہ بابا صاحبؒ نے ان سے فرمایا تھا کہ تو ہمیشہ خوش رہے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صبر وشکر کے ساتھ خوب ایام گزاری کر کے ۶۷۹ھ میں وفات پائی ۔ بابا صاحبؒ کے مریدوں میں تین صابر ہیں ۔

حضرت سید تاج الدین شیر سوار قدس سرہ

خلیفہ شیخ قطب الدین منور کے تھے۔ یہاں تک کمال کو پہنچے کہ تمام وحوش وطیور آپ کے دام محبت میں پھنسے جب واسطے زیارت پیر کے ہانسی جاتے شیر پر سوار ہوتے اور بجائے کوڑے کے مار سیاہ ہاتھ میں ہوتا تھا۔ ایک روز حالت بے خودی میں شیر پر سوار پیر کے روبرو آئے۔ پیر ایک دیوار پر بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ اے تاج الدین جانوروں کا بس میں کرنا کچھ کام نہیں رکھتا۔ مردانِ خدا اگر حکم کریں تو دیوار سنگ اور خشت کی چلنے لگے۔ معاً یہ فرماتے ہی دیوار چلنے لگی۔ آپ نے لات دیوار پر ماری اور فرمایا کہ میں نے تمثیلاً یہ ذکر کیا تھا۔ تجھ سے نہیں کہا تھا اپنی جگہ ساکن ہو۔ یہ تمام قوت اور کرامت تصدق حضرت سلطان المشائخ کا ہے۔ اور یقین ہے کہ اُن کے غلاماں غلام میں ایسے صفات تا قیامت قائم رہیں گے۔ وفات حضرت کی ۷۸۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخن ابدال قدس سرہ

کہتے ہیں کہ وہ بڑے بزرگ تھے۔ ان کے دروازہ پر ایک بھاری پتھر تھا۔ اس پر ایک کا منہ چوبیں رکھا تھا۔ آنے جانے والا جو اس طرف گزرتا تو اس پیالہ میں کچھ نہ کچھ ڈال دیتا تھا۔ شام کو آپ اس پیالہ سے فتوح نکال کر خرچ محتاجاں کیا کرتے۔ صبح پھر بدستور رکھ دیتے۔ پھر وہ بدستور بھر جاتا۔ ایک قاعدہ یہ تھا کہ اگر غلہ گراں ہوتا زیادہ آمدنی ہوتی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شیخ علاؤ الدین علاؤ الحق بن السعد لاہوری بنگالی قدس سرہ

خلیفہ اعظم حضرت شیخ سراج الدین اخی عثمان کہ وہ خلیفہ سلطان جی صاحب کے تھے۔ شیخ علاؤ الدین علاؤ الحق امیرزادہ اور بہت بڑے عالم تھے۔ بعدہ مسلک مریدانِ نظامیہ میں شیخ سراج الدین اخی سے بیعت کی اور بدرجات اعلیٰ میں پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا کہ صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ حضرت سراج الدین اخی کو جب حضرت سلطان المشائخ رحمۃ نے بنگالہ کو رخصت کیا تو آپ نے عرض کیا کہ وہاں شیخ علاؤ الدین بہت بڑا عالم ہے مجھ کو اس سے گفتگو کی تاب نہ ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سراج کچھ اندیشہ نہ کرو وہ تیرا مرید ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

معارج الولایت سے نقل ہے کہ حضرت صحیح النسب ہاشمی تھے۔ سلسلہ آپ کا حضرت خالد بن ولید سے منتہی ہوتا ہے اور لکھتے ہیں کہ علاؤ الدین بہت متکبر تھا۔ بوجہ احتشام دولت کے اپنے کو گنج بنات کہلاتے تھے یہ خبر حضرت سلطان المشائخ کو ہوئی کہ بنگالہ میں ایک امیر اور عالم ہے وہ اپنے کو گنج بنات مشہور کرتا ہے۔ یہ سُن

کہ حضرت کو غصہ آیا کہ میرے پیر گنج شکرؒ ہیں۔ اس نے اپنے کو ان سے بھی افضل بنایا کہ گنج نبات کہلاتا ہے۔ الہٰی اس کی زبان گونگی کر۔ بمجرد دعا کرنے کے ان کی زبان بند ہوگئی۔ جب شیخ سراج الدین کے مرید ہوئے تب زبان کھلی۔ اور ایسی عبادت اور ریاضت اور زہد کیا کہ اس رتبہ پر پہنچے کہ میر سید اشرف جہانگیری سمنانیؒ بعد ترک سلطنت ظاہری رہبری خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں پہنچے اور کار تکمیل پہنچایا۔ آپ کے فرزند دل بند یعنی نور الدین قطب العالم بتوجہ خاص ان کے قطب عالم ہوئے اور نصیر الدین ثانک پوری ایسے صاحب ان کے مرید ہوئے اور وہ خود مرتبہ بدالیت کو پہنچے۔

صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ شیخ علاؤ الدین جب خدمت شیخ سراج الدینؒ میں آئے تمام مال ومنال کو ترک کرکے کمر ہمت خدمت پیر روشن ضمیر میں چست باندھی۔ جب شیخ سراج الدین سفر میں جاتے خادم دیگ کھانے کی گرم گرم ان کے سر پر رکھتا۔ اس سبب سے آپ کے سر کے بال جاتے رہے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ سواری پیر کے ہمراہ ننگے پیر ہوتے اور ان کے اقربا کو جو متمول اور رئیس شہر تھے مل جاتے مگر ان کو دیکھ کر آپ کے دل میں کچھ بھی خیال نہیں آتا تھا۔

نقل ہے کہ آپ کی خانقاہ میں بہت خرچ تھا۔ ہزاروں آدمی خادم مسافر آتے اور رہتے تھے۔ سب کو کھانا ملتا تھا اور جو کوئی جو کچھ مانگتا آپ اس کو عطا کرتے۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی اس کو رشک ہوا اور وزراء سے کہا کہ میرا خزانہ اس خرچ کے آگے ناچیز ہے۔ ایسے شخص کا جو اس قدر خرچ کرتا ہے اپنے شہر میں رکھنا مصلحت نہیں۔ آخر حضرت بحکم شاہ وہاں سے اٹھ کر سُنار گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے اور خادم کو حکم کیا کہ آج سے دونا خرچ کیا جائے کہ خار چشم حاسدوں میں بہتر ہے۔ ظاہرا کوئی وجہ خرچ کی اس قدر نہ تھی کہ املاک پدر سے کل دو باغ تھے جن میں سے آٹھ ہزار کی آمدنی تھی مگر یہ کل خرچ اللہ تعالیٰ خزانہ غیب سے مرحمت فرماتا تھا۔ دو برس تک آپ سُنار گاؤں میں رہے۔

اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ ایک بار چند قلندر خانقاہ حضرت میں آئے ان کے ہمراہ ایک بلّی بھی تھی اتفاقاً وہ گم ہوگئی۔ کہیں چلی گئی۔ وہ لوگ حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری بلّی تیری خانقاہ سے غائب ہوئی پیدا کر۔ آپ نے فرمایا کہاں سے پیدا کروں۔ ایک نے اُن میں سے کہا کہ ہرن کی شاخ میں سے پیدا کر ہم کیا جانیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی جزا شاخ سے پائے گا۔ دوسرے نے کہا اپنے خصیوں میں سے پیدا کر۔ فرمایا کہ بہتر ہے تو اپنے خصیوں سے سزا پائے گا۔ چنانچہ جب وہ قلندر خانقاہ سے باہر ہوئے ایک کے شکم میں گائے نے سینگ مارا کہ وہ اس کے صدمہ سے مرگیا۔ دوسرے کے خصیے متورم ہوئے اور ان میں درد پیدا ہوا۔ آخر اسی دردکی شدت سے مرا۔ دونوں نے بے ادبی کی سزا واقعی پائی۔ وفات حضرت کی غرہ رجب ۸۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار پُر انوار پنڈوہ میں ہے۔

حضرت میر سیّد اشرف جہانگیری سمنانی قدس سرہ

مشہور اولیائے ہند سے ہیں اور خلیفہ شیخ علاؤالدّین علاؤالحق بنگالی تھے۔ اور فقرائے چہاردہ خانوادہ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے والد سلطان ابراہیم کہ سمنان کے بادشاہ تھے جب ان کی وفات ہوئی تو آپ تخت پہ بیٹھے۔ چند سال داد خلق کی دے کر تارک الدنیا ہوگئے۔ اور درویشوں سے ملے۔

لطائف اشرفی سے نقل ہے کہ سیّد اشرف جہانگیری مادر زاد ولی تھے۔ سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور قرأت سیکھی۔ چودہویں سال علوم ظاہری سے فارغ ہوگئے۔ ان ہی دنوں میں آپ کے والد نے قضا کی۔ آپ کی توجہ سلطنت کی طرف نہ تھی مگر امراء نے بزور و منّت آپ کو تخت پر بٹھایا۔ مگر بعد از دیوان خاص و عام شیخ رکن الدین علاؤالدّین سمنانی اور دوسرے مشائخ سے صحبت رکھتے تھے۔

ایک روز خضر علیہ السلام ان کے روبرو تشریف لائے اور فرمایا کہ اگرچہ تجھ کو امور سلطنت سے فرصت نہیں ہے مگر ایک روز مقرر کر کے اس وقت میں ملاحظہ معانی نقش اسم ذات یعنی اللہ بے توسط فرمان کے دل صنوبری کرتا رہ واقف نفاس ہو جائے گا۔ انہوں نے حسب الحکم اس شغل کو کرنا شروع کیا۔ اس کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ معلوم ہوا۔ بعدہٗ اس کے خواجہ اویس قرنی رضؓ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے ذکر اویسیہ بتایا۔ سات برس اس ذکر کو کرتے رہے۔ ایک روز پھر خضر علیہ السلام تشریف لائے کہ شب ۲۷۔ رمضان تھی۔ آپ تنہا ذکر میں مشغول تھے خضر علیہ السلام نے کلمات نصیحت آمیز ارشاد فرمائے کہ جن کے ہم مطلب یہ بیت ہے ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　　ایں خیال است و محال است و جنوں

یعنی اے پسر! مصاحب مولا با کاروبار دنیا جمع نہیں ہو سکتا۔ اگر طلب خدا ہے تو سلطنت سے دست بردار ہو کر جلدی سے ہندوستان پہنچ کر شیخ علاؤالدّین بنگالی رحؒ کی خدمت میں حاضر ہو کہ وہ تجھ کو خدا رسیدہ کرے گا۔ حضرت نے بمجرد ارشاد خضر علیہ السلام تارک دنیا ہو کر کاروبار سلطنت سلطان محمود کے حوالے کیا اور اپنی والدہ خدیجہ بیگم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت سفر چاہی۔ والدہ ان کی نے فرمایا کہ اے فرزند دلبند، سعادت پیوند تیری پیدائش سے پہلے روحانیت حضرت خواجہ احمد یسوی رحؒ نے مجھ کو اشارہ کیا تھا کہ تیرے گھر فرزند ہوگا کہ جس کے نور ولایت سے تمام جہان منوّر ہوگا۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ وقت آ پہنچا۔ مبارک ہے ہندوستان کو جا۔ میں نے

اپنے حقوق بخش کر تجھ کو بحق سپرد کیا۔

پس وہاں سے حضرت چل کر وارد ہندوستان ہوئے اور بمقام اوچ تشریف لا کر مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی خدمت سے مشرف ہوئے اور نعمت ہائے گوناگوں حاصل کیں۔ بعدہٗ دہلی پہنچ کر مزارات خواجگان چشت کی زیارت سے مشرف ہو کر راہی طرف بنگالہ کے ہوئے۔ جب آپ قریب مسکن شیخ علاء الدین رح کے آئے حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے آنے سے شیخ کو مطلع کیا۔ شیخ تمام یاروں کو ہمراہ لے کر تا در خانقاہ پیشوائی کے لیے آئے۔ اور مرید فرمایا۔ عمدہ لباس پہنایا۔ بعد تکمیل کے جہانگیر خطاب عطا کیا اور خرقہ خلافت مرحمت فرمایا۔ بعدہٗ جونپور کو رخصت فرمایا۔ آپ نے شیخ سے عرض کیا کہ جونپور میں ایک شیر ہے یعنی حاجی چراغ ہند سہروردی خلیفہ نبیرۂ شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی شیر وقت ہے۔ مجھ کو کیونکر اس سے تاب مقاومت ہوگی۔ شیخ نے فرمایا کہ تجھ کو شیر بچہ ملے گا۔ جو اس شیر سے سمجھ لے گا۔ تجھ کو پہلے فتح ظفرآباد میں ہوگی۔

پس حضرت بحکم پیر راہی طرف جونپور کے ہوئے۔ جب گذر قصبہ محمد پور میں ہوا وہاں کے تمام علماء و فضلا آپ سے ملنے آئے۔ اثنائے گفتگو میں مدح چہار یار رسول مقبول ہونے لگی۔ حضرت نے بھی خلفائے راشدین کی مدح میں ایک رسالہ لکھا تھا۔ وہ پاس موجود تھا۔ اس کو پیش کیا۔ ان صاحبوں نے اس کو خوب دیکھا تو اس میں بہ نسبت اصحاب ثلاثہ کے جناب امیر المومنین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں چند کلمے زیادہ تھے۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں نے بحث شروع کی اور احتمال رفض کا کیا۔ ہر چند آپ نے عمدہ تقریر سے ان کو قائل کیا مگر وہ نہ مانے۔ اس روز تو محفل برخاست ہوئی۔ سب اپنے اپنے گھر گئے۔ دوسرے روز تمام اہل قصبہ اور علماء نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ کل بعد جمعہ کے سید کو سزا دینی چاہیے۔ یہ ارادہ منصمم کر کے محضر تیار کیا اور حضرت کی خدمت میں آئے اور علماء سے استفتا نکال کر حضرت کے روبرو پیش کیا۔ آپ چاہتے تھے کہ جواب دیں کہ مولوی سید خاں جو کہ سر حلقہ علماء اور مفتی قصبہ تھے انھوں نے علماء سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا اعتراض میر سید اشرف بسبب مدح علی کے ہے کہ انہوں نے کسی قدر ان کی تعریف اصحاب ثلاثہ سے زیادہ کی ہے۔ مگر تمہارا اعتراض جب ہوتا کہ یہ سید نہ ہوتے۔ اس لیے کہ اگر کوئی اپنے جد و پدر کو عالی مرتبہ بیان کرے تو کوئی جرم نہیں۔ اس وقت سید خاں سے علماء نے کہا کہ ہم کو اس باب میں معتبر کتاب سے سند ملنی چاہیے۔ سید خاں نے جامع علوم سے نقل کی ہوئی یہ عبارت پڑھی۔ الناس ابناء الدنیا ولا یلام الرجل علی حب الوبیہ و بعد حھما۔ یعنی مرداں پسر دنیا ہیں۔ ملامت نہ کرو اگر کوئی ان آدمیوں میں سے اپنے باپوں کی تعریف کرے۔ یہ سنتے ہی سب دم بخود ہو گئے۔ کچھ جواب نہ دے سکے۔ شرمندہ ہو کر اٹھ گئے۔

حضرت سید صاحب نے دوستوں کے واسطے دعا کی اور سید خاں کو بشارت دی کہ چار پسر عالم اور فاضل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور منافقوں کی نسبت کلمات یاد فرمائے۔ چنانچہ وہ مبتلائے بلا ہوئے۔ پہلے سید خاں بھی رنجیدہ

تھا۔ مگر اس نے فتح مباحثہ کی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت سید عالم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سید اشرف میرا جگر گوشہ ہے اور تم لوگ الفاظ غیر واقعہ کہو۔ تم ہرگز مقابلہ میں اس سے بازی نہ پاؤ گے۔ اگر خیر چاہتے ہو تو تائب ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہو۔ چنانچہ انہوں نے بحکم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کیا۔

معارج الولایت سے سند ہے کہ جب حضرت ظفر آباد میں تشریف لائے چند ہنسی بازوں کور چشموں نے بعض حاسدین کے بہکانے سے ایک زندہ شخص کو کفن وغیرہ سے درست کیا اور چارپائی پر لٹا کر آپ کی قیام گاہ پر لائے اور حضرت سے تقاضا کیا کہ نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ حضرت خود امامت کریں۔ ہمراہی خدام مقتدائی ہوں۔ ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ جب نماز کے واسطے تکبیر ہو مردہ اٹھ کر آپ کو سلام کرے اور کہے کہ آپ بڑے کراماتی ہیں کہ مجھ مردہ کو زندہ کیا۔ اس میں آپ کی خوب رسوائی ہوگی۔ حضرت کو پہلے ہی نور باطن سے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ مسخرہ پن کرتے ہیں۔ پہلے تو نماز پڑھانے سے انکار کیا۔ جب نہ مانے اٹھ کر ہمراہیوں کو لے کر نماز شروع کی۔ جب تکبیر شروع کی اور مردہ نہ اٹھا تو ان مسخروں نے پاس آکر دیکھا تو وہ شخص مردہ تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر رو کے پیٹے اور قصور معاف کرایا۔ جب اہل شہر نے یہ کرامت دیکھی طالبانِ حق دُور دُور سے آکر مستفیض ہونے لگے۔

یہ اژدہام خلائق حضرت کے پاس شیخ حاجی چراغ ہند کو کہ صاحب ولایت اس جگہ کے تھے اچھا نہ معلوم ہوا۔ مگر کچھ بن نہ آیا۔ اسی عرصہ میں شیخ کبیر سرہری پوری کہ امرائے شہر سے تھے، بعد تحصیل علوم ظاہری کے ان کا خیال طرف کشف کمال باطنی کے ہوا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص صاحب کمال نے مرید کیا۔ صبح اندیشہ کیا کہ یہاں کے صاحب ولایت شیخ حاجی ہیں۔ یہ سوچ کر شیخ حاجی کی خدمت میں آئے۔ جو صورت کہ خواب میں دیکھی تھی ان کو اس صورت کے ہم شکل نہ پایا۔ چند روز ان کی خدمت میں تو رہے۔ مگر بیعت نہیں کی۔ آخر میر سید اشرف جہانگیری کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی صورت اور اس صورت کو کہ جو خواب میں دیکھی تھی مطابق پایا اور سر حضرت کے قدموں پر رکھا مرید ہوئے۔ آپ نے مریدوں سے فرمایا کہ شیخ کبیر یہ وہی شبیر بچہ ہے۔ کہ جس کی نسبت شیخ علاؤالدین نے فرمایا تھا۔

جب یہ خبر مرید ہونے شیخ کبیر کی حاجی کو ہوئی بہت غصہ ہوئے اور بد دعا دی کہ شیخ کبیر جوان مرے گا۔ یہ خبر بد دعا دینے کی حضرت سید صاحب نے سُنی۔ شیخ کبیر سے فرمایا کہ تو کبیر یعنی بوڑھا ہو کر مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ کبیر سے پہلے شیخ حاجی نے انتقال کیا اور شیخ کبیر ایک سو بیس برس کے ہوگئے۔ تب آثار ضعیفی ان پر ظاہر ہوئے۔

تذکرہ چشتیہ میں لکھا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سیر کرتے ہوئے جونپور کے علاقہ میں کچھوچھہ میں قیام پذیر ہوئے وہاں ایک جوگی جو ہوا پر چلتا تھا مقابلہ کو سامنے آیا۔ مگر حضرت کے سامنے اس کی کوئی کرامت نہ چلی۔ ناچار ہو کر مسلمان ہوا اور حلقہ ارادت گلے میں ڈالا۔ حضرت نے اسی جوگی کی مڑھی یعنی مکان میں خانقاہ بنائی اور ایک باغ روح افزا تیار کرا کر روح آباد موسوم فرمایا۔

اس کے بعد ہمراہی حضرت بدیع الدین قطب مدار بیت اللہ شریف تشریف لے گئے۔ پھر زیارت حرمین شریف کے بعد حضرت شاہ مدار تو واپس ہندوستان کو تشریف لائے اور آپ نجف اشرف کربلائے معلیٰ میں زیارات مزارات پیشوان دین احمدی سے مشرف ہوتے ہوئے اور مولوی جلال الدین رومیؒ ان کے بیٹے سلطان ولد اور اس ملک کے دیگر مشائخین سے ملے۔ بعدہٗ شام میں آکر خاص دمشق میں شیخ فخرالدین عربی کی زیارت کی۔ وہاں سے پھر مکہ میں آئے۔ بعد حج روضہ غوث پاکؒ اور امام ابوحنیفہؒ و امام احمد حنبلؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر بغداد سے کاشان میں آئے شاہ عبدالرزاق کاشانی سے ملے۔ وہاں سے سمنان وطن اصلی میں آئے۔ آپ کی ہمشیرہ اس وقت زندہ تھیں۔ ان سے مل کر ان کی دلداری کر کے مشہد مقدس میں آئے اور آستانہ عالی جناب امام رضا رحمۃ اللہ علیہ میں معتکف ہوئے۔ ان ہی ایام میں امیر تیمور صاحب قران گورگانی واسطے زیارت امام صاحب کے وہاں آئے۔ چونکہ حضرت بھی معتکف تھے آپ سے بھی ملے اور نہایت اعتقاد سے پیش آئے۔

چنانچہ خاندان تیموریہ کو جو محبت اور عقیدت خواجگان چشت سے رہی اور تا حال موجود ہے اور ان حضرات نے جو جو بانیاں فرمائیں اور تا حال فرماتے ہیں اس کے باعث گویا میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ ہیں کیونکہ تخم بیج آپ نے بویا اور امیر صاحب نے عقیدت کا پانی اس میں دے کر نشوونما دیا اور ہمایوں کے عہد میں وہ درخت ہوا۔ جہانگیر کے زمانہ میں اس میں پھل اور پھول آئے۔ عالمگیر کے زمانہ میں اگرچہ اس درخت کے پت جھڑ ہو گئی تھی مگر فرخ سیر کے عہد میں وہ پھر سرسبز ہوا اور محمد شاہ کے عہد میں بارآور ہوا اور اکبر ثانی اور ابوظفر کے عہد میں پھل اس کے بتصدق حضرت مولانا فخر صاحب پختہ اور شیریں ہوئے کہ تمام خاندان تیموریہ کو نصیب ہوئے۔ تا ہنوز خاندان تیموریہ حلقہ بگوش خواجگان چشت ہے۔

الغرض وہاں سے ہرات اور ماوراءالنہر آئے اور حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی کی خدمت میں چندے رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ وہاں سے ترکستان میں آکر فرزند شیخ احمد یسوی سے ملے۔ بخارا میں آئے وہاں سے غزنی کابل میں سیر فرماتے ہوئے ملتان میں پہنچے۔ وہاں سے اجودھن شریف زیارت مرقد منورہ حضرت گنج شکرؒ سے مشرف ہو کر دہلی آئے۔ دہلی سے اجمیر میں مستفیض ہوئے وہاں سے دکن میں جا کر سید محمد گیسو درازؒ سے ملے وہاں سے سراندیپ گئے۔ وہاں سے سیر کرتے ہوئے گجرات میں آئے۔ واپس اپنی خانقاہ میں چندے قیام پذیر رہے۔ بعدہٗ ہمراہی امیر کبیر سید علی ہمدانی تمام دنیا کی سیر کی۔ پھر خدمت پیر روشن ضمیر میں حاضر ہو کر تبرکات خواجگان چشت اور دیگر نعمت ہائے چشتیہ سے مشرف ہوئے۔

لکھا ہے کہ اس سیر و سفر میں آپ نے ایک سو نوے کاملین سے فیضان حاصل کئے اور جب آخر حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مخدوم نے چار سو کئی پیروں سے جو نعمت حاصل کی تھی آپ کے

سپرد کی۔ وہاں سے بخوشی اپنے مقام پر آئے۔

ایک بار آپ کی مجلس میں علی قلندر مع پانچ سو قلندرانِ کفنی پوش آئے اور کہا کہ جہانگیری کہاں سے پائی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے پیر سے۔ اُس نے کہا کہ اس کی تصدیق کیوں کر ہو۔ یہ سُن کر آپ کو جلال آیا اور فرمایا کہ میں جہانگیری۔ یہ فرماتے ہی علی گرا اور مر گیا۔ اس کے ہمراہی عفو تقصیر لائے اور مرید ہوئے۔

معارج الولایت سے روایت ہے کہ گروہ فقرا ہنود سے اور آپ سے ایک بت خانہ پر کچھ بحث ہوئی آپ نے ایک بُت کو طلب کیا۔ وہ فوراً حاضر آیا اور اپنی زبان سے حضرت کی تعریف کی۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ لوگ سب مسلمان ہوئے۔

مشہور ہے کہ آپ کے باغ میں جانور بنجال نہیں کرتے اور روضہ اقدس کے حوض کا پانی کبھی گندہ نہیں ہوتا۔ اور آسیب زدہ روضہ منور کو دیکھتے ہی اچھا ہو جاتا ہے بلکہ آپ کا نام پڑھ کر دم کرنے سے آسیب زدہ بھاگ جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت نے ۲۷ محرم ۸۰۸ھ میں قبل از وفات تمام احباب جمع کر کے سب سے رخصت ہوئے اور حاجی عبدالرزاق کو خرقہ خلافت عطا کر کے اپنا صاحب سجادہ کیا۔ حضرت حاجی صاحب حضرت کے فرزندی تھے۔ اور بعد نماز ظہر کے سماع گرم فرمائی۔ قوالوں نے غزل حضرت سعدیؒ کی شروع کی۔ جب اس شعر پر آئے تو حضرت کو شوق ہوا ؎

گر بدست تو آمدہ است اجلم   قدرے غنیا بما جرائے قلم

اس پر وجد ہوا اور ایسا وجد ہوا کہ خارج از تحریر ہے۔ بعدہٗ قدرے تسکین ہوئی۔ پھر قوالوں نے یہ شعر شروع کیا ؎

خوب تر زیں دگر چہ باشد کار   یار خنداں رود بجانب یار

سیر مبیند جمالِ جاناں را   جاں سپارد نگار خنداں را

اس ابیات کے سنتے ہی آتش عشق بھڑکی اور شوق غالب ہوا کہ مثلِ مرغ نیم بسمل کے تڑپنے لگے۔ آخر ایک آہ بھر کر جان بجاناں تفویض کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور اپنے باغ روح آباد میں اندرون حوض کے دفن ہوئے۔ عمر آپ کی ایک سو بیس برس کی تھی۔ آپ کی تالیفات سے بشارات المریدین اور مکتوبات ہیں۔ اور لطائف اشرفی میں آپ کے کوائف عمری خوب تحریر ہیں۔

حضرت مخدوم حسام الدین فتح پوری قدس سرہٗ

خلیفہ قاضی مقتدر کے باوصاف عرفان معروف تھے۔ نقل ہے کہ آپ باوقار اولیائے ہند سے ہیں بہت

لوگ آپ کی توجہ سے باخدا ہوئے۔ چنانچہ شیخ بڈھن کی عمر چھ برس کی تھی کہ ان کے والد ان کو مخدوم کی خدمت میں لائے اور عرض کی کہ میرے کئی لڑکے خورد سال مر گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی دعا سے یہ عمر طبعی کو پہنچے۔ فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ پیر کبیر ہوگا۔ پھر ان کے والد نے عرض کیا کہ اگر کچھ علم بھی نصیب ہو تو بہتر ہے۔ فرمایا کہ عالم متبحر ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر عرض کیا کہ علم معرفت بھی قدرے ہو۔ فرمایا بڑا عارف ہوگا۔ عمر دراز ہوگی۔ چنانچہ شیخ بڈھن بہمہ صفت موصوف تھے۔ وفات حضرت کی سنہ [illegible]ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ اختیار الدین عمر ایرجی قدس سرہٗ

خلیفہ قاضی ساوی چشتی کے آپ امیر زادہ ایرج کے تھے۔ بوجہ جاذب جذب حقیقی تارک الدنیا ہوکر پہلے علوم ظاہری سے فارغ ہوکر بخدمت حضرت قاضی ساوی کہ کامل وقت اور خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے مرید ہوکر تکمیل علم باطنی کی۔ خرقہ خلافت حاصل کیا اور اولیائے نامدار سے ہوئے۔ وفات حضرت کی سنہ ۸۰۹ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ فتح اللہ اودھی قدس سرہٗ

خلیفہ اعظم شیخ صدر الدین حکیمؒ کے وہ خلیفہ حضرت چراغ دہلیؒ کے۔ یہ حضرت علمائے دہلی سے تھے۔ جامع مسجد دہلی میں وعظ فرماتے۔ آخر شیخ صدر الدین حکیمؒ کے مرید ہوکر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے۔ جب فقر اور فاقہ سے تنگ ہوئے پیر سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رحمت الٰہی ہے۔ اس پر تنگ نہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ حضرت سلطان المشائخ رحؒ نے فرمایا ہے کہ جب فقیر شب کو بھوکا رہا وہ شب اس کو شب معراج ہے اور جس فقیر نے صبح اٹھ کر بیت الخلاء دیکھا، گویا اس نے دوزخ کا دروازہ دیکھا۔ یہ سن کر آپ اس پر کاربند ہوئے۔ پھر ایک دن شکایت کی کہ فتوح کار نہیں ہوتا اور میں مشقت بھی حد سے زیادہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کتب تمہارے پاس ہیں طلباء کو تقسیم کردو۔ آپ نے بموجب حکم پیر کے بہت سی کتب عند اللہ دے دیں۔ چند کتب کہ نایاب زمانہ تھیں رکھ لیں۔ پھر محنت شاقہ میں مشغول ہوئے مگر کشود کار نہ ہوا۔ آخر جو کتب باقی تھیں ان کو تقسیم کردیا۔ چند کتب ایسی تھیں کہ ان کو تالاب میں لے جاکر دھونے لگے۔ دیکھا کہ کل حروف دھل گئے اور ان کی جگہ رب المعبود لکھا ہوا پایا۔ اسی وقت کامل وقت ہوئے۔ ہزاروں طالبان حق کو بحق ملایا اور شیخ قاسم دہلوی اور شیخ محمد عیسےٰ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ وفات حضرت کی سنہ ۸۲۱ھ میں ہوئی۔ مزار اودھ میں ہے۔

حضرت شیخ عین الدین قتال قدس سرہٗ

فرزند دلبند و خلیفہ سعادت مند حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ درازؒ کے تھے۔ اور سید امیر بہرائچی سے بھی خرقہ

خلافت پہنچا تھا۔ ظاہراطریق ملامتیہ کر لیا تھا۔ رات دن شراب پیتے تھے علماء نے ان کی شکایت ان کے والد سے کی انہوں نے ان کو پہلے تو منع کیا کہ اس کار کو چھوڑ دے مگر ان کی یہ کیفیت ہوئی کہ کھاتے پیتے طہارت کے واسطے جو پانی آتا سب شراب ہو جاتی۔ ایک روز فرمایا کہ چاہ سے پانی لا۔ وہ پانی چاہ سے نکلتے ہی شراب ہو گئی۔ پھر دوبارہ پانی منگایا۔ دیکھا تو وہ بھی شراب ہو گئی۔ آخر مجبور ہو کر ان کو ان کی رائے پر چھوڑ دیا۔ جب شیخ سعداللہ کا وقت رحلت قریب پہنچا شیخ معین الدین پسر کلاں اپنے کو طلب کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ آخر فرمایا کہ اس خراباتی کو لاؤ۔ آپ اس وقت میخانہ میں تھے۔ جو شخص بلانے گیا تھا اس کی شکل دیکھ کر طرف آسمان کے دیکھا اور ساقی سے کہا کہ ایک جام میری تقدیر کا اور ہے وہ بھی دے دے۔ ساقی نے جام دیا۔ آپ نے اس کو پی کر زمین پہ دے مارا اور والد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے خرقہ خلافت اور امامت خواجگان چشت ان کو عطا کی اور انتقال کیا آپ بعد رحلت پدر کے صاحب سجادہ ہوئے اور یہاں تک تقویٰ بڑھایا کہ مقتدائے شریعت وطریقت ہوئے وفات شیخ معین الدین رح کی ۸۲۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ یوسف بدہ ایرجی قدس سرہٗ

خلیفہ شیخ اختیارالدین عمر ایرجی کے۔ یہ حضرت پہلے خدمت میں شیخ جہانیاںؒ اور شیخ راجن قتال سہروردی میں رہے اور نعمتہائے سہروردیہ سے مشرف ہوئے۔ بعدہٗ شیخ اختیارالدین عمر ایرجی کے مرید اور خلیفہ ہو کر مجمع البحرین ہوئے۔ منہاج العابدین کا ترجمہ فارسی زبان میں فرمایا اور شیخ سارنگ نے شیخ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔
صاحب تاریخ محمدی نے کہ جو آپ کے سلسلہ میں ہے آپ کی کرامات کا خوب ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے وفات حضرت کی عین حالت سماع میں ۸۳۴ھ میں ہوئی اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ سلاطین مالوہ نے عالی گنبد مزار مقدس بنایا۔

حضرت شیخ شیر خاں بک قدس سرہٗ

عزیز سلطان فیروز شاہ کے تھے۔ نہایت مغرور متکبر تھے۔ مگر جب جذبۂ حق دامنگیر ہوا۔ شیخ رکن الدینؒ شیخ امام الدین خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رح کے مرید ہوئے اور جذبۂ عشق سے ہمیشہ گریاں رہتے تھے۔ آنسو ایسا گرم گرم نکلتا تھا کہ اگر کسی کے ہاتھ پہ ٹپک جاتا تھا اس کو سخت گرم معلوم ہوتا تھا۔ اور عالم تصوف تھے امیر خسرو کے دیوان پر ان کا بھی دیوان ہے۔ زلیخا اور مراۃ العارفین آپ کی تصنیفات سے مقبول کتب ہیں اور مقبول اللہ آپ کا خطاب تھا۔ ۸۳۸ھ میں وفات پائی۔ مزار دہلی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر شیر بیشۂ ولایت ہمائے اوجِ کرامت غواص بحرِ معرفت غضنفر بادیہ محبوبیت

قطب الاقطاب فرد الافراد و سیّد السادات جناب

حضرت مخدوم علاؤالدّین علی احمد صابر قدس سرّہٗ

حضرت صحیح النسب سادات عظام اور اولاد امجاد حضرت غوث الاعظم میراں محی الدّین سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے کہ حضرت مخدوم علاؤالدّین علی احمد صابر ابن سیّد شاہ عبدالرحیم بن شاہ عبدالسلام بن سیّد سیف الدّین بن عالی جناب حضرت سید عبدالوہاب ابن حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ عجائب حال غرائب احوال آپ کی والدہ ماجدہ ہمشیرہ حضرت بابا صاحب فرید الملّت والدّین گنج شکرؒ اجودھنی کی تھیں۔ ولادت باسعادت حضرت کی ۱۹ ماہ ربیع الاوّل ۵۹۲ھ بشب پنجشنبہ بعد از نماز تہجد کہ ایک پہر رات باقی تھی کہ حضرت تولّد ہوئے۔ اس وقت حضرت سے اظہار کرامت ہوا کہ حضرت ولی مادرزاد تھے۔

صاحب انوار الشہود تحریر کرتے ہیں کہ حضرت کی دایہ کا بیان ہے کہ جس وقت شکم مادر سے باہر ہوئے تو سر مبارک قبلہ کی طرف تھا اور میری یہ مجال نہ ہوئی کہ بے وضو میں غسل کراتی۔ امور خاں معتبر کی تحریر سے واضح ہے آثار تہجد، صبر و قناعت روز اوّل ہی سے شروع تھے کہ بجائے سوا دو سال کے حضرت نے کل چھ ماہ چالیس یوم شیر مادر نوش فرمایا۔ ایام شیر خواری اور طفلی کے خوارق و کرامت جو حضرت سے ظہور میں آئے اگر مفصّل تحریر کئے جائیں تو ایک اور کتاب تیار ہو۔ چوتھے سال حضرت کی زبان کھلی۔ پہلا جو لفظ زبان حق سے صادر ہوا وہ یہ تھا — لاموجود الا اللہ — ۵۹۷ھ میں آپ یتیم ہوئے۔ ایک سال کامل خاموش رہے۔ بعد اس کے جذبہ حق دامنگیر ہوا۔ حضرت کے مجاہدے اور مشاغلے اور ترک طعام، رات کا قیام اور لنگر تقسیم کرنے کی کیفیت کتابوں میں مشرح درج ہے اور تبارنخ ۱۷ محرم الحرام بروز پنجشنبہ بعد نماز اشراق ۶۲۳ھ میں حضرت بابا صاحبؒ نے آپ کو اپنا مرید فرمایا

دو سال آپ نے حجرہ سے باہر قدم نہ رکھا۔ چنانچہ حضرت کا حجرہ مبارک پاک پٹن شریف میں تا حال موجود ہے۔ اب تک اس حجرہ میں ایسے ویسے کا کام نہیں کہ ٹھہر سکے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد عطائے خرقہ خلافت حضرت باباصاحبؒ نے آپ کو شاہ ولایت دہلی فرمایا اور سند تحریر فرمائی۔ چونکہ مہر باباصاحبؒ کی حضرت قطب جمال ہانسویؒ کے پاس رہتی تھی۔ حکم تھا کہ ہانسی جاکر مہر کر لینا۔ پس آپ کا وہاں تشریف لے جانا اور دونوں بزرگوں کا باہمی رنجش پیش آنا سیر الاقطاب میں مشرح درج ہے۔

بعد اس کے ولایت کلیر حضرت کو مرحمت فرمائی اور حسب الحکم پیر روشن ضمیر اجودھن سے چل کر ۱۵ ماہ ذوالحجہ ۶۵۰ھ بروز شنبہ قریب کلیر شریف پہنچ کر نزول اجلال فرمایا۔ دوسرے روز شہر میں داخل ہوئے۔ اس وقت کی کیفیت بھی سیر الاقطاب وغیرہ کتابوں میں تحریر ہے۔ پس جب اہالیانِ شہر کلیر اپنے اعمال شنیعہ کی سزا پا چکے تو حضرت نے شہر کی حدود سے دُور ایک درخت گولر کے نیچے جاکر قیام فرمایا۔ اس شہر میں جو لوگ آپ کی ولایت کے منکر تھے یک لخت اُن پر مسجد کی چھت گری اور سب دب کر مر گئے۔

کتاب معارج الولایت میں لکھا ہے کہ ولایت حضرت کی ولایت موسوی تھی اور قلب حضرت کا قلب اسرافیل پر واقع ہوا تھا۔ خیر و شر میں جو کچھ زبان معجز بیان سے صادر ہوتا فوراً اس کا ویسا ہی ظہور ہوتا تھا۔ حضرت اوقات مبارک کو قلندر مشرب اور ابدال وش گزارتے تھے۔ اوّل اوّل آراستگی باطن میں اس قدر مستغرق رہتے تھے کہ اسم ظاہر پر کبھی التفات نہ رکھتے تھے۔ آخر میں بالکل کونین سے بے پروا ہو کر مستغرق بحر شہودات ہو گئے تھے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آتے تھے۔ ہر وقت ہر لحظہ محو ذاتِ وحدت رہتے تھے۔ ذات مبارک مظہر جلال حضرت صمدیت تھی۔ یہ کلی قاعدہ ہے کہ جس کسی کو عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے تو اس عشق کی آگ دل سالک سے ماسوا اللہ کو جلا دیتی ہے۔ پس حضرت کا اعلیٰ مرتبہ تھا۔

جس طرح حضرت باباصاحبؒ آپ سے پیش آئے تھے اس سے آپ کا مرتبہ اعلیٰ ظاہر ہے۔ اکثر قطب اور ابدال کا یہی قاعدہ رہا ہے۔ چنانچہ شیخ شمس الدین تبریزؒ اور شیخ فخر الدین عراقی وغیرہ کے کوائف عمری اور عجائب حالات اکثر کتابوں میں موجود ہیں۔ اہل صفا ذوق اور شوق مشاہدہ دوست حقیقی میں بصرا و بصیرت ان کی رعایت مدح اور قدح خلق منظور نہیں کرتے مگر بعض کوتاہ ہمتی سے نگاہ بجانب خلق ڈالتے ہیں تو ان کو مقام معرفت حق میں راہ نہیں۔ اس مقدمہ میں مذہب اہل صفا یہ ہے کہ یہ جماعت وارث انبیاء ہے۔ معصیت سے معصوم اس لئے کہ ان کے افعال اور اقوال موافق وحی کے ہوتے ہیں۔ اس واسطے سوائے مشیت ایزدی کے یہ لوگ کچھ نہیں کرتے۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ۔ چنانچہ ذات مبارک حضرت کی مطلق مستغرق حق تھی کسی امور صوری اور معنوی میں مخالف امر حال کو دخل نہ دیتے تھے۔ ایسے مقام اولیاء کو معصیت سے محفوظ رکھتے

ہیں اس لئے کہ یہ تمام عالم مطلوب حقیقی کے جویاں رہتے ہیں۔ اعتراض کرنا اس گروہ پر از راہ حسد نابینائی ہے۔

سیرالاقطاب سے نقل ہے کہ اطرافِ عالم کلیر شریف سے ہر روز حضرت کی زیارت کرنے اس قدر خلقت آتی تھی کہ وہ جنگل آبادی شہر سے بھی بہتر معلوم ہوا کرتا تھا۔ ایک نقل مشہور ہے کہ حسن قوال بابا صاحبؒ کا اجودھن سے واسطے کچھ حاصل کرنے زر کے عازم ہندوستان ہوا۔ جس مرید کے پاس گیا اُس نے بہت کچھ دیا۔ اس کو یہ خیال ہوا کہ اب کلیر چلیئے کہ سید علاؤالدین علی احمد صابر اعظم خلیفہ اور بابا صاحب کے بھانجے اور کلیر کے شاہ ولایت ہیں۔ بہت کچھ ملے گا۔ الغرض جب یہ کلیر میں آیا اس کو ویران دیکھا۔ آس پاس کے گاؤں سے دریافت کیا کہ خانقاہ صابرؒ کس جگہ ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ایک ٹیلہ پر ایک گولر کے درخت کے نیچے ایک پھونس کی جھونپڑی ہے وہاں رہتے ہیں۔ الغرض قوال اسی پتہ پر آیا۔ جھونپڑی کو خالی پایا۔ سمجھا کہ کسی حاجت ضروری کو گئے ہوں گے۔ جب بہت دیر گزری اُس نے گرد جھونپڑی کے دیکھنا شروع کیا۔ دیکھا کہ گولر کا ٹھنا پکڑے بے خود کھڑے ہیں۔ یہ باادب کھڑا رہا۔ بہت دیر کے بعد آنکھ کھولی اور فرمایا کہ تو کیستی۔ اُس نے فرمایا کہ فریدالدین کا قوال۔ آپ نے فرمایا کہ کون فرید۔ اس نے جل کر جواب دیا کہ تمہارے شیخ۔ اس وقت آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ میرے شیخ اچھے ہیں؟ اور اس قوال کو ہمراہ لے کر جھونپڑی میں آئے۔ چولہے پر ایک مٹی کی ہانڈی رکھی ہوئی تھی۔ اس میں چند گولر تھے۔ وہ اس قوال کو مرحمت فرماکر رخصت کیا۔ قوال اپنے دل میں بہت جلا اور کہا کہ میں بھی یہ گولر بابا صاحبؒ کو دکھاؤں گا اور کہوں گا کہ آپ کے پیارے مرید نے یہ داتاری کی۔ یہ سمجھ کر اجودھن آیا۔ جب بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا آداب بجالایا۔ قدمبوسی کرکے ہر ایک مرید کی خیریت عرض کی۔ آپ ہر ایک کا حال دریافت فرماتے رہے۔ آخر آپ نے پوچھا کہ میرے صابر کو بھی دیکھا۔ اُس نے عرض کیا میں تو ان کی بہت امید کرکے گیا تھا مگر وہاں تو جھونپڑی بھی ثابت نہیں اور بڑے مغرور ہیں۔ بڑی دیر تک کھڑا رہا۔ آپ حالتِ سکر میں رہے۔ جب چشم کھولی میں نے سلام کیا۔ پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ بابا فریدالدین کا قوال۔ اس پر انجان ہوکر پوچھا کون فرید؟ میں نے کہا کہ تمہارے پیر۔ اس وقت کہا کہ ہمارے شیخ اچھے ہیں اور یہ گولر داتاری کے ہیں۔ کمر سے نکال کر پیش کیے۔ آپ نے دو نوش فرمائے باقی حاضرین کو دیئے اور دو رکعت دوگانہ ادا کی کہ آج میں شیخ ہوا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ پہلے شیخ نہیں تھے۔ فرمایا کہ وہ صابر نہ تھا۔ وہ کھنے والا اور تھا۔ جس نے ان گولروں میں سے قدرے کھایا نور باطن میں اس کے ترقی ہوئی۔

صاحب سیرالاقطاب کہتے ہیں کہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ شیر اپنی دُم سے جاروب کشی کرتا ہے۔ حضرت نے آخر عمر میں خرقہ خلافت حضرت شیخ شمس الدین ترک رحؒ کو عطا فرماکر جانب پانی پت رخصت کرکے اس شہر کا صاحب

ولایت فرمایا۔ بروقت رخصت آپ نے حضرت سے عرض کیا کہ اس جگہ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر صاحب ولایت ہیں۔ جواب میں حضرت نے فرمایا کہ وقت اُن کا آخر ہوا۔

وفات حضرت کی ۱۳۔ ربیع الاول ۶۹۰ھ میں ہوئی، عین حالت سماع میں بعہد سلطان جلال الدین خلجی۔ اور بروایت ثانی آپ کی تاریخ وفات جان گنج شکرؒ ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار راوی ہیں کہ حضرت ہمعصر حضرت سلطان المشائخ تھے اور دونوں بزرگوار میں کمال محبت اور اتحاد تھا۔ چند سال پہلے حضرت سلطان المشائخؒ سے انتقال ہوا۔ مرقد پاک بمقام کلیر قبلہ حالات خلق ہے اور تصرفات ان کا جاری ہے کہ مریدان صادق روحانیت حضرت سے فیض یاب ہوتے ہیں اور ان کے مدارج دینی اور دنیوی اور معنوی طے ہوتے ہیں اور اگر ان کو تفصیلاً لکھیں تو دوسری کتاب تیار ہو۔

صاحب سیرالاقطاب نے لکھا ہے بعد وفات حضرت کے مجاورانِ درگاہ تاب جلال نہ لا کر بخوف آمد شیران ور جارہے تھے۔ بعد ایک مدت کے اہل ہنود نے روضہ عالیہ کے قریب دیوی کا مندر تیار کرایا۔ قریب تھا کہ روضہ مطہرہ منہدم ہو مگر شیر اسی وقت آن پہنچا اور بہت سے ہندوؤں کو ہلاک کیا اور باقی فرار ہو گئے اور پھر اس طرف منہ نہ کیا۔

ایک روز ایک ہندو فقیر اس جگہ آ گیا۔ نورانی جگہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ کسی واصل حق کا مزار ہے مگر بسبب خصومت قدیم مذہبی کے اندر روضہ کے آیا اور تربت کو مسمار کرنا چاہا اور اپنی کلہاڑی سے مزار کو ڈھانے لگا۔ چند خشت نکالی تھیں اور چاہتا تھا کہ اندر سے قبر کو دیکھے کہ اس میں کیا ہے۔ اسی وقت غضب الٰہی میں گرفتار ہوا۔ دم اس کا بند ہو کر ہلاک ہوا۔ جب رات ہوئی خدام آستانہ نے خواب دیکھا کہ گویا شیخ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ ایک شخص بے ادبی مزار کے لئے آیا تھا اپنی سزا کو پہنچا ہے۔ ابھی تک گرفتار ہے۔ جاؤ اور اس کو نکالو۔ صبح جلد سے مجاور پہنچے اور اس فقیر کے مردہ کو گھسیٹ کر دور ڈالا۔

اس روز سے پھر کچھ آبادی ہوئی۔ بہت روز تک یہی کیفیت رہی۔ عرس شریف میں بھی رات کو کوئی مزار شریف کے قریب نہ ٹھہر سکتا تھا۔ اب ہزارہا آدمی جمع ہوتے ہیں نہ وہاں چوکی نہ کسی قسم کا پہرہ نہ پولیس نہ تحصیل۔ کوئی محافظ نہیں ہوتا مگر چوری حرام کاری نہیں ہوتی اور حاضرین کو اعلیٰ قدر مراتب سکر اور سرور رہتا ہے۔

راقم الحروف مرزا احمد اختر مقیم حال قصبہ کرانا ضلع مظفر نگر اپنی آپ بیتی عرض کرتا ہے۔ اس ناچیز نے سترہ برس سیر و سیاحت کر کے بزرگانِ عہد کو دیکھا۔ بعض کے نفاس متبرکہ سے فیض پایا۔ ہندوستان کے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت کی زیارت کا اشتیاق تھا مگر عمداً کئی سال تک حاضر نہ ہوا تا وقتیکہ خود نہ بلائیں اور پہلے اپنی زیارت سے مشرف نہ فرمائیں نہ حاضر ہوں گا۔ آخر ایک شب بعد نماز تہجد کے میں ذکر کر رہا تھا۔ حجرہ میں اندھیرا تھا

یکایک برق کی ایسی چمک معلوم ہوئی کہ میں ڈر گیا۔ سمجھا کہ بجلی گری۔ بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ تعجب نہ تھا کہ قالب سے روح پرواز کر جاتی کہ ناک میں خوشبو آئی۔ ذرا فرحت ہوئی۔ دیکھا تو تمام حجرہ بوئے عنبر سے معطر ہے اور ایک شخص نورانی دکھائی دیا۔ اس کے منہ پر ایسی روشنی تھی کہ جس کی جوت زمین پر پڑ رہی تھی۔ میری تاب نہ تھی کہ میں روئے انور کو دیکھ سکتا۔ ایک نظر پڑتے ہی آنکھوں کو چوندہ لگ گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کیفیت جلالی ہٹی اور میرے جسم کو ہوا سرد لگی۔ مگر مجھ میں حس و حرکت کی قوت نہ تھی۔ کان میں آواز آئی تو میری ولایت میں قنات کے نیچے رہتا ہے۔ اور میرے سلام کو نہ آیا۔ مجھ ہی کو تکلیف دی۔ یہ سنتے ہی میں تو بے ہوش ہو گیا اور اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ صبح کی نماز بمشکل ادا کی گئی اور وہ حجرہ کئی دن معطر رہا۔ فرزند میرا سخت علیل تھا۔ اطباء جواب دے چکے تھے۔ اسی وقت اس کو کلی صحت ہوئی۔ اس روز سے تصرف اور یہ عنایت ہے کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آئی اور حضور کی روح پاک کی طرف رجوع کی اسی روز بحالت خواب زیارت سے مشرف ہوا اور وہ مشکل حل ہوئی۔ بیشک ذات بابرکات مشکل کشا ہے۔

بعد انتقال حضرت کے سلاطین دہلی نے چاہا کہ کلیر کو از سر نو آباد کریں مگر تصرفات ولایت حضرت سے میسر نہ ہوا۔ صاحب اقتباس الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ بعد انتقال حضرت مزار پُرانوار کے قریب کوئی نہ جا سکتا تھا اس لئے کہ جہاں کسی نے قریب مزار شریف کے قدم رکھا ایک برق مزار معلّٰی سے پیدا ہو کر اس کو جلا دیتی تھی۔ جب حضرت قطب عالم بندگی عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ بقصد زیارت جانب کلیر روانہ ہوئے اور مزار مبارک سے ایک کوس کا فاصلہ رہا۔ یکایک برق چمک کر ان کے نزدیک آئی ہی تھی کہ آپ نے بصد عجز عرض کیا کہ غلام مشتاقِ زیارت ہے آگے جیسے مرضی۔ اسی وقت وہ برق ناپید ہوئی۔ جب قریب روضہ کے پہنچے پھر برق بدستور چمکی۔ حضرت نے پھر بصد نیاز عرض کیا کہ بندہ برائے زیارت حاضر ہوا ہے۔ سر دینے کو تیار ہے۔ اسی وقت برق ناپید ہوئی۔ جب قریب تربت کے گئے پھر بدستور برق چمکی۔ چاہتی تھی ان پر گرے مگر یہ نہ ٹلے استقلال سے عرض حال کیا برق ناپید ہوئی اور روحانیت حضور کی مجسم ہو کر مزار سے باہر آئی۔ اور بندگی شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو بغل میں لیا اور مہربانی سے فرمایا کہ تو میرے سلسلہ میں ہے اس وجہ سے بچ گیا ورنہ اس جگہ پہنچنے کی کسی کو مجال نہیں ہے۔ حضرت قطب عالم نے عرض کی برق جلال اپنی کو نیام کیجئے اور سر جمال آئیے۔ خلق اللہ کو اپنی زیارت سے مشرف کیجئے کہ عالم آپ کی برکات سے فیض حاصل کرے۔ حضرت نے فرمایا کہ عبدالقدوس تیری خاطر سے برق ذات اپنی کو عالم لامکان میں مستور کیا اور اپنی صفات جمالیہ سے بقدر ایک ذرہ کے اس تربت پر جلوہ دیتا ہوں۔ اسی روز سے تقریب عرس شروع ہوئی اور خوان فیوضات کا عام طور پر عالم کے واسطے کشادہ ہوا۔

جاننا چاہئے کہ ملفوظات باباصاحبؒ میں ذکر حضرت کا کم واقع ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کل ملفوظات باباصاحبؒ کے حضرت شیخ جمال ہانسویؒ کی رائے سے تیار ہوئے اور اگر کسی نے لکھا ہے تو ان کی خاطر سے کم

ذکر کیا کہ سب کو شیخ جمال کی مروت تھی۔ اس لئے کہ یہ بابا صاحبؒ کے پرانے مرید تھے۔ مگر محبت کمالیت ولایت حضرت شیخ علی احمد صابرؒ کے باوجود اور مریدان اور خلفائے سلسلہ حضرت سے اظہر من الشمس ہے۔ اور تا حال سلسلہ جاری ہے اور نور باطن اس سلسلہ عالیہ کا تمام ملک میں چمک رہا ہے۔

نقل ہے کہ ایک قوال جو مولوی فتح محمد صاحبؒ کا مرید اور کچھ پڑھا ہوا بھی تھا اس نے ایک قصیدہ حضرت کی شان میں لکھا۔ عرس شریف میں حاضر ہوکر بھیروں میں اس کو روبرو مزار کے گانا شروع کیا کہ یکایک ایک سوار آیا اور آستانہ پر گھوڑے سے اُتر کر ایک تھان ململ اور اس پر چھتیس روپے رکھے تھے قوال مذکور کو دے کر اُلٹے پاؤں چلا گیا اور غائب ہو گیا۔

صاحب اقتباس الانوار اور مراۃ الاسرار متفق ہیں کہ سیر الاولیاء میں احوال خلفائے حضرت گنج شکرؒ لکھا ہے مگر حضرت کے بارہ اتنا ہی لکھا ہے کہ فقیر بزرگ، صاحب نعمت کہ اُن کو شیخ صابرؒ کہتے ہیں۔ اچھا فقیر ساکن کلیر تھا۔ اور پیوند بخدمت حضرت فریدالدین گنج شکرؒ رکھتا تھا اور صاحب اجازت بھی۔

بابا صاحبؒ اپنے خلفا سے ایک کو رخصت فرماتے تھے کہ شیخ صابرؒ نے عرض کی کہ میرے بارے میں کیا حکم ہے۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ صابر برو گھوکا خواہی کرد۔ گھوکا ہندی لفظ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ تجھے عیش میں گزرے گی۔ پس آخر عمر تک ان کی محویت ذات کی عیش میں گزاری۔ اور بہت کشادہ پیشانی رہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سیر الاولیاء معتبر کتاب ہے۔ اس کا یہ کلام ہم کو اچھا معلوم ہوا کہ یہ کلمہ جمع کا ہے۔ حضرت گنج شکرؒ نے کتنی نعمتیں ان کے حق میں اختیار فرمائیں۔ اگر کہیں کہ گھوکا راحت ہائے دنیا و آخرت سے ہیچ ہے۔ اگر کہیں کہ مراد حور اک رحمتہائے تجلیات جلال و جمال کہ مظہر ہائے گوناگوں میں اوپر سالک کے وارد ہوں۔ یہ بھی درست ہے کہ اگر کہیں کہ رحمتہائے قرب حق ہے عین مشاہدہ بعد حضور کے عارف پر عتاب و خطاب میں ہوتا ہے۔ کبھی لذت عتاب میں غرق ہوتا ہے کبھی شوق خطاب میں مثل برق کے چمکتا ہے۔ یہ بھی نہایت زیبا ہے۔ مگر نزدیک فقرا کے بہترین راحت راحت تحیر ہے کہ عارف کامل کو فنا کر دیتی ہے۔ توحید میں یعنی ذات مطلق ایسی محو ہوتی ہے کہ ہر چند آپ کو ڈھونڈے نہیں پاتا۔ حرکات و سکنات اس کے مثل قائم کے ہوتی ہیں۔ چنانچہ حیرت پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے **اللّٰھم زدنی تحیرا**۔ یعنی اے پروردگار! زیادہ کر تحیر اوپر میرے۔ پس کمالات حضرت سید علاؤالدین علی احمد صابرؒ کے قیاس کرنے چاہئیں کہ حضرت گنج شکرؒ نے وقت رخصت کے اپنے خلفا کو کیا کہا۔ کیا تعلیم فرمائی ان کی نسبت۔ کیا کیا کلمے فرمائے جو کتب لائے چشتیہ میں موجود ہیں۔ اور حضرت کی نسبت صرف ایک کلمہ فرمایا دوسرا نہ کہا۔

نزدیک اہل صفا کے مقرر ہے کہ جو مرید حضور پیر میں بمرتبہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور قرب حق حاصل کر لیتا ہے اس کو پھر وصیت نہیں کرتے اس لئے کہ وہ امر حال سے آشنا ہو چکا ہے اور فنا احدیت جلوہ گر ہوئی۔ پس ایسے مرید

کے حق میں وصیت کرنا نزدیک اس طائفہ کے فضول ہے۔

بعض کا اعتراض ہے کہ اور بزرگوں کے حالات بہت زیادہ درج کتب تواریخ ہیں۔ ان کے کشف و کرامات زیادہ کیوں مشہور نہیں ہیں۔ اگرچہ میں کسی صاحب کو جواب دینے کے لائق نہیں مگر اس کے چند وجوہ ظاہر ہیں۔

اوّل تو یہ کہ یہ حضرات ستر کرامات فرماتے تھے اظہار کرامت کو بُرا جانتے تھے۔

دوم یہ کہ حضرت کو جلال ایسا تھا کہ آپ کے نزدیک جانے کی ہر کسی کو مجال نہ تھی۔ صادق الاعتقاد جو زیارت کو جاتے وہ بھی دُوری سے زیارت کر کے چلے آتے تھے۔

سوئم یہ کہ جب سے کلیر میں آکر اس کو شرف شریف بخشا کبھی کسی آبادی میں نہیں گئے۔ صحبت خلق سے تو اوائل ہی سے نفرت تھی۔

چہارم یہ کہ آپ کو استغراق ایسا تھا کہ ہر وقت بحر شہود ذات میں مستغرق رہتے تھے۔ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آنے کی ان کو کیا ضرورت تھی۔

پنجم یہ کہ بعض حضرات اپنی شہرت کو معیوب سمجھتے ہیں الا ان اولیاء اللہ تحت القبائی لا یعرفہم غیری موجود ہے۔ چنانچہ بعض ایسے ہوئے ہیں اور موجود بھی ہیں کہ انہوں نے اپنے کو پردہ ملامت میں چھپایا اور حضرت کے مزاج مبارک میں تو کمال درجہ کی ترک و تجرید اور احتیاط تھی۔

ششم یہ کہ حضرت شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ آپ کی خدمت میں رہے۔ آپ کے انفاس متبرکہ سے فیض پایا۔ اگر ان کی کیفیت بھی دیکھنی ہو تو اخبارات اولیاء اللہ سے منکشف ہو سکتی ہے کہ وہ بھی صاحب ترک و تجرید اور صاحب استغراق تھے۔

پس غور کیا جائے کہ آپ کے غلاموں میں کیسے کیسے زبردست اور کامل حضرات گزرے ہیں۔ آگے اس کتاب کو دیکھنے سے ان کی کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ حضرت کے مزار گہربار سے تا حال جو فیض جاری ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ دُور دُور سے لاکھوں آدمی آتے ہیں اور دامن مراد کو پُر کر کے لے جاتے ہیں۔ میں نے بہت سے بزرگوں کے اعراس دیکھے ہیں مگر اوّل درجہ با اجماع خلائق چار جگہ ہوتا ہے۔ ایک حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں۔ دوم حضرت کے عرس شریف میں۔ سوم کوٹ مٹھن شریف میں حضرت فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں کہ یہ عرس شریف ۷۔ ربیع الاوّل کو ختم ہوتا ہے۔ چوتھا عرس حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ۔ صابر کی کرامت ظاہر فیضان عام ہے جس کو اس سے انکار ہے وہ اس فقیر کاتب الحروف کے ہمراہ مزار مبارک پر حاضر ہو کر اطمینان کر لے۔ یہ بدنام قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر میں تا حال زندہ موجود ہے

شمس العالم لا مثال بدر منازل حضرت جمال معدنِ علوم لدنی پروردہ لطفِ رسول مدنی آئینہ جمال و جلالِ حقانی

حضرت شیخ شمس الدین ترک قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کے تھے۔ اور نیز حضرت گنج شکرؒ سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ عالی شان بزرگ اور کرامات وافر رکھتے تھے۔ ہمیشہ ریاضات اور مجاہدات اور تصفیہ باطن میں مستغرق رہتے تھے اور غایت تجرید سے لباس قلندرانہ چرمی پہنتے تھے۔ دنیا اور عقبیٰ سے مستغنی تھے اور جو کچھ زبان مبارک سے نکلتا تھا فوراً اُس کا ظہور ہوتا تھا۔ سلسلہ نسب آپ کا اس طرح پر ہے۔ یعنی شیخ شمس الدین ترک بن سیّد احمد بن سیّد عبد المومن کہ فرزندانِ حضرت خواجہ احمد یسویؒ کے تھے۔ نسب آپ کا حضرت محمد حنیف بن حضرت علی مرتضٰے سے ملتا ہے۔

صاحب سیر الاقطاب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ شاہ ولایت پانی پت کے تھے اور جائے مولد آپ کا ترکستان ہے۔ صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ قبل از تشریف آوری ہندوستان کے ایک روز ایک مجلس میں اکثر مردم سادات جمع تھے اور اکابر شہر بھی موجود تھے۔ ایک شخص نے حضرت سے کہا کہ تمہارے سیّد ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے آبا سے سُنا ہے اور نسب نامہ میرے پاس ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اس کا ثبوت دشوار ہے ہم کیوں کر قبول کریں کہ وہ مسند آپ ہی کی ہے۔ یہ بات سنتے ہی آپ کو جوش آیا اور فرمایا کہ بات متوقف رکھو۔ سیّد کی داڑھی کا بال آگ میں نہیں جلا کرتا۔ ہم تم دونوں آگ میں گھسیں جو جل گیا وہ سیّد نہیں۔ اس سے بہتر اور کوئی دلیل نہیں۔ آخر تنور گرم میں حضرت گھس گئے۔ معاً آتش سرد ہو گئی۔ ایک تار بھی جامہ مبارک نہ جلا۔ اور غیب سے ایک چشمہ برآمد ہوا کہ جس کے پانی سے حضرت نے وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ بعدہٗ اس طاعن سے کہا کہ آپ بھی وعدہ وفا کیجیے وہ لاچار ہوا اور جب نزدیک تنور کے آیا شعلہ آتش برآمد ہوا اور اس کے کپڑوں میں آگ لگی اُس نے شور کیا۔ تمام اہل مجلس نے بھی شور مچایا۔ حضرت نے جلدی سے اس کو تھاما۔ معاً آتش سرد ہو گئی۔ تمام

مجلس اس حال کو دیکھ کر اعتقاد لائے۔ بعد اس کے متوجہ طرف ہندوستان کے ہوئے اور بخدمت حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ بعض نے یہ کیفیت پانی پت کی لکھی ہے۔

شیخ شاہ علی چشتی سیر الاقطاب میں تحریر کرتے ہیں کہ نام پاک حضرت برائے ہر مہم و ہر رنج مشکل کے با وضو بعد نماز عشاء ایک لاکھ مرتبہ پڑھے بحکم خداوہ کام پورا ہو۔ یعنی بصدق دل پڑھے یا شمس الدین ترک۔ بعض نے لکھا ہے کہ سو بار کے بعد یہ کہے یا شمس الدین ترک پانی پتی مشکل کشا۔ لکھتے ہیں کہ میرا تجربہ ہے اور جس کو میں نے اجازت اس عمل کی دی ہے اس کا کام ہو گیا ہے۔ چنانچہ کاتب الحروف نے بھی تجربہ کیا ہے اور صفت یہ دیکھی ہے کہ اگر کام ہونا محال ہے تو ہرگز یہ عمل پورا نہ کر سکے گا۔ اگر ممکن ہو ایک شب میں تمام کرے اور دوسروں سے پڑھوا دے۔ اگر نہ ہو سکے چالیس روز میں پورا کرے۔ مگر حرام کی نیت نہ ہو ورنہ نقصان ہوتا ہے۔ اور آپ کے سلسلہ میں یہ رسم جاری ہے کہ جس مرید کے گھر شادی ہوتی ہے پہلے باحتیاط تمام حضرت کی نیاز ہوتی ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ حضرت تمام ترکستان علوم معقول و منقول، منطق، ریاضی، ہیئت، ہندسہ وغیرہ سے فارغ ہوئے۔ تجرید و تفرید اختیار کر کے بطلب مرشد کامل گھر چھوڑا۔ بزرگان ماوراء النہر سے ملاقات کی کسی کی خدمت میں دل بستگی نہ ہوئی۔ آخر عازم طرف ہندوستان کے ہوئے اور امیر کنان بمقام اجودھن آئے۔ بابا صاحبؒ کی خدمت میں نیاز حاصل کیا اور بمجرد مشاہدہ جمال حضرت سید علی احمد صابرؒ حجاب اٹھ گیا اور سر اپنا حضرت کے قدموں پر رکھا اور بشرف بیعت مشرف ہوئے۔ حضرت نے آپ کے حق میں اس وقت فرمایا کہ شمس الدین فرزند من خدا سے چاہتا ہوں کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو اور تا قیامت جاری رہے۔

الغرض بعد ارادت خدمت حضور میں مشغول ہوئے۔ اکثر احوالات عجیب خوارق عادات غریب مثل اولیاء ظاہر ہونے لگے۔ آخر خرقہ خلافت پایا۔ اور خدمت حضرت گنج شکرؒ سے گوناگوں نعمتیں حاصل کیں اور بابا صاحب نے اجازت نامہ بخط خاص تحریر فرما کر عنایت کیا اور اسم اعظم تعلیم فرمایا۔ دوسری سند حضرت پیر روشن ضمیر حضرت شیخ علی احمد صابرؒ سے حاصل کی اور آپ نے بھی اسم اعظم اور دیگر نعمتہائے چشتیہ عطا فرمایا اور ارشاد کیا کہ شمس الدین بعد انتقال میرے تین روز سے زیادہ یہاں نہ ٹھہرنا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو صاحب ولایت پانی پت کا کیا ہے۔ وہاں جا رہنا اور گم گشتگان بادیہ کی ہدایت کرنا۔ اور ممد و معاون اس دیار کے رہنا۔ انہوں نے عرض کی کہ وہ ولایت حضرت قلندر صاحب کی ہے ان سے کس طرح صحبت ہوگی۔ فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں۔ ان کا وقت آخر ہوا۔ جس وقت تو پانی پت پہنچے گا وہ اس عالم فانی سے نقل فرمائیں گے۔ آپ نے عرض کیا میرا ارادہ یہ تھا کہ باقی عمر جاروب کشی آستانہ حضور میں بسر کروں۔ حکم والا اس طرح ہے۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین ترک قدس سرہٗ بعد پانے خلافت کے حضرت مخدوم علی احمد

صابرؒ سے واسطے پردہ کے سلطان غیاث الدین بلبن کے مصاحبوں میں نوکر رہے ہیں۔ اپنے کمال کو اباس اغنیاء میں پوشیدہ رکھا۔ مگر آپ کے کمال کی شہرت ہونے کے باعث یہ لکھا ہے کہ سلطان نے ایک قلعہ پر یورش کی اور محاصرہ کیے ہوئے ایک مدت گزر گئی تھی۔ فتح میسر نہ ہوتی تھی۔ ایک شب کو ہوائے تند اور بارش بکثرت ہوئی۔ تمام لشکرِ اسلام کے خیمے گر گئے اور بسبب کثرت کے آگ تمام لشکر کی بجھ گئی۔ یہاں تک کہ سلطان کے خیمہ کی بھی شمع گل ہو گئی۔ خدمت گارِ سلطان آفتابہ لیے پھرتا تھا کہ کہیں آگ مل جائے تو سلطان کے وضو کے واسطے پانی گرم کرے۔ اُس نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں چراغ روشن ہے۔ اور خیمہ کو بھی کوئی آسیب نہ پہنچا۔ وہ خیمہ حضرت کا تھا۔ وہ خدمت گار آپ کے خیمہ میں آیا۔ آپ تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ آگ یا چراغ طلب کرے مگر بوجہ ہیبت الٰہی کے کچھ نہ کہہ سکا۔ روبرو کھڑا تھا کہ حضرت نے سر اُوپر اٹھا کر فرمایا کہ آگ چاہتا ہے لے۔ اُس نے کوئلے چراغ حضرت سے روشن کیے اور آبدار خانہ میں لا کر حمام گرم کیا۔ وہ خدمت گار سقہ تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر اس کو چین نہ پڑا۔ صبح مشک لے کر اس خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب نزدیک آیا حضرت کو وہاں نہ دیکھا۔ پھر تالاب پر آیا کہ جو قریب لشکر تھا۔ دیکھا کہ ایک بزرگ وضو کر رہے ہیں۔ یہ کھڑا رہا آپ نے نماز ادا کی اور اپنے خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس سقہ نے مشک بھری تو پانی اس تالاب کا گرم پایا۔ حیران ہوا کہ ہر روز یہاں سے پانی بھرتا ہوں۔ آج یہ پانی گرم کیوں ہے باوجودیکہ برف جم رہا ہے۔ چلّہ کا جاڑا ہے۔ یہی فکر کرتا ہوا آبدار خانہ میں آیا۔ اور سمجھا کہ یہ برکت اس بزرگ کی ہے۔ اس روز تو اُس نے کسی سے اظہار نہ کیا۔ دوسرے روز حضرت کے پہنچنے کے چار گھڑی پہلے تالاب پر پہنچا۔ پانی مثل برف کے پایا اور ایک درخت کے نیچے پوشیدہ ہو گیا کہ دیکھنا چاہیے وہ بزرگ پھر بھی آتا ہے۔ حضرت وقت معینہ پر تشریف لائے۔ وضو کر کے نماز صبح ادا کی اور متوجہ طرف خیمہ کے ہوئے۔

اب سقہ تالاب پر آیا۔ پانی کو جو دیکھا گرم پایا اور مشک بھر کر سلطان کے روبرو گیا۔ جو ماجرا دیکھا تھا عرض کیا۔ سلطان نے وہ دن اور شب بسر کی۔ چار چھ گھڑی رات باقی رہے سقے کو ہمراہ لے کر تالاب مذکور پر آچھپا۔ حضرت بدستور تالاب پر آئے۔ وضو کیا اور نماز ادا کی۔ بعدہٗ متوجہ طرف خیمہ کے ہوئے۔ سلطان نے آکر اس پانی کو دیکھا تو گرم پایا اور متعجب ہو کر عقب حضرت کے روانہ ہوا۔ دیکھا کہ آپ خیمہ میں پہنچ کر تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہوئے۔ سلطان ہاتھ باندھ کر روبرو جا کھڑا ہوا۔ جب آپ فارغ ہوئے سر اٹھایا۔ دیکھا سلطان دست بستہ کھڑا ہے۔ تعظیم کو اٹھے۔ سلطان نے کہا زہے سعادت میری کہ تم ساخدا دوست میرے زمانہ میں موجود ہے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ قلعہ کس واسطے فتح نہیں ہوتا۔ حضرت نے ہر چند ٹالا۔ جب سلطان نہ مانا آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا اسی وقت دعا کر فتح ہوگی۔ سلطان خوش ہو کر اپنی بارگاہ میں آیا اور اسی وقت سوار ہو کر قلعہ پر دھاوا کیا۔ تین ساعت کے عرصہ میں قلعہ فتح ہوا۔ سلطان با ظفر و غنیمت خیمہ گاہ اپنے پر آیا۔ دوسرے روز ارادہ کیا کہ شرف ملازمت حضرت کی

حاصل کرے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر کل سامان اسباب زر و جواہر وہیں چھوڑ کر اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چندے قیام کیا اور بعد انتقال پیر روشن ضمیر تین روز وہاں رہ کر چوتھے روز راہی طرف پانی پت کے ہوئے پانی پت میں پہنچ کر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے۔

حضرت قلندر صاحب نے ازراہِ کشف آپ کا تشریف لانا معلوم کر کے پانی پت سے مسافرت اختیار کی جب حضرت قلندر صاحب اپنے حجرہ سے برآمد ہوئے پسر حلوا فروش کہ حضرت کی اس پر بہت مہربانی تھی پوچھنے لگا کہ اس وقت آپ کہاں جاتے ہیں آپ کو نہ چھوڑوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس جگہ ایک ساعت نہیں ٹھہر سکتا کہ یہ ولایت دوسرے کے حوالے ہوئی۔ اس پسر نے کہا کہ اس صاحب ولایت کو مجھے دکھا دیجیے پھر جہاں چاہے تشریف لے جائیے۔ میں آپ کے ہمراہ چلتا ہوں۔ حضرت قلندر صاحب نے فرمایا کہ فلاں محلہ میں ایک مرد اسی شکل کا چرم پوش دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہے۔ خبردار اس سے گستاخی نہ کرنا۔ دور سے دیکھنا۔ الغرض وہ حلوا فروش آپ کے پتہ پر آیا۔ دیکھا کہ ایک شہباز بیٹھا ہے اور دو شیر دو طرف اس کے بیٹھے ہیں۔ اور عرض کر رہے ہیں۔ یہ سراسیمہ ہو کر واپس آیا۔ اور قلندر صاحب سے عرض کی کہ جیسا آپ نے ارشاد فرمایا بجا اور درست ہے۔

سیر الاقطاب سے اس طرح ظاہر ہوا کہ حضرت شیخ شمس الدین ترک جب پانی پت میں پہنچے بطریق کتابت ایک پیالہ دودھ قلندر صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔ غرض اس سے یہ تھی کہ یہ ولائیت مجھ کو عطا ہوئی ہے۔ یہ شہر میری ولایت سے بشکل کاسۂ شیر کے مملو ہے۔ دوسرے کی گنجائش نہیں۔ قلندر صاحب نے جب اس پیالہ کو دیکھا اس میں ایک پھول ڈال دیا۔ مراد یہ کہ میں اس شہر میں مثل پھول کے ہوں۔ تمہاری ولائیت سے مجھ کو کچھ تعلق نہیں۔

بعضے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت پانی پت میں فروکش ہوئے آپ کے خدمت گار کا گزر حضرت قلندر صاحب کی طرف ہوا۔ دیکھا کہ بشکل شیر بیٹھے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر خادم واپس آیا اور حضرت شاہ ولایت سے سارا حال بیان کیا۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ پھر جا۔ اگر ان کو اسی شکل سے دیکھے تو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ شیر کو جنگل چاہئے خادم بموجب حکم آگیا۔ پھر بصورت شیر پایا۔ اس نے حضرت کا سلام کہا اور کہا کہ شیر کو جنگل چاہئے۔ اسی وقت حضرت بو علی شاہ قلندر قدس سرہٗ اس جگہ سے اٹھ کر باگھونی میں تشریف لے گئے۔

باگھونی ایک جگہ قریب پانی پت کے ہے۔ حضرت جو وہاں بصورت شیر بیٹھے تھے اس وجہ سے اس جگہ نے باگھونی نام پایا۔ باگھ ہندی میں شیر کو کہتے ہیں۔ اور وہ جگہ بوجہ برکت قدم مبارک حضرت بو علی شاہ قلندر قدس سرہٗ زیارت گاہ ہے۔ شیخ نے بار دیگر کہلا بھیجا کہ کل توابع شہر میری ہی ولایت میں ہے۔ آپ سنتے ہی بمقام بوڑھا کھیڑا روانہ ہوئے۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین نے ہندوستان میں نہ شادی کی نہ اولاد ہوئی بگر ۵۰۱۵ھ

میں عہد شاہ جہان میں صفدر خاں حاکم اکبرآباد معزول ہو کر وطن کو جاتے تھے۔ پانی پت میں جب وارد ہوئے روضہ حضرت پر واسطے زیارت کے آئے۔ آپ کا نام ونشان دریافت کیا معلوم ہوا کہ ترکستان سے ہندوستان میں آئے تھے۔ یہ سنتے ہی صفدر خاں روئے اور کہا کہ میں ہندوستان میں صرف ان کی ہی زیارت کو آیا تھا مگر مزار کا پتہ نہ ملا تھا مگر حضرت کی اولاد سے ہوں اور اپنا نسب نامہ دستخطی حضرت کا نکال کر مجاوروں کو دکھایا۔ انہوں نے آپ کی تحریرات سے اس کا مقابلہ کیا مطابق پایا۔ سید صاحب نے کہا کہ آپ نے ترکستان شادی کی تھی۔ سید احمد پسر تولد ہوئے۔ بعد تشریف آوری حضرت کے سید احمد سے بہت اولاد ہوئی۔ پس جب سید صفدر خاں کی عالی نسبی کا شہرہ شاہجہان نے سنا ان کو صاحبزادہ سمجھ کر بار دیگر کابل اور قندھار کا صوبیدار کیا۔ وفات حضرت شمس الدین ترک کی باتفاق مؤرخان صادق ۷۱۶ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۷۱۵ھ لکھی ہے اور صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ سن وفات معلوم نہیں ہوا مگر ہم عصر محمود چراغ دہلی کے تھے۔ روضہ متبرکہ زیارت گاہ خاص و عام پانی پت میں ہے۔ خلیفہ آپ کے شیخ جلال الدین پانی پتی تھے۔

حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء

پانی پتی قدس سرہ العزیز

آپ اس طائفہ کے محبوب تھے۔ شان عظیم، طبع کریم، حالت مستقیم رکھتے تھے۔ خلیفہ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کے تھے۔ اور اصل نام آپ کا خواجہ محمد تھا۔ جلال الدین خطاب ہوا۔ آپ نے اس قدر ریاضت اور مجاہدہ اپنے اوپر روا رکھا کہ نفس امارہ بصورت موہوم ومجسم ہو کر بدن مبارک سے جدا ہوا۔ اور کشف وکرامت میں بے نظیر تھے اور مریدوں کی تربیت خوب فرماتے تھے۔ نسب نامہ آپ کا یہ ہے۔ یعنی خواجہ محمد جلال الدین بن خواجہ محمود بن کریم الدین بن جمیل الدین خواجہ عیسیٰ بن شرف الدین خواجہ محمود بن بدر الدین خواجہ ابابکر بن صدر الدین خواجہ علی بن شمس الدین خواجہ عثمان بن نجم الدین خواجہ عبداللہ بن شہاب الدین خواجہ عبدالرحمٰن ثانی بن زین الدین خواجہ عبدالعزیز السرخسی بن فخر الدین خواجہ خالد بن ضیاء الدین خواجہ ولید بن قطب الدین خواجہ عبدالعزیز الکبیر بن رکن الدین خواجہ عبدالرحمٰن ساکن مدینہ جو گازرون سے آ گئے تھے بن علاؤ الدین خواجہ عبداللہ ثانی بن علیم الدین خواجہ عبدالعزیز بن حسام الدین خواجہ عبداللہ کبیر بن امام الدین خواجہ عمر بن امیر المومنین حضرت حبیب الرحمٰن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت امرائے پانی پت سے تھے اور ولی مادرزاد۔ عالم طفلی میں جمعیت اور جذبہ الٰہی گلوگیر ہو چکا تھا۔ اکثر جنگلوں میں جا کر مشغول رہا کرتے تھے اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ کتاب زاد الابرار آپ کی تصنیفات سے معتبر کتاب ہے۔ دو حج کئے۔ بہت سے مشائخ کبار سے نعمتیں حاصل کیں۔ آپ کے کمالات کا قیاس کرنا چاہیے کہ شیخ احمد عبدالحق شہباز مشائخاں وقت سے کمند ولایت شیخ جلال الدین کے پھندے میں پھنسے اور اس کے دام تربیت میں پرورش پائی۔ آپ کے والد بہت بڑے امیر کبیر تھے۔ حضرت مخیر بھی تھے۔ کسی بھوکے کو کبھی دیکھ نہ سکتے تھے۔ جو سائل آتا تھا محروم نہ جاتا تھا۔ اس وقت میں بھی ایسی عالی ہمتی سخاوت اور خوارق و عادات مثل اولیاء اللہ سابق حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب بھی پائے جاتے تھے۔

لکھا ہے کہ حضرت قلندر صاحب شیخ کو بچپن سے دوست رکھتے تھے اور واسطے دیکھنے کے ہر روز شیخ کے مکان پر تشریف لاتے تھے۔ ایک بار شیخ اپنے خرمن سے اپنا حصہ لینے گئے تھے۔ قلندر صاحب آپ کے مکان پر تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ خرمن پر گئے ہیں۔ حضرت قلندر بھی آپ کے شوق میں اسی خرمن پر پہنچے۔ جب شیخ نے حضرت کو دیکھا اپنے دامن میں غلہ بھر کر قلندر صاحب کے حضور لائے۔ حضرت نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اے پسر کیا لایا۔ شیخ نے کہا کہ گھوڑے کے واسطے دانہ۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر گھوڑا بھوکا تھا تو اس کو دے۔ شیخ نے منہ طرف گھوڑے کے کرکے کہا کہ اگر اشتہا ہے تو کھا لے۔ قدرت خدا سے گھوڑا گویا ہوا کہ میں شکم سیر ہوں، دانہ کی حاجت نہیں۔ شیخ کو تحیر ہوا اور غلہ لئے کھڑے رہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا لایا ہے۔ یہ غلہ میں نے تجھ کو بخشا اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جتنے دانے تیری گود میں ہیں اللہ تعالیٰ اتنی ہی اولاد تجھ کو عطا کرے۔ پس حضرت کی دعا سے شیخ کی بہت اولاد ہوئی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت شاہ ولایت ترک شمس الدین باصحاب در حجرہ پہ تشریف فرما رہے تھے حضرت توجہ فرما رہے تھے ایک لڑکا صاحب جمال شیخ جلال الدین امرائے پانی پت سے لباس فاخرہ پہنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا چلا جاتا تھا۔ حضرت کی نظر پڑی اور محبت پیدا ہوئی کہ شیخ جلال حاضر ہوئے اور گھوڑے سے اتر کر بنظر اعتقاد قدموں پہ سر رکھا۔ بعدہٗ ایک مدت سیاحت کی۔

نقل ہے کہ ایک بار بہمراہی چند درویشاں سیر کناں قصبہ ہانسی میں وارد ہوئے۔ ان دنوں میں حضرت قطب عالم شیخ جمال الدین ہانسویؒ حیات تھے۔ ان کو غیب سے بشارت ہوئی کہ شیخ جلال پانی پتی آتا ہے۔ جلدی اپنے دروازہ پہ جا کہ اس کی دعا کی برکت سے تیرا سلسلہ جاری ہوگا۔ اسی وقت حضرت شیخ جمال نے اپنے خادم سے کہا کہ شرق کی جانب جا۔ چند درویش آئے ہیں۔ ان کو میرا سلام کہنا اور یہاں لانا۔ وہ خادم خانقاہ سے چل کر تھوڑی دور گیا تھا کہ آتے نظر آئے۔ سلام کہا اور ہمراہ لئے ہوئے خانقاہ پہ آیا۔ یہاں شیخ جمال منتظر دروازہ پہ کھڑے تھے۔ ان

درویشوں سے کہا تم میں سے اور کوئی بھی باقی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک لڑکا خوردسال کہ وہ باہر آبادی سے جہاں اسباب رکھا ہے موجود ہے۔ ہم سب بموجب خواہش آپ کی حاضر ہیں۔ شیخ نے کہا مجھ کو اسی طفل سے کام ہے۔ اور ان کو کھانا دیا اور کہا تم میں سے ایک جاکر طفل کو لے آئے۔ پس ایک فقیر گیا اور آپ کو بلاکر لایا۔ شیخ جمال حضرت کو دیکھتے ہی تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ نہایت تکریم سے کھانا کھلایا۔ بعدہٗ درویشوں سے کہا کہ آپ استراحت کریں اور حضرت شیخ جلال الدین کو اپنے پاس رکھا اور وقت خلوت کے کہا کہ میں نے سند شیخ علی صابرؒ کو چاک کیا تھا۔ انہوں نے میرا سلسلہ چاک کیا۔ جب یہ خبر بابا صاحبؒ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا تھا کہ بے شک سلسلہ جمال منقطع ہوا۔ مگر طریق شیخ علی احمد صابرؒ میں پانی پت کا رہنے والا شیخ جلال ہوگا۔ اگر وہ دعا کرے گا تو شیخ جمال کا سلسلہ جاری ہوگا۔ پس مجھ کو بشارت ہوئی ہے کہ وہ آپ ہی ہیں۔ میرا سلسلہ جاری کیجئے۔ شیخ جلال نے وضو کیا اور دوگانہ ادا کرکے دعا کی اور فاتحہ خیر پڑھ کر رخصت ہوئے۔ اور ہمراہی درویشوں سے ملے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور صاحب زادہ شیخ برہان الدین تولد ہوئے۔ یہ چھ مہینے کے تھے کہ قطب جمال قدس سرہٗ نے رحلت کی اور حضرت سلطان المشائخ ان کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے تھے۔ اس وقت یہ چھ ماہ کے تھے۔ پرورش فرمایا تعلیم کی۔ اور پھر یہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔

اس نقل کو صاحب اقتباس الانوار نے نہ معلوم کہاں سے پایہ ثبوت کو پہنچایا۔ کیا معنی کہ حضرت شیخ جمال کی وفات ۶۵۹ھ کو ہوئی اور آپ کے فرزند کی عمر اس وقت چھ ماہ کی لکھی ہے۔ اور حضرت شیخ جمال الدین محمود کبیر الاولیاء کی وفات ۷۶۵ھ کی ہوئی۔ اس حساب سے حضرت شیخ جلال الدین کی عمر قریب سوا سو برس کے معلوم ہوتی ہے کیا عجب ہے کہ یہی مستند ہو۔ اس واسطے کہ حضرت شاہ اکرم مصنف اقتباس کامل اور محقق گزرے ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جمال نے خلوت میں آپ سے کہا کہ سرگرداں مت پھرو۔ ایک مردانِ خدا میں سے شمس الدین نام پانی پت میں آوے گا۔ اس سے تمہارا کشود کار ہوگا۔ الغرض بموجب وصیت حضرت شیخ جمال کے ارادہ پانی پت کا کیا۔ جو درویش ہمراہ تھے انہوں نے دیکھا کہ یہ لڑکا سب کا اسباب لئے چلا جاتا ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہوئے اور آپ کے ہی ہمراہ رہنا چاہا۔ مگر آپ نے ان کو رخصت کیا اور پانی پت میں آگئے۔ حقیقت میں شاہ اکرم صاحب مؤلف اقتباس نہایت محقق ہیں کہ خود لکھتے ہیں کہ یہ حکایت خالی ضعف سے نہیں۔

صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ شیخ جلال صاحبِ مال و جاہ تھے۔ قبل از ارادت حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی عیش و عشرت سے اپنے وطن میں ایام گزارتے تھے۔ آخر مرید ہوکر کارِ فقر میں مشغول ہوئے اور کار بہ تکمیل پہنچایا۔ بعد چند سال کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور بعد وفات اپنے مرشد کے مسند صابری پر متمکن ہوئے اور گم گشتگان بادیہ گمراہی کو براہِ حق ہدایت فرمائی۔ ہزاروں آدمی اطراف و جوانب سے آکر ہدایت پانے لگے اور خرچ باورچی خانہ بہت زیادہ تھا۔ ہزاروں آدمی بھوکے مسافر و مقیم خانقاہ پر پرورش پاتے تھے۔ یہ کوئی نہ جانتا تھا کہ یہ ہزار ہا روپیہ خرچ ہوتا

ہے کہاں سے آتا ہے۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ جس برتن میں جو کھانا کھاتا وہ اسی کی ملک مقرر تھی۔ خلقت حیران تھی کہ ہر روز اتنے برتن کہاں سے آتے ہیں۔ کبھی اگر آبادی سے دل گھبراتا تو دس دس روز جنگلوں میں رہتے وہاں غیب سے کھانا موجود ہوتا اور جس قدر کھانا ہوتا اُس کے کھانے والے بھی خدا بھیج دیتا تھا۔ اہل تاریخ سبب اس فتوح کا یہ بیان کرتے تھے۔ کہ جب حضرت شاہ ولایت نے آپ کو خرقہ خلافت دیا اس وقت فرمایا تھا کہ جلال تجھ کو یہ بھی دیا وہ بھی دیا۔ اس روز سے یہ کیفیت تھی کہ علاوہ املاک جدّی کے لوگ گھوڑے ہاتھی، شتر، زر و جواہر ہر قسم کے اسباب و سامان لاکر نذر کرتے تھے مگر حضرت غلبہ استغراق ذات کی احدیت میں کسی چیز کی طرف نظر بھی نہ فرماتے تھے۔ بطریق مشرب پیرانِ خود پروائے کون و مکان نہ رکھتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ اصل نام آپ کا محمود تھا۔ جلال الدین کبیر الاولیا پیر روشن ضمیر نے خطاب دیا تھا۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ احمد قلندر نے طلب مرشد میں ولایت سے چل کر سیر کناں ہندوستان میں آئے اور جنگل میں آکر قیام کیا اور اطراف و جوانب سے مشائخوں کو دعوت کر کے بلایا۔ کل اطراف کے درویش جمع ہوگئے۔ چنانچہ حضرت شیخ جلال الدین بھی موجود تھے۔ جب سب درویش کھانے پر بیٹھے اور کپڑا دسترخوان پر سے اٹھایا تو تمام کھانا مشکوک نظر آیا۔ کہ ہر طباق میں کسی میں بندر، کسی میں سگ، کسی میں گربہ تھا۔ سب نے اس کو دیکھ کر تعجب کیا اور حضرت کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اب کیا کیا جائے۔ آپ نے کہا کہ خدا سے کیوں نہیں عرض کرتے کہ الہٰی حکم دے کہ جو کھانا ناجائز ہے وہ دسترخوان سے جدا ہو جائے۔ یہ فرماتے ہی ہر ایک جانور طباق میں سے کود کود کر ہیئت اصلی سے ہو کر روانہ ہوا۔ طباق خالی رہ گئے۔ یہ دیکھ کر احمد قلندر نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور عرض پرداز ہوا کہ اس ضیافت سے میرا یہ مطلب تھا کہ صاحب ولایت کو پاکر اس سے کمال باطنی حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے ذات بابرکات کو مجھ تک پہنچایا۔ بعد اس کے تمام مشائخوں کو باعزاز تمام رخصت کیا اور خود حضرت کا مرید ہوا حضرت نے چند روز اسی جگہ قیام فرما کر اس قلندر کو کامل بنا کر خرقہ خلافت عطا کر کے ملتان کی طرف رخصت فرمایا اور خود بدولت پانی پت میں رونق افروز ہوئے۔

انہی دنوں میں شیخ عبدالحق ردولوی حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ مرآۃ الاسرار سے نقل ہے کہ شیخ عبدالسمیع مفتی پانی پت روبرو حضرت کے حاضر تھے۔ ایک عورت ضعیف و نحیف ایک خالی کوزہ واسطے لانے پانی کے ہاتھ میں لئے جاتی تھی حضرت کی نظر جو اس پر پڑی ازراہ ترحم فرمایا کہ اور کوئی ایسا نہ تھا کہ تجھ کو ایک کوزہ پانی لا دیتا۔ اُس نے کہا کہ مجھ کو کچھ دے کر پانی منگانے کی قوت نہیں۔ مجبوراً آپ ہی پانی لینے جاتی ہوں۔ حضرت نے اس کے ہاتھ سے وہ برتن پانی کا لے کر کنوئیں سے اس کو بھر کر دوش مبارک پر رکھ کر اس کے گھر پہنچایا اور دُعا کی کہ الہٰی اس پانی میں برکت دے اُس روز

سے وہ ضعیفہ کتنا ہی خرچ کرتی مگر پانی اس ظرف کا کم نہ ہوتا تھا۔

نقل ہے کہ باوجود بسیار املاک و جائیداد و فتوحات کے خاص آپ کے اہل خانہ پر فاقے گزرتے تھے۔ ایک شخص کیمیاگر آپ کے صاحبزادہ سے ملا اور عرض کی کہ اے مخدوم زادہ تمہاری صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ تم پر کئی دن کا فاقہ ہے۔ تم مجھ سے کیمیا بنانی سیکھ لو۔ تاکہ بفراغت ایام گزاری ہو۔ کہیں حضرت بھی دیوار حجرہ کے قریب سے سُن رہے تھے۔ فرزند کو بلایا اور حجرہ میں لے جاکر فرمایا کہ دیکھ۔ اس حجرہ کو جب انہوں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام حجرہ سونے کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے فرزند یہ اکسیر پیدا کرو کہ جس پہ نظر ڈالو وہ کندن ہو جائے اور وہ کیمیا جو ہے وہ فقیروں کے کام کی نہیں۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ حضرت نے کئی حج ظاہری طور پر ادا کیئے اور ہمیشہ نماز جمعہ مکہ میں ادا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کے دل میں آیا کہ اگر اجازت رسول مقبول ؐ ہو کبھی پانی پت کبھی مکہ معظمہ میں نماز جمعہ ادا کیا کروں اسی شب حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے جلال تیرا کعبہ تیرے پاس ہے یعنی میرے فرزند سید محمود کے پاس تیرے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ اس روز سے حضرت سید محمود صاحب کے مزار پُر انوار پر جا کر نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ مزار سید صاحب کا جانب شرق مائل بہ جنوب پانی پت کے واقع ہے۔

لکھتے ہیں کہ حضرت کو استغراق بہت تھا۔ آخر عمر میں اور بھی زیادہ ہو گیا تھا کہ وقت نماز کے خادم دونوں شانے پکڑ کر لاتے تب ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے۔ ایک روایت یہ ہے کہ خود ہوشیار ہو کر تجدید وضو کر کے نماز گزار کر پھر حالت استغراق میں ہو جاتے تھے۔

ایک روز پسران حضرت حاضر تھے کہ خود بخود چشموں کو وا کیا اور فرزندوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حکم خدا ہے کہ اپنی عمر سے کچھ مخدوم جہانیاں کو دوں کہ ان کی عمر آخر ہو چکی ہے۔ تمہاری اس بارہ میں کیا رائے ہے۔ فرزندوں نے عرض کیا کہ ہم کیونکر روا رکھیں کہ عمر حضرت سے کچھ دوسرے کو نصیب ہو۔ اس پہ کیونکر راضی ہوں۔ مگر خواجہ شبلی صاحب نے عرض کیا۔ اگر فرمان حق اسی طرح ہے تو تامل نہ چاہیے کہ حکم دوست کا رد نہ ہو۔ یہ سُن کر حضرت بہت خوش ہوئے۔ سب کو رخصت فرما کر آپ حالتِ استغراق میں ہوئے مگر فرزند کلاں خواجہ عبدالقادر موجود رہے کہ حضرت اٹھے اور صاحبزادہ سے فرمایا کہ میرے پیر پہ پیر رکھ اور آنکھیں بند کر لے۔ انہوں نے ویسا ہی کیا فرمایا آنکھیں کھول۔ جب انہوں نے کھولیں اپنے تئیں والد کے ہمراہ دہلی میں نزدیک مخدوم جہانیاں کے پایا اس وقت مخدوم جہانیاں حالتِ نزع میں تھے۔ حضرت ان کے سرہانے کھڑے ہوئے اور سلام علیک کہی۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر جواب سلام دیا۔ آپ نے اُن کو گلے سے لگایا اور کہا کہ اٹھو۔ وہ فوراً اٹھ بیٹھے۔ فرمایا کہ وضو کرو۔ جب وضو سے فارغ ہوئے فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو۔ بعد ادائے دوگانہ کے حضرت شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ بحکم خدا میں نے

اپنی عمر سے چند سال تم کو دیئے۔ یہ فرما کر وہاں سے باہر آئے اور جس طرح تشریف لے گئے تھے اسی طرح واپس پانی پت آئے۔ مخدوم جہانیاںؒ کو کلی صحت ہوئی۔

سُلطان اس ماجرا سے آگاہ ہو کر نزدیک اپنے پیر مخدوم جہانیاں کے آیا اور حال دریافت کیا۔ مخدوم نے فرمایا کہ جلال الدینؒ پانی پت سے آئے میرے حق میں دعا کی اور اپنی عمر سے دس سال بندہ کو بخشے کہ میں نے صحت پائی۔ پھر وہ اپنے وطن کو گئے۔ سُلطان نے عرض کیا کہ زہے میرے نصیب کہ میرے عہد میں ایسے اولیاء ہیں اور حسب اجازت مخدوم واسطے زیارت حضرت کے پانی پت آیا۔ وقت ملازمت عرض کی کہ آپ نے خدا کو دیکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھنا خدا کا ان چشم ظاہری سے شریعت میں روا نہیں ہے البتہ سایۂ حق سبحانہٗ تعالیٰ دیکھا ہے۔ یہ سُن کر سُلطان بہت خوش ہوا اور بہت کچھ نذر کیا۔ حضرت نے وہ نذر قبول نہ فرمائی۔ مجبوراً آپ کے فرزندوں کے آگے لے گئے۔ انہوں نے بھی قبول نہ کی۔ پھر سُلطان نے حکم دیا کہ در خانقاہ پر عنداللہ تقسیم کر دو۔ چنانچہ وہ اس قدر مال تھا کہ موسم برشگال میں اب بھی اس سکّہ کا روپیہ اشرفی بعض کے ہاتھ آ جاتا ہے۔ بعدہٗ سلطان مرخص ہو کر دارالسلطنت میں واپس آیا۔

سُلطان فیروز شاہ اپنے ہمشیر زادہ فتح خاں کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ ایک روز اثنائے مکالمت میں قدم مبارک رسول مقبول کا جس کو مخدوم جہانیاںؒ عرب شریف سے لائے تھے ذکر آ گیا کہ اس کو کہاں رکھیں۔ دونوں ماموں بھانجے میں یہ بات قرار پائی کہ جو پہلے مرے اس کے سینہ پر یہ قدم مبارک رہے۔ چنانچہ فتح خاں گھوڑے پر سوار ہوا۔ اپنے دل میں ارادہ کیا کہ پانی پت چل کر شیخ جلال الدین سے استدعا کیجئے کہ یہ قدم مبارک میرے سینے پر رہے۔ یہ خیال کر کے رواں دواں پانی پت آیا۔ قریب حجرہ کے گھوڑے سے اتر کر اندر حجرہ کے جانے لگا۔ شیخ زینا کہ خلیفہ حضرت تھے فرمانے لگے کہاں جاتا ہے کھڑا رہ۔ جب فتح خاں نہ مانا اور اندر گیا تو شیخ زینا نے کہا تو سلامت بھی آوے گا؟ اُس نے جواب دیا کہ سلامت جاتا ہوں اور سلامت ہی آتا ہوں۔ شیخ نے کہا اگر تو سلامت آوے تو میرا پیراہن چاک چاک کیجیو ورنہ میں تیرا جامہ چاک کر دوں گا۔ فتح خاں پہلے ہی موت کا خواہاں تھا۔ اسی مراد کو آیا تھا۔ دلیرانہ حجرہ میں در آیا۔ حضرت اس وقت استغراق میں تھے۔ یہ دست بستہ کھڑا رہا کہ یکایک حضرت نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا بر دفتح خاں بگیر۔ یہ سُن کر فتح خاں خوش ہوا۔ آداب بجا کر حجرہ سے باہر آیا اور شیخ سے کہا کہ دیکھو کیوں کر سلامت آیا شیخ زینا نے کہا بچہ تیر نشانہ پر پہنچ چکا ہے دہلی تک سلامت نہ پہنچے گا۔ فتح خاں نے کہا الحمدللہ! میری آرزو یہی ہے اب میں نے بشارت پائی۔ اور بہت خوشی سے گھوڑے پر سوار ہو کر راہی ہوا۔ جب نزدیک دہلی کے پہنچا اس کو نیند آئی۔ ایک درخت کے نیچے زین پوش بچھا کر لیٹا۔ چادر اوڑھی کہ جان بحق تسلیم ہوا۔ جب اس کے مرنے کی خبر سلطان کو پہنچی اُس نے بموجب وعدہ قدم مبارک اس کے سینہ پہ رکھا کہ تا ایں وقت زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔

سیرالاقطاب سے نقل ہے کہ مخدوم جہانیاں نے حضرت کی دعا سے جب از سر نو زندگی پائی واسطے ملاقات حضرت کے پانی پت میں آئے اور بہت روز تک قیام کیا بلکہ ایک چلہ بھی کیا اور حضرت سے فیضان بھی حاصل کیا۔ حجرہ مخدوم جہانیاں متصل مقبرہ حضرت قلندر صاحب ہنوز مشہور ہے مگر صاحب مراۃ الاسرار نے اس کے خلاف لکھا ہے مگر پہلی حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر شریف حضرت کی کیا عجب ہے کہ قریب سوا سو برس کے ہوئی ہو یا یہ کہ عشرون فرمایا ہو۔ بعد میں عشرون کا عشرہ رہ گیا ہو۔ اس لئے کہ حضرت کی وفات سے بیس برس بعد مخدوم جہانیاں کی وفات ہوئی یعنی ۷۶۵ھ میں حضرت کی وفات ہوئی اور ۷۸۵ھ میں مخدوم جہانیاں کی وفات ہوئی۔ واللہ اعلم!

سیرالاقطاب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ملک مشرق میں مسافر تھے۔ ایک گاؤں میں پہنچے۔ دیکھا تمام اہل دیہہ اپنے اپنے اسباب و سامان باندھ کر بھاگنے کی تیاری کر رہے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا اپنے گھر چھوڑ کر کیوں بھاگتے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ حاکم خراج سخت مانگتا ہے۔ اس دیہہ میں کئی سال سے پیداوار نہیں ہوئی اپنی جانیں بچا کر کسی طرف کو نکل جائیں گے۔ آپ نے ارشاد کیا اپنے چوہدری کو ہمارے پاس لاؤ۔ وہ دوڑے گئے۔ اور چوہدری سے کہا کہ ایک درویش کامل آیا ہے وہ تجھے طلب کرتا ہے۔ جب چوہدری حاضر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ کل آلات آہنی لاکر اس موضع کا بیعنامہ ہمارے نام لکھ دو اور تم ہی رہو۔ اس نے بیع نامہ لکھ دیا۔ اس وقت فرمایا کہ کل آلاتِ آہنی لاکر ان کو انبار اُپلے میں رکھ کر آگ دو۔ صبح نکالنا۔ اس حیلہ سے سرکاری محاصل ادا ہو جائے گا۔ تم بھی متمول ہو جاؤ گے۔ انہوں نے بموجب ارشاد کے ایسا ہی کیا۔ حضرت شب کو خفیہ وہاں سے دوسری طرف روانہ ہوئے۔ صبح جب انہوں نے اپنے ہل پاتھے وغیرہ راکھ میں سے نکالے تو سب سونے کے تھے۔ بہت خوش ہوئے سرکاری دام ادا کیئے اور خود ہمیشہ کو متمول ہو گئے۔

ایک وقت حضرت کوہستان کی سیر پر تھے۔ ناگاہ ایک بلند پہاڑ پر گزر ہوا۔ دیکھا کہ ایک ہندو فقیر آنکھیں بند کیئے دھیان میں بیٹھا ہے۔ آپ اس کے سامنے تھوڑی دیر ایستادہ رہے اور اپنے قلب سے اس کے قلب کو حرکت دی۔ چونکہ وہ بھی اپنے فن میں کامل تھا آنکھیں کھولیں، روبرو آپ کو کھڑا پایا۔ سمجھا کہ یہ کامل درویش ہے اپنی جھولی سے ایک پتھر نکال کر حضرت کو دیا اور کہا کہ یہ پارس ہے۔ لوہا اس پر لگنے سے سونا ہوتا ہے۔ حضرت نے اس کو دیکھ کر تبسم کیا اور اس پتھر کو ایک گہرے غار میں پھینک دیا کہ جو برساتی پانی سے لبلب تھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا اور کہا کہ اے شخص میں نے یہ نعمت عظمیٰ بڑی جانکاہی سے پیدا کی تھی۔ تیرے حال پر رحم کر کے تجھ کو دی کہ تو کبھی فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہو۔ تو نے ایسی بے قدری سے اس کو ضائع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھ کو دیا وہ میری ملک تھی۔ میں نے جو چاہا کیا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ سچ ہے مگر تو نے میرے سامنے جو اس کو برباد کیا اس کا مجھ کو بہت درد ہے یا تو اس کو موجود کر ورنہ یہاں سے رستگاری نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا مردانِ خدا جس پتھر پر

نظر ڈالتے ہیں وہ پارس ہو جاتا ہے۔ اس ذراسے ٹکڑے کی کیا اصل ہے۔ اُس نے کہا میں نہ مانوں گا۔ میرا وہی پتھر پیدا کر۔ جب آپ نے دیکھا کہ جوگی نہ مانے گا۔ اس وقت فرمایا کہ اس پانی میں آ اور اپنا پتھر پہچان لے۔ جب جوگی پانی میں گیا۔ کل پتھر اسی شکل کے پائے۔ حیران ہوا کہ میرا کون سا ہے۔ پھر فرمایا کہ لوہا لگاکر دیکھ۔ جب لوہا لگایا وہ سونا بن گیا۔ غرض جس پتھر کو لوہا لگایا وہ سونا ہو گیا۔ بڑی تلاش سے اس کا وہ پتھر بھی ملا۔ اُس نے طمع سے ایک اور اٹھاکر چھپا لیا۔ حضرت نے نور باطن سے معلوم فرماکر کہا کہ ایک زیادہ کیوں لیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہوا اور دونوں پتھر روبرو حضرت کے رکھے اور قدم بوسی کرکے عرض کی کہ نعمت معرفت سے کچھ بندہ کو بھی مرحمت ہو۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نعمت بے اسلام کے حاصل نہیں ہوتی۔ وہ اسی وقت اسلام لاکر مرید ہوا۔ چند روز میں توجہ حضرت سے اولیاء ہوا۔

لکھا ہے کہ چالیس سال برابر حضرت نے سیاحی کی۔ بڑے بڑے بزرگوں سے ملے۔ فیضان بھی حاصل کیئے۔ لکھا ہے کہ جب عمر شریف حضرت کی آخر پہنچی اتفاقاً حضرت شیخ عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ سیر کرتے ہوئے آگئے اور پیر و مرشد کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ چند دن رہے پھر حضرت نے ان کو بطرف ردولی رخصت فرمایا اور کہا کہ ہمارے خواجگان کا طریق یہی ہے کہ بعد تربیت و تکمیل مرید صادق کو جدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی تجھ کو طرف سنام کے روانہ کر دیا تھا۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وقت نقل حضرت مخدوم شیخ علی احمد صابرؒ قدس سرہٗ حضرت شاہ ولایت موجود نہ تھے تو بھی میری نقل کے وقت موجود نہ ہو۔ یہ فرماکر خرقہ خلافت اور اپنے پیروں کے تبرکات مرحمت فرمائے۔ اور عین وقت رخصت کے کمال مہربانی سے فرمایا کہ عبدالحق میں خدائے عزّ و جل سے چاہتا ہوں کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو اور تمام عالم تیرے نور سے منور ہو اور قیامت تک اس کا اثر باقی رہے اور میرے فرزندوں کی دستگیری کرتے رہنا اور وقت نقل کے فرزندوں کو بلاکر وصیت فرمائی کہ وقت حاجت تمہاری دستگیری کو عبدالحق کافی ہے۔ وفات حضرت کی ۱۳۔ ربیع الاوّل ۷۶۵ھ میں ہوئی۔ مزار پانی پت میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

بعد انتقال حضرت کے حضرت شیخ احمد عبدالحق ایک بار پانی پت میں آئے۔ صاحب سجادہ اور دیگر صاحبزادگان نے آپ سے بیعت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں نہ آتا تو میرے مخدوم زادہ یونہی رہتے۔ اس روز سے اولاد حضرت شیخ جلال الدین کبیر اولیاء پانی پتی سلسلہ حضرت شیخ احمد عبدالحق سے بہرہ مند ہوتی ہے۔ اور وصیت حضرت کی کا پابند ہوں۔ حضرت کے چند خلیفہ تھے۔ ان میں صاحب سلسلہ چشتیہ شیخ احمد عبدالحق ہوئے کہ جن کا ذکر خیر آئے گا۔ دوسرے حضرت شیخ بہرام چشتی بنڈولوی قدس سرہٗ خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی ہوئے۔ لکھا ہے کہ پہلے ان کو خرقہ خلافت عطا کرکے بمقام برناوہ روانہ فرمایا تھا۔ وہاں آپ ہدایت خلق اللہ میں مصروف تھے۔ ایک

سال دریائے جمنا نے لبسمت بڈیولی کہ اب ضلع مظفر نگر میں عبور کر کے قصبہ کے نزدیک پہنچی - ساکنانِ قصبہ مذکور نے کہ معتقد حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی کے تھے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ اگر حضور تشریف لے چلیں تو ہم لوگ اس آفت سے بچیں - حضرت مخدوم نے ایک خط بدست خاص بنام شیخ بہرام لکھا اور سائلوں کو دیا کہ بزماوہ جا کر شیخ بہرام کو دو وہ تمہارے ہمراہ رہے گا - اللہ تعالیٰ تم کو اس آفت سے نجات دے گا - الغرض یہ لوگ بزماوہ آئے - آپ مکان کے اندر تھے - انہوں نے آواز دی - آپ باہر آئے - ان لوگوں نے مخدوم کا خط دیا - آپ نے اس خط کو پہلے بوسہ دیا پھر گھر میں گئے - اسی وقت ان کے ہمراہ ہوئے - جب بڈیولی پہنچے کنارہ دریا پر جا کر اپنا عصا زمین پر مارا اور فرمایا کہ باش دریں جا باش ! آپ نے اسی جگہ قیام فرمایا - تمام اہل قصبہ معتقد اور مطیع رہے -

حضرت نے ۷۵۴ھ میں وفات پائی - مزار پُر انوار قصبہ بڈیولی میں زیارت گاہ خلق ہے - ہزاروں سحر آلود اور مجنوں آستانہ فیض نشانہ پر حاضر ہو کر اچھے ہوتے ہیں - جو بیمار لاعلاج ہو کر چندے وہاں قیام کرتے ہیں اور چاہ آستانہ سے ہر روز غسل کرتے ہیں شفا پاتے ہیں - چنانچہ اس کاتب الحروف نے بچشم خود دیکھا ہے کہ ایسے ایسے دیوانے آتے ہیں جو جھکڑوں سے بندھے ہوتے ہیں - جہاں جھکڑا آستانہ میں آیا اور خدام نے ڈوری ان کے پیر میں باندھی اور کہا کہ چھوڑ دو اب یہ قید ہو چکا - کہیں نہیں جائے گا - اس وقت وہ کھول دیا جاتا ہے پھر نہ کسی کو مارتا ہے نہ گالیاں دیتا ہے - دیکھا ہے دیوانوں کو جب بول و براز کی حاجت ہوتی ہے تو خود آستانہ سے باہر جا کر بول و براز کر آتے ہیں - خود مزار پر جا کر سر ہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مارے کوڑوں کے کھال گرا دی - آگ لگا دی - وقت دوپہر کے سب اکٹھے ہو کر باری باری جنتر میں سے نکلتے ہیں - شور و شر کچھ نہیں کرتے - خود بر نے کے درخت پر چڑھتے ہیں اور اس کی ٹہنی پکڑ کر نیچے لٹکتے ہیں - روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہائے مارے کوڑوں کے کھال اڑا دی اور جو عورت خود مزار کے قریب جاتی ہے وہ کیسی ہی دیوانی ہو بے پردہ نہیں ہوتی باادب رہتی ہے - آسیب زدہ یا سحر آلودہ تو فوراً اچھے ہو جاتے ہیں اور جن کو دماغی یا قلبی خلل ہوتا ہے وہ چندے قیام کرنے سے اچھے ہوتے ہیں -

جب تک اہل قصبہ معتقد اور ہم مذہب حضرت کے رہے کبھی دریا نے نہیں ستایا - کبھی ہیضہ کی بیماری اس قصبہ میں نہیں آئی - جس روز سے وہ لوگ اثنا عشری ہوئے - بدلے عقیدت کے بغض ہوا - اس روز سے دریا پھر ستانے لگا ہے - ۱۸۹۱ھ میں وبا بھی آئی -

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ ۱۰۵۷ھ میں بجانب بادشاہ دہلی ایک ہندو حاکم بڈیولی ہوا اور وہ معافی کہ جو واسطے خدام آستانہ کے تھی اس کو ضبط کیا - وہ چھوٹے چھوٹے دو موضع ہیں اور وہ زمین کہ خاص قصبہ میں ہے - اور واسطے اخراجات آستانہ شریف کے ہے - اس کو بھی ضبط کرنا چاہا - اہالیانِ قصبہ نے حاکم کو منع کیا وہ نہ مانا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پیمائش کرنی شروع کی - خدام یہ کیفیت دیکھ کر مجبور ہو گئے - ان میں سے ایک روضہ پر

آیا اور فریاد کی کہ حضرت اس کم بخت نے ہماری روٹی چھینی۔ زمین خاص آستانہ کو بھی پیمائش کر رہا ہے۔ مدد کیجئے۔ مجاور کے کہتے ہی اندر آستانہ کے اس کو شور معلوم ہوا۔ وہاں اس حاکم کا گھوڑا بگڑا۔ وہ گھوڑے سے نیچے گرا اور ہوا پر معلق ہو اسی خادم نے اس کو ہوا پر دیکھ کر عرض کی کہ یا حضرت اس کو ہوا پر کیوں لٹکا رکھا ہے زمین پر دے ماریئے۔ فوراً وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہوا۔ اس کے آدمی اس کو آستانہ میں لائے۔ وہ چلّایا کہ مجھ کو جلد یہاں سے لے چلو کہ غیب سے میرے سر پر مار پڑتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہاں سے نکل۔ اس کے آدمیوں نے اس کو چارپائی پر ڈالا۔ خود اس کی مشکیں بندھ گئیں۔ جب چارپائی پر ڈالتے تھے وہ نیچے گر پڑتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر خدام سے عفو تقصیر چاہی۔ ان لوگوں نے آستانہ پر آ کر التماس کی کہ یا حضرت یہ اپنی سزا پا چکا۔ اب خطا معاف ہو۔ اسی وقت مشکیں کھلیں اور بعد چند روز کے اچھا ہوا اور بہت کچھ نذر و نیاز کی۔ خدام کو بہت کچھ دیا۔ اس قسم کے حالات بہت سنے اور کچھ چشم دید ہیں۔ اگر لکھوں تو تیسری کتاب تیار ہو۔

تیسرے خلیفہ شیخ نظام الدینؒ کہ تیس برس خدمت شیخ جلال الدین میں رہے۔ آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے سنام میں مقرر ہوئے۔ چند روز وہاں رہ کر حیات شیخ میں انتقال کیا اور ایک مدت آپ کی قبر پر شعلہ مثل چراغ کے روشن معلوم ہوتا رہا۔ ایک بار حضرت شیخ جلال الدین وہاں پہنچے۔ واسطے فاتحہ کے آپ کے مزار پر آئے۔ اس شعلہ کو دیکھ کر فرمایا کہ نظام الدین! یہ نور جو تمہاری قبر پر ظاہر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اندر رہے کہ کوئی نہ دیکھے کہ آداب شریعت متروک نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر نور ہمیشہ ہویدا رہتا تو روضہ مقدسہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رہتا۔ بمجرد فرمانے شیخ کے وہ اندر ہو گیا پھر ظاہر نہ ہوا۔

چوتھے خلیفہ حضرت خواجہ عبدالقادر کہ فرزند اکبر بھی تھے۔ یہ بھی حضرت کی حیات میں فوت ہوئے۔ پانی پت میں یہ محل رانیاں متصل سید محمود صاحب کے آسودہ ہیں۔

پانچویں خلیفہ حضرت خواجہ شبلی کہ فرزند دلبند بھی تھے کہ عالم علوم ظاہری و باطنی و تجرید و فقر میں یگانہ روزگار تھے۔ اہل دنیا و دنیا سے نہایت متنفر تھے۔ اور بسبب جسمی بیماری کے دونوں پیر بیکار ہو گئے تھے مگر حالت وجد میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اس طرح پر کہ جس طرح تندرست کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک روز عین حالت وجد و سماع میں آپ کے چچا شیخ ادریس آ گئے۔ آپ کو بحالت وجد کھڑا ہوا دیکھ کر کہنے لگے کہ شبلی وجد کے وقت جو تو کھڑا ہو جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شبلی اپنی کرامات دکھاتا ہے۔ یہ سن کر بیٹھ گئے پھر تا حیات نہیں اٹھے اور حضرت اپنے مریدان افغانان پانی پت پر کہ جن کی اولاد اب تک پانی پت میں آباد ہے۔ بہت مہربانی فرماتے تھے۔ ان کو دعا دی تھی کہ تمہارا تیر کبھی خطا نہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ ایک روز ایک افغان نے جلسہ عام میں کہا کہ ہمارے پیر کی دعا سے ہمارا تیر کبھی خطا نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر آسمان کی طرف تیر چھوڑا۔ سب دیکھ رہے تھے کہ کیا ہوتا ہے۔

جب تیر زمین پر گر پڑا۔ دیکھا کہ اس میں مچھلی بندھی ہوئی تھی۔ سب دیکھنے والے متحیر ہوئے اور سمجھے کہ یہ مردانِ خدا کی دُعا کا اثر ہے۔ وفات حضرت کی ۷۵۴ھ میں ہوئی۔

چھٹے خلیفہ خواجہ کریم الدّین کہ متصل اپنے برادر کلاں خواجہ عبدالقادر کے آسودہ ہیں۔

ساتویں خلیفہ خواجہ عبدالواحد کہ فرزند بھی تھے۔ مقبرہ کے باہر متصل دروازہ کے آسودہ ہیں۔

آٹھویں خلیفہ حضرت مخدوم شیخ زینا کہ ان کے دادا پر دادا حضرت کے جدّ کلاں کے ہمراہ گاذرون سے آئے تھے۔ قصبہ اندازی میں آسودہ ہیں۔

نویں خلیفہ شیخ احمد قلندر کہ قلعہ پانی پت پر پشت پر آسودہ ہیں۔

دسویں خلیفہ شیخ شہاب الدّین کہ قصبہ جھنجھانہ میں آسودہ ہیں۔ کیسی ہی ہوا چلے آپ کے مزار پر جو چراغ رکھ دیا جاتا ہے گل نہیں ہوتا۔

گیارھویں سیّد موسیٰ کہ بہار میں آسودہ ہیں۔

بارھویں حضرت قاضی اولیا کہ قصبہ سلطان پور علاقہ کرنال میں آسودہ ہیں۔ ان کی اولاد پہلے تو حضرت شیخ جلال الدّین کے صاحب سجادہ سے بیعت کرتی تھی اب اللہ جانے۔

چودھویں شیخ حسن کہ موضع نبہرہ پرگنہ بیانہ میں آسودہ ہیں۔

پندرھویں شیخ عبدالصمد سنامی کہ سنام میں آسودہ ہیں۔ ان کی اولاد میں سجادگی چلی آتی ہے۔ ان حضرت نے ملفوظات شیخ کے جمع کئے تھے۔

سولھویں میر سیّد محمود کہ متصل روضہ قلندر صاحب کے سرراہ آسودہ ہیں۔

سترھویں میر سراج الدّین کہ متصل دروازہ قدیم روضہ اقدس حضرت قلندر صاحب جانب شمال آسودہ ہیں۔

اٹھارھویں شیخ سرکینا کہ متصل شہر کے آسودہ ہیں۔ جس کسی کو کچھ حاجت ہوتی ہے آپ کے مزار سے خشت لاکر باادب رکھتا ہے۔ بعد پورے ہونے حاجت کے اس کے برابر شیرینی تول کر تقسیم کرتے ہیں۔

انیسویں شیخ سماؤ الدّین کہ کیرانہ میں آسودہ ہیں۔ آپ کا ذکر حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدّین کے ذکر کے ساتھ کیا جائے گا۔

بیسویں شاہ ولایت نظام الدّین کہ کیرانہ میں مسجد کلاں دربار کے آگے آپ کا مزار زیارت گاہ ہے اور بیس خلیفہ نظری ہیں۔ اس طرح چالیس خلیفہ ہوتے ہیں۔

محو جذبات جلال ربودہ نفحات جمال غرق شہود ذاتِ مطلق قطب الابدال

حضرت شیخ احمد عبدالحق نوشہ رودلوی قدس سرہ

سرحلقہ خلفائے شیخ جلال الدین پانی پتی کہ محبوب ترین خلفاء سے تھے۔ شان عظیم حال مستقیم رکھتے تھے۔ قہر و لطف سے جو کچھ آپ کے خیال میں آتا اسی وقت اس کا ظہور ہوتا۔ ریاضت اور مجاہدہ ایسا کیا کہ چھ ماہ ایک قبر میں پوشیدہ یادِ حق میں رہے۔ آپ کو بھی ہروقت استغراق رہتا تھا کہ نماز جمعہ کو جماعتی خادم حق حق کہتا ہوا آگے چلتا تھا تب آپ آگے قدم رکھتے تھے۔ اگر وہ کبھی چپ ہو جاتا۔ آپ بھی کھڑے رہ جاتے تھے۔

شیخ عبدالرحمٰن چشتی کہ مصنف مراۃ الاسرار اور اوراد چشتیہ میں نقل کرتے ہیں کہ اسم حق میں ان حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق رحہ و مریدان شیخ کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی سانس بغیر ذکر حق کے خالی نہ آتا تھا۔ ہر موقع ہر محل ہر کاروبار میں حق کہتے تھے۔ چنانچہ اسم حق اور جمال حق میں مستغرق رہتے تھے۔ چنانچہ آج تک آپ کے سلسلہ میں ذکر حق جاری ہے۔ جاننا چاہیے کہ جب روح عارف کی دریائے توحید میں غوطہ زن ہوتی ہے تو انانیت گم ہوکر تنہا لفظ حق حق کہنے لگتا ہے اور حقیقت توحید معاینہ کرکے حقیقت اشیا ہیزدہ ہزار عالم کو ایک وجود جانتا ہے۔ اس سبب سے حق بحقیقت پہنچ جاتا ہے۔

الغرض سلسلہ نسب حضرت چند واسطوں سے امیرالمومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ سے منتہی ہوتا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دادا شیخ داؤد مع چند مردان قبیلہ کے حادثہ ہلاکو خاں میں بلخ سے نکل کر وارد ہندوستان ہوئے اور عہد سلطان علاؤالدین خلجی اودھ میں اہل مد ہوئے۔ اور قصبہ رودولی کی سکونت اختیار کی۔ شیخ داؤد مرد عظیم القدر تھے اور مرید حضرت مخدوم نصیرالدین رحہ چراغ دہلی کے تھے۔ اپنے حال و جمال باطنی کو کسوت اہل ظاہر میں پوشیدہ رکھتے تھے اور متقی تھے۔ ان کا مزار بھی اپنے والد کے پاس واقعہ ہے۔

بعد انتقال ایک پسر شیخ عمر کو چھوڑا کہ یہ بھی مشائخ سیرت اور متقی تھے۔ ان کا مزار بھی اپنے والد کے پاس ہے۔ شیخ عمر کے دو صاحبزادے تھے ایک شیخ تقی الدین، دوسرے شیخ احمد عبدالحق۔ شیخ تقی دہلی میں آ رہے تھے اور حضرت شیخ احمد عبدالحق رودلوی رحہ والدہ کے پاس تھے۔ صاحب انوار نورالعیون تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ احمد قدس سرہ

سات برس کے تھے۔ ہمیشہ اپنی والدہ کے ہمراہ نماز تہجد الحمد کر ادا کرتے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے شفقت مادری سے کہا کہ عبدالحق ابھی تم پر نماز فرض نہیں تم تقویٰ میں اپنی کوشش کرتے ہو۔ چونکہ آپ عاشق الٰہی تھے والدہ کی یہ بات خلاف معلوم ہوئی اور کہا کہ یہ کیسی مادر مہربان ہے کہ اپنا کار تو کرتی ہے اور مجھ کو امر حق سے باز رکھتی ہے۔ نہایتِ شوق میں گھر سے بے سروسامان نکل کر چل دیئے مگر زبان پر لفظ حق جاری ہوگیا۔ اور بعد ڈیڑھ دو ماہ کے اپنے بھائی شیخ تقی الدین کے پاس دہلی میں آئے۔ انہوں نے ان پر شفقت کی اور ان کو ایک مولوی کے پاس لے گئے کہ تعلیم کریں۔ انہوں نے ان کو میزان الصرف شروع کرائی۔ جب سبق ضرب ضربا آیا اس کے معنی پڑھے۔ استاد سے کہنے لگے کہ راہِ حق میں زدن اور زدہ شدن کا کیا کام مجھ کو ایسا علم پڑھاؤ جس سے معرفت حق حاصل ہو کہ سوائے اس کے میں اور کو دوست نہیں رکھتا۔ مولوی صاحب یہ سن کر متحیر ہوئے اور ان کی طلب صادق پر روئے اور عذر کیا۔ ان کے بھائی سے کہا کہ اس عزیز کا مطلب دوسرا ہے۔ ہم تم کو اس امر میں کچھ دخل نہیں۔

اوّل سے ایسا استغراق تھا کہ ایک روز زوجہ شیخ تقی الدین نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اس کو کیوں نہیں پڑھاتے کہیں اسے پڑھنے بٹھاؤ کہ علم جوہر انسان ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کچھ اور ہی پڑھا ہوا ہے۔ دیکھو میں تمہیں دکھائے دیتا ہوں۔ ایک بٹوہ میں پانچ روپے ڈال کر ان کو دیئے اور کہا کہ ان کو بحفاظت تمام رکھنا۔ آپ نے وہ بٹوہ لے کر دروازہ کی دہلیز میں گاڑ دیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ کی بھاوجہ نے پوچھا کہ بھائی عبدالحق وہ بٹوہ کہاں ہے۔ یہ سن کر کہنے لگے کہ کیسا بٹوہ میں کیا جانوں۔ انہوں نے کہا ابھی جو تمہارے بھائی نے دیا ہے۔ رونے لگے کہ مجھ کو بہتان لگاتی ہو۔ مجھ کو بٹوہ نہیں دیا۔ انہوں نے وہ جگہ بتائی جہاں آپ نے بٹوہ گاڑا تھا۔ اس وقت یاد آیا اور فرمایا کہ میں بھول گیا تھا۔

آخر آپ کو صحبت دنیا داراں خوش نہ آئی۔ دہلی سے نکل کر اور بزرگوں سے ملے۔ آپ کے درد کو کسی نے تشخیص نہ کیا۔ ایک مدت جنگل میں عبادت میں مشغول رہے اور ریاضت اور مجاہدہ بے حد کمال کو پہنچایا۔ بعد الہام غیبی پانی پت میں وارد ہو کر شیخ جلال الدین پانی پتی سے مل کر عارف حق ہوئے۔ اس کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ شیخ جلال الدین نے آنا شیخ عبدالحق کا نور باطن سے معلوم کر کے چند گھوڑے باساز زریں کسوا کر در خانقاہ پر ایستادہ کرا دیئے اور خادم کو حکم دیا کہ آج دسترخوان نہایت تکلف سے تیار ہو اور خراب بھی کوئی ایسی چیز ہو کہ جس کا چھونا منع ہے کھانا حرام ہو۔ بعض نے لکھا ہے کہ شراب وغیرہ مسکرات تھی۔ نعوذ باللہ! جو ذات بابرکات ہو اور وہ اپنے مریدوں کو خراب و حرام چیز کے لگانے کا حکم دے۔ خوب ثابت ہے کہ شیخ کو نہایت اتقا تھا۔

الغرض جب شیخ عبدالحق دروازہ پر آئے۔ گھوڑے اور آرائش مکان اور تزک احتشام دیکھ کر اپنے دل میں کہنے لگے کہ جو شخص ایسا باحشمت اور دنیا دار ہو محبت الٰہی سے اس کو کیا ذوق ہوگا۔ جب اندر آئے تو دسترخوان کو دیکھ کر اور

بھی حیران ہوئے اور اشیائے مسکرات دیکھ کر متنفر ہوئے۔ وہاں سے نکل کر چل دیئے۔ تمام دن چلے۔ شام کو قریب ایک آبادی کے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ پانی پت ہے۔ یہ سن کر بہت ہی حیران ہوئے۔ وہ شب باہر بسر کر کے صبح پھر راہی ہوئے۔ تھوڑی دُور چلے گئے کہ راہ گم کر گئے۔ دیکھا کہ ایک خشک درخت پر ایک شخص کلاہ سر پر رکھے بیٹھا ہے۔ انہوں نے اس سے راستہ دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ اے گمراہ اصلی راستہ دروازہ شیخ جلال الدین سے گم کر کے آیا ہے۔ اگر یقین نہیں تو دو شخص اور آتے ہیں ان سے پوچھ لے۔ جب یہ چند قدم اور آگے بڑھے دیکھا کہ دو شخص بشکل مشائخ آتے ہیں۔ ان کے نزدیک پہنچ کر راستہ دریافت کیا۔ انہوں نے بھی کہا، تو دروازہ شیخ جلال الدین سے راہ گم کر کے آتا ہے۔ تیرا راستہ دروازہ شیخ پر ہے۔ اب تو ان پر یقین ہوا کہ یہ ہدایت غیبی ہے۔ پس باعتقاد تمام وہاں سے واپس ہوئے اور دل میں کہا کہ اگر وہ اپنی کلاہ مزار خواجہ شمس الدین سے مس کر کے میرے سر پر رکھیں اور حلوہ دیں تو کیا خوب ہے۔ جب یہ قریب خانقاہ کے پہنچے ان کے آنے کا حال نور باطن سے معلوم کر کے روضہ پیر و مرشد میں تشریف لے گئے۔ خانقاہ پر ان کو معلوم ہوا کہ شیخ روضہ خواجہ شمس الدین میں ہیں۔ یہ بھی نہایت اشتیاق سے وہاں پہنچے اور اندر روضہ کے جا کر شیخ کی قدم بوسی کی۔ شیخ نے اپنی کلاہ روضہ شیخ سے مس کر کے ان کے سر پر رکھی۔ اسی وقت برائے نیاز ایک شخص حلوا لایا۔ شیخ نے فاتحہ دے کر ان کو اور دیگر حاضرین کو تقسیم فرمایا۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ کل حلوا ان کے حوالے فرما کر کہا کہ یہ تمہاری آرزو تھی۔ یہ حلوہ لے کر خوش ہوئے اور تین بار دونوں نے حق حق کہا اور شیخ نے ان کو مرید فرمایا۔

بعدۂ جب کار بہ تکمیل پہنچا، خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہزاروں خلفائے نامدار توجہ حضرت سے مقتدائے روزگار اور بمرتبہ ولایت کے پہنچے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں یہ سلسلہ نہ ہو۔ بعض نے لکھا ہے کہ جب شیخ احمد دوبارہ آئے ہیں تو شیخ ان کے شوق میں در خانقاہ پر ایستادہ تھے۔

صاحب اقتباس الانوار حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ جب شیخ احمد عبدالحق گئے اور مرید ہوئے تو خدمت شیخ میں رہنے لگے۔ مگر ان کے دل میں بوجہ اسباب معیشت کے تنفر تھا اس لئے کہ ان کو تجرید سے اُلفت تھی۔ ایک روز کسی مرید شیخ کے ہاں دعوت ہوئی۔ اس میں شیخ اور شیخ عبدالحق اور دیگر حضرات مرجع تھے۔ دانستہ برائے مصلحت کوئی نشہ کی بھی چیز موجود کی گئی تھی۔ وہ دیکھ کر ان کو نفرت ہوئی اور چلے گئے تھے۔ بار دیگر پھر آ کر مرید ہوئے۔ شیخ اپنی نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ ایک روز خادم کو حکم دیا کہ آج ہر قسم کا کھانا اور کوئی نشہ کی بھی چیز ہو۔ جب دستر خوان آراستہ ہوا۔ چند اور بھی یار حاضر ہوئے۔ شیخ احمد عبدالحق کو بھی طلب کیا اور ان کو دیکھ کر فرمایا کہ بابا عبدالحق جس برتن کو حق سے جُدا جانے اور دُور سمجھے اس میں ہاتھ نہ ڈالنا۔ یہ سنتے ہی انہوں نے

تو شیخ کی طرف دیکھا انوار تجلیات اللہ نور السموٰت والارض کا مشاہدہ ہوا۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اللہ رونما ہوا۔ نہایت تجلیات ظہور حق سے متحیر اور بے خود ہو کر زار زار روئے اور ایک مدت تک ایک گوشہ میں محو جمال حق میں پڑے رہے ایک روز حضرت شیخ نے کمال مہربانی سے ان کے پاس جا کر فرمایا کہ بابا عبدالحق ہوشیار ہو کچھ کھاؤ۔ آپ نے یہ سن کر سر استغراق سے اٹھا کر عرض کیا کہ یا شیخ میں نہیں جانتا کہ کیا کھاؤں یا کیا کروں۔ کس لئے کھانے کی خواہش کروں۔ کس سے پرہیز کروں اور پاک ناپاک میں کیوں کر فرق کروں۔ کسی بزرگ کا قول کیا خوب ہے ؎

غیرتش در جہاں نگہداشت — لاجرم عین جملہ اشیاء شد

سبحان اللہ! وہ مقامات کہ جو بزرگوں کو بعد تکمیل کے حاصل ہوتے ہیں ان کو اوائل میں حاصل ہوئے۔ الغرض جب شیخ نے بہت فرمایا تو عرض کیا کہ سانویں کی روٹی بہتر ہے۔ مریدی سے پہلے بھی حضرت سانویں کی روٹی سے انطار فرمایا کرتے تھے۔ شیخ نے بہت فرمایا تو عرض کیا کہ سانویں کی روٹی لاؤ۔ انہوں نے بموجب حکم اس کے چاولوں کی روٹی تیار کر کے حاضر کی۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ سانویں کی روٹی نہیں ہے بلکہ چاولوں کی روٹی ہے۔ شیخ نے فرمایا بابا اللہ پاک ہے۔ پاک پاک کو عنایت فرماتا ہے۔ آخر تک پاک رہے۔ پس بعد ان ہدایات کے شکوک رفع ہوئے اور ثابت قدمی سے اپنے کار میں مشغول ہوئے۔

بعد تربیت کے خواجگان چشت کا طریقہ ہے کہ مرید صادق کو اپنے سے جدا کر کے سفر کراتے ہیں۔ پس بموجب اجازت شیخ کے سفر اختیار کیا۔ ایک شب آپ کا گزر ایک شہر میں ہوا اور مسجد جامع میں ٹھہرے۔ بعد نماز عشا کے دیکھا کہ تمام خلق شہر کی مسجد میں آ کر اذانیں کہنے لگی۔ آپ نے پوچھا اذانیں کیوں کہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس شہر میں بلا نازل ہوئی ہے۔ اس کے دفع کرنے کو اذانیں کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا تم بھی درویش ہو اذان کہو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ اللہ کی طرف بلا نازل ہو اور میں اس کے دفع کی کوشش کروں۔ حق کی طرف سے جو ہے وہ رحمت ہے اور زار زار روتے ہوئے اسی وقت وہاں سے اٹھ کر راہی ہوئے۔

آخر قصبہ سنام میں پہنچ کر ایک ضعیفہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ وہ بی بی اس قدر ریاضت کرتی تھی کہ حضرت اس سے سبقت نہ لے جاتے تھے۔ نام اس ضعیفہ کا فاطمہ تھا۔ اور سنام میں ایک مجذوب تھے ان سے حضرت کو کمال محبت ہو گئی تھی۔ ان کے واسطے کھانا لے کر جاتے۔ وہ فرماتے کہ یہ رحمت حق ہے اور کھا لیتے۔ ایک روز اس ضعیفہ نے خواب میں دیکھا کہ حوض میں سے مچھلیاں ماری جاتی ہیں اور صبح حضرت سے بیان کیا اور تعبیر چاہی۔ آپ نے فرمایا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ تیرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سنام خراب ہوا اور میرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ دہلی خراب ہو گی۔ چنانچہ اسی عرصہ میں حضرت امیر تیمور صاحب قران وارد ہندوستان ہوئے۔ آپ نے اس مجذوب سے کہا کہ اب کیا رائے ہے۔ اس نے کہا کہ میں بھی یہاں سے جاتا ہوں تم بھی چلے جاؤ۔ چنانچہ بعد آنے آپ کے سنام تاراج ہوا

جب آپ پانی پت میں آئے دیکھا کہ شیخ بھی تیاری سفر کی کر رہے ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی ایک طباق چاولوں کا مرحمت فرماکر کہا کہ یہاں رہنا بہتر نہیں۔ شیخ تو کوہستان شمالی کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت طرف بدایون کے آئے۔ چندے قیام فرماکر عازم بنگالہ ہوئے۔ بمقام پنڈوہ شیخ علاؤالدین بنگالی سے ملے۔ وہاں سے چل کر بہار شریف میں آئے۔ وہاں دو مجذوبوں سے ملے۔ انہوں نے آپ کے حق میں دعائیں کیں۔ وہاں سے چل کر ایک قبرستان میں رہے۔ عجائبات دیکھے۔ اہل قبور کی کرامات معائینہ فرمائیں۔ آخر ایک اہل خبر کی نصیحت سے وطن میں آکر مسند ہدایت پر متمکن ہو کر تربیت مریدوں میں مشغول ہوئے اور اہل برادری سے نکاح کرایا۔ پہلے آپ کے ہاں شیخ عزیز پیدا ہوئے۔ انہوں نے پیدا ہوتے ہی حق کہا کہ تمام اہل خانہ نے سُنا۔ اسی طرح ان سے خوارق ظاہر ہوتے۔ ایک روز غل مچا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا غل ہے۔ لوگوں نے کہا کہ چناں اور چنیں خوارق صاحبزادہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ نے گھر جاکر فرمایا کہ میرے گھر میں ایسا غل نہ چاہیے۔ اور گھر سے نکل کر گورغریباں میں آئے اور فرمایا کہ اس جگہ قبر عزیز کی ہے۔ اسی وقت وہ فوت ہوئے۔ بعدہٗ دوسرے صاحبزادہ تولد ہوئے۔ انہوں نے حق کہا اور خوارق ظاہر ہوئے۔ آپ نے ان کے واسطے بھی دعا کی وہ بھی فوت ہوئے۔ آخر جب شیخ عارف پسر سوم تولد ہوئے وہ زندہ رہے اور عارف کامل ہو صاحب سلسلہ ہوا۔ اس سلسلہ کو احمدیہ چشتیہ کہتے ہیں۔

لکھا ہے کہ ایک روز حضرت دیوارِ حجرہ پر تشریف فرما تھے کہ شیخ جمال گوجرہ گھوڑی پر سوار جاتے تھے حضرت کو دیوار پر بیٹھا دیکھ کر کہنے لگا کہ ممکن ہے کہ یہ دیوار ہلنے لگے اور چلنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا مشکل ہے۔ اسی وقت حرکت میں آئی۔ آپ نے فرمایا بھائی جمال تمہاری گھوڑی کیسی چلتی ہے۔ انہوں نے ہر چند کوڑے مارے اس نے قدم بھی نہ ہلایا۔ اس وقت شیخ جمال شرمندہ ہوئے اور عذر چاہا۔

الغرض رودلی میں آپ کے دو حجرے تھے۔ جمالی نیچے جلالی بالائے بام تھا۔ ایک بار پیادے حاکم رودلی کے خانقاہ حضرت سے ایک چارپائی اٹھا لے گئے۔ خدام نے عرض کیا، آپ نے فرمایا صبر کرو۔ تھوڑی دیر بعد سُنا کہ وہ حاکم مر گیا۔

ایک بار حضرت مع چند یاراں مسافر تھے۔ ایک جنگل میں پہنچے۔ وہاں ایک درخت نہایت شاداب و سرسبز تھا۔ نیچے اس کے صاف زمین تھی۔ آپ وہاں ٹھہر کر مشغول ہوئے یہاں تک کہ رُوح نے پرواز کی۔ خالی جسد رہ گیا ہمراہی یہ حال دیکھ کر زاری میں آئے اور بہت لوگ جمع ہو گئے۔ جب بہت شور و غل مچا۔ آپ نے چشم وا کی اور فرمایا کہ میرا ارادہ اسی جگہ رہنے کا تھا مگر تمہاری شورش سے پھر واپس آنا پڑا۔ یہ فرماکر رودلی شریف کو واپس آئے۔ وفات حضرت کی ۱۵ جمادی الثانی ۸۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار رودلی شریف میں زیارت گاہ خلق ہے۔

خلیفہ اوّل حضرت شیخ عارف۔ دوسرے شیخ مخلص۔ تیسرے شیخ بختیار و شیخ شمس الدین و شیخ بہرام کہ یہ حضرت

بھی کامل وقت گزرے ہیں۔ اور نہایت پیر پرست تھے۔

حضرت شیخ قوام الدین سارنگ چشتی سہروردی قدس سرہ

یہ حضرت پہلے امرائے اہل ہنود سے تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو ان کی ہمشیرہ سے سلطان محمود بن فیروز شاہ نے نکاح کیا۔ یہ امرائے شاہی میں معزز ہوئے اور اپنے نام پر سارنگ پور آباد کیا کہ دکن میں مشہور شہر ہے۔ اکثر بادشاہ مخدوم جلال الدینؒ اور شیخ راجن قتالؒ کی خدمت میں کھانا انہی کے ہمراہ کر کے بھیجا کرتا تھا۔ ایک روز شیخ راجن قتال نے کہا کہ سارنگ اگر تو پانچوں وقت نماز پڑھا کرے تو میں اورنش شیخ جلال کا تجھ کو دیا کروں۔ انہوں نے قبول کیا اور اس تبرک سے مشرف ہوئے۔ پھر فرمایا کہ اگر تو نماز چاشت اور اشراق اپنے اوپر لازم کرے تو میں اور تو دونوں ایک برتن میں کھاویں۔ انہوں نے قبول کیا اور تینوں صاحبوں نے ایک جگہ کھانا کھایا۔ اسی وقت نورِ باطن ان کا منور ہوا بعدہٗ شیخ قوام الدین خلیفہ شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلی کے مرید ہوئے۔ شیخ نے ان کو اشغال پیران چشت میں مشغول کیا۔ بعد چند روز کے سلطان محمد نے قضا کی۔ انہوں نے تمام مال و منال جائداد ترک کر کے اپنی اہلیہ وغیرہ کو ہمراہ لے کر پا پیادہ راہی طرف حرمین شریفین ہوئے۔ یہ کبھی کیوں پیروں چلے تھے۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ ناچار قافلہ سے جدا ہو کر رہ گئے۔ تیسرے روز فرمایا کہ تم لوگ تین قدم مجھ سے پیچھے آنکھیں بند کر کے آؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا جب چشم کھولی اپنے کو قریب قافلہ کے پایا۔

اسی طرح زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر پھر ہندوستان میں آ کر شیخ یوسف بڈھؒ کی خدمت میں رہے اور ان سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور کبھی کبھی لکھنؤ میں آ کر زیارت پیر روشن ضمیر شیخ قوام الدین سے بھی مشرف ہوتے تھے، مگر وقت وفات پیر کی موجود نہ تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ سارنگ اس وقت موجود نہیں ہے ورنہ میں اپنا خرقہ اس کو دیتا اور لباس اپنا حاضرین کے سپرد کیا کہ شیخ سارنگ کی امانت ہے۔ چنانچہ بعد انتقال شیخ کے جب لکھنؤ پہنچے امانت پیر سے مشرف ہوئے اور لکھا ہے کہ شیخ راجن قتال نے بھی تبرکات اپنے پیروں کے شیخ سارنگؒ کے پاس بھیج دیئے تھے۔

حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ

حضرت شاگرد قاضی عبد المقتدؒ کے اور خلیفہ مولانا محمد خواجگیؒ کے تھے اور سید محمد اشرف علی سمنانیؒ سے بھی استفادہ تھا۔ آپ بڑے فاضل اور باکمال تھے۔ چنانچہ شرح قافیہ اور کتاب الارشاد کہ علم نحو میں ہے اور علم بلاغت میں بدیع البیان لاثانی ہے اور بحر مواج تفسیر قرآن فارسی و تقسیم صناعیہ آپ کی تصنیفات سے موجود ہیں اور شعر بھی خوب فرماتے

ہیں اور اہل بیت کی شان میں آپ کا ایک رسالہ مناقب السادات ہے۔ وفات حضرت کی ۸۴۰ھ میں ہوئی۔ ایک قطعہ آپ کا تبرگا درج ہے ؎

این نفس خاکسار کہ آتش سزائے اوست — بر باد گشت لائق بے آب کردن است
شخصے چناں فرست کہ پا بر سرم نہد — ریزد ہمہ معنے و تکبر کہ در من است

حضرت میر سید ید اللہ نبیرہ سید محمود گیسو دراز قدس سرہٗ

حضرت نے عالم خوردی میں خرقہ خلافت حاصل کیا یعنے جدّ آپ کے وضو فرما رہے تھے اور عمامہ زانو پر رکھا تھا آپ نے اٹھا کر اس کو اپنے سر پر رکھا۔ سید صاحب نے فرمایا کہ یہ خلعت تجھ کو مبارک ہو۔ الحمد للہ کہ امانت اپنے اہل کو پہنچی۔ اس روز سے سید صاحب جس کو مرید فرماتے نیابت سید ید اللہ کرتے۔ ایک بار آپ ایک لڑکی ناکتخدا پر عاشق ہوئے۔ آخر اس سے نکاح کیا۔ جب جلوہ پر بیٹھے اس کے جمال کو دیکھ کر شوق پیدا ہوا۔ ایک آہ سرد بھر کر جان عزیز کو معشوق حقیقی کے سپرد کیا۔ بعدہٗ اس دلہن نے اسی محفل مستورات میں ان کو گود میں لیا اور فوت ہوگئی۔ آخر دونوں عاشق و معشوق کو ایک قبر میں رکھا۔ وفات حضرت کی ۸۴۹ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ نور الدین قطب عالم بنگالی قدس سرہٗ

آپ فرزند دلبند و خلیفہ ارجمند علاؤ الدین علاؤ الحق بنگالی تھے۔ صاحب عشق اور مشاہیر اولیائے ہند سے ہوئے ہیں۔ آپ کی کرامات مشہور ہیں۔ خدمات مرشد بجا لا کر قطب عالم سے مخاطب ہوئے۔ حضرت شیخ علاؤ الدین نے تمام خدمات خانقاہ آپ ہی کے سپرد کی تھیں۔ اتفاقاً ایک درویش کے شکم میں درد ہوا۔ حاجت پاخانہ کی ہوئی۔ جب آپ اس کو اٹھانے لگے اس کا دست نکل گیا۔ آپ کے تمام کپڑے خراب ہوئے۔ یہ حال ان کا دیکھ کر شیخ علاؤ الدین بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ خدمت تو نے خوب ادا کی۔ اب دوسری خدمت میں مشغول ہو۔ چنانچہ کار فقر کو بانتہا پہنچایا۔ رفیق العارفین نے لکھا ہے کہ روز آپ برائے لنگر خانقاہ لکڑیوں کا بوجھ سر پر لئے چلے آتے تھے۔ آپ کے برادر کلاں شیخ اعظم خاں کہ وزیر سلاطین تھے مل گئے۔ دیکھ کر فرمانے لگے نور الدین کب تک لکڑیاں ڈھوئے گا۔ باپ کے پاس رہ کر دیکھ لیا کہ لکڑیاں ڈھوتا ہے۔ میرے پاس آ کہ تجھ کو دولت و جاہ سے مستغنی کر دوں۔ یہ سن کر جواب دیا کہ بندہ کو آپ کی دولت و حشمت کہ فانی ہے کچھ حاجت نہیں، ہیزم کشی خانقاہ بہتر۔ منصب وزارت تیرے لئے ہے۔ وفات حضرت کی ۸۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار شریف پنڈوہ میں ہے۔ اور شیخ رفعت الدین اور شیخ انور دو صاحبزادہ تھے بعد وفات حضرت کے صاحب سجادہ تھے۔

حضرت شیخ علاؤ الدین قریشی قدس سرہ

خلیفہ سید محمد دراز کے۔ علاؤ الدین قریشی گوالیاری مشہور ہیں۔ صاحب جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ ہمیشہ گوشۂ تنہائی میں یادِ معبود کیا کرتے بلکہ خادم کو حکم تھا کہ کوئی اندر میرے پاس نہ آئے۔ وفات حضرت کی ۸۵۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ کبیر چشتی قدس سرہ

آپ اولاد شیخ فرید بن عبد العزیز بن عبد المجید صوفی ناگوری میں تھے۔ نہایت بزرگ اور صاحب مقامات تھے شرح صنور مصباح آپ کی تصنیف ہے۔ ناگور سے ہجرت کر کے گجرات میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں ۸۹۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہ

مرید و خلیفہ و شاگرد شیخ عبد المقتدر کے اور ان کے پوتے بھی تھے۔ فاضل اور مشائخ وقت گزرے ہیں۔ مکارم اخلاق سے نقل ہے کہ شیخ ابوالفتح جونپوری چودہ مہینے شکم مادر میں رہے۔ آپ کے جد نہایت فکرمند تھے۔ ایک روز شیخ رکن ابوالفتح ملتانی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ قاضی کے گھر پوتا ہوگا۔ اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ اسی روز ۱۴ محرم ۸۰۲ھ میں حضرت تولد ہوئے۔ اسی وقت شیخ جمال الدین مرید شیخ عثمان سیاح ان کے گھر آئے اور آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ابوالفتح ہے۔ قاضی اس بچہ سے تیرا گھر پُر نور ہوگا۔ آخر الامر شیخ عبد الحی والد شیخ ابوالفتح نے اپنے والد کی حیات میں قضا کی اور آپ نے اپنے دادا سے تربیت پائی۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعد انتقال قاضی عبد المقتدر کے مسند خلافت چشتیہ پر متمکن ہوئے۔ ایام امیر تیمور میں جونپور تشریف لائے اور زیر سایہ دیوار ایام گزاری کی۔ بعض اوقات بھوک سے بدن میں لرزہ آ جاتا تھا۔ ایک روز ایک سوداگر مرید قاضی عبد المقتدر کا آیا۔ آپ کی یہ صورت دیکھ کر کہنے لگا کہ ایک مکان قریب مسجد نہایت عمدہ ہے خرید لیجئے۔ اگر روپیہ نہ ہو تو میرے پاس موجود ہے۔ اور تھیلی آپ کے آگے رکھ دی۔ آپ نے اس روپیہ سے وہ مکان خریدا اور بتدریج خانقاہ تیار کرائی۔ پھر یہ سوداگر آیا اور کیفیت خانقاہ کی دیکھ کر دل میں خطرہ لایا کہ شیخ کے پاس بہت مال ہے جو ایسا مکان بنایا۔ آپ نے اس کے خطرہ کو معلوم کر کے فرمایا کہ میرے پاس بہت مال ہے۔ ایک حجرہ زر اور ایک نقرہ سے پُر ہے۔ مگر چور کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ جو چاہتا ہوں، خرچ کرتا ہوں۔ دوسروں کے مال کو چور لیتے ہیں۔ یہ سمجھا کہ یہ بددعا میرے مال کے واسطے ہے۔ شیخ نے آگاہ ہو کر فرمایا

کہ مجھ کو کچھ اختیار نہیں جو کہوا تا ہے میں کہتا ہوں۔ پس ان ہی دنوں میں اس سوداگر کے ہاں چوری ہوئی۔ ایک بار آپ کے گھر میں ہن برسی تھی۔ شیخ محمد آب کش دریا بادی اور شیخ فخر الدین بجنوری یہ دو صاحب آپ کے خلیفہ تھے۔ وفات حضرت کی بروز جمعہ ۱۲۔ ربیع الاوّل ۸۵۶ھ میں ہوئی۔ مزار جونپور میں ہے۔

حضرت شیخ عارف قدس سرّہٗ فرزند شیخ احمد عبدالحق رودلیؒ

حضرت نے بعد انتقال پدر کے سجادہ مشیخیت پر بیٹھ کر ہزاروں طالبانِ حق کو حق رسیدہ کیا۔ حضرت بندگی شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں کہ خُلق کی یہ کیفیت تھی کہ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ مجھ سے زیادہ محبت دوسرے سے نہیں فرماتے میں نے اپنی عمر میں کسی سے یہ نہیں سُنا کہ مجھ سے شیخ محبت نہیں کرتے تھے۔ وجودِ عالم کثرت نظر اقدس سے اٹھ گیا تھا۔ مستغرق جمال وحدیث تھے۔ اس وجہ سے صلح کل تھے۔ جب آپ کو پڑھنے بٹھایا حضرت کے والد نے معلّم سے فرمایا کہ اپنے علم سے اس کو کچھ مت سکھا کہ علم حجاب اکبر ہے۔ میں اس کو اپنا علم سکھاؤں گا۔ تمہارے پاس فقط ادب سیکھنے کے لئے بٹھایا ہے کہ نشست برخاست کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ جب آپ کسی قدر سیانے ہوئے ایک روز آپ کے والد نے اہل خانہ سے کہا کہ فقیر نے بدرگاہ حق گستاخی کی ہے۔ چند مرتبہ فرستادہ حق مجھ کو لینے آئے میں نے ہر بار یہی جواب دیا کہ جب تک کار خیر اپنے فرزند سے فارغ نہیں ہوتا۔ نہیں آتا۔ اے مادر نکھوری ہوشیار ہو اور شادی کا بندوبست کر۔ شیخ عارف کو بچپن میں نکھوری کہتے ہیں۔

ایک روز شیخ احمد عبدالحق قدس سرّہٗ نے شیخ نورالدّین سے جو خلیفہ سیّد موسیٰ کے تھے اور آپ کے محب اور معتقد تھے کہا: سیّد اپنی لڑکی کا عقد نکھوری سے کر دو۔ انہوں نے اسی وقت قبول کیا۔ آپ نے مریدوں اور دُلہا کو ہمراہ لے کر مکان شیخ نورالدین کا قصد کیا۔ اس دوران میں اور شرفائے قصبہ بھی آ گئے۔ جب شیخ نورالدّین مکان پر جا بیٹھے اور یہ خبر قاضی شمس الدّین کو ہوئی۔ انہوں نے آ کر سیّد سے کہا کہ ہم کو فقیروں سے کیا نسبت اور ایسا فقیر کہ ایک کلمہ میں آتش ایک کلمہ میں پانی رکھتا ہے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرمایا کہ یہ سیّد کو منع کرتا ہے۔ نظر غضب سے اس کو دیکھا۔ معاً خون اس کے شکم سے جاری ہوا۔ آخر وہ بمنت پیش آیا۔ آپ نے مہلت دی اور نکاح کے واسطے چھ ماہ کی مہلت ہوئی۔ بعدہٗ حضرت خانقاہ کو واپس آ گئے۔ آخر بعد چھ ماہ کے نکاح ہوا۔ اور قاضی کے شکم سے خون جاری ہوا۔ اس کی صحت کے واسطے لوگوں نے پھر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیر نشانہ پر پہنچ چکا ہے اب چارہ نہیں۔ آخر قاضی نے قضا کی۔

حضرت شیخ عارف کے ہاں شیخ محمد پیدا ہوئے اور دو دختر ایک سیّد شریفی کہ وہ ایک سیّد سے بیاہی گئیں دوسری ام کلثوم کہ باشارہ روحانیت شیخ عبدالحق بندگی شیخ عبدالقدوس بیاہی گئیں۔ حضرت شیخ عارف نے بعد کمال ریاضت اور مجاہدہ کے بدست حق پرست والد اپنے سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور وفات بعمر چالیس سال ۸۵۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالفتح علائی قریشی کالپوری قدس سرہ

مرید سید ید اللہ اور تربیت سید محمد گیسو دراز کے تھے۔ جب یہ پہلے روز خدمت سید صاحب میں پہنچے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے طالب اگر اس سے پہلے کہیں عاشق ہوا ہے تو کہہ دے۔ انہوں نے کہا کہ میں تو عشق سیکھنے کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں عشق کو کیا جانوں کہ کیا چیز ہے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ اس کے اظہار سے امتحان اور معلوم کرنا تیرے مشرب کا ہے۔ واقعی کہہ دے اور پردہ نہ کر۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک بار مجھ کو ایک ہندنی کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ جب کوئی صورت دیکھنے دیدار اس کے نہ نکلی۔ آخر زنار گلے میں ڈال کر بت خانہ میں جا بیٹھا، جہاں وہ حجابانہ آتی تھی۔ یہ سنتے ہی سید صاحب نے اس کو گلے سے لگایا۔ اور فرمایا کہ تو باب عشق میں عجب عالی ہمت ہے ایسا عالی ہمت کہاں پاؤں گا کہ اس کو طریقہ عشق خدا سکھاؤں۔ یہ کام عالی ہمتوں کا ہے۔ عزیز من! ایمان کتنی بڑی چیز ہے جو تو نے راہ محبت میں صرف کیا۔ اب آ کہ تجھے عشق حقیقی تعلیم کر دوں اور اس کو بیعت کیا۔ اور حجرہ باباصاحبؒ میں کہ اندر روضہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے ہے عبادت حق میں مشغول کیا۔ تھوڑے دنوں میں تکمیل ہوئے۔

حضرت شیخ مینا چشتی صاحب ولایت لکھنؤ قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ قوام الدینؒ خلیفہ شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلی کے تھے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ شیخ مینا ولی مادر زاد تھے۔ جب یہ پانچ برس کے ہوئے ان کو پڑھنے بٹھایا۔ استاد نے کہا الف کہو۔ آپ نے کہا الف۔ پھر استاد نے کہا بے کہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے الف پڑھ لیا اب بے کی کچھ حاجت نہیں۔ میری محبت صرف الف الٰہی سے ہے اور کچھ معنی الف کے بیان فرمائے۔

آپ ہمیشہ مجرد رہے۔ دنیا اور اہل دنیا سے متنفر اور ریاضت شاقہ کرتے تھے۔ یعنی دیوار پر بیٹھ کر عبادت فرماتے۔ جب نیند غلبہ کرتی دیوار پر سے گر کر ہوشیار ہو کر پھر عبادت میں مشغول ہوتے۔ اور اپنے پہلو میں کانٹے رکھتے تھے کہ ان کی اذیت سے نیند نہ آوے اور موسم سرما میں کپڑے تر کر کے صحن خانقاہ میں بیٹھ کر عبادت کرتے وجہ تسمیہ ان کے نام کی یوں بیان کرتے ہیں کہ شیخ قوام الدین کے پسر نظام الدین محمد مینا نے ایام جوانی میں سلطان محمد بن فیروز شاہ کی نوکری کر کے مرتبہ اعلیٰ پہنچے۔ اس وجہ سے شیخ ان سے ناخوش تھے۔ شیخ نظام الدین نے بعد اس کے نہایت کوشش کی مگر شیخ ان سے خوش نہ ہوئے۔ ایک بار یہ گھوڑے پر سوار خانقاہ میں گھس آئے۔ شیخ نے دیکھ کر فرمایا کہ مجھ فقیر کے گھر بیباکی سے سوار ہو کر آیا۔ اے برخوردار تجھ کو شرم نہ آئی۔ یہ سمجھ کر انہوں نے گھوڑے کی باگ پھیری کہ گھوڑے کا قدم بگڑا اور یہ گھوڑے سے گر کر فوت ہوئے۔ شیخ نے اپنے مرید قطب الدین

سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو خدا فرزند دے اور وہ موسوم باسم شیخ محمد مینا ہو۔ بجائے فرزند متوفی حکم العبد رکھتا ہو۔ آخر دعائے حضرت سے آپ پیدا ہوئے اور شیخ کی مورد عنایات میں پرورش پاکر بعد تکمیل ترتیب صاحب سجادہ ہو کر لکھنؤ کے شاہ ولائیت ہوئے۔ وفات حضرت کی ۸۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف لکھنؤ میں ہے۔

حضرت شیخ شمس الدین طاہر قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نورالدین قطب عالم کے تھے اور روحانیت حضرت خواجہ بزرگ رح سے بہت کچھ فیضان حاصل کیا اور بوجہ محبت مزار حضرت خواجہ کے اجمیر شریف میں رہے اور بعمر ایک سو پچاس برس بمقام اجمیر ۸۸۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شاہ جلال الدین گجراتی قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ پیارا کے تھے۔ صاحب تصرفات ظاہری و باطنی عالی مرتبہ اصل گجرات کے باشندے تھے۔ پھر بنگالہ میں رہے۔ اور نہایت عالیشان خانقاہ بنا کر اس میں ایک تخت شاہی بنایا۔ اس پر بیٹھ کر اجلاس فرماتے تھے اور مریدوں اور معتقدوں پر احکامات جاری فرمایا کرتے تھے۔ آخر کسی روسیاہ حاسد نے یہ خبر بادشاہ وقت کو دی اور بہت کچھ شکائتیں کیں۔ یہ سن کر شاہ کو کمال تردد ہوا اور فوج واسطے قتل ان کے معتقدوں کے روانہ کی۔ جب یہ فوج خانقاہ میں آئی اور آپ کے مریدوں کو قتل کرنا شروع کیا شیخ نے فرمایا۔ قہار قہار۔ جب تلوار شیخ کے سر پر بلند کی آپ نے فرمایا: یارحمان، یارحمان، یارحمان! اسی کلمہ پر سر تن سے قلم ہوا اور زمین پر گر کر تین بار اللہ کہا اور چپ ہوئے۔ یہ واقعہ ۸۸۱ھ میں ہوا۔

حضرت شاہ کاکو قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ نورالدین قطب عالم کے تھے اور اولاد سے بابا صاحب رح کی تھے اور شیخ پیر محمد لاہوری سے بھی فیضان حاصل کیا اور بعد تکمیل وعطائے خرقہ خلافت خطہ لاہور میں مقرر ہوئے اور آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ اور ہزاروں کو خدا رسیدہ کیا۔ وفات حضرت کی ۸۸۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ حسام الدین بانک پوری قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نورالدین قطب عالم کے تھے۔ علوم شریعت و طریقت میں یگانہ روزگار تھے۔ رفیق العارفین

آپ کے ملفوظات ہیں۔ جو آپ کے مرید نے جمع فرمائے۔ مرقوم ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ بعد عطائے خرقۂ خلافت سات برس میں نے فاقہ کشی کی۔ ایک روز میرا پسر گریہ کناں میرے روبرو آیا۔ بوجہ فاقہ کے اس کا حال تنگ تھا۔ میری زبان سے یہ مصرع نکلا۔ ؎

اے عجبا چوں توئی ہیچو منی رازبس

اسی وقت ایک شخص کھانا لایا اور چالیس من ماش بھیجے۔ پہلے اس سے اُس نے کبھی کچھ نہیں بھیجا تھا۔ اس پر میں نے اپنے کو بہت نفرین کیا کہ کیوں یہ کلمہ کہا اور جو کچھ میں نے کہا تھا قدم بوسی شیخ سے مشرف ہوتے ہی سب بھول گیا۔

میرے والد ابتدا میں مجھ سے ناخوش ہو گئے تھے کہ تو نے کسب علم کیوں ترک کیا۔ جب یہ بات شیخ نے سنی فرمایا کہ درویش چاہتے ہیں کہ سر اپنی تیغ کے نیچے رکھیں۔ علماء چاہتے ہیں کہ اپنی تیغ کے نیچے رکھیں۔ پس مرد وہ ہے کہ دونوں کار کرے۔ اس روز مجھ کو پڑھا ہوا پھر یاد آگیا۔ اور جذبہ کی یہ صورت تھی کہ اللہ کہنا ممکن نہ تھا۔ اگر کہتا تھا نہایت بیتاب ہو جاتا تھا۔ لوگ مجھ پر دیوانگی کا گمان رکھتے تھے۔ جب واسطے زیارت شیخ کے وطن سے نکلا۔ ہر شب خواب میں فرماتے تھے کہ میں تیرے پاس ہوں، تو مت گھبرا۔ ایک بار میں کشتی میں سوار ہوا۔ دیکھا کہ ایک درویش میرے پاس ہے جب کشتی کنارہ پر پہنچی وہ درویش غائب ہو گیا۔ جب خدمت شیخ میں حاضر ہوا، شیخ کو اسی لباس میں پایا جیسا کہ اس درویش کا تھا۔ وفات حضرت کی ۷۸۲ھ میں ہوئی۔

حضرت سید علم الحق والدین قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حضرت خواجہ سراج الدین کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار اور مشائخ وقت۔ خوردسالی سے آپ کو صحبت فقراء سے شوق تھا۔ اوّل اوّل نہایت ریاضت شاقہ اور مجاہدہ میں مشغول رہے ہیں۔ سترہ برس جنگلوں میں رہے۔ آبادی میں قدم نہیں رکھا۔ بعدہٗ اکثر کاملین سے ملاقاتیں کیں۔

ایک روز ایک مجذوب آپ کی خدمت میں آیا اور اپنی صحت کے واسطے دُعا چاہی۔ اس کا بُرا حال دیکھ کر آپ کو رحم آیا۔ ایک مرید کی طرف اشارہ کیا۔ آپ کے وضو کی کیچڑ اٹھا کر اُس کے بدن پر ملی۔ جس وقت وہ کیچڑ خشک ہوئی اس کو فرمایا کہ اس کو بدن سے مل کر جُدا کر۔ جب اُس نے اتارنا شروع کیا اس کے ساتھ جلد بھی اترنے لگی اور نیچے سے اچھی جلد برآمد ہونے لگی۔ مگر کچھ زخم باقی تھے۔ آپ نے بچا ہوا پانی وضو کا بدھنی سے اس کو مرحمت کیا کہ اس کو زخموں پر لگا۔ معاً لگانے سے وہ زخم بھی اچھے ہو گئے۔

حضرت کو روحانیت باباصاحب سے نہایت اُلفت تھی اور فیضان بھی حاصل کیے تھے۔ بمقام پاک پٹن ۲۶

صفر کو انتقال ہوا۔ سن نہیں ملا۔

حضرت شیخ محمود راجن قدس سرہٗ

آپ خلیفہ سید علم الحق کے۔ کہتے ہیں کہ موافق ہدایت حضرت خواجہ بزرگؒ آپ نے سید علم الحق سے بیعت کی۔ بعدہٗ پاپیادہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر مصر میں بعض اولیاء اللہ سے ملے۔ وہاں سے شام آئے۔ بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اور روحانیت حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم بلخی سے فیضان حاصل کیا۔ وہاں سے روم گئے پھر وہاں سے آکر زیارت مزار غوث پاکؒ سے شرف حاصل کیا۔ وہاں سے مشہد مقدس اور بخارا ہوتے ہوئے قندھار میں آئے۔ چندے قیام فرمایا۔ وہاں سے پاک پٹن میں آکر چندے مقیم رہے اور ۲۶۔ ربیع الاول کو وفات پائی۔

حضرت شیخ جمال الدین عرف جمن قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ محمود راجن کے تھے۔ حافظ کلام ربانی اور تفسیر آپ کو حفظ تھی۔ نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھتے تھے۔ آپ کو افطار کم تھا۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے اور خورد سالی سے دو رکعت نماز برائے صحت ایمان کبھی ناغہ نہ ہوئی۔ اور ہمیشہ ایک ہزار نفل ادا کیا کرتے تھے اور ہمیشہ ترک تجرید کے ساتھ بسر فرماتے۔ دنیا اور اہل دنیا سے متنفر رہتے تھے۔ ایک روز آپ ایک مسجد میں مشغول تھے۔ ناگاہ ایک شخص کو ضرورت غسل کی تھی۔ وہ بہت رات سے آگیا۔ اُس نے دیکھا کہ دست و پا آپ کے جدا جدا پڑے ہیں۔ وہ سمجھا کہ کوئی مار گیا۔ وہاں سے بھاگ کر اپنے گھر آیا۔ صبح جب نماز کو آیا آپ کو صحیح پایا۔ اوروں سے اُس نے بیان کیا ایک دوسرے کو خبر ہوئی۔ اب خلقت کا اژدحام ہونا شروع ہوا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری۔ فرمایا کہ جس منہ سے میرا راز جس نے فاش کیا۔ کیا وہ گونگا نہ ہو گیا۔ وہ شخص اسی وقت گونگا ہو گیا اور چند مدت تک گونگا رہا۔ آخر حضرت کی خدمت میں آکر اپنی حرکت سے توبہ کی۔ آپ نے از راہِ مرحمت اس کو چند دانہ مویز کے دیئے۔ وہ ان کو کھاتے ہی گویا ہوا۔ وفات حضرت کی ۲۔ ذوالحجہ ۸۸۰ھ میں ہوئی۔

حضرت سعد الدین خیرآبادی قدس سرہٗ

یہ حضرت درویش خاندان نظامیہ کے اور خلیفہ شیخ مینا شاہ ولایت لکھنؤ کے۔ ترک اور تجرید میں پیر کے قدم بقدم تھے۔ اور مشتاق سماع اور وجد تھے۔ اور صاحب تصانیف بھی تھے۔ شرح مصباح و کافیہ اور مجمع السلوک کہ جن میں حالات شیخ مینا کے مفصل درج کیے ہیں اور شیخ صفی یہ دونوں بزرگ کامل گزرے ہیں۔ وفات شیخ سعد الدین کی

۸۶۲ھ میں ہوئی۔ مزار شریف خیرآباد میں ہے۔

حضرت شاہ میاں جی بیگ قدس سرہ

حضرت مرید سید احمد گیسو دراز کے تھے کہ ان کے زمانہ میں دوسرا درویش ان سے بہتر نہ سمجھا جاتا تھا۔ غرہ رجب سے تا بہ عاشورہ معتکف رہتے تھے اور درِ حجرہ کو بند کرا لیا کرتے تھے۔ اسی طرح چھ ماہ آب و دانہ کے بغیر بسر فرماتے تھے۔ اور جس روز باہر آتے پہلے غل مچاتے تاکہ لوگ درِ حجرہ سے جدا ہو جاویں۔ اگر کسی پر نظر پڑ بھی جاتی تھی تو وہ دو روز بے ہوش رہتا تھا۔ اس شہر کا قاضی آپ سے منکر تھا۔ ایک روز اس پر نظر پڑی وہ بھی دو روز بے ہوش رہا۔ ایک روز قاضی تنبیہ چوڈول میں سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے چوبارہ سے جانب قاضی دیکھا معاً کہاروں کے پیر گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ قاضی بھی شریعت میں قدم راسخ رکھتا تھا۔ چوڈول سے اتر کر بالاخانہ پر شیخ کے پاس آنا چاہا۔ شیخ نے نیچے جا کر قاضی سے مصافحہ کیا اور اوپر لائے۔ قاضی نے دیکھا کہ بول شراب کی رکھی ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ شیخ نے گلاس اس میں سے بھر کر قاضی کو دیا۔ فرمایا بسم اللہ بخور شربت نبات است۔ جب قاضی نے پیا تو وہ شربت نبات تھا۔ اس کے پیتے ہی شکوک رفع ہوئے اور شیخ سے محبت پیدا ہوئی۔ آپ نے بعمر ایک سو بیس سال ۸۸۹ھ میں دنیا سے سفر پایا۔ مزار شریف مندو میں ہے۔

حضرت شیخ ملادہ قدس سرہ

یہ حضرت پہلے مرید شیخ احمد بدایونی کے ہوئے اور ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کر کے کامل ہوئے۔ بعدہٗ شیخ جلال الدین گجراتی کی صحبت میں رہ کر سبق عشق پڑھا اور مصباح العاشقین کے نام سے مخاطب ہوئے۔ ایک روز مجلس سماع میں قوالوں نے مضمون فراق شروع کیا۔ اس وقت شیخ کو وجد ہوا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ سوختگی فراق سے قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے مگر ایک بزرگ نے قوالوں سے کہا کہ دوسری چیز شروع کر دو ورنہ اب شیخ کا انتقال ہوا۔ انہوں نے مضمون وصل شروع کیا۔ اس کے سننے سے تازگی آنے لگی۔

ایک روز آپ کے گھر آگ لگی جو دھان کہ بونے کے واسطے تھے سب جل کر راکھ دکوئلہ ہو گئے۔ جب وقت تخم ریزی کا آیا آپ کو معلوم ہوا کہ کل دھان جل گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم خود جلے ہوئے ہیں۔ جلا ہوا تخم کافی ہوگا دوسرا کیا کریں گے اور دعا کی کہ الٰہی ہر بار تو اپنی حکمت کاملہ سے کام کرتا ہے۔ اب کے میری التجا کے موافق کام کر۔ جو دھان میرے گھر میں تھے سب جل گئے۔ دوسرے لینے کی گنجائش نہیں۔ پس وہی جلے ہوئے دھان تیری رحمت کے بھروسہ پر بوتا ہوں تجھ کو اختیار ہے۔ آخر وہی بوائے۔ قدرتِ خدا سے وہ پکے تو دیکھا کہ ایک ایک دھان میں دو دو چاول تھے۔

آخر لوگوں نے وہ دھان سلطان سکندر کو دکھائے۔ اُس نے دیکھ کر شکریہ ادا کیا کہ میرے عہد میں ایسے اولیائے کرام مستجاب الدعوات ہیں کہ جو خدا سے مانگتے ہیں وہ پاتے ہیں۔

ایک روز آپ کی مجلس سماع میں ایک رئیس ہندو کہ اہل قنوج تھا آگیا۔ شیخ کے جمال کو دیکھ کر بے خود ہوگیا۔ اس وقت شیخ کو وجد تھا۔ اس ہندو نے اپنے نوکروں سے کہا کہ مجھ کو پکڑو ورنہ میں جلا اور اپنے دین سے گزرا اس کے ہمراہی اس کو لے کر گھر آئے۔ جب اس کے ہوش درست ہوئے تو اس سے پوچھا کہ کیا حال ہوا ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ مسلمان خدا کو بغل میں لے کر وجد کرتے ہیں۔ اگر تم مجھ کو وہاں سے نہ لاتے تو میں اسی وقت مسلمان ہو جاتا۔ وفات حضرت کی ۹۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا قصبہ ملادہ نواح قنوج میں ہے۔

حضرت شیخ جنید حصاری قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد گنج شکرؒ سے کامل بزرگ تھے اور کتابت کی یہ کیفیت تھی کہ تین روز میں قرآن مجید لکھ لیتے مع اعراب کے۔ اور بھی آپ کی تصنیفات سے چند رسالے ہیں جس میں عالم ولادت میں جو کچھ آپ نے دیکھا ہے۔ اس طرح لکھا ہے کہ اس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ وفات حضرت کی ۹۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف آپ کا حصار میں ہے۔

حضرت شیخ حسین ناگوری قدس سرہٗ

خلیفہ شیخ کبیر کے تھے اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ۔ تمام اہل ہندان کی ولائت اور عظمت پر متفق ہیں۔ آپ کو ذوق و عشق کمال درجہ کا تھا۔ زہد اور تقویٰ زیادہ تھا۔ ولایت گجرات میں بہت روز پیر کے ہمراہ رہے اور بہت روز تک مجاور حضرت خواجہ بزرگ رہے۔ پھر حجرہ شریف خواجہ میں قیام کیا۔ بعدہٗ بحکم خواجہ ناگور میں آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور تفسیر مسمیٰ بہ نور النبیؐ تحریر کی کہ اس کے تین جزو ہیں۔ نہایت عمدہ ترکیب دی ہے اور حل ترکیب معانی قرآن عمدگی اور سہولت سے بیان کئے اور دیگر کتب اور مکتوبات آپ کے بہت ہیں۔ اور شیخ احمد غزالی کی سوانح کی شرح کی اور تمام املاک جاہ و مکانات کل محبت حضرت رسالت پناہ علیہ السلام وقف فرمائے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ عرس جدّ بزرگوار میں بہت سخت کراتے تھے۔ کل حاضرین کی تقسیم کر کے قدرے اپنے افطار کے لئے رکھ لیا کرتے تھے۔

ایک روز بعد تقسیم کرنے کے کچھ اشخاص اور آگئے۔ دیکھا کہ ان کے بدن سے خون اور پیپ ٹپکتی تھی یعنی جذامی تھے۔ آتے ہی کھانا مانگا۔ شیخ نے جو کچھ اپنے واسطے رکھا تھا حاضر کیا۔ انہوں نے کھا کر کہا یہ باقی ماندہ کھانا

تو کھا لے۔ آپ نے مروت جہاں نوازی سے نہ کھانا معیوب سمجھ کر پسماندہ کھانا ان کا کھا لیا۔ وہ اسی وقت روانہ ہوئے اور آپ کو اسی روز فتح ظاہری اور باطنی حاصل ہوئی۔ سمجھے کہ مردان غیب تھے۔

آپ کے ہاں ایک گاڑی تھی۔ اس کے بیلوں کی خود خدمت کرتے تھے۔ لباس نہایت کہنہ اور میلا پہنتے تھے۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ ایک شخص عبدالقادر جو شہزادہ تھا مگر مناسبت درویشوں سے رکھتا تھا۔ اس کے پاس آپ کے پیراہن سے چند تبرکات تھے۔ جامہ، دستار، کرتہ، پاجامہ میں نے بھی دیکھے ہیں۔ ایک بار سماع سے حالت وجد میں شہر سے باہر آئے۔ وہ تالاب جو قریب ناگور بہت گہرا ہے اس پر مثل زمین کے چلے۔ پیچھے سے وہ شخص کہ جو حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا اسی طرح چلا اور جو قوال ہمراہ تھا نہ جا سکا۔

نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین بادشاہ منڈو نے آپ کو کئی مرتبہ طلب کیا۔ آپ نہ گئے۔ ایک بار موئے مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں سے بادشاہ کے پاس آئے۔ امراء نے عرض کی کہ اگر یہ خبر شیخ حسینؒ کو ہو گئی تو بے بلائے چلے آویں گے۔ بادشاہ نے آپ کو خفیہ خبر کرائی۔ یہ سنتے ہی راہی طرف منڈو کے ہوئے جب بادشاہ کو خبر ہوئی کہ شیخ نزدیک آگئے بادشاہ استقبال کو باہر آیا۔ دیکھا کہ ایک شخص میلے پھٹے کپڑے پہنے ایک گاڑی پر سوار چلا آتا ہے۔ لوگوں نے کہا شیخ یہی ہیں۔ بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر مصافحہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ موئے مبارک کی زیارت کرا۔ بادشاہ آپ کو لے کر اپنے مکان پر آیا۔ جب موئے مبارک آپ کے روبرو آئے۔ آپ نے ان کو دیکھا۔ اسی وقت وہ آپ کے ہاتھ پر آ پڑے۔ آپ نے بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا۔ پھر واپس دے دیئے۔ بعدہٗ بادشاہ آپ کو اپنے والد کی قبر پر لے گیا۔ اس کے واسطے دعا چاہی۔ آپ نے دعا کی۔ بعدہٗ اس کے جو اس کی قبر سے معلوم ہوا بیان فرمایا۔ بادشاہ نے بہت کچھ پیش کش کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا مگر آپ کے صاحبزادہ کو اس کی طرف میل ہوا آپ نے از راہ کشف معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ یہ سانپ ہے۔ کوئی سانپ کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ اگر کسی قدر اس میں سے لیتا ہے تو تعمیر روضہ خواجہ بزرگ اور عید خود میں صرف کرے تو اختیار ہے۔ اس لئے کہ میرے پیر کا بھی ارشاد ہے کہ تیرے ہاتھ زر آوے گا۔ اس کو تو تعمیر روضہ ہائے مشائخ میں صرف کرے تو اختیار ہے۔ کسی واسطے سے کسی کی نذر قبول نہیں کی تھی بلکہ زر کو کبھی ہاتھ بھی نہ لگایا تھا۔ پس وہ لے کر خواجہ کے روضہ پر عمارت تعمیر کرائی اور دروازہ روضہ خواجہ کسی اور بادشاہ منڈو نے بنوایا۔ دوسرا روضہ شیخ حمید الدین ناگوری کا تیار کرایا۔ اس کی چار دیواری بنوائی۔ اپنے خرچ میں حبہ نہ لائے۔ وفات حضرت کی ۹۰۱ھ میں ہوئی۔ مزار ناگور میں ہے۔

حضرت راجی حامد شاہ قدس سرہٗ

یہ مرید حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری کے تھے۔ یہ بزرگ بھی صاحب نسبت اور صاحب حال تھے۔

کہتے ہیں کہ دو برادر عہد سلطان شمس الدین التمش میں سادات گرویز سے وارد ہندوستان ہوئے۔ ایک سید شمس الدین نے میوات میں سکونت اختیار کی۔ دوسرے شہاب الدین دہلی میں رہے اور راجی خطاب پایا۔ راجی حامد شاہ ان حضرت کے پوتے تھے۔ پہلے یہ بھی پیشہ سپہ گری کرتے تھے۔ جب صحبت شیخ حسام الدین مانک پوری میں آئے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ صفائی باطن بہم پہنچا کر حضور وقت ان کے نصیب میں حاصل ہوا۔ علم آپ کو موافق حاجت کے تھا مگر علمائے دہر آپ کے حلقہ ارادت میں تھے۔ جس کسی کو کامل بنانا چاہتے تھے اپنی سرگزشت اس کے آگے بیان فرماتے اسی ضمن میں اس کے مقصود حاصل ہو جاتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۰۱ھ میں ہوئی۔ مزار شریف مانک پور میں ہے۔

حضرت شیخ حسن طاہر قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ راجی حامد شاہ کے تھے اور سید نور پسر راجی حامد شاہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ حضرت علم کی خاطر ملتان سے آکر تحصیل علم میں مصروف رہے۔ بعدہٗ بہار میں جاکر شیخ بدر حقانی سے اکتساب علوم کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت بہار میں مولد ہوئے۔ آپ کے والد ملتان سے آئے تھے۔ عین شباب میں آپ کو طلب دامنگیر ہوئی اور فقیر ہوئے۔ اسی ایام میں کتاب فصوص الحکم ایک مشائخ سے شروع کی۔ ان کے والد طریقہ فصوص کے منکر تھے۔ ایک روز ان سے مسئلہ توحید اور وجود دریافت کیا۔ انہوں نے نہایت فصاحت سے اس کی شرح کی۔ اسی روز سے آپ کے کمال کا شہرہ ہوا۔ آپ نے خدمت راجی حامد شاہ میں بیعت کی۔ چندے جونپور میں رہے بعدہٗ بالتماس علمائے دہلی دہلی میں آگئے۔

بعض نے لکھا ہے کہ دہلی آنے کا سبب یہ ہوا کہ عزیزان سلطان سکندر لودھی میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور دعا چاہی کہ سلطنت مجھ کو نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ایک کو ترقی دے کر سلطنت اس کے حوالے فرمائی ہے۔ تو اسی کا فرمانبردار رہ۔ یہ جب خبر سلطان کو ہوئی آپ کو دہلی بلاکر کوشک بجی منڈل کے ایک برج پر رکھا۔ آپ کی تصنیفات سے مفتاح الفیض اور گنجینہ اسرار و بحر المعانی وغیرہ چند رسالے ہیں وفات حضرت کی ۲۴۔ ربیع الاول ۹۰۹ھ میں ہوئی۔ مزار شریف دہلی میں قریب بجے منڈل نہایت متبرک مقام ہے۔

حضرت شیخ بختیار قدس سرہٗ

آپ مصاحب و مرید حضرت شیخ احمد عبدالحق کے تھے۔ پہلے یہ ایک جواہر فروش تھے۔ جب ان کا مالک دہلی میں آیا، ان کو شیخ کی نذر کیا۔ یہ ہمیشہ خدمات شائستہ بجالاتے اور ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ شیخ ان کی طرف التفات کبھی نہ فرماتے تھے۔ بعد چھ ماہ کے شیخ مہربان ہوئے۔ ان کی حالت مستی کی ہوگئی۔ اس مستی میں شیخ سے

کہنے لگے کہ تو اس قدر نعمت رکھتا ہے اور بندگانِ خدا کو محروم رکھتا ہے۔ شیخ نے ہر چند ان کو منع کیا مگر یہ نہ مانے۔ مجبوراً شیخ نے اپنے ہاتھ سے قدرے پانی ان کو پلایا۔ اسی وقت ہوشیار ہو گئے۔ تب شیخ نے فرمایا کہ تو اپنے مالک کے پاس جا۔ اگر وہ رضا دے تو ہمارے پاس آ ورنہ وہیں رہ۔ آپ آداب بجا لاکر رخصت ہو کر جونپور میں اس جوہری کے پاس آئے۔ اس نے جب ان کو اور ہی حال سے دیکھا، ان کو آزاد کیا۔ یہ وہاں سے چل کر پھر خدمت میں آکر تکمیل کو پہنچے۔ اور شب و روز خدمت شیخ میں حاضر رہے۔

ایک روز شیخ نے حکم دیا کہ گھر کے صحن میں چاہ کھود۔ انہوں نے چاہ کھود کر تیار کیا۔ بعد چندے حکم دیا کہ اس کو بند کر دے۔ انہوں نے بند کر دیا اور کچھ نہ پوچھا کہ کیوں کھدوایا کیوں بند کروایا۔ ایک روز شیخ حجرہ میں تشریف فرما تھے اور یہ بھی حاضر تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ بختیار دیکھ۔ آپ نے جو دیکھا تو تمام حجرہ کو زر سے بھرا ہوا پایا۔ شیخ نے فرمایا جو تجھ کو درکار ہو لے لے۔ آپ نے عرض کیا کہ سوائے اطاعت حضور کے بندہ کو دوسری چیز درکار نہیں۔ وفات حضرت کی ۹۱۰ھ میں ہوئی۔ عمر آپ کی دراز ہوئی۔ مزار رودلی شریف میں ہے۔

حضرت شیخ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ فتح اللہ اودھی کے تھے۔ آپ کے والد اکابر دہلی سے تھے۔ آمد تیمور میں جونپور آگئے تھے۔ یہ جونپور میں پیدا ہوئے۔ ان کو خورد سالی سے مجالس فقراء میں جانے کا شوق تھا۔ شیخ ابوالفتح کے مرید ہوئے قاضی شہاب الدین سے علوم ظاہری کی تحصیل کی۔ لکھا ہے کہ آپ کی مشغولی ایسی تھی کہ یہ نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں۔ ٹھوڑی سینے سے لگ گئی تھی۔ گردن کے مہرے اوپر برآمد ہو گئے تھے۔ حجرہ کے آگے بود رخت تھا اس کی یہ خبر نہ تھی کہ کب پت جھڑ ہوتی ہے کب پتے برآمد ہوتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۱۱ھ میں ہوئی۔ مقبرہ عالی جونپور میں زیارت گاہ ہے۔

حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل قدس سرہٗ

آپ نہایت متوکل تھے کہ اگر گھر میں حاجت سے زیادہ کچھ ہوتا اس کو تقسیم فرماتے۔ یہاں تک کہ پانی وضو تہجد موافق حاجت کے رکھتے۔ اپنی مجلس میں مالداروں کو نہ آنے دیتے تھے۔ ایک روز ایک امیر آیا۔ اس نے زیارت کے واسطے عرض کرایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آیا ہے تو جوتیوں میں بیٹھے۔ اگر کچھ مال کا غرور ہے تو یہاں آنے کی حاجت نہیں۔ پس شام کے وقت وہ آیا۔ دیکھا تو چراغ بھی ندارد ہے۔ اس نے آپ کے فرزند سے کہا کہ صبح بہت سا تیل اور چراغ آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ جب وہ ہو چکے پھر حاضر کر دوں گا۔ غرض اس نے ایفائے

بعدہ کیا۔ شب کو روشنی دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آیا۔ تمام کیفیت معلوم ہوئی۔ اس سامان کو اسی وقت مساکین کو دے دیا اور اس کو منع کرا بھیجا کہ اب کبھی نہ بھیجے۔ وفات حضرت کی ۹۱۲ھ میں ہوئی۔

حضرت مولانا الہ داد قدس سرہ

یہ حضرت بھی عمدہ علمائے جونپور سے تھے اور شاگرد قاضی شہاب الدین کے اور مرید راجی حامد شاہ کے۔ مجاہدہ اور ریاضت شاقہ کر کے چند روز میں تکمیل ہوئے۔ وفات حضرت کی ۹۲۰ھ میں ہوئی۔ مزار جونپور میں ہے۔

حضرت شیخ احمد مجدّد شیبانی قدس سرہ

ذات جامع الکمالات تھی۔ سولہ برس کی عمر میں درس علوم کراتے تھے۔ لکھا ہے کہ نارنول میں پیدا ہوئے۔ پدر آپ کے قاضی مجدّ الدین تھے۔ دو بیٹے قاضی تاج الافضل بن شمس الدین شیبانی کے جو اولاد سے امام محمد شیبانی کی، شاگرد و مصاحب امام اعظم رح کے تھے۔ آپ کے باپ کے سات بیٹے تھے۔ اور سب کے سب فاضل اور متقی ہوئے شیخ احمد علم مناظرہ میں یگانہ روزگار تھے۔ عین شباب میں حضرت خواجہ حسین ناگوری کے مرید ہوئے اور علم طریقت حاصل کیا۔ بعدہٗ اجمیر میں آ کر سات برس رہے اور خاندان نبوی سے نہایت اعتقاد تھا۔ عشرہ محرم میں بارہ روز تک اُجلا کپڑا نہ پہنتے تھے۔ قبرستان سادات میں خاک پر پڑے رہتے تھے۔ عشرہ کے روز دودھ اور شربت سادات کے گھر خود لے جایا کرتے۔ ہر روز نیاز کرتے۔ وفات شریف میں نہایت تکلف سے نیاز کرتے۔ اصحابہ رض اور اہل بیت رسول ص کے اعراس کرتے اور عشرہ میں اس قدر روتے تھے کہ ہمیشہ آنکھیں متورم اور سرخ رہتیں۔ سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ اور جس وقت مجلس میں بیٹھتے بہ ہیبت تمام گفتگو کرتے۔ مجذوبوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اپنی تعظیم اور توقیر کو دوست نہ رکھتے تھے۔

اگر کوئی بیان کرتا کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اُس کے روبرو باادب بیٹھ کر سنتے۔ اُس کی آستین اپنے منہ سے ملتے۔ اس کے قدم اپنی آنکھوں سے لگاتے۔ اگر وہ بیان کرتا کہ میں نے فلاں جگہ دیکھا وہاں کی خاک اپنے چہرے سے ملتے۔ اگر بہتر ہوتا اس کو پانی سے دھو کر وہ پانی اپنی پوشاک پر چھڑکتے اور مثل اپنے پیر کے کپڑے پُرانے اور میلے رکھتے۔ اگر کسی کو سیّد سے کچھ خصومت ہوتی تو اس کے پاس جا کر منت صفائی کراتے۔ اگر کوئی دلیل شرعی ہوتی تو منع کرتے کہ یہ اہل بیت رسول ص سے ہیں۔ ان کی خدمت میں تقریر کرنا بے ادبی ہے۔

آدھی رات کو روضہ خواجہ بزرگ رح پر جا کر نماز تہجد ادا کر کے اشراق تک کسی سے بات نہ کرتے۔ دوپہر کو قیلولہ

کرکے پھر تفسیر قرآن فرماتے۔ جب یہ شب کو روضہ خواجہ پر آتے روضہ خود بخود کھل جاتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے چھپ کر دیکھا اور ان کے پیچھے چلا۔ شیخ خود تو نکل گئے اس کو دونوں کواڑوں نے پکڑ لیا۔ آخر وہ پکارا کہ یا شیخ توبہ کرتا ہوں میرا قصور معاف ہو۔ اسی وقت چھوٹ گیا۔

مولانا محمد نارنولی کہتے ہیں کہ میرے استاد مولانا عبدالقادر کو جو خلیفہ شیخ کے تھے۔ انہوں نے یہ کیفیت منتخب اللباب میں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ ایک بار بہ اشارہ حضرت خواجہ بزرگ رح آپ اجمیر سے باہر آئے اور مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ اس وقت اجمیر پر نظر جلال ہے یہاں سے نکلو۔ الغرض سات روز کے بعد اہل ہنود نے آکر اجمیر کو تاراج کیا۔ جو مسلمان وہاں رہ گئے تھے سب برباد ہوئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نارنول میں تھے۔ ایک مجذوب الہ دین نامی آئے اور کہا کہ شیخ احمد مجد کو آسمان پر بلاتے ہیں۔ اپنے پیر کے پاس جا۔ اسی وقت روانہ بہ ناگور ہوئے۔ وہاں جاکر بے ہوش ہوئے۔ جب ہوش آیا اللہ اکبر کہتے ہوئے جاں بحق تسلیم کی۔ پانچویں صفر ۹۲۷ھ کو انتقال فرمایا۔ مزار حضرت کا سلطان التارکین پائنتی مزار مرشد کے ناگور میں زیارت گاہ ہے۔

حضرت شاہ سیدو قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ حسام الدین رح مانک پوری کے تھے۔ پہلے صحبت امرا میں رہے اور بہت دولت مند تھے جب جذبہ عشق الٰہی گلوگیر ہوا شیخ حسام الدین رح مانک پوری کی خدمت میں حاضر ہوکر کار فقیری کی تکمیل کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور خاصانِ خدا سے ہوئے۔ شعر عاشقانہ فرماتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۲۳ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد حسن قدس سرہ

آپ پسر بزرگ شیخ محمد حسن طاہر تھے۔ جونپور میں پیدا ہوئے اور سکونت اکبرآباد معروف بہ آگرہ اختیار کی تھی۔ صاحبِ حال بلند مرتبہ تھے۔ ہندو ہو یا مسلمان جس کی نظر چہرہ مبارک پر پڑتی تھی وہ معاً اللہ اکبر کہتا اور آپ کی جامعیت پر متحیر رہتا۔ نسبت چشتیہ ان کو اپنے والد سے تھی۔ جب حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔ چند سال مدینہ طیبہ میں رہے اور یمن میں جاکر مشائخ قادریہ سے بھی اجازت یافتہ ہوئے گویا مجمع البحرین ہوگئے۔ سبحان اللہ دونوں خاندان عالیشان ایسے ہی ہیں اور بعد نماز عصر کے رات ہونے کے ایسے منتظر رہتے جیسے کوئی اپنے محبوب کا منتظر ہوتا ہے۔ جب شام ہوتی حجرہ بند کرکے یادِ حق میں مشغول ہوتے۔ علم تصوف میں آپ کی بہت کچھ تصنیفات ہیں اور آپ کے مرید بھی بہت تھے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بڑے چچا ان کے مرید تھے۔ ان کا نام شیخ فضل اللہ تھا۔ وفات حضرت کی ۲۰ رجب

یا ۲۰ صفر ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف چشتی صابری قدس سرہ

عضرت بے مشاہدہ جمال معشوق حقیقی ایک دم نہ آسودہ ہوتے تھے۔ مرتبہ حضرت کا ہر شخص قیاس کر سکتا ہے کہ شاہ عبدالقدوس گنگوہی سا شخص آپ کی مریدی میں آوے اور زیر تربیت رہے۔ کیا مرتبہ اعلیٰ ہوگا جن کے مرید ایسے ہوئے وہ پیر کیسے ہوں گے۔ شیخ رکن الدین پسر حضرت شیخ عبدالقدوسؒ لطائف قدسی میں فرماتے ہیں کہ میرے پدر شیخ عبدالقدوسؒ کا ارادہ تھا کہ دوسری جگہ بیعت کریں۔ اس لئے کہ شیخ محمد صاحبؒ سے رشتہ داری تھی۔ اس وجہ سے ان کی طرف توجہ کم تھی۔ جب خیال دوسری جگہ مرید ہونے کا آتا روحانیت شیخ عبدالحق کی میرے پدر کے روبرو آکر فرماتی کہ تو میرا ہو کر دوسری جگہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ ہر بار سکوت کرتے۔ جب کئی بار یہ صورت پیش آئی سمجھے کہ میں انسان ہوں۔ مجھ کو اگرچہ فیضان رُوح پاک شیخ عبدالحق سے ہے مگر ظاہری بیعت کرنا بھی ضروری ہے۔ جب یہ خطرہ غالب ہوا روحانیت حضرت کی مجسم ہو کر ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ ابھی تجھے شبہ ہے کہ مجھ کو مُردہ تصوّر کرتا ہے۔ اگر خیال بیعت ظاہری کا ہے میرے پوتے شیخ محمد سے بیعت کر۔ اس کے بعد میرے پدر نے میرے ماموں حضرت شیخ محمد صاحبؒ سے بیعت کی۔ اگرچہ شیخ محمد پیر تھے مگر بوجہ میرے والد کے بڑے بہنوئی ہونے کے بہت تکریم فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میرے پدر کا ارادہ نکاح کا بھی نہ تھا۔ مگر مشیت ازلی اسی طرح تھی۔

اس کی کیفیت یہ ہے کہ حضرت شیخ عارف کے دو لڑکیاں تھیں۔ ایک کی شادی سیّد سے کی گئی تھی۔ دوسری لڑکی کی نسبت ان کی والدہ کا یہ خیال تھا کہ ایسے سے شادی کروں کہ جو قطب عالم ہو۔ آخر بإشارۂ روحانیت شیخ عبدالحق پدر سے نکاح ہوا۔ یعنی نکاح حضرت کا بعد انتقال شیخ عارف کے ہوا۔ اور جو بچہ شیخ محمد صاحب کے گھر پیدا ہوتا حضرت شیخ عبدالقدوسؒ ان کے کان میں اذان فرمایا کرتے تھے۔

شیخ محمد بھی مثل اپنے والد اور جد کے ہمیشہ تسکر اور استغراق میں رہتے تھے۔ وہی خوارق اور کرامات حضرت سے ظاہر ہوئے۔ ہر جمعہ کو صبح کی نماز جامع مسجد میں ادا کرتے اور تمام دن وہیں مشغول رہتے۔ کسی سے بات نہ کرتے۔ جب جمعہ کا وقت آتا نماز ادا کر کے پھر مشغول ہوتے اور پھر نماز مغرب ادا کر کے خانقاہ میں تشریف لاتے۔ اپنی تمام عمر میں کبھی چاندی یا سونے کو ہاتھ نہ لگایا۔ جو فتوحات ہوتا خدام کو حکم تھا کہ شام تک کل خرچ ہو جائے کل کے واسطے کچھ نہ رہے۔ اور جو مسافر فقیر وارد خانقاہ ہوتا تھا اس سے نہایت مہربانی سے پیش آتے اور جو سائل آتا، جو کچھ سامنے موجود ہوتا فرماتے کہ اس کو اٹھا لے۔

ایک روز ایک ضعیفہ حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ میرے اوپر کئی فاقے گزر چکے ہیں۔ ایسی فرصت نہیں کہ

کمہار کے ہاں سے ایک کوزہ مٹی کا لے کر پانی بھی پی لوں ۔ آپ مردانِ خدا اور سخی مشہور ہیں ۔ میری دستگیری کیجیے ۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا ۔ اسی وقت ایک زمیندار آیا اور تھوڑا سا غلّہ حضرت کے روبرو رکھ کر چلا گیا ۔ حضرت نے دست حق پرست سے اس غلّہ کو اپنے وضو کی بدھنی میں بھر کر اس کو عطا کیا ۔ جب تک وہ زندہ رہی اس بدھنی کا غلّہ کم نہ ہوا اور کتنا ہی خرچ کرتی بدھنی بدستور بھری رہتی ۔

صاحب لطائف قدسی فرماتے ہیں کہ آخر عمر میں جب شیخ محمد کو مرض موت لاحق ہوا ۔ اس وقت اپنے فرزند کلاں شیخ الاولیاء عرف شیخ بڈھو کو طلب کیا ۔ حاضرین نے عرض کی کہ وہ بمقام شاہ آباد شیخ عبدالقدوسؒ کے پاس اکتساب فضائل کرتے ہیں ۔ اس وقت روحانیت شیخ احمد عبدالحقؒ نے عین معاملہ میں شیخ عبدالقدوسؒ سے فرمایا کہ شیخ بڈھو کو لے کر رودولی جلد پہنچ ۔ معاً میرے پدر یعنی شیخ عبدالقدوسؒ ارادہ سفر کر کے جلدی راہی ہوئے ۔ جس وقت رودولی میں پہنچے تو وقت شیخ محمد صاحبؒ کا قریب تھا اور حالت استغراق میں تھے ۔ جب ہوشیار ہوئے فرمایا کہ سبحان اللہ! سبحان اللہ! فہم کردم ۔ میرے پدر نے پوچھا کہ کیا فہم کیا ۔ فرمایا کہ توحید مطلق تو فہم کیا ۔ جب وقت انتقال قریب پہنچا استغراق کا غلبہ ہوا ۔ میرے پدر نے عرض کیا کہ وقت ہوشیاری مردانِ خدا کا ہے ۔ جواب دیا کہ اس وقت سوائے ذات حق کے میرے سینہ میں کچھ نہیں سماتا ۔ پھر اچھی طرح اٹھ بیٹھے اور خرقہ خلافت اور جملہ امانت پیران چشت مع اسم اعظم میرے پدر کو مرحمت فرمایا اور وصیت فرما کر اپنا جانشین کیا ۔ پھر میرے پدر نے عرض کی کہ بندہ کو مفارقت حضور کی کب گوارا ہو گی ۔ اس پر کمال مہربانی سے فرمایا کہ بابا تجھ سے کیا اندیشہ ہے تو جملہ اولیائے حق سے ہے ۔ میری جگہ تیری جگہ ہے ۔ جہاں چاہے رہ ۔ میں ہرگز تجھ سے جدا نہیں ہوں اور اپنے فرزند کی تربیت تمہارے حوالے کرتا ہوں ۔ جب تو اپنے مقام کو جاوے اس کو اسرار باطنی سے آگاہ کر دیجو اور نعمت پیرانِ چشت سے مشرف ہو کر میری جگہ چھوڑ دو ۔ پس یہ وصیت تمام کر کے بخوشی حق حق کہتے ہوئے انتقال کیا ۔ سن وفات حضرت کا کسی کتاب میں نہیں دیکھا میرے پدر شیخ عبدالقدوسؒ نے مخدوم زادہ شیخ بڈھو کو نعمت باطنی سپرد کر کے حضرت پیر اپنے کا صاحب سجادہ کیا ۔ اور بعد چند روز کے بجانب گنگوہ شریف مراجعت کی اور تربیت اولاد والیانِ صادق ہدایت حق میں مشغول ہوئے ۔ بعض نے لکھا ہے کہ حالتِ صحت میں شیخ بڈھو کو خود صاحب سجادہ فرمایا ۔

حضرت شیخ الاولیاء عرف شیخ بڈھو قدس سرہ

پسر کلاں شیخ محمد صاحبؒ چشتی احمدی بعد وفات پدر عالی قدر کے صاحب سجادہ ہوئے اور کسب درویشی کو بکمال پہنچایا اور ترتیب مریدوں میں مشغول ہوئے ۔ ایک روز آپ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ سوتے تھے ۔ ان کی جو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ شیخ بڈھو سوتے ہیں اور ایک صورت شیخ بڈھو کی جانماز پر نماز گزارہ ہے ۔ یہ حال دیکھ کر مضطرب

ہو کر شور کرنے لگیں۔ جب بیدار ہوئے اسی وقت ایک صورت اصلی رہ گئی۔ آپ نے اپنی زوجہ کو منع کیا کہ یہ راز فاش نہ کرنا۔

اہل کمال کو بعد کسب کے صورت مثالی حاصل ہوتی ہے۔ اس کو صوفیہ وجود مکتب کہتے ہیں۔ الغرض جب وقت حضرت کا نزدیک پہنچا تو اپنے فرزند کلاں شیخ پیر کو امانت ہائے خواجگانِ چشت عطا فرمائیں اور خرقہ خلافت پسر خورد شیخ منصور کو بھی عطا کیا۔ شیخ منصور نے بہت سیاحت کی اور بزرگانِ دین مثل حضرت شیخ جلال تھانیسری سے فیضان حاصل کیا اور بعدہٗ اپنے برادر شیخ الاولیاء کے صاحب سجادہ ہوئے۔ اور شیخ عبدالرحمان نے کہ مرید شیخ بڈھو کے تھے خدمت شیخ منصور میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ میں نے بھی شیخ عبدالرحمٰن کی خدمت میں رہ کر فائدے حاصل کئے ہیں عارف بابرکت تھے ہمیشہ مشغول بعبادت رہتے تھے۔ شیخ منصور نے بعد شیخ پیر کے صاحب سجادہ ہوئے۔ یہ ہمیشہ شکر الٰہی میں مست رہتے تھے اور آنکھیں ان کی کثرت مشاہدہ سے ایسی سرخ رہتی تھیں کہ ان کی طرف دیکھنا ممکن نہ تھا اور بہت متواضع تھے۔ آخر عمر میں امانت پیرانِ چشت حوالہ قطب الدین پسر خورد کر کے رحلت فرمائی۔ یہ بھی کامل وقت گزرے ہیں۔ بہت سے مقامات طے کئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ اکثر بلاد کی سیر کی۔ بزرگانِ وقت سے ملے۔ چندے پانی پت میں رہے۔ بعدہٗ بہ زیارت حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابرؒ پیران کلیر شریف میں حاضر ہوئے۔ معاملہ میں مخدوم صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ تیری عمر آخر ہوئی۔ اپنی ہڈیاں اپنے بزرگوں کے پہلو میں پہنچا۔ انہوں نے عرض کی کہ میرے بزرگوں نے بڑی بڑی عمریں پائیں۔ میں نے کیا قصور کیا کہ پچاس ساٹھ برس کا جاتا ہوں۔ حکم ہوا کہ تو نے بیس برس اپنی عمر میں سے رحمت خاں کو دے دیئے۔ اب جا اور امانت پیران چشت کو بہ امانت دوسرے کے سپرد کر۔ آپ وہاں سے رخصت ہو کر ردولی شریف میں آئے اور امانت دوسرے پسر شیخ حمید کے سپرد کی۔

کیفیت عمر کی یہ ہے کہ رحمت خاں امرائے اکبر اعظم سے تھا۔ اس کو خدمت شیخ میں بہت عقیدت تھی۔ ایک بار وہ بہت سخت بیمار ہوا۔ حضرت اس کی عیادت کو گئے۔ دیکھا کہ سخت بیمار ہے۔ ازراہ کرم فرمایا کہ میں نے اپنی عمر میں سے بیس برس تجھ کو دیئے۔ وہ اسی وقت اچھا ہوا۔ صاحب اقتباس الانوار نے لکھا ہے کہ سلسلہ امامت شیخ عبدالرحمٰن مذکورہ بالا کا جو مصنف مراۃ الاسرار کے ہیں شیخ حمید الدین بن قطب الدین سے ہے۔

حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی

بن شیخ اسماعیل قدس سرّہ

یہ حضرت محققانِ روزگار و عارفانِ صاحب اسرار سے تھے۔ ہمت عالیشان و بزرگ اور وافر کرامت رکھتے تھے۔ اور اہل عشق اور سماع میں ممتاز وقت تھے اور ابتدا سے قبودات کثرت سے منزہ تھے اور بعض مقام یک رنگی میں وحدت سے ہمرنگ تھے۔ اوّل خرقہ درویشی اپنے پیر شیخ محمد صاحب سے حاصل کیا۔ بعدہٗ شیخ الاسلام شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی سے خرقہ خلافت پہنچا اور سلسلہ مداریہ سہروردیہ اور نظامیہ میں اجازت یافتہ ہوگئے۔ نظامیہ سلسلہ تین طرح پر عطا ہوا۔

ایک تو وہ کہ شیخ صدرالدّینؒ سے مل کر حضرت سلطان الاولیاءؒ سے ملتا ہے۔

دوسرے سیّد محمد گیسو درازؒ سے مل کر شیخ نصیرالدّینؒ چراغ دہلی سے ملتا ہے۔

تیسرا مخدوم جہانیاںؒ سے مل کر مخدوم نصیرالدّینؒ چراغ دہلی سے ملتا ہے۔

یہ بھی مشہور ہے کہ جس وقت سیّد اجملؒ بہڑائچی کو نعمت مخدوم جہانیاںؒ سے ملی اس وقت جس قدر سلاسل میں حضرت اجازت یافتہ تھے کل کی اجازت سیّد اجمل کو دی۔ اُنہوں نے کل کی اجازت سیّد بڈھنؒ بہڑائچی کو۔ انہوں نے کل کی اجازت شیخ درویش لودھیؒ کو دی۔ شیخ درویشؒ نے کل کی اجازت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو دی۔ شیخ عبدالسلامؒ اور سیّد ابراہیم سے بھی خرقہ خلافت پہنچا۔ مشرح کیفیت ان کی ذکر آخر حضرت میں درج ہوگی۔ یعنی جو سلاسل کاتب الحروف کو بسلسلہ حضرت سیّد فتح علی شاہ قادری قدوسی سے حصے میں ملے اُن کا خلاصہ ذکر آخر میں ہدیہ ناظرین کروں گا۔

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ شیخ صفی الدّین حنفی جد شیخ عبدالقدوس میر سیّد اشرف سمنانیؒ کے مرید تھے۔ قیام ان کا ردولی میں تھا۔ ایک بار سیّد صاحب کچھوچھہ تشریف لائے۔ اس زمانہ میں شیخ اسمٰعیلؒ سوا ماہ کے تھے۔ شیخ صفی الدّین ان کو خدمت سیّد صاحبؒ کے لائے۔ آپ نے ان کو پیار کیا اور فرمایا کہ یہ بھی میرا مرید ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ فرزند عطا کرے گا جو قطب عالم ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد انتقال شیخ احمد عبدالحق کے پیدا ہوگئے جب ذرا سیانے ہوئے جاروب کشی روضہ شیخ کا شوق پیدا ہوا۔ ایک روز کتاب کافیہ لیے روضہ کے اندر گئے

اندر سے حق حق کی آواز آئی ۔ اور ایسی کیفیت پیش آئی کہ یہ بے ہوش ہو گئے ۔ زیارت روضہ روحانیت حضرت سے مشرف ہوئے فرمان ہوا کہ مطالعہ علم ظاہری حجاب اکبر ہے ۔ اصل کار میں مشغول ہوا اور شغل ظاہری سے محروم فرمایا اس روز سے پڑھنا لکھنا چھوڑ کر کار باطنی میں مشغول ہوئے ۔ تمام شب اطاعت حق میں بسر کرتے ۔ اگر کبھی نیند آجاتی تو شیخ کھڑے ہوئے جاگتے معلوم ہوتے اور دن کو شیخ پیارا سے صحبت رہتی ۔

لطائف قدسی میں لکھا ہے کہ جب قصّہ اپنے دادا بھائی شیخ فخر الدین کا سنا کہ پچاس برس انہوں نے پانی نہیں پیا آپ نے بھی پانی پینا ترک کر دیا اور خورد سالی میں یہ کیفیت تھی کہ اوّل وقت نماز کے مسجد میں جا کر اوّل صف میں بیٹھتے جوں جوں نمازی آتے جاتے آپ پیچھے ہٹتے جاتے ۔ یہاں تک کہ سب سے پیچھے ہو جاتے ۔ بعد فراغ نماز کے نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھتے ۔ سبحان اللہ! کیا انکسار تھا ۔

لطائف قدسی سے نقل ہے کہ جب آپ نے پڑھنا ترک کیا تو آپ کے والد کے ماموں قاضی دانیال سے کہا کہ بھانجے کی خبر لے ۔ اس نے پڑھنا بالکل چھوڑ دیا ۔ انہوں نے ان کو بلا کر بہت تاکید کی ۔ اسی عرصہ میں ایک میراثن دائرہ لئے گاتی نکلی ۔ اس پر آپ کو وجد ہوا ۔ انہوں نے یہ کیفیت دیکھ کر آپ کے والدین سے کہا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو ۔ یہ نیک ہوگا ۔ اس کو معلم دوسری طرح کا چاہئے کہ جو علم باطنی پڑھا دے ۔

اس وقت میں مخدوم شیخ خواجگی کہ خلیفہ شیخ سیدھا کے تھے ۔ شیخ شمس الدین اودھی کے وہ خلیفہ میر سید اشرف سمنانی کے تھے کہ ساڈھورہ میں مقیم تھے ۔ آپ ان کی خدمت میں ساڈھورہ آئے اور کہا میں نے علم نہیں پڑھا ۔ شیخ نے فرمایا کہ شغل باطن کر ۔ جب علم اصول آگیا فروعات کیا چیز ہے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس قسم کا مسئلہ حضرت کے روبرو پیش آتا آپ اس کو حل فرماتے ۔

لطائف قدسی سے نقل ہے کہ حضرت کے مجاہدہ اور ریاضت کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ اکل و شرب مطلق چھوٹ گیا تھا اور آتش روحانی میں ایسے افروختہ ہوئے تھے کہ سانس کے ساتھ بوئے کباب آتی تھی ۔ کبھی سانس میں سے عود عنبر کی خوشبو آتی تھی ۔ یعنی عشق الٰہی میں اپنے کو سوختہ کر دیا تھا ۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

"تا نسوزد نیاید بوئے عود   ورنہ او ہم چوب مثل دیگر است

اور سر اور کاکل میں سے دھواں اٹھتا معلوم ہوتا تھا ۔ جب شیخ محمد صاحب کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ یہ آتش عشق اور مجاہدہ میں جل چکا ہے ۔ ارشاد فرمایا کہ اس کے سر پر باسی پانی روزانہ ڈالا کریں اور کثرت درود شریف کے واسطے حکم دیا کہ ترویح قلب ہو ۔

اوّل اوّل آپ کو خلق سے نہایت نفور تھا ۔ مرشد کے گھر کے تمام کاروبار بجا لاتے تھے اور ہمیشہ پوشاک درویشی زیب تن رکھتے تھے ۔ ایک بار شیخ خواجگی نے بہت اصرار سے دوسرے کپڑے پہنوائے ۔ بعد ان کے پھر لباس درویشی

اختیار کیا اور بعد نماز عشاء کے ذکر خیر شروع کر کے صبح کرتے۔

اقتباس الانوار سے روایت ہے کہ جب وقت حضرت گنگوہ میں آئے وہاں ایک سنیاسی کا مٹھ نہایت دلکشا تھا آپ کو پسند آیا۔ چاہا کہ اسی جگہ قیام ہو۔ اندر اس کے جاکر درویشوں سے پوچھا کہ گرو جی کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک برس گزرا کہ گپھا میں ہیں۔ فقط ایک روزن دیوار میں ہوا کے واسطے رکھا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ ان کے پاس جا سکے۔ الغرض اس روزن کو معلوم فرما کر قریب اس کے بیٹھ کر مراقبہ فرمایا۔ صفت روحانیت نے جسد مبارک پر غلبہ پایا اور طرف توجہ ذات کے کی۔ پس جسد رنگ لطافت پر آیا اور اس روزن سے گزر کر گپھا کے اندر آئے۔ دیکھا کہ فقیر حبس دم کئے ہوئے اپنے کار میں مشغول ہے۔ پھر مراقبہ فرما کر اپنی روح سے اس کی روح کو حرکت دی۔ معاً ہوشیار ہوا اور حضرت سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ یہاں کیوں کر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اسی کی قدرت سے یہاں آگیا۔ مگر تو نے اپنا کار کہاں تک پہنچایا۔ اس نے جواب دیا کہ دیکھو ابھی پانی ہو جاتا ہوں اور پانی ہو گیا۔ حضرت نے اس پانی میں قدرے پارچہ تر کر لیا۔ جب وہ ہیئت اصلی پر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی پانی ہوتا ہوں تو اس میں کپڑا تر کر لیجیو۔ چنانچہ جب حضرت پانی ہوئے اس نے بھی کپڑا تر کیا۔ جب آپ ہیئت اصلی پر آئے تو فرمایا اپنے پارچہ اور میرے پارچہ کو سونگھ۔ پہلے اس نے اپنے پانی کا پارچہ سونگھا جس سے دماغ اس کا پریشان ہوا۔ پھر حضرت کے پانی کے پارچہ کو سونگھا۔ دماغ معطر ہو گیا اس وقت معتقد ہوا اور کہا کہ میں تو اپنے فن میں کامل ہوں مگر تم بھی کامل نکلے البتہ بدبو اور خوشبو کا تفاوت رہا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خوشبو اسلام کی ہے۔ اور وہ بدبو کفر کی تھی۔ اس فقیر نے کہا کہ مجھ کو بھی اسلام سے مشرف کیجئے۔ آپ نے اس کو کلمہ پڑھایا اور بصدق دل مسلمان ہوا۔ اور حضرت سے بیعت کی اور اس جوگی کو بعد تکمیل کے مع اس کے چیلوں کے برائے ہدایت کسی جگہ مقرر فرمایا۔ روضہ حضرت کا اور آبادی آپ کی اولاد کی اسی فقیر کی جگہ ہے کہ اب سرائے شیخ مشہور ہے۔

شیخ حمید الدین صاحبزادہ کلاں رودلی میں تولد ہوئے۔ ان کی گیارہ برس کی عمر تھی کہ شاہ آباد میں آگئے۔ وہاں شیخ رکن الدین مصنف لطائف قدسی پیدا ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک بار میں نے برائے تعلیم عرض کیا۔ کچھ تلقین نہ فرمایا۔ میں نے بحکم حضرت کے کتب خانہ سے ایک کتاب نکالی اور اس کی تحریر کے موافق نماز چاشت اور اشراق ادا کرنے لگا جب میں حاضر خدمت ہوا۔ فرمایا کہ ابھی شغل اوراد نہ کر۔ جو میں کہوں اسی طرح مشغول ہو۔ سبحان اللہ کیا کشف باطن ہے۔

ایک بار حضرت نے خود فرمایا کہ میرا ارادہ خلق میں مخلوط ہونے کا نہ تھا بلکہ یہ ارادہ تھا کہ پہاڑوں میں عمر بسر کروں مگر مجبور ہوں کہ مشائخ وقت نے حیات میں بکوشش تمام خرقہ خلافت دے کر مجھ فقیر کو سجادہ پر بٹھایا۔ خاص کر روح حضرت شیخ احمد عبدالحق و روحانیت حضرت سلطان المشائخ و حضرت گنج شکر و دیگر مشائخان قدس اللہ اسرارہم نے بجبر اس فقیر کو سجادہ پر بٹھایا۔ خلق اللہ کو بیعت دینی پڑی۔

لطائف قدسی سے نقل ہے کہ انتقال سے تین برس پہلے آپ کو سکوت ہو گیا تھا۔ ہمیشہ احدیت میں مستغرق رہتے تھے کسی سے بات نہ کرتے تھے۔ شیخ احمد کہ یہ بھی فرزند تھے۔ ایک روز انہوں نے عرض کیا سکوت کس وجہ سے ہے فرمایا کہ وجود میرا دریائے ذکر ہو گیا ہے۔ ہر وقت بحر فنا کی موجیں آتی ہیں اور غرق کر کے شہود حق میں لے جاتی ہیں۔ اس طرف آنے نہیں دیتیں۔ لکھا ہے کہ ۱۵۔ جمادی الآخر روز دوشنبہ کو عرس مخدوم شیخ احمد عبدالحق تھا۔ اسی روز حضرت کو تپ لرزہ آیا اور روز جمعہ کو پانچواں روز تھا۔ قدرے صحت ہوئی۔ نماز جمعہ ادا کی۔ بعد نماز پھر تپ شروع ہوا اور چار روز اور تپ آیا۔ بروز سہ شنبہ وقت نماز چاشت ۲۳۔ ماہ جمادی الآخر ۹۴۵ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار گنگوہ شریف میں فیض بخش عالم ہے۔

شیخ رکن الدین فرماتے ہیں تا دم مرگ عبادت میں فرق نہیں آیا۔ قبل از انتقال تجدید وضو کیا اور دوگانہ ادا کر کے بے ہوش ہوئے اور حق حق کہتے ہوئے انتقال کیا۔ عمر شریف ۸۴ برس کی ہوئی۔ جس میں ۲۵ برس رودلی میں مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ ۳۵ سال شاہ آباد میں قیام فرمایا اور ۲۴ سال گنگوہ میں بسر فرمائے۔

شیخ رکن الدین کہتے ہیں۔ جب کفن پہنا چکے۔ میں نے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا تو قلب کو حرکت تھی۔ ذکر جاری تھا۔ اور آپ کے سات پسر تھے۔ سب عالم اور عارف ہوئے۔ شیخ حمید و بندگی شیخ رکن الدین و بندگی شیخ احمد قطب مگر شیخ رکن الدین مرتبہ عالی رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک روز روضہ حضرت پر مجلس سماع تھی۔ شیخ رکن الدین کو وجد ہوا اور نظر مرداں سے ناپیدا ہوئے۔ بعد دیر کے لوگوں نے دیکھا۔

باقی آپ کے کمالات آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں۔

کیفیت شیخ عبدالکبیر پیر متذکرہ بالا کی یہ ہے کہ آپ مرید و فرزند شیخ عبدالقدوس کے تھے۔ ذوق اور شوق سخاوت اور شجاعت خوارق و کرامت میں بے مثل تھے۔ ایک بار سلطان وقت آپ کی زیارت کو چلا۔ دو وزیر اس کے ہمراہ تھے۔ تینوں نے اپنے واسطے ایک ایک کھانا مقرر کیا کہ اگر ہم کو ہماری خواہش کے موافق شیخ نے کھانا دیا تو ضرور شیخ اہل کمال ہیں۔ جب بادشاہ نزدیک آیا حضرت نے گوشت کے بھرے ہوئے سموسے گوشت آہو سے سلطان کے روبرو رکھے۔ نان سخنی میاں بڈھا کے آگے۔ ملک محمد کے آگے حلوہ رکھا۔ یہ کشف دیکھ کر تینوں صاحب حیران رہے۔ آپ نے فرمایا کہ بابا حیرت کی بات کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے دوستوں کو اہل دنیا کے روبرو شرمندہ نہیں کرتا۔ جو وہ چاہتے ہیں وہ مرحمت فرما دیتے ہیں۔ بعد وفات والد کے دو برس زندہ رہے۔ ۹۴۷ھ میں وفات پائی۔

ایک کتاب کے حاشیہ پر لکھا دیکھا ہے کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے پانچ سو خلیفہ ہوئے مگر جو صاحب ارشاد اور مشہور ہوئے ہیں یہ ہیں:-

اوّل حضرت شیخ جلال الدین محمود الفاروق تھانیسری کہ ان کا ذکر آگے آئے گا۔

دوسرے شیخ عبدالغفور اعظم پوریؒ کہ خلیفہ شیخ عبدالقدوسؒ کے عالم اور کامل سیاح تھے اور مرید اپنے جد مادری کے بھی تھے۔ ایک بار آپ کو جن اٹھا کر لے گئے۔ ایک مدت ان کے ملک میں رہے۔ ان کی زبان کے ماہر تھے۔ ان کے ملک کی کیفیت بیان فرمایا کرتے تھے مگر بوجہ اختلاف آب و ہوا کے ہیئت میں فرق آگیا تھا ہندوستانی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ مانو آپ کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مانو نام آپ کی ایک محبوبہ تھی۔ اگر اس کا نام ٹھیکری پر لکھ کر چاہ میں ڈالتے آپ فوراً چاہ میں گر تے۔ نہ معلوم وہ معشوقہ عضرت جن یا انسان تھی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ہمارے قبیلہ سے تھے۔ اکثر عورتوں سے سنا ہے کہ ایک عورت پیدا ہو کر آپ کے گھر کا کاروبار بجالا کر پھر غائب ہو جاتی۔ وفات حضرت کی ۹۹۱ھ میں ہوئی۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ رسول مقبولؐ نے آپ کو بحالت خواب یہ درود تعلیم فرمایا تھا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِعَدَدِ اَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی

اور ان کے خلفا سے چند باکمال ہوئے ہیں۔ شیخ ابواسحاق فرزند شیخ عبدالغفور و بندگی شیخ احمد و میر سید علاؤالدین ساکن کتانہ کہ جب ان کا انتقال ہوا ہے تو مزار میں سے تین بار کلمہ حق کی آواز آئی اور ایک شعلہ نور سرہانے سے اور ایک پائینتی سے پیدا ہو کر دونوں باہم مل کر قبر میں سما گئے۔

تیسرے خلیفہ شیخ عبدالقدوسؒ کے شیخ بھولا نورباف سہارنپوری کہ درویش کامل گزرے ہیں۔ ایک بار ان کو جنون ہو گیا تھا۔ اس حالت میں غیب کی باتیں کرتے تھے۔ حضرت نے ان کے حال سے آگاہ ہو کر ایک تعویذ مرحمت فرمایا اس کے باندھتے ہی اچھے ہوئے اور جو غیب کی باتیں کرتے تھے ان کا مشاہدہ ہونے لگا۔

چوتھے شیخ بھورو کہ پہلے یہ دائم الخمر تھے۔ جب جذبہ الٰہی پیدا ہوا ایک روز حضرت سے ملے۔ روئے مبارک پر نظر پڑتے ہی توبہ کی اور مرید ہو کر کار فقر کو انجام پہنچا کر اولیا ہوئے۔

پانچویں خلیفہ حضرت کے شیخ بہاؤالدین کہ اعلیٰ درجہ کے پیر پرست تھے۔

چھٹے خلیفہ شیخ عبدالستار سہارنپوریؒ۔

ساتویں خلیفہ شیخ عبدالاحدؒ پدر شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ سرہندی۔

آٹھویں خلیفہ میر سید رفیع الدینؒ اکبرآبادی۔

نانویں خلیفہ شیخ عبدالرحمٰنؒ۔ اکثر مکتوب ان کے نام صادر ہوئے ہیں۔

دسویں شیخ عبدالنبیؒ اور از روئے تحریر تذکرۃ العارفین ہند کے ہمایوں بادشاہ نے دوسرے سن جلوس میں حضرت سے بیعت کی۔

گیارھویں بندگی شیخ جامن مسطور کہ مقرب بارگاہ مرشد تھے۔ اور آپ کو مقام فنافی الرسولؐ حاصل تھا۔ یہ ہمدم

شیخ عبدالقدوسؒ قدس سرہٗ کے اور محرم راز و اسرار تھے۔ حضرت کی اکثر روایات آپ سے سند ہوئی ہیں۔

سلسلہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی یہ سلسلہ صابریہ حضرت شیخ احمدؒ کے وہ مرید شیخ عارفؒ کے وہ مرید شیخ احمد عبدالحقؒ کے، وہ مرید شیخ جلال الدینؒ پانی پتی کے، وہ مرید شاہ ولایت شیخ شمس الدینؒ پانی پت کے، وہ مرید حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابری کلیریؒ کے۔

سلسلہ نظامیہ نصیریہ شیخ عبدالقدوسؒ مرید شیخ درویش محمد بن قاسم اودھیؒ کے، وہ مرید سید بڈھن بھرائچی کے وہ مرید سید اجمل بھرائچیؒ کے، وہ مرید مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے، وہ مرید مخدوم نصیرالدینؒ چراغ دہلی کے، وہ خلیفہ اکمل حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے۔

سلسلہ دوم نظامیہ شیخ عبدالقدوسؒ مرید شیخ الاسلام شیخ درویش محمدؒ کے، وہ مرید میاں شیخ بن حکیم لودھیؒ کے وہ مرید سید صدرالدین اودھیؒ کے، وہ مرید پیر سید محمد گیسو درازؒ کے، وہ مرید مخدوم نصیرالدین چراغ دہلیؒ کے۔

سلسلہ سوم نظامیہ یعنی شیخ مرید شیخ الاسلام درویش محمدؒ کے، وہ مرید شیخ سعداللہؒ کے، وہ مرید شیخ فتح اللہ کے، وہ مرید شیخ صدرالدین طبیبؒ کے، وہ مرید حضرت سلطان المشائخؒ کے۔

سلسلہ قادریہ شیخ درویش محمد کے، وہ مرید سید بڈھن بھرائچی کے، وہ مرید سید اجمل بھرائچی کے، وہ مرید مخدوم جہانیاںؒ کے، وہ مرید شیخ محمد عیسیٰؒ کے، وہ مرید شیخ ابوالمکارم فاضل کے، وہ مرید شیخ قطب الدین ابوالغیث کے، وہ مرید شمس الدین ثانی کے، وہ مرید شمس الدین علی حدادؒ کے، وہ مرید حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؒ کے۔

سلسلہ دوسرا قادریہ یعنی شیخ عبدالقدوسؒ مرید سید ابراہیم حسنیؒ کے، وہ مرید شیخ احمد جبلیؒ کے، وہ مرید شاہ موسیٰ کے، وہ مرید شاہ عبدالقادرؒ کے، وہ مرید شیخ محمد حسنؒ کے، وہ مرید سید ابوصالحؒ کے، وہ مرید اپنے پدر سید عبدالقادر جیلانیؒ کے۔

سلسلہ تیسرا اس طرح پر ہے کہ شیخ محمد حسن شیخ ابونصر سے مل کر سید ابوصالحؒ سے ملتے ہیں۔ یعنی پیر بھائی سے بھی خرقہ پہنچا تھا۔

سلسلہ چوتھا قادریہ شیخ عبدالقدوسؒ مرید شیخ عبدالسلام علی شاہؒ کے، وہ مرید شاہ محمد کے، وہ مرید قطب الدین بینا دلؒ جونپوری کے، وہ مرید سید نجم الدین قلندرؒ کے، وہ مرید حضرت پیران پیر دست گیرؒ کے۔ اس سلسلہ کو قلندریہ بھی کہتے ہیں۔ تذکرۃ الفقراء میں یہ سلسلہ مسمیٰ بہ قلندر شاہ ہے۔ الٹا لکھا گیا ہے۔

سلسلہ کبیریا شیخ عبدالقدوسؒ مرید شیخ درویش محمد اودھیؒ کے، وہ مرید سید بڈھن بھرائچیؒ کے، وہ مرید سید اجمل بھرائچی کے، وہ مرید سید جلال الدین بخاریؒ کے، وہ مرید شیخ شمس الدین ابومحمد بن محمود فرقانیؒ کے، وہ مرید شیخ قطب الخالدیؒ کے، وہ مرید شیخ احمدؒ کے، وہ مرید بابا مجذوبؒ کے، وہ مرید شیخ نجم الدین کبیر فردوسیؒ کے۔

سلسلہ سہروردیہ شیخ عبدالقدوسؒ مرید شیخ درویش اودھیؒ کے، وہ مرید سید بڈھنؒ کے، وہ مرید سید اجملؒ کے، وہ مرید سید جلال الدین بخاریؒ کے، وہ مرید شیخ رکن الدین ملتانیؒ کے وہ مرید شیخ صدر الدینؒ ملتانی کے، وہ مرید شیخ بہاؤ الدینؒ ذکریا ملتانی کے۔ وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اور یہ بھی سلسلہ قادریہ ہے۔ یعنی شہاب الدین سہروردیؒ خلیفہ غوث پاکؒ بھی تھے۔

سلسلہ دوسرا سہروردی شیخ عبدالقدوسؒ مرید شیخ درویش محمد کے، وہ مرید سید بڈھنؒ کے، وہ مرید مخدوم جہانیاںؒ کے، وہ مرید شیخ رکن الدینؒ کے، وہ مرید شیخ صدر الدین عارفؒ کے، وہ مرید شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ کے، وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے، وہ مرید شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کے، وہ مرید شیخ وجیہ ابو حفصؒ کے، وہ مرید شیخ محمد بن عبداللہ سہروردیؒ کے، وہ مرید شیخ اخی سراج کے، وہ مرید شیخ الہیٰ عباس کے، وہ مرید شیخ ابی عبداللہ خفیف کے، وہ مرید شیخ محمد جعفر کے، وہ مرید شیخ ابی عمرؒ کے، وہ مرید شیخ عظیم ابی ترابؒ کے، وہ مرید شیخ خاتم الاصمؒ کے، وہ مرید شفیق بلخیؒ کے، وہ مرید سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ کے۔

سلسلہ مداریہ شیخ عبدالقدوسؒ مرید شیخ درویش محمدؒ کے، وہ مرید سید بڈھنؒ کے، وہ مرید سید اجملؒ کے، وہ مرید حضرت بدیع الدین شاہ مدارؒ کے۔ وہ مرید بایزید بسطامیؒ کے، وہ مرید خواجہ حبیب عجمیؒ کے، وہ مرید خواجہ حسن بصریؒ کے۔

سلسلہ مداریہ دوسرا اس طرح پر ہے کہ طیفور شامی مرید عین الدین شامیؒ کے وہ مرید یمین الدین شامیؒ کے، وہ مرید عبداللہ علمبردارؒ کے، وہ مرید حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہؒ کے۔

سلسلہ نقشبندیہ اس طرح ہے کہ سید اجمل بہرائچی مرید شاہ عبدالحقؒ کے، وہ مرید خواجہ عبداللہ احرارؒ کے، وہ مرید خواجہ یعقوب چرخیؒ کے، وہ مرید خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ کے۔

لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوسؒ قاضی القضات دہلی رہے ہیں۔ صاحب تصانیف اور عالم بے مثل تھے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین جونپوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ محمد عیسیٰ کے تھے۔ جو مشاہیر روزگار سے تھے۔ ترک اور تجرید میں یگانہ عصر تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ طالب علمی کرتے تھے کہ شیخ حسین گجرات سے خدمت شیخ عیسیٰ میں جونپور آئے اور صاحب کیمیا تھے۔ بہاؤ الدین سے بہت اخلاص پیدا ہو گیا۔ ایک بار ان کو ہمراہ لے کر جنگل میں گئے اور کہا کہ تم کو کیمیا بتائے دیتا ہوں موافق حاجت کے بنا لیا کرنا۔ پھر میں تم کو دوسرا عمل بتاؤں گا۔ شیخ بہاؤ الدین نے عرض کیا کہ بندہ آپ سے دوسری کیمیا کا خواہاں ہے۔ یہ سن کر شیخ حسین ذولقہ بہت خوش ہوئے تربیت باطن فرمائی۔ شیخ آخر خرقہ خلافت شیخ محمد عیسیٰ سے حاصل کر کے ذولقہ چلے گئے چلتے وقت شیخ بہاؤ الدین نے عرض کی کہ مجھے مرید کیجئے۔ فرمایا کہ تیرا پیر اسی شہر میں ہے۔ میری صحبت کا فیضان جو تیری

قسمت میں تھا وہ ہوا۔ پس شیخ بہاؤالدین شیخ عیسیٰ کے مرید ہوئے اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ ہنوز خلافت نہ ملی تھی کہ وقت شیخ محمد عیسیٰ کا قریب پہنچا۔ شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ تیری خلافت آگے سید کے ہے جو مانک پور سے آئے گا۔ بعدہٗ سید راجی حامد شاہؒ مانک پور سے وارد جونپور ہوئے۔ پہلی ہی ملاقات میں شیخ بہاؤالدین کو خرقہ خلافت دیا۔ وفات شیخ بہاؤالدین کی ۹۴۷ھ میں ہوئی۔ مزار جونپور میں ہے۔

حضرت شیخ خانو گوالیاری قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید خواجہ حسن ناگوری کے مشاہیر وقت ہوئے ہیں اور خرقہ شیخ اسمٰعیل فرزند شیخ حسن سرمست کبھی مقام چندیری حاصل کیا۔ اور روحانیت حضرت خواجہ بزرگؒ سے بھی فیضیاب ہوئے۔ وفات حضرت کی ۹۴۷ھ میں ہوئی۔ مزار گوالیار میں ہے۔

حضرت شیخ علاؤالدین بن شیخ نورالدین اجودھنی قدس سرہ العزیز

یہ حضرت اولاد سے باباصاحبؒ کی اور وحید عصر تھے۔ اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ رکھتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کچھ کام نہ رکھتے تھے۔ حظ نفس اور آرام و آسائش و آرائش اپنے اوپر روا نہ رکھتے تھے۔ اس وقت آپ فرید ثانی مشہور ہوئے۔ اور روحانیت حضرت قطب الاقطاب سے فیض یاب ہوئے اور بہت عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے پاس ایک درویش آیا اور اُس نے تعریف کی کہ میرے پاس تریاق اکبر ہے۔ جس کے کھانے سے کیسا ہی زہر خوردہ یا مارگزیدہ ہو اس کو فوراً شفا ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس بھی تریاق اعظم ہے۔ اور امتحان کے واسطے ایک چڑیا زندہ منگا کر اس کے منہ میں قدرے سنبل فار دیا۔ اسی وقت وہ مرگئی۔ بعدہٗ قدرے کاک لنگر خانہ جو خواجہ قطب الدین کا تھا، پانی میں حل کر کے قدرے پانی اس کے منہ میں ڈالا۔ وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔ ولادت آپ کی ۸۴۱ھ میں ہوئی اور وفات ۹۴۰ھ میں ہوئی۔

حضرت سلطان جلال الدین قریشی قدس سرہٗ

یہ حضرت کاملان خاندانِ چشتیہ سے ہوئے ہیں کہ بباطن سالک بظاہر مجذوب صاحب حال اور مجرد و تارک اور کپڑا فقط ایک لنگوٹا رکھتے تھے۔ اور عالم متبحر تھے۔ ہر ایک زبان میں کلام کرتے۔ جو کچھ بیان فرماتے نہایت صحت و فصاحت سے بیان فرماتے۔ کل علوم حفظ تھے۔ ایک بار وقت نماز صبح جامع مسجد میں آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھانے لگے۔ مگر قرأت ایسی لمبی شروع کی کہ دن نکل آیا۔ یہ بات لوگوں کو ناگوار گزری اور گفتگو شروع ہوئی۔ نہایت استغراق کام

سے جواب دیئے۔ جب وہ لوگ گرم ہونے لگے موافق عادت معہود کے وہاں سے اٹھ کر جنگل میں چلے آئے۔ مرید نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہشام نام میرا ایک مرید ہے جو جنگلوں میں پھرتا ہے۔ آپ کے معتقدوں سے ایک نے آپ کے ملفوظات جمع کر کے آپ کو ملاحظہ فرمائیے۔ آپ نے اس کتاب کو چاہ میں ڈال دیا۔ اکثر وقت قلق کے یہ فرمایا کرتے تھے۔ حاصلِ عشقت سہ سخن بیش نیست سوختم سوختم سوختم۔ خادم بودم بہ لحظہ شدم سوختم اور پانچ برس تک کتاب علم حقیقت پڑھی۔ اس عرصہ میں کسی آدمی کا منہ نہیں دیکھا۔ درختوں کے پتے کھائے۔ ایک روز فرمانے لگے۔ مجھ کو عشق مجازی پیدا ہوا اسی میں جذبہ الٰہی گلوگیر ہوا۔ میں صحرائے اجمیر میں چلا گیا۔ ایک جوان نہایت خوبصورت دیکھا۔ میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ وہ شخص خضر ہوں گے۔ فرمایا کہ علامت دیکھنے خضر کی یہ ہے کہ ان کے ظہور سے بارش ہوتی ہے وہ بلا وہ مردانِ غیب سے تھا اور فرماتے ہیں کہ جب میں مرید ہوا تو میرے پیر نے فرمایا کہ نوکری کر۔ چنانچہ ایک شخص نے خود خواستگاری کر کے مجھ کو نوکر رکھا۔ میں نے بہت مال جمع کیا۔ پیر کا حکم ہوا کہ اس کو لٹا دے میں نے لٹا دیا۔ تین بار مال جمع کیا اور لٹایا۔

آخر پیر کے ہمراہ ایک جنگل میں گیا۔ وہاں ایک حجرہ تھا۔ در حجرہ پر رہتا۔ پیر اندر رہتے۔ سوائے صبح کی نماز کے وقت اور وقت ملازمت نصیب نہ ہوتی۔ پانچ برس اسی طرح گزرے۔ اسی عرصہ میں میرے پیر نے مجھ کو تین سو علوم سکھائے اور فرمایا کہ جا آگے تیرا حوصلہ نہیں ہے۔ اس روز سے پھر پیر سے ملاقات نہیں ہوئی اور اپنے پیر کے فراق میں دیواروں سے ٹکرایا کرتے تھے اور یہ پڑھتے تھے ؎

دریغا مونس تنہائی ما　　　دریغا سرمہ بینائی ما

من ہیبت وے عشقم　　　ہوشیار نخواہم شد

لکھا ہے کہ مس پر پھونک مار دیتے تھے تو وہ سونا ہو جاتا تھا۔ دہلی آگرہ میں اکثر رہے۔ وفات حضرت کی مقام مندو ۱۰۴۲ھ میں ہوئی۔

حضرت سید سلطان بہرائچی قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ علاؤالدین اجودھنی کے اور خاندان سلطاریہ سے بھی فیض یافتہ تھے۔ کپڑا موافق ڈھکنے ستر کے رکھتے تھے۔ سر ننگا رہتا تھا۔ ذکر جہر کرتے تھے۔ ایک عورت آپ کی توجہ سے مسلمان ہوئی۔ اس کے اقربا نے کچہری محمد زمان میں جو منجانب بادشاہ بابر حاکم تھے اس کے مل جانے کا دعویٰ کیا۔ حاکم نے شیخ کو کہلا بھیجا کہ اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دیں۔ آپ شمشیر ہاتھ میں لے کر نکلے اور فرمایا کہ یہ نہ ہوگا کہ مسلمان کو کافروں کے سپرد کیا جائے۔ اگر ارادہ جنگ کا ہے تو بندہ حاضر ہے۔ دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ آخر حاکم پر شیخ کے کہنے سے رعب چھا گیا اور بہت نادم ہوا۔ وفات

حضرت کی ۹۴۹ھ میں ہوئی۔

حضرت سید علی قوام قدس سرہٗ

صاحب جذب اور ذوق شوق تھے۔ کبھی لباس درویشی، کبھی دنیا داروں کا سا مکلف لباس رکھتے۔ آپ کو بہت فتوح تھا۔ مساکینوں کا روزینہ مقرر کر رکھا تھا۔ نہایت مخیر تھے۔ خدام بہت تھے۔ مگر چالیس برس تک شب کو کسی کام کے واسطے کبھی خدمت گار کو نہیں جگایا۔

ایک بار شب کو تشنگی ہوئی۔ موافق عادت کے زیر پلنگ پانی دیکھا۔ اس روز خدمت گار پانی رکھنا بھول گیا تھا تشنگی نے جب بہت ہی غلبہ کیا کئی بار پلنگ سے پانی دیکھا۔ آخر غیب سے کوزہ پانی ہاتھ میں آیا۔ اس کو نوش کیا اور شکر پڑھ کر بجا لائے مگر خدمت گار کو نہ جگایا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول مقبول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے علی! اپنے دروازہ پر نقارہ بجواتا ہے مگر خلق کی خبر نہیں لیتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! نقارہ آپ ہی کی عنایت سے ہے ورنہ علی کیا چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ خلق کے واسطے دعائے خیر کر۔ تو مستجاب الدعوات ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ لوگ قوالوں کو فرمائش کرتے ہیں کہ فلاں غزل گاؤ۔ مجھ کو ہر شے اچھی معلوم ہوتی ہے جو وہ گاتے ہیں۔ سب پر شوق ہوتا ہے۔ وفات حضرت کی ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار جونپور میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالرزاق جھنجھانہ قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ محمد حسن طاہرؒ کے وہ مرید راجی حامد شاہؒ کے، وہ مرید شیخ حسام الدین مانک پوریؒ کے، وہ مرید نور قطب عالمؒ کے، وہ مرید علاؤ الحق بنگالیؒ کے، وہ مرید اخی سراجؒ کے، وہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ حضرت کو روح پاک قلندر صاحبؒ سے اول سے نسبت تھی۔ مقام بڈھا کیرا معتکف رہے ہیں۔ اہل بیت پاک سے کمال عقیدت تھی اور حضرت غوث اعظمؒ سے بھی نہایت اعتقاد تھا اور حضرت بھی ان پر بہت مہربان تھے۔ ہر ایک کام میں امداد فرماتے تھے اور شیخ امان پانی پتی سے مسئلہ توحید میں بہت گفتگو رہی ہے۔ بہت ذاکر اور متفکر تھے۔ آپ کے مریدوں میں سید علی چشتی کہ مزار ان کا لدھیانہ میں ہے شیخ وقت گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ جھنجھانہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت شیخ یوسف معروف بہ شاہ جونشی چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے بابا صاحبؒ کی تھے۔ اور ولایت موروثی پر ثابت قدم رہے اور ہمیشہ اجودھن میں رہے

بعد مجاہدہ اور ریاضت کثیر کے موافق ندائے غیبی کے مع تینوں بھائیوں کے براہ خشکی عازم حرمین شریفین ہوئے۔ جب واپس امیر میں آئے عینا عادل شاہ خاندیس کے بادشاہ نے قدوم شیخ غنیمت جانا۔ نہایت اعزاز سے چندے رکھا بعدہٗ وہاں سے رخصت ہوکر اجودھن میں آئے اور اعیال و اطفال کو ہمراہ لے کر برہان پور میں داخل ہوکر سکونت اختیار کی اور وہیں ۹۵۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے تھے۔ آپ کے پدر قاضی محمود بلخ سے ہندوستان میں آئے، تو آپ کی عمر سات برس کی تھی مگر قرآن حفظ کر چکے تھے اور سترہ برس کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوکر شرعی فتویٰ دینے لگے تھے۔ آپ صائم الدہر قائم اللیل تھے۔ لکھا ہے کہ شیخ عبدالقدوس ایک بار برائے سیر وارد تھانیسر ہوئے۔ وہیں آپ نے بیعت کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ شیخ تھانیسر میں اس وجہ سے آئے تھے کہ ایک بار شیخ اپنے شغل میں مصروف تھے کہ ہاتف غیب نے ندا دی کہ جلال الدین تھانیسری کو ہم نے بخشا۔ اس کو اپنا مرید کر۔ اسی وقت حضرت شیخ راہی طرف تھانیسر کے ہوئے۔ آکر دیکھا کہ آپ اپنے مدرسہ میں طلباء کو پڑھا رہے ہیں۔ شیخ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ جب جلال الدینؒ نے سبق طلباء سے فراغت پائی حضرت سے پوچھا کہ اے درویش! تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے؟ شیخ نے زبان حق ترجمان سے بعد اپنے عجز و انکسار کے چند کلمات توحید آمیز ارشاد فرمائے۔ اور اُن کے قلب کو اپنے نور باطن سے مجلّا کیا۔ معاً کثافت ظاہری دُور ہوتے ہی جو جمال بے مثال کو دیکھا، قدموں پہ سر رکھا، حق منکشف ہوا، ظلمت کثرت لوح سینہ سے دُور ہوئی۔ نور وحدت چمکا اور مرید ہوئے۔ شیخ نے کلاہ چار ترکی اپنے سر سے اتار کران کے سر پر رکھی اور تعلقات قلبیہ و قالبیہ و تفسیر و روحانیت سے فراغ پایا۔ پہلے شغل نفی اثبات ارشاد فرمایا۔ چند روز میں کار بہ تکمیل پہنچا کہ بے ہوشی جو مقدمہ الہیات کا ہے پیدا ہوئی۔ بعد اس کے شغل ہوا تلقین فرمایا۔ بعد اس کے سلطان الاذکار تعلیم فرمایا۔ جب یہ کار بھی تکمیل ہوا شغل سہ پایہ تعلیم فرمایا اور دیگر افکار و اشغال ہر ایک خاندان کے تعلیم فرمائے آپ نے مدت کثیر اپنے کو آتش مجاہدہ میں جلایا اور مقصود کلی حاصل کیا۔

صاحب مراۃ الاسرار ناقل ہیں کہ آپ کو مدام استغراق رہتا تھا۔ وجود باوجود آپ کا محو ذوقِ سماع و عبادات و اوراد آداب شریعت و طریقت تھا۔ اسّی برس تک بلاناغہ ایک قرآن روزانہ ختم فرمایا کرتے۔ ایک روز ایک شخص ایک

غزل خوش الحانی سے گا رہا تھا۔ آپ بالاخانہ پر تھے۔ سنتے ہی بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے اور مثل مرغ نیم بسمل کے تڑپنے لگے اور استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ وقت نماز کے خادم جب کان میں بآواز بلند اللہ اکبر کہتا تب ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے۔

اقبال نامہ جہانگیری سے روایت ہے کہ جلال الدین محمد اکبر اعظم شہنشاہ مکرم نے جب بروز دوشنبہ دوسری محرم ۹۷۹ھ کو بجہت دفع مزار محمد حکیم اپنے برادر کے لشکر کشی جانب پنجاب کی جب تھانیسر پہنچے برائے زیارت شیخ خانقاہ حضرت میں تشریف لائے۔ بعد سعادت ملازمت کے کلماتِ حقائق درمیان میں لائے۔ چونکہ اس بادشاہ کو جملہ علوم میں جامعیت تھی مسئلہ توحید پیش کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ رباعی ؎

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ　　پس برنگ ہر یکے تاب عیاں انداختہ
جملہ یک نوراست اما رنگہائے مختلف　　اختلافے درمیانِ این و آں انداختہ

اور نہایت احسن طور پر بادشاہ کو سمجھایا۔ پھر شیخ ابوالفضل نے عرض کیا کہ کس طرح دریافت کریں۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا کہ آہ ؎

آہ استغنائے دلبر آہ آہ　　کمرِ تعظیم بستہ بر کونین را

یہ سن کر بادشاہ بھی رونے لگے اور کہا کہ بندہ کو فقیر کیجئے۔ میں اس سلطنت سے گزرا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنا جانشین کرو۔ اس کے بعد یہ ارادہ کرو کہ تمہاری ایک ساعت کی عدالت بہتر ہے ہزار عبادت اور فقیری سے۔ عدل اور انصاف کرنا خلق خدا کو نفع پہنچاتا ہے۔ یادِ خدا بھی کرو اور سلطنت بھی کرو۔

بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر خیمہ گاہ کو واپس آیا۔ اور شیخ محافہ میں سوار ہو کر بقصد زیارت مزار سالار اسحاق نبیرہ نوح علیہ السلام کہ مزار اُن کا نواح تھانیسر میں تشریف لئے جاتے تھے کہ فیضی حاضر ہوا۔ آپ اس کی خاطر سے واپس خانقاہ میں آئے۔ فیضی نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو برائے سواری انسان کے پیدا کیا ہے افسوس ہے کہ آپ آدمیوں پر سوار ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہایت تعجب ہے کہ باوجود اس قدر علم وفضل کے اب تک یہ امر تیری سمجھ میں نہیں آیا کہ بعض آدمی مثل چارپایوں کے ہیں بلکہ حیوان ان سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمیوں کے حق میں فرمایا ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔

فیضی یہ سن کر منفعل ہوا۔ جب تک بیٹھا رہا کچھ بات نہ کی۔ آخر رخصت ہو کر قیام گاہ پر آیا اور راجہ بیربل سے شیخ کی تعریف کی۔

اسی وقت بیربل بھی خدمت شیخ میں حاضر ہوا۔ شیخ نے اس کی طرف التفات نہ فرمایا۔ آخر یہ اٹھ کر چلا آیا۔

جب یہ شیخ غوث محمد گوالیاری سے ملنے گیا تو شیخ نے اس کی بہت تعظیم کی۔مکلف فرش پر بٹھایا۔اس نے پوچھا کہ اولیاء اللہ سب مرتبہ میں مساوی ہیں۔آپ نے ایسی نوازش فرماکر معزز و ممتاز فرمایا۔جب میں جلال الدین تھانیسریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے میری طرف التفات بھی نہ فرمایا۔شیخ غوث محمد گوالیاری نے فرمایا کہ برادر جلال الدین نے کمال شہود ذاتی بہم پہنچایا۔دنیا اور اہل دنیا کی قدر ان کی نظر میں کچھ نہیں رہی ہے۔وہ تم کو کیا خاطر میں لاتے اس لیے کہ بادشاہ اور گدا ان کی نظر میں یکساں ہیں اور مجھ میں ہنوز بعض بعض تعلقاتِ دنیا باقی ہیں۔بیربل یہ سن کر خوش ہوا اور کہا کہ جو آپ نے کہا منصفی سے کہا۔

لکھا ہے کہ شیخ کمال قادری کو حضرت سے بہت محبت تھی۔طبقات حسامیہ سے نقل ہے کہ آپ کا ایک مرید تھا کہ اس کو اشتیاق تجلّی ذات نہایت تھا۔اس شوق میں بہت مجاہدہ اور ریاضت برسوں کی مگر وہ حال منکشف نہ ہوا۔اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اس زمانہ میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں کہ ان کی نظر سے آدمی صاحب حال ہوتا ہے۔اسی وقت آپ کو اس کے خطرہ سے آگاہی ہوئی۔نظر عاشقانہ اس پر ڈالی کہ وہ تجلّی ذات اس پر منکشف ہوئی مگر اسی وقت مر گیا۔اس لیے کہ حوصلہ اس تجلّی کا نہ تھا۔اور اسی وجہ سے آپ نے توقف بھی فرمایا تھا۔

آپ کے بھی مکتوبات ہیں ارشاد الطالبین سے مشہور۔اور کبھی پیر کے روبرو بے وضو نہیں آئے۔شاہ آباد میں بھی بہت دنوں پیر کے پاس رہے ہیں اور اپنے پیرزادوں سے نہایت ادب سے پیش آتے تھے۔لکھا ہے کہ وفات سے چند روز پہلے امانت خواجگانِ چشت اور خرقہ خلافت شیخ نظام الدین تھانیسری ثم بلخی کو مرحمت فرمائی اور ۱۴۔ذوالحجہ ۹۸۹ھ میں مقام تھانیسر انتقال فرمایا۔

چند خلفا حضرت کے جو بمرتبہ تکمیل پہنچ چکے تھے یہ ہیں۔شیخ نظام الدین بلخی، دوسرے شیخ عبدالشکور، تیسرے خلیفہ قاضی محمد سالم کیرانوی کہ ان کا مزار کیرانہ میں ہے۔یہ رہنے والے کیرانہ کے تھے۔اس وجہ سے ایک چاہ کہ جو کبھی منجانب بزرگان کاتب الحروف ان کی مددمعاش کو معاف تھا "سالم والا" مشہور ہے۔چوتھے خلیفہ شیخ موسیٰ۔پانچویں شیخ عیسیٰ کہ دونوں اسم بامسمّیٰ تھے۔چھٹے خلیفہ میر سیّد فاضل ساکن موہانہ ضلع میرٹھ۔

حضرت شیخ نظام الدین بن عبد الشکور

بلخی قدس سرّہٗ

خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کے مذہب حنفی اور مشارب علیہ صابریہ رکھتے تھے۔ احوال و اقوال و افعال حضرت کے مشائخین کبار کو حجت قاطع و برہان ساطع ہیں اور نیز داماد و برادر زادہ اپنے پیر کے تھے۔ آپ کے والد شیخ عبد الشکور بھی جلال الدین تھانیسریؒ اپنے برادر خلیفہ کے تھے۔ علوم رسمی کہ سرلسبر قیل وقال ہیں ان کی طرف رجوع نہ تھی۔ مگر شرح لمعات اور رسالہ بیان ہفت طبق مشہور ہیں اور ریاض اقدس تفسیر قرآن مجید و سعادن حقانی آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ تمام علوم کیمیا و سیمیا ذات جامع الکمالات تھے۔ علم شریعت اور طریقت میں بے مثل تھے۔

لکھا ہے کہ شرح لمعات مکہ میں تصنیف کی اور دوسرے شرح کلام مجید کی مدینہ طیبہ میں تصنیف کی۔ وہ تفسیر مدنی مشہور ہے۔ ان دونوں تفسیروں کی تحریر کے وقت کوئی آپ کے پاس نہ جاتا تھا۔ باوضو لکھا کرتے تھے۔

نقل کرتے ہیں کہ جب آپ صاحب سجادہ ہوئے اور شہرہ کمالات آپ کا بلند ہوا تو شہزادہ سلیم آپ کے معتقد ہوئے۔ آپ نے ان کو بشارت دی تھی کہ تو بادشاہ ہوگا۔ آخر جب یہ بادشاہ ہوئے اور بوجہ بہکانے نور جہاں بیگم کے شہزادہ خسرو سے ناخوش ہوئے اور ان کو مقید کرنا چاہا۔ اس وقت یہ ناچار ہوکر اکبرآباد سے فرار ہوئے۔ جب تھانیسر میں پہنچے۔ شیخ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اپنے پدر و مادر کی شکایت کی۔ اور اپنے واسطے دعا چاہی۔ شیخ نے بہت کچھ نصائح مربیانہ بیان فرمائے کہ ہر حال میں والد کی اطاعت چاہیے۔ یہ تو طرف بیاس کے چلے گئے اور دشمنانِ شیخ نے موقع پاکر بادشاہ سے عرض کیا کہ شاہزادہ برائے حصول مطلب شیخ تھانیسری کے پاس گئے۔ انہوں نے ان کو بشارت سلطنت دی۔ یہ سن کر جہانگیر سخت برہم ہوئے اور حکم دیا کہ شیخ ہندوستان سے چلے جاویں اور پھر نہ آویں۔ حضرت کا سفر کا ارادہ پہلے ہی تھا مکہ معظمہ جانے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ حکم پہنچا۔ حضرت ہندوستان سے چل کر مکہ میں آئے اور حج کیا۔ بعدہٗ مدینہ منورہ میں کئی برس رہے اور شرح المعانی تصنیف فرمائی۔ بعدہٗ بحکم روحانیت پیغمبر علیہ السلام بلخ میں آکر مقیم ہوئے۔

ایک کیفیت یہ گزری کہ قریب بلخ کے آپ چلے آتے تھے کہ ایک شخص حکام بلخ سے گھوڑی پر سوار آتا تھا۔

اور شیخ ابو سعید فرزند حضرت کے گھوڑے پر سوار تھے۔ نہنے مادی کی طرف میل کیا اور گھوڑی پر جا پڑا۔ وہ شخص غرور حکومت میں تھا۔ غصہ ہو کر شیخ ابو سعید کی پشت پر تازیانہ مارا کہ اس کا نشان ہو گیا۔ انہوں نے اپنے پدر کو پیٹھ دکھائی۔ آپ نے ازراہِ جلال فرمایا کہ ابھی تک اس کی گردن نہیں ٹوٹی۔ یہ سنتے ہی وہ گھوڑی سے گرا اور گردن اس کی ٹوٹی۔

بعد اس کے بادشاہ امام قلی خاں ازبک حضرت کا مرید ہوا۔ اس کے مرید ہوتے ہی ہزارہا آدمی مرید ہوئے اور لکھا ہے کہ سات سو ولی ہوئے مگر علمائے شہر کو حسد ہوا اور بادشاہ سے کہا کہ شیخ جامع مسجد میں نہیں آتے۔ اپنی خانقاہ میں جدا نماز پڑھتے ہیں۔ ایک شہر میں دو جگہ نماز جمعہ ناجائز ہے۔ بادشاہ نے آپ سے عرض کیا کہ جامع مسجد میں آکر نماز جمعہ ادا کریں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امام جامع مسجد رافضی ہے۔ میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا۔ یہ خبر امام اور دیگر علماء کو ہوئی۔ انہوں نے تمام شہر کو انگیختہ خاطر کیا۔ آخر یہ رائے سب کی قرار پائی کہ یا تو شیخ امام کا رفض ثابت کریں ورنہ بادشاہ اور شیخ دونوں کو قتل کرو۔ یہ خبر بادشاہ کو بھی ہوئی۔ وہ شیخ کی خدمت میں آیا۔ کل حالات منشورہ شہر کے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بچہ فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ابھی عقدہ کشائی کر دیتا ہے۔ چنانچہ اسی وقت دس بارہ ہزار آدمی مسلح خانقاہ میں گھس آئے۔ امام شمشیر برہنہ لئے شیخ کے پاس آیا اور زبان درازی کرنے لگا۔ اور کہا کہ تو نے مجھ پر تہمت رفض کی لگائی ہے۔ تیرا خون بہانا مجھ کو مباح ہے۔ شیخ نے بادشاہ سے کہا کہ امام کا موزہ چیر کر دیکھو اس کے تلے میں کیا ہے۔ الغرض جب موزہ چیر کر دیکھا تو اس میں سے کاغذ نکلا کہ جس میں شیخین کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جب خلقت نے شیخ کی کرامت دیکھی۔ پہلے اس امام کو قتل کیا۔ بعدہٗ سب نے اپنا عفوِ تقصیر چاہا۔ اور صدق دل کے ساتھ مرید ہو گئے۔

صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں کہ نام شاہ بلخ کا نذر محمد خاں تھا اور وہ ہر روز برائے زیارت شیخ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک روز آپ کوہستان بلخ کی سیر فرماتے ہوئے ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں پانی نہ تھا۔ جب وقت ظہر کا آیا عصا مبارک ایک پتھر پر مارا۔ اسی وقت اس پتھر سے چشمہ شیریں جاری ہوا۔ اس پہاڑ سے جو شہر قریب تھا وہاں ایک حکیم رہا کرتا تھا۔ اس نے یہ کرامت شیخ کی سن کر لوگوں سے کہا کہ اس وقت ستارہ آبی برج سرطان میں تھا۔ اس وجہ سے پانی نکل آیا۔ یہ سب کرامت نہیں ہے۔ اتفاقاً وہ حکیم شیخ سے ملنے آیا۔ شیخ کو اس کے کہنے کا حال معلوم تھا۔ اس کو لے کر وہاں آئے جہاں پانی کا نشان نہ تھا۔ پہلے اس حکیم سے پوچھا کہ ستارہ برج آبی سرطان میں ہے۔ اس نے غور کر کے کہا کہ اس وقت برج آتشی میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ زمین سے پانی اس وقت برآمد ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا ناممکن ہے۔ آپ نے عصا پتھر پر مارا کہ چشمہ شیریں رواں ہوا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ حکیم ایمان لایا اور مرید ہوا۔

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ اس وقت بلخ میں ایک عامل اور سخی مرد تھا کہ اس کو دست غیب تھا اور علم کیمیا

کو خوب جانتا تھا اور شیخ کو بھی کامل اور صالح درویش مانتا تھا۔ جب وقت رحلت اس کا قریب پہنچا، اپنے ملازم کے ہاتھ شیخ کے پاس کہلا بھیجا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو بڑے بڑے کمال اور علوم عطا کئے ہیں۔ میں اب دار فانی سے رخصت ہوا چاہتا ہوں۔ سوائے آپ کے کسی کو لائق نہیں پاتا۔ آپ میرے پاس تشریف لادیں میں سب آپ کو بتا دوں گا۔ آپ نے اس ملازم سے کہا کہ اپنے آقا سے کہہ کہ یہ جتنے علوم ہیں مردان خدا ان کی طرف نظر بھی نہیں کرتے اگر علم توحید سے تجھ کو کچھ حاصل ہے تو وہ کافی اور کام کا ہے ورنہ خیر۔ خادم نے جاکر آقا سے بیان کیا۔ اس نے پھر عرض کیا کہ اس سے بے بہرہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو یہاں لے آؤ۔ الغرض جب وہ خدمت شیخ میں آیا آپ نے اس کو علم توحید تعلیم فرمایا کہ اس کے دل سے پردہ دوئی اٹھا اور اسی وقت کامل ہوا اور اولیا ہو کر مرا۔

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ ایک بار شیخ صحرائے بلخ میں تشریف لئے جاتے تھے کہ ایک مردہ پڑا ہوا دیکھا اس کے قریب جاکر مراقبہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ چندے اس کی عمر باقی ہے۔ کھڑے ہو کر فرمایا قم باذن اللہ! وہ اسی وقت کھڑا ہو گیا۔

وفات شیخ نظام الدین تھانیسری ثم بلخی کی آٹھویں رجب بروز جمعہ ۱۰۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار پرانوار بلخ میں زیارت گاہ ہے۔ صاحبزادے کئی چھوڑے تھے۔ جن میں سے شیخ محمد سعید پسر کلاں کہ جن کا ذکر آئے گا۔ انہوں نے تھانیسری سکونت اختیار کی۔ دوسرے صاحبزادے عبدالحق کرنال میں تھے۔ ان کی اولاد کرنال میں ہے اور بعض صاحبزادوں کی اولاد بلخ میں ہے کہ جو روضہ متبرکہ کی خدمات بجالاتے ہیں۔ اور خلفائے حضرت سے کہ جو صاحب ارشاد اور ہندوستان میں آسودہ ہیں یہ ہیں۔

اوّل صاحب سجادہ بندگی شیخ ابو سعید گنگوہی۔

دوسرے شیخ حسین بھورے کہ پہلے مرید شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کے تھے۔ بعد میں تکمیل اور خرقہ خلافت شیخ نظام الدین سے حاصل کیا۔ لکھا ہے کہ ایک بار شیخ محمد صادق نے شیخ حسین بھورے سے پوچھا کہ تم کو فنا احدیت ذات کس وقت ہوتی ہے۔ کہا کہ جس وقت نماز کی نیت باندھتا ہوں۔ پھر انہوں نے شیخ محمد صادق سے پوچھا کہ تم کو فنا احدیت ذات میں کس وقت میسر ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جب سماع سنتا ہوں میں نہیں رہتا۔ اور شیخ حسین بھورے کے خلیفہ شیخ ولی محمد نارنولی ہمیشہ اکبرآباد میں رہے۔ کامل درویش تھے۔ مزار شیخ حسین بھورے کا کہور میں ہے۔

تیسرے خلیفہ شیخ پائندہ بنوریؒ کہ نہایت صاحب کمال تھے۔ شب کے وقت جب ذکر جہر کرتے جو سنتا لاالہ الااللہ کہتا ہوا مست و مدہوش ہو جاتا تھا۔ آخر اہل شہر نے آپ کے پیر سے شکایت کی کہ ان کے ذکر کی آواز سے سنتے ہی ہم لوگ بیہوش ہو جاتے ہیں۔ گھر کھلے پڑے رہتے ہیں۔ آپ کے پیر شیخ نظام الدین نے فرمایا کہ شیخ پائندہ

تم شب کو جنگل میں جاکر ذکر کیا کرو۔ جنگل میں یہ کیفیت بہم پہنچی کہ جب لا الہ کہتے تمام درخت سرنگوں ہو جاتے جب الا اللہ کہتے سیدھے ہو جاتے۔

چوتھے سید الہ بخش لاہوری یہ صائم الدہر تھے۔ ایک مٹھی کھیلیں آٹھ روز میں آپ کے انطار کے خرچ میں آتی تھیں۔ ہمیشہ ترک اور تجرید کے ساتھ رہے۔ اکثر خلق لاہور آپ کو خدا بین اور بعضے خدا نما کہتے ہیں۔ شیخ آدم بنوری خلیفہ شیخ احمد سرہندی نے لکھا کہ تم کو مردم جس طرح کہتے ہیں وہ تمہاری مرضی سے کہتے ہیں یا بے مرضی۔ اگر تمہاری مرضی سے کہتے ہیں تو اس عقیدہ بد سے توبہ کرو۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا، شیخ آدم نعمت رویت سے محروم ہیں، مگر تجھ کو مشرف کراتا ہوں۔ چنانچہ وہ شخص بے ہوش ہوا اور دوپہر کے بعد اُس کو ہوش آیا۔ سید الہ بخش سے عرض کی کہ اب میں امیدوار ہوں کہ باقی زندگی خدمت حضور میں گزاروں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کے تو شیخ کے پاس جا۔ میرا جواب دے اور حقیقت رویت سے آگاہ کر اور بمرتبہ علم الیقین مشرف کرایا۔ مزار ان کا لاہور میں ہے اور ان کے خلفاء سے شیخ محمد مرزا کہ سرہند میں آسودہ ہیں کامل درویش گزرے ہیں۔

خلیفہ پنجم شیخ عبدالکریم لاہوری۔

خلیفہ ششم شیخ الہ داد لاہوری۔ انہوں نے اکثر کو صاحب ہدایت بنایا۔ چنانچہ دوست محمد صوفی ان ہی کے خلیفہ تھے۔

خلیفہ ہفتم شیخ مصطفےٰ۔ خلیفہ ہشتم شیخ عبدالفتح۔ خلیفہ نہم خلیفہ شاہ عبدالرحمٰن کشمیری۔ خلیفہ دہم شیخ صادق برہانپوری۔ خلیفہ یازدہم شیخ فجی بودہ تھے کہ جنہوں نے خرقہ خلافت شیخ اسمٰعیل کو دیا۔ وہ اکبرآباد کے رہنے والے تھے۔

حضرت شیخ امان پانی پتی کہ اصلی نام عبدالملک بہ امان اللہ قدس سرہ

یہ حضرت مرید شیخ محمد حسنؒ کے وہ مرید پدر خود شیخ طاہرؒ کے اور شاگرد شیخ مودود لاوری کے۔ کئی خاندانوں سے فیضیاب تھے۔ مشرب نعمت اللہ شاہی میں دو واسطہ سے ملتے تھے۔ مسائل توحید میں دست گاہ رکھتے تھے۔ علم تصوف اور مسائل توحید میں صاحب تصنیف ہیں۔

نقل کرتے ہیں کہ شیخ امان کو اکثر یہ کیفیت ہوئی زمانہ سلوک میں جب ایاک نعبد وایاک نستعین شروع کیا اور اسی کو بار بار کہا یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے۔ زمین پر گر گئے۔ حالت چہرہ کی تغیر ہو گئی۔ آخر جب ہوشیار ہوتے نماز قضا فرماتے۔

اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ کو اہل بیت سے ایسی محبت تھی کہ اگر آپ درس فرما رہے ہوتے اور کوئی بچہ سید کا آجاتا تو کتاب بند کر کے تعظیم کو کھڑے ہو جاتے۔ اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک فقیری کی دو چیزیں ہیں۔

اوّل محبت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ دوسرے تہذیب الاخلاق۔ اور فرمایا کہ علامت محبت کی یہ ہے کہ اس کے متعلقین کو دوست سے زیادہ محبوب جانے۔ جو عاشق خدا ہے وہ اس کے حبیب کو دوست ضرور رکھے گا اور جو رسول ؐ کو دوست رکھتا ہے وہ اس کے اہل بیت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے گا۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ جلدی مجھ کو سفر درپیش ہے۔ شیخ اجودھنی نے عرض کیا کہ ہم کمترین بھی پابرکاب ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سفر ظاہر ہے تو با یاراں ہے۔ اگر سفر دوسرا ہے تو یاروں کو میں نے خدا کے سپرد کیا۔ بعدہٗ گھر میں تشریف لے جاکر ہر ایک آدمی ہر ایک چیز سے وداع فرماکر کتابوں اور حجرہ سے وداع فرمائی۔ اسی عرصہ میں تپ ہوا۔ فرمایا کہ پانی گرم کرو۔ گھڑے اور بدھنی کوری لاؤ۔ آج تمام عمر کا وسواس دور ہوتا ہے۔ چونکہ اس روز گیارہویں تھی اور عرس سالانہ حضرت غوث الاعظم کا تھا۔ اس واسطے کھانا تقسیم فرمایا۔ دوسرے روز سکرات موت غالب ہوئی۔ بے ہوش ہوگئے۔ اسی حالت میں فرمایا کہ چند مشائخ فتوے توحید طلب کرتے ہیں۔ چنانچہ مسائل توحید فرما کر بارہویں ربیع الثانی ۹۰۷ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں سے شیخ سیف الدین والد شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ رکن الدین اجودھنی و شیخ تاج الدین ذکریا اجودھنی تھے۔ یہ صاحب بھی تھے۔

حضرت شیخ حمزہ ہرسو قریشی قدس سرہٗ

اولاد شیخ بہاؤالدین ذکریا سے تھے اور مرید خاندان میر سید گیسو دراز کے۔ آپ کی یہ کیفیت تھی کہ ہر وقت عبادت میں رہتے تھے۔ صاحب نعمت اور کرامت تھے۔ پہلے سپاہیوں میں ملازم تھے۔ ایک روز محل سلطان کے پہرہ پر تھے شب کے وقت یہ خیال آیا کہ پہرہ دینا اور اطاعت اس کی چاہیئے کہ جو خود میری حفاظت کرتا ہو نہ کہ میں اس کی اطاعت کروں کہ جس کی میں حفاظت کرتا ہوں۔ یہ خیال کر کے اسی وقت تارک ہو کر اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مجذوب حمزہ نام تھے ان سے نعمت حاصل کر کے اس کے بعد چندے شیخ احمد مجد شیبانیؒ کی خدمت میں رہے۔ بعد تکمیل قصبہ ہرسو وطن مالوفہ اپنے میں کہ نارنول سے قریب ہے سکونت اختیار کی اور جو شریف بے علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا برکت انفاس حضرت سے باعلم ہو جاتا تھا اور آپ کو فتوحات بھی بہت ہوتا تھا مگر کل اسی روز تقسیم فرماتے۔ اہل خانہ کو بھی مثل دوسروں کے دیتے۔

آپ کے ایک مرید نقل کرتے ہیں کہ شیخ نے بندہ کو برائے کار جانب ریگستان روانہ کیا۔ ایک ایسے جنگل میں پہنچا کہ جہاں پانی نہ تھا اور تشنگی نے ایسا ستایا کہ میں نے مرنے پر کمر باندھی مگر دل میں میرے یہ خیال ہوا کہ پہلے مشائخ اگر مرید کو کہیں بھیجتے تھے تو راستہ میں اس کو پانی کی جگہ دودھ ملتا تھا اور میں اس جنگل میں مرا چاہتا ہوں کہ یکایک ایک ریوڑ بکریوں کا آگیا۔ اس کے چرواہا کے پاس ایک مشک پر آب تھی۔ میں نے اس سے پانی طلب کیا اس نے کہا کہ اس جنگل میں

پانی کہاں۔ یہ مشک پُر آب ہے۔ اگر چاہے تو پی لے۔ میں نے اس سے تھوڑا سا دُودھ پیا۔ بعد تھوڑی دیر کے پھر تشنگی ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ چشمہ شیریں اور ٹھنڈا موجود ہے۔ میں نے شکر پروردگار ادا کیا اور خوب پانی پیا اور توجہ خاص پیر و مرشد سے دوبارہ زندگی پائی۔

وفات شیخ حمزہ کی بقول صاحب اخبار الاخیار ۲۵۔ ربیع الآخر وقت شام ۹۵۷ھ میں ہوئی۔ نماز مغرب کی تیسری رکعت کے سجدہ میں تھے کہ انتقال فرمایا۔ مزار شریف قصبہ ہرسو میں ہے۔

حضرت شیخ حسام الدین متقی قدس سرہ

یہ اولیاء خاندان چشت سے گزرے ہیں اور خاندان سہروردیہ سے فیضان حاصل کیا تھا۔ ایسے عاشق اللہ تھے کہ ماسوائے اللہ کے کچھ کار نہ تھا اور اتقا ایسا تھا کہ ایک روز ایک شخص کھانا لایا۔ آپ نے اس میں سے ایک لقمہ کھا کر کہا کدورت معلوم ہوتی ہے۔ شیخ علی تقی اس کا سبب ہے۔ شیخ علی متقی نے کہا کہ کھانا وجہ حلال کا ہے مگر جس وقت ہمسایہ سے آگ لی ہے تو چند تنکے پھونس کے بلا اجازت اس کے اٹھا لئے تھے۔ ان سے آگ سلگائی تھی۔ یہ سُن کر آپ اٹھے اور جس کے گھر سے آگ لائے تھے اس کو کچھ دے کر معاف کرایا کہ تیرے گھر سے پھونس بے اجازت لے گیا تھا۔ بعدہ اس کھانا کو کھایا۔

اوّل اوّل حضرت خراجی زمین سے کاشت کر کے ایام گزاری کرتے تھے۔ آخر اس کو بھی چھوڑ کر فاقہ کشی اختیار کی۔ آٹھ آٹھ روز بے کھائے گزر جاتے تھے۔ اگر کوئی کھانا لاتا تو بوجہ شبہ کے نہ کھاتے۔ اس قدر فاقہ کشی کی کہ بھوک کے صدمہ سے مر گئے۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے ہاں مجلس تھی۔ ایک شخص چلتے وقت نادانستہ آپ کی جوتی پہن کر چلا گیا۔ جب اس کو معلوم ہوا آپ کی جوتی واپس لایا۔ آپ نے فرمایا کہ اب میں نہ لوں گا جب تک اس کی قیمت نہ دے دوں گا۔ اس لئے کہ جو میری چیز ہے سب وقف ہے۔ کوئی میری چیز لے لے حرام نہ ہوگی۔ اور ایسے ہی بایزید نام آپ کے پسر تھے کہ ہمیشہ گوشہ تنہائی میں بیٹھے رویا کرتے۔ دنیا اور دنیا داروں سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے ایک روپیہ نذر کیا۔ آپ نے کبھی روپیہ نہ دیکھا تھا۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کس کام آتا ہے۔ اُس نے کہا اس کو روپیہ کہتے ہیں بازار میں اس کو دے کر جو چاہتے ہیں سو لیتے ہیں۔ جب آپ کو معلوم ہوا۔ وفات شیخ حسام الدین کی ۹۶۰ھ میں ہوئی۔

حضرت میر سیّد عبد الاوّل بن سیّد علائی قدس سرہ

یہ حضرت مرید صاحبزادگان میر سیّد محمد گیسو دراز سے تھے۔ علوم دینی اور دنیوی سے آراستہ و پیراستہ تھے اور شرح

بخاری مسمیٰ بہ فیض الباری اور فرائض سراجی منظم اور سفر السعادت اور ایک رسالہ تحقیق نفس میں لعبادت فارسی و دیگر کتب آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ اور اکثر کتابوں کے حاشئے لکھے۔ عمر آپ کی دراز ہوئی ہے۔

صاحب معارج النبوۃ ناقل ہے کہ آپ کے بزرگ قصبہ زید پور علاقہ جونپور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد دکن چلے گئے تھے۔ آپ دکن میں پیدا ہوئے اور وہیں تحصیل علوم کیا۔ آخر گجرات میں آئے۔ وہاں سے حرمین شریفین گئے۔ وہاں سے واپس آکر احمد آباد میں رہے۔ پھر باستدعائے نواب بہرام خان خانخاناں بعہد اکبر اعظم دہلی میں تشریف لائے اور یہیں ۹۶۸ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ قاضی خاں ظفر آبادی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ حسن طاہر کے اور صاحب کرامت و زہد و تقویٰ تھے اور نفس کش اور تجرید و تفرید سے ایام گزاری کرتے تھے۔ ایک بار حضرت نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ نے کچھ نذر کیا۔ اس کو قبول نہ کیا بلکہ ایک بار سفید کاغذ پر اپنی مہر کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کیا کہ جس قدر روپے چاہیں برائے خرچ خانقاہ تحریر فرمالیویں آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ نے کبھی کسی بادشاہ کا قبول نہیں کیا۔ میں نے بھی اپنے مرشد کے روبرو عہد کیا ہے کہ کبھی سوائے خدا کے دوسرے سے طلب نہ کروں گا۔ وزیر نے آکر بادشاہ سے عرض کی۔ بادشاہ نے کہا پھر جا اور کہہ کہ آپ کے فرزندوں کے واسطے ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ فرزندوں کو اپنا اختیار ہے۔ آخر فرزند نے بھی قبول نہیں کیا یعنی شیخ عبداللہ پسر کلاں حضرت نے قبول نہ فرمایا۔ وفات حضرت قاضی خاں کی بمقام ظفر آباد ۹۶۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ عبدالعزیز بن شیخ حسن طاہر قدس سرہٗ

یہ خلیفہ حضرت قاضی خاں مذکورۃ الصدر کے تھے۔ مشہور درویش چشتیہ سے ہیں۔ علم شریعت اور طریقت میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ ریاضت اور عبادت میں یگانہ، حلیم اور نہایت متواضع اور شفیق اور مہذب اور خلیق تھے۔ جس کی نظر روئے مبارک پر پڑتی تھی، حالت طاری ہو جاتی تھی۔ ولادت آپ کی ۸۹۸ھ میں بمقام جونپور ہوئی اور خاتمہ آپ کا بتاریخ ۶۔ جمادی الآخر ۹۷۵ھ میں باستماع این آیت کریمہ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئی والیہ ترجعون وقوع میں آیا۔ یادگار اہل چشت آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حضرت شیخ علی متقی بن حسام الدّین

بن عبدالملک بن قاضی خاں چشتی والقادری الشاذلی المدینی
قدّس سرّہٗ العزیز

آپ کے بزرگوں کا وطن جونپور تھا۔ آپ برہان پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کی کیفیت یہ ہے کہ شیخ حسام الدین آپ کے والد سات برس کی عمر میں بمقام برہان پور شاہ باجن چشتی کہ سلسلہ خواجہ بزرگ کے درویش تھے مرید ہوئے۔ بادشاہوں کی خدمت میں رہ کر بہت کچھ مال دنیا جمع کیا۔ جب جذبہ حق گلوگیر ہوا تمام مال و منال راہِ خدا میں لٹا کر شیخ عبدالحکیم پسر شاہ باجن کی خدمت میں کسب درویشی کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدہٗ ملتان میں آکر شیخ حسام الدّین متقی ملتانی کی خدمت میں رہ کر فوائد کثیر حاصل کئے۔ بعدہٗ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر شیخ ابوالحسن بکری قطب وقت کی خدمت میں رہے۔ بعدہٗ شیخ محمد بن سخاوی سے طریقہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا اور طریقہ شاذلیہ میں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی سے بھی اجازت ہوئی اور طریقہ مدینیہ میں کہ شیخ ابومدین شعیب مغربی سے ہے شیخ موصوف سے اجازت حاصل کی اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی کہ شیخ ابوالحجرہ وغیرہ علمائے مکہ مرید ہوئے اور آپ کی تصانیف سے قریب سو کتابوں کے ہے مگر جمع الجوامع و جامع عسیر و مجموعہ حکیم کبیر و بین الطریق و سہل السبیل و مرادات القریہ مشہور زیادہ ہیں۔

بعدہٗ ملک گجرات میں تشریف لائے۔ سلطان بہاؤ الدّین والئے گجرات نے نہایت التجا کی کہ میں برائے قدمبوسی حاضر ہوں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ آخر سلطان نے قاضی عبداللہ سندھی کو سفارش کے واسطے بھیجا۔ مجبوراً آپ نے منظور کیا۔ جب سلطان برائے زیارت آیا اور ایک کروڑ روپیہ سکہ گجراتی پیش کیا۔ آپ نے وہ روپیہ قاضی سندھی کو دے کر فرمایا کہ تمہارے سبب سے یہ فتوح ہوا۔ میں نے تم کو دیا۔

صاحب اخبارالاخیار فرماتے ہیں کہ بادشاہ کے کسی وزیر نے بجہت برکت اپنے گھر کے شیخ کی دعوت کی۔ چونکہ دعوت کا رد کرنا منع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تین شرائط سے دعوت قبول کرتا ہوں۔ اوّل جہاں چاہوں بیٹھوں۔ دوم جو چاہوں کھاؤں۔ سوم جب چاہوں چلا آؤں۔ اس نے شرائط شیخ منظور کریں۔ جب آپ دعوت میں چلے ٹکڑا خشک روٹی کا جیب

میں ڈال لیا۔ جب اس کے مکان پر پہنچے۔ قریب صدر دالان کے زمین پر بیٹھ گئے۔ اس وزیر نے عرض کیا کہ فرش پر تشریف رکھئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں موافق شرط کے جہاں چاہا بیٹھ گیا۔ جب کھانا آیا آپ نے خشک روٹی جیب سے نکال کر کھانی شروع کی۔ اُس نے کھانے پر بھی اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا موافق شرط کے جو جی چاہا کھاتا ہوں اور وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان پر چلے آئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز وجہ حلال سے حاصل ہوتی ہے ضائع نہیں ہوتی۔ ایک روز فرمانے لگے کہ میں کشتی پر سوار تھا اور سفر دریائے شور کا تھا کہ ناگاہ طوفان آیا اور کشتی پھٹ گئی۔ ہم کئی فقیر ایک تختہ پر رہ گئے۔ پانی کے تلاطم سے کہ جو کتب میرے پاس تھیں بھیگ گئیں۔ جب وہ تختہ کنارہ پر لگا۔ میں نے ان کتابوں کو دھوپ دی۔ ان کے اوراق جدا ہو گئے۔ عنایت الٰہی سے ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوا۔ وہاں سے ہم روانہ کعبہ کو ہوئے۔ راستہ میں تشنگی غالب ہوئی۔ پانی وہاں نہ تھا۔ ہم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کی۔ اُس نے اپنی رحیمی سے بارش کی اور ہم لوگ سیراب ہوئے۔

نقل ہے کہ ولادت حضرت شیخ علی متقی کی ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ وفات بوقت صبح دوسری جمادی الاول ۹۸۵ھ میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ لکھا ہے کہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو فرمایا کہ میری انگشت شہادت جب تک موافق ذکر کے حرکت کرتی رہے سمجھ لینا کہ ابھی رُوح بدن میں باقی ہے۔ جب وہ ساکن ہو جائے تو معلوم کرنا انتقال کیا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔

شیخ عبدالوہاب خلیفہ آپ کے فرماتے ہیں کہ ایک بار بندہ واسطے زیارت مزار شیخ کے گیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ کے خلیفہ کی خدمت میں ہوں مگر آپ نے اپنے خلیفہ یعنی میرے پیر سے سفارش کیجئے کہ زیادہ تر عنایات میرے بندہ پر فرمائیں۔ اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ مصلیٰ حنفی پر بیٹھے ہیں اور میں دست بستہ ایستادہ ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ تو نے جو میری قبر پر عرض کی۔ میں نے سب سُنی مطمئن رہ تیرے مقصود سب حاصل ہوں گے۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ بعد انتقال شیخ کے بارہ برس پیچھے آپ کے برادر زادہ نے قضا کی۔ اعزا نے چاہا کہ جیسے شیخ عبداللہ یافعی کو قبر فضیل بن عباس میں دفن کیا تھا ان کو بھی کسی اولیاء کی قبر میں دفن کریں۔ آخر یہ قرار پایا کہ ان کو ان کے چچا شیخ علی کی قبر میں رکھو۔ جب ان کی قبر کھولی کہ نعش مبارک بجنسہ موجود تھی کفن بھی میلا نہ ہوا تھا حالانکہ مکہ کی زمین میں خواص ہے کہ تین ماہ کے بعد مردہ بالکل خاکستر ہو جاتا ہے۔

شیخ اجود حسن جونپوری قدس سرہ

پسر شیخ بہاؤ الدین جونپوری کہ عمر شریف ان کی سو برس سے زیادہ ہوئی۔ صاحب عظمت اور مجاہدات میں

شہرہ آفاق تھے۔ آخر میں حضرت ایسے ضعیف ہو گئے تھے کہ دو آدمی اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ اکثر کمالات حضرت کے مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۷۶ھ میں بمقام جونپور میں ہوئی۔

حضرت شیخ حسن محمد چشتی والقادری ثم سہروردی قدس سرہٗ

بیٹے شاہ محمد جیو بن شیخ نصیرالدین بن شیخ احمدالدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال الدین علامہ کہ قطب الاقطاب وقت گزرے ہیں۔ مرید شیخ جمال الدین معروف شیخ راجن کے اور عالم متبحر اور علم تصوف سے خوب واقف تھے۔ بترتیب مریدوں میں یگانہ تھے۔ ترک اور تجرید بڑھا ہوا تھا اور نہایت متقی تھے۔

کہتے ہیں کہ حضرت اکبر اعظم نے آپ کی خدمت میں بارہ گاؤں کا فرمان اور کچھ نقد اور کچھ کپڑا ارسال کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ جب بارہ گاؤں کے زمیندار ہوئے پھر فقیری کہاں۔ ہمارے پیروں نے بھی ایسا منظور نہیں کیا ہے۔ تب اس امیر سلطانی نے کہ جو وہ لے کر گیا تھا عرض کی یہ پارچہ وغیرہ اور نقد کو خانقاہ کے درویشوں اور مساکین کو تقسیم فرما دیجئے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ یہ سلطنت کا مال مشکوک ہے۔ پس جب میں اس کو مشکوک جانتا ہوں تو مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کو دوں اور جس کو بادشاہ کا جی چاہے دے۔ فقیر ہمیشہ بادشاہ اسلام اور کل مسلمانوں کے واسطے دعا کرتا ہے۔ لینے کی کچھ حاجت نہیں۔ فقیر کے نزدیک کل مسلمان بھائی برابر ہیں۔ وفات حضرت کی ۲۸۔ ذیقعدہ ۱۰۸۹ھ میں ہوئی۔ مزار شریف احمد آباد گجرات زیارت گاہ ہے۔

حضرت شیخ محمد اعظم چشتی نظامی قدس سرہٗ العزیز

یہ حضرت خلفائے نامدار و فرزند کامگار حضرت شیخ حسن محمد چشتی کے تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغ حاصل کیا۔ قرآن مجید قرأت سے پڑھتے تھے۔ عوارف شریف حفظ یاد تھے۔ علوم تصوف میں دستگاہ تھی۔ سات برس سخت مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہ کر کار فقر کمال کو پہنچا کر طریقہ چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ نقشبندیہ میں خرقہ خلافت اپنے والد شیخ حسن محمد چشتی سے حاصل کیا اور کاشف دقائق اور حقائق و معارف تھے۔ آپ کو انظار کم تھا۔ تمام عمر کبھی سونے چاندی کو ہاتھ نہیں لگایا۔ جو فتوح ہوتا وہ شام تک قسمت مساکین ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صبح کو بھنڈار میں ٹکڑا روٹی کا بھی نہ رہتا تھا۔ دوسرے روز پھر خدا دیتا۔ پھر اسی طرح خرچ ہو جاتا۔

آپ کی تصانیف سے بیالیس کتب ہیں مثل آئینہ وجود اور طریق الصالحین، آداب العارفین اور ہدایت المریدین مشہور کتب ہیں۔ میں نے اپنے جد حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی چشتی فخری سے سنا ہے کہ فرماتے تھے حضرت شاہ جہاں بادشاہ نے سن جلوس دوسرے میں تین لاکھ روپیہ نقد اور پانچ گاؤں کی سند اور ایک کلاہ چار ترکی کہ جو خاص

بادشاہ کے ہاتھ کی سی ہوئی تھی اور ایک گدڑی کہ جو تین ماہ میں سل کر تیار ہوئی۔ نواب اسلام خاں بہادر کو ساتھ کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجی۔ جب نواب صاحب موصوف احمد آباد میں پہنچے تو صوبیدار احمد آباد نے استقبال کیا اور دونوں صاحب خدمت شیخ میں آئے اور بادشاہ کا خط اور سند کہ جو خریطہ زر بفتی میں تھی پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو کھولو۔ دونوں کا غذ پیش کئے۔ آپ نے پہلے خط پڑھا۔ اس کا حال معلوم ہوا۔ پھر وہ کشتی کہ جس میں کلاہ وغیرہ تھی ملاحظہ کی۔ اس وقت ایک سیاح درویش حاضر تھا۔ وہ گدڑی تو اس کو دی اور کلاہ کو دست مبارک میں لے کر سید احمد بغدادی کی جو مریدان خاص سے تھا اس کے سر پر رکھی اور فرمایا میں نے تجھ کو یہ خرقہ خلافت عطا کیا اور فرمایا کہ یہی میرا تبرک ہے۔ یہ وہ کلاہ ہے کہ جس کو اس بادشاہ نے روزہ رکھ رکھ کر سیا ہے اور جس نے سن بلوغ سے آج تک آسمان کو بے وضو نہیں دیکھا۔ جس نے مال سلطنت کو اپنے اُوپر حرام سمجھا۔ جو بوجہ حلال ایام گزاری کرتا ہے۔ اور اسی وقت اس کو بادشاہ ولایت کاشغر کا کر کے رخصت کیا۔ چنانچہ مزار سید صاحب کا نواح کاشغر میں زیارت گاہ ہے۔ بعدہٗ نواب موصوف سے فرمایا کہ نقد جو تو لایا ہے خانقاہ پر مساکین کو تقسیم کر دیا جائے۔ فقیر اس قدر مال کے رکھنے کا متحمل نہیں ہے۔ اور فرمان کی نسبت فرمایا کہ یہ واپس بادشاہ کو دے کہ اس کے طالب بہت ہیں۔ میں اگر اس کو منظور کرتا ہوں تو بروز قیامت اپنے پیروں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اور بادشاہ کے لئے ایک تسبیح سنگ موسیٰ کی عنایت کر کے رخصت کیا۔ چنانچہ وہ تسبیح ہنوز تبرکات میں میرے پاس موجود ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ مودود چشتی سے تا حضرت مولانا فخر الدین کل خواجگان چشت کے تبرکات موجود ہیں جن کو میں اپنی اولاد اور جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ وفات حضرت شیخ محمد اعظم صاحب کی ۹۔ ربیع الاول ۱۰۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار احمد آباد میں ہے۔

حضرت شیخ سلیم چشتی

بن بہاؤالدین چشتی قدس سرہٗ العزیز

یہ حضرت اولاد سے بابا صاحب کی تھی۔ ہندوستان میں آپ کو شیخ سلیم چشتی اور عرب میں شیخ الہند کہتے تھے اور آپ کی والدہ کا نام بی بی احد تھا۔ آپ کے آبائے کرام کسی زمانہ میں اجودھن سے آ کر لدھیانہ میں مقیم ہوئے اور آپ کے بحکم الٰہی دہلی میں تشریف لا کر سرائے علاؤالدین زندہ پیر میں کہ اس وقت ایک محلہ تھا قیام پذیر ہوئے اور ۸۸۳ھ

میں شیخ سلیم تولد ہوئے۔ پیدا ہوتے ہی پیشانی کے بل زمین پر گر پڑے کہ ایک دھان سیمائے نورانی میں چبھ گیا کہ نشان اس کا تمام عمر رہا۔ ایک روز خود فرمایا کہ جب وہ دانہ میری پیشانی میں چبھا مجھ کو بہت تکلیف ہوئی۔ میں نے چاہا کہ اس کو نکالوں مگر یہ خیال ہوا کہ تمام عالم میں بدنام ہو جاؤں گا۔

الغرض آپ کی عمر کئی ماہ کی تھی کہ آپ کے والدین دہلی سے نقل کر کے قصبہ فتح پور میں متوطن ہوئے۔ آپ کے والدین نے انتقال کیا اور شیخ موسیٰ برادرِ کلاں حضرت نے پرورش کیا۔ بوجہ لاولدی کے آپ ہی کو بجائے فرزند پرورش فرماتے تھے۔ جب آپ سن بلوغ کو پہنچے اور ارادہ سفر کا کیا بڑے بھائی نے روکا اور کہا میرے اولاد نہیں ہے۔ میں بجائے اولاد کے تم کو دیکھ کر جیتا ہوں۔ تمہاری مفارقت گوارا نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو فرزند دے گا۔ آخر بعد نو ماہ کے ان کے گھر فرزند تولد ہوا۔ آپ فتح پور سے سرہند میں آئے۔ مولانا شیخ مجدالدین ملک العلماء سرہندی سے علوم ظاہری حاصل کیے اور کبھی کبھی قصبہ بھلالی میں کہ متصل سرہند کے ہے شیخ بدرالدین کے مزار پر جاکر مشغول رہا کرتے تھے اور ۹۳۱ھ میں مکہ معظمہ میں جاکر کئی حج کیے اور ایک مدت مجاور روضہ طیبہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام رہے۔ بعدہٗ عرب اور عجم اور خراسان اور شام وغیرہ اقالیم کی سیر کی۔ صحبت بزرگاں سے فیض یاب ہوئے۔ اس سیر و سفر میں قطب العارفین شیخ ابراہیم چشتی کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کر کے۔ پھر عرب شریف میں آئے اور سید محمد مولیٰ و شیخ محمود شامی اور شیخ رجب علی کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ہزاروں شرفائے عرب مرید ہوئے۔

بعدہٗ پھر ہندوستان میں تشریف لاکر پہاڑی سیکری پر ریاضت اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے اور نکاح کیا۔ اولاد پیدا ہوئی اور عمارت اعلیٰ باغ و چاہ بنائے۔ بعدہٗ ۹۶۰ھ میں بوجہ مفسدہ ہیموں بقال عازم حرمین شریفین ہوئے جب بیت اللہ میں پہنچے یاروں سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ترک طعام کروں یا سکوت دوام اختیار کروں۔ یاروں نے کہا کہ سکوت سے دروازہ فیض بند ہو جائے گا۔ آخر آپ نے ترک طعام کیا۔ بعد ہفتہ عشرہ کے قدرے بے گوشت کے طعام سے افطار فرماتے۔ اس سفر میں اہل و عیال حضرت کے فتح پور میں تھے۔ آپ نور باطن سے ان کا حال معلوم فرماکر پریوں کے ہاتھ ان کے خرچ کے لائق نقد بھیج دیا کرتے۔

نقل ہے کہ قاضی غیاث الدین جو آپ کے خلیفہ تھے انہوں نے ایک روز عرض کیا کہ سلطان محمد عادل شاہ سے اور بندہ سے ملاقات ہے۔ میں برائے ملازمت جاتا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ اسپ عراقی جو طویلہ خاص میں ہے مرحمت ہو کہ میں اس بادشاہ کی نذر کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر دیتا ہوں کہ بادشاہ اس کو جدا نہ کرے گا۔ اگر کسی کو دے دیا تو موجب زوال دولت و اقبال کا ہوگا۔ قاضی نے حسب الحکم وعدہ کیا اور گھوڑے کو لے کر بادشاہ کے پاس گیا۔ اسے نذر کیا نیز وعدہ شیخ بیان کیا۔ بادشاہ نے قبول کیا۔ اور ایک خاصانِ بارگاہ سلطان نے وہ گھوڑا ایک امیر کو دے دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی دولت کو برباد کر دیا۔ چنانچہ چند روز کے بعد اس کے تمام ممالک میں

فتنہ و فساد برپا ہوا کہ ابراہیم سور نے جو سالار محمد عادل شاہ کا تھا بادشاہ سے بغاوت کی۔ آخر بادشاہ تاب اقامت نہ لاکر کالنجر کے قلعہ میں چلا گیا۔ بعدۂ احمد خاں سور کہ جو عدلی کا بہنوئی تھا اُس نے یورش کر کے ابراہیم کو سندھ نواح دہلی سے نکال کر گنگا تک تسلط کیا چاہتا تھا کہ آگے بڑھے کہ ۹۶۲ھ میں حضرت ہمایوں بادشاہ نے اگر بار دیگر عنانِ سلطنتِ ہند اپنے ہاتھ میں لے لی۔

معارج الولایت سے نقل ہے کہ پہلے بننے محلاتِ سلطانی سے تمام اہلِ فتح پور سے آپ نے فرمایا تھا کہ پندرہ برس کے بعد یہاں عمارات عالی تیار ہوں گی۔ تم کو چاہیئے کہ اپنے اپنے مکان کشادہ بنا لو ورنہ ہرگز پھر زمین کا ملنا بھی دشوار ہوگا۔ آخر اکبر اعظم کو ذات بابرکات سے اعتقاد ہوا۔ آپ کی دُعا سے شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ تولد ہوئے اور شاہزادہ کو بادشاہ نے برائے تربیت و پرورش حوالہ شیخ کیا اور تمام رعایائے فتح پور مورد عنایت سلطانی ہوئے محلات شاہی اور دیگر عمارات عالی تیار ہوئیں اور عظیم الشان شہر تیار کیا گیا۔ لکھا ہے کہ ایک روز شیخ محل شاہی میں تشریف لے گئے۔ اس محل کو دیکھ کر فرمایا کہ جو عمارت میں نے دیکھی ہے خلاف اس کے ہے۔ اسی وقت نقشہ نویس حاضر ہوئے اور حسب ایما نقشہ تیار ہوا۔ بادشاہ نے زر کثیر صرف کر کے مسجد اور خانقاہ برائے شیخ تیار کرائی۔ تاریخ ثانی مسجد الحرام ہے اور تاریخ خانقاہ اکبر ہے۔ سبحان اللہ دیکھنے سے تعلق ہے۔ ایسی خانقاہ دوسری روئے زمین پر نہیں ہے۔

شہزادہ سلیم کے پیدا ہونے کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر اعظم کو اولاد نرینہ کا بہت خیال تھا ایک روز بادشاہ نے عرض کی کہ دُعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو بیٹا دے۔ آپ نے مراقبہ کیا۔ بعدۂ سر اٹھا کر فرمایا کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔ عالمِ مجبوری ہے۔ سلطان نے پھر عرض کیا کہ حضرت اگر میری تقدیر میں ہوتا تو میں آپ سے دُعا کا کیوں خواہاں ہوتا۔ آپ نے تھوڑا سکوت فرمایا۔ بعدۂ ارشاد کیا کہ اس ملک میں راجپوتوں کی بہت دنوں سلطنت رہی۔ بہتر ہے کہ کل بادشاہ بیگم دختر راجہ بہاڑا مل کچھواہا فقیرنی سے ملنے آئے۔ بموجب ارشاد بادشاہ کے رانی موصوفہ دوسرے روز آپ کے زنانہ مکان میں آئیں۔ جب ان کے آنے کی خبر آپ کو ہوئی آپ بھی تشریف گھر میں لائے اور اپنی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ رانی صاحبہ کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھو اور اوپر سے اپنی چادر مبارک دونوں پر ڈال کر اپنی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ اس کو دے دو۔ وہ اس وقت حاملہ تھیں۔ بعد تھوڑی دیر کے رانی موصوفہ سوار ہو کر محل سرائے میں داخل ہوئیں۔ قدرت خدا سے دوسرے روز حمل کے آثار نمودار ہوئے۔ بعد اس کے بادشاہ جب آپ کی زیارت کو آئے آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھ کو فرزند عطا کیا۔ مگر اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ چنانچہ ۹۷۷ھ میں شاہزادہ سلیم پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے بہت کچھ مساکین کو دیا یعنی تین کروڑ نقد اور تین لاکھ بیگہ زمین پختہ اور تین سو گاؤں خیرات کئے۔ اور شہزادہ کو ایک بار موتیوں اور ایک بار زمرد

ایک بار ہیرے، ایک بار نیلم، ایک بار فیروزہ، ایک بار لعل بدخشانی کے ہمراہ تول کر خیرات کیے اور پا پیادہ بارہ منزلیں کر کے حضرت خواجہ بزرگ رح کی زیارت کی اور وہاں بھی بہت کچھ چڑھایا اور خیر و خیرات کی۔ وہاں سے آکر شہزادہ کو شیخ کی خدمت میں رکھا۔ چنانچہ شہزادہ سلیم کے خوارق و کمالات کہ جو بعض مواقع پر ظاہر ہوئے ہیں تواریخ دیکھنے سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک بار شیخ حجرہ میں معتکف تھے۔ نماز کے واسطے مسجد میں جانے لگے۔ دیکھا کہ ایک فقیر سوتا ہے۔ آپ نے اس کے سرہانے جا کر جگایا اور فرمایا کہ فقیروں کو کسی سے لڑنا نہیں چاہئے۔ وہ فقیر شرمندہ ہوا اور عرض کی کہ بے شک میں خواب میں لڑ رہا تھا۔

ایک روز ایک شخص نے آپ کے روبرو بیان کیا کہ دختر نائیک گوپال نے جو ایک گویا مشہور ہے۔ بادشاہ دہلی سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو بندی دکن جا کر اپنے پتا یعنی باپ کی ہڈیاں لے آوے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے باپ کی ہڈیاں کس طرح شناخت ہوں گی۔ اس نے عرض کیا کہ ہمارے خاندان میں ہڈی میں سوراخ ہوتا ہے۔ یہ عمل راگ کا ہے۔ شیخ نے سُن کر فرمایا کہ گویئے جو فقط آواز کرتے ہیں ایک سوراخ ہڈیوں میں رکھتے ہیں اور درویشوں کی ہڈیوں میں تمام سوراخ ہیں۔ یہ فرما کر ران کو چیرا اور ہڈی دکھائی۔ حاضرین نے دیکھا کہ اس قدر چھید تھے کہ خانہ زنبور معلوم ہوتے تھے۔ پھر فرمایا کہ قدر سرود کی فقیر جانتے ہیں گویئوں کو کیا وقوف ہے۔

نقل معارج الولایت سے ہے کہ آپ کے چھوٹے بیٹے کا نام تاج الدین تھا۔ جب ان کی عمر سال بھر کی ہوئی آثار کرامت ظاہر ہونے لگے تھے۔ ایک روز نظر اہل خانہ سے غائب ہو گئے۔ جب تلاش کیا تو بالاخانہ پر شیخ کے پاس پایا۔ آخر ڈھائی برس کی عمر میں فوت ہو گئے۔

وفات شیخ بروز پنجشنبہ ۲۹۔ رمضان ۹۷۹ھ میں ہوئی۔ مزار فتح پور میں ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ شیخ احمد و شیخ بدرالدین۔ آپ نے بروقت انتقال فرمایا کہ بابا صاحب رح نے بدرالدین کو صاحب سجادہ کیا تھا۔ میں بھی بدرالدین کو صاحب سجادہ کرتا ہوں۔ سب کو اس کی اطاعت چاہئے اور خلیفہ حضرت کے دیگر ممالک میں بیشمار ہیں۔ مگر ہندوستان میں جو چند حضرات مشہور ہیں یہ ہیں:

۱۔ شیخ عبدالواحد متوطن اکبر آباد	۲۔ شیخ امام سرہندی
۳۔ شیخ سدہاری	۴۔ شیخ جلال
۵۔ حافظ امام سید حسین	۶۔ شیخ حاجی حسین بکھاری
۷۔ شیخ رکن الدین	۸۔ شیخ یعقوب کشمیری
۹۔ شیخ ولی ساکن قصبہ ہوا	۱۰۔ شیخ بدوانی

۱۱- شیخ حماد گوالیاری ۱۲- شیخ محمد غوری ۱۳- شیخ کبیر سارنگ پوری
۱۴- شیخ محمد بخاری ۱۵- شیخ پیارا مانڈی ۱۶- شیخ تقی چاپک
۱۷- شیخ سید جیو دہلوی ۱۸- شیخ محمد مردالی ۱۹- شیخ کمال الدین
۲۰- شیخ فتح اللہ سنبھلی قدس اللہ اسرار ہما۔

حضرت شیخ تقی چاپک قدس سرہٗ

یہ حضرت قوم سے نورباف اور خلیفہ شیخ سلیم چشتی کے۔ صاحب کرامت و خوارق بابرکت گزرے ہیں اور برائے دفع زہر مار آپ کا نام مبارک نہایت مفید لکھا ہے کہ آپ مانکپور کے پہاڑ میں بہت رہے ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۸۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد طاہر گجراتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ علی متقی کے تھے اور قوم سے بوہرہ۔ رہنے والے قریہ کے نواح گجرات سے ہیں مگر جب فضل حق شامل حال ہوا۔ صاحب علم و فضل اور کرامت ہوئے۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ تمام علماء و فقرا سے ملے اور شیخ علی متقی کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کرکے اپنے وطن میں آکر شرک اور بدعت قومی دُور کیا اور اپنی تصانیف سے خلق اللہ کو فیض پہنچایا۔ چنانچہ آپ کی جمع کی ہوئی کتب یہ ہیں۔ شرح صحاح مسمّٰی بہ مجمع البحار رسالہ تصحیح اسماء الرجال اور قاعدہ تھا کہ روشنائی خود گھوٹا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ طلباء کو سبق پڑھاتے مگر اپنا کام کئے جاتے اور فرماتے دست باکار، دل بایار، زبان در گفتار اور اس علاقہ میں دُور کرنے بدعت اور شرک میں نہایت مشغول تھے۔ کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے۔ آخر دشمنوں نے موقع پاکر سنہ ۹۸۱ھ میں شہید کیا۔

حضرت نظام الدین بکھاری قدس سرہٗ

یہ حضرت فرزند شیخ یوسف شاہ جوسی کے تھے۔ لکھا ہے کہ بارہ سال مادر شکم میں رہے۔ جب بارہویں سال بعد تولد ہوئے۔ بعد چلّہ نہانے کے آپ کی والدہ نے آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ پیارے میں نے تیرے واسطے بارہ برس کڑوی دوائیں کھائیں۔ یہ سُن کر آپ نے آنکھیں کھولیں اور تبسم کرکے فرمایا کہ اماں وہ تمام ادویہ میں نے کھائیں۔ بارہ برس تک آپ کے شکم میں معتکف رہا۔ چالیس دن کے بچے سے یہ باتیں سُن کر آپ کی والدہ کو ہیبت معلوم ہوئی اور اسی صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہوئیں۔ بی بی اللہ دیئی آپ کی پھوپی نے آپ کو پرورش کیا۔ جب سن تمیز کو پہنچے۔ مدرسہ اجودھن

میں درس علوم کیا۔

ایک شب بابا صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ کلاہ چار ترکی ان کے سر پر رکھی اور فرمایا کہ اے فرزند اللہ تعالیٰ نے تجھ کو فقیری عطا کی۔ پہلے جاکر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو۔ صبح تمام کیفیت اپنے والد سے کی اور حسب اجازت والد اپنے سے بہمراہی شیخ سونا اور محمود و شیخ بھیکن اور شیخ حمید الدین طرف مکہ کے آئے۔ اُدھر آپ کے والد نے اجودھن سے چل کر قلعہ اسیر میں سکونت اختیار کی اور عینا عادل شاہ کو ان کی خدمت میں بہت اعتقاد ہوا۔ جب عمر حضرت کی آخر پہنچی، مرتے وقت عادل شاہ کو وصیت کی کہ میرا بیٹا شاہ بخاری براہ خشکی برائے حج گیا تھا وہ اس طرف سے آوے گا۔ اس کی خدمت سے درگزر نہ کرنا اور تیرے کل مطالب اس سے حاصل ہوں گے اور شیخ حسین کو جن کے بیٹے صاحبزادہ کے ہمراہ گئے تھے خرقہ خلافت اور سند عطا کی اور انتقال فرمایا۔ جب حضرت شیخ بھیکن مکہ سے واپس پھرے موضع بنگری تالہ اور تالی کے پہنچے۔ عادل شاہ استقبال کو آیا۔ نذرانہ پیش کش کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ شاہ بھیکن نے پانچ حج کئے مگر چلنے میں کبھی پشت کعبہ کی طرف نہیں کی اور نہ جوتی پہنی۔

ایک کوزہ میں بچھو رکھا کرتے تھے۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا آپ اس میں دست مبارک ڈالتے کہ ان کے ڈنگ کی اذیت سے نیند نہ آوے اور صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ چھ ماہ کے بعد اپنے ہاتھ سے کچھ پکا کر افطار کرتے اور یاروں کو تقسیم فرماتے ایسا کہ تین سو آدمیوں کو پہنچتا تھا۔

ایک بار یاروں نے عرض کی کہ حکم ہو تو ہم بھاکری کی روٹی پکا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نہ پکا سکو گے۔ جب وہ لوگ بہت ملتجی ہوئے آپ نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے۔ الغرض جو جو پکانے بیٹھا آگ سلگانے میں اس کی داڑھی جل گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا کہ بھاکری کا پکانا کار بھاری کا ہے۔

لکھا ہے کہ جب حضرت برہان پور میں ٹھہرے تو شیخ محمود کی یہ خدمت تھی کہ وضو کے واسطے پانی لایا کریں۔ چنانچہ حضرت نے شیخ محمود کو پکارا۔ معلوم ہوا کہ تپتی ندی سے پانی لینے گئے ہیں۔ آپ نے افسوس فرمایا اور ایک عصا زمین پر مارا کہ زمین سے بکثرت پانی جاری ہوا۔ جب آپ اس جگہ سے چلے تو پانی بھی پیچھے ہوا۔ آپ نے فرمایا اے پانی تا دل نہ کر تا دل ہندی میں جلدی کو کہتے ہیں۔ آہستہ چل۔ اسی وقت تمام پانی زمین میں غائب ہو کر مثل پانی چشمہ کے جاری ہوا۔ وہ چشمہ اتا دلی ہی مشہور ہے۔ عینا عادل شاہ نے گرد اس چشمہ کے خانقاہ تعمیر کرائی۔ وفات شیخ کی ۹۸۵ھ میں بمقام برہان پور ہوئی مزار شریف خانقاہ میں ہے۔

حضرت شیخ پیارا چشتی قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیم چشتیؒ کے اپنے وقت میں مشائخین معززین سے تھے۔ اور شیخ ان کو بہت معتبر سمجھتے

تھے۔ چنانچہ جس وقت اکبر اعظم شہزادہ کو لے کر برائے زیارت روضہ حضرت خواجہ بزرگ اجمیر شریف کو چلے۔ اس وقت حضرت شیخ سلیم چشتی نے برائے حفاظت شہزادہ آپ کو ہمراہ کر دیا تھا۔ اتفاقاً جب اجمیر شریف میں پہنچے۔ شہزادہ علیل ہوگیا۔ اب شہنشاہ اکبر نے آپ کو بلا کر کہا کہ شیخ نے تم کو برائے حفاظت شہزادہ کے ہمراہ کیا تھا۔ کچھ تدارک کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں بے اجازت شیخ کے کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی وقت بحکم شہنشاہ تین سو کوس کے دھاوے کی سانڈنی حاضر ہوئی۔ آپ نے عریضہ خدمت شیخ میں لکھا اور سانڈنی سوار کے حوالے کیا۔ اُس نے لے جاکر شیخ کے حضور میں پیش کیا۔ شیخ نے اس کے جواب میں لکھا سلطان کی تسلی کر دو اور تم خود اس کی بیماری جذب کر لو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ شہزادہ کو اسی وقت آرام ہوا اور آپ کئی ماہ بیمار رہے۔

ایک بار آپ قلعہ سے آتے تھے اور ہاتھی سلطانی پانی پینے جاتے تھے۔ ایک ان میں مست تھا۔ کئی آدمیوں پر چوٹ کر چکا تھا۔ آپ کے اُوپر لپکا۔ جب وہ قریب آیا آپ نماز کی نیت باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہو گئے۔ ہاتھی فوراً ہٹ گیا۔ اور شہزادہ کو آپ سے اور آپ کو شہزادہ سے بہت اُلفت تھی۔ خورد سالی ہی میں کسب درویشی کرایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے شہزادہ کو جذب ہوگیا تھا۔ جب شہزادہ سن بلوغ کو پہنچا آپ ملک مالوہ میں تشریف لاکر کنارہ دریائے نربدا پر کہ جہاں گھاٹ جنوب اور شمال کے مسافروں کے آمد و رفت کا تھا، قیام فرمایا اور ۹۸۵ھ میں انتقال کر کے اسی جگہ دفن ہوئے۔

حضرت شیخ رزق اللہ قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ مصباح العاشقین محمد ملادہ کے تھے کہ آپ کے پدر نے عالم شیر خواری میں مصباح العاشقین کی نذر کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ میرا مرید ہے۔ جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی مصباح العاشقین نے وفات پائی۔ اور بعد سن بلوغ کے بوجہ تعلق روحانی پیر و مرشد سے عارف اور فاضل ہوئے اور عشق الٰہی میں یگانہ عصر ہوئے۔ خوب سفر کئے۔ ہندی اور فارسی زبان میں خوب شعر کہتے تھے۔ چنانچہ رسالہ پیماین اور جوت نرنجن اور سارہ بھن کہ جو ہندی زبان میں علم معرفت میں تصنیف فرمائی اور تجلیات قلوب کو جو ترتیب مریدوں میں ہے۔ مشہور ہے۔ ہندی میں تخلص آپ کا راجن ہے اور فارسی میں تخلص مشتاقی ہے۔ حضرت بزرگانِ دہلی سے ہوئے ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد سے پڑھے تھے۔ وفات حضرت کی ۲۰۔ ربیع الاول ۹۸۹ھ میں مقام دہلی ہوئی۔

حضرت شیخ اسحاق قدس سرہ

یہ حضرت بزرگانِ اہلِ چشت سے تھے۔ بہت بڑے سیاح اور ذاکر اور مشاغل خوب مجاہدہ کئے ہوئے تھے

عمر بھی بڑی ہوئی۔ اوائل میں آپ کو شوق فرزند کا تھا۔ جب خدا نے فرزند دیا گھر کو چھوڑ کر سیاحت اختیار کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کو اولاد کی تمنا تھی۔ عمر ضعیفی میں حق تعالیٰ نے آپ کو فرزند عطا کیا تو روز جمعہ تھا۔ آپ نے خادمہ سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہے حاضر کر۔ اُس نے عرض کیا کہ گھر میں کیا ہے جو حاضر کروں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہے لے آ۔ دو سیر غلّہ اور دو پرانے کپڑے لائی۔ آپ نے خیرات کئے اور فرمایا کہ گویّے کو بلا۔ اُس نے کہا کہ دینے کو کیا ہے جو گانے والا آوے۔ فرمایا کہ پگڑی اور چادر اپنی دوں گا۔ اسی عرصہ میں پڑوس میں کہیں گانا ہو رہا تھا۔ اس کی آواز سُن کر گریہ طاری ہوا۔ جب بے اختیار ہوئے اس کے گھر آئے۔ ذرا ٹھہر کر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آج جمعہ ہے میں نے غسل نہیں کیا۔ حجام کو بلوا کر اصلاح بنوائی غسل کیا۔ یاروں سے رخصت ہوئے اور قرآن شریف پڑھنا شروع کیا اور جان بحق تسلیم ہوئے۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۹۵ھ میں ہوئی۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ زندہ پیر لیسپہ شیخ عبدالکبیر چشتی صابری پانی پتی قدس سرہ

یہ حضرت عمدہ مشائخ عصر سے تھے۔ زہد اور تقویٰ اور علوم ظاہری اور باطن میں کامل اور مکمل تھے اور آپ کے تین بھائی تھے۔ برادر بزرگ شیخ حسین اور شیخ برہان الدین اور شیخ محمود یہ دونوں برادر آپ سے چھوٹے تھے۔ شیخ حسین نے روبرو اپنے والد کے انتقال کیا۔ ان کے دو فرزند تھے۔ الغرض شیخ عبدالکبیر کے انتقال کے بعد سجادگی پر آپس میں مناقشہ ہوا۔ سلطان نے دو فریق کر دیئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد عید تھی۔ برائے نماز عید شہر سے باہر دونوں فریقوں میں تلوار چلی۔ آخر سجادگی شیخ عثمان کے نام مقرر ہوئی۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ ایک بار دو شخص قوم جاٹ کہ ایک ان میں ہندو اور ایک مسلمان تھا۔ لڑتے لڑتے خدمت شیخ عثمان میں آئے۔ آپ نے دونوں کے بیان سُن کر مقدمہ جانب مسلمان فیصل کر کے اس کو ڈگری دی۔ ہندو بہت چلایا کہ آپ نے اپنی ملت کا پاس کیا۔ آپ نے یہ سُن کر مراقبہ کیا۔ بعدہٗ سر اٹھا کر فرمایا کہ تمہاری دونوں کی عورتیں حاملہ ہیں جو سچا ہے اس کے گھر لڑکا اور جو جھوٹا ہے اس کے گھر لڑکی پیدا ہوگی۔ دونوں نے منظور کیا۔ بعد تھوڑے دن کے ہندو کے گھر دختر اور مسلمان کے گھر لڑکا تولد ہوا۔ اس وقت دونوں کا نفاق موقوف ہوا۔

لکھا ہے کہ آپ کے صاحبزادہ شیخ نظام الدین نے اپنے ملک میں نیا کنواں تیار کرا کر آپ سے عرض کیا کہ فاتحہ پڑھیئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک گائے اور کئی من آٹا پکا کر پہلے فقراء کو کھلائیے۔ فاتحہ پڑھوں گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ سوائے ایک بکری کے میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو میں نے کہا تیر بہدف ہے کنواں مسمار ہو جاوے گا۔ الغرض اسی شب کو وہ کنواں بیٹھ گیا۔

وفات حضرت کی سنہ ۹۹۹ھ میں ہوئی۔ مزار شریف پانی پت میں ہے۔

حضرت شیخ دانیال قدس سرّہ

یہ خلیفہ حضرت راجے حامد شاہؒ کے اور فیض یافتہ روح پاک خواجہ بزرگؒ کے اور عاشق رسولؐ کے تھے۔ عجائب احوال، غرائب اطوار، جامع الکمالات ہوئے ہیں۔ اور ایک سو گیارہ برس کی عمر میں ۹۹۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی چشتی قدس سرّہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیم چشتیؒ کے تھے اور حسب الحکم پیر خود کوہ فتح پور پر مشغول رہا کرتے تھے اور محض اُمّی تھے اور علماء ان کی بے علمی پر معترض ہوتے تھے کہ بے علم ولی نہیں ہوتا۔ آپ کے مرید شیخ وجیہ الدین کو ناگوار خاطر گزرا ایک وقت شیخ سے یہ ماجرا عرض کیا۔ فرمایا کہ جو معترض ہے اس کو میرے پاس لا۔ وہ ایک مولوی کو آپ کے پاس لائے۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا جس کتاب کو آپ کہیں میں پڑھوں۔ انہوں نے ہدایہ پیش کی۔ آپ نے فرمایا اوّل سے پڑھوں یا آخر سے یا درمیان سے اور شیخ وجیہ الدین سے فرمایا کہ کتاب سے مقابلہ کرا ور لکھ۔ چنانچہ کئی صفحے آپ نے لکھوائے اور اس عالم کو دیئے اور فرمایا کہ کتاب سے مقابلہ کر۔ اس کرامت کو دیکھنے سے علماء معتقد ہوئے۔

لکھا ہے کہ بعد وفات شیخ سلیم کے فتح پور میں امساک باراں کے سبب سے نہایت تکلیف تھی۔ صاحبزادہ شیخ احمد صاحب نے ایک خط آپ کے نام لکھا اور استدعا کی دعا کیجئے تاکہ بارانِ رحمت ہو۔ جب خط پہنچا اس وقت آپ جامع مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ خط کے پڑھتے ہی جنگل میں جا کر دھوپ میں بیٹھ گئے اور بارگاہ خدا سے التجا کی کہ جب تک فتح پور میں مینہ نہ برسے گا میں یہاں سے نہ اٹھوں گا اور حاضرین جو ہمراہ گئے تھے ان سے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو کہ ابر فتح پور کی طرف پیدا ہوا یا نہیں۔ لوگوں نے دیکھا اور کہا اس طرف ابر محیط معلوم ہوتا ہے۔ آپ وہاں سے اٹھے اور جواب میں لکھا کہ اگر بروقت جمعہ فتح پور میں بارش ہوئی ہے تو لکھو۔ پس اسی وقت فتح پور میں ایسی بارش ہوئی کہ پھر بارش کی حاجت نہ رہی۔

آپ کو روحانیت غوث پاک سے بھی فیض تھا۔ وفات حضرت کی ۹۹۹ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ نظام الدین نارنولی قدس سرّہ

یہ خلیفہ حضرت شیخ خانو چشتی کے تھے۔ اور مشائخ وقت گزرے ہیں اور چالیس برس آپ نے طالبانِ حق کو تعلیم فرمایا اور ہر سال پا پیادہ ننگے پیر بحالتِ ذوق شوق و وجد سماع نارنول سے برائے مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حاضر ہوتے۔ وہاں سے اجمیر جا کر مزار پُرانوار حضرت خواجہ بزرگؒ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ اور

آپ کے برادر کلاں شیخ اسماعیل بھی شیخ خانو کے مرید تھے اور شیخ خواجگی پیری اور شیخ منوّر کہ مزار ان کا اکبرآباد میں ہے۔ نہایت مشہور درویش ہوئے ہیں۔مرید شیخ خانو کے تھے۔

وفات شیخ نظام الدین نارنولی کی ۹۹۹ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ طاہا چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیمؒ کے تھے۔سفر بیت اللہ میں پیر کے ہمرکاب تھے۔جب شیخ ہندوستان میں آئے شیخ طاہا کو احمدآباد گجرات میں مقرر فرمایا۔اور شیخ محمد شیردانی اور دیگر طالبانِ حق کو برائے تربیت آپ کی خدمت میں چھوڑا۔بعد امتحان باطنی تمام مشائخ علاقہ کے زیر معتقد اور فیض یاب ہوئے اور شیخ محمد اعظم صاحب اور شیخ طاہا صاحب دونوں بزرگوں میں کمال اتحاد رہا۔

معارج الولایت سے نقل ہے کہ مظفر شاہ ہوائی کا جب گجرات پر تسلط ہوا۔اُس نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ شمشیر میری کمر میں اپنے دست مبارک سے باندھیں کہ میں اکبر پر فتح یاب ہوکر تمام ہندوستان کو اپنے تصرّف میں لاؤں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ملک اکبر کو عطا کیا ہے،مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں اس کے تغیّر میں کوشش کروں۔یہ سُن کر مظفر نہایت غصّے ہوا اور کہا کہ لشکر اکبر کے بدلے پہلی ہی شمشیر آپ کے خون سے رنگین کرتا ہوں۔شیخ نے جواب دیا کہ آٹھ روز کی مہلت دے بعدہٗ جو چاہے کرنا۔پس وہ ہفتہ نہ گزرنے پایا تھا کہ فوج فتح موج بادشاہی پہنچی اور ملک گجرات کو تاخت وتاراج کیا،مظفر فرار ہوا۔بیان کرتے ہیں کہ حضرت اکبراعظم نے یہ معاملہ سُن کر شیخ کی بہت خدمت کی اور تاحیات اعزاز شیخ ملحوظ رکھا۔

وفات حضرت کی ۱۰۰۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ مٹھ گاگرونی قدس سرہٗ

یہ حضرت درویش کامل تھے اور روحانیت حضرت شیخ خواجہ بزرگؒ سے فیض یاب تھے۔بیس برس کامل روضہ خواجہ پر رہے۔ایک دن آواز سنی کہ لے مٹھ! تجھ کو حق پہنچایا اور صاحب ولایت گاگروں کا کیا۔وہاں کا تصرّف تجھ کو بخشا پس بحکم خواجہ گاگرون میں آکر مقیم ہوئے اور ہدایت خلق اور ارشاد مریدوں میں مشغول ہوئے۔گاگروں کا پتھر خلاف سرحدوں گاگروں یہ تاثیر رکھتا ہے کہ اس کا گھس کر پلانا سمیت ہیضہ کو دفع کرتا ہے۔اس میں یہ کیفیت ایسے ہی بزرگوں کی برکت سے پیدا ہوئی ہے۔

وفات حضرت کی ۱۰۰۳ھ میں ہوئی۔مزار گاگرون میں ہے۔

حضرت شیخ کبیر جولاہہ قدس سرّہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ تقی سہروردی کے تھے اور مشاہیر زمانہ سے ہوئے ہیں۔ اپنی ولایت کو طریق ملامتیہ میں چھپایا اور تمام موحدانِ وقت سے ممتاز ہیں۔ چند روز امانند بیراگی کی خدمت میں رہ کر فن شاعری زبان ہندی میں حاصل کیا۔ زبان ہندی میں معرفت پہلے انہوں نے بیان کی۔ ان کی تقلید گرونانک نے کی۔ ان کے بعد معرفت کردادو نے بیان کی۔ مگر کبیر صاحب کا وہ کلام ہے کہ ہرگز دوسرے شاعر کو نصیب نہیں ہوا۔ آپ نے جو فرمایا وہ باتیں بتائیں کہ جو طالبان حق کے کارآمد تھیں۔

بعد اس کے حضرت نے شیخ بھیکا چشتی کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مزار شریف بھیکا کا نواح لکھنؤ میں ہے۔ اور ہندو مسلمان دونوں گروہ آپ کے معتقد تھے۔ ہر ایک آپ کو اپنے میں سے شمار کرتا تھا۔ خوارق اور کرامات آپ کے مشہور ہیں۔ اور جو اہل ہنود آپ کے سلسلہ کے ہیں وہ کبیر پنتھی کہلاتے ہیں۔ طریق ان کا اذکار و اشغال بالکل اہل اسلام کے مطابق ہے مگر الفاظ کا فرق یہ ہے کہ مسلمان اللہ کہتے ہیں وہ سوہم کہتے ہیں۔ اس کاتب الحروف کو عالم سیر و سفر فقرائے کبیر پنتھیوں سے ملنے کا بہت اتفاق ہوا ہے۔ بعض وقت فقیر اور وہ ایک مکان میں اپنے اپنے کار میں مشغول رہے ہیں۔

حضرت داراشکوہ قادری خلف شاہ جہاں بادشاہ حسنات العارفین میں تحریر فرماتے ہیں کہ قیام حضرت کا کاشی یعنی بنارس میں تھا۔ وقت نزع حضرت کے ہندو اور مسلمانوں میں تکرار ہوئی۔ مسلمان کہتے تھے کہ ہم اپنے طریق پر تجہیز و تکفین کریں گے ہندو کہتے ہیں کہ ہم ان کو جلادیں گے۔ آپ کو بے ہوشی تھی۔ قریب تھا کہ تلوار چلے۔ آپ نے چشم وا کیا اور فرمایا کہ کیوں لڑتے ہو۔ میں ابھی زندہ ہوں۔ یہ فرما کر در حجرہ بند کر لیا۔ بعد تھوڑی دیر کے دروازہ کھول کر دیکھا تو حضرت کے بستر پر تھوڑی سی مٹی پڑی تھی۔ اور کچھ نہ تھا یا لنگوٹی وغیرہ تھی۔ یہ کرامت اور زبردستی دیکھ کر سب کو حالت طاری ہوئی۔ یہ واقعہ ۱۰۳۰ھ میں ہوا۔ آپ کا یہ پد بہت مشہور ہے۔ ع

مائی تر کپنی باپ جولاہہ کبیرا سنت بھی تمہاری کل کس نے رام کہی

اس پد سے آپ کا اسلام صاف ظاہر ہے۔ آپ کے صاحبزادہ شیخ کمال تھے۔ ان کا مزار احمد آباد میں ہے۔

ایک بار شیخ کبیر بیان کر رہے تھے یعنی تانا سوت کا صاف کر رہے تھے۔ کوچہ سر پر رکھا تھا۔ ایک شخص نے پوچھا کبیر کیا کر رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ٹوٹے کو جوڑ رہا ہوں۔ پھر اس نے کہا تیرے سر پہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوچہ۔ آپ فرماتے ہیں ؎

یہی مٹی مسیدن ہے، یہی ہے کملا پھول — اپنے میں تو کھوج بے مور کھا اسے نہ بھول

دیگر :- کبیر بسے چوباٹ میں گل کٹوں کے پاس ... اپنی کرنی پار اترنی تم کیوں بھے اداس

دیگر :- چلتی چکی دیکھ کر دیا کبیرا روئے ... دو پاٹن کے بیچ میں آیا ثابت گیا نہ کوئے

دیگر :- کرے مالا نہ کہوں نکھ سے کہوں نہ رام ... سوا سا سو ہم ہو رہو نہیں اور سے کام

دیگر :- جوگ کرے یا جپ کرے سنت موں دھرے دن رین
من منسا استھر کیئے جیا نہ کرے چین

دیگر :- پوتھی پستک دھر دو پانڈے ہو جا سنت نشانی
کہیں کبیر سنو بھئی سادھو جوت میں جوت سمانی

حضرت شیخ ولی چشتی ابن شیخ یوسف چشتی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ سلیم کے تھے۔ لکھا ہے کہ جس روز آپ خدمت شیخ سلیم میں حاضر ہوئے۔ اسی روز منظور نظر ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ یہ حال دیکھ کر اور مریدوں نے شیخ سے عرض کی کہ ہم لوگ سالہا سال سے حاضر خدمت ہیں ہنوز خرقہ خلافت مشرف نہیں۔ اور یہ پہلے ہی روز مشرف با سعادت ہوئے۔ اس میں کیا بھید ہے۔ آپ نے فرمایا یہ شخص بنا بنایا آیا ہے۔ مثلاً ہانڈی تیار روبرو آئی فقط اس میں نمک نہ تھا۔ نمک کے ڈالتے ہی وہ تیار اور خوش مزہ ہو گئی۔ گویا میں نے ان کی تیار ہانڈی میں نمک ملا دیا ہے۔ وفات شیخ ولی کی ۱۰۰۱ھ میں ہوئی۔

حضرت مولانا عبد اللہ انصاری سلطانپوری قدس سرہٗ

یہ حضرت عالم بے بدل و مشاہیر ہیں۔ مرید خاندان چشت کے۔ نہایت متقی تھے۔ زمانہ شیر شاہ سوری سے تا عہد اکبر زندہ رہے۔ دفع کفر و بدعت میں نہایت کوشش کرتے تھے۔ امرائے اثنا عشری کو آپ سے نہایت عداوت تھی۔ موقع پا کر بادشاہ کو ان کی جانب سے برہم کرکے دیس بدر کرا دیا۔ آپ نے عرب میں جا کر کئی حج کیئے۔ چندے مدینہ طیبہ میں رہے اور ۹۹۰ھ میں واپس ہندوستان آئے۔ دشمنوں نے زہر دے کر شہید کیا۔ آپ کی تالیف اور تصنیفات سے منہاج الدین و عقیدۃ الانبیاء و کشف الغمہ مشہور کتب ہیں۔

حضرت شیخ اختیار الدین مردانی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نظام الدین نارنولی کے قوم سے پٹھان تھے۔ جب محبت الٰہی پیدا ہوئی۔ اجمیر شریف جا کر روضہ حضرت خواجہ پر معتکف ہوئے۔ حسب بشارت حضرت خواجہ بزرگ نارنولی میں آئے۔ دیکھا کہ شیخ نظام الدین ٹوٹی

چارپائی پر سرنگوں بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُن کے دل میں خطرہ فاسد گزرا۔ شیخ نے نورِ باطن سے معلوم کر کے سر اٹھا کر فرمایا کہ تو خواجہ کا بھیجا ہوا ان کے حکم کے موافق میرے پاس آیا ہے۔ اس میں شک کی کیا جگہ ہے۔ یہ اس خطرہ سے شرمندہ اور پشیمان ہوئے اور مرید ہو کر تربیت اور تکمیل پائی۔ بعدہٗ خرقہ خلافت مرحمت فرما کر ان کے وطن کی طرف رخصت فرمایا اور اختیار خاں سے اختیار الدین مخاطب ہوئے۔ پہلے وطن آپ کا نزدیک کالپی کے تھا۔ ۱۰۱۱ھ میں انتقال کر کے وہیں مدفون ہوئے۔ بعدہٗ آپ کی اولاد شمس آباد میں آ بسی تھی۔

حضرت شیخ جلال الدین کاسی چشتی قدس سرہٗ

پہلے نام آپ کا جلال خاں تھا۔ قوم سے افغان تھے اور شیر شاہ سور کے دیوان تھے۔ جب خاندان سور سے دولت اقبال گیا۔ یہ رنگ آمیزی دنیا کی دیکھ کر ان کا دل دنیا سے کراہت کرنے لگا۔ ترک کلی کر کے شاہ محمد چشتی کہ بن کر مئو میں آسودہ ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے مرید ہو کر نہایت محنت کی مگر کشود باب نہ ہوا۔ شاہ محمد نے فرمایا کہ جلال تیرا کام آستانہ شیخ بدر الدین صاحب ولایت سے ہوگا۔ وہاں جا کر آپ بحکم پیر مرشد روضہ شیخ بدر الدین پر اگر جاروب کشی میں مشغول ہوئے اور اکثر مزار پر قرآن پڑھا کرتے تھے اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول تھے۔ ایک روز مزار پُر انوار شیخ سے آواز آئی کہ — جلال بدر الدین و بدر الدین جلال — اس روز سے رجوع خلائق اور فتوح ہونے لگے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ ایک روز آپ کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اگر فرزند معنوی لائق ملے تو میں اس کو اپنی جگہ پر چھوڑوں۔ اسی شب کو شاہ ولایت نے اس معاملہ میں فرمایا کہ تیرے واسطے فرزند بھی لاتا ہوں اس کو اچھی طرح تعلیم کرنا۔ اتفاقاً اسی عرصہ میں پرگنہ آسو سرکار لکھنؤ میں ایک کائستہ نے اپنے لڑکے کو کہ جس کی عمر بارہ برس کی تھی پڑھنے بٹھایا۔ وہ نہایت خوبصورت تھا۔ اور گلستاں جب شروع کی تو اس کا سبق جب اس جگہ پہنچا ؎

بَلَغَ العُلےٰ بِکَمالِہٖ   کَشَفَ الدُّجےٰ بِجَمالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ   صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

اس لڑکے نے معلم سے پوچھا کہ اس مرتبہ کا کون شخص تھا۔ معلم نے فرمایا حضرت سرور عالم۔ سنتے ہی بصدق دل مسلمان ہوا۔ یہ سُن کر اس کے متعلقین نے بہت کچھ شور و شر کیا مگر وہ نہ مانا۔ وہاں سے نکل کر مسافرت اختیار کی۔ یہاں تک کہ بدایوں میں شیخ کے دروازہ پر آیا۔ روحانیت شاہ ولایت نے شیخ کو آگاہ کیا کہ فرزند تیرے دروازے پر آ پہنچا۔ مخدوم عبداللہ نام رکھنا۔ وہ تیرا جانشین ہوگا۔ شیخ نے اس کو مرید فرما کر تربیت اور تکمیل فرمائی اور خرقہ خلافت عطا کیا۔ اس کو بھی روحانیت شاہ ولایت سے حضوری حاصل تھی۔

شیخ جلال کا قاعدہ تھا کہ آدھی رات تک مزار شاہ ولایت پر قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ بعدہٗ بدایوں سے چندے

فاصلہ پر ان کے اطفال تھے وہاں جایا کرتے۔ ایک روز رہزنوں نے تیروں سے شہید کیا۔ یہ واقعہ ۱۱۲ھ میں ہوا۔ بعد شیخ کے مخدوم عبداللہ صاحب سجادہ ہوئے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ تمام شب بیدار رہتے تھے۔ ایک پاؤں سے کھڑے رہتے۔ آپ کی کرامتیں مشہور ہیں۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ چنانچہ شیخ طٰہٰ کہ اکابر رائے بریلی سے تھے ترک دنیا کر کے آپ کے مرید ہوئے اور ۱۰۲۲ھ میں وفات پا کر مرشد کے قریب دفن ہوئے۔

حضرت شیخ منزل چشتی قدس سرہٗ

آپ مرید خاندانِ چشت سے تھے۔ آپ کے والد حاجی عبدالوہاب کہ سادات عظام سے تھے۔ پہلے یہ شیر شاہ کے امیروں میں رہے تھے۔ بعدہٗ ریاضت و عبادت شاقہ کر کے خرقہ خلافت پہنا اور اولیائے ہند سے ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ سید جیو قدس سرہٗ

آپ امرائے دہلی سے تھے۔ ایک روز ایک مرید شیخ سلیم سے ملے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں جو ملتے ہی جذب کر کے مجھ کو مجھ سے جدا کر دے تو میں اس کا مرید ہوں۔ اس درویش نے کہا کہ یہ صفت پیر شیخ سلیم میں ہے جو فتح پور میں ہیں۔ یہ اس درویش کو ہمراہ لے کر فتح پور چلے۔ ہر منزل میں یہ خیال تھا کہ شیخ میرے استقبال کو آئیں گے۔ یہاں تک کہ در خانقاہ پر پہنچ کر کھڑے رہے۔ شیخ نہ آئے۔ آخر غصہ ہو کر دہلی واپس پھرے۔ یہ تھوڑی دیر گئے تھے کہ شیخ نے نور باطن سے معلوم کر کے ایک شخص ان کے پیچھے روانہ کیا کہ واپس پھیر لائے۔ جب وہ فرستادہ شیخ جیو کے روبرو گیا، دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر کر پا پیادہ خانقاہ شیخ میں آکر قدم بوس ہوئے۔ اور جمال شیخ کو دیکھتے ہی تین روز بے ہوش پڑے رہے۔ چوتھے روز جب ہوشیار ہوئے مرید ہو کر کارِ فقر بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت سے معزز ہو کر حسب اجازت پیر مرشد دہلی میں مقیم ہوئے۔ اور ۱۰۱۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت شاہ نعمان چشتی قدس سرہٗ

لکھا ہے کہ آپ دولت آباد میں اپنے پیر کے پاس تھے۔ جب وقت انتقال ان کا نزدیک پہنچا ان سے فرمایا کہ تو برہان پور میں شیخ نظام الدین بکھاری کے پاس جا کر اپنا حصہ لے۔ پس بموجب حکم پیرو مرشد آپ خدمت شاہ بکھاری میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تیرے آنے سے پہلے تیرے پیر کی سفارش میرے پاس آگئی ہے! اور اپنی تسبیح اور مصلّٰی اور عصا عطا کیا اور ایک نظر میں کامل بنایا۔ بعدہٗ بطرف قلعہ اسیر رخصت فرمایا۔ اس وقت آپ نے

عرض کیا کہ وہاں کے شاہ ولایت محمود ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ بحکم رسول مقبول دوسری جگہ جاویں گے۔ آپ برہان پور سے چل کر قلعہ اسیر میں مقیم ہوئے اور ہمیشہ بزور کرامت مجلس پیر میں حاضر ہوتے اور بعد برخاست مجلس اپنے مقام پر واپس آتے۔ اور جو تحفہ چاہتے دست دراز کر کے خدمت شاہ بھکاری میں پہنچاتے وفات حضرت کی ۱۰۱۶ھ میں ہوئی۔ مزار قلعہ اسیر میں ہے۔

حضرت شیخ حاجی اویس وتوزی قدس سرہ

آپ اولاد سے پیر کبیر کی کہ قوم افاغنہ میں توزی ایک مرد با نعمت وعظمت تھے۔ فیض روحانیت پیر کبار سے رکھتے تھے اور حرمین کی زیارت سے مشرف ہو کر قرن میں جا کر خواجہ اویس قرنی کے مزار کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر ہندوستان میں آئے۔ صاحب معارج الولایت ناقل ہیں کہ آپ کے گھر فرزند تولد ہوا۔ اس کا نام داؤد رکھا آپ نے اس کی شادی کرنی چاہی۔ آپ کے گھر سے یہ کہا کہ یہ بچہ شادی کرنے کے لائق نہیں ہے۔ جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو دیوانہ ہو گیا۔

ایک آپ کی دختر تھی۔ جب وہ بالغ ہوئی آپ نے شیخ یوسف سے کہا میں اپنی لڑکی تم کو دیتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی والدہ سے دریافت کر لوں۔ آپ نے فرمایا کہ خیر اگر تم نے قبول نہ کیا تو تمام عمر چہرہ نہ دیکھو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ یوسف نے بیس نکاح کئے ایک کے چہرہ نہ تھا۔ یعنی کسی کے اندام نہانی نہ تھی۔ وفات شیخ حاجی کی ۱۰۷۱ھ میں بمقام قصور ہوئی کہ وطن اصلی شیخ کا تھا۔

صاحب اخبار الاولیا پیر کبار صاحب کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ پیر کبار بن شورہ بن خویشگی قوم افغان آپ کے جو فقیر ہیں بعضے چشتیہ شوریانی بعضے چشتیہ خویشگی کہلاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے آپ کی اولاد سے بھی ہیں۔ لکھا ہے کہ شورہ کے تین لڑکے ہیں۔ ایک پیر کبار، دوسرا حسین خویشگی، تیسرا خویشگی واز۔ یہ تینوں بزرگ وار قابل و صاحب ذوق و شوق ہوئے ہیں۔ تلاش پیر میں بہت دنوں پھرے۔ بہت سے مشائخ دیکھے۔ ان کی صحبت میں رہے مگر تسلی کسی سے نہ ہوئی۔ آخر قصبہ چشت میں آکر خواجہ مودود چشتی کے مرید ہوئے اور آپ کشتی مطبخ کی کیا کرتے تھے۔ چالیس برس خدمات مرشد بجا لائے۔ جب وفات خواجہ مودود چشتی کی نزدیک پہنچی پیر کبار کو پاس بلا کر نعمت اور خرقہ خلافت سے ممتاز فرما کر طرف وطن کے رخصت کیا۔ مگر بوجہ محبت کے روضہ مرشد کی جاروب کشی میں مصروف رہے۔ آخر دوبارہ خواجہ نے فرمایا کہ تو اپنے وطن میں جا۔ ناچار آپ وطن میں آئے۔

تمام افغانانِ کوہستان پشاور بد عقیدہ تھے کرامات دیکھنا چاہتے تھے کہ ہم کبوتر جنگلی لا کر شیخ کے گریبان میں چھوڑیں۔ اگر وہ آستینوں سے نکل جاویں تو ہم ولایت کے قائل ہوں۔ قدرت خدا سے اسی وقت دو کبوتر جنگلی

غیب سے پیدا ہوئے اور شیخ کے گریبان میں سے گھس کر ہر دو کبوتر آستینوں میں سے نکل گئے۔ یہ کرامت دیکھ کر اطراف وجوانب کے لوگ بالخصوص قبیلہ خویشگی تمام وکمال مرید ہوئے۔ پیر کبار نے کبوتروں کے واسطے دعا کی اور کبوتر ذبح کی تمام مریدوں اور قوم کو ممانعت کی کہ جو کبوتر کو ستاوے گا اس کے اولاد نہ ہوگی یا تنگ روزر ہے گا۔ چنانچہ قبیلہ خویشگی میں بالکل کبوتر کو ستانے کی ممانعت ہے۔

پیر کبار کے بہت سے خلیفہ ہوئے مگر مشہور ترین یہ ہیں۔ اوّل شیخ تبک کہ عظمائے مشائخین سے تھے اور بھتیجے ہیں آپ کے۔ بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ مودود چشتی کے پوتے ہیں۔ ان کے حق میں دعا کی تھی کہ تیرے مرید اور تیری اولاد قیامت تک معرفت سے خالی نہ رہے گی۔ وفات شیخ کبیر کی ۵۵ھ میں ہوئی۔

حضرت اخوند سعید شور یانی قدس سرہ

یہ حضرت ثانی ابوالحسن خرقانی تھے۔ ابوالحسن خرقانی نے روحانیت سلطان العارفینؒ سے تربیت پائی تھی انہوں نے روحانیت پیر کبار سے تربیت پائی اور کار فقر کو بکمال پہنچایا۔ ظاہرا کسی سے بیعت نہیں کی۔ اجرائے احکام شریعت میں نہایت مستعد اور مفید تھے۔ شاہ وگدا کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ امراء سے نفرت کرتے تھے۔ سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ مرید اور خادم نہ رکھتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے آپ کی کرامات بہت کچھ بیان کی ہیں۔ چنانچہ کھانے میں نمک ڈالتے تھے مگر جب کھانا تیار ہوتا نمک موافق ذائقہ کے معلوم ہوا کرتا تھا۔

ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میرا عزیز بہت روز سے گم ہے۔ اس کے مرنے جینے کی خبر نہیں۔ آپ نے تھوڑے تامل فرما کر ارشاد کیا کہ وہ مر گیا۔ چنانچہ گجرات سے اس کے مرنے کی خبر آئی۔

ایک روز ایک ٹھاکر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ شہنشاہ اکبر بندہ سے ناخوش ہے۔ دعا کیجئے کہ میرا قصور معاف کرے۔ جو آپ فرماویں میں نذر کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ روبرو بادشاہ کے بے کھٹکے جا۔ میں نے اس کی زبان بندی کر دی۔ اس کی زبان کو تیرے دیکھتے ہی یہ حرکت ہوگی کہ اس کو خلعت دو۔ جب خلعت حاصل ہو بادشاہ کے پاس سے ایک بکرا میرے واسطے لانا۔ آخر راجپوت ٹھاکر بادشاہ کے روبرو گیا اور خلعت حاصل کیا اور بکرا لے کر اخوند کے روبرو آیا۔ آپ نے فرمایا یہی ایک بکرا میرا ہدیہ ہے۔ وفات حضرت کی ۱۰۲۰ھ میں بمقام قصور ہوئی۔

حضرت شیخ نظام الدین بن شیخ عثمان زندہ پیر پانی پتی قدس سرہ

آپ خلیفہ اپنے پدر کے تھے۔ باوصاف حمیدہ موصوف تھے۔ قناعت اور ریاضت اور عبادت میں شہرۂ آفاق

دونوں جہان سے بے پروا اور مستغرق بریاد مولیٰ تھے۔آپ دو بھائی تھے۔شیخ کمال کہ حقیقت میں اسم بامسمیٰ تھے بعد انتقال والد کے ان کو صاحب سجادہ کرنا چاہا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور اپنے چھوٹے بھائی شیخ نظام الدین کو صاحب سجادہ کیا۔شیخ نظام نے صاحب سجادہ ہو کر ایک مدت ہدایت اور ارشاد میں مشغول رہ کر ۱۰۱۶ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار پانی پت میں ہے اور عمر شریف ایک سو پینتالیس برس کی ہوئی۔

حضرت شیخ رحمت شور پانی چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے اور روحانیت جدّ اپنی سے تربیت پائی اور تمام حیوانات کی بولی سمجھتے تھے۔ان سے کلام کرتے تھے۔وفات حضرت کی ۱۰۲۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ قدس سرہٗ

نسب حضرت کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملتا ہے۔پہلے بزرگ آپ کے جونپور کے باشندے تھے۔پھر گجرات میں جا رہے تھے۔آپ گجرات میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد نے آپ کی طفولیت میں قضا کی۔جب جوان ہوئے پہلے شیخ صفی گجراتی کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت پہن کر بعدہٗ مکہ معظمہ میں گئے۔بارہ برس شیخ علی متقی کی خدمت میں بسر کئے۔وہاں سے احمد آباد میں آکر نکاح کیا۔ایک مدت شیخ وجیہ الدین سے اکتساب علوم ظاہری کیا۔ بعدہٗ بخدمت شیخ ماہ جونپوری جو کہ گجرات میں تھے آئے۔انہوں نے ان کے والد سے سُنا تھا کہ میرا بیٹا قطب وقت ہوگا۔اس واسطے بہت اعزاز سے رکھتے تھے۔

ایک بار شیخ ابو محمد خضابی جو کہ مریدان کے والد کے تھے شیخ وجیہ الدین اور شیخ ماہ کو لکھا کہ میرا شہباز کیوں نہیں پرواز کرتا؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ پروازی تمہارے ہاتھ میں ہے اور شیخ ابو محمد اسیر کی طرف رخصت کیا وہاں پہنچ کر انہوں نے وہ نعمت جو آپ کے والد شیخ ابو محمد اسیر کے سپرد کر گئے تھے، حاصل کر کے برہان پور میں جا کر تدریس ظاہری اور باطنی میں مشغول ہوئے۔

آپ کو خدمت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کمال محبت تھی۔ہر سال واسطے زیارت روضہ رسول مقبول ؐ کے جاتے۔چندے قیام کے بعد باشارہ حضرت علیہ السلام واپس آتے۔جو فتوح ہوتا ایک ثلث عیال و اطفال کو، ایک ثلث فقرائے خانقاہ کو دیتے اور ایک ثلث مدینہ طیبہ کو ارسال فرماتے۔وفات حضرت کی بمقام برہان پور شب دوشنبہ دوسری رمضان ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔

حضرت مولانا شیخ احمد شوریانی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے اور اخبار الاولیاء اور مصباح الروایت کے مصنف خواجہ غلام محی الدین عبداللہ خویشگی چشتی آپ کے دادا تھے اور شاگرد اور مرید حضرت شیخ اسحاق بن شاہ کاکو کی کہ وہ اولاد سے بابا صاحبؒ کی تھے۔ اور لاہور میں رہتے تھے۔ ہزاروں ان کے مرید تھے۔ شیخ احمد ان کی خدمت میں قصور سے حاضر ہوئے تھے۔ آپ کے زمانہ میں جو مسئلہ علمائے لاہور اور ملتان سے حل نہ ہوتا تھا وہ آپ کے روبرو پیش ہو کر حل ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ ادعیہ یا نوز وجہل و دعائے سیفی البحر کا ورد رکھتے تھے اور شیخ احمد فاروقی سرہندی کابلی مجدّدی و شیخ عبدالحق محدّث دہلوی و شیخ عیسےٰ برہانپوری۔ یہ تینوں صاحبان حضرت کی نہایت عزت کرتے تھے۔

شیخ عبداللطیف برہانپوری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی عمر میں دو شخصوں سے بہتر نہیں دیکھے۔ ایک شیخ عبدالوہاب دوسرے شیخ احمد شوریانی۔ بلکہ برہانپور میں جو طالب قصور سے آپ کی خدمت میں جاتا، اس کو واپس قصور میں خدمت شیخ احمد میں بھیجتے اور تالیف و تصنیف کی نسبت فرماتے کہ متقدمین تالیف کافی اور وافی ہیں آپ نے کچھ تالیف نہیں فرمایا مگر ایک کتاب سوالات احمدی رد ملاحدہ وغیرہ میں جو تالیف کی وہ کافی ہے۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف قصور میں ہے۔

حضرت شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری

آپ خلیفہ شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری کے تھے۔ آپ کو سماع سنتے ہی وہ حالت ہوتی تھی کہ دم نکلنے میں کچھ ہی باقی رہ جایا کرتا تھا۔ تین تین دن چار چار دن بے ہوش پڑے رہتے تھے مثل مردہ کے۔ اور نہایت با برکت اور صاحب کرامت تھے۔ وفات حضرت کی ۲۔ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں متصل مزار شیخ محمد صدیق کے ہے۔

حضرت میر سید محمد کالپوری قدس سرہ

حضرت نے پہلے سید ابوالاعلیٰ نقشبندی سے مرید ہو کر کسب نقشبندیہ کیا۔ بعدہٗ بزیارت روضہ خواجہ بزرگ اجمیر میں آئے اور روحانیت خواجہ سے کئی سلسلوں میں فیض یاب ہوئے۔ ایک بار آپ روبرو مزار خواجہ مشغول تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت نے پان عنائت کئے۔ جب بحال خود آئے بکس پانوں کا ہاتھ میں پایا اور ہمیشہ درس میں مشغول رہتے فقراء سے بہت تواضع اور تعظیم سے پیش آتے۔ امراء سے کم توجہی کرتے تھے۔ اور ہر ایک سلسلہ میں مرید فرمایا کرتے تھے اور تفسیر سورۂ فاتحہ لکھی۔ وفات حضرت کی ۱۰۲۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شاہ اعلیٰ چشتی پانی پتی قدس سرہ

آپ مدارج اعلیٰ و مراتب معلیٰ رکھتے تھے۔ اولاد سے شیخ جلال الدین کبیر الاولیا کی تھے۔ خرقہ خلافت اپنے والد شیخ نظام الدین نارنولی سے بھی خرقہ تبرک حاصل کیا۔ پہلے نام نامی عبداللہ تھا۔ بعدہٗ شاہ اعلیٰ مخاطب ہوئے۔ پہلے آپ نوکری پیشہ تھے۔ فراخاں کہ امرائے سلطان بابر بادشاہ سے تھا۔ اس کے نوکر رہے۔ تیر اندازی میں تمام فوج بابری میں مشہور تیر انداز تھے۔ جب جذبۂ الٰہی گلوگیر ہوا۔ دہلی سے پانی پت میں اپنے پدر کی خدمت میں حاضر ہوکر حسب اجازت ان کے ایک حجرہ میں متصل درگاہ حضرت شاہ ولایت چلّہ میں بیٹھے اور ریاضت اور مجاہدہ میں بہت کوشش کی یہاں تک کہ در حجرہ مسدود کرا لیا تھا۔ اسی حالت میں شیخ نظام الدین نارنولی کو دیکھا فرماتے ہیں کہ تیرا حصّہ باطنی میرے پاس ہے۔ پس چلّہ سے اٹھ کر شیخ نظام الدین نارنولی کی خدمت میں پہنچ کر خرقہ خلافت وخطاب شاہ اعلیٰ سے مشرف ہوئے۔

مصنّف سیر الاقطاب شیخ اللہ دیا کہ آپ کے مریدوں میں سے ہیں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے ایک امر کی روحانیت حضرت بوعلی قلندرؒ سے استدعا کی اور کچھ نذر قبولی۔ جب میری مراد حاصل ہوئی۔ میں ہمرکاب حضرت شاہ اعلیٰ نیاز چڑھانے چلا۔ راستہ میں بارش بہت ہوئی۔ آپ نے ہمراہیوں کو فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ بارش سے تم کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ ہم نے دیکھا کہ ہم سے دو قدم کے فاصلہ سے بارش ہوتی ہے اور ہم نہیں بھیگتے۔ الغرض درگاہ میں پہنچے نیاز چڑھائی تقسیم کی مگر ہم پر ایک بوند تک نہ پڑی۔

لکھتے ہیں کہ میرا ایک پیر بھائی چند اشرفیاں اپنے مکان میں کہیں گاڑ کر بھول گیا۔ ہر چند تلاش کیا نہ پائیں۔ ناچار حضرت مرشد سے عرض کیا۔ آپ اس کے مکان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب قریب دروازہ مکان کے کہ شاہراہ پر تھا پہنچے آپ نے ایک عصا زمین پر مارا اور فرمایا کہ یہاں کھود۔ اُس نے جو کھودا برتن اپنا بھرا اشرفیوں سے پایا۔ یہ دیکھ کر حیران ہوکر عرض کی کہ میں نے یہ برتن اپنی کوٹھری میں گاڑا تھا، راہ میں کیوں کر آگیا۔ اس میں کیا بھید تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سرّ الٰہی ہے۔ اس کا ذکر کرنا منع ہے۔

شاہ اعلیٰ نے اپنی خانقاہ میں چاہ تیار کرایا مگر اس کا پانی کھاری نکلا۔ جب خدام نے حضرت سے عرض کیا، تو اسی وقت خادم درگاہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے چند کاک تبرکات لاکر دیئے۔ آپ نے ان کو توڑ کر اپنے ہاتھ سے چاہ میں ڈالا۔ اور فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ اب اس چاہ کا پانی چکھ کر دیکھو۔ پس حاضرین نے بموجب ارشاد کے پانی جو چکھا تو شربت ہوگیا۔

آپ کے دو فرزند تھے شاہ منصور اور شاہ نور۔ دونوں نے روبرو حضرت کے قضا کی اور شاہ محمد ابن شاہ منصور صاحب

سجادہ ہوئے تھے۔ اور حضرت ۹۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور بعمر ایک سو بیالیس سال ۱۰۳۳ھ میں بعہد حضرت جہانگیر بادشاہ انتقال فرمایا۔ شیخ اللہ دیا نے تاریخ ولادت لفظ (فیاض) ۸۹۱ھ سے نکالی ہے اور تاریخ وفات ۱۰۳۳ھ (شیخ اعلیٰ) سے نکالی۔

بعدہٗ وفات کے کئی برس پیچھے استانی جی نے آپ کے روضہ کی عمارت تیار کرائی۔ لکھا ہے کہ جب چبوترہ بن کر تیار ہوا ایک شب میر عمارت سے بحالت خواب فرمایا کہ چبوترہ بننے سے میری نعش کا صندوق شکستہ ہوگیا۔ ایک اینٹ صندوق میں آپڑی جو میرے بائیں زانو پر پڑی ہے۔ مناسب ہے کہ پہلے اینٹ اٹھا کر صندوق درست کرکے پھر نئے سرے سے چبوترہ بنا۔ میر عمارت نے صبح اپنا خواب استانی سے بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ جیسا حضرت کا حکم ہے اسی طرح کرنا چاہیے۔ الغرض تمام رؤسائے شہر و ملازمان نواب مقرب خاں اور جس نے سُنا اسی طرح تمام خلائق پانی پت آپ کے مزار پر جمع ہوئی۔ چبوترہ مسمار کیا گیا۔ قبر کا پٹ کھولا۔ دیکھا تو واقعی بائیں طرف کا تختہ ٹوٹا ہوا ہے۔ داہنا پیر پھیلا ہوا ہے بایاں سکڑا ہوا ہے کہ جس طرف اینٹ جا پڑی تھی۔ باقی یہ معلوم ہوتا تھا کہ آرام فرماتے ہیں اور آنکھیں وغیرہ تمام عضو درست ہیں۔ تمام خلائق زیارت نعش مبارک سے مشرف ہوئی۔ بعدہٗ تختہ صندوق کا درست کرکے پھر چبوترہ بنا۔

ان استانی کی کیفیت کہ جو کاتب الحروف نے اپنے بزرگوں سے سنی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عرش آرامگاہ نورالدین جہانگیر بادشاہ نے اپنی کنیزوں میں سے ایک کنیز اپنے رضاعی بھائی نواب مقرب خاں کو جنہوں نے کسوٹی کے کھمبے قلندر صاحب کی درگاہ پر چڑھائے تھے اور وہیں ان کا مقبرہ ہے اور اولاد سے شیخ جلال الدین کبیرالاولیا کی تھے ان کو عنایت کی۔ وہ بی بی نہایت عفیفہ اور قرآن شریف کی حافظہ تھیں۔ نواب اور ان کا تمام خاندان عطیہ سلطانی سمجھ کر ان کی عزت کرتا تھا۔ یہ نہایت پرہیزگار اور نمازی تھیں۔ یہ امرائے پانی پت کیرانہ کی لڑکیوں کی استانی تھیں۔ یعنی دختر نواب اور دختر دیوان عبدالرحیم اور دیگر لڑکیاں اس خاندان کی اور دیگر شرفا کی ان کے پاس آکر قرآن پڑھتی تھیں۔ زرلو ان کے پاس بہت تھا۔ انہوں نے اس کو فروخت کرکے شاہ اعلیٰ صاحبؒ کی درگاہ بنوائی اور کیرانہ میں درمیان دونوں درباروں کے چاہ اور حوض اور مسجد عالی شان تیار کرائی۔ اسی مسجد کے صحن میں ان کی قبر ہے۔ اس پر سنگ مرمر کا تعویذ ہے۔ وہ مسجد بھی مسجد استانی کی مشہور ہے۔ جو انجان ہیں وہ مسجد دربار کہتے ہیں۔

حضرت بایزید نیک زئی چشتی قدس سرہٗ

آپ مشائخ وقت تھے اور تربیت روحانیت شیخ نیک سے پائی۔ ایک روز سماع میں خوش وقت تھے۔ فرمایا کہ کوئی ہے کہ میرے روبرو آئے۔ میں اس کو خدا سے ملاؤں۔ قبیلہ خویشگی سے شیر خاں مجوزی و پائندہ مجوزی

(صدرالدین توزی) سُن کر اٹھے اور آپ سے مصافحہ کیا۔ اسی وقت تینوں واصل حق ہوئے۔

کہتے ہیں کہ جب سماع سنتے تھے یہی الفاظ فرماتے۔ اسی طرح بہت سے واصل حق ہوئے۔ ایک بار آپ نے بموجب عادت کے یہی کلمہ فرمایا۔ ایک شخص روبرو آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو قابلیت نہیں۔ ایک روایت ہے کہ جب وہ مصافحہ کرنے اٹھا۔ شیخ کے اور اپنے درمیان آگ سے بھری ہوئی کھائی دیکھی مصافحہ نہ کر سکا۔

آپ کی زوجہ سے روایت ہے کہ بعد نماز صبح مصلے پر بیٹھے ہوئے میں نے شیخ کو کبھی بصورت پیر کبھی جوان، کبھی شیر غراں دیکھا ہے۔ پہلے صورت شیر میں دیکھ کر میں ڈری۔ میرا ڈر نا معلوم کر کے صورت اصلی میں ہو کر فرمایا کہ مت ڈر نشینان حق کے گھر شیر جنگلی نہیں آتا۔

ایک بار آپ سفر میں تھے۔ قریب اکبر آباد کے آدمی کی کھوپڑی پڑی تھی۔ آپ اس سے باتیں کرنے لگے۔ اس کی سرگزشت دریافت فرما کر اس کے واسطے دعا کی۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۵ھ میں ہوئی۔ مزار قصور میں ہے۔ آپ کے تینوں خلفا کا ذکر ذیل میں ہے:۔

اوّل خلیفہ آپ کے شیر خاں افجوزی تھے۔ ایک بار آپ چلے جاتے تھے کہ ہاتھی مست آتا تھا فیل بان نے کئی بار پکار کر کہا کہ راستہ سے ہٹ جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ مست کو مست سے کچھ اندیشہ نہیں۔ جب وہ فیل مست قریب آیا آپ کے روبرو سر زمین کے اوپر رکھا۔ آپ نے ہاتھ سے سر اس کا اٹھایا اور فرمایا کہ اگر میں اس کا سر نہ اٹھاتا تو یہ تمام عمر سرنگوں رہتا۔ ایک بار ایک پیرزال آپ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ اس بوڑھی کا ایک ہی لڑکا ہے۔ وہ لب دم ہے۔ اس کی شفا کی دعا کیجیے۔ آپ نے قدرے تامل فرما کر ارشاد کیا کہ اس کی عمر پوری ہو چکی۔ اب سوائے اس کے کچھ چارہ نہیں کہ میں اپنی عمر اس کو دوں۔ یہ کہہ کر چادر اوڑھتے ہی لیٹ کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔ ادھر اس پیرزال کے لڑکے کو شفا ہوئی ؎

مردانِ خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جُدا نہ باشند

دوسرے خلیفہ صدرالدین شیخ صدّو کہ مثل دیوانوں کے پھرا کرتے تھے۔ بچے آپ کے ہمراہ بہت رہا کرتے تھے اور روٹیاں مانگا کرتے تھے۔ آپ اپنی بغل میں سے نکال نکال کر دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ یاروں کے ہمراہ چلے جاتے تھے کہ مینہ شدت کا آگیا۔ ہمراہی گھبرائے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ چنانچہ ان کے گرداگرد پانی برسا۔ وہ لوگ بچے رہے۔

تیسرے خلیفہ شیخ پائندہ نوزی تھے۔ جو ان کے بچے ہوئے وضو کا پانی پیتا اولیاء ہو جاتا۔

حضرت شیخ جان اللہ لاہوری قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخی کے تھے اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اوائل میں بمقام لاہور

طلبا کو درس دیتے تھے۔ جب جذبہ حقیقی نے اپنی طرف کھینچا، ترک تعلیم کر کے طلب حق میں نکلے۔ تھانیسر آکر شیخ نظام الدین کے مرید ہوئے۔ کار درویشی تمام کر کے ہمراہ مرشد حج کر کے بلخ میں آکر خرقہ خلافت لیا۔ پھر لاہور میں آئے اور آپ کا شہرہ کرامات بلند ہوا اور ہزاروں مرید ہوئے۔ وفات حضرت کی ۹۔ جمادی الثانی ۱۰۳۹ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت سیّد علی غواص ترمذی قدس سرّہ

آپ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخی کے تھے اور اس وقت مرید ہوئے جب شیخ ہند سے بلخ چلے۔ بہت دنوں خدمت مرشد میں رہ کر نعمتیں حاصل کر کے ملک یوسف زئی کی طرف رخصت ہوئے۔ وہاں ہزاروں آپ کے مرید ہوئے اور بہت سے خدا رسیدہ ہوئے۔ چنانچہ مولانا درویزہ پشاوری اور ان کے فرزند شیخ عبدالکریم مرید ہوئے۔ صاحب مخزن اسلام نے حضرت کی نہایت تعریف کی ہے کہ حضرت اپنے عہد میں غوث اعظم ثانی تھے۔ اور بلا مزامیر کے سماع سنتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار ملک یوسف زئی میں ہے۔

حضرت مولانا درویزی پشاوری چشتی قدس سرّہ

آپ خلیفہ سیّد علی غواص کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ۔ برائے پردہ ولائیت آپ طلباء کو پڑھایا کرتے تھے اور کفر اور شرک اور بدعت کو دُور کرنے میں نہایت کوشاں تھے۔ آپ کی تالیفات سے مخزنِ اسلام زبان افغانی میں نہایت معتبر ہے۔ کسی قدر ناتمام رہ گئی تھی۔ سو آپ کے فرزند شیخ عبدالکریم نے پوری کی اور صاحب معارج الولایت کی اس پر شرح چڑھی ہوئی ہے۔ اپنے وقت میں عالم متبحر تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۸ھ میں ہے۔

حضرت سیّد محمد مہدی بن سیّد یوسف جونپوری قدس سرّہ

آپ خلیفہ شیخ دانیال کے صاحب سکر اور مغلوب الحال تھے۔ حالت سکر میں مثل بعض حضرات کے کہ کسی نے انا اللہ و انا الحق و انا سبحانی فرمایا۔ آپ لفظ انا مہدی فرمایا کرتے تھے اور حالت محویت میں جو دعویٰ مہدیت کرتے تھے۔ جب ہوش میں آتے اس سے تائب ہوتے۔ جو جاہل کہ حالتِ سکر میں یہ کلام سنتے تو بہ کو صحیح نہ جانتے تھے۔ آخر کو ایک گروہ مہدویہ کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ آپ ان کو ہر چند منع فرماتے سمجھاتے کہ مجھ کو دعویٰ مہدیت نہیں۔ مگر بعض وقت جو زبان حضرت سے نکلا تھا وہ اسی کے پابند تھے۔ اور حضرت کی مراد یہ نہ تھی کہ میں مہدی ہوں بلکہ انا مہدی کے معنی ہادی مہدی ہیں۔

وفات حضرت کی ۱۰۴۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ حاجی گگن شوریانی قصوری قدس سرہٗ

یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے۔ اوائل میں آپ کو تفرید اور تجرید اور تقویٰ بدرجہ کمال تھا۔ سات حج کئے اور نقاب ہمیشہ چہرہ پر ڈالے رہتے تھے کہ نظر نامحرم پر نہ پڑ جائے۔ لیکن فتح باب نہ ہوتا تھا۔ ہر چند کوشش کی۔ بہت سے اولیاء سے ملتجی ہوئے مگر ساتویں مرتبہ جو حج کو گئے وہاں جا کر خانہ کعبہ کے روبرو بہت گریہ وزاری کی کہ ہاتف غیب نے ندا دی۔ فتح باب تیرا شیخ عیسیٰ امشوانی کے پاس ہے۔ پس ہندوستان میں آ کر شیخ عیسیٰ امشوانی کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ عیسیٰ مشرب ملامتیہ رکھتے تھے۔ اکثر شراب پیا کرتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر بداعتقاد ہوئے۔ اور ان سے انکار کیا۔ شیخ عیسیٰ نے نور باطن سے معلوم کر کے بآواز بلند کہا کہ تو جس کے پاس گیا کشود کار نہ ہوا۔ آخر کعبہ سے معمور ہو کر میرے پاس آیا اور ملاقات ہونے سے پہلے ہی پھر گیا۔ یہ امر عقل کے خلاف ہے۔ یہ سنتے ہی بصدق اعتقاد سر اپنا شیخ کے قدموں پر رکھا۔ شیخ نے بوتل شراب کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو اٹھا کر میرے پاس لا۔ انہوں نے کسی قدر تامل کیا۔ شیخ نے خود اٹھ کر بوتل اٹھا کر تمام شراب ان کے حلق میں ڈال دی۔ اس وقت یہ بے خود ہو گئے۔ جب ہوش آیا۔ لباس اتار کر لباس محبت یعنی بقدر ستر عورت لباس اختیار کیا اور دنیا اور اہل دنیا سے کم التفات کرتے تھے۔ سکر ہر وقت غالب رہتا تھا۔ سر اور داڑھی اور مونچھ اور پلکوں کے بال اکھاڑ ڈالتے تھے اور فرماتے تھے یہ زینت دنیا ہے اس کو دور کرنا چاہیے۔ حضور اور مجرد رہنا چاہیے۔ سماع سے بہت ذوق رکھتے تھے۔ آگ سے بہت مشغول رہتے اور ہر وقت آگ روشن رہتی تھی۔ جو کچھ نذرانہ آتا اس کو دھونی میں ڈال دیتے۔

ایک افغان بے اولاد آیا اور دعا چاہی کہ میرے گھر اولاد ہو۔ فرمایا کہ پہلا لڑکا مجھ کو دے تو تیرے بہت سی اولاد ہو گی۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ قبول کرے گا۔ جب پہلا لڑکا پیدا ہوا افغان نے اس لڑکے کو لا کر شیخ کی نذر کیا۔ آپ نے اس بچہ کو لے کر آگ میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر وہ افغان بہت پشیمان ہوا اور کہا کہ میں اس کو جلانے کے واسطے نہ لایا تھا۔ آگ میں سے نکال کر مجھ کو دے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرے پسر کو جلایا نہیں۔ اپنے گھر جا اس کو اس کے گہوارے میں پائے گا۔ جب وہ اپنے گھر گیا اپنے بچہ کو گہوارہ میں پایا۔

لکھا ہے کہ بسبب غلبہ جلال کہ آگ بھی مظہر جلال الٰہی ہے ہر وقت روشن رکھتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۳۲ھ میں ہوئی۔ مزار شریف قصبہ قصور میں ہے۔ بعد وفات شیخ جس کی کچھ حاجت ہوتی ہے وہ بصدق دل نیت کرتا ہے کہ جب میری مراد پوری ہو گی آگ روشن کروں گا۔ چنانچہ بعد حصول مدعا شب جمعہ کو آگ روشن کرتے ہیں پس آگ ہی حضرت کی نیاز مانی جاتی ہے۔

حضرت شیخ حاجی عبدالجلیل چشتی لکھنوی قدس سرہ

آپ کا طریق اویسی تھا۔ظاہراً کسی سے بیعت نہ کی تھی۔روحانیت خواجہ بزرگ قدس سرہ سے تربیت پائی اور شجرہ جو اپنے مریدوں کو دیتے بعد اسم مبارک خواجہ اپنا نام تحریر فرماتے اور اپنی تالیفات میں خود لکھا ہے کہ وفات میری ۱۰۴۳ھ میں ہوگی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت شیخ حاجی عبدالکریم چشتی لاہوری قدس سرہ

یہ حضرت شیخ مخدوم الملک عبداللہ انصاری کے فرزند اور مرید شیخ نظام الدین بلخی صابری کے تھے۔لکھا ہے کہ حضرت بھی ہمراہ شیخ کے بلخ میں رہے۔بعد انتقال اپنے والد کے لاہور میں آکر ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے نہایت بابرکت اور صاحب کرامت تھے۔آپ نے دو حج کئے ایک ہمراہ والد کے، دوسرا پاپیادہ مع مریدوں کے راہ خشکی سے۔پس اس سفر میں ایک بار راہ گم کر گئے۔ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں پانی نہ تھا۔یاروں پر تشنگی غالب آئی۔آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی کہ ایک تیتر آپ کے سر پر سے بولتا ہوا گزرا۔سمجھے ضرور کہیں پانی ہے۔یہ سمجھ کر چند قدم چلے تھے کہ چشمہ پانی کا ملا۔سب نے غسل کیا اور فرمایا کہ آج سے جو ہمارا مرید ہو تیتر کو نہ مارے۔اس روز سے آپ کے سلسلہ میں تیتر کا گوشت منع ہے۔

ایک روز حاجی صاحب اپنی خانقاہ سے کہ قریب باغ زیب النساء بیگم دختر حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے تھی برائے فاتحہ مزار پیر زیدی پر جاتے تھے۔ایک شخص شیرا نام ریشم باف ملا۔اور وہ دن بھی عرفہ عید الاضحی کا تھا۔شیرا بولا کہ آج دن حج کا ہے۔وہ لوگ بڑے طالع ور ہیں جو طواف کعبہ کا کرتے ہوں گے۔افسوس ہے کہ ہم اس وقت سے محروم ہیں۔یہ سنتے ہی فرمایا کہ اگر تو بھی چاہتا ہو کہ میں حاجیوں کے ساتھ شریک ہوں تو اپنی آنکھیں بند کر کے میرے پیروں پر اپنے پیر رکھ۔اُس نے بموجب حکم آنکھیں بند کر کے اپنے پیر حضرت کے پیروں پر رکھے۔جب آنکھیں کھولیں تو اپنے کو ہمراہ شیخ جبل عرفات پر پایا۔اور اچھی طرح رسومات حج ادا کئے اور اسی طریقہ سے پھر لاہور میں آیا۔آپ کی تصنیفات سے اسرار عجیبہ جو اذکار و اشغال چشتیہ میں نہایت عمدہ کتاب ہے اور شرح فصوص الحکم فارسی بھی مشہور کتاب ہے۔

وفات حضرت کی ۱۰۴۵ھ میں بتاریخ ۲۷۔ربیع الاول بمقام لاہور ہوئی اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔آپ کے چار فرزند تھے۔شیخ یحییٰ اور اللہ نور اور عبدالحق اور اعلیٰ حضور۔ان میں شیخ یحییٰ نہایت باکمال اور صاحب حال و قال ہوئے ہیں۔ہزاروں آپ کے مرید تھے۔ایک بار ایک چور کہ نام اس کا خیرو تھا وہ رہزنی بھی کرتا تھا۔موضع

سید والہ سے بہ ارادہ چوری لاہور میں آیا اور بہت کوشش کی۔ کہیں موقع نہ لگا۔ آخر خانقاہ شیخ یحییٰ میں آکر نقب لگائی اور شیخ کے دو بیل کھول کر راہ نقب سے لے کر باہر آیا۔ اسی وقت اندھا ہو گیا۔ پھر اندر خانقاہ کے گھسا بینا ہو گیا۔ جب یہ باہر آیا نابینا ہوا۔ کئی بار ایسا ہوا۔ آخر مجبور ہو کر جہاں سے بیل کھولے تھے وہیں باندھے اور ایک کونہ میں بیٹھ رہا۔ جب صبح ہوئی خادمانِ خانقاہ نے شب کا ماجرا عرض کیا اور اس چور نابینا کو روبرو لے گئے۔ اس نے تمام کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ اس وجہ سے واجب الرحم ہے اور اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر پھیرا۔ اسی وقت بینا ہوا اور چوری سے توبہ کرکے مرید ہو کر کمال کو پہنچا۔

حضرت شیخ الہ داد نوری قدس سرہٗ

آپ اولاد سے پیر کبار کی تھے۔ نہایت متوکل اور ہمیشہ حجرہ میں معتکف رہا کرتے تھے۔ کسی کی شادی غمی میں شریک نہ ہوتے تھے اور ہمیشہ حجرہ بند رہتا تھا اور اخوند سید نور یانی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے دعا کی۔ الٰہی میری اولاد زیادہ ہو گئی۔ ان میں کوئی شقی کوئی متقی ہوگا۔ امیدوار ہوں کہ سب کو بخشش دے۔ آواز آئی کہ کمان ہاتھ میں لے کر تیر چھوڑ۔ جتنے قدم پر تیر پڑے گا اتنی پشت کو بخشا۔ آپ نے کمان سے جب تیر چھوڑا چار قدم پر جا گرا۔ معلوم ہوا کہ چار پشت کی بخشش ہوئی۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۹ھ میں ہوئی۔ مزار قصور میں ہے۔

حضرت ملک محمد جائسی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ الہ داد کے اور وہ خلیفہ محمد مہدی کے وہ خلیفہ شیخ دانیال کے وہ خلیفہ سید راجی حامد شاہ کے وہ مرید شیخ حسام الدین مانک پوری کے کہ خاندان نظامیہ میں مشہور مشائخ گزرے ہیں اور لقب آپ کا محقق ہندی ہے آخر عمر میں آپ کبڑے ہو گئے تھے۔ ایک بار بحضور اکبر اعظم آئے۔ شہنشاہ نے ان کی ہیئت کو دیکھ کر تبسم فرمایا آپ نے کہا کہ اے بادشاہ بظرف پر تبسم کیا یا کہار پر۔ بادشاہ نے آپ کی لطافت پر آفرین کی۔ ہندی زبان میں آپ کی تالیفات بہت ہیں۔ مثل پدماوت، دھوبی نامہ و پوستی نامہ وغیرہ۔ اور وفات حضرت کی ۱۰۴۹ھ میں ہوئی۔

حضرت مخدوم شیخ عبدالرشید جونپوری قدس سرہٗ

لقب آپ کا شمس الدین فیاض تھا اور مرید اپنے والد شیخ مصطفےٰ عبدالحمید عثمان کے اور وہ مرید شیخ محمد بن شیخ نظام الدین انبیٹھی کے وہ مرید شیخ معروف جونپوری کے وہ مرید شیخ الہ داد شارح کافیہ وہدایہ کے وہ مرید

راجی حامد شاہ کے اور شیخ طیب سے دوسرے سلسلہ میں اجازت یافتہ تھے۔ پہلے درس و تدریس فرماتے تھے۔ بعدہٗ وہ چھوڑ کر کتب ہائے معرفت کا مطالعہ کرنے لگے۔ عربی زبان سے بہت شوق تھا اور شیخ محی الدین کے اسرار مخلوقات پر عمدہ شرح تحریر کی۔ جہر بہت کرتے تھے۔ سماع میں بہت وجد ہوتا تھا اور کتاب رشید اور زبدۃ السالکین و مقصود الطالبین اور ایک دیوان آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ شمسی تخلص کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۵ھ میں ہوئی۔

حضرت میر سیّد احمد گیسو دراز کالپوری قدس سرّہٗ

آپ پسر و مرید سیّد محمد کے اور عاشق نام پاک میر سیّد محمد گیسو دراز تھے۔ ان کی متابعت میں آپ نے بھی گیسو دراز کئے۔ سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ہندی اور فارسی زبان میں شعر فرماتے تھے اور مسائل توحید و مقدمات شیخ محی الدین بن عربی کے اوپر علانیہ تقریر دلپذیر کرتے۔ بعد ادائے فرض باواز بلند کلمہ توحید بار بار فرماتے۔ شاہجہانپور کے لوگ جو سلسلہ نقشبندیہ کے تھے مقابلہ اور مناظرہ کیا کرتے تھے۔ مگر جو مناظرہ کو آتا اس کی تسکین فرما دیتے۔ آپ کی تصنیفات سے جوامع الکلم اور مشاہدات ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۵ھ میں ہوئی۔

حضرت مولانا تقی الدین اودی قدس سرّہٗ

آپ مرید خاندان شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے۔ نہایت متقی دن بھر جنگل میں بعبادت مشغول رہتے۔ شب کو تھوڑی دیر گھر میں ٹھہر کر پھر باہر آجاتے۔ ابدال آپ کے پاس آتے تھے۔ بلکہ انہوں نے ایک بار چاہا کہ آپ ہمارے ہمراہ رہیں۔ آپ نے اہل و عیال کا عذر کر کے منظور نہ کیا۔ شیخ اتقی الدین پسر بزرگ، شیخ نور قطب عالم کہ نہایت بزرگ و متواضع و صاحب حالت تھے۔ شیخ انور برادر خورد سال نور کہ نہایت سخی اور مہمان نواز تھے۔

شیخ حسام الدین لکھتے ہیں بندہ نے مخدوم زادہ سے پوچھا کہ عشق کیونکر ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب آنکھ کھول کر دیکھے معلوم ہو کہ دوست آتا ہے یا اس کا پیام آتا ہے۔ ہر وقت اسی کے خیال میں رہے ورنہ کیوں آنکھیں کھولے۔

حضرت شیخ ابوسعید چشتی صابری

بن شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ

یہ حضرت نواسے شیخ بندگی جلال الدین تھانیسریؒ کے تھے۔ چند سال اپنے جمال حال کو کسوت سپہ گری میں پوشیدہ رکھا۔ جب عشق کا غلبہ ہوا تو اپنے نانا شیخ جلال کے مرید ہوئے۔ چونکہ کبر سن اور فنا مے احدیت میں مستغرق رہتے تھے کار مشیخت شیخ نظام الدین تھانیسری کے سپرد تھا۔ آپ کو بھی ان کے حوالے کیا کہ تم ان کو تربیت کرو۔ پہلے آپ نے ذکر نفی اثبات کا شروع کیا تھا۔ بعدہٗ ایک مدت کے جب ریاضت شاقہ کی اور مجاہدہ کیا انوار جبروتی و ملکوتی رونما ہوئے۔ چونکہ ہمیت عالی رکھتے تھے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے کہ طلب شہود و ذات رکھتے تھے۔

اب جاننا چاہیئے کہ نور تین قسم پر ہے جو صفت جلال سے ظاہر ہوتا ہے برنگ آفتاب یا برنگ طلا یا برنگ آتش دکھائی دیتا ہے۔ جو بصفت جمال ظاہر ہوتا ہے برنگ ماہ یا نقرہ یا پانی جلوہ گر ہوتا ہے۔ تیسرا نور ذات منزہ ہے۔ صفات سے اس کو سوائے اولیاء اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ حضرت کو توجہ اس نور کی طرف تھی۔

الغرض جب شیخ نظام الدین طرف عرب کے روانہ ہوئے اور حضرت گنگوہ شریف میں ریاضت اور عبادت میں مشغول رہے اور جنگلوں میں سراسیمہ پھرا کرتے تھے۔ ایک روز روضہ قطب عالم بندگی شیخ عبدالقدوسؒ پر بیٹھے تھے اور مفارقت پیر پر روتے تھے کہ قبر کے اندر سے آواز آئی کہ ابوسعید اگر طالب خدا ہے تو بلخ کو جا۔ آپ تین شب روضہ شیخ پر رہے تینوں شب یہی صدا سنی اور ایک شخص انجان آیا۔ اس نے کہا کہ اگر بلخ کا راستہ معلوم نہیں تو میں چلتا ہوں اور ان کو گھوڑے پر سوار کرکے لے چلا۔ جس منزل پر پہنچتے تھے وہاں نہایت مدارت ہوتی تھی۔ کہتے ہیں وہ شخص روحانیت شیخ تھی۔ جب بلخ سے تین کوس رہے تو شیخ نظام الدین کو بشارت ہوئی کہ ابوسعید آتا ہے۔ میری امانت اس کے حوالے کرنا۔ جب یہ خانقاہ شیخ میں پہنچے تین روز امیرانہ دعوت اور مدارت کی۔ چوتھے روز ان کو گوشہ میں لے جاکر نوازش ان کے جد کی اور کل کیفیت بیان کی اور شغل سہ پایہ تلقین فرمایا۔ الغرض بارہ برس مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ ایک روز فرمایا کہ تمہارے اعمال اور اشغال نے تم کو تعصب میں ڈال رکھا ہے۔ اب چاہیئے کہ کتوں کی خدمت کیا کر۔ آپ چند روز شکاری کتوں کی خدمت میں مصروف رہے۔ ایک روز کتوں کو ٹہلانے جاتے تھے کہ بارش ہونے لگی۔ سامنے سے ایک

اور کتا آگیا۔ اس پر ان شکاریوں نے حملہ کیا۔ آپ نے روکا۔ پھر پھسل کر کیچڑ میں گر پڑے۔ اس وقت رو کر کہا کہ الٰہی ایک بندہ تیرا شیخ نظام الدین ہے کہ دنیا اس کے پیر دھو دھو کر پیتی ہے ایک میں ذلیل اور خوار ہوں۔ اسی وقت عنایت الٰہی ہوئی کہ چودہ طبق روشن ہو گئے۔ بعدہٗ تربیت و تکمیل کے ہندوستان میں بمقام گنگوہ شریف ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔

سواطع الانوار سے روایت ہے کہ ایک شخص منکر حال درویشاں آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں طلب خدا میں آیا ہوں مگر قوت ریاضت و مجاہدہ نہیں رکھتا۔ چاہتا ہوں کہ نظر کیمیا اثر سے مجھ کو خدا تک پہنچاؤ۔ آپ نے عصا ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میں طالب خدا کو تین ضرب میں خدا رسیدہ کرتا ہوں اور اس کے سر پر عصا مارا کہ عالم ملکوت اس پر منکشف ہوا دوسرا عصا مارا عالم جبروت کھل گیا۔ تیسرا عصا مارا کہ عالم شہود سے بہرہ ور ہوا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تین روز مست اور بیخود رہا۔ جب ہوش آیا مرید ہو کر صاحب کمال ہوا۔

اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت غسل فرما رہے تھے اور شیخ محمد صادق سر مبارک پر پانی ڈال رہے تھے ان کو ایسا معلوم ہوا کہ جو پانی کا قطرہ جسم مبارک سے نیچے زمین پر گرتا ہے بصحبت امر و صاحب جمال ہو کر آسمان کو اڑ جاتا ہے پھر نہیں دکھائی دیتا۔ پس بعد انفراغ غسل کے شیخ محمد صادق نے یہ کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے عالی مرتبہ فرمایا اور اس معاملہ کی احسن طور پر شرح فرمائی۔

حضرت کی عمر دراز ہوئی ہے۔ جب آخری وقت قریب ہوا اس وقت تبرکات پیران اور سجادگی بندگی شیخ محمد صادق کو مرحمت فرما کر اسم اعظم تعلیم فرمائی۔ وفات حضرت کی یکم یا دوسری ربیع الثانی ۹۹۵ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۱۰۰۱ھ لکھا ہے۔ خلفاء آپ کے بہت ہوئے مگر جو مشہور ہیں یہ ہیں:۔

اوّل بندگی شیخ محمد صادق کہ جن کا ذکر آئے گا۔

دوسرے شیخ ابراہیم رامپوری قدس سرہٗ کہ نہایت فقر اور فنا میں موصوف تھے اور زہد اور ریاضت میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ ہمیشہ فنائے احدیت میں مستغرق رہتے اور محبت اہل بیت میں بے اختیار تھے۔ جن دنوں میں حضرت بمقام سید پور علاقہ کرنال میں مقیم تھے۔ چارپائی پر نہ سوتے تھے۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بعض سادات اس مقام کے ایسے ہیں کہ ان کو چارپائی میسر نہیں۔ وہ زمین پر سوئیں میں چارپائی پر قدم رکھوں نہایت ترک ادب ہے اور آپ ہمیشہ دن کو باغ سید پور میں مشغول رہتے۔ جب باغ میں پھل آتے اطفال سادات ان پر پتھر مارتے ثمر جھاڑتے اگر آپ کے جسم پر پتھر بھی لگ جاتا تو اس کو سعادت سمجھتے۔ آخر جب بہت ہی تنگ ہوتے بچوں سے نہ کہتے کہ نہ کھاؤ۔ مگر درختوں سے فرمایا کہ مجھ کو ادب سادات ہے ان سے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس روز سے ان درختوں میں پھول تو آئے مگر ثمر نہیں آئے۔

اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ آپ نے روحانیت حضرت بو علی قلندر سے تربیت پائی اور نہایت خصوصیت

اور حضوری تھے۔ آپ کے فضائل ظاہر ہیں کہ شیخ محمد دہلوی شہباز آپ کی تربیت میں رہے۔ مزار شریف لاہور میں ہے۔

تیسرے خلیفہ شیخ محب اللہ صدیقی صدرپوری تھے کہ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر طلب حق میں گھر سے نکل کر اکثر مشائخین وقت سے ملے مگر مدعا حاصل نہ ہوا۔ آخر دہلی میں آکر روضہ مقدسہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ پر معتکف ہوئے۔ حضور نے معاملہ میں فرمایا کہ سلسلہ شیخ صابر علیؒ کا گرم ہے۔ گنگوہ میں ابو علی کے پاس جا۔ بحکم خدا گنگوہ میں آکر شیخ ابوسعید جی کے مرید ہوئے۔ شیخ نے اپنے خادم مجاہد کو فرمایا کہ تجدید وضو کر کے دوگانہ ادا کر کے گوشہ میں بیٹھ کر استعداد محب اللہ کو دیکھ کر اس کے موافق تربیت کی جائے۔ جب انہوں نے مراقبہ کر کے دیکھا اور عرض کیا کہ مناسبت ولایت موسوی سے ہے۔

مراۃ الاسرار سے نقل ہے کہ شیخ محب اللہ برائے زیارت روضہ شیخ احمد عبدالحق کے ردولی آئے۔ میرے مکان پر قیام کیا۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔ وہاں سے شہر پٹنہ میں میر سید عبدالحکیم سے کسب فضائل کیا۔ بعدہٗ الہ آباد میں مسکن گزیں ہوگئے۔ پہلے فقر فاقہ پیش آیا۔ آخر کشائش ہوئی اور ہزاروں مرید ہوئے۔ آپ بیس برس الہ آباد میں رہے۔ بہت سے آپ کے خلیفہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۹۔ رجب بروز پنجشنبہ بوقت غروب آفتاب ۱۰۵۸ھ میں ہوئی۔ مزار الہ آباد میں ہے۔ آپ نے ایک پسر خوردسال تاج الدین چھوڑا تھا۔

چوتھے خلیفہ شیخ خواجہ پانی پتی۔ پانچویں خلیفہ شیخ حبیب اللہ۔ چھٹے خلیفہ شیخ ابراہیم سہارن پوری تھے۔

حضرت بندگی شیخ محمد صادق

گنگوہی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ اور برادرزادہ شیخ ابوسعیدؒ کے تھے اور سماع نہایت زور شور سے سنتے تھے۔ اس وقت جس پر نظر پڑ جاتی تھی، تجلی ذات اس پر پرتو فگن ہو جاتی تھی۔ اور حضرت نہایت خوبصورت تھے۔ روحانیت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عقیدت تھی۔ اور جو شخص آپ کے پاس آتا جب تک بیٹھا رہتا ماسوائے دل برداشتہ رہتا تھا۔

ایک بار آپ عمدہ کپڑے پہن کر بروز عید برائے آداب کورنش اپنے عم بزرگ شیخ ابوسعید کی خدمت میں حاضر

ہوئے ۔ حضرت نے ان کا خیال دیکھ کر فرمایا کہ میں اپنی ولایت کا نور اس لپسر کی پیشانی میں چمکتا ہوا دیکھتا ہوں اور ان کے قلب کو کشش کیا اور آخر ان کو شوق تمام الٰہی ہوا ۔ مرید ہو کر ریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہوئے ۔

اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار آپ بازار سہارنپور میں چلے جاتے تھے ۔ ایک مہاجن پر نظر پڑی ۔ اُس نے جو پھر کر حضرت کو دیکھا فریفتہ جمال ہو کر قدموں پر آ پڑا اور مسلمان ہو کر مرید ہوا ۔ آپ نے اس کا نام شیخ عبدالسلام رکھا کہ سماع میں ان کی عجیب کیفیت ہوتی تھی ۔

ایک بار آپ سیر کرتے ہوئے بمقام جگن پور پہنچے ۔ بازار کی سیر کر رہے تھے کہ ایک بُت سنگین کو دیکھا کہ ہنود اُس کی پوجا کر رہے ہیں ۔ شیخ بھی محو تماشا ہو گئے کہ وہ بُت آپ سے ہم کلام ہوا اور آپ کی تعریف کی ۔ یہ کشف دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہوئے ۔ بعض مرید ہوئے ۔

لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق آپ کا ایک مرید گاؤں میں رہتا تھا اور نا کتخدا تھا ۔ شیخ بھی اُس کے باغ میں سیر کناں تشریف لے گئے اور اُس سے فرمایا کہ چند دانے آم لا ۔ چونکہ فصل ہو چکی تھی وہ نہایت تلاش سے چھ دانے ثابت اور ایک کٹا ہوا لایا ۔ آپ نے ان کو نوش فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری منکوحہ سے تم کو چھ لپسر سالم ایک ناقص عطا کرے گا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چھ لپسر اچھے اور ایک گونگا پیدا ہوا ۔ بعد کچھ عرصہ کے شیخ پھر اس دیہہ میں تشریف فرما ہوئے اہل دیہہ شیرینی لے کر آئے ۔ تمام بچے گاؤں کے جمع ہوئے ۔ شیرینی تقسیم کی ۔ عبدالحق کے چھیوں بچوں نے گونگے کی شیرینی چھین لی ۔ اُس نے شور و غل کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ کیا غل ہے ۔ حاضرین نے عرض کیا کہ عبدالحق کے چھے بچوں نے گونگے کی شیرینی چھین لی ۔ فرمایا کہ اس کو ہمارے روبرو لاؤ ۔ جب وہ پاس پہنچا اپنا لب اُس کے منہ پر لگایا ۔ اسی وقت گویا ہوا ۔

وفات حضرت کی ۱۸ ۔ محرم ۹۰۵؁ھ میں ہوئی ۔ مزار گنگوہ میں ہے ۔ آپ کے خلفا میں سے آٹھ مشہور ہیں :

۱ ۔ شیخ محمد داؤد کہ فرزند بزرگ تھے ۔

۲ ۔ شیخ محمد گنگوہی کہ فرزند دوم تھے ۔ باکمال اور صاحب سلسلہ گزرے ہیں ۔

۳ ۔ شیخ ابراہیم مراد آبادی

۴ ۔ شیخ ابراہیم سہارنپوری

۵ ۔ شیخ عبدالجلیل الہ آبادی

۶ ۔ شیخ جمال ساکن موضع کاچھو

۷ ۔ شیخ مبارک تربیت یافتہ شیخ ابوسعید کے تھے ۔ انہوں نے بہت ریاضت اور مجاہدہ کیا ۔ حج کئے ۔ تمام جہان کی سیر کی مگر کشود کار نہ ہوا ۔ آخر بخدمت شیخ محمد صادق حاضر ہوئے ۔ اور چندے مشقت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور صاحب سلسلہ ہوئے ۔ ان کا مزار کچھ پتہ نہ لگا ۔

۸ ۔ خلیفہ شیخ یوسف کہ ان کو بھی خرقہ خلافت پیش گاہ شیخ ابوسعید سے تھا اور انہوں نے شیخ نظام الدین تھانیسری

کو بھی دیکھا ہے۔ ہر روز چالیس ہزار مرتبہ ذکر جہر کرتے تھے۔ اور بہت گداز طبع تھے۔ مگر کشود کار نہ تھا۔ آخر شیخ محمد صادق سے بیعت کی اور اولیائے روزگار ہو کر بمقام سمانہ علاقہ کرنال میں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

حضرت شیخ محمد داؤد

بن شیخ محمد صادق گنگوہی قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ اور صاحب سجادہ بھی تھے کہ حال قوی ہمت اور مجاہدہ میں یگانہ روزگار تھے۔ مراۃ الاسرار حضرت کے عہد میں تالیف ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت کو اوائل عمر میں طلب حق دامنگیر ہوئی اور آپ کے والد نے حسب الامر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تربیت شروع کی اور حضرت ریاضت و مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے اور جو تجلّی کہ رونما ہوتی تھی عالی ہمتی سے اس پر قناعت نہ کر کے مشاہدہ ذات رب جلیل میں قدم آگے رکھتے اور موجب تلقین پدر خود اذکار و اشغال اور مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ پہر دن چڑھنے تک ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ کرتے۔

لقتباس سے نقل ہے کہ شیخ داؤد ہمیشہ گیارہویں ربیع الاوّل کو عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت کے پاس کچھ خرچ نہ تھا۔ اپنے خلیفہ شیخ سوندھا سے فرمایا کہ کسی مہاجن سے کچھ قرض لو تاکہ عرس غوث پاک کیا جائے۔ یہ فرما کر برائے قیلولہ گھر میں جا کر استراحت فرمائی۔ بیدار ہو کر شیخ سوندھا صاحب کے حجرہ میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اب قرض نہ لینا۔ غوث پاک نے خود مجھ کو خرچ عرس عنایت کیا۔ شیخ سوندھا نے مفصّل حال اس کا دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں سو گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ غوث پاکؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ پڑیا لے کر عرس کر۔ اس میں گیارہ روپے اور ایک اشرفی ہے۔ جب میں بیدار ہوا وہ پڑیا اپنے پاس رکھی ہوئی پائی۔ دیکھا تو اشرفی اور گیارہ روپے اس میں پائے۔ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے آپ کے ہاں بہت تنگی رہتی تھی۔ جس روز سے غوث پاک نے یہ عطیہ مرحمت فرمایا نہایت کشائش ہوئی اور فتوحات بدرجہ غایت ہونے لگا۔

نقل ہے کہ آپ نے ایک مرید کو چلّہ میں بٹھایا۔ جب چلّہ پورا ہوا اُس نے عرض کیا کہ میں نے چالیس روز کچھ نہیں کھایا۔ حضرت نے فرمایا کیوں جھوٹ بولتا ہے۔ جو تو نے کھایا میں جانتا ہوں۔ جس درخت کے پتے تو نے کھائے ہیں میں اس سے گواہی دلا سکتا ہوں۔ اور اس درخت کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ گواہی دے۔ اس درخت نے

فصیح زبان سے گواہی دی اور وہ مرید شرمندہ ہوا اور اپنا قصور معاف کرایا۔ آپ نے فرمایا کہ تجدید بیعت کر کہ بسبب دروغ کے تیری بیعت بھی کاذب ہوئی۔

شیخ سونا دھا خلیفہ آپ کے فرماتے ہیں کہ ایک درویش آیا اور حضرت سے سوال کیا کہ فقیر با خدا کب ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ فقیر کا فقر تمام ہو اور حالت اذا تم الفقر فهو الله جلوہ نما ہو۔ پھر اس نے پوچھا کہ بندہ لائق اطلاق اسم خدا کے کس کسب سے ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ ایک ہے۔ جب بہت اللہ اللہ کہتا ہے اور اپنے کو فراموش کرتا ہے بلکہ خود نہیں رہتا۔

نقل ہے کہ آپ کے ہاں ایک مور پلا ہوا تھا۔ آپ اس کو بہت دوست رکھتے۔ دانہ پانی اپنے ہاتھ سے دیتے تھے۔ جب آپ کا انتقال ہوا اور جنازہ دروازے سے باہر نکلا۔ وہ مور دروازہ کے ایک درخت پر بیٹھا تھا۔ فریاد کرنے لگا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔

نقل ہے کہ ایک روز نواب سعد اللہ خاں وزیر حضرت صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ نے کہ عالم متبحر اور یگانہ روزگار تھے بخدمت حضرت سلطان عرض کیا کہ شیخ داؤد گنگوہی علم ظاہر چنداں نہیں رکھتے اور علم باطن میں معلوم نہیں کہاں تک رسائی ہے۔ اگر حکم ہو تو ان کی آزمائش کروں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ مجھ کو ان کے علم میں کچھ شک نہیں مگر بہتر ہے تم بھی اپنا شک مٹاؤ۔ حضرت بتقریب عرس حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ حاضر تھے۔ نواب مذکور بھی بحیلہ زیارت مزار پر انوار پر پہنچا۔ حضرت سے مل کر بحث مقدمات علمیہ شروع کی۔ آپ نے روحانیت حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی معاً ارشاد ہوا کہ بابا داؤد میں نے تجھ کو بحر مواج کیا۔ جو یہ سوال کرے جواب شافی دے۔ پس سعد اللہ خاں نے سولہ سوال کئے۔ حضرت نے سب کے جواب شافی دیئے۔ یہ کرامت دیکھ کر حضرت کو خزینۃ العلوم سمجھ کر بکمال عجز و نیاز پیش آیا اور مرخص ہو کر خدمت شاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ شیخ مدرسہ الٰہی کا تعلیم یافتہ ہے۔ ان کے سینہ میں جملہ علوم موجزن ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا الحمد للہ کہ میں تو بقدر اپنے حوصلہ کے ان کے کمال سے واقف ہوں مگر تم بھی واقف ہوئے۔

لکھا ہے کہ شہزادہ دارا شکوہ قادری قدس سرہٗ کو حضرت سے با کمال محبت تھی۔ جب حضرت دہلی سے تشریف لے جاتے تھے، دولت سرائے شہزادہ پر قیام پذیر ہوتے اور دونوں بزرگوار برابر برابر دو مصلے بچھا کر مشغول رہتے تھے۔

نقل ہے کہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ۱۰۶۸ھ میں سریر آرائے تخت شاہنشاہی ہوئے۔ بعض دشمنان خاندان چشتیہ نے شاہ سے شکایت کی کہ شیخ داؤد رات دن بدعت اور سماع میں مشغول رہتا ہے۔ متابعت شرع شریف سے بالکل منحرف ہے۔ دارا شکوہ کا ہم صحبت اور دوست ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے حضرت کی طلبی کا فرمان جاری کرایا۔ حضرت حسب طلب شاہ دہلی پہنچے۔ شاہ نے ملا عبد القوی کو کہ دشمن فقرا تھا برائے بحث بھیجا۔ اس نے حضرت کے پاس

آکر مسئلہ سماع کا استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر از روئے ظاہری پوچھتا ہے تو السماع لاہلہ مباح یعنی جو اہل ہے اس کو سماع مباح ہے۔ میں آپ کو لائق سننے سماع کے جانتا ہوں۔ اگر از روئے باطن دریافت کرتے ہو تو تم پر ظاہر ہو جائے گا۔ پس جو قوال ہمراہ تھے ان سے ارشاد فرمایا کہ کچھ کہو۔ انہوں نے قوالی شروع کی۔ شیخ مست جام توحید ہوئے اور ملا سے فرمایا کہ اے جاہل! میں خود صاحب شرح ہوں۔ مجھ سے دلیل اباحت سماع دریافت کرتا ہے۔ یہ فرماتے ہی ملا کو تمام علوم فراموش ہوئے۔ جاہل محض ہوگیا۔ گریہ وزاری شروع کی اور اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھا اور عفو تقصیر چاہا۔ شیخ کو بھی اس پر رحم آگیا اور فرمایا کہ تو ملک العلماء اور مفتی ہے فقیروں کو کیوں تکلیف دیتا ہے پس جو بھول گیا یاد آگیا اور صدق دل سے مرید ہوا۔

صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ جب وقت آخری آپہنچا تین روز پہلے اپنے چھوٹے بھائی شیخ محمد سے فرمایا کہ تابوت میرے واسطے آراستہ کر۔ تین شب سے رسول مقبول کو دیکھتا ہوں کہ فرماتے ہیں کہ داؤد جلد سے میرے پاس آ۔ پس حسب الامر شیخ کے تابوت تیار کیا۔ شب پنجم ماہ رمضان شہود عالم الاطلاق نے حضرت پر غلبہ کیا۔ حالانکہ امراض جسمانی سے کوئی لاحق حال نہ تھا۔ قوالوں کو طلب کر کے قوالی شروع کرائی۔ بوقت صبح چھٹی رمضان کو تبرکات پیران چشت اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کئے اور فرمایا کہ یہ امانت شیخ سوندھا کی ہے۔ میرے بعد اس کے حوالے کرنا اور جان اطہر کو مشاہدہ جاناں میں تسلیم کر کے با دوست یک رنگ ہوئے۔ بعض نے سن وفات ۱۱۰۵ھ لکھا ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں:-

اوّل شیخ سوندھا پسر شیخ عبدالمومن قدس سرہٗ کہ اولاد سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھے۔ آپ کے والد بھی صاحب دستگاہ اور قصبہ سفیدوں کہ پانی پت سے چودہ کوس جانب غرب ہے متوطن تھے اور حکام بادشاہی سے تھے۔ شیخ سوندھا دو برادر تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی نے روبرو والد کے وفات پائی۔ اور حضرت زیر تربیت اپنے والد کے رہے۔ جب سن تمیز کو پہنچے کار درویشی میں مشغول ہوئے۔ چندے اپنے کمال کو کسوت سپہ گری میں پوشیدہ رکھا اسی عرصہ میں پانی پت میں آپ کا نکاح ہوا۔ بعد چند روز کے آپ کی منکوحہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت کلیہ تعلقات صوری سے خلاصی ہوئی اور تمام علائق سے مجرد ہو کر طلب مرید حقیقی میں نکلے۔ پہلی منزل پانی پت میں ہوئی اور جوار روضہ حضرت شیخ جلال کبیر الاولیاء میں اترے۔ نماز عشاء سے فارغ ہو کر آرام فرمایا۔ شیخ جلال الدین کو معاملہ میں دیکھا کہ تشریف لا کر ہاتھ پکڑا اور شیخ محمد داؤد کی صورت دکھائی اور فرمایا کہ یہ تیرا پیر ہے۔ داؤد نام ہے۔ قصبہ گنگوہ ہی میں اس کا مکان ہے۔ وہاں جا اپنے مطلب کو پہنچے گا۔ جب حضرت بیدار ہوئے صورت شیخ داؤد کو لوح سینہ پر منقش دیکھا۔ صبح وہاں سے اٹھ کر گنگوہ کی راہ لی اور خدمت میں شیخ داؤد کی پہنچ کر مرید ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ خرقہ خلافت پہلے شیخ محمد صادق ہی سے پہنچا تھا۔ الغرض چندے ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول تھے۔ بعد تکمیل کامل کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور

حسب الہدایت پیر دست گیر شیخ محمد داؤد برائے ہدایت خلق پانی پت میں آکر مقیم ہوئے۔ کبھی روضہ کبیر الاولیاء میں کبھی شاہ ولایت میں شب بسر فرماتے۔ تمام دن جنگل میں بعبادت مشغول رہتے۔ بعدہٗ حسب اجازت مرشد موضع بوہر میں چندے رہے اور روحانیت سید معز الدین صاحب ولایت سے استفادہ اٹھایا۔ شیخ بلاقی کہ ہمدم تھے وہ آپ کے ہمراہ تھے بعد بمقام کیتھل کہ وطن شیخ بلاقی کا تھا تشریف لائے اور چند روز رہے اور ریاضت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک ایک چلہ بھر قدم حجرہ سے باہر نہ رکھتے تھے۔

ایک بار بھور سے باہر شاہ ولایت بھوہر کا عرس تھا آپ بھی شریک تھے کہ بوہر کے حاکم کا پسر فوت ہوا اس مردہ کو خدمت حضرت میں لائے۔ اس کے باپ نے عرض کی کہ ؎

مردانِ خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

امیدوار ہوں کہ میرا پسر زندہ ہو۔ یہ سن کر اٹھے اور اس کے سرہانے جاکر فرمایا کہ بحکم ان حی القیوم اٹھ۔ اس نے اسی وقت چشم واکی۔ اور زندہ ہوا۔

لکھا ہے کہ ایک بار حالت مستی میں تڑادہ کی آگ میں پہر بھر تک بیٹھے رہے۔ جامہ تک نہ جلا اور ایک بار مقام کیتھل مجلس سماع میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک درویش نے حالت وجد میں کہا کہ دیکھو حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہندالولی تشریف لائے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ کہا نبیؐ تشریف لائے۔ اس پر قاضی شہر برہم ہوا کہ ولی کو نبی کہنا کفر ہے اور اس درویش کے درپے قتل ہوا۔ آپ نے قاضی سے فرمایا کہ العاشق والمجنون معاف رکھو۔ درپے اس کے قتل کے نہ ہو۔ قاضی باز نہ آیا۔ اس پر خفا ہو کر فرمایا کہ تو نے عاشقانِ الٰہی کے قتل پر کمر باندھی ہے۔ کتے کی بولی بول کر مرے گا۔ چنانچہ اسی وقت اس کو تپ اور کھانسی اور دمہ پیدا ہوا اور اسی مرض میں مرگیا۔ یعنی وہ عرس شیخ صوفی بدھنی کا تھا اور جس درویش نے نبی ہند کہا تھا اُن کا نام عبدالقادر تھا جو شیخ بدھنی کے خاندان سے تھے۔

نقل ہے کہ ایک بار موضع براس میں بتقریب عرس تشریف فرما تھے۔ وہاں سادات کی ایک مسجد تھی۔ اس میں قبلہ رو بیٹھے تھے۔ اس مسجد کے روبرو ایک دالان تھا۔ وہاں ایک خراباتی فقیر بھنگ پیس رہا تھا۔ آپ نے جو رگڑے کی آواز سنی فرمایا کہ کیا پیستا ہے۔ مریدوں نے کہا ایک خراباتی بھنگ پیس رہا ہے۔ فرمایا کہ اس کو منع کرو۔ جب وہ منع کرنے سے باز نہ آیا نوبت بہ ہشت مشت پہنچی۔ آپ کو بپاس شریعت جلال آیا۔ حالانکہ اس وقت عمر شریف نوے سے گزر چکی تھی۔ مگر مثل جوانان عصا لے کر اس کے روبرو گئے۔ وہ آپ کی ہیبت سے بھاگا۔ آپ نے فرمایا کہاں جاتا ہے۔ آخر نظر قہر اس پر پڑ چکی تھی موضع بتنگ میں جاکر مر گیا۔

نقل ہے کہ بوجہ کبر سنی کے بیٹھنا اٹھنا محال تھا۔ مگر جب سماع ہوتا خود کھڑے ہو کر وجد کرتے اور ایسی قوت ہو جاتی تھی کہ دس آدمیوں سے بمشکل سنبھلتے تھے۔ اقتباس سے نقل ہے کہ ایک بار عرس شیخ جلال الدینؒ سے فارغ

ہو کر بھوبھر جاتے تھے۔ راستہ میں راہزن ملے مگر بوجہ ہیبت حضرت کی دست درازی نہ کر سکے۔ ایک خادم پیچھے رہ گیا تھا۔ اس کو لوٹ لیا۔ وہ روتا ہوا حضرت کے روبرو آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں میں آگ نہ لگی۔ یہ فرماتے ہی وہاں آگ لگی۔ زمیندار وہاں سے دوڑے۔ عاجزی سے پیش آئے۔ جو لوٹا تھا حاضر کیا۔ آپ نے درود شریف پڑھ کر اس طرف دم کیا۔ فوراً آگ بجھ گئی۔

لکھا ہے کہ ایک بار آپ وجد سماع میں تھے کہ پہر بھر تمام بدن نظر مردمان سے غائب ہو گیا۔ پہر بھر کے بعد پھر دکھائی دیا۔ بعد فراغ مجلس کے ایک نے پوچھا۔ فرمایا کہ نور معشوق عاشق پر غالب آ گیا۔ اس نے نور عاشق کو چھپا لیا تھا۔ لکھا ہے کہ جب وقت وفات نزدیک پہنچا قوالوں کو طلب کر کے فرمایا کہ یہ بیت حافظ صاحب کا کہو ؎

صحبت غیر نخواہم کہ بود عین قصور ۔۔۔ با خیال تو چرا با دگران پردازم

پس جب قوالوں نے اس کو شروع کیا تو آپ کو وجد ہوا اور اسی ذوق شوق میں ۲۴۔ ماہ جمادی الاول سنہ ۹۸۲ھ میں بمقام سفیدون انتقال فرمایا۔ خلیفہ آپ کے اول شیخ محمد اکرم بن محمد علی اکبر متوطن براسوی مصنف اقتباس الانوار و سواطع الانوار قدس سرہٗ ہوئے۔ آپ کے کمالات آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اور تا عہد حضرت اورنگ زیب زندہ رہے۔

دوسرے خلیفہ شیخ داؤد شیخ محمد علی بن شیخ اللہ بخش ۔ اکن براس۔

تیسرے خلیفہ شیخ پیر محمد تھانہ بھون ۔۔۔ چوتھے خلیفہ شیخ عثمان کرنالی

پانچویں خلیفہ شیخ محمد صدیق کیتھلی

چھٹے خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ بلاقی کہ محبوب مرشد تھے۔ اور خود پیر مرشد کے عاشق صادق تھے۔ ذکر جہر بہت کرتے تھے۔ جب شیخ داؤد جی کا انتقال ہوا۔ ہندوستان کو چھوڑ کر حج کیا اور مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے۔ چندے وہاں رہ کر فوت ہوئے۔

ساتویں خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ عبدالغفار متوطن قصبہ ستور۔ وفات بھی حضرت کی ستور میں ہوئی۔

آٹھویں خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ ابوالمعالی انبیٹھوی کہ جن کا ذکر آگے آئے گا۔

نویں خلیفہ شیخ داؤد کے سید غریب اللہ بن سید عبدالرسول کیرانوی کہ جہاں کاتب الحروف بوجہ تباہی خاندان کے مقیم ہے۔ دوسری وجہ قیام اپنے کی آگے بیان کروں گا۔

جاننا چاہئے کہ سید غریب اللہ اور صاحب سیر الاقطاب دونوں بزرگ خالہ زاد بھائی اور ہم شیر بھی تھے۔

اور سید غریب اللہ کو آپ کے والد نے شاہ محمد پیرزادہ شیخ جلال پانی پتی کا مرید کرا دیا تھا۔ جب یہ سیانے ہوئے تو

پیر سے کچھ اعتقاد نہ تھا۔ جب سن بلوغ کو پہنچے اور طالب مولے ہوئے تو گنگوہ میں جاکر شرف خدمت شیخ ابوسعید گنگوہی کا حاصل کیا اور اذکار و اشغال میں مشغول رہے۔ بعدہٗ مرید ہونا چاہا۔ حضرت نے فرمایا اس سے پہلے کہیں بیعت کی۔ انہوں نے شیخ سے ذکر کیا کہ خورد سالی میں شاہ محمد پیرزادہ کا مرید ہوا تھا۔ اب آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا توبہ کر۔ مجھ کو اور میرے پیروں کی کیا مجال ہے کہ اس خاندان کے مرید اغوا کریں۔ ہم سب اس درگاہ کے غلام ہیں۔ بہتر ہے کہ تو جاکر روضۂ شیخ پر ملتجی ہو اور اپنا قصور اپنے پیر سے معاف کرا۔ سید غریب اللہ بحکم شیخ ابوسعید پانی پت میں آئے اور مرشد سے تمام حال بیان کرکے قصور معاف کرایا اور ایک مدت تک پانی پت میں مشغول رہے جب شیخ ابوسعید کا انتقال ہوا۔ پھر خدمتِ شیخ صادق میں حاضر ہوکر مرید ہونا چاہا۔ ان کے حکم سے شیخ محمد داؤد کے مرید ہوکر تکمیل کرکے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور شاہ حسین بربھوی سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا۔

نقل ہے کہ بعد ادائے خرقہ خلافت ضلع کرنال جانے کا ان کو حکم ہوا۔ انہوں نے عرض کی کہ غلام کو وطن شریف کی اجازت ہو۔ شیخ نے فرمایا کہ وہاں تجھ کو کوئی نہ پوچھے گا۔ وہاں کے لوگ کسی کے معتقد نہیں ہوتے، ٹھگ بتائیں گے۔ آپ نے عرض کیا کہ فقیر کو ایسی ہی جگہ رہنا چاہئے کہ جہاں اس کو کوئی نہ پوچھے۔ آخر کیرانہ میں آکر مکان آبائی تراہ محلہ میں مقیم ہوئے۔

چنانچہ اس فقیر نے بھی قیام اس قصبہ میں اس وجہ سے کیا ہے کہ کوئی پرسان حال اور تکلیف دہ نہیں ہے۔ اہل قصبہ میں کچھ ایسی جامعیت ہے کہ ہر شخص ہمچوں من دیگرے نیست کے مضمون میں خوش ہے۔ فقرا کی طرف کبھی اس اہل قصبہ کی توجہ نہیں ہوئی۔ چنانچہ قاضی محمد سالم خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کہ کامل وقت گزرے ہیں اور ان کی اولاد بھی موجود ہے مگر ان کے مزار کا نشان کسی کو معلوم نہیں۔ یہاں یار علی شاہ صابری کہ تمام اس نواح میں مشہور ہیں مگر اہل قصبہ میں سے کسی کو ان کے مزار پر فاتحہ پڑھتے نہیں دیکھا۔ حضرت سید غریب اللہ شاہ کا مزار بھی ٹوٹا پھوٹا ہے۔ سیدوں کا حجرہ مشہور ہے۔ آپ سے بھی لوگ کم واقف ہیں۔ جو شخص فقیری کرنا چاہے کیرانہ میں آکر رہے۔ ہندوستان میں واسطے رہنے فقیر کے سوائے کیرانہ کے دوسرا مقام متصور نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ہندو اور مسلمان اس قصبہ کے کبھی جویائے حال اور تکلیف دہ فقیر کے نہیں ہوئے۔ آمدم بر سر مطلب۔

نقل ہے کہ سید غریب اللہ اکثر عرس حضرت خواجہ قطب الدینؒ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک بار عین مجلس میں ایک پیرزادہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ محتسب شاہی کو ہمراہ لے کر آیا اور قوالی کو منع کیا کہ تمام صوفی بے حظ ہوئے۔ سید صاحب نے روحانیت حضرت خواجہؒ کی طرف توجہ کی۔ معاً معلوم ہوا کہ قبر شق ہوئی اور حضور بہ لباس سرخ برآمد ہوکر قبر شریف پر بیٹھے فرماتے ہیں ؎

گلگوں لباس کرد سوارِ سمند شد　　یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

یہ سنتے ہی سیّد صاحب کو حالت ہوئی۔ یہاں تک کہ اس پیرزادہ کو بھی حالت ہوئی۔ بعد چند روز کے وہ پیرزادہ اسی ہیبت میں مرگیا۔

اس نواح میں یہ نقل مشہور ہے کہ بعد اس معاملہ کے حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے تمام مشائخین چشتیہ کو جو دہلی سے شمال میں تھے طلب فرمایا۔ اس نواح کے پیرزادہ جب کیرانہ میں آئے اور بیتیر باڑہ دروازہ سے باہر ہوئے ان کی گاڑیوں کے جو بیل تھے رہ گئے۔ بہتیرا ہانکا مارا قدم نہ اٹھا۔ اس وقت سب کو خیال ہوا کہ سیّد غریب اللہ کا یہ تصرف ہے۔ سب صاحب آپ کے مکان پر آئے اور چلنے کے واسطے کہا۔ چونکہ آپ کے نام بھی حاضری کا حکم ہو چکا تھا آپ نے اپنی رعیت کے کہاروں سے ڈولی تیار کراکر ان کے ہمراہ ہوگئے۔ جب گاڑیوں سے ڈولی آگے ہوئی کل بیل چلنے لگے۔ بعد تین منزل کے دہلی پہنچے۔ یہاں محتسب نے ایک مکان میں فرش کراکر اس کے نیچے چھری کٹار یا تلواریں تیر لگادیں۔ کسی نقیر دوست نے ان درویشوں کو مطلع کیا۔ کل کو فکر ہوگیا کہ اللہ ہی شرم رکھے۔ صبح سب صاحب اس مکان میں طلب ہوئے۔ حکم ہوا کہ یہاں حالت ہو دیکھیں یہ حالت تمہاری ریا کے ساتھ ہے یا سچی ہے۔ سب نیچے گردن کئے چپ تھے۔ سیّد غریب اللہ شاہ نے کہا کہ اگر سماع کی اجازت ہو تو ضرور عاشقان خدا کو حالت وجد ہو۔ یہ کہہ کر ایک درویش سے فرمایا کہ کچھ کہو۔ اس نے یہ غزل خواجہ قطب الدینؒ کی شروع کی۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

دل اگر دانا بود در ہر مُو اسرار ہست ۔۔۔ چشم گر بینا بود یوسف بہ ہر بازار ہست

اس پر سیّد صاحب کو حالت ہوئی اور بے اختیار ہو کر لوٹنے اور وجد اور مستی کرنے لگے۔ پہر بھر کامل وجد کیا مگر نہ فرش کہیں سے پھٹا نہ جسم مبارک پر زخم آیا۔ یہ کرامت دیکھ کر حضرت عالمگیر نے کل درویشوں کو باعزاز رخصت فرمایا۔ سیّد صاحب کو جاگیر دینی چاہی۔ آپ نے قبول نہ کی۔ اور فرمایا کہ چند بیگھہ زمین آپ کے بزرگوں نے دی تھی۔ میری قوت لایموت کے واسطے وہی کافی ہے۔

نقل کرتے ہیں کہ جس شب آپ کی وفات ہوئی، اس کی صبح کو معتقدان اور مریدان میں سے ایک بزرگ پانی پت میں تھے۔ ان کو معلوم ہوا کہ سیّد صاحب نے انتقال کیا۔ وہ روتے ہوئے بھاگے۔ جب جمنا گھاٹ پر آئے سنا کہ سیّد صاحب نے شب کو قضا کی۔ افتاں وخیزاں باحال پریشان کیرانہ میں آئے تو لوگ حضرت کو قبر میں اتار کر ٹپاو دے رہے تھے۔ ان حضرت نے حاضرین سے کہا ذرا تامل کرو اور کاغذ قلم دوات لاؤ۔ الغرض ایک پرچہ لکھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ بعد مرنے کے ہم وہاں کی کیفیت تجھ کو بتائیں گے۔ سو وہ وعدہ ایفا فرمائیے۔ اور وہ قلم دوات قبر میں رکھ دیئے۔ تھوڑی دیر بعد دست حق پرست کاغذ اور قلم دوات لیئے ٹپاؤ سے باہر آیا۔ ان درویش نے وہ لے لیا اور ہاتھ آپ کا پھر اندر ہو گیا۔ اس پرچہ کو جو دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ یہاں کے حالات بیان کرنے کا حکم نہیں ہے۔

مزار کیرانہ میں حجرہ مشہور ہے۔ اندر آبادی کے دیکھا اور سنا کہ آپ کی اولاد سے ایک ہی شخص رہتا چلا آتا ہے

دوسرا بیٹا زندہ نہیں رہتا۔ جو رہتا ہے وہ نیک بخت ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی چشتی صابری قدس سرہٗ

حضرت خلیفہ شیخ داؤد گنگوہی کے تھے اور خرقہ خلافت شیخ محمد صادق حاصل کرکے داؤد حبیب سے تکمیل کی۔ آپ کے والد سید محمد اشرف کہ قصبہ انبیٹھہ میں جو متصل سہارنپور کے ہے متوطن تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو شاہ ابوالمعالی خورد سال تھے۔ آپ کی والدہ نے آپ کو شیخ محمد صادق کے سپرد کیا اور شیخ شب و روز ان کی تربیت میں رہتے تھے۔ جب انہوں نے انتقال کیا تو شیخ داؤد کے سپرد کیا۔ آخر بہ تکمیل پہنچ کر خلیفہ ہوئے۔

سواطع الانوار سے نقل ہے کہ حضرت اوسط سال میں شہود و ذات الٰہی میں محو ہوکر دنیا و مافیہا کی خبر نہ رکھتے تھے ایک بار ۲ ماہ تک کچھ نہیں کھایا پیا۔ محو مطلق رہتے۔ جب وقت نماز آتا خادم بمشکل ہوشیار کرتا۔ نماز ادا کرکے پھر محو ہو جاتے تھے۔ الغرض کمال بے ہوشی رہی۔ بعدہٗ امور دینی سے باخبر ہوئے۔ مریدوں نے پوچھا کہ کیا عادت تھی۔ آپ نے فرمایا مجھ کو برائے نماز آگاہی ہو جاتی تھی۔ منجانب اللہ تمہارے آگاہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں تھی۔

اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار موسم مشکر میں اپنی زمین پر گئے کہ جہاں زراعت مشکر تھی اور جہاں گڑ تیار ہوتا تھا۔ اس جھونپڑے میں شب کو بسر فرمایا۔ جو لوگ کو ہو چلا رہے تھے ہندی زبان میں گانے لگے ؎

تو جیسا جاگت ادا   تیری کھڑی ملاکی کادا
آدھی رات اندھیری   تیری جوگی کی سی پھیری

یہ سنتے ہی بے خود ہوگئے اور ہو کا نعرہ کیا اور اس چولہے میں یعنی بھٹی میں گر پڑے۔ لوگوں نے دوڑ کر نکالا۔ تو دیکھا کہ ایک بال بھی نہیں جلا۔ اس روز سے بہت ہی شہرت ہوئی۔ ہزاروں مرید ہوئے۔

نقل ہے کہ تھانیسر میں مجلس تھی۔ آپ کے پیر بھائی اور دیگر شیخین جمع تھے کہ ذکر کلمہ طیبہ آیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے اس کلمہ کو دل سے پڑھا ہے وہ اگر لفظ لا کسی ذی جان کے کان میں کہے تو مر جائے اور اگر الا اللہ کہے تو پھر کھڑا ہو۔ وہاں ایک گائے بندھی تھی اس کے کان میں لا کہا وہ اسی وقت مر گئی الا اللہ کہا زندہ ہوگئی اور چرنے لگی۔

نقل ہے کہ حضرت کے گھر میں کمال تنگی تھی۔ اکثر فاقہ سے گزرتی تھی۔ کسی شخص نے یہ خبر سید میراں بھیکہ کو دی انہوں نے ظرف غلہ کا گھر سے منگا کر اس میں اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کبھی اس ظرف میں سے غلہ کم نہ ہوگا۔ کیسا ہی خرچ ہوگا الغرض دو ماہ فراغت سے گزرے۔ آپ نے استفسار حال فرمایا۔ لوگوں نے کل حال راست راست عرض کیا۔ پس جب اس ظرف کو منگا کر تھوڑی دیر سرنگوں رہ کر فرمایا کہ میراں بھیکہ میرے توکل میں خلل ڈالتا ہے۔ اس ظرف کو توڑ دو۔

نقل ہے کہ ایک بار کنبھ کا میلہ تھا۔ پانچ سو فقرار ہندوؤں کی جماعت انبیٹھ میں آئی۔ حضرت کا نام سن کر آپ کے پاس آئے کہ ہم تم نام فقیری میں ایک ہیں۔ تم مقیم اور ہم مسافر ہیں۔ ہمارے بھنڈارے کا فکر کرو۔ آپ نے کہا کہ بنئے کی دکان سے لے لو۔ اس وقت چند دکانیں تھیں۔ جس دکاندار کے ہاں سے سودا آتا تھا اُس کی دکان پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ان درویشوں کو سیدھا تول دے۔ اُس نے عرض کیا کہ میرے پاس دو چار سیر آٹا ہوگا اتنا سیدھا کہاں سے لاؤں اور اپنی چادر مبارک سے ڈھانک دیا اور فرمایا کہ اب تولنا شروع کر۔ الغرض تصرفات حضرت سے سب کو سیدھا مل گیا۔ بعدہٗ جو دیکھا تو جس برتن میں جو چیز تھی جوں کی توں موجود تھی۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ دکاندار مسلمان ہو کر مرید ہوا اور سلک اولیاء میں ملا۔

نقل ہے کہ آپ کا ایک ہمسایہ تھا کہ ہر وقت اور ہر جگہ آپ کی شکایت کرتا اور بُری طرح یاد کرتا تھا۔ ہر وقت درپے آزار رہتا۔ مریدوں نے اس کی تادیب بھی چاہی مگر آپ نے منظور نہ کیا۔ جہاں تک ممکن ہوتا اُس کے آرام اور آسائش میں کوشش فرماتے۔ اتفاقاً وہ مر گیا۔ آپ نے اس کا رنج کیا اور کئی دن تک روتے رہے۔ آخر یاروں نے حال دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عالم ناسوت میں اکثر انبیاء اولیاء کا دامن غبار دنیا سے ملوث ہو جاتا ہے۔ اس کا زائل ہونا بغیر بدگوئی اور غیبت اور ملامت ایسے اشخاص کے ممکن نہیں۔ سو یہ متوفی میرا بڑا دوست تھا اس لئے مجھ کو اس کے مرنے کا رنج ہوا۔

وفات حضرت کی ۸۔ ربیع الاول ۱۱۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار انبیٹھ میں ہے۔ خلیفہ آپ کے میراں سید بھیکہ تھے۔ کہ ذکر ان کا بجائے خود آئے گا۔

حضرت شیخ عبدالخالق لاہوری چشتی صابری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ جان اللہ لاہوری کے۔ اعلیٰ درجہ کے درویش اور صاحب سماع تھے۔ حالت سماع میں جس پر نظر ڈالتے مست و بیہوش کر دیتے تھے۔ جو آپ کے حلقہ ارادت میں آتا تھا کامل ہو جاتا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۲۔ رجب ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت شیخ لاہوری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ اسحاق بن شاہ کاکو نظامی چشتی کے تھے اور میاں عارف مشہور تھے۔ عہد حضرت شہاب الدین صاحبقران ثانی غازی میں شہر لاہور میں شیخ وقت مشہور تھے۔ ہزاروں مرید تھے۔ ہر مہینہ کے آخر میں دس روز معتکف رہتے تھے۔ پہلی تاریخ کو حجرہ سے باہر آتے۔ اس وقت جس پر نظر پڑتی وہ تین روز بیہوش رہتا تھا لہٰذا اس روز کوئی پاس حجرہ کے

نہ آتا تھا۔ تمام دن تنہا حجرہ میں بیٹھے رہتے تھے اور سماع میں وجد بہت کرتے تھے کہ قریب المرگ ہو جاتے تھے۔ شہزادہ داراشکوہ سے مسائل توحید میں گفتگو کر کے دونوں بزرگوار حظ اٹھاتے۔ آخر مقام لاہور ۱۰۶۴؁ھ میں درمیان اعتکاف کے انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ اسمٰعیل چشتی اکبرآبادی قدس سرہٗ

آپ خاندان سے شیخ سلیمؒ کے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار تھے۔ طالب دنیا یا دین جو خدمت میں آتا اس کو محروم نہ رکھتے اور فرماتے تھے کہ اگر طالب دنیا کا مطلب حاصل ہوگا تو اس کو اولیاء اور فقراء سے محبت ہوگی۔ آخر رفتہ رفتہ طالب حق ہو کر منزل مقصود اصلی کو پہنچ جائے گا۔ خلق کا ہر وقت اژدہام رہا کرتا تھا اور سماع میں وجد بہت کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۶؁ھ میں ہوئی۔

حضرت سعید خاں میانہ چشتی قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید خاندان شیخ نظام الدین نارنولی کے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جب حضرت کو سماع میں حالت ہوتی تھی وہ اثر جانوروں میں بھی ہوتا تھا کہ وہ مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے۔ ایک روز آپ زیر درخت سماع سن رہے تھے جب آپ کو وجد ہوا۔ ایک فاختہ نیچے گر کر تڑپنے لگی۔ ایک انجان نے اس کو ذبح کیا۔ آپ کو بہت رنج ہوا۔ فرمایا اپنے بھائی کو ناحق قتل کیا۔ آخر پہلے وہ دیوانہ ہو گیا پھر کسی نے اس کو قتل کیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۷؁ھ میں برہانپور میں ہوئی

حضرت شیخ پھوگی افغان عزیز زئی قدس سرہٗ

آپ نے روحانیت پیر کبار سے تربیت پائی تھی۔ نہایت باکمال اور سماع میں بہت غلو کرتے تھے۔ تمام شب کو سماع سنتے تھے۔ جب وفات حضرت کی نزدیک پہنچی، حاضرین سے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نہ رہے۔ جب تک رسول پاکؐ کی زیارت سے مشرف نہ ہوں گا جان نہ دوں گا۔ تم لوگ تاب دیدار رسول پاکؐ نہیں رکھتے۔ یہاں سے چلے جاؤ اور حجرہ بند کر دو۔ بعد وفات میری کے چھت حجرہ کو شگافتہ پاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی بمقام قصور ۱۰۶۹؁ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ عارف صابری لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ عبدالخالق لاہوری کے تھے۔ جو کچھ زبان سے فرماتے، فوراً اس کا ظہور ہوتا کامل وقت گزرے

ہیں۔ ایک بار آپ کی خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا۔ جب قوال اس بیت پر آئے ؎

آں مسیحائے کہ جان در دست اوست　　　میرسد جاں کز بمیرم چند بار

شیخ کو اس پر ذوق ہوا وجد میں آئے کہ ایک شخص اپنے پسر کو لایا کہ وہ سخت بیمار تھا۔ دعا کی التجا کی حضرت نے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ اسی وقت اس کو صحت ہوئی۔ وفات حضرت کی ۷۔ ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت مولانا عبدالکریم پشاوری قدس سرہٗ

حضرت فرزند مولانا درویزہ کے تھے اور خلیفہ میر سید علی غواص کے اور علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل بدر عالی قدر اپنے سے کی۔ علوم ظاہری اور باطنی میں یگانۂ روزگار تھے۔ مخزن الاسلام کو پورا کیا کہ جو آپ کے والد کی تصنیف تھی۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ غوث کی تعریف کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر بعد مرنے کے کوئی اس کے منہ کی طرف دیکھے تو وہ ہنس دے۔ چنانچہ بعد انتقال حضرت کے ایک شخص نے برائے امتحان حضرت کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ آپ ہنس پڑے۔ وفات حضرت کی ملک یوسف زئی میں سنہ ۱۰۷۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ پنجو پشاوری قدس سرہٗ

یہ حضرت قوم گوجر اور کاملین وقت سے ہوئے ہیں۔ فیضان مولانا نادر ویزہ سے تھا۔ آپ کے مرید اکثر صاحب کمال گزرے ہیں۔ چنانچہ مولانا چالاک میانہ و شیخو شاہجہان پوری و شیخ علی وغیرہ مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۶۷ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ پیر محمد سلون قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید شیخ عبدالکریم کے تھے اور وہ مرید خاندان نظامیہ کے تھے۔ سلسلہ ان کا شیخ حسام الدین مانک پوری سے ملتا ہے۔ عالم با عمل اور مرید بھی اکثر آپ کے با علم و فضل ہوئے ہیں۔ صاحب اخبار الاولیاء نے آپ کی کرامت کا بہت کچھ ذکر کیا ہے یعنی آپ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسی صورت چاہتے ویسی ہی ہو جایا کرتی اور ہندی اور فارسی میں شعر خوب کہتے تھے۔ حضرت کی وفات سنہ ۱۰۷۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ یحییٰ گجراتی قدس سرہٗ

آپ شیخ وقت اور مرد با عظمت، و باہیبت کہ سلسلہ ارادت و آبائی آپ کا حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی رح

سے ملحق ہوتا ہے۔ بہت کچھ زہد اور ریاضت اور مجاہدہ کے بعد حج کر کے مدینہ طیبہ میں مقیم ہوئے۔ علماء مشائخ مدینہ آپ کی کرامات کے معترف تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۷۵ھ میں بمقام مدینہ پاک ہوئی۔

حضرت شیخ جنید موہانی چشتی قدس سرہ

آپ ثانی جنید بغدادیؒ تھے۔ شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت سے خوب واقف۔ ساکن قصبہ موہان تھے۔ بعدہٗ سندیلہ میں متوطن ہوئے۔ تمام شب یاد خدا میں تنہا رہتے۔ دن کو جنگل سے لکڑیاں لاتے۔ ان کو فروخت کر کے خرچ مساکین داخل خانہ میں لاتے۔ سماع میں بہت غلو کرتے۔ ہندی فارسی عربی میں خوب اشعار کہتے تھے۔ اور چند رسالے فقہ میں تصنیف کیے۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ حبیب خیبری قدس سرہٗ

یہ حضرت متوطن بنگالہ کے تھے۔ جالیہ میں آکر شیخ محمد کے مرید ہو کر چندے کسب درویشی میں مشغول رہ کر خیبر میں آئے اور تیس برس بغیر ضرورت تو حجرہ سے باہر قدم نہ رکھا۔ اور صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ فتوحات جو ہوتا اس کو قبول نہ فرماتے۔ اسم ذات کا شغل رکھتے تھے۔ نہایت باکمال اور صاحب کرامات تھے۔ غیب کی خبر دیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۷۹ھ میں بمقام اورنگ آباد ہوئی۔

حضرت شیخ پیر محمد لکھنوی قدس سرہٗ

یہ حضرت شیخ کامل اور متوکل تھے اور حاجی بھی تھے۔ متوطن جونپور کے تھے۔ بعدہٗ دہلی میں تحصیل علم کیا۔ اس کے بعد قنوج میں آئے۔ وہاں بھی کچھ پڑھا۔ وہاں سے لکھنؤ آکر قاضی شیخ عبدالقادر سے بقیہ تحصیل کر کے حضرت شاہ عبداللہ سیاح چشتی کے مرید ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ و دیگر سلاسل میں اجازت حاصل کی اور کنارہ گومتی پر قیام فرماکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے اور فتوح بھی بہت تھا۔ مگر سوائے خرچ ایک روزہ کے اور زیادہ نہ رکھتے تھے۔ مہمان نوازی بہت کرتے۔ سماع سے نہایت ذوق تھا اور جب چاہتے مع ہمراہیان پانی پر سے گزر جایا کرتے تھے۔ کسی کا پیر تر نہ ہوتا تھا۔ دونوں وقت قوال حاضر ہوا کرتے تھے۔

صاحب معارج الولایت لکھتے ہیں کہ جب میں بنگالہ سے لکھنؤ آیا۔ شیخ پیر محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نہایت شفقت سے پیش آئے۔ اپنی تصنیفات سے بحر الفراست شرح دیوان حافظ پیش کی۔ اس کو ملاحظہ فرماکر بہت خوش ہوئے اور بعد اشغال چشتیہ کی بندہ کو اجازت دی اور رخصت فرمایا۔ حضرت کی تصانیف سے شرح حکمت، شرح

ہدایۃ الحکمۃ و فتوائے فقہ ہیں اور مکتوبات تصوف میں اور اربعہ منازل میں ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۸۰ھ میں بمقام لکھنؤ میں ہوئی۔ وہیں مزار پاک ہے۔

حضرت شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری قدس سرہٗ

آپ تمام دن طلباء کو علوم ظاہری پڑھاتے اور شب کو طالبانِ حق کی تربیت فرماتے تھے اور حالت وجد و سماع میں جس پر نظر پڑتی وہ تارک الدنیا ہو جاتا تھا۔ آپ مرید شیخ محمد عارف لاہوری کے تھے۔ وفات حضرت کی بمقام لاہور ۸۔ ذی الحجہ سنہ ۱۰۸۴ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد چشتی صابری دہلوی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ اعظم شیخ محمد ابراہیم رامپوریؒ کے، وہ خلیفہ شیخ ابو سعید گنگوہیؒ کے، وہ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخیؒ کے، وہ خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کے، وہ خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے۔ فقر میں شانِ عالی اور رتبہ بلند رکھتے تھے۔ مزار حضرت کا دہلی میں لب دریا پر ہے۔ وہ شیخ محمد کی باؤلی مشہور ہے۔ یہ حضرت بھی اپنے عہد میں قطب دہلی تھے۔ تمام امرائے دہلی معتقد تھے۔ اکثر خوارق اور کرامات حضرت کے مشہور و معروف ہیں۔ بزرگانِ راقم کو بھی نہایت خلوص تھا۔ فتوحات آپ کو بدرجہ غایت تھا۔ وفات حضرت کی ۲۴۔ محرم سنہ ۱۱۶۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے مزار پر عاشقی برستی ہے۔ نہایت پُر فیض جگہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالرشید جالندھری قدس سرہٗ

آپ سادات عظام جالندھر سے تھے۔ بعد تحصیل علوم ظاہری کے خوب سیاست کی۔ شاہ ابوالمعالی کے مرید تھے۔ جب عمر طبعی حضرت شاہ کی ختم ہوئی ان کو سید میراں بھیک کے سپرد کیا۔ ان کی خدمت میں انہوں نے تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ وفات حضرت کی غرہ ماہ ربیع الاول بروز جمعہ سنہ ۱۱۲۱ھ میں عین وقت حیات میراں بھیک میں ہوئی۔ فوت ہو کر جالندھر میں مدفون ہوئے۔

حضرت سیّد محمد سعیدؒ

المخاطب بہ

سیّد میراں بھیکہ چشتی صابری قدّس سرّہٗ

یہ حضرت صاحب سجادہ ابو المعالی کے تھے۔ صاحب مقامات بلند درجات ارجمند باعظمت اور ہیبت در حمایت تھے۔ عشق اور محبت میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ اکثر استغراق رہا کرتا تھا۔ سماع سے بہت خوش تھے۔ جس قدر کشائش ظاہری اور باطنی اور قبولیت صوری اور معنوی حضرت کو حاصل تھی اس وقت میں دوسرے کو نہ تھی۔ بہت کم آپ کے مرتبہ بدالیت وقطبیت وغوثیت کے پہنچے ہیں۔ ہندی زبان میں بیان توحید میں خوب فرماتے تھے اور سادات صحیح النسب سے تھے۔ یعنی سیّد میراں بھیکہ بن سیّد محمد یوسف سوانیہ بن سیّد قطب شاہ بن سیّد عبد الواحد بن سیّد احمد بن سیّد امیر سعید بن سیّد نظام الدّین بن سیّد عزیز الدّین بن سیّد شاہ تاج الدّین بن سیّد عزیز الدین نو بہار بن سیّد عثمان بن شاہ سلیمان کفار کش بن سیّد زید سالار لشکر بن سیّد امیر احمد زاہد بن سیّد امیر حمزہ بن سیّد ابابکر علی بن سیّد عمر علی بن سیّد محمد تحفۃ بن سیّد علی شاہ رہبر بن سیّد حسن ثانی ملقب بمحض بن سیّد محمد مدنی حمیض بن سید حسن شاہ ناصر ترمذی بن سیّد موسیٰ حیض بن سید علی حسن حمیص بن سیّد حسین علی اصغر بن حضرت امام زین العابدین بن سیّد الکونین حضرت امام حسین شہید دشت کربلا رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور سلسلہ مادری بھی سالار لشکر سے جا ملتا ہے۔

سیّد زید سالار لشکر برائے جہاد ہندوستان میں آ کر سوانہ میں ٹھہرے۔ وہاں کے راجہ نے ان کو شہید کیا۔ بعدہٗ ان کی اولاد راجہ سے لڑی اور فتح یاب ہو کر سوانہ کی سکونت اختیار کی۔ سُلطان شمس الدّین التمش نے اس دودمان کی بہت کچھ مدارت اور پرورش فرمائی۔ بعض نے لکھا ہے کہ سلطان موصوف نے اس خاندان میں اپنی دختر کی شادی کی تھی مگر سوائے سلطانہ رضیہ بیگم کے سُلطان کی دوسری دختر نہ تھی۔ رضیہ بیگم بادشاہ ہوئی پھر بسبب بداعمالی کے معزول ہوئی۔ تاریخی طور پر یہ بات مشہور ہے۔

صاحب ثمرۃ الفواد لکھتے ہیں کہ حضرت میراں بھیکہ نو برس کی عمر میں یتیم ہوئے اور اخوند فرید سے تحصیل علوم ظاہری

کی۔ بعدۂ لطالب حق خدمت شاہ ابوالمعالی میں مرید ہوکر بعد ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

نقل ہے کہ ایک ہندو بیربر نام ساکن موضع بی بی پور کہ مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ایک بار اس نے مفسدہ پردازی کی جس کی وجہ سے گرفتاری کا حکم ہوا۔ وہ بمقابلہ پیش آیا۔ آخر گرفتار ہوکر سرہند میں آیا۔ صوبہ دار سرہند نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اتفاقاً برق انداز کوتوالی اس کو قتل گاہ پر لئے جاتے تھے کہ راستہ میں سواری حضرت شاہ میراں بھیکہ کی ملی۔ وہ دوڑ کر قدموں پر گرا اور عرض کی کہ اگر میں بچ گیا تو مسلمان ہوں گا۔ میری مشکل کشائی کیجئے۔ آپ نے فرمایا کچھ اندیشہ نہ کر اللہ کو یاد کر۔ محافظ اس کو گھسیٹ کر لے چلے۔ ابھی قتل گاہ پر نہیں پہنچا تھا کہ صوبہ دار کا حکم ہوا کہ اس خونی کو ہمارے روبرو پیش کرو۔ جب سامنے اس کے گیا۔ اس کا قصور معاف کیا اور خلعت دے کر رخصت دی۔ وہ خدمت حضرت میں آکر مسلمان ہوکر مرید ہوا۔ آپ نے اس کا نام پیر شاہ رکھا کہ وہ واصلان الٰہی سے ہوکر واصل خلافت ہوا۔

لکھا ہے کہ ایک بار امساک باراں تھا۔ تمام رعایا اور بادشاہ سب کو رنج اور فکر تھا اور وہ عہد تھا محمد شاہ بادشاہ کا۔ امرائے دہلی سے بعض نے عرض کیا کہ سید میراں بھیکہ اس وقت شیخ وقت اور واصل حق اور مجیب الدعوات ہیں اگر وہ دعا کریں تو مینہ برسے۔ بادشاہ نے صوبہ دار سرہند کے نام حکم جاری فرمایا کہ سید میراں بھیکہ صاحب کو باعزاز تمام نزد ما بدولت پہنچا دے اور ایک خط حضرت کے نام مشتاقانہ لکھا۔ جب حاکم سرہند خدمت سید صاحب میں حاضر ہوا بادشاہ کا خط دیا اور کل حال عرض کیا۔ آپ نے اس خط کو پڑھا اور فرمایا کہ میری جانب سے بادشاہ کو لکھ دو کہ میں ایک ناچیز فقیر ہوں۔ لائق حاضری دربار سلاطین نہیں ہوں نہ کسی کام کا ہوں سوائے اس کے کہ دعا کردوں۔ سو میں ہمیشہ برائے بادشاہ اسلام و دیگر مسلمانان دعائے خیر کیا کرتا ہوں۔ آپ کو کیا فکر ہے۔ اللہ رحیم اور کریم ہے۔ اپنے بندوں پر خود رحم فرمائے گا۔ فقیر کو معاف رکھئے۔ قدرت خدا سے ادھر تو صوبہ سرہند کی عرضی پہنچی ادھر کثرت سے بارش ہوئی۔ بعد اس کے حضرت محمد شاہ نے پچاس ہزار روپیہ نقد خدمت شاہ صاحب میں ارسال کئے۔ آپ نے بدقت قبول فرمائے۔

نقل ہے کہ ایک نورباف ساکن موضع نوندھن حضرت کا مرید تھا۔ اتفاقاً اس کا دس برس کا لڑکا فوت ہوا۔ قدرت خدا سے اسی وقت حضرت بھی اس کے مکان پر پہنچے۔ اس نورباف نے رونا بند کرکے اپنے لڑکے کو کوٹھڑی میں ڈال کر بند کر دیا اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ جب تک حضرت نے کھانا نہ کھا لیا انتقال پسر کا حال نہ کھلے۔ اس کی اہلیہ نے کھانا تیار کیا۔ جب کھانا حضرت کے روبرو آیا آپ نے فرمایا کہ اپنے پسر کو لا۔ میں اس کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ اس نے عرض کیا وہ کھیلنے گیا ہے۔ اس وقت اس کا آنا غیر ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بغیر اس کے ہرگز نہ کھاؤں گا۔ جب وہ مجبور ہوا رو کر عرض کیا کہ وہ تو آدھی رات تھی جو مر گیا۔ آپ نے فرمایا سوتا ہوگا جا کر دیکھ لے۔ اس نے

ہوئی۔ مزار قریب عیدگاہ جالندھر کے ہے۔

حضرت شیخ شاہ لطف اللہ چشتی قدس سرہ

آپ خلیفہ شاہ بھیکہ کے تھے۔ اور متوطن انبالہ کے۔ اوائل سے علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل شاہ بھیکہ سے کی اور ثمرۃ الفواد شاہ بھیکہ کی کرامات میں لکھی وفات حضرت کی بروز شنبہ ۲۰۔ ذیقعد ۱۱۸۶ھ میں بمقام جالندھر ہوئی۔ مزار باہر شہر کے ہے۔

حضرت شیخ محمد سلیم صابری لاہوری قدس سرہ

آپ عظمائے مشائخ چشتیہ سے تھے اور خلیفہ شیخ محمد صدیق لاہور کے اور سماع سے بہت خوش تھے۔ ہمیشہ سماع سنتے تھے۔ علمائے لاہور آپ سے دشمنی رکھتے مگر کچھ قابو نہ پاتے تھے۔ جب صوبیدار لاہور حضرت کا مرید ہوا اس نے تمام دشمنانِ حضرت کو سزائے واجبی دی۔ وفات حضرت کی ۳۔ ذی الحجہ ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس سرہ

یہ حضرت قطب عالم شیخ محمد اعظم چشتی نظامیؒ کے خلیفہ تھے۔ بعد حصول علوم ظاہری کے تکمیل علم الٰہی کی پیش گاہ پیر روشن ضمیر میں کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدہٗ پا پیادہ واسطے حج بیت اللہ شریف کے تشریف لے گئے وہاں سے مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر مقیم ہوئے۔ ہزاروں اہل عرب و عجم و ہند و دیگر ممالک کے مرید ہوئے۔ ان میں بہت سے خلفائے باکمال ہوئے۔ آپ ہمیشہ ترتیب طالبانِ حق میں مصروف رہتے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ آپ کو انظار کم تھا اور مزار پُر انوار حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فیضان تھا۔ ہر وقت استغراق رہا کرتا تھا ذات پاک رسول اور آلِ رسولؐ سے نہایت محبت تھی۔ اور ہر ایک سلسلہ میں مرید فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت شیخ فتح محمد کیرانوی کہ خلیفہ اکمل سید ملا کوتانوی کے تھے وہ جب حج کرنے مدینہ طیبہ میں پہنچے حضرت سے شرف حضوری حاصل کر کے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور آپ کے عشق و محبت میں ایسے محو ہوئے کہ متعلقان اور ہندوستان کو بھول گئے۔ بلکہ تا حیات آپ کی خدمت میں رہنے کا تہیہ کر لیا۔ مگر ایک بار حضرت نے فرمایا کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تو واپس ہندوستان کو جا۔ تجھ سے سلسلہ جاری ہوگا۔ خلق اللہ فیض اٹھائے گی اور اپنی گدڑی اور دستار اور نعلین حضرت غوث الثقلین مرحمت فرما کر ہندوستان کو روانہ کیا۔ آپ ہندوستان میں آ کر کیرانہ میں مقیم ہوئے۔ جس کی کماحقہ کیفیت آئندہ بیان ہوگی۔

اگرچہ آپ کے کئی خلیفہ صاحب سلسلہ ہوئے ہیں مگر ہندوستان میں خاص سلسلہ چشتیہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی سے اور سلسلہ قادریہ شیخ فتح محمد غیاث الدین کیرانوی سے جاری ہے اور وہ تبرکات شیخ یحییٰ مدنی ہنوز موجود ہیں۔ سال میں دو بار ان کی زیارت ہوتی ہے۔ کمالات شیخ کے دیکھنے میر الاولیاء سے بخوبی منکشف ہو سکتے ہیں۔ وفات شیخ مدنی کی تباریخ ۲۷ صفر ۱۱۰۱ھ میں بمقام مدینہ طیبہ ہوئی اور زیر قبۂ رسول مقبول ؐ کے دفن ہوئے۔

حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ اعظم مشائخ ہند و کبرائے اولیاء خاندان چشتیہ نظامیہ تھے اور جہاں آباد مخفف شاہجہان آباد کا ہے اوّل آپ نے شاہ جہان آباد میں تحصیل علوم ظاہری فرمایا اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ہزاروں طالبان علم کو فیض ہوا۔ جب عشق الٰہی پیدا ہوا پیر طریقت کی تلاش ہوئی اور ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا۔ بعدہٗ روحانیت حضرت سلطان المشائخ معہ چند شاگردان با دفا عازم طرف بیت اللہ کے ہوئے۔ بعد انفراغ حج مدینہ طیبہ میں آکر خدمت حضرت شیخ یحییٰ مدنی میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ چندے وہاں رہ کر تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدہٗ بحکم پیر روشن ضمیر شاہجہان آباد میں تشریف لائے۔ قلعہ شاہی اور جامع مسجد کے درمیان ایک مسجد میں ٹھہرے۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے خانقاہ تیار کرائی اور محمد معظم بہادر شاہ بادشاہ کی چھٹے جلوس میں مرید ہوئے اور پیروی مذہب شیعہ سے توبہ کی۔ بعد ان کے محمد شاہ تک جو بادشاہ ہوئے سب آستان بوسی کرتے رہے۔

چند مدت تعلیم اور تلقین طالبانِ حق میں مصروف رہے۔ کہتے ہیں تمام شب حجرہ شریف میں معکوس ٹنگے رہ کر عبادتِ حق میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کی تصنیفات سے بائیس کتب ہیں جس میں کشکول اور مرقع شریف اور رسوار لسبیل وغیرہ مشہور ہیں۔ یہ اس کاتب نے بھی دیکھا ہے کہ جد کاتب حضرت ابو ظفر ہمیشہ عرس میں حاضر ہو کر شریک فاتحہ ہوا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحب ولایت شاہجہان آباد ہیں۔ اور آپ کی ولایت موسوی تھی۔ آپ کو اسی طریقہ پر روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے فیضان تھا۔

وفات حضرت کی ۲۴۔ ربیع الاوّل ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار اپنی خانقاہ میں تھا۔ اب بعد غدر کے جو آبادی قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان کی ویران کر کے سطح ہموار کی گئی، وہ خانقاہ وغیرہ سب منہدم ہو گئی۔ فقط ایک چبوترہ ہے اس پر مزار ہے اور گرد اس کے کٹہرہ ہے۔ حضرت شاہ غلام فرید صاحب مرشد نواب بہاول پور نے تیاری چبوترہ اور کٹہرہ میں روپیہ سے بہت امداد کر کے فخر دارین حاصل کیا۔ خلیفہ آپ کے تمام ملک میں پہنچے اور سلسلہ جاری ہوا مگر خلیفہ اعظم شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

قدوۃ الواصلین عمدۃ العارفین

حضرت شیخ نظام الدین اولیٰ اورنگ آبادی

قدس اللہ سرہٗ العزیز

یہ حضرت شیخ المشائخ متاخرین وخلیفہ راستین شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے تھے۔ حضرت کو فتوحات اپنے عہد میں شیخ شہاب الدین سہروردی اپنے جدّ سے کم نہ تھے۔ اس وقت میں یہ کیفیت دوسرے مشائخ کی نہ تھی۔ ایک لاکھ تو مرید آپ کے دکھنی تھے اور دیگر علاقہ جات کا کچھ شمار نہیں۔ آپ کے خلفاء سے بہت باکمال اور صاحب عظمت ہوئے۔ حضرت کے کمالات وخوارق زیادہ حد تحریر سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ذات فیض آیات کو بہمہ صفت موصوف کیا تھا۔ حسنِ صورت اور سیرت دونوں مرحمت فرمائے تھے۔ وطن اصلی حضرت کا ملک پورب میں ایک قصبہ کہ اس کو قصبات پورہ کہتے تھے ہے۔ والد آپ کے عالم اور متمول تھے۔ بعد انتقال پدر بزرگوار کے برائے تحصیل علوم وارد شاہجہاں آباد ہوئے۔ یہاں شہرہ علم وفضل شیخ کلیم کا سن کر حاضر خانقاہ ہوگئے۔ اس روز شیخ مجلس سماع میں حالت وجد میں تھے اور دروازہ خانقاہ برائے اغیاراں بشرطِ سماع بند تھا۔ شیخ نظام الدین نے دروازہ بند دیکھ کر دستک دی۔ شیخ کے مریدوں میں سے ایک نے آکر دیکھا اور نام دریافت کر کے شیخ سے عرض کیا کہ نظام الدین نام غیر شخص کھڑا ہے۔ شیخ نے ارشاد کیا کہ وہ بیگانہ نہیں ہے اپنا ہی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ خلاف قاعدہ مرد ناآشنا کو اس مجلس میں بلانا نہ چاہیے۔ شرائط سماع فوت ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر نظام الدین ہے تو ناآشنا نہیں ہے اپنا ہی ہے جلدی لاؤ۔

الغرض جب حضرت کو روبرو شیخ کے لائے تو آپ مراحمت مرشدانہ سے پیش آئے۔ تمام شاگردوں سے ممتاز فرما کر انیس وجلیس صحبت کا اپنی کیا۔ اور ہمیشہ ان کی تعلیم میں مشغول رہتے۔ شیخ نظام الدین سماع میں گریہ ونالہ آپ کے مریدوں کا دیکھ کر متعجب ہوا کرتے۔ اس عرصہ میں تحصیل علوم ظاہری سے انفراغ ہوا۔

ایک بار ایک بزرگ مریدان شیخ کبیر شیخ یحییٰ مدنی مدینہ منورہ سے آئے۔ شیخ کلیم اللہ اس وقت کچھ حقائق و معرفت باری تعالیٰ بیان فرما رہے تھے۔ کل حاضرین سن رہے تھے کہ وہ بزرگ بھی پہنچے۔ شیخ کی نظر کیمیا اثر جوان پر پڑی بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر شیخ نظام الدین نے شیخ کے مریدوں سے استفسار حال کیا ان صاحبوں نے تفصیل وار حالات فقر بیان کئے۔ سن کر فقیری کی طرف اعتقاد ہوا اور خیال بیعت آیا۔

ایک روز مجلس تھی۔ جب وہ برخاست ہوئی، شیخ اٹھے گھر میں تشریف لے جانے لگے۔ شیخ نظام الدین نے نعلین شیخ جھاڑ کر درست کر کے روبرو لب فرش رکھیں۔ شیخ نے نظر عنایت سے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ نظام الدین تو واسطے کسب علوم ظاہری کے پاس آیا یا برائے حصول فوائد باطنی کر اولیٰ و کسب ہے۔ آپ نے عرض کیا ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را　　　تو دانی حساب کم و بیش را

یہ سنتے ہی شیخ کو فرمانا شیخ کبیر شیخ یحییٰ مدنی کا یاد آیا کہ مدینہ طیبہ میں وقت رخصت فرمایا تھا کہ کلیم اللہ ایک شخص نظام الدین نامی اس ہیئت و صورت کا آئے گا۔ اور بروقت دعوت الی اللہ کے یہ بیت زبان پر لائے گا۔ پس سنتے ہی اس بیت کے شناخت کر لیا کہ یہ وہی نظام الدین ہے جس کے واسطے شیخ نے ارشاد فرمایا تھا اور اسی وقت ان کو مرید کر کے تعلیم اور تربیت باطنی میں مشغول ہوئے۔ چند روز مجاہدہ اور مشاغلہ معنوی میں رکھ کر کار تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت عطا کر کے طرف دکن کے رخصت فرمایا اور شاہ ولایت اورنگ آباد کا کیا۔

یہ حضرت دہلی سے رخصت ہو کر اورنگ آباد میں پہنچے اور طالبان حق کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ نہایت مقبول خلائق ہوئے۔ لاکھوں مرید ہوئے۔ یہاں تک کہ نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر جد نواب غازی الدین خان مصنف مناقب فخریہ مرید ہوئے اور حضرت کے حالات میں کتاب احسن الشمائل لکھی۔ اور برکت صحبت حضرت سے باوجود امارت اور سیاست کے تصفیہ باطنی میں باکمال پہنچایا۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک مرید تھا۔ اس کی زوجہ کو عارضہ جذام لاحق ہوا اور اعضا ٹپکنے لگے۔ پہلے اس نے اطبا سے رجوع کیا۔ جب کچھ سود نہ ہوا حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ اس نے دعا چاہی اور بہت رویا کہ میری زوجہ کی یہ کیفیت ہے اور اب یہ نوبت پہنچی کہ تمام کنبہ اس سے متنفر ہے۔ حضرت اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں طبیب نہیں کیا کروں۔ جب وہ بہت رویا آپ کو رحم آیا اور وضو کا باقی ماندہ پانی جو بدھنی میں تھا مرحمت فرمایا اور کہا کہ ہر روز قدرے اس میں سے پلایا کر اور تھوڑی یہ مٹی گیلی لے جا اور اس کو زخموں پر لگایا کر۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ درمیان ہفتہ کے اس کی زوجہ کو صحت ہوئی۔

کہتے ہیں اکثر مریض اورنگ آباد ہر صبح خدمت عالی میں حاضر ہوتے تھے۔ جس پر چند روز دم فرماتے اس کو صحت ہوتی اور جو شکایت ضعف بصر کی لاتا اپنا لب اس کی آنکھ میں لگا دیتے۔ اس کی آنکھیں روشن اور مقوی ہو جاتی تھیں۔

ایک بار ایک سنیاسی حضرت کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ فقیری میں آپ کو کیا معلومات ہے آپ نے فرمایا کہ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ جب وہ بہت مصر ہوا آپ کو جلال آگیا اور فرمایا کیا دیکھنا چاہتا ہے۔ اوّل تو تو اپنی شکل کو دیکھ۔ یہ کہہ کر ایک خادم کو حکم دیا کہ اس کو آئینہ لا دو۔ اس نے جو اپنی صورت دیکھی معلوم ہوا کہ نصف چہرہ بندر کا اور نصف خنزیر کا سا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہوا اور کہا کہ میری صورت بدل جانے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو تیری آنکھوں سے دکھا دیا کہ جیسا بندروں اور سؤروں کو پوجتے ہو ایسی ہی تمہاری شکلیں ہوگئیں۔ تمہارا حشر ان کے ساتھ ہوگا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مسلمان ہوا اور عرض کی کہ مجھ کو ایک ایسا کسب یاد ہے کہ اگر آپ بتا دیں تو عمر بھر جس قدر چاہیں خرچ کریں اور آپ کا خزانہ کم نہ ہو اور جہاں جو چاہو موجود ہو جائے۔ اس نے اپنی جھولی میں سے ایک ناریل پیش کیا کہ یہ جاؤں تو لہ پاؤ رتی۔ الغرض اس نے تھوڑا تانبہ چرخ دے کر قدرے اس میں سے ڈالا تھا تانبہ اسی وقت کندن ہوگیا۔ یہ ملاحظہ فرما کر آپ متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ اس میں بہت بکھیڑا ہے۔ ہم کو اللہ صاحب نے بہت آسان طریقہ عنایت فرما دیا ہے۔ تھوڑا تانبہ اور چرخ دے۔ جب اس نے تانبہ پگھلایا آپ نے اس میں تھوک دیا۔ اسی وقت وہ کندن ہوگیا۔ اس نے عرض کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ فرمایا کہ یہ برکت نام الٰہی کی ہے۔ جو زبان سے لیا جاتا ہے مگر یہ اس کے کام آتا ہے کہ جو اسلام کے ساتھ ہوتا ہے۔

وہ از سر نو صدق دل سے مرید ہوا اور عرض کیا کہ کسب درویشی مجھ کو بھی تعلیم فرمایئے۔ آپ نے اس کو مرید کیا جب اس کو کئی برس ہوگئے محنت کرتے مگر سبب اصلی حاصل نہ ہوا۔ ایک روز اس نے عرض کیا کہ مقامات نہیں کھلتے آپ نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے وہ بلا یعنی ناریل اکسیر کا تیرے پاس ہنوز موجود ہے۔ اس نے اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چاہ میں ڈال دے۔ فقیر کو متوکل رہنا چاہیئے۔ الغرض بموجب حکم پیر روشن ضمیر اس نے اس کو یعنی ناریل اکسیر کو چاہ میں ڈالا۔ اسی شب کو اس کی مطلب برآری ہوئی اور اولیائے وقت سے ہوا۔ اور نام اس کا عبدالحق رکھ کر تبریز کی طرف رخصت فرمایا۔ وفات شیخ نظام الدین کی ۱۲۔ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار اورنگ آباد میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

آں مقتدائے اولیاء وصاحب اسرائے خفی وجلی مستغرق در بحر کنار آں جہانِ عظمت وشہامت آں عالم فیض وکرامت آں باتفاق صاحب ولایت

قطب الافراد محبوب نبی حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین

فخر جہاں دہلوی چشتی نظامی قدس سرہ

آپ عالم العلماء دہر واعظم مشائخ معصر بلکہ قطب ہند اور خلیفہ اپنے پدر بزرگوار شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی کے تھے۔ علم شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ نسب آبائے کرام حضرت کا شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے اور نسب مادری حضرت سید السادات بندہ نواز میر سید محمد گیسو دراز تک پہنچتا ہے۔ حضرت مولانا کے پانچ بھائی تھے۔

اوّل شیخ محمد عماد الدین	دوسرے شیخ غلام معین الدین
تیسرے شیخ بہاؤ الدین	چوتھے غلام کلیم اللہ

پانچویں حضرت مولانا فخر الدین نواب الملک غازی الدین خان بہادر والی حیدرآباد دکن۔

جامع مناقب فخریہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۱۲۶ھ میں حضرت بمقام اورنگ آباد تولد ہوئے۔ اس وقت حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی وہاں تشریف فرما تھے۔ جب مولانا پیدا ہوئے غسل دے کر ان کو ان کے والد شیخ نظام الدین خدمت شیخ میں لے گئے۔ شیخ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خرقہ اپنے ملبوس خاص سے تیار کر کے پہنا دیا اور مولانا فخر الدین نام رکھا یعنی اوّل لفظ "مولانا" شیخ نے فرمایا۔

الغرض جب عمر شریف سات برس کی ہوئی حضرت سید عالم فخر اولاد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ پانچ پیرہن عطا فرمائے۔ جب بیدار ہوئے پانچوں بن ہاتھ میں پائے۔ صبح شیخ نظام الدین نے اپنے کشف سے دیکھا تو حضرت

کے پاس آکر فرمایا کہ اے نور العین علیہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تنہا کھانا نہ چاہیے ۔ روزی ہماں بہ کہ تنہا نہ خوری ۔ پس حضرت مولانا نے دو دانہ تو نوش فرمائے تھے ، باقی تین دانہ روبرو والد کے پیش کیا ۔

پس جب عمر شریف سولہ برس کی ہوئی ، آپ کے والد شیخ نظام الدین نے وفات پائی ۔ بعدہٗ حضرت آٹھ برس زہد اور مجاہدہ و ریاضت شاقہ میں مصروف رہے ۔ کار فقر کی تکمیل کی ۔ مگر تحصیل علوم ظاہری سے سولہ برس کی عمر میں فارغ ہو چکے تھے ۔ جب سن شریف چھبیس برس کا ہوا ۔ ۱۱۵۱ھ میں وارد دہلی ہو کر تعلیم اور تربیت طلبا ئے ظاہری اور باطنی میں مشغول رہے ۔ بعدہٗ بزیارت مزارات خواجگان چشت اہل بہشت بہمراہی کلو خاں اور شیخ نور محمد مہاروی دار الخیر اجمیر میں جا کر زیارت روضہ خواجہ سے مشرف ہو کر چندے وہاں رہ کر استفادہ حاصل کر کے طرف اجودھن کے چلے ۔ مشہور ہے کہ حضرت کو پکیتی اور نبوت میں کمال حاصل تھا ۔ راستہ میں راہزنوں نے گھیرا ۔ وہ بیس پچیس آدمی تھے ۔ آپ نے تن تنہا ان سب کا مقابلہ کر کے سب کو زیر کیا ۔ یہاں تک کہ وہ سارا گاؤں مسلمان ہوا ۔ وہاں سے اجودھن میں حاضر ہو کر زیارت روضہ بابا صاحبؒ سے حاصل کر کے لاہور میں آئے ۔ سید محرم علی نقشبندی سے ملے اور چندے اوپر مزار گہر بار مخدوم علی گنج بخش ہجویریؒ بہ ادائے سنت پیران خود معتکف رہ کر افادہ حاصل کیا اور مزارات لاہور پر فاتحہ پڑھی ۔ تین روز مزار میاں میر لاہوری پر رہ کر مراجعت کی ۔

پانی پت میں آکر زیارت مزار حضرت قلندر صاحبؒ و مخدوم صاحبؒ و شاہ ولایت صاحبؒ و دیگر اولیاء سے فارغ ہو کر واپس دہلی میں تشریف لائے ۔ اوّل قیام شیش محل احاطہ شاہجہان آباد سے باہر تھا ۔ بعدہ اجمیری دروازہ کے باہر خانقاہ تیار ہوئی تھی ۔ مسجد خانقاہ کی تو کاتب نے بھی زیارت کی ہے ۔ اب جو وہاں سے نہر نکلی ہے وہ مسجد منہدم ہو گئی ہے ۔ چند قبروں کے نشان باقی ہیں ۔ آخر یہاں تک رجوعات ہوئے کہ حضرت ابو نصر معین الدین جد کلاں راقم مرید ہوئے ۔ مرید ہوتے ہی تمام روسائے شہر و شہزادگان کل حلقہ ارادت میں آگئے ۔

نقل ہے کہ ایک بار مجلس سماع میں مریدان حضرت کو وجد تھا اور حضرت بھی بے ہوش اور جام وحدت سے مدہوش تھے ۔ دو شخص بدمعاش بھی اس وقت موجود تھے ۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میاں دیکھا یہ بچہ بدعتی کس طرح ناچتا ہے ۔ اتفاقاً یہ آواز حضرت کے گوش زد ہوئی ۔ آپ نے ان کی طرف تیز نظر سے دیکھا ۔ اسی وقت وہ ناچنے لگے اور اپنے ہتھیار اور کپڑے سب قوالوں کو دے دیئے ۔ جب ہوش آیا ، حضرت کے قدموں پر سر رکھا اور بیعت کی آرزو کی ۔ آپ نے فرمایا ہم بچہ تو رقص و سماع میں ہیں تم ہم سے کیوں بیعت کرتے ہو ۔ انہوں نے عفو تقصیر چاہی اور مرید ہوگئے ۔ حضرت نے دس اشرفی اپنے پاس سے قوالوں کو دے کر ان کے کپڑے اور ہتھیار دلا دیئے ۔

نقل ہے کہ ایک شخص یار محمد نام صوفی کہ آستانہ حضرت سلطان المشائخ میں رہتے تھے ۔ وہ ایسے بیمار ہوگئے کہ زندگی کی امید منقطع ہو گئی ۔ ایک روز انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اگر مجھ میں قوت چلنے کی ہوتی تو میں فخر صاحبؒ کی

خدمت میں حاضر ہو کر شفا کے واسطے دعا کراؤں۔ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا فخر صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں یار محمد تم کو چلنے کی قوت نہ تھی۔ میں خود تمہارے پاس آگیا۔ تسلی رکھو۔ اچھے ہو جاؤ گے۔ جب سو کر اٹھے اپنے کو صحیح اور سالم پایا۔

صوفی یار محمد نے مولانا کی خدمت میں شکریہ ادا کر کے کل کیفیت عرض کی تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ برناوا شریف کے پیرزادوں میں سے ایک صاحب نے اپنے گھر میں کہا کہ اگر اب کے کسی کام کو دہلی جانا ہوا تو مولانا فخر سے بیعت کروں یا مولانا خود یہاں آجائیں تو اور بھی خوب ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ گھر سے کسی کام کو نکلے دیکھا کہ مولانا تشریف لائے دیکھتے ہی آپ کی قدمبوسی کی اور مرید ہو گئے۔ عرصہ سے آج تک مولانا نے دہلی سے باہر قدم بھی نہیں رکھا تھا پس تشریف لے جانا مولانا کا بڑا کرامت تھا۔

مشہور ہے کہ قاضی الرضا سونی پتی کہ جو دہلی سے بیس کوس ہے تپ دق میں مبتلا تھے۔ کامل نو ماہ تپ کو ہو چکے تھے۔ آثارِ زبونِ اعضا ظاہر تھے۔ چہرہ کی نظارت جاتی رہی تھی۔ پیشانی پر چین نہیں پڑتا تھا۔ براز کے ساتھ ہڈیوں کا گودا آنے لگا تھا۔ بول میں دہنیت تھی۔ الغرض تیسرا درجہ تھا۔ آخر اپنی زندگی سے مایوس ہو کر پالکی میں پڑ کر خدمت مولانا میں حاضر ہوئے اور روئے۔ مولانا نے ان پر رحم فرمایا اور گلے لگایا۔ اسی وقت ان کو شفا ہوئی۔

نقل ہے کہ امرائے شاہجہان آباد سے ایک صاحب حضرت کے مرید تھے مگر بوجہ بہکانے دشمنانِ فقرا سے ان کا اعتقاد فسخ ہو گیا تھا۔ وہ اکثر میاں سید ظفر علی ابدال شاہ کہ پہاڑ گنج میں رہتے، ان کی خدمت میں آجایا کرتے تھے۔ ایک بار سماع سننے کے بارے میں حضرت مولانا کی شکایت کی۔ سید صاحب کو نہایت ناگوار معلوم ہوا اور ان کو تیز نظر سے دیکھا کہ بے ہوش ہو کر تڑپنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر جو ملازم ان کے ہمراہ تھے ان کو پالکی میں ڈال کر مکان پر لائے۔ بہت کچھ تدارک کیا مگر کوئی کارگر نہ ہوا۔ ناچار حضرت مولانا کی خدمت میں لا کر عرض کیا کہ یہ آپ کے مرید ہیں، ان کے واسطے دعا کیجیے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ واقعہ سید ظفر علی شاہ کے مکان پر ہوا ہے اور وہ ہندوستان کے اس وقت شاہ ولایت ہیں وہیں لے جاؤ۔ میں اس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ الغرض ان کے لواحق وہاں سے ان کو سید صاحب کی خدمت میں لائے۔ سید صاحبؒ نے ان کو جو نظرِ التفات سے دیکھا فوراً شفا ہوئی۔ وہ نواب صحت پا کر چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد مولانا بھی تشریف لائے اور کیفیت اس کی دریافت کی۔ سید صاحب نے متبسم ہو کر فرمایا کہ کیا تم مجھ سے دریافت کرتے ہو۔ یہ کہہ کر کہا کہ میرا وقت وصال قریب ہے۔ تمہاری امانت جو کہ عطیہ غوث الثقلین میرے پاس ہے وہ لو اور مجھ کو رخصت دو۔ دونوں بزرگوں نے مصافحہ کیا۔ مولانا تو میانہ میں سوار ہو کر اپنے مکان پر آئے اور سید ظفر علی شاہ نے اسی شب انتقال کیا۔

ایک بزرگ درویش کہ جن کی عمر چار سو برس کی تھی اور مرید حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رح کے تھے کہ جن کا ذکر دوسرے حصۂ قادریہ میں آئے گا۔ سید محسن رسول نما کے قریب پہاڑ پر رہتے تھے۔ سید ظفر علی شاہ کو نعمت ان سے ملی تھی۔ پہلے سید ظفر علی شاہ مرید خاندان چشتیہ کے تھے۔

نقل ہے کہ دو شخص افغان ولایتی کہ جو دہلی میں طالب علمی کرتے تھے اور حضرت مولانا کے دشمن اور علانیہ بازاروں میں برا کہا کرتے اور قتل پر آمادہ تھے۔ کسی نے یہ خبر مولانا کو بھی دی۔ آپ نے سن کر کچھ خیال نہ کیا۔ چند روز اسی طرح گزر گئے۔ ایک روز عرس خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح میں مولانا بھی تشریف فرما تھے۔ مجلس خانہ میں سماع ہو رہا تھا اور حضرت نزدیک مزار پر انوار مشغول تھے۔ ان میں سے دو دشمن چھریاں لئے ہوئے منتظر وقت مزار قاضی حمید الدین پر بیٹھے تھے اور آواز بلند سے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ آخر بدیع الدین خادم آستانہ نے حضرت سے عرض کیا کہ اب تغافل نہیں ہو سکتا۔ کہاں تک ان کے سخن بد سنیں۔ یہ تو ذوق سماع میں خلل انداز ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے ان کو تیز نگاہ سے دیکھا کہ دونوں بے ہوش ہو کر چبوترے پر سے گر پڑے اور ناچنے لگے۔ آخر قدموں پر گر کر اپنا قصور معاف کرایا اور مرید ہوئے۔ چنانچہ صاحب "مناقب الفخریہ" فرماتے ہیں ؎

نگاہت دشمناں را دوست کردہ   اثر ہا در رگ و در پوست کردہ

نقل ہے کہ ایک عالم دکن سے شہرہ علم و فضل حضرت مولانا کا سن کر دہلی آئے۔ قریب خانقاہ کے ایک مسجد میں ٹھہرے۔ حضرت نے نور باطن سے ان کا آنا معلوم فرما کر اپنا شعار کر لیا کہ دونوں وقت گھر سے کھانا لے جا کر ان کو کھلاتے اور باہر بیٹھنا بالکل چھوڑ دیا۔ جب وہ مولوی خانقاہ میں آکر حضرت کو دریافت کرتے معلوم ہوتا کہ اندر گھر میں تشریف رکھتے ہیں۔ اسی طرح ان کو ہفتہ گزر گیا۔ ایک بار جو حضرت کھلانے گئے۔ ان مولوی نے کہا کہ افسوس ہے میں اتنی دور سے آیا اور مولانا صاحب رح کی زیارت سے مشرف نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کون مولانا۔ انہوں نے کہا مولانا فخر الدین صاحب۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہی عاجز ہے۔ یہ سن کر وہ روئے اور افسوس کرنے لگے کہ چودہ سو کوس کی محنت رائیگاں گئی۔ سنتا کچھ تھا دیکھا کچھ اور اپنے خادم سے کہا کہ جلدی دہلی سے چلو۔ آپ نے فرمایا کہ آج میری دعوت قبول کیجئے کل اختیار ہے اور جو پہلے میں نے خدمت کی وہ حق مسجد تھا۔

غرض جوں توں کر کے وہ ٹھہرے۔ آپ نے مکان پر آکر نقیب کو حکم دیا کہ صبح مجلس ہے۔ ایک عالم دکن سے تشریف لائے ہیں۔ کل مشائخ دہلی جمع ہوئے۔ شب گزری صبح آپ لباس درویشی سے مسند حضرت خواجہ بزرگ پر آکے بیٹھے۔ تمام مشائخ حاضر ہوئے۔ قوالی شروع ہوئی۔ آپ نے نقیب کو حکم دیا کہ فلاں مسجد میں ایک مولوی ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو حاضر کر۔ نقیب موافق امر والا کے مولوی کو ہمراہ لایا۔ جب مولوی در خانقاہ پر پہنچا سماع کی آواز آئی۔ بہت ہی خفا ہو کر اپنے دل میں کہا کہ خیر چلو۔ آج معاملہ صاف ہو جائے گا۔ پس جس وقت روبرو حضرت کے آئے

اور نظر فیض اثر ان پر پڑی فوراً خود بخود مست و مدہوش ہو کر وجد کرنے لگے۔ تمام کپڑے قوالوں کو دے دیئے۔ اس قدر شورش کی کہ مثل مردہ ہو کر پڑ گئے۔ حضرت منہ پر رومال رکھ کر تبسم فرمایا کیئے۔ آخر آپ نے کوزہ پانی طلب فرما کر اس پر دم کر کے منہ پر چھینٹا دیا۔ چونکہ وہ برہنہ ہو گئے تھے آپ نے لنگی ان کے اُوپر ڈال دی۔ جب ہوشیار ہوئے قدموں پر گرے اور عرض کی کہ جیسا سنا تھا اس سے سو حصّہ زیادہ پایا اور مرید ہو کر چند روز ہی میں مشغول ہو کر اولیائے زمانہ سے ہوئے۔ مولوی کو تنفر اس پر ہوا تھا کہ ریش مبارک خشخاشی رہتی تھی اور انگشتانِ بعض میں انگشتری رہتی تھی۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت صحن خانقاہ میں جلوہ فرما تھے اور تدریس علم میں مشغول تھے کہ ایک پٹھان چھری ہاتھ میں لے کر آیا اور بعد سلام پوچھا کہ باوجود اس فضیلت کے سماع سنتے ہو۔ اس کا کیا سبب کیا دلیل ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں قصور وار ہوں تم دُعا کرو۔ یہ سنتے ہی اُس نے حضرت پر چھری لگائی مگر زخم نہ آیا۔ چاہتا تھا کہ دوسری اور مارے کہ ایک خادم نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت نے خادم کو نظر سے منع فرمایا کہ اس کا ہاتھ چھوڑ دے اور اپنا سر اس کے آگے کر کے فرمایا کہ میں حاضر ہوں۔ اگر میرا سر کسی کے کام آ جائے تو بہتر ہے۔ پس وہ بے رحم شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

دوسرے روز وہ بدگوہر اور ہمراہیوں کو لے کر آیا۔ حضرت وقت معینہ پر تشریف فرما تھے دروازہ بند تھا اُس نے آواز دی کہ دروازہ کھولو۔ جب دروازہ کھلا وہ تینوں اندر آئے۔ حضرت نے معلوم فرمایا کہ آج ضرور بارادہ قتل آیا ہے۔ تیز نظر سے ان کی طرف دیکھا۔ وہ اسی وقت زمین پر گرے اور وجد میں آئے۔ یہاں تک کہ سر پھوٹ گیا۔ کہنی گھٹنے ٹوٹ گئے۔ جب ہوش آیا قدموں پر گرے عفو تقصیر چاہا اور بیعت کی خواستگاری کی۔ آپ نے ان کو بیعت تو نہ فرمایا مگر کچھ دے کر رخصت فرمایا۔

مشہور ہے کہ ایک بار کسی نے بیان کیا کہ اس شہر میں حرام بہت ہونے لگا ہے۔ خصوص نکھائیوں کا جو اڈہ ہے اس سے اور بھی زیادہ خرابی ہے۔ جس کے پاس دو پیسہ بھی ہوں وہ جا کر اپنا منہ کالا کر آئے۔ یہ سُن کر حضرت کو خیال آیا کہ ایسا امر ہونا چاہیئے کہ بندگانِ خدا حرام سے بچیں۔ آخر شام کے وقت سوار ہو کر نکھائیوں کے اڈہ میں آئے۔ وہ دیکھتے ہی سب جمع ہو گئیں۔ قدم بوسی کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنی جگہ پر جاؤ۔ جب وہ چلی گئیں آپ الگ الگ ہر ایک کے مکان پر گئے۔ اُن کا خرچ دریافت کیا جو جس نے کہا وہ اس کو دے کر فرمایا کہ آج فقیر تمہارا مہمان ہے۔ عرصہ دراز تک ان کو ہر روز روپیہ تقسیم فرمایا۔ آخر ایک مرید حضرت کو وہاں جانا معلوم ہوا۔ اُس نے عرض کیا وہاں جانے میں کیا بھید ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو یہ خیال آیا کہ بڑھیا جو طوائف ہیں ان کے پاس تو کوئی مالدار ہی آئے گا۔ اور یہ اڈہ ایسا ہے کہ دو پیسہ کے واسطے وہ کم بخت بھی گنہگار ہوتی ہیں اور دوسروں کو گنہگار کرتی ہیں۔

ان سے مخلوق خدا بچے تو بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ رنڈیاں سوا سو کے قریب تھیں۔ سب نے حرام سے توبہ کر کے نکاح کر لیا۔ اور جس نے سب سے پہلے اٹھ کر قدم بوسی کی تھی وہ فقیر ہو کر نبی کریم کے چبوترے پر جا بیٹھی اور سالک مجذوب ہوئی۔

نقل ہے کہ حاجی احمد خلیفہ مولانا صاحبؒ کہ مدینہ میں مسکن پذیر تھے۔ ایک روز انہوں نے عالم رویا میں مولانا کو مجلس رسول مقبولؐ میں دیکھا۔ صبح مدینہ سے روانہ ہوئے۔ دہلی میں پہنچ کر حضرت سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

صاحب مناقب الفخریہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں جو فرزند ہوتا حضرت نام رکھتے تھے۔ ایک بار فرزند تولد ہوا میں نے عرضی لکھی اس کے جواب میں مبارک باد تو لکھی مگر نام نہ لکھا۔ میں اسی وقت سمجھا کہ یہ فرزند نہ جئے گا۔ چنانچہ ایک ماہ کا ہو کر مر گیا اور نیز صاحب مناقب فخریہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک لڑکا تھا۔ تین برس کی عمر میں سماع میں اس کو وجد ہوا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا۔ میں نے عرضی لکھی۔ جواب لکھا کہ اب کے اچھا ہو جائے گا۔ دوسری بار جو بیمار ہوا جانبر نہ ہوا۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اکبر بادشاہ کے سر میں شدت سے درد تھا۔ بادشاہ نے خواجہ سرا کو خدمت مولانا میں بھیج کر عرض کرایا۔ آپ نے سر مبارک سے کلاہ اتار کر خواجہ سرا کو دی کہ یہ بادشاہ کو دے دینا۔ اس نے لا کر حضور میں پیش کی بادشاہ نے تعظیماً اس کو سر پر رکھا۔ معاً درد موقوف ہو گیا۔ اس کلاہ سے سو بار مروارید تول کر خدمت حضرت میں ارسال کئے۔ حضرت نے اسی وقت وہ طلبائے خانقاہ کو تقسیم کرا دیئے۔

ایک بار حضرت کے ہاں تقریب کسی عرس کی تھی۔ تمام امرائے شہر اور شہزادے اور مشائخ سب حاضر تھے۔ عین قوالی میں قوالوں کو بند فرما کر حافظ عبدالقادر متخلص بہ قادری کہ حضرت کے مرید تھے ارشاد فرمایا کہ قصیدہ بردہ سے کچھ پڑھو۔ انہوں نے چند بیت خوش الحانی سے پڑھے۔ تمام مجلس میں جوش و خروش پیدا ہوا۔ اسی وقت ایک مبروص آیا اس پر جو نظر فیض پڑی اسی وقت اچھا ہو گیا۔ اور مولوی محمد روشن علی و سید محمد مرزا کہ قرابتی نواب روشن الدولہ کے تھے اسی روز مرید ہوئے۔

نقل کرتے ہیں کہ حضرت مولانا انتقال سے دو برس پہلے محل سلطانی میں رونق افروز ہوئے۔ چند بیگمات مرید ہوئیں۔ چنانچہ والدہ حضرت ابوظفر بھی حضرت کی مریدہ تھیں۔ انہوں نے حضرت بہادر شاہ کو پیش کر کے مرید کرایا۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ حضرت نے کچھ پڑھ کر بہادر پر دم کیا اور بادشاہ اکبر سے فرمایا کہ اگر یہ بچہ بادشاہ کا نہ ہوتا تو میں اس کو لے کر اپنا کر لیتا۔ بادشاہ نے عرض کی اب بھی آپ ہی کا غلام ہے۔ فرمایا کہ یہ خود ہمارا ہو جائے گا۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت مولانا مجلس سماع میں روضہ حضرت سلطان المشائخ پر حاضر تھے۔ ایک نوجوان کو وجد ہوا۔ ناگاہ قوال کسی ضرورت کو اٹھ گئے، کچھ چپ ہو رہے۔ وہ نوجوان مردہ ہو گیا۔ تمام بدن سرد ہو گیا۔ تمام مجلس اس کی طرف نگراں تھے۔ اس کا باپ یہ حال دیکھ کر روتا ہوا مولانا کے روبرو آیا اور عرض کی کہ یہی ایک پسر تھا جو فوت

تھا۔ میں بھی جینا نہیں چاہتا تھا۔ حضرت نے ازراہ کرم فرمایا کہ یہ ابھی زندہ ہے تسلّی رکھو اور قوالوں کو گانے کا حکم دیا کہ یہ غزل شروع کرو۔

لب لعل تو صد جان مے دہد　　　خضر آسا آب حیواں مے دہد
مردہ گر باشم بعالم باک نیست　　　جاں بوصل خویش جاناں مے دہد

جب قوالوں نے یہ غزل شروع کی۔ تمام مجلس جوش وخروش میں آئی۔ اس نوجوان کو بھی حرکت ہوئی۔ پھر بحالت وجد زمین پر لوٹنے لگا۔ بعد تھوڑی دیر کے ہوشیار ہو گیا۔

نقل ہے مولوی مکرم کہ علمائے دہلی سے تھے سماع کے بارے میں حضرت مولانا سے بہت پرہیز رکھتے تھے ایک روز عین وقت مجلس کے بارادہ بحث آئے۔ مولانا نے نگاہِ تیز سے دیکھا کہ گویا تیر سا لگا۔ مولوی مکرم بیٹھ گئے اور وجد ہوا۔ بعدہٗ مرید ہوئے۔ ترک تدریس کر کے سلوک طریقت میں مشغول ہوئے۔ کبھی روبرو حضرت کے نعرہ ہائے عاشقانہ مارتے اور کہتے کہ اے مردمان دیکھو! رہزن دنیا اور قصاب عاشقاں مولانا فخر الدین کو کہ ایک نگاہِ تیز سے مولوی محتسب کو شہید کیا۔ حضرت ان کی ایسی مستانہ وار باتیں سن کر تبسم فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار مولانا نے ایک لڑکے کو برائے تعلیم مولوی مکرم کے سپرد کیا کہ اس کو میزان الصرف پڑھاؤ۔ اگرچہ مولوی بسبب عشق الٰہی و ولولہ طبیعت کے لائق درس و تدریس نہ رہے تھے۔ مگر حکم مرشد کو جبراً وقہراً منظور کیا۔ دو روز تو اس کو پڑھایا۔ تیسرے روز ضرب زید عمرًا کا سبق آیا۔ لڑکے نے آپ سے پوچھا کہ زید نے عمر کو کیوں مارا۔ مولوی نے فرمایا، بابا معشوقان دین عاشقانِ بے گناہ کو ناحق مارتے ہیں۔ یہ کہہ کر کتاب چاہ میں ڈالی، پگڑی پھینک دی۔ وجد میں آ کر بے ہوش ہوئے۔ یہ خبر مولانا صاحب کو ہوئی۔ فرمایا کہ مولوی کو میرے پاس لاؤ۔ جب روبرو آ کر ہوشیار ہوئے مولانا نے فرمایا کہ لفظ ضرب زید عمرًا کی کیفیت ہے عرض کی کہ حضرت بس بس دو روز بحکم عالی کے سبب سبق دیا۔ اب معاف فرمائیے۔ اگر مار ڈالنا منظور ہے تو بہتر ہے ورنہ میرا دماغ صرف پڑھانے کے لائق نہیں ہے۔ چند روز خدمتِ مولانا میں رہ کر اولیائے روزگار ہوئے

وفات حضرت مولانا فخر صاحب کی بتاریخ ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ میں بمقام شاہ جہان آباد ہوئی۔ مزار گہربار زیر مسجد آستانہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حاجت روائے خلق ہے۔ کہتے ہیں کہ جہاں مولانا کا مزار ہے یہ جگہ بہت کوتاہ تھی۔ جب جسد مبارک کو اس جگہ دفن کرنا چاہا تو ہرگز کسی کو گمان نہ تھا کہ یہاں پورا مزار ہو جائے گا مگر قدرت خدا سے مزار بھی بنا اور پاس آپ کے چھوٹے صاحبزادہ کا بھی مزار ہے اور بھی جگہ ہے۔ چچا فیروز شاہ قادری خلف شہزادہ سلیم جن کا ذکر دوسرے حصّہ میں ہوگا فرماتے ہیں کہ ایک بار بہادر شاہ بادشاہ خواجہ صاحب کے پاس مقیم تھے۔ میں بھی وہیں تھا اور موسم نہایت گرم تھا۔ شب و روز لو چلتی تھی۔ میرے ہم جلیسوں کی رائے ہوئی کہ

آج کا دن باغ محمد شاہی میں کہ باغ ناظر مشہور ہے تمام دن رہیں۔ میں اور میرے دوستوں نے باغ میں کھانا کھایا۔ جب دوپہر ہوئی تو میں اور مرزا عدو افگن بخت دونوں وہاں سے پاپیادہ چلے۔ خواصوں نے چھڑیاں کھول لیں۔ جب قریب محل سلطانی کے آئے حضور جنگلی ڈیوڑھی پر ایک کمرہ میں تشریف فرما تھے اور گردن تا سینہ کھڑکی سے باہر تھی۔ اس کمرہ کے نیچے ہی راستہ تھا۔ جب ہم نے بادشاہ کو دیکھا آداب بجالائے ڈیوڑھی پر حاضر ہوکر اپنے حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ پس حسب الحکم ہم دونوں کو باریابی ہوئی۔ پھر آداب بجالائے اور حسب اجازت بیٹھے۔ بعد مزاج پرسی کے میں نے عرض کیا کہ جناب عالی لو بہت چلتی ہے۔ یہ کھڑکی بند ہو جانی چاہیے۔ ایسا نہ ہو نصیب عدو لو لگ جائے بادشاہ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ چار روز ہوگئے کہ میں نے یہیں بیٹھے کچھ ایسا دیکھا کہ دوپہر کو میں آکر بیٹھتا ہوں۔ یہ لو مجھ کو ہوائے حسن خانہ سے بہتر معلوم ہوتی ہے۔

میں نے عرض کی کہ وہ ارشاد ہو۔ فرمایا کہ ایک روز میں اسی جگہ بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے حضرت صاحب یعنی مولانا فخر الدین رہ دونوں بزرگ ہاتھ پکڑے جھرنے کی طرف چلے آتے ہیں۔ قریب تھا کہ میں جھروکوں کی طرف سے کود دوں مگر اشارہ سے منع فرمایا۔ میں سکتہ کے عالم میں رہ گیا۔ اس روز سے دوپہر اسی جگہ گزرتی ہے۔

اور یہ معلومات اس کاتب کی ہے کہ حضرت ابوظفر کو مزارات حضرت خواجہ اور حضرت مولانا سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر خواجہ صاحب رح کی یاد میں رہا کرتے۔ آستانہ کی طرف پشت نہ کرتے تھے۔ جس امر میں مولانا صاحب کے قدموں کی قسم کھاتے تھے وہ سچی ہوتی تھی۔ جب کبھی حضرت مولانا کا ذکر آتا روتے اور حالت طاری ہو جاتی تھی۔ تصویر حضرت مولانا کی سرہانے رہتی تھی۔ بعد حضرت مولانا کے تعلیم حضرت مولانا قطب الدین فرزند اکبر حضرت مولانا سے پائی اور تمام پوتوں اور پڑپوتوں کو مولانا سے بھی بہت محبت رہی۔ بہت ادب سے پیش آتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب میاں کالے صاحب مبارک باد چاندرات یا مزاج پرسی کو تشریف لاتے تو مسند سے آدھے کھڑے ہوکر تعظیم کرتے اور برابر مسند شاہی پر بٹھاتے۔

جب میاں کالے صاحب حج کو گئے ہیں تو معرفت ریذیڈنٹ بنام رؤسائے ہند و حکام عالی قدر منجانب گورنمنٹ انگریزی فرمان جاری ہوا تھا کہ بادشاہ کے پیرزادے حج کو جاتے ہیں۔ لازم ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہو۔ چنانچہ جہاں سے گزرے وہاں سے حاکم ضلع و رئیس نے کوسوں سے پیشوائی کی۔ دعوت اور نذر و نیاز سے پیش آئے۔ اور میاں نظام الدین صاحب و میاں غلام معین الدین صاحب کہ پڑپوتے مولانا صاحب رح کے اور بادشاہ کے پوتوں سے بھی چھوٹے تھے مگر کبھی ان صاحبوں کے نام نہ لیتے تھے۔ بڑے میاں اور چھوٹے میاں فرمایا کرتے تھے۔ جملہ مریدان مولانا صاحب سے کمال محبت رکھتے تھے۔ جو درویش خاندان فخریہ کا آتا، اس سے نہایت محبت

سے ملتے تھے۔ مصافحہ کر کے روتے تھے۔ جو اس کی قسمت کا ہوتا خدمت گزاری کرتے۔ مولانا کے اکثر فضائل بیان فرماتے اور اولاد مولانا بھی اولاد بہادر شاہ پر کمال مہربان رہی۔ چنانچہ میاں کالے صاحب اس کاتب پر نہایت شفقت فرماتے اور ارشاد کیا کرتے تھے کہ محبت خداداد ہے جس قدر مجھ کو محبت غلام نظام الدین سے ہے اسی قدر احمد اختر سے ہے بلکہ ایک گنا بھی اور اس کا باعث یہ ہوا کہ جو خوردسالی میں میاں نظام الدین کی سواری کا تھا احقر کو مرحمت فرمایا تھا ایک بار فقیر بیمار تھا۔ دو ماہ اپنے مکان پر رکھا اور جب صحت ہوئی اس وقت قلعہ میں بھیجا۔

آخر کیفیت ارادت اور محبت حضرت ابوظفر کی یہ ہے کہ جب بجائے تخت کے بوریا بیٹھنے کو ملا اور رنگون میں بھیجے گئے وہاں سے بھی صدر کو ایک درخواست بھیجی تھی کہ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔ جو کچھ نقد اور سامان رنگون سے ملتا ہے یہ بھی نہیں چاہیے۔ امید ہے کہ مجھ کو بمقام مہرولی چھوڑ دیا جائے کہ وہاں میرے پیر کا مزار ہے۔ چاہتا ہوں کہ چار دن کی زندگی ہے اس مزار کی جاروب کشی میں بسر کر کے اپنے پیر کے قدموں میں دفن ہوں مگر یہ آرزو بھی پوری نہ ہوئی۔

وہ کبھی ہو گا کوئی امید بر آئے جس کی   اپنا مطلب تو نہ اک چرخ کہن سے نکلا

خلفاء حضرت مولانا کے صدہا ہوئے ہیں مگر تبرکاً چند صاحب درج ہوتے ہیں:۔

اوّل مولانا قطب الدین پسر سجادہ نشین حضرت کہ پدر بزرگوار سے کم نہ تھے۔ ۲۸۔ محرم الحرام ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی۔

۲۔ اکمل الخلفاء مولانا نور محمد صبیل مہاروی ۳۔ شاہ عبداللہ ۴۔ شاہ ظہور اللہ ۵۔ مولوی روح اللہ ۶۔ سید احمد ۷۔ شیخ شمس الدین ۸۔ مولوی بدیع الدین ۹۔ مولوی فرید الدین ۱۰۔ شیخ محمد سلیم ۱۱۔ مولوی مکرم ۱۲۔ مولوی فرید ۱۳۔ مولوی روشن ۱۴۔ فتح اللہ ۱۵۔ صوفی یار محمد اودانی قادری ۱۶۔ نواب نظام الملک غازی الدین خاں مصنف مناقب فخریہ ۱۷۔ شاہ محمد بیداد ۱۸۔ حاجی محمد واصل ۱۹۔ مولانا سید ضیاء الدین ۲۰۔ سید فخر الدین مست ۲۱۔ شیخ گل محمد ۲۲۔ حافظ سعد اللہ ۲۳۔ شاہ مراد ۲۴۔ شیخ محمد مراد ۲۵۔ شیخ امان ۲۶۔ مولوی علاؤالدین ۲۷۔ شیخ ضیاء الدین ۲۸۔ مولوی محمد صالح ۲۹۔ میاں عبدالوہاب بیکانیری ۳۰۔ حاجی احمد ۳۱۔ حاجی خدا بخش ۳۲۔ محمد غوث کیرت پوری ۳۳۔ محمد غوث فرزند ثانی کہ والد کے پہلو میں آسودہ ہیں۔ ۳۴۔ مولانا عماد الدین معروف ۳۴۔ سید میر محمد دہلوی ۳۵۔ مولانا شاہ نیاز احمد

۳۶۔ حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ آپ کی والدہ عالی سادات عظام سے تھیں۔ جب اکبر شاہ ان کے حمل میں آئے وہ جب قرآن پڑھتیں متشابہ لگتا یا کوئی لفظ غلط صادر ہوتا آپ بتاتے۔ ان کو اپنے شکم میں سے آواز آتی۔ ایک روز انہوں نے شاہ عالم سے کہا کہ میرے شکم میں کوئی جن یا کوئی بلا ہے۔ قرآن پڑھنے میں جہاں بھولتی ہوں میرے شکم سے کوئی مجھ کو بتلا دیتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ تمہارے شکم میں ولی خدا ہے۔ ان کا

شعار تھا کہ بہت کم بولتے تھے۔ اکثر اشاروں سے کام لیتے۔ تمام دن درود شریف پڑھتے۔ تہجد کی نماز کو بیدار ہو کر صبح تک ادائے نوافل میں مصروف رہتے اور مرید بھی کرتے تھے۔ شب چہار شنبہ ۷۔ رمضان بمقام کمند پور ریاست ٹیولن میں پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸۔ جمادی الثانی بمقام درگاہ قطب الدین بختیار کاکی رح انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے

خلیفہ حضرت مولانا فخر صاحب ابوظفر بہادر شاہ ثانی کہ سلسلہ چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و کبرویہ میں صاحب اجازت تھے۔ چونکہ میرے جد تھے میں قلم سے حضرت کے خوارق و کرامت لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ مگر ایام غدر کی ایک کیفیت یہ ہے کہ غدر ہوتے ہی لباس ترک کر دیا تھا۔ تخت کا بیٹھنا موقوف فرما دیا تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں خاتم النسل تیمور ہوں۔ اس کا خاتمہ میرے روبرو ہوگا۔

ایک بار میزان کے دالان میں جلوہ افروز تھے۔ حاضرین دربار سے فرمایا کہ گولہ روکتے روکتے میرے ہاتھ جل گئے جو امرائے مقربین سے تھے ان سے فرمایا میرے ہاتھ دیکھو اور سونگھو۔ بیشک ہاتھ سرخ ہو گئے تھے۔ بارود کی بُو آتی تھی۔

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیر روشن ضمیر کے مریدوں میں سے کوئی سوائے اس بدنصیب کے ایسا نہیں کہ جو منزل مقصود کو نہ پہنچا ہو۔ میں بھی امید وار ہوں کہ میرا نمبر کس وقت آئے گا۔ اگر جواں بخت ہوشیار ہو جائے تو میرا مصمم ارادہ ہے کہ میں اس نام بادشاہی کو چھوڑ کر اپنی تکمیل کروں۔ چنانچہ چھ برس رنگون رہنے سے یہ مراد پوری ہوئی رنگون میں یہ کیفیت رہی کہ حجرہ سے کم باہر آتے تھے۔ تمام دن تلاوت کرتے تھے۔ شب کو ادائے نوافل اور ذکر اسم ذات میں مشغول رہتے تھے۔

شرح گلستاں کہ جو تصوف میں لکھی ہے ایک بار طبع ہو چکی ہے۔ شاعری آپ کے دیوانوں سے ظاہر ہے۔ آپ کے نو دیوان تھے۔ دو وہ کہ جن میں ٹپہ، ٹھمری، دھرپت، ترووت، ترانہ، سرگم، خیال، چوٹی، چند، کبت وغیرہ تھے اور ہر ملک کی زبان میں تھے، غدر میں کتب خانہ کے ہمراہ غارت ہوئے۔ خط طغرائے میں بہت کچھ ایجادات کئے۔ نسخ کے خوشنویس تھے۔ اکثر کلاہ دوزی کیا کرتے تھے۔ وفات حضرت کی رنگون میں ۱۲۷۹ھ میں ہوئی۔ مشہور ہے کہ غدر سے چالیس برس پہلے غلہ کا کھانا ترک کر دیا تھا۔ آم اور نگترہ سے رغبت تھی، مگر ان کا بھی عرق چوس کر تھوڑی دیر بعد نمک کا پانی پی کر شکم کو صاف کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ نواب نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں نظام جنگ نے جو مہر نیم روز کے خطبہ میں نظم لکھی ہے اس سے رتبہ عالی ظاہر ہے۔ نظم ؎

اے کہ از رازِ نہاں آگہ   دم مزن از راہ کہ مرد راہ نہ

در تو می پرسی کہ مردِ راہ کیست   جز سراج الدین بہادر شاہ کیست

آنکہ چوں از رازِ وحدت دم زند   دفتر کون و مکاں برہم زند

آنکہ چوں شوق آسماں تازا مدش — تخت چوں رفرف بر رو انہ آیدش
عشق دارد پایۂ ہر کس نگاہ — منبر از شبلی و تخت از بادشاہ
شاہ ما دارد بہم در رہروی — خرقہ پیری و تاج خسروی
در ہزاراں مرداں مرد راہ یکے است — آدمی بسیار اما شاہ یکے است
در طریقہ رہنمائے رہرواں — در خلافت پیشوائے خسرواں
آنکہ جودنے نوا را سر دہد — نے شود نخلے کہ شبلی بر دہد
شبلی از منبر دہد آوازِ عشق — شاہِ ما بر تخت گوید رازِ عشق
آنچہ ابراہیم ادہمؒ یافت است — بعد ترکِ مسند جم یافت است
شاہی و درویشی آنجا باہم است — بادشاہِ عہد قطب عالم است
بر دعائے شاہ سخن کوتاہ باد — تا خدا باشد بہادر شاہ باد

ایضاً

محیط بخشش و کف دریا سحاب نیساں — قمر لوائی فلک خرگہہ و ستارہ سپاہ
رئیس تاجوراں خسروِ جہاں داور — دلیل راہرواں مرشد خدا آگاہ
بفیض آگہی آئین شناس سیر ملوک — بفر خسروی از رخش فزائے دولت و جاہ
دم مراقبہ صورت نمائے جوہر عقل — گہہ مشاہدہ نیرو فزائے نور نگاہ
ز حق عطیہ پذیرد چو ماہتاب زمہر — بخلق بہرہ رساند چو آفتاب بماہ

بعد انتقال حضرت کے بھی کسی نے لکھا ہے جس کا ایک شعر مجھ کو بھی یاد ہے ؎

ظاہراً گو شاہ بود باطناً درویش بود — مال و جان بر دین ولوہ گوئے سبقت رو بود

حضرت مولوی مکرم خلیفہ مولانا فخر صاحب قدس سرہ

آپ عالم بے بدل، درویش بے مثل تھے۔ ایک بار تشریف فرمائے الہ آباد ہو کر سید محمد خاں داروغہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ ایک روز مجلس سماع تھی اور آپ کو وجد تھا۔ ناگاہ قاضی الہ آباد بھی وہاں آگیا۔ مولوی مکرم کو وجد میں دیکھ کر ازراہ تمسخر کہنے لگا کہ اس مولوی کو کیا ہوا کہ اس طرح چوتڑ ہلاتا ہے۔ اسی شب کو وہ اپنے پلنگ پر سوئے تھے کہ صورت مثالی حضرت مولانا فخر کی وہاں پہنچی اور قاضی کے چوتڑ پکڑ کر زمین پر دے مارا اور فرمایا کہ اے قاضی نابکار میرے مریدوں کی نسبت ایسے کلمات بے ادبی کے زبان پر لایا۔ صبح کو جو قاضی بیدار ہوا۔ اُس کے چوتڑوں پر دنبل سخت نمودار

ہوا اور اس میں نہایت ٹیس اور چپک تھی کہ جوڑ تک نہ ہلا سکتا تھا۔ بہت تدابیر عمل میں لایا مگر سود نہ ہوا۔ آخر مولوی مکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو جرائم چاہا۔ مولوی صاحب نے رحم دلی سے ڈنبل پر ہاتھ لگایا۔ اسی وقت درد موقوف ہوا۔ آخر مولوی صاحب کی دعا سے اس کو صحت نصیب ہوئی۔

حضرت مولانا نور محمد کھیل مہاروی قدس سرّہٗ

یہ حضرت خلیفہ اعظم و مصاحب ہمدم حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے تھے۔ فقر میں عالی شان اور بلند مرتبہ رکھتے تھے اور جو مہربانی پیر روشن ضمیر کی حضرت پر تھی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی۔ ایک بار حضرت مولانا صاحبؒ نے ان کے حق میں فرمایا کہ نور محمد خلق کے تجھ سے بہت کام بڑیں گے۔ یہ سن کر آپ متعجب ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ میں ایک ناچیز ہوں حضرت ایسا فرماتے ہیں۔ آخر جیسا کہ مولانا نے فرمایا تھا اسی طرح کا ظہور ہوا کہ ہزاروں طالبانِ خدا حضرت کی توجہ سے اولیاء اور صاحب ولایت ہوئے۔ کرامات آپ کی مشہور ہیں۔ جو شخص حضرت کے روبرو آتا اس کی مافی الضمیر فوراً بیان فرماتے یہاں تک کہ مولوی غلام حسین کہ آپ کے مرید تھے آپ سے سو کوس پر ان کی وفات ہوئی۔ لوگوں نے آپ کو ان کے جنازہ کے ہمراہ دیکھا۔ یہ غلام حسین چھیلا وہنی کہلاتے تھے۔

شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ خواجہ نور محمد نے پہلے قرآن حفظ کیا۔ بعدہٗ برائے تحصیل علوم دہلی میں آئے اور مولانا کی حضوری میں شرف حاصل کیا۔ علوم ظاہری سے فارغ ہو کر ۱۱۶۵ھ میں مرید ہوئے۔ بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مشہور ہے کہ کئی بار لوگوں نے خدمت مولانا میں عرض کیا کہ نور محمد پنجابی اب تکیہ لگا کر بیٹھا ہے۔ گویا شیخ وقت ہو گیا کہ آخر مولانا نے ان کو طلب فرما کر ارشاد کیا کہ نور محمد ابھی پنجاب چلے جاؤ۔ یہاں ایک دم نہ ٹھہرو۔

آخر حسب الحکم پیر روشن ضمیر مقام مہاران عرف تاج سرور ریاست بہاولپور میں آ کر مقیم ہوئے اور تعلیم و تلقین مریدان میں مصروف ہوئے۔ مزار ان کا پاک پٹن شریف سے بجانب غرب چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ اب جو صاحب سجادہ ہیں ان سے بھی ملا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار بعد چلے جانے ان کے دہلی سے حضرت مولانا نے فرمایا تھا کہ میرے پاس ایک روٹی تھی، سو آدھی نور محمد پنجاب میں لے گیا۔ آدھی میں تم سب مرید ہو۔ میر محمدی یہ اپنے ماموں سید فتح علی شاہ صاحب کی دولت سے بھی غنی ہے اور جو اس کا حصہ میرے پاس تھا لے چکا۔

وفات حضرت کی ۳۔ ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ میں ہوئی۔ وفات کی تاریخ یہ ہے۔ ؏

حیف واویلا جہاں بے نور شد

مزار تاج سرور مہاراں شریف میں ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ حضرت قاضی محمد عاقل، حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی حضرت خواجہ نور محمد نارنولی و حافظ ملتانی و حافظ غلام حسین چھیلا وہنی۔ اور مولوی محمد مسعود جہانگی والے۔ حافظ غلام محمد

کیری والے و حافظ غلام ناصر پیش امام، سید عارف شاہ پاک پٹنی و شیخ جمال محمد چشتی قدس سرہ العزیز

حضرت مولانا ضیاء الدین جے پوری قدس سرہ

آپ خلیفہ مولانا فخر صاحبؒ کے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا نے ان کو جے پور کی طرف رخصت کیا۔ آپ جے پور کے باہر مقیم ہوئے۔ بعد چند روز کے لوگ آپ کو شہر میں لے گئے۔ اس وقت وہاں سوائے مسجد شاہی کے دوسری مسجد نہ تھی۔ اس میں راجہ کے گھوڑے بند تھے۔ پکار کر اذان کہنے کی ممانعت ہو گئی تھی۔ بعد چندے قیام کے آپ کی کرامات کا شہرہ ہوا راجہ بھی خدمت عالی میں حاضر ہونے لگا۔ ایک بار اہل ہنود کا کوئی تہوار تھا۔ شاید جنم اشٹمی تھی۔ راجہ برائے پوجا کے ٹھاکر دروازہ سے سوار ہوا۔ راستہ میں خیال آیا کہ فقیر سے بھی مل چلو۔ آخر خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ بعد تھوڑی دیر کے عرض کی کہ مرخص ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ بیٹھو۔ اس نے کہا:

"تمام شہر اوپاسا ہے یعنی روزہ سے ہے۔ جب میں پوجن کر کے اوپاس کھولوں گا تب سارا شہر پوجا کر کے اوپاس کھولے گا۔"

آپ نے فرمایا:

"ہم تمہارے ٹھاکر کو یہیں بلوا دیں گے۔ تم یہیں پوجا کر لو۔"

اس کرامت کا راجہ بھی مشتاق ہوا۔ آپ راجہ کو اس حجرہ میں لے گئے۔ فرمایا آنکھیں بند کر لو۔ جب اس نے چشم بند کر کے بعد تھوڑی دیر کے جو دیکھا اپنے ٹھاکر کی مورتی کو اپنے روبرو حاضر پایا۔ راجہ نہایت متعجب ہوا اور اس کی پوجا کی اوپری دل سے سمجھا کہ یہ کوئی شعبدہ ہے اور اپنے گلے میں سے اپنی مالا اتار کر اس بت کے گلے میں ڈال دی۔ حضرت نے راجہ سے کہا کہ پھر آنکھیں بند کر۔ الغرض پھر جب راجہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اس کو وہاں نہ پایا۔

آخر رخصت ہو کر مندر میں آیا۔ وہاں عجب کہا کہی دیکھی کہ تمام پجاری گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں۔ پوچھا کیا ہے؟ پنڈتوں نے کہا، مہاراج کی عمر دراز ہو آج ٹھاکر بیکنٹھ کو گئے تھے۔ بہت دیر سنگھاسن سے غائب رہے۔ وہاں کی نشانی بھی لائے۔ یعنی ایک مالا گلے میں پڑی ہے۔ راجہ نے جو دیکھا تو اپنی مالا مورت کے گلے میں پائی۔ پجاریوں سے کہا کہ یہ مالا ہماری جوگ ہے۔ پس وہ اپنی مالا اس کے گلے سے اتار کر اپنے گلے میں ڈالی۔ اور معمولی طور پر پوجن کر کے پھر حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں آپ کے حالات سے واقف نہ تھا۔ آپ کی خدمت کچھ بجا نہ لایا۔ اب مجھ کو اپنا نیاز مند سمجھ کر کچھ خدمت فرمایئے۔

آپ نے فرمایا کہ مہاراجہ تم کو خدا نے راجہ مہاراجہ بنا کر ملک و مال و دولت و حشمت دی۔ تم کو چاہیے اپنی کل رعایا کو ایک نگاہ سے دیکھو۔ تمہاری مسلمان رعایا کو نہ ہونے مسجد اور بانگ سے بہت تکلیف ہے۔ اس وقت راجہ نے اپنے ہمراہی

اہل کار کو حکم دیا کہ بیس ہزار کی تیاری سے ایک مسجد بنا دی جائے اور اذان کی اجازت ہو۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بہتر ہے کہ بادشاہی مسجد کہ جس میں طویلہ ہے خالی کرا دی جائے۔ راجہ نے اس روپیہ سے طویلہ تیار ہو جانے کا حکم دیا کہ ابھی وہاں سے گھوڑے نکال کر مرمت استرکاری کرا دی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا پیسہ لگا تو پھر اس میں نماز نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام خود کرا لیتا ہے۔ الغرض وہ مسجد مسلمانوں کو ملی اور اب حضرت کی طفیل سے بیس سے زیادہ مسجدیں ہیں جن میں دھڑادھڑ نمازیں ہوتی ہیں۔

ایک دوست فرماتے ہیں کہ میں اجمیر سے آتا تھا جے پور میں گاڑی ٹھہرتی ہے۔ وقت دوپہر کا تھا سخت گرمی تھی۔ ایک پالکی میں سوار ہو کر بھاگم بھاگ مولانا ضیاء الدین کے مزار پر آیا۔ جی چاہا کہ مزار کی قدم بوسی کروں مگر جب چلا تو فرش کے پتھر ایسے گرم تھے کہ پیر جھلس گئے۔ غرض جوں توں قریب پہنچا۔ جب اس سل پر پیر پڑا جو زیر تعویذ تھی بالکل یخ تھی۔ میں نے بخوبی کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی اور حضرت کے مرتبہ عالی پر عش عش کرتا ہوا پھر ریلوے سٹیشن پر آیا۔

حضرت مولانا سیّد عماد الدین میر محمدی دہلوی قدس سرہٗ

آپ ہمشیر زادہ سیّد فتح علی شاہ قادری کے اور خلیفہ اکمل حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے اور نہایت باعظمت و کرامت تھے۔ سادات عظام و رؤسائے عالی مقام دہلی سے تھے۔ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر پہلے تربیت درویشی کی اپنے ماموں سیّد فتح علی شاہ قادری سے کر کے کئی سلسلوں میں اجازت حاصل کی۔ آخر حضرت مولانا صاحب کے مرید ہو کر کار تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کر کے اُوپر تربیت شہزادگان و رئیس زادگانِ دہلی کہ جو مرید حضرت مولانا کے تھے مقرر ہوئے اور آپ کے بھی ہزاروں مرید تھے۔ ذات بابرکات سے فیض عام جاری تھا۔ سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ اوائل میں بہت سفر کئے بزرگانِ وقت سے فوائد حاصل کئے۔ جب تک حضرت مولانا حیات رہے بغیر دیکھے ان کے نہ رہ سکتے تھے۔ عاشقِ پیر تھے۔ تمام اولاد حضرت ابوظفر بہادر شاہ اور دیگر شہزادے و امراء آپ کے مرید تھے۔

چنانچہ شہزادہ سلیم خورد سال تھے چھت کے اُوپر پتنگ اڑا رہے تھے۔ حضرت نیچے دالان میں تشریف فرما تھے۔ ان کے پتنگ پر اور کئی صاحبزادوں نے پیچ ڈال دیئے۔ وہ رونے لگے۔ حضرت نے اُن کے رونے کی آواز سُن کر دالان سے باہر آئے اور پوچھا کہ میاں روتے کیوں ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے ایک پتنگ پر کتنے ہی پیچ ڈال دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہ روؤ، وہ کاٹا۔ معاً یہ فرماتے ہی جتنے پیچ پڑے تھے سب کٹ گئے۔

میں نے دیکھا کہ تا ایام غدر حضرت ظل سبحانی ہمیشہ عرس شریف میں شامل ہوتے رہے۔ وفات حضرت کی ۱۲۴۲ھ میں ہوئی مزار شاہجہان آباد میں متصل جنوبی قبر کے اپنی خانقاہ میں ہے۔ خلفاء آپ کے یہ ہیں۔ سیّد عنایت حسین ساکن کشمیری دروازہ، شاہ پیر محمد شیخ فیض اللہ، مرزا حجت بخت عم شاہ، شاہزادہ سلیم برادر شاہ، مرزا محمد روشن بخت، شیخ کاتب محمد، دارا بخت، میران شاہ پدر کاتب

شیخ اللہ بخش متوطن ساگر، صاحبزادہ لطف اللہ کہ کسی اولیاء اللہ کی اولاد سے تھے۔ مولوی رحمت علی، مولوی نجیب اللہ۔

حضرت مولانا سیّد شاہ نیاز احمد چشتی فخری نظامی خلف سیّد شاہ رحمت سرہندی

آپ اعظم اولیائے متاخرین و کبرائی خلفائے مولانا فخرالدین فخر جہاںؒ کے تھے۔ باناز و نیاز ہمراز و دمساز، در عشق و محبت جانباز و علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ رموز صوری و معنوی میں یکتائے روزگار تھے۔ طالبان خدا کو بخدا پہنچاتے تھے بارگاہ حضرت کے معدن فیوضات ربانی اور خانقاہ مطلع انوار سبحانی تھے۔ مولد شریف حضرت کا سرہند تھا۔ جب آپ کے والد کا انتقال ہوا، آپ خورد سال تھے۔

آپ کی والدہ عفیفہ روزگار تھیں۔ آپ کی پرورش فرماتی تھیں۔ بعدہٗ برائے تربیت ظاہری و باطنی حضرت مولانا فخر جہاںؒ کے سپرد کیا۔ مولانا نے آپ کی تعلیم میں نہایت کوشش کی کہ سترہ برس کی عمر میں علوم ظاہری منقول فرع اور اصول حدیث اور تفسیر اور فقہ وغیرہ سے فارغ ہوکر دستار فضیلت حاصل کی۔ اور بیعت ہوئے۔ چند سال کی کوشش میں بکمال ولائت باطنی فائز ہوئے۔ بعد عطائے خرقہ خلافت پیش گاہ پیر مرشد سے بخطہ بانس بریلی اور مردمان کابل پہنچ کر ہدایت خلق میں مشغول ہوگئے۔ ہزار آدمی سلسلہ ارادت میں آئے اور مردمان قابل و قندھار و بدخشاں و شیراز و فارس و عرب و شام و روم و کوہ قاف آ آکر مستفیض ہوئے اور خلفائے حضرت ہر چہار سمت عالم میں مامور ہوئے۔

مشہور ہے کہ حضرت سیّد عبداللہ بغدادی قادری گیلانی کہ اولاد سے حضرت غوث اعظم کی تھے دہلی میں تشریف لائے بمقام جامع مسجد مجمع عام میں حضرت مولانا فخرالدین سے کہا کہ چندے نیاز احمد کو مجھے دے دیجئے کہ ہندوستان میں اسی کے واسطے آیا ہوں۔ جو امانت اس کی ہے اُس کو دے دوں۔ اور حسب الحکم حضرت غوث پاکؒ کے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کروں۔ دوسرا کام نہیں ہے۔ حضرت مولانا نے ان کا فرمان قبول کیا۔

آپ بمقام رامپور تشریف لے جاکر ان کے بھی مرید ہوئے اور نعمت ہائے قادریہ سے مشرف ہوئے۔ خوارق اور کرامات حضرت کی بہت مشہور ہیں۔ بالکل قدم بقدم حضرت مولانا کے تھے۔ دیوانِ نیاز آپ کی تصنیفات سے مرغوب طبع آصفیہ ہے۔ اُردو فارسی دونوں زبانوں میں عمدہ اشعار حقائق اور معرفت میں فرماتے تھے۔ ولادت حضرت بمقام سرہند ۱۱۴۳ھ میں ہوئی اور وفات حضرت کی بانس بریلی بتاریخ ۶۔ جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار اور گھر بار بریلی میں حاجت روائے مطلق ہے۔

حضرت مخدوم زادہ شیخ یار علی شاہ کیرانوی صابری چشتی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے حضرت شیخ جلال الدین کبیر اولیاء پانی پتی کے تھے۔ بڑے صاحب عظمت و جلال اور باکمال گزرے

ہیں اور بہت سے خوارق آپ سے ظاہر ہوئے ہیں البتہ آپ کے وقت میں کچھ اہل کیرانہ آپ سے رجوع کر گئے تھے۔ بعد انتقال کے آپ پھر ہیئت اصلی پر آگئے۔ مزار آپ کا کیرانہ میں آپ کی ہی بیٹھک، جو شاہ جی بیٹھک نواب دروازہ مشہور ہے میں ہے۔

حضرت سید علیم اللہ بن سید عتیق اللہ چشتی جالندھری قدس سرہ

آپ خلیفہ شاہ ابوالمعالی کے اور عالم ظاہری و باطنی تھے۔ انہار الاسرار و شرح بوستان سعدی و نزہتہ السالکین و شرح اخلاق ناصری زبدۃ الروایات و نثر الجواہر فارسی ترجمہ الدر المرجان عربی مولفہ مرزا خان برکی محدث آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ آپ خورد سالی میں شاہ ابوالمعالی صابری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل سید میراں بھیکہ سے کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ تمام عمر تلقین اور تعلیم بسر کی۔

نقل ہے کہ آدینہ بیگ خاں فوجدار دوآبہ جالندھر نے صدیق بیگ کو قصبہ نور محل کا حاکم کیا۔ اس نے ایک سید کی ملک ضبط کر کے تیس روپے طلب کئے۔ وہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے ایک خط سفارشی صدیق بیگ کو لکھا۔ اس نے سفارش نامنظور کی اور کلمات ناشائستہ زبان پر لایا۔ قدرتِ خدا سے دوسرے ہی روز صدیق خاں کو آدینہ بیگ خاں نے بلا کر قید کیا اور تیس ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔

آپ کے حالات اسرار العلم میں شرح وار لکھے ہیں۔ ولادت حضرت کی ۲۳۔ جمادی الآخر سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوئی۔ وفات ۱۶ صفر سنہ ۱۲۰۳ھ میں بمقام جالندھر ہی ہوئی۔ دروازہ پر آفتاب چشتیہ مادہ تاریخ وفات کندہ ہے۔

حضرت سید علی شاہ چشتی جالندھری قدس سرہ

آپ خلیفہ سید علیم اللہ کے تھے اور صاحب سجادہ بھی ہوئے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۲۱۴ھ میں ہوئی۔ رضی اللہ عنہ آپ کا مادہ تاریخ ہے کہ جو غلام رسول ساکن ٹانڈہ نے نکالا کہ آپ کے مریدوں میں سے تھے۔

حضرت شیخ محمد سعید چشتی جالندھری قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ سید علیم اللہ کے تھے۔ قصبہ راہوں دوآبہ جالندھر میں رہتے تھے۔ ذات جامع الکمالات تھی علوم ظاہری اور باطنی کے خوب ماہر تھے۔ تمام عمر تعلیم و تلقین میں مصروف رہے۔

وفات حضرت کی ۹۔ ذوالحجہ سنہ ۱۲۲۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد سعید صابری شرقپوری لاہوری قدس سرہٗ

آپ قوم سے نومسلم تھے اور خوجہ قوم کا جو مشہور ہے پیشہ آبائی کرتے تھے۔ بعض وقت غلّہ ایک جگہ سے لے جا کر دوسری جگہ فروخت کرتے تھے۔ کبھی دیہہ سے غلّہ بیل پر لاد کر لاہور میں لاتے اور فروخت کر کے اس کے نفع میں گزر کرتے۔ ایک بار غلّہ لے جاتے تھے۔ دریائے راوی اتر کر جب موضع نیاز بیگ بر قریب مدرسہ کہنہ کے آئے بیل کا پیر اُلجھا۔ وہ گر پڑا۔ پاؤں ٹوٹ گیا۔ غلّہ کی گون گر پڑی۔ جو آپ کے ہمراہی تھے ان سے ہر چند کہا کہ تم اس بار کو تقسیم کر کے اپنے بیلوں پر رکھو مگر وہ نہ مانے۔ وہ بسبب خوف سکھوں کے وہاں سے چلے گئے۔ یہ وہیں رہے۔ الغرض جو دن باقی تھا وہ تمام ہوا۔ شب اندھیری تھی۔ آپ نے درگاہ پروردگار عالم مستجاب الدعوات میں دُعا کی کہ الٰہی صبر کر کہ یہ غلّہ سلامت لاہور میں پہنچ جائے۔

جب نصف شب گزری ایک سوار دُور سے پیدا ہوا۔ جب وہ نزدیک آیا اُس نے سخت آواز دی کہ تو کون ہے جو اس ویرانہ میں اندھیری رات ہے غلّہ لئے پڑا ہے۔ میرے پاس آ۔ یہ سمجھے کہ کوئی رہزن ہے لوٹنے آیا ہے۔ زمی سے جواب دیا کہ میں غریب مسافر مزدور ہوں۔ میرا نام سعید ہے۔ میرے پاس سوائے اس غلّہ کے کچھ نہیں۔ ایک بیل تھا سو وہ لنگڑا پڑا ہے اس سوار نے فرمایا کہ گون غلّہ کی میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیل بیکار ہے۔ مجھ اکیلے سے گون اٹھ نہیں سکتی سوار نے فرمایا کہ لنگڑا نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس کے بیکار ہونے کی وجہ سے یہاں پڑا رہا اور ہمراہی چلے گئے۔ سوار نے فرمایا کہ اس کو کھڑا کر۔ ذرا انہوں نے بیل کو سہارا دیا وہ کھڑا ہو گیا۔ پھر بالکل درست تھا۔ اب انہوں نے جانا کہ یہ امداد غیبی ہے اور یہ سوار رہزن نہیں ہے بلکہ رہنما ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ گون بھاری ہے۔ میں تنہا نہیں اٹھا سکتا۔ وہ سوار نزدیک آیا اور نوک بھالا سے اٹھا دی۔

انہوں نے یہ کرامت سوار کی دیکھ کر اُس کے قدم پکڑ کر عرض کیا کہ میں آپ کی زیارت سے تو مسرور ہوا مگر اپنا اسم مبارک بھی فرمایئے۔ میرا خاص مطلب یہ ہے کہ دنیا سے بے پرواہ ہو جاؤں۔ سوار نے فرمایا تجھ کو اس سے کیا کام ہے۔ جا اپنا راستہ لے۔ یہ بہت روئے اور عجز سے پیش آئے۔ تب سوار نے کہا کہ میں علی ہوں بحکم پروردگار تیری مدد کو آیا ہوں۔ جا تجھ کو خدا رسیدہ کیا۔ یہ فرما کر نظر سے غائب ہو گئے۔ سعید واپس شرقپور میں آئے اور جو کچھ گھر میں تھا راہ مولا میں دے کر ریاضت اور محنت میں مشغول ہوئے اور سلسلہ صابریہ میں مرید ہو کر اولیائے روزگار سے ہوئے۔ یعنی شیخ محمد سعید بن محمد باقر شرقپوری مرید شاہ مراد ملتانی کے وہ مرید شیخ جیو شاہ گجراتی کے وہ مرید شیخ زکریا ددی کے وہ مرید حاجی قطب ددی کے وہ مرید شاہ درگاہی لاہور کے وہ مرید شیخ ابو سعید گنگوہی کے۔

ایک بار آپ خربزہ لاد کر لاہور کے بازار لا کر دکان نیگر پر فروخت کرنے لگے۔ نیگر کے دل میں خطرہ گزرا کہ ایسا نہ

ہو کہ کوئی تخم وغیرہ نیل کے ماٹ میں جا پڑے اور وہ خراب ہو جائے۔ اس سے بہتر ہے میں ان کو یہاں سے اٹھا دوں۔ آپ نے نور باطن سے اس کا خطرہ معلوم کر کے کل خربزہ باقیماندہ اس کے ماٹ میں ڈال کر فرمایا کہ تیری زندگی تک اب اس ماٹ میں نیل ڈالنے کی حاجت نہ ہوگی۔ جتنا چاہے رنگ۔ چنانچہ بارہ برس تک وہ ماٹ رنگین رہا۔ کبھی نیل ڈالنے کی حاجت نہ ہوئی۔ اس قسم کی ہزاروں کرامات مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۴ھ میں ہوئی۔ مزار شریف قصور میں ہے۔ مادہ تاریخ لفظ دریغ مزار پر کندہ ہے۔

حضرت شیخ خیرالدین خیر شاہ چشتی لاہوری قدس سرہ

آپ مشہور شاعر پنجاب میں ہوئے بارماسہ آپ کا مشہور ہے۔ اور مرید شیخ سلیم لاہوری کے تھے۔ سماع میں وجد بہت ہوتا تھا۔ اور لنگر جاری تھا۔ اس میں فقیر اور غنی کی خصوصیت نہ تھی۔ وفات حضرت کی ۱۹۔ ذوالحجہ ۱۳۲۸ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں مرجع خاص وعام ہے۔

حضرت شیخ محمد سالم روپڑی قدس سرہ

آپ خلیفہ اکمل بندگی شاہ میراں بھیکہ کے تھے۔ عجائب حال وغرائب اطوار، عالم، علم معرفت، تربیت مریداں میں یگانہ عصر تھے۔ سماع سے بہت حظ اٹھاتے تھے۔ رجوعات وفتوحات بکثرت تھے۔ ہزاروں مرید تھے۔ ہر روز ذکر اسم ذات جہر کے سات سوا لاکھ کیا کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۳۔ ذوالحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار روپڑ میں ہے۔

حضرت سید محمد اعظم روپڑی قدس سرہ

آپ خلیفہ وصاحب سجادہ شیخ محمد سالم روپڑی کے تھے۔ اور فرزند بھی تھے۔ آپ کو ایسا جذب تھا کہ نظر فیض اثر جس پر پڑتی وہ خدا رسیدہ ہو جاتا تھا۔ ایک بار آپ گھوڑے پر سوار روپڑ سے دوسرے گاؤں میں جاتے تھے کہ رہزنوں نے گھیرا اور گھوڑا لینا چاہا۔ آپ کمال حلم سے پیش آئے اور فرمایا کہ یہ گھوڑی جس پر سوار ہوں دبلی اور کم قیمت ہے۔ دوسری گھوڑی میرے مکان پر موجود ہے۔ وہ اس سے نہایت بہتر ہے۔ اگر اس وقت ٹھہرو تو میں وہ گھوڑی لا کر تم کو دوں۔ یہ فرما کر مکان پر گئے اور وہ بیش قیمت گھوڑی رہزنوں کو دے دی۔ وہ لے کر اپنے مقام پر گئے۔ دوسرے روز تمام مرد وزن ان کے آ کر تائب ہوئے۔ اور حضرت کی گھوڑی اور ایک دوسری لا کر نذر کیں۔ وفات ۱۹۔ ربیع الاول ۱۲۰۳ھ میں ہوئی۔ مزار روپڑ میں ہے۔

حضرت شاہ لبصیر کو کہ ذکر اللہ صابری چشتی قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ محمود دہلوی چشتی صابری کے تھے۔ زہد وتقویٰ سے آراستہ مجاہدہ اللہ شیر صورت باعظمت وہیبت

تھے۔ عاشق سماع و وجد تربیت یافتہ روحانیت حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ذکر اسم جہر کے ساتھ بہت کرتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بہت متنفر تھے۔ نام پاک حضرت مخدوم علی احمد صابر چشتی کلیر کے عاشق تھے۔ تربیت مریدوں میں یگانہ روزگار تھے۔ وفات حضرت کی ۷۔ ذوالحجہ ۱۲۰۰ھ ہیں۔

حضرت سادات شاہ غلام چشتی صابری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ نصیر کوکہ ذکر اللہ کے تھے۔ فقر میں شان عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے۔ سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادہ سید صابر علی شاہ اور دوسرے صاحبزادہ نے خوردسالی میں انتقال کیا۔ آپ کی مجلس سماع میں کل حاضرین پر حالت طاری ہوتی تھی۔ حالتِ وجد میں قوالوں کو بہت داد و دہش فرماتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۱۱ھ میں ہوئی۔

حضرت بندگی سید صابر شاہ معروف میاں صابر بخش چشتی دہلوی صابری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اکمل و صاحب سجادہ بندگی شاہ غلام سادات کے تھے۔ بیان کرامت حضرت کا احاطہ تحریر سے افزوں ہے کل امرائے دہلی شاہ و شاہزادگان ذات بابرکات سے معتقد تھے۔ حضرت نہایت مخیر تھے۔ فتوحات کو کم قبول فرماتے تھے غربا سے نہایت محبت تھی۔ کوئی کیسا ہی آسیب زدہ حضرت کے روبرو جاتا حضرت کی صورت دیکھتے ہی اس کا آسیب بھاگ جاتا تھا۔ آپ کے نفس پاک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر بخشی تھی کہ کیسا ہی سخت مریض ہوتا جہاں حضرت سے دو چار دن دم کرایا اس کو صحت ہوئی۔ ہزاروں گھر آپ کی رعایا تھے۔ ہر شخص کو رعایا سے مثل فرزندوں سے پرورش فرماتے وفات حضرت کی بتاریخ ۱۱۔ ربیع الاول ۱۲۲۳ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں اندرونِ شہر ہے۔

حضرت سید میر عبداللہ شاہ قدس سرہٗ

آپ خلیفہ و پسر صاحب سجادہ سید صابر کے تھے۔ نہایت بابرکت و صالح اور عابد تھے۔ حضرت کا زہد اور عبادت آپ کی زیارت سے اہل نظر کو معلوم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ بوجہ صلاحیت اور عبادت کے بادشاہ بھی اعزاز کرتے تھے تمام شہر دہلی حضرت سے معتقد تھا۔ حکام یورپین بھی اعزاز کرتے تھے۔ پیرزادگان میں یگانہ عصر تھے۔ اوائل سے تا آخر فقر از بسر فرمایا۔ اگر حضرت کو سراج دہلی، فخر دہلی، برکات دہلی جو کہیں بجا ہے۔ مجھ کو بچپن سے حضرت کی خدمت میں نیاز اور حضرت کو مجھ پر شفقت تھی۔ وفات حضرت کی بتاریخ ۲۳۔ شعبان ۱۲۸۱ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں قریب مزار والد کے اندرونی خانقاہ ہے۔

حضرت مولانا قاضی محمد عاقل چشتی فخر نظامی قدس اللہ سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ کلاں مولانا نور محمد بسیل مہاروی کے تھے۔ کوٹ مٹھن میں پیدا ہوئے اور سات آٹھ برس کی عمر میں حافظ کلام اللہ ہوئے اور چند سال محنت کر کے تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر دستار فضیلت حاصل کی۔ بعدہٗ مولانا نور محمد سے بیعت کر کے ریاضت شاقہ اور زہد میں مشغول ہوئے۔ چند روز میں کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ تمام دن تعلیم طلباء علم دین میں مصروف رہتے۔ آدھی رات تک طالبانِ حق کو تعلیم فرماتے۔ بعد آدھی رات کے ذکر اسم ذات میں مشغول رہتے حضرت کے مدرسہ سے شریعت اور طریقت میں ہزاروں کامل ہو کر نکلے۔ ان میں سے جو اولیاء اور صاحب اجازت ہوئے وہ یہ ہیں:-

اوّل۔ مولانا قاضی خواجہ خدا بخش پسر حضرت۔ دوئم۔ مولوی سلطان محمد

تیسرے۔ مولوی عبداللہ چوتھے۔ شیخ شرف الدین

پانچویں۔ شاہ محمد اعظم کہ اولاد سے مخدوم جہانیاں کے تھے۔

چھٹے۔ جان محمد ساکن اُچ شریف ساتویں۔ مولوی خواجہ تاج محمد صاحب

آٹھویں۔ خواجہ محمود نبیرہ اکبر مولانا نور محمد صاحب نویں۔ خواجہ گل محمد احمد پوری

دسویں۔ حاجی نصرت گیارھویں۔ میاں نور محمد

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے خلیفہ ہوئے۔ وفات اس ذات جامع الحسنات حامی دین متین پیشوائے اہل الیقین کی ۸۔ ماہ رجب المرجب ۱۲۲۹ھ میں ہوئی۔ مزار گھر بار کوٹ مٹھن میں زیارت گاہ مریداں ہے۔ مادہ تاریخ اس بادشاہ شریعت شہنشاہ طریقت کا یہ ہے ؎

روز ہشتم بود از ماہِ رجب کز جہاں نورِ جہاں شد محتجب

حضرت مولانا خواجہ قاضی خدا بخش ابن قاضی محمد عاقل کوٹ مٹھن قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ اعظم فرزند مکرم قاضی محمد عاقل کے تھے۔ یہ مادر زاد ولی تھے۔ خوارق اور کرامات طفولیت سے ظاہر ہونے لگے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار تھے۔ اور تربیت مریداں میں شہرہ آفاق تھے۔ نظر فیض اثر جس پر پڑتی تھی فوراً اس کے دل میں محبت الٰہی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور باسخا اور عطا تھے۔ باوجود آمدنی املاک جدی اور فتوحات بغایت کے ترک اور تجرید کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے۔ فتوحات اور آمدنی ذاتی کو لقمہ مساکین فرماتے اور خرقہ خلافت بہت کم کیا ہے۔ چنانچہ چھ حضرات کو کہ جو اس مرتبہ عالیہ کو پہنچ گئے تھے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو جب تک شہود ذات

میسر نہ ہو قابل عطائے خرقہ خلافت کے نہیں ہوتا۔ جن حضرات کو خرقہ خلافت عطا فرمایا وہ یہ ہیں۔ مولانا شاہ غلام فخرالدین فخر جہاں اوحدی، خواجہ نصیر بخش مہاروی و خواجہ نور حسن بن خواجہ نور محمد ثانی و مخدوم کرم حیدر ساکن اوچ، مولوی غلام کبریا۔ وفات حضرت کی ۸۔ ذوالحجہ شب جمعہ ۱۲۶۹ھ بمقام چاچڑاں شریف ریاست بہاولپور میں ہوئی۔ مزار پُر انوار بمقام کوٹ مٹھن زیارت گاہ خلائق و حاجت روائے مریداں ہے۔

حضرت مولانا خواجہ فخر جہاں قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم و فرزند معظم خواجہ خدابخش کے تھے اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ فقر میں رتبہ بلند رکھتے تھے۔ نظریہ توحید میں یگانہ عصر تھے۔ جمال یوسفی، کمال موسوی، خلق محمدی حاصل تھا۔ اپنے کمال ولایت کو تا مقدور چھپاتے تھے۔ فتوحات بھی بہت تھا۔ عبادات اس طرح فرماتے کہ کسی کو آگاہی نہ ہو۔ شہرت کو کم پسند فرماتے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ دنیا بُرا کہے خواہ بھلا کہے اس کا کچھ خیال نہ کرنا چاہیے۔ پروردگار عالم سے معاملہ سچا رہے۔ اوّل اوّل سلطان الاذکار فرماتے تھے۔ بعدہٗ شہود حق میں مستغرق ہو گئے تھے۔ حضرت بروز دوشنبہ بمقام چاچڑاں شریف تولد ہوئے اور ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۸ھ میں وفات پائی۔ مزار پُر انوار کوٹ مٹھن میں حاجت روائے خلق ہے۔ آپ کے بعد آپ کے برادر حقیقی حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فرید کہ بے شک اس وقت فرید عصر اور مقتدائے مشائخ ہیں، زیب مسند خواجگان چشت ہوئے۔ یہ حضرت ماہ ذیقعد ۱۲۶۱ھ میں تولد ہوئے۔ بیتے

زہے گوہر خاندان فرید درے باہمی قدر و عزت مرید

اس بیت سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی آپ کے والد خدابخش قدس سرہٗ نے انتقال کیا۔ آپ کے برادر کلاں خواجہ مولانا فخرالدین فخر جہاںؒ نے آپ کو مثل فرزند پرورش فرمایا اور شب و روز آپ کی تربیت میں مصروف رہے۔ اوّل قرآن حفظ کیا اور چند روز میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر اپنے برادر کلاں سے بیعت کر کے ریاضت شاقہ اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت پایا۔ آخر صاحب سجادہ ہوئے اللہ تعالیٰ ذات ستودہ صفات کو سلامت رکھے کہ اس وقت میں حضرت یادگار سلطان المشائخ ہیں اور اخراجات میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کا نمونہ ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں دوسرا فقیر یا امیر ایسا سخی نہیں ہے کہ آپ کے نزدیک اشرفی اور پیسہ، سونا، چاندی، اینٹ پتھر سب برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ سیر چشمی دی ہے کہ جو سائل پہنچ جاتا ہے سینکڑوں ہزاروں دیتے ہیں۔

میں بھی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ برخوردار محمود شاہ جامع سلاسل فخریہ کا غلام ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہر وقت حضرت کو استغراق رہتا ہے۔ میں نے بہت سیاحت کی۔ اکثر درویشوں کی زیارت سے مشرف ہوا، مگر حضرت شاہ غلام فریدؒ

صاحب کے منقالات وہ پائے کہ جن کا بیان کرنا اسرارِ الٰہی کا فاش کرنا ہے۔ مگر جی چاہتا ہے کہ بعد تحریر اس مجموعہ کے حضرت کے حالات ریاضات ومقامات کہ جو طے فرما چکے ہیں کہ خوارق وکرامات اور کلمات طیبات جمع کر کے سعادت حاصل کروں گا۔ خلفاء حضرت کے یہ ہیں:

۱۔ حضرت صاحبزادہ مولانا خواجہ محمد بخش صاحب کہ خورد سالی سے عبادت کا شوق تھا۔

۲۔ مخدوم سید ولایت شاہ ساکن درج۔

۳۔ صاحبزادہ میاں فضل حق ومیاں نصیر بخش صاحبان مہاروی۔

۴۔ نواب والیٔ ریاست بہاول پور سلمہ تعالیٰ اللہ۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی فخری نظامی
قدس اللہ سرہ العزیز

آپ خلیفہ نامدار واحباب باوقار خواجہ نور محمد چشتی مہاروی کے تھے۔ کشف وکرامات زہد وریاضت وعبادت وعشق ومحبت الٰہی میں شرق سے غرب اور جنوب سے شمال تک مشہور تھے۔ پہلے وطن آپ کا گرگوجی کہ ایک پہاڑی مقام ہے تھا۔ ہوشیار ہوئے۔ کوٹ مٹھن میں مدرسہ قاضی محمد عالم صاحب میں تحصیل علوم ظاہری فرمائی۔ اس عرصہ میں شیخ نور محمد صاحبؒ مع خلفاء اور دیگر مشائخ کوٹ مٹھن میں تشریف لائے۔ اور خانقاہ مخدوم میں ٹھہرے۔ خواجہ سلیمان مجذوب جاذب حقیقی وہاں پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ کئی برس بحضور پیر مرشد رہ کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور حسب الامر پیر روشن ضمیر تونسہ شریف میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔

آپ کے مرید لاتعداد اور خلیفہ بے انداز ہوئے۔ ہر چہار سمت عالم میں پہنچ کر فیضان فخریہ جاری کیا اور ایک لاکھ کافروں کو مسلمان فرمایا۔ بعدہٗ برائے زیارت مزار خواجگان چشت وارد ہندوستان ہو کر میرے جد ابو ظفر کے ہمراہ مزارات دہلی کی زیارت کی۔ بعدہٗ اجمیر شریف کی زیارت سے مشرف ہو کر تونسہ کو مراجعت فرمائی۔ مناقب المحبوبین وغیرہ کتاب دیکھنے سے آپ کے کمالات ظاہر ہو سکتے ہیں اور مشہور ہیں۔

نقل ہے کہ آپ کے وطن میں ایک مجذوب رہتے تھے۔ جب آپ حمل مادر میں تھے اور آپ کی والدہ گھر سے

باہر آتیں۔ وہ مجذوب آپ کی والدہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اہل دیہہ نے ان کی طرف گمان فاسد کرکے ان کو تکلیف دینا چاہی۔ اوّل ان سے سبب پوچھا کہ اس عورت کو دیکھ کر تم کیوں کھڑے ہوتے ہو۔ کیا ارادہ ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اس عورت سے مجھ کو کیا علاقہ ہے۔ اس کے شکم میں بادشاہ دین و دنیا ہے۔ میں اس کی تعظیم کو کھڑا ہوتا ہوں۔

نقل ہے کہ ایک بار بعد ادائے نماز ظہر حجرہ شریف میں وظیفہ ادا کر رہے تھے۔ ایک عورت روتی ہوئی آئی۔ اور عرض کیا کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ مر گیا۔ اب میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ صبر کر۔ آپ کے خادم کو ضعیفہ کے رونے پر رحم آیا۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت ایک بیماری سکتہ کی ہوتی ہے۔ اگر از راہ کرم حضور چل کر ملاحظہ فرمائیں تو تسلّی ہو جائے۔ یہ سُن کر حضرت اس ضعیفہ کے مکان پر آئے۔ اس کا پسر مُردہ پڑا تھا۔ اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو مُردہ معلوم ہوتا ہے۔ خادم نے عرض کی کہ سکتہ بھی مشابہ موت کے ہوتا ہے۔ حضور نبض ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ناڑی بھی نہیں ہے۔ پھر خادم نے عرض کیا کہ غور سے ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی توجہ قلبی اس طرف ہوتے ہی قدرت خدا کی اس کی نبض کو حرکت ہوئی۔ فرمایا کہ چلتی تو ہے۔ اس خادم نے کہا کہ پھر غور سے دیکھئے۔ دوسری بار توجہ اس طرف ہوئی۔ بخوبی نبض کودنے لگی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس عورت نے اس لڑکے کو لا کر حضرت کی نذر کیا۔ آپ نے پانی بھرنے کی خدمت اس کے سپرد کی۔ وہ بہت جیا۔

نقل ہے کہ ایک ولائتی آپ کا معتقد اور سوداگر تھا۔ جب وہ ہندوستان سے مال فروخت کر کے واپس جاتا حضور کی زیارت سے مشرف ہوتا۔ بہت کچھ پیش کش کرتا۔ ایک بار وہ بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے بہت فتوح ہوا۔ اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ یہ لنگر خانہ اور داد و دہش جو ہے ہم دنیا داروں کے باعث ہے۔ اگر ہم کچھ نہ دیں تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر حضرت سُلطان المشائخؒ اور سُلطان غیاث الدّین کی وہ نقل بیان کی جب سُلطان نے ممانعت کی تھی کہ کوئی ہمارا ملازم وہاں نہ جائے نہ کچھ لے جائے۔ اس پر حضرت سُلطان المشائخؒ نے حکم دیا تھا کہ آج سے دونا خرچ کرو۔ جو درکار ہو طاق حجرہ میں سے لے لیا کرو۔ اور اس سوداگر سے فرمایا کہ حجرہ میں سے ہمارا مصلّیٰ اٹھا لا۔ وہ حسب الحکم حجرہ میں گیا۔ جس وقت جانماز اٹھائی دیکھا کہ اُس کے نیچے دریا کی تین دھاریں چلی جاتی ہیں۔ ایک اشرفی کی، ایک روپیہ کی، ایک میں جواہرات بہتے چلے جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس کو ہیبت ہوئی، جانماز ہاتھ سے گر گئی لرزتا ہوا آکر قدموں پر گر کر عفو تقصیر چاہا۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ جو مردانِ خدا ہیں وہ سوائے خدا کے کسی کے محتاج نہیں۔ یہ جو آتا ہے یہ اسباب ظاہری ہے اور اس کو منع فرمایا کہ اس بات کی شہرت نہ ہو۔

جب وہ سوداگر بار دیگر ہندوستان میں آیا دہلی پہنچ کر برائے ملاحظہ شاہ اپنی اشیاء لایا اور یہ کرامت حضرت کی بچشم خود دیدہ بیان کی۔ میں نے یہ نقل زبانی شاہ کے سُنی۔ وفات حضرت کی ۷ صفر بروز پنجشنبہ بعمر ایک صد سال

سنہ ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔ مزار پُرانوار سنگھر ور شریف میں حاجت روائے خلق ہے۔

خلفاء اگرچہ حضرت کے ہزار در ہزار تمام ملک میں ہیں۔ مگر چند صاحب تبرکاً تحریر ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ اللہ بخش سلمہ اللہ تعالیٰ کہ حضرت کے صاحب سجادہ اور جنید وقت شیخ المشائخ ہیں۔ میں نے بھی حضرت کی زیارت کی ہے۔ دوسرے شیخ محمد یار و حافظ محمد علی خیر آبادی و مولوی محمد علی و میاں عبداللہ شاہ کہ ان کے مریدوں میں سے حاجی نعمت اللہ صاحب غنیمت ہیں۔

حضرت مولانا غلام نصیر الدین معروف کالے صاحب دہلوی قدس سرہٗ

آپ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ زہد و تقویٰ میں یگانہ عصر۔ اوّل اوّل کسوت غنا میں اپنے حال کو پوشیدہ رکھا۔ بعدہٗ چندے تونسہ شریف میں حضرت شاہ سلیمان صاحب سے ہم صحبت رہے۔ کم بولتے اور نہایت شب زور تھے۔ مرید اور خلیفہ اپنے والد کے تھے۔ وفات حضرت کی ماہ صفر سنہ ۱۲۶۲ھ میں ہوئی۔ مزار قطب میں ہے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند کلاں مولانا نظام الدین صاحب سجادہ ہوئے۔ ۲۱۔ شوال سنہ ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔ مزار قطب میں ہے۔ آپ کے بعد آپ کے برادر خورد میاں معین الدین صاحب سجادہ ہوئے۔ ۲۷۔ صفر سنہ ۱۳۰۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے برادر میاں کمال الدین سلمہ اللہ تعالیٰ صاحب سجادہ ہوئے۔ اورنگ آباد میں آسودہ ہیں۔

حضرت شیخ حاجی رمضان چشتی لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ خواجہ سلیمان چشتی کے تھے اور عالم اور صائم الدہر عابد، زاہد، خلیق و مجرد از خلق و واصل بحق ہمیشہ مسجد میں مشغول رہتے۔ حالت فقر اور تجرید سے گزارتے تھے۔ سماع میں آپ کو بہت اضطراب ہوتا تھا اور مستجاب الدعوات تھے۔ زیارت حرمین الشریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ ماہ رمضان سنہ ۱۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۔ رمضان سنہ ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی۔ مزار شیخ محمد طاہر لاہوری کے متصل ہے۔

حضرت بندگی حافظ موسیٰ چشتی صابری مانکپوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ بندگی سید محمد اعظم روپڑی کے تھے۔ اوائل میں آپ کی دو زوجہ تھیں۔ پہلے لوہے کو صیقل فرماتے تھے آخر میں قلوب انسان کو صیقل کیا۔ سبحان اللہ! کیا اسرار الٰہی تھا۔ پس جب مجاذب حقیقی نے اپنی طرف کھینچا دونوں بیویوں کو طلاق دے کر تارک الدنیا ہو کر سید محمد اعظم روپڑی کی خدمت میں بیعت کر کے بحق مشغول ہوئے۔ بعد تکمیل کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور ایک مدت روپڑ اور بہلول پور میں مشغول رہے۔ آخر مانک پور میں مقیم ہوئے اور خلق اللہ کی ہدایت میں مشغول ہوئے حالت جذب میں جس کو نظر بھر کر دیکھ لیتے تھے وہ مجذوب ہو جاتا تھا۔ چنانچہ کریم شاہ محمد شاہ وغیرہ حضرت کی توجہ سے مجذوب

ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۶۔ رمضان بروز یکشنبہ ۱۲۷۴ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ مانک پور میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ خلیفہ آپ کے غلام معین الدین حافظ محمد حسین عرف حافظ بانکے، مولوی امانت علی، خواجہ عبداللہ امروہی و میر امانت علی و محمد بخش سہاگر والے و پیر شاہ صاحب سجادہ ہوئے۔

حضرت مولوی امانت علی چشتی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ موسیٰ مانکپوری کے تھے۔ مرد بزرگ صاحب عبادت کہ دنیا اور اہل دنیا سے کچھ کار نہ رکھتے تھے۔ بعد وفات حضرت حافظ صاحب کے کشمیر میں جاکر شیخ احمد کشمیری کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کیا۔ بعدہٗ امروہہ میں سکونت اختیار کی۔ وفات حضرت کی ۱۱۔ ذیقعد ۱۱۲۸ھ میں ہوئی۔

حضرت محمد حسن عرف حافظ بانکے قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ موسیٰ مانک پوری کے تھے۔ مجرد باللہ صاحب ترک و تجرید اور فقر میں عالیشان رکھتے تھے۔ علم توحید میں بے مثل تھے۔ سینکڑوں مرید رکھتے تھے۔ آزادمنش اور فارغ قیودات دنیوی سے تھے۔ حضرت کے خلفاء سے مرزا قائم الملک چشتی صابری اس وقت میں غنیمت اور صاحب سلسلہ ہیں۔ تمام ہندوستان میں ان کے خلیفہ ہیں اور معصوم صفت بھی ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت بندگی سید غلام معین الدین شاہ خواموش حیدرآبادی قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ اکمل حافظ موسیٰ مانک پوری کے تھے۔ صاحب زہد وریاضت و عشق و محبت و صاحب سماع و سخی وقت رجوعات و فتوحات بدرجہ غائیت تھا۔ مسافروں اور درویشوں اور اہل عرب سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیتے تھے چنانچہ اب تک رجوعات آپ کی صاحب سجا کے پاس ایسی ہے کہ کسی درویش حیدرآباد کو نہیں ہے۔ نہایت باکمال گزرے ہیں۔ ہندوستان میں برائے زیارت مزارات خواجگان چشت جو آئے تھے۔ اس سفر میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ اپنے سلسلہ کے پیران چشت کے مزارات پر کمخواب اور زربفت کے غلاف چڑھائے۔ باوجود اس فتوح کے خود فقر اور تجرید کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے۔ لباس صابریہ پہنتے تھے۔ مزاج میں کچھ کسی قسم کا تکلف نہ تھا۔ عبادات میں شہرہ آفاق تھے اگرچہ یہ کاتب الحروف زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔ جس وقت یہ فقیر حیدرآباد میں گیا تو بطور سیاحی حضرت ہندوستان میں تھے۔ اور وہاں کے فقراء کو دیکھا۔ زیادہ حیدرآباد میں ٹھہرنا نہ ہوا اس لئے کہ ارادہ سیاحت ملک مدراس و تلنگان کا تھا۔ چھاؤنی میں ایک سنیاسی کے مکان پر ٹھہرا تھا۔ چہار منارہ کے قریب لالہ کالکا پرشاد کے مکان پر مدعو تھا کہ ان سے سرونج کی

ملاقات تھی۔ وہ قانون گو سرونج کے ہمشیرہ زاد تھے۔ چونکہ وہاں سے آپ کا مکان بھی قریب تھا۔ آپ کے حالات سن کر گیا۔ سُنا کہ ہندوستان گئے ہوئے ہیں۔

ایک ہفتہ حیدرآباد ٹھہر کر بیراگیوں کی جماعت کے ہمراہ آگے چلا گیا۔ آخر ۱۳۰۲ھ میں حضرت سے روحی فیضان ہوا جس کا ذکر تذکرۃ الفقراء میں ہو چکا ہے۔ وفات حضرت کی ۲۸ یا ۴ ذیقعدہ ۱۲۸۸ھ میں ہوئی۔ مزار حیدرآباد دکن میں ہے۔ خلفاء آپ کے یہ ہیں۔ سید محمد ہاشم حسینی چشتی صابری سجادہ نشین۔ بلال شاہ، امان اللہ شاہ و بلاقی شاہ۔

حضرت میاں گھوڑا شاہ سرونجی

چشتی نظامی قدس سرہٗ

یہ حضرت سالک مجذوب تھے۔ سوائے ایک کرتہ کے اور کپڑا نہیں رکھتے تھے۔ حالت جذب میں مثل گھوڑے کے کودتے پھاندتے۔ اگر چاہ یا نالہ آیا جست کر جاتے تھے۔ ضعیفی میں بزور کرامت وہی حالت رہی۔ ایک گھوڑی سواری میں اور نیل گائے کوتل رہا کرتی تھی۔ جس کو آپ کے بالکے کفر چٹ لے کر چلا کرتے تھے۔

ایک زمیندار بردہ کہار کہ علاقہ بھیلسا متصل شمس آباد ہے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہمارے ہاں تشریف فرما تھے۔ کسی کے ہاتھ کا پکا ہوا نوش نہ فرماتے تھے۔ کفر چٹ کھانا تیار کر کے اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے اور وہی طہارت بھی کرایا کرتے تھے۔ حضرت کے واسطے انگیٹھی پر باٹی سینک رہے تھے کہ ابر آیا اور جہادٹ کا پانی برسنے لگا تو سر پر ہاتھ رکھ کر ہماری پولی یعنی دروازے میں آ گئے اور باواز بلند کفر چٹ سے فرمایا کہ اگر میری دھونی پر ایک بوند بھی پڑی تو آج تیری خیر نہ ہوگی۔ کفر چٹ اپنے کرتہ کا دامن دھونی پر روک کر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پانی تھم گیا۔ دیکھا خوب پانی برسا تھا۔ چہار طرف بہہ نکلا مگر حضرت کی دھونی پر ایک بوند نہ پڑی۔

نقل ہے کہ ایک بار ٹونک کی طرف عازم ہوئے۔ بمقام ریاست اندر گڑھ پہنچ کر در دولت راجہ پر مقیم ہوئے اور اس وقت بسبب امساک باراں کے تمام مادہ پریشان تھا۔ دوسرے روز کفر چٹ کا کر یعنی باٹی سینک رہے تھے۔ حضرت نے کفر چٹ سے فرمایا کہ بچہ اتنے میں باٹی سینک میں گھوڑی کو تالاب میں سے پانی پلا لاؤں۔ لوگوں نے عرض کی کہ بھشتی اگر پانی پلا دے گا۔ تالاب خشک پڑا ہے۔ آپ نے نہ سُنا گھوڑی لئے ہوئے تالاب کے بیچ میں گھوڑی پکڑ کر بیٹھ گئے۔ تمام شہر میں شہرہ ہوا کہ فقیر تالاب میں بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں نے جا کر واپس لانا چاہا۔ آپ نے سب کو دستکار بتائی۔ وہ دن تمام ہوا

دوسرے دن ایک ٹکڑا ابر کا آیا اور ایسا پانی برسا کہ تالاب بھر گیا۔ گھوڑی چھوڑ کر کنارہ پر آئی۔ حضرت غوطے کھانے لگے۔ آخر راجہ مع اپنے ارکین دولت پہنچا بدقت حضرت کو نکالا۔

جب بستر پر آئے راجہ نے برائے اولاد نرینہ دعا چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے نویں مہینے بیٹا ہوگا۔ راجہ نے آپ کو محل میں باعزاز ٹھہرایا۔ خدمت میں مصروف ہوا۔ جب تا نویں ماہ فرزند تولد ہوا۔ راجہ دست بستہ آکر کھڑا ہوا اور عرض کی جو حکم ہو بجالاؤں۔ آپ نے فرمایا پانچ سو بکریاں دے۔ اُس نے اسی وقت حکم دیا۔ جب بکریاں آئیں اور حضرت نے ان کو ملاحظہ فرمایا تو گھبرائے کہ میں کیا کروں گا۔ میں تو پانچ سو تھوڑی سمجھا تھا۔ راجہ نے عرض کی اب یہ آپ کی ملک ہے جو چاہیے کیجئے۔ فرمایا اچھا اب تو میں وزیر خاں کے پاس ٹونک جاتا ہوں۔ جب وہاں سے واپس آؤں گا لے جاؤں گا۔

الغرض بعد قطع منازل قریب ٹونک کے ایک درخت بڑ کے نیچے ٹھہرے۔ چونکہ حضرت سے بہت لوگ واقف تھے۔ نواب سے خبر کی کہ سرونج سے میاں گھوڑا تشریف لائے ہیں۔ چونکہ نواب وزیر الدولہ نہایت پابند شریعت تھے۔ برائے امتحان ایک گٹھا گھاس، چار سیر چنے، ایک مشک پانی بھیج دی۔ اور جمعدار دروازہ کو ہمراہ کیا۔ جب وہ سامان ویرڑ حضرت کے آیا۔ کھڑ چٹ سے فرمایا کہ اگاڑی پچھاڑی لگادے اور توبرا چڑھا دے۔ الغرض کئی پولے گھاس سے کھائے ایک مشک پانی مثل گھوڑی کے پیا۔ باوجودیکہ منہ میں ایک دانت بھی نہ تھا۔ مگر مثل گھوڑی کے کل دانہ چاب گئے اور گھوڑی کی سی لید کی۔ اور اسی رنگ کا پیشاب کیا۔

جمعدار نے یہ کرامت نواب سے بیان کی۔ نواب آئے اور کہا کہ یہ لوازمہ آپ کے گھوڑے کے لئے ارسال کیا تھا نہ کہ برائے حضور۔ اور پوچھا کہ یہاں کیوں کر قدم رنجہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ راجہ اندر گڑھ نے بکریاں دی ہیں ان کے چرانے کو جنگل دے۔ نواب نے کہا کہ جو گاؤں علاقہ سرونج سے پسند ہو لیجئے۔ نواب نے ایسا گاؤں تجویز کیا کہ جو شہر سے قریب اور اس کی نشست چار پانچ ہزار روپیہ کی تھی۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ فرمایا کہ وہ بستی راجپوتوں کی ہے۔ بکریاں جس کا اجاڑا کریں گی وہی میرا سر پھوڑ دے گا۔ آخر آگرہ کا گاؤں کہ جو پہاڑی تھا منظور کیا کہ جو میرے سامنے پندرہ روپیہ سال پر ٹھیکہ کا تھا۔ وہاں بکریاں چھوڑ دیں۔

انتقال حضرت کا غدر سے پہلے ہوا ہے۔ مرید کسی کو نہیں فرمایا۔ اس وجہ سے سلسلہ بند ہوا۔

مولوی غلام مصطفٰے وزیر آبادی قدس سرہ

آپ مرید شیخ اللہ دتہ صابری کے تھے۔ وہ مرید شیخ کریم الدین کے وہ مرید شیخ محمد عرف کے وہ مرید شیخ قادر بخش کے وہ مرید حامد شاہ کے وہ مرید شیخ محمد صدیق لاہوری کے۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۷ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ خدا

پرست ہے۔ آپ کے بعد سید چراغ شاہ سبزواری لاہوری صاحب سجادہ ہوئے۔

حضرت شیخ بخش لاہوری قدس سرہ

یہ حضرت صاحب وجد و سماع تھے۔ تجرید اور تفرید کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے اور مرید سید حیدر علی شاہ کے وہ مرید تھے خیر شاہ کے۔ سال بھر میں سترہ عرس کیا کرتے تھے اور ریشم سازی سے ایام گزاری کرتے تھے۔ آپ کے مرید بھی باکمال ہوئے ہیں اور حضرت کا ملانِ متاخرین صابریہ ہیں۔ باکمال گزرے ہیں۔ عاشق رسول تھے۔ چنانچہ شب ہم رجب ۱۲۸۶ھ میں کہ چند روز پہلے سے تپ محرقہ میں مبتلا تھے کہ حافظ قادر بخش سے فرمایا کہ مناجات پڑھو۔ انہوں نے یہ مطلع شروع کیا۔

منم خاک درِ کوئے محمدؐ ‏ ‏ ‏ ‏ اسیرِ حلقۂ موئے محمدؐ
قتیلِ نوکِ شمشیرِ نگاہش ‏ ‏ ‏ ‏ شہیدِ تیغِ ابروئے محمدؐ

یہ سنتے ہی حالتِ وجد ہو کر غرق آیا اور انتقال فرمایا۔

حضرت سلطانِ مملکتِ عشق مرشدِ نامدار روشن بخت

گورگانی چشتی والقادری والسہروردی ثم نقشبندی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے احمد شاہ کی ہیں۔ آپ کے والد حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلویؒ کے مرید تھے۔ اوّل ان کے کئی کئی دختریں پیدا ہوئیں۔ ان کو فرزند نرینہ کی کمال آرزو تھی۔ جب حضرت حمل میں آئے تو آپ کے والد ماجد نے اپنے پیر روشن ضمیر سے عرض کیا کہ بیگم کو پھر حمل ہے۔ اور کھانا بھی کم ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بہت ضعیف و نحیف ہوتی جاتی ہیں۔ ان کے واسطے تعویز مرحمت کیجئے اور دعا کیجئے کہ اب اللہ تعالیٰ فرزند نرینہ عطا کرے۔ حضرت مولانا نے چندے تامل فرما کر ارشاد کیا کہ مرزا کچھ اندیشہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو فرزند دلی مادر زاد عطا کیا اور یہ جو تمہارے گھر میں کھانا کم ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا فرزند مال سلطنت کو کہ مشکوک ہے قبول نہیں کرتا اور جس وقت وہ بچہ پیدا ہو اس کا نام فخر الدین رکھنا اور اپنا پہنا ہوا کرتہ مرحمت کر کے فرمایا کہ اس میں سے کرتہ بنا کر پہنانا، مگر وہ میرا بیٹا ہوگا۔

جب حضرت تولد ہوئے تو شیرنہ نوش کیا۔ والدین حضرت کو نہایت فکر ہوا۔ سیانے پیر فقیر آئے۔ انہوں نے دم کیا تعویذ وغیرہ دیئے۔ آخر سب نے کہا کہ آخری علاج یہ ہے کہ خیرات کرو۔ آپ کے والد نے بہت کچھ خیرات کیا۔ اس وقت حضرت

نے شیر نوش کیا اور جب زبان کھلی پہلے لفظ اللہ کہا اور اوائل عمر سے تا حیات کھل کھلا کر کبھی نہیں ہنسے، جب کسی قدر ہوش آیا۔ حضرت مولانا قطب الدین خلف حضرت مولانا فخرالدین کی خدمت میں جانے کا شوق ہوا اور مولانا موصوف بھی نہایت عنایت فرمانے لگے اور حضرت مولانا عمادالدین میر سید محمد دہلوی کے مرید ہو کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے اور مولانا نیاز احمد سے بھی فیض حاصل کیا۔ بائیس برس کی عمر میں خرقۂ خلافت حاصل کیا اور غنا کو ترک کر کے فقر اختیار کیا اور بحکم پیر روشن ضمیر خوب سیر و سفر فرمایا۔

علاقہ جودھپور میں ایک بزرگ کی خدمت میں چند سے رہ کر فیضان حاصل کیا۔ جب واپس دہلی میں آ سے سکونت قلعہ معلّی ترک کر کے باغ امیر خاں میں کہ اس محلہ میں شرفائے شیخ زادگان رہتے تھے اور اکثر غریب بھی تھے رہائش اختیار کی۔ مگر حالت جذب کی تھی۔ بعد اس کے مرزا قادر بیگ گوالیاری دہلی میں تشریف لائے۔ مگر حضرت نے اپنی ولائیت کو کسوتِ سپہ گری میں پوشیدہ رکھا تھا۔ مگر چند طالبانِ حق دہلی سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک صاحب نے حضرت پیر و مرشد سے عرض کی کہ ایک درویش کامل صاحب ولایت قریب تیلی واڑہ کے ٹھہرے ہوئے ہیں قابل ملنے کے ہیں۔

یہ سن کر حضرت ان کو مسافر اور مہمان شہر سمجھ کر معہ چند یارانِ باصفا کے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معاً دیکھتے ہی وہ اٹھ کر حضرت سے ملے اور مصافحہ کیا اور فرمایا کہ تیرے واسطے دہلی آنا پڑا۔ اپنی امانت لیجئے۔ حضرت نے عرض کیا کہ میں آپ کی تلاش میں سرگرداں پھرا، الحمدللہ کہ آج منزل مقصود کو پہنچا اور اسی وقت بیعت کر کے نعمت ولایت قادریہ سے مشرف ہوئے۔ وہ حالت جذب اسی وقت موقوف ہو گئی۔

سن بلوغ سے تا ایام عذر ہمیشہ نماز صبح اور عصر اور مغرب جامع مسجد میں گزاری۔ کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔ چالیس برس شب کو نہیں سوئے۔ دوپہر کو باد ائے سنت قیلولہ فرما لیا کرتے تھے۔ ہمیشہ پابندی سنت نبوی کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے۔ طریقہ رسول مقبول علیہ السلام کو فروگزاشت نہ فرماتے تھے اور ہر وقت باوضو اور باادب رہتے تھے۔ عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا فرمایا کرتے تھے اور نوافل تہیتہ الوضو اور آداب مسجد کبھی قضا نہیں ہوئے۔ ہر خورد و کلاں سے پہلے حضور سلام علیک کرتے۔ اس کاتب اور دیگر سینکڑوں اشخاص نے چاہا کہ پہلے ہم سلام کریں۔ مگر یہ مطلب کبھی کسی کا پورا نہ ہوا۔ کئی بار کاتب نے راستہ میں دبے پیر جا کر پشت کے پیچھے سلام عرض کرنا چاہا مگر جب چاہا کہ زبان کھولوں۔ اسی وقت حضرت نے پھر کر فرمایا، السلام علیکم مرزا صاحب۔

ایک یہ کہ کبھی کسی کا ہاتھ حضور کے قدم تک نہیں پہنچا۔ جب کوئی قدموں کو ہاتھ لگانا چاہتا۔ فوراً حضرت کے دست حق پرست اس کی بغلوں میں آ جاتے اور آپ اس کو اپنے سینہ سے لگا لیتے اور ہمیشہ بیوگان غربائے محلہ کا کام کیا کرتے۔ یہاں تک کہ کوئی سوت، کوئی انڈے، کوئی مرغی، کوئی بکری دیتا کہ اس کو چوک پر فروخت کر کے لا دیجئے۔ آپ وہ سامان لے کر فروخت کر کے اس کے دام مالک کو لا دیتے۔ محلہ سے لا کر نکلتے تو اہل محلہ دیکھتے مگر چوک پر کبھی کسی نے

آپ کو فروخت کرتے نہیں دیکھا۔

ایک بار اس ذرۂ بے قدر احمد اختر کاتب الحروف نے عرض کیا کہ سماع کے بارے میں احقر کو کیا ارشاد ہوتا ہے زبانِ حق سے فرمایا کہ بھائی صاحب کسی عالم سے دریافت کرو۔ جو وہ فرمائیے اس پر عمل کرو۔ پھر اس غلام نے عرض کی کہ حضرت علماء تو منع فرماتے ہیں اور فقراء اس کے اثبات میں کامل دلائل لاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر علماء سے اعتقاد ہے ان سے دریافت کرو۔ اگر فقراء سے محبّت وارادت ہے ان سے پوچھو۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضور شریک سماع کیوں نہیں ہوتے؟ کبار کا سماع میں شریک ہونا تو ثابت ہے۔ فرمایا تجھ میں وہ صفات ہرگز نہیں ہیں جو بڑوں میں تھیں۔ اور جو شرائط سماع سننے میں چاہئیں اُن کا پورا ہونا مشکل ہے۔ غرض کہ میں آپ کو سماع سننے کے لائق نہیں پاتا۔ اس وجہ سے نہیں سننا چاہئے دوسرے کو اپنا اختیار ہے۔

پھر میں نے عرض کیا سماع میں کسی کو وجد ہوتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی ہنستا ہے، کوئی محو ہو جاتا ہے، کسی پر سکتہ کا عالم ہو جاتا ہے۔ حضرت نے چشم پُرنم کر کے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو درویشوں سے سُنا ہے وہ اس طرح پر ہے کہ اہل صفا سماع کو معراج الروح کہتے ہیں۔ اور حالت وجد کی سات قسمیں ہیں۔

اوّل یہ کہ مردِ دردمند اور صالح اگرچہ شغل اور سلوک سے اُس کو کچھ تعلق نہ ہو مگر سماع سننے سے رونے لگتا ہے۔ آہ اور نالہ کرتا ہے۔ مگر وہ فقط نرمی دل، خیال عذاب دوزخ وغیرہ سے رونے لگتا ہے۔ آہ اور نالہ کرتا ہے مگر نہ اُس کو عشق و ذوق ہے نہ کچھ۔ اس لئے کہ آواز میں اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت عطا کی ہے کہ ہر سننے والے کا دل متحرک ہو جاتا ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ صوفی مبتدی ناسوتی کہ بسیار درد فراق محبوب اور کثرت اندوہ اور عدم یافتگی مطلب سے ذوق اور شوق اس کو جلاتا ہے۔ وہ روتا ہے شور کرتا ہے مگر اس کو جانتا نہیں کہ یہ کیا ہے اور کہاں سے ہے اس کی کیفیت مثل صاحب رعشہ کے ہو جاتی ہے کہ بدن اس کا کانپتا ہے مگر صاحب حال اس کو معلوم نہیں کر سکتا کہ کہ اس کو کون بلاتا ہے۔ کیوں کانپتا ہے۔ نہ اس میں کچھ رنج و راحت ہوتی ہے۔ پس صوفی مبتدی بجز درد عشق کے انوار و اسرار سبحانی کو نہیں جانتا۔ اسی درد و عشق سے رُوتا اور شور کرتا ہے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ سالک اہل نظر کو ایک وقت پیش آتا ہے کہ جسم باطن اس کا حُسن و جمال حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر اس کی رعنائی اور زیبائی کو دیکھ کر بے خود و بے اختیار شیفتہ فریفتہ جمال لا متناہی ہو کر جوش و خروش میں آکر بے ہوش مدہوش ہو کر با ہیبت محبت اور عشق سے اضطراب میں آکر لذّت حضوری سے روتا اور آہ و نالہ کرتا ہے۔ پس امور اسرار عشق کو عاشق و معشوق میں ظہور کرتے ہیں۔ عاشق کو کبھی ہنساتے کبھی رُلاتے ہیں۔ یہ درجہ اعلیٰ ہے کہ یہ حالت محض فراق ہے بلکہ فراق وصال ہے۔ اور فراق وصال کیا ہے یعنی بود و نابود ہو جائے۔ عاشق نہائیت حرارت

عشق وغلبہ محبت محبوب میں محبوب صفت ہو جائے۔ وجود مجازی درمیان میں نہ رہے کہ لذات وصل محبوب حقیقی بے تعین مجاز کے حاصل کرے۔ مگر جب تک سالک ذکر اللہ سے تزکیہ باطن نہیں کرتا، آفتاب اس دولت کا اس پر نہیں چمکتا۔ اس حلاوت میں عقل معاد باقی رہتی ہے۔ محو مطلق نہیں ہوتا۔

چوتھی حالت وہ ہے کہ سالک کو اللہ تعالیٰ وہ وقت نصیب کرے کہ اس وقت میں نزول انوار جمال وجلال محبوب حقیقی ہو اور اپنی بود نہ رہے۔ اور اس حال سے خود بود ہو کر محو ہو اور متلاشی بود کا ہو مگر جب اس کا کچھ نشان نہ پاوے پس اپنے گم ہونے سے روئے اور افسوس کرے کہ اگر بود وجود میں رہتا اور جمال وکمال محبوب حقیقی میں معائنہ کر کے حظ اٹھا کر نہ پوری ہونے اپنی خواہش سے روتا ہے۔ مثل تشبیہ موم کہ وہ چاہتی ہے کہ میں ہیئت اصلی میں رہ کر نظارہ جمال شمع کروں۔ مگر یہ آرزو اس کی پوری نہیں ہوتی۔ جس قدر شمع سے ملتی ہے اپنے کو نابود پاتی ہے۔ آخر آتش کا قاعدہ ہے کہ جو اس کے پاس ہوگا اس کو محو کر کے عین آتش کرے گی۔ مگر یہ اس وقت تک ہے کہ جب تک صوفی کو اس کی لذت معلوم نہیں ہوتی۔ اور جب لذت پا لیتا ہے تو یہ لذت سب سے بہتر ہے کہ صفت آتش ہو کر عین آتش ہو جائے۔ مثل شرابی کے کہ جب لذت شراب سے باہر ہو جاتا ہے اور اس پر نشہ چھا جاتا ہے۔ تو اس کو لالچ لگ جاتی ہے۔ جس قدر شراب نوش کرے سیر نہیں ہوتا۔ ایسے ہی عاشق کہ جب لذت فراق وصال سے آگاہ ہو جاتا ہے تو خود اپنے کو وصال فراق میں ڈالتا ہے۔ بیت ؎

آرزوئے داشتم گر تشنگی آبے بود　　　تشنہ تر گشتم چو گردیدم بدر آشنا

اللہ تعالیٰ ہر عاشق کو یہ حالت عطا فرمائے۔

حالت پنجم وہ ہے کہ صوفی اہل معنی کو ایک حالت پیدا ہوتی ہے کہ وہ اس کی لذت کو نہ بیان کر سکتا ہے نہ نشان دے سکتا ہے۔ اس وقت اس کے دل میں تمنا ہوتی ہے کہ محو احدیت ہو کر وجود سے گزر کر محو اور متلاشی ہو کر تمام بالیتہائے اپنے سے خود رفتہ ہو کر یکتائی اور یگانگی پیدا کرے کہ ہستی اس کی سے کچھ اثر باقی نہ رہے۔ محو مطلق ہو کر الان کما کان ہو جائے۔ ہر چند عاشق جانباز چاہتا ہے کہ محو ہو کر خود مضمحل ہو کر لاشی محض ہو کر عین معشوق ہو جائے مگر جب مدعا پورا نہیں ہوتا تو کمال حسرت اور محبت حضوری سے بے اختیار ہو کر آہ ونالہ وگریہ وزاری کرنے لگتا ہے

چھٹی حالت وہ ہے کہ صوفی کو عین وجد سماع میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عالم مجاز سے انتقال کر کے عالم باطن میں سیر کرتا ہے اور اس جگہ حظ اٹھاتا ہے۔ تمام اعضا اس کی لذت سے بے خبر ہوتے ہیں مگر دل آگاہ ہوتا ہے یا یہ کہ دل حقیقی اس سے مطلع ہوتا ہے۔ اس کا اثر تمام بدن میں ہوتا ہے۔ مثل حمی کہ حمی قلب سے مشتعل ہوتی ہے اور اثر اس کا بوسیلہ شرائن کے تمام بدن میں ہوتا ہے۔ بدن گرم معلوم ہونے لگتا ہے۔ مگر زبان کو یارا نہیں کہ اس لذت کا شمہ بھی بیان کر سکے۔ اس لئے کہ دنیا میں کوئی چیز اس کے مقابلہ کی نہیں کہ جس پر تمثیل دے۔

حالتِ ہفتم یہ ہے کہ بعض وقت صوفی صاحب ذوق اور وجد کو عین حالتِ وجد و سماع میں اس کا شعور برقرار رہتا ہے مگر اپنی ہستی سے بےخبر ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ ایک بار میاں میر لاہوری قدس سرہٗ نے حالات اربابِ ذوق و شوق اور اصحاب سکر اور فنا میں فرمایا کہ اس عالم میں صاحب وجد کامل اور منتہی وہ ہیں کہ عین حالت میں ان کا شعور برقرار رہے۔ اگر ان کے دامن میں کوروں ڈال دیں تو ایک دانہ نیچے نہ گرے۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا کہ حالت سماع و وجد مشعر بےخودی اور محویت ہے اور شعور کا باقی رہنا اس کا منافی ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ اس وقت کا عالم ذات صوفی سے نہیں ہے کہ وہ اپنی صفات سے فانی اور اپنی ہستی اور تمام عالم سے فارغ ہے بلکہ اس کو ایسی بےخودی ہوتی ہے کہ اس شعور کے ساتھ بھی شعور نہیں رہتا۔ پس عالم سے وقت اس میں قائم ہو کر یہ حفاظت کرتا ہے۔ پس جو فعل کہ اس وقت صادر ہوتا ہے در حقیقت وہ منسوب بحق ہے۔ صوفی درمیان میں نہیں رہتا۔

ایک بار چند درویش خدمت عالی میں حاضر تھے اور چند رؤسائے شہر و شہزادگان عالی قدر سے بھی موجود تھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ سلاسل مشائخ کبار میں کون سا سلسلہ بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا جتنے سلاسل ہیں سب نور ہیں۔ یوں ہر شخص اپنے سلسلہ کو اعلیٰ و انسب سمجھتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے تمام کرم شمع کے عاشق ہیں ولیکن جان کے خوف سے جلنے کی تاب نہیں رکھتے۔ پروانہ اس کی محبت میں ایسا بےاختیار ہے کہ وہ اپنے وجود کو شمع پر ڈال کر بمجرد شہود و شمع ذات اپنی کو فدا کر کے بشرف اتحاد و یگانگی مشرف ہوتا ہے۔ بخلاف دوسرے کرم کے کہ بوئے یگانگت و اتحاد ان کے مشام جان میں نہیں پہنچتی۔ اسی طرح سالک جملہ طریق کے قید حفظ جان میں گرفتار ہیں۔ تجلیات صوری اور معنوی پر قناعت رکھتے ہیں۔ بخلاف عارفانِ چشتیہ اور قادریہ کے کہ یہ پروانہ ہستی تعین روحی اپنے کو اشعہ انوار شمع ذات بحت میں جلا کر عین نور ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ مولانا رومی نے فرمایا ہے

رفت او زمیاں ہمیں خدا ماند خدا　　　الفقر اذا تم ہو اللہ نیست

پس یہ سن کر تمام مجلس کو حالت طاری ہوئی۔ اکثر اہل دل رونے لگے۔

مرزا فیروز شاہ خلف شہزادہ سلیم ناقل ہیں کہ ایک بار ناظر قلعہ معلّیٰ بحضور شاہ عرض کیا کہ دربانان دروازہ دہلی قلعہ معلّیٰ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم دروازہ کھولتے ہیں مرزا روشن صاحب کو دروازہ کے باہر کھڑا پاتے ہیں۔ احتیاطاً اطلاع کرتے ہیں۔ جناب اقدس فدوی سمجھا کہ شب کو مرزا صاحب موصوف شہر میں رہا کرتے ہیں۔ صبح قلعہ میں آ جاتے ہیں اس امر کا غلام کو خیال ہوا۔ دو خواجہ سرا برائے محض حال پوشیدہ طور پر مرزا صاحب کے مکان پر تعین کیے کہ دیکھیں یہ کیا ماجرا ہے۔ غرض مرزا صاحب کا شب کو باہر جانا ثابت نہ ہوا بلکہ معلوم ہوا کہ بعد نماز عشاء کے مرزا صاحب قیلولہ فرماتے ہیں بعدہٗ اوّل وقت نماز صبح تک بالاخانہ پر عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ معاملہ قابل گزارش تھا۔ اس وجہ سے عرض کیا۔

چچا صاحب مغفور فرماتے تھے کہ میں بھی اس وقت حاضر تھا۔ حضور نے ناظر سے ارشاد فرمایا کہ ہرگز ان کی نگرانی نہ کی جائے۔ وہ شخص قطب وقت اور اہل خدمت ہے۔ اس کو بند اور کھلا دروازہ سب یکساں ہے۔ بلکہ ان کی نسبت شاہ سلیمان صاحب بھی مجھ سے کچھ فرما گئے تھے۔ غرض اس وقت تک حضرت کا راز فاش نہ ہوا تھا۔ جب یہ خبر منتشر ہوئی اور خلقت نے رجوع کیا اس وقت اپنے محلہ سکونہ آبائی کہ جو قلعہ میں تھا اس کی سکونت ترک کر کے باغ عظیم خاں میں متصل دہلی دروازہ کے کہ وہاں شرفا اور غریب لوگ آباد تھے جا رہے۔

آمدنی میں سے قدرے برائے سد رمق رکھ لیا تھا۔ باقی کل جائیداد منقولہ حوالہ صاحبزادگان اور ثموم المکان کر دیا تھا۔ حضرت کے تین صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحب زادہ صاحب فوت ہوئے، چھوٹے مجذوب، منجھلے صاحبزادے مرزا وحید الدین عرف مرزا بلاقی اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ پہلے اپنی کرامات کو پردہ ملازمت میں پوشیدہ رکھا۔ پچاس روپے ماہوار سے زیادہ کی نوکری قبول نہیں کی۔ اب دنیا اور اہل دنیا سے بے غرض ہو کر گوشہ عافیت میں ایام گزاری کرتے ہیں۔ ہفتہ میں برائے نماز جمعہ باہر آتے ہیں۔

ایک کرامت مرزا روشن صاحب کی یہ تھی کہ جتنے آپ کے مرید تھے سب کو کشف القبور تھا۔ چنانچہ اس احقر کاتب الحروف کو کہ اس وقت لہو و لعب میں مشغول تھا۔ یکایک بزرگوں کے مزارات پر جانے کا شوق ہوا، وہاں حاضر ہو کر مشغول ہوتا۔ چنانچہ پیر روشن ضمیر کے تصدق سے ان کی زیارت سے مشرف ہوتا۔ جو میرا کام ہوتا اس کے بارے میں عرض کرتا، جو حکم ہوتا اسی کے موافق ظہور میں آتا تھا۔ چنانچہ دو روز حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی قدس سرہ کے مزار پُر انوار پر جا کر مشغول ہوا۔ تیسرے روز حضرت کی زیارت سے مشرف ہو کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو حاضر ہوا کروں۔ فرمایا کہ فقیر کی بہت دوستی اچھی نہیں۔ اسی وقت وہاں سے رخصت ہو کر چلا آیا۔

یہ کیفیت مرزا بہادر صاحب خلیفہ پیر روشن ضمیر اپنے کے بیان کی۔ تبسم کناں ہو کر فرمانے لگے کہ میاں وہ عالی جناب پُر جلال مزاج ہے کہ بڑے بڑے وہاں کوشش کر کے چلے گئے۔ زیارت تو بڑی بات ہے مگر بوجہ جلال حضرت وہاں ٹھہر بھی نہ سکے۔ اور تم ایسا کہتے ہو۔ میں نے مکرر عرض کیا کہ خلاف نہیں ہے جو میں نے عرض کیا راست ہے۔ اس پر فرمایا اگر تم نے حضرت کو دیکھا حلیہ شریف بیان کرو۔ اس وقت میں نے حلیہ شریف عرض کیا۔ حلیہ سن کر مجھ کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ زہے نصیب بھائی صاحب! یہ تصرف تمہارے پیر کا ہے۔

سہ پہر کو مجھ کو ہمراہ لے کر خدمت بادشاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کو مبارک باد دینے آیا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا تم کو بھی مبارک ہو، وہ کیا خوشی ہے۔ انہوں نے عرض کی احمد اختر دو روز کی حاضری میں تیسرے روز زیارت حضرت شمس العارفین سے مشرف ہوا۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر فرمایا بھائی بہادر صاحب سچ ہے یا دل لگی۔ انہوں نے فرمایا حلیہ شریف دریافت فرما لیجئے۔ حضور نے بندہ سے فرمایا کہ تجھ پر کیا کیفیت گزری اور حلیہ شریف حضرت کا کیا ہے۔

میں نے جو دیکھا تھا عرض کیا۔ پس بندہ کو گلے لگا کر فرمایا کہ اے نور العین جو کچھ تم کو تیرے پیر نے بتایا ہے اس پر خوب محنت کر۔ دیکھی تو نے اپنے پیر کی کرامت۔ اس کے بعد اور درویشوں کے حالات بیان ہوتے رہے۔ بعدہٗ ہم رخصت ہو کر اپنے اپنے مکان پر آئے۔

اب سے دو تین برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ میری ایک پیر بہن درد عرق النساء میں مبتلا تھیں ناگاہ یہ فقیر اور مرزا ولی بخت کہ خاندان اورنگ زیب عالمگیر کے رُکن اور میرے مہربان ہیں ان کے مکان پر جا نکلے۔ اس وقت ان کو نہایت تکلیف تھی، بہت بے چین تھیں۔ میری طرف دیکھ کر فرمانے لگیں کہ مرزا روشن کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کچھ تدبیر کرو۔ میں نے کہا کہ ڈاکٹر اس کا علاج خوب کرے گا۔ کہنے لگیں کہ میں نے سب کا علاج کر لیا۔ مجھ کو مرزا روشن کی آنکھوں سے دیکھو۔ یہ سُن کر میں سمجھا کہ یہ حضرت ہی کی طرف سے ہدایت کی۔ میں نے چشم مبارک کا تصور کر کے ان کو دیکھنا شروع کر دیا۔ پاؤ گھڑی کے بعد ان کو صحت ہوئی۔ اس کے بعد دو برس زندہ رہیں پھر اس درد کی شکایت نہ ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک بار ارشاد فرمایا کہ اسباب دنیا جمع کرنا عبث ہے۔ کیوں کہ دنیا ناپائیدار ہے۔ اس میں مسافرانہ بسر کرنا چاہیے بلکہ جس قدر ممکن ہو اسباب موت جمع کرے۔ ہر وقت اسی کی فکر میں رہے۔ اس لئے کہ آخر یہ ہوتا ہے کہ قبر گھر اور خاک کا بچھونا ہوتا ہے۔ اور کیڑے دوست ہوتے ہیں۔ اسباب دنیا سے اس وقت کچھ کام نہیں ہوتا۔ پس موت کے فکر سے بہتر فکر کوئی نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا، اسباب موت کیا ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت اس کو یاد رکھنا اور نیک عمل کرنا۔ پھر فرمایا کہ جو مردانِ خدا ہیں وہ ہمیشہ کے خواہاں رہتے ہیں۔ ایک وسیلہ ہے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف جانے کا اور محبوب حقیقی سے ملنے کا۔

جیسا کہ کسی نے خواجہ جنید بغدادیؒ سے پوچھا کہ ابو سعید خراز کا مرتے وقت کیا حال تھا۔ آپ نے فرمایا اُن کو ایسا شوق تھا کہ اگر ان کی رُوح مارے شوق کے پرواز کرتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ اور حضرت کا یہ شعار تھا کہ اکثر قبرستان میں جا کر کچھ پڑھ کر ثواب اس کا اہل قبور کی ارواحوں کو پہنچاتے اور رویا کرتے۔ بہت بہت دیر بیٹھے رہتے اور اکثر یہ فرماتے کہ صحبت اہل دُنیا سے بلکہ زندان کی صحبت سے اہل قبور کی صحبت بہتر ہے۔ ایک تو ان کی صحبت آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ پس جو آخرت کو یاد کرے گا آفات دنیوی سے بچے گا۔ دوسری خوبی ان کی صحبت میں یہ ہے کہ بعد چلے آنے کے غیبت نہیں کرتے۔

اور یہ قاعدہ تھا کہ کسی بزرگ کے آستانہ کے اندر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ باہر کھڑے ہو کر فاتحہ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک بار اس کاتب الحروف کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ حضرت کو کسی وہابی نے بہکا دیا جو مزارات اولیاء اللہ کی طرف سے اعتقاد کم ہو گیا۔ ہندو تک جاتے ہیں، زیارت کرتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگاتے ہیں مزارات کی گرد اپنی آنکھوں پر ملتے ہیں۔ معاً نور باطن سے میرے خطرہ کو معلوم کر کے پیر سید واجد علی شاہ کی طرف متوجہ ہو کر ادلیا

اللہ کی صفات بیان کیں۔ ان کے اقوال بیان فرماتے رہے۔ بعدہٗ کہنے لگے کہ میں کبھی کسی اولیاءاللہ کے مزار کے متصل نہیں جاتا۔ دُور سے سلام اور فاتحہ عرض کر کے چلا آتا ہوں۔ بعض کا خیال ہوگا کہ کرامت اولیاءاللہ کے قائل نہیں یا متکبر ہیں۔ استغفر اللہ! یہ ہرگز نہیں۔ اولیاء اللہ خاصانِ خدا بادشاہِ دین و دنیا ہیں۔ میں ایک ناچیز ہوں۔ میری کیا مجال کہ نزدیک مقربانِ خدا کے جا بیٹھوں۔ اس وجہ سے دُور رہتا ہوں۔ اس لئے کہ دنیا کے امیر کہ جن کی حکومت و امامت برائے چندے اور فانی ہے ان کے پاس ہر کہ و مہ کی مجال نہیں کہ جا سکے۔ ان کے پاس بے باکی سے جانا خلافِ ادب اور موجب برائی کا ہے۔ جو نزدیک جاتے ہیں وہ اس لائق ہوں گے مگر میں اپنے کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ خاصانِ خدا کی صحبت کے لائق ہوں۔

تیسرے پہر کو میں اپنے پیر بھائی مرزا بہادر مغفور کی خدمت میں حاضر ہوا کر میرے حال پر نہایت مہربان اور باعث میر مریدی کا بھی آپ ہی تھے۔ میں نے جو کہ خطرہ میرے دل میں گزرا اور حضرت نے جو ارشاد فرمایا اُن کے روبرو بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ حضرت نے فرمایا یہ اُن کی کسرِ نفسی ہے ورنہ کمالات حضرت کے تم بھی کس قدر جان گئے ہو۔ دیکھو تم نے فقط ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بغیر کسی محنت کے کشف القلوب ہو گیا۔ جانتے ہو کہ جتنے تمہارے پیر بھائی ہیں سب کو کشف القلوب ہے۔ اور جو مجاہدہ اور ریاضت کرتے ہوں گے۔ ان کی کیا کیفیت ہوتی ہو گی۔ سمجھ لو کہ جن کے ہاتھ پکڑنے میں یہ برکت ہے اُن کے رتبہ کو کون معلوم کر سکتا ہے۔

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ فقراء سے محبت رکھو۔ ان کے پاس جایا کرو۔ ان کے کلام سُنا کرو مگر جب جاؤ خالی ہاتھ نہ جاؤ۔ اس لئے کہ فقراء سے افضل کوئی نہیں ہے یعنی قیامت کے روز فرشتوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندوں سے برگزیدہ لوگ کہاں ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے کہ الٰہی وہ کون ہیں فرمان ہو گا کہ وہ فقیر کہ جو قانع اور صابر اور میری رضا پر راضی ہوں۔ ان کو جنت میں داخل کرو۔ پس چاہئے کہ آداب فقر الملحوظ رکھے۔ فقیر کو بُرا نہ جانے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الفقر فخری۔

ایک بار مرزا بہادر صاحب و میر واجد علی وغیرہ بارہ حضرات حاضر تھے۔ ایک شخص نے ذکر کیا کہ کل حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ نے ملاّں حسین کشمیری کو جو مسجد فتح پوری میں رہتے ہیں اور اکثر طلباء کو درس کرتے ہیں خرقہ خلافت عطا کر کے حکم دیا کہ چندے آستانہ حضرت خواجہ صاحب پر معتکف رہ کر وطن کو جاؤ۔ ملاّ اچھے شخص ہیں۔ نہ معلوم بادشاہ سے جو خرقہ خلافت حاصل کیا، اس میں کیا بھید ہے۔ جو کچھ طامع بھی نہیں ہیں۔ یا حضرت یہ تو ارشاد فرمایئے کہ یہ خرقہ خلافت کیا چیز ہے حضرت نے زبانِ حق سے ارشاد فرمایا۔ خلافت مشائخ جو اس وقت رائج ہے اس کی آٹھ قسمیں ہیں۔ ان میں بعض مقبول بعض مجہول۔

اوّل خلافت الٰہی   دوم اصالتاً   سوم اجازتاً   چہارم اجماعاً

۵۔ وراثتہً ۶۔ حکمتاً ۷۔ تکلفاً ۸۔ اویسیاً

پس خلافت الٰہی تو وہ ہے کہ جیسے حضرت سلطان المشائخ کو تھی۔ جیسا کہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اپنے مریدوں میں سے ایک کو خلافت دے کر صاحب ولایت ہندوستان کریں کہ ہاتف غیبی کی آواز سنی کہ نظام بدایونی آتا ہے۔ راستہ میں ہے اس خلافت کے لائق وہ ہے۔ پس جب حضرت سلطان المشائخ پہنچے باباصاحب نے بامر حق ان کو اپنا خلیفہ کیا مگر باطن میں وہ خلیفہ باری تعالیٰ تھے اور نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ایسی خلافت کو صوفیائے کبار خلافت الٰہی کہتے ہیں۔ اور خلافت اصالتاً وہ ہے کہ مرشد اپنے مرید میں لیاقت اس بارگراں کے اٹھانے کی خود دیکھ کر اس کو خلافت خرقہ عطا کر کے کسی جگہ برائے ارشاد و ہدایات خلق کے مقرر کرے۔

خلافت اجازتاً وہ ہے کہ مرشد اپنے مرید کو قابل دیکھ کر مرید کرنے کی اجازت دے جیسا کہ رسم ہے۔ ایسی خلافت کو رضائی بھی کہتے ہیں۔

اجماعاً خلافت اسے کہتے ہیں کہ مثلاً کسی بزرگ نے وفات کی اور اپنی زندگی میں کسی مرید یا وارث کو خلیفہ نہ کیا۔ قوم اور قبیلہ نے وارث یا مرید کو خلافت اس کی میں تجویز کر کے اس کا صاحب سجادہ کیا۔

وراثتاً وہ ہے کہ مثلاً کسی بزرگ نے وفات کی اور اس کا کوئی خلیفہ نہ تھا۔ اس کی اولاد سے لائق شخص سجادہ پر بیٹھا۔ ایسی خلافت نزدیک اصفیاء کے جائز نہیں۔ ہاں اگر مورث اس امر کی اجازت دے تو جائز ہے۔

حکماً وہ ہے کہ ایک بزرگ تھا اس نے وفات پائی اور اس کا کوئی خلیفہ نہ تھا اور اس کے وارثوں میں بھی اختلاف ہوا۔ حاکم وقت نے کسی وارث یا رشتہ دار لائق کو ممتاز بخلافت کیا تو یہ جائز ہے۔

تکلیفاً یہ ہے کہ مرید نے پیر سے بار بار عرض کی کہ بندہ کو خلافت عطا ہو یا دوسرے شخص کی سفارش یا حمایت سے خلافت حاصل کی۔ یہ بھی جائز نہیں ہے۔ نہ اس میں برخورداری ہے۔ ایسے خلیفہ اس وقت میں بہت ہیں۔ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔ رنگین کپڑے کر لیے، بال بڑھائے، موٹے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں لی۔ الٰہی اللہ یا اللہ کا دم بھرنے لگے۔ آنکھیں بند کر کے دبی دبی آواز سے باتیں کرنے لگے، قطب ہو گئے۔ نعوذ باللہ! اللہ ہر مسلمان کو ریا سے بچائے۔

اور اویسیاً وہ ہے کہ روح پاک کسی بزرگ سے تربیت اور تلقین پائے یا نعمت حاصل کرے مگر متاخرین کے نزدیک ایسی خلافت ناجائز ہے۔ اس لئے کہ جب تک تکمیل کار درویشی نہیں کر لیتا اس لائق نہیں ہوتا۔ جو حضرات اویسی ہوئے ہیں ان کو مجاہدہ اور ریاضت اور ان کے مراتب کو خیال کرنا چاہیے۔

فرمایا کہ جب سالک مقام جبروت و فنا فی الرسول حاصل کر لے اس وقت پر جائز ہے کہ اس کو خلافت عطا کرے اور اگر نہ دینا منظور ہو تو اس وجہ سے کہ ایسا نہ ہو یہ اسی جگہ رہ جائے۔ معاملات شیخ میں رہ جائے تو پیر کو اختیار ہے دے یا نہ دے۔ اور جب طالب شہود ذات پر پہنچے شیخ پر واجب بلکہ فرض ہے کہ خلافت عطا کرے۔ بعض حضرات واصلان

ملکوتی کو خلافت دیتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے۔ بعض کے نزدیک جب مرید خطرات رحمانی اور شیطانی سے آگاہ ہونے لگتا ہے لائق خلافت نہیں ہو۔ اور خلافت جو دیتے ہیں وہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔
ایک مستقل کہ وہ اصالتاً خلق اللہ کو ہدایت کرے اور سلسلہ اپنے نام کا دے۔
دوم بطریق نیابت یا سفارت کہ شیخ مرید کو فرما دے کہ تو میری جانب سے مرید کر پس جو مرید ہوگا وہ شیخ کا ہوگا اور سلسلہ بھی شیخ کے نام تک ہوگا۔ یہ بالکل سفیر ہے۔
اور بعض نے خلافت کبریٰ اور خلافت صغریٰ فرمایا ہے۔ کبریٰ وہ ہے کہ پیر کو متواتر الہام برائے عطائے خلافت خاص ایک کے لئے ہو۔ یہ خلافت کبریٰ ہے کہ شیخ خرقہ دینے میں حق کی طرف سے مامور ہے اور خلافت صغریٰ وہ ہے کہ شیخ سالک کو لائق دیکھ کر یعنی سمجھ لے کہ اس کو شہود ذات بہم پہنچا۔ اس وقت اس کو خرقہ خلافت اور اجازت نامہ دے کر برائے ہدایت جس جگہ مناسب جانے مقرر فرمائے۔ ۱۲۵۵ھ میں حضرت چراغ دہلی میں تشریف لے گئے۔ وہاں تپ عارض حال ہوئی۔ خدام درگاہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے فرمایا کہ میرا وقت قریب ہے۔ ایک سردادمے کی جگہ آستانہ میں چاہیے چونکہ اقبال اس خاندان کا جا چکا تھا۔ ہوا بگڑ گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اندر جگہ نہیں ہے باہر موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خصوصیت اندر کی تھی۔ باہر کی کچھ ضرورت نہیں۔ یہاں نہ مریں گے اور کہیں جا مریں گے۔ اسی وقت ایسے ہو گئے کہ گویا بیمار ہی نہ تھے۔
وہاں سے فریدآباد میں آکر ٹھہرے۔ بعد کئی روز کے منجھلے صاحبزادہ سے فرمایا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں جہاں تم ہوگے تمہارے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بارہ برس تک ان کو ہر وقت ہمراہ معلوم ہوئے اور وہیں فریدآباد میں انتقال کیا اور املی والے تکیہ میں دفن ہوئے۔ کاتب و دیگر غلامانِ حضرت نے مزار شریف کا حال دریافت کیا مگر وہ جگہ سب کے دل سے محو ہو گئی۔ سبحان اللہ! تمام عمر میں حضرت سے کبھی کوئی امر خلاف شرح شریف و تورع میں نہیں آیا۔ پروردگار عالم نے آپ کے مزار کو پرستش سے بچانے کو سب کے دل سے اس کا نشان محو کر دیا۔ دوسرا امر یہ ہے کہ آپ کو ترک و تجرید زیادہ نہ تھا۔ بعد انتقال کے بھی وہی صورت پیش آئی۔
خلیفہ آپ کے مرزا بہادر صاحب شہید تھے۔ ان حضرات نے میاں قادر شاہ قادری سے بھی تربیت پائی تھی اور صاحب اجازت تھے۔ اوّل طریقہ زہد اور ذکر پاس انفاس اس عاجز کو حضرت نے تعلیم فرمایا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ چلو کل جو شیرنی پکڑی ہے اس کو دیکھیں۔ میں حضرت کے ہمراہ ہو لیا۔ جب پنجرہ شیرنی کے قریب پہنچے۔ نگہبانوں نے قریب جانے سے منع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم سے یہ کچھ نہ کہے گی۔ میں نے دیکھا کہ وہ حضرت سے آنکھ نہ ملاتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے غصہ سے اس کے کئی ہو دے مارے مگر وہ کچھ نہ بولی۔ اور دوسرا جو کوئی ذرا پاس جاتا اس پر جھپکتی غراتی۔

غدر میں جب شہر خالی ہوا، آپ کے لواحقین نے ہر چند چاہا کہ آپ بھی شہر سے نکلیں۔ آپ نے فرمایا کہ مرزا روشن کے طفیل مقامات حاصل ہو گئے۔ شہادت باقی تھی سو وہ خود میرے پاس آ گئی ہے اور ہر وقت شہدا مجھ کو اپنی طرف بلاتے ہیں چنانچہ حضرت سید الشہدا فرماتے ہیں کہ بہادر جلد آ۔ میں اب یہاں سے نہ جاؤں گا۔ آخر شہید ہوئے۔

نقل ہے کہ آپ کے صاحبزادہ مرزا حمید الدین عرف مرزا بلاقی صاحب نے پندرہ سیپارہ اوّل کے حفظ فرمائے تھے پندرہ آخر کے باقی تھے اور ماہ رمضان المبارک قریب تھا۔ آپ نے ہر چند حافظوں سے کہا کہ ایسی ترکیب کرو کہ میرا پسر اب کے قرآن سنائے۔ جو کوئی یہ کام کرے گا وہ جو مانگے گا میں دوں گا۔ کسی سے یہ نہ ہو سکا۔ ایک روز حضرت حافظ کالے کہ حضرت کے مرید اور یار ہمدم مرزا روشن کے تھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب بارہ تیرہ رمضان کے رہ گئے۔ دُعا کرو کہ بلاقی قرآن سنائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں بھی دُعا کرتا ہوں حضرت بھی دُعا کریں۔ یہ سُن کر حضرت مرزا روشن قدس سرہٗ نے صاحبزادہ کو بلایا کہ قرآن لے کر آؤ۔ جب وہ آئے کہا قرآن کھولو اور اپنا سبق نکالو اور فرمایا کہ میاں کچھ دکھائی بھی دیتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آبا جان نور کے حرف معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ صاحبزادہ موصوف نے قرآن سنایا اور آج تک حضرتِ صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حیات ہیں۔ آخر کے پندرہ سیپاروں میں متشابہ تک نہیں لگتا۔

حضرت مولانا ظہیر الدّین کیرانوی قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ میر عوض علی کے تھے اور وہ خلیفہ مولوی بدیع الدّین کے وہ خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین جہاں دہلویؒ کے۔ بڑے صاحب نسبت اور عالم تھے۔ روضہ عالیہ حضرت سُلطان المشائخ کے عاشق تھے۔ کبھی روضہ عالیہ کی طرف پشت نہیں کرتے تھے۔ نفلیں بہت پڑھتے تھے۔ جو آمدنی موروثی سے آتا وہ راہ مولا میں صرف فرماتے تھے۔ ہر روز بعد نماز مغرب خواجگانِ چشت کا ختم ہوتا۔ نمازیوں کو وہ تقسیم فرماتے۔ خود فقر اور فاقہ سے بسر فرماتے۔ جو مسافر وارد مسجد ہوتا اس کو کھلا دیتے جس مسجد میں حضرت مشغول رہا کرتے تھے اس کے صحن میں جامن کا درخت تھا۔ ایک روز ترشح ہو رہی تھی۔ جامن خوب پک رہی تھی۔ حضرت اس کے نیچے ادائے نفل میں تھے کہ ایک ارائیں کے لڑکے نے جامن جھاڑنے کو پتھر مارا۔ وہ سر مبارک میں لگا کہ جس کے صدمہ سے سر پھٹ گیا، خون جاری ہو گیا۔ آپ نے اس جامن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اگر یہی جامنیں رہیں تو ظہیر الدین کا سر کیوں بچے گا۔ اس روز سے تا حیات حضرت کی اس میں پھل نہیں آیا۔ بعد انتقال کے وہ اپنے موسم بہار کے بار ور ہوئی۔ میری عمر دس برس کی تھی۔ میں نے بھی آپ کے ہمراہ کھایا ہے۔ اسی روز سے کچھ عشق پیدا ہو گیا اور مولانا فخر الدین زودادی کے رسالہ اصول السماع کا ترجمہ فرمایا کہ طبع بھی ہو گیا ہے۔

ایک روز ایک صاحب نے دریافت کیا کہ مولانا شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی

ایسی مثال ہے جیسے کھانا عمدہ ظرف میں ہے مگر جب کھانا کھایا گیا تو لذت نہ آئی۔ معلوم ہوا کہ اس میں نمک کم ہے پس جب تک نمک طریقت نہیں ملتا، لطف نہیں آتا۔ وفات آپ کی ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف قصبہ منبت میں ہے۔

حضرت مرزا دلیر شاہ قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مرزا روشن بخت کے تھے۔ سوائے قرآن شریف کے اور کچھ پڑھا نہ تھا۔ پہلے مولوی محمد حیات صاحب کے مرید تھے۔ آخر حسب اجازت ان کی مرزا روشن سے بیعت کر کے کار بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی یہ کیفیت تھی کہ حافظ شیرازی کی غزل فرماتے۔ جس قسم کا مسئلہ آپ سے دریافت کیا جاتا اس کو احسن طور سے حل فرماتے تھے۔ چند دن رامپور میں تشریف فرما رہے۔ نواب رامپور نے ہر چند ملنا چاہا، آپ نے قبول نہیں کیا۔

تیسرے خلیفہ حضرت حافظ کالے دہلوی۔ چوتھے مولوی فتح محمد پنجابی۔ پانچویں شاہ محمد حسین۔ چھٹے مرزا دولت شاہ۔ ساتویں سید واجد علی کہ عاشق پیر اور صاحب اکسیر تھے۔ اور تاحیات ان کو پیر سے حضوری رہی۔

قدوۃ العلماء زبدۃ الاتقیاء مہاجر فی سبیل اللہ

مولوی رحمت اللہ آفیدی ہندی قدس سرہٗ

اگرچہ اوصاف اس برگزیدہ آفاق خارج احاطہ تقریر و تحریر سے ہیں لیکن مضمون ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کا کچھ تحریر کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ مولد و منشا اس برگزیدہ اصفیاء کا قصبہ کیرانہ محلہ دربار کلاں ضلع مظفر گڑھ کا ہے۔ اور یہ قصبہ قدیم سے مردم خیز ہے اور اولاد حضرت امیر المومنین جامع قرآن عثمان بن عفان خلیفہ ثالث رسول حبیب الرحمان سے ہیں۔ جیسا کہ نسب نامہ حضرت ذوالنون موجود ہے۔ بہر صورت جد اعلیٰ ان کا شیخ عبدالرحمان کازرونی تھا کہ ہمراہ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان میں آ کے قصبہ پانی پت میں وفات پا کے زیر قلعہ مدفون ہوئے۔ اس روز سے اولاد اُن کی جو ہمراہ تھی سکونت پذیر پانی پت ہوئی اور اُن کی اولاد سے بعد چند پشت کے حضرت مخدوم جلال الدین کبیر اولیا پانی پت قدس سرہٗ کہ ذکر کرامات اُن کا اور خلفاء ان کے کا کتاب روضۃ الاقطاب اور خزینۃ الاصفیاء وغیرہ میں مندرج ہے۔ بعد اس کے اولاد خلف کلاں حضرت

جلال الدین سے حکیم عبدالکریم عرف شیخ ہنا کہ کتاب خلاصۃ تنافی ان کی تالیف سے ہے۔ مقرب درگاہ جلال الدین اکبر بادشاہ مخاطب بہ خطاب شیخ الزماں مقبرہ ان کا مقبرہ حضرت بو علی قلندر جانب شمال مائل بہ شرق پانی پت میں نالاں موجود ہے اور فرزند کلاں مخاطب بخطاب مقرب خاں عہد نورالدین جہانگیر بادشاہ میں صوبہ سورت بمبئی کے ہوئے اور انہوں نے اپنی حکمت عملی سے سات جہاز غرقی سال ہا سال کے برآمد کیے۔ منجملہ اور چیزوں کے ستون کسوٹی بھی انہی میں تھے اور بادشاہ جہانگیر کو برآمد جہازاں سے اطلاع دی۔ بادشاہ نے کل اسباب انہی کو عطا کیا۔ بعد اس کے آب و ہوا کیرانہ کی پسند کر کے مکان سکونت اور دو آب پختہ اندرون وسط تالاب کے ایک بنگلہ بالائے چبوترہ بنوا کر ستون کسوٹی برپا کیے اور ایک گڑھی بنوائی اور پانچ باغ تخم ان کا دکن سے منگوا کے لگائے اور سال سولہویں جلوس میں بادشاہ جہانگیر کیرانہ میں آئے۔

جیسا کہ عبارت جہانگیری سے ظاہر ہے۔ وہ یہ ہے کہ

عرصہ کثیر سے زبدۃ مخلصاں با اخلاص و عمدہ محباں با اختصاص یار وفادار مقرب خاں ملتجی تھا کہ کلبہ احزان کو قدوم میمنت لزوم سے رشک فرمائے فردوس بریں کرے۔ چونکہ حضور کے تئیں خاطر اس کی بغایت منظور تھی۔ اس واسطے عنانِ عزیمت اس طرف منعطف فرمائی۔ اس خیر خواہ قدیمی نے اسباب و جواہر قیمتی تین لاکھ روپیہ کا اور باغ اور دو تالاب مع بنگلہ نذر حضور کیا۔ بینا تالاب اور بنگلہ کا اقتضاء قنوت شاہنشاہی سے بعید سمجھ کر اسباب و جواہر اور پانچ باغ قبول فرمائے جیسا کہ باغہائے مذکورہ تا عہد بہادر شاہ قبضۂ اہالیانِ شاہی میں رہے۔ لیکن ۱۲۷۴ھ سے بغرض ضبطی سرکار انگریزی نیلام ہو گئے۔ خریداران نیلام کے قبضہ میں رہے۔ اگرچہ ہر دو تالاب و چبوترہ و گڑھی موجود ہیں مگر حویلی کا دروازہ قائم نہیں۔ جیسا کہ وہ محلہ بنام نواب دروازہ مشہور ہے اور خطوط اسی پتہ سے آتے جاتے ہیں۔

روایت معتبر ہے کہ ایک روز دربار جہانگیر بادشاہ میں کسی شخص نے ذکر کیا کہ مقرب خاں کے ہاں ایک ایسی شے ہے کہ حضور کے ہاں نہیں ہے۔ پوچھا وہ کیا چیز ہے۔ عرض کیا ستون کسوٹی کے۔ حکم ہوا کہ لکھ بھیجو حضور میں بھیج دے۔ آپ کے وکیل نے اسی وقت اطلاع دی۔ مقرب خاں نے ستون مذکورہ بنگلہ مسطورہ سے اکھڑوا کر شبا شب پانی پت خانقاہ میں بھیج دیئے۔ تیسرے روز فرمان بادشاہ بمضمون مذکورۃ الصدر آیا۔ انہوں نے عرضی لکھی کہ پہلے ورود فرمان والا شان سے نذر خانقاہ کر چکا۔ اگر حکم ہو وہاں سے اکھڑوا کر ارسال حضور کروں۔ حکم آیا کچھ ضرورت نہیں۔ چونکہ جلدی میں نصب کر دیئے تھے اس واسطے رزق اللہ خاں خلف مقرب نے دوبارہ مرتب کرائے۔ جیسا کہ اس کے کتبہ سے تا حال موجود ہے ہویدا ہے اور وہ ابیات یہ ہیں۔ ابیات

مظہر نور جمال است و جلال — ہمچو عیسیٰ مردہ را بخشد رواں

ثانیاً فرمودہ ایواں چو خامہ — ہر ستون سنگ تک در زیر آں

بو علی چوں بو علی سینا س کرد — زاں سبب کیست آں ارسطو زماں

از خرد جستم غبار سال او — چو طلائی کیمیا کردم عیاں
سال و تاریخ انبالش در حساب — شد بوالاجاہ رزق اللہ خاں

اور مسجد سنگ سرخ اندرون خانقاہ تعمیر ساختہ رزق اللہ خاں ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک تاجر انگوٹھی دربار جہانگیری میں لایا کہ یہ ہیرے کی بے جوڑ شے ہے۔ بادشاہ نے سب امیران خاص حاضرین دربار کو دکھائی۔ کسی کی شناخت میں نہ آئی۔ مقرب خاں نے دیکھ کر عرض کیا کہ پانی میں ڈالی جائے۔ اس وقت رنگ آرئیدہ کا متغیر ہو گیا۔ ثابت ہوا کہ وہ مصری سفید سے تراشی ہوئی تھی۔ اگرچہ قصہ اور بھی مشہور ہے کہ تحریر کرنا اس کا فوت مطلب کا باعث ہوتا ہے۔ اور مقبرہ مقرب خاں اندرون خانقاہ مشہور قائم ہے۔

اب مطلب اصلی پر آتا ہوں۔ برادر دوم یعنی پسر نامی شیخ سا دیوان عبدالکریم نے مکان ان کا بمحلہ نواب سکونت تا حال مشہور و قائم ہے اور کرایہ مع محال پچاس برس طرف شاہجہاں بادشاہ سے ان کی جاگیر میں رہا اور دیوان خانہ ان کا کہ نام عدل گڑھ تھا اور عوام اس کو بادل گڑھ کہتے ہیں۔ مکان سکونت اور عادل گڑھ میں حیات اپنی میں شیخ حسینی اور شیخ اللہ کو دے کر مکان دوسرا بنا فرمایا اور نام اس کا دربار معزز فرمایا۔ مع شیخ فضل پسر سومی اپنے کے سکونت اختیار کی اور شیخ فضل مصاحبان درگاہ شاہجہاں بادشاہ سے رہے۔ اور سجع مہر یہ تھا۔ ع

فضل شد بدل و جان غلام شاہجہاں

بعد اس کے فیمابین شیخ قطب الدین اور شیخ بدر الدین ہر دو برادران حقیقی کے تقسیم مکانات میں ظہور میں آئے بنام دربار کلاں مکان شیخ قطب الدین و دربار خورد، مکان شیخ بدر الدین مشہور ہوا۔ جیسا کہ تا نہ الیوم دربار کلاں اور دربار خورد مشہور ہیں۔ بعد اس کے فرزند سومی شیخ قطب الدین کہ موسوم بہ عبدالرحیم تھے۔ ان کے پسر حبیب اللہ اور ان کے والد نجیب اللہ اور پسر سومی نجیب اللہ مولوی جلیل الرحمٰن علیہ الرحمۃ والغفران کہ دیانت اور صلاحیت میں مشہور ہیں الاقران والامثال تھے۔ بعد اس کے بمضمون حدیث شریف السعید من سعد فی بطن امہ ١٢٢٣ھ ماہ جمادی الاول میں مولوی رحمت اللہ پیدا ہوئے اور والدہ شریفہ مولوی ممدوح بیان کیا کرتی تھیں کہ میں نے حمل میں بکثرت دیکھا ہے کہ بیان ان کا خالی از درازنفسی سے نہیں لیکن ایک خواب بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ وزیر النساء یعنی ہمشیرہ خورد مولوی صاحب یہ کہتی ہیں کہ بڈولی والی تیرے نام پر کیا چاند روشن نہیں ہوا ہے کہ روشنی اس کی تمام جہان کو محیط ہے۔ ابتدائے طفلی میں آثار صلاحیت عیاں تھی اور عمر دس بارہ برس میں کتب درسیہ مروجہ فارسی سے فراغت پائی اور تحریر خطوط فارسی اچھا کرتے تھے۔ انہی ایام میں بفہمائش شیخ فرید الدین ساکن قصبہ بڈولی ضلع مظفر نگر خالو حقیقی اپنے کے ہمراہ مولوی علی احمد ساکن قصبہ مذکور کہ قرابت قریبہ رکھتے تھے واسطے تحصیل علوم روانہ شاہجہاں آباد ہو کے مدرسہ مولوی محمد حیات قیام پذیر ہو کر مصروف بہ تحصیل علوم ہوئے اور چونکہ طبع سلیم اور ذہن خداداد مستقیم تھا، ایام طالب علمی قطب السبق رہے۔ بعد اس

کے ۱۲۵۰ھ میں والدان کے کہ بعدۂ منشی گری راجہ ہندو راؤ بہادر مرہٹہ کے عرصہ چند سال سے ملازم تھے ہمراہ آقائے
نامدار اپنے کے فائز شاہجہاں آباد ہوئے ہمراہ ملازمین لشکر ظفر پیکر سرکار کے مقام ترولین گنج بیرون لاہوری دروازہ
جانب غرب متصل پہاڑی دہیرج قیام پذیر ہوئے۔ مولوی صاحب بھی بخدمت والد ما جد رہنے لگے اور تنخواہ بھی اس
کو بصیغۂ تاریخ سناتے وقت شب کے اپنی سرکار سے مقرر ہو گئے۔ اس وقت میں ہر روز ترولین گنج سے واسطے سبق کے
آمد و رفت مدرسہ مسبوق الذکر میں رکھتے ہیں اور شب کو حسب الطلب سرکار کے مضمون کتاب اکبر نامہ تالیف شیخ ابوالفضل
کا گوش گزار سرکار کرتے تھے اور کار تحریر خطوط والد اپنے کا بخوبی انجام دیتے رہے۔

بعدۂ اس کے ۱۲۵۳ھ برطرفی والدان کے کی اس سرکار سے ظہور میں آئی۔ والدان کے وطن میں خانہ نشین ہوگئے
اور یہ بجائے والد کے کار تحریر خطوط کا دیتے رہے۔ بعد چند ماہ کے موقوفی ان کی بھی ظہور میں آئی۔ پھر فارغ البال
ہو کے مدرسہ مسطور میں مصروف بہ درس و تدریس ہوئے۔ پھر جو سبق موافق خواہش اپنی کے نہ پایا ہمراہ چند طلبا پا پیادہ روانہ
لکھنؤ ہوئے۔ وہاں سے مفتی محمد سعید اللہ سے مسلم الثبوت اور میر زاہد امور عامہ پڑھا اور لکھنؤ میں مربع طلاب ہے۔
پھر ۱۲۵۶ھ میں وارد وطن ہوئے اور دختر اوسط خاں حقیقی کہ مدت سے منسوب بنام ان کے تھی شادی کی۔ شادی کے
بعد ۱۲۵۷ھ راجہ ہندو راؤ نے ان کو مع والد طلب کر کے والد کو ان کے ہمراہ غلام غوث خاں مختار کار اپنے کے بہ تنخواہ
قدیمی ملازم کر کے واسطے بند و بست املاک اپنی کے روانہ کالکا جیکلی ضلع دھاڑ واڑ کیا اور ان کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ
بجانب کوہ بجہت شکار ہوا۔

بعد اس کے وقت فائزگی شاہجہاں آباد بمقام ترولین گنج ہنگامہ تعلیم طلبا بہ گرم اور کار تحریر خطوط سرکار کرتے
رہے۔ پھر سنہ ۱۲۶۰ھ میں لڑکے ان کے نے جو کم از کم یک سالہ تھا انتقال کیا۔ پھر نسبت ان کی نے بمرض حمیٰ دق مبتلا
ہو کے سنہ ۱۲۶۱ھ میں انتقال کیا۔ پھر نسبت ان کی اگرچہ اقربا میں ہو گئی تھی، چند سال نکاح نہ کیا بلکہ اپنی طرف سے انکار
کیا۔ بعد اس کے سنہ ۱۲۶۲ھ میں انتقال والدان کے کا بمقام کالکا ظہور میں آیا۔ بعد اس کے تعلق ملازمی ترک کر کے اپنے
چھوٹے بھائی منشی محمد خلیل کو سرکار ہندو راؤ میں مقرر کرا کے کوئی دن مدرسہ مولوی محمد حیات میں پڑھا۔ بعد اس کے
مسجد اکبر آبادی میں کہ جانب جنوب مشہور تھی قیام پذیر ہو کے بتدریس طلبا مصروف ہوئے۔ بعد اس کے سنہ ۱۲۶۴ھ میں
کہ انہیں ایام میں مولوی محمد حیات نے انتقال کیا تھا وارد وطن مالوفہ میں ہو کر ہنگامہ وعظ و تلقین و تدریس طلبا میں
مصروف ہوئے۔ اور آبادی مسجد محلہ بخوبی ظہور میں آئی اور جو کہ تحریر کتاب ارادالادہام بفرمائش شاہ عبدالغنی ساکن
خانقاہ غلام علی شاہ فارسی میں لکھی تھی۔ اب تک نقش اس کی ظہور میں نہ آئی تھی کہ آپ بعارضہ تپ و لرزہ بیمار ہوئے۔
باوجود مصلحت و مسہلات ازالہ مرض کا ظہور میں نہ آیا۔ اور اکثر طبیبوں کی رائے میں حمیٰ دق تجویز ہو گئی۔ لیکن برادر اوسط
ان کا کہ معالج تھا برخلاف اور طبیبوں کے تھا۔ غرض کہ بیماری مولوی صاحب سے تمام خاندان بے سر و سامان تھا۔

جیسا کہ عم کلاں اور ہر دو عم خورد اور دیگر اعزا نے ان کی والدہ کے پاس آ کر بیان کیا کہ جو ہمارے دودمان میں ذات مولوی صاحب کو فخر خاندان پیدا کیا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ طبیب اور ہی آپ کے علاج کے واسطے لا دیں اور کوشش در باب استعلاج بہم پہنچا دیں۔ والدہ ممدوحہ ان کی کہ از بسکہ صالحہ اور متدین تھیں کہا کہ تدبیر وابستہ تقدیر ہے کہ میں رائے خاف اور اپنے کے بہ نسبت اور طبیبوں کے واثق سمجھتی ہوں۔ غرض کہ شدت بیماری سے زوال طاقت ایسا ہوا کہ بیٹھنے سے معذور ہوئے اور لیٹے ہوئے چارپائی پر نماز ادا کرتے تھے۔ ایک روز یہ کہا کہ دیکھو میں نماز ظہر پڑھتا ہوں کوئی آگے کو نہ نکلے۔ بعد تھوڑی دیر کے گریاں ہو کر ہوش میں ہوئے۔ بھائی اوسط ان کے نے جانا کہ وہ مایوسی حیات اپنی کے گریاں ہیں۔ یہ کہا بھائی قسم بخدا میرے نزدیک قواعد طب سے کوئی علامت رویا نہیں، انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔ فرمایا کہ میں اس لئے نہیں روتا ہوتا ہوں اور مجھ کو بھی صحت اور بقا حیات اپنی کی امید ہے۔ مگر اس واسطے کہ میں نے اس وقت خواب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع شیخین رضی اللہ عنہما تشریف لائے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا رئیس المجاہدین یا رئیس المجاہدین اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا یا فتی الرجل طلک رسول اللہ تعالیٰ گنج العینی لے نوجوان خوش خبری ہو۔ جو بیج حق تیرے کے رسول نے کہا۔ ایسا اگرچہ تالیف ازالۃ الاوہام جہاد مرض ہوا ہے یقین ہے کہ جہاد شافی یہی ہوگا بعد اس کے حالت اصلی صحت پر آ کے ازالۃ الاوہام کہ منتشر ہوا تھا بعرصہ سات ماہ کے تمام کیا۔ بعد اس کے بتقریب بعض اتفاق تشریف بری شاہجہاں آباد ہوا اور صورت چھپنے کتاب مذکور میں حاشیہ پر استفسار مولوی آل حسن مصنف ظہور میں آیا۔ اور انہی ایام میں ڈاکٹر وزیر علی ساکن محلہ کاغذیاں سے ملاقات ہوئی اور ڈاکٹر مذکور مستدعی تشریف بری اکبر آباد کا ہوا۔ وہاں پہنچ کر بسر لئے چہلی بہت مقیم ہوئے۔ جو کہ ان دنوں میں محکمہ صدر آباد میں تھا۔ اور وکلا صدر میں رہتے تھے اور پادری فنڈر صاحب بھی وہیں مقیم تھے اور ہر کسی سے بروقت ملاقات یہ کہتے تھے کہ کوئی ہماری میزان حق کا جواب لکھے اور طعن ہماری کا جو محمدیوں پر ہے جواب دے۔ جو کہ اکثر اس امر پر سکوت کر کے جواب نہیں دیتے تھے۔ یہ سبب بھی باعث خود پسندی پادری صاحب موصوف کا ہوتا تھا۔ اس وقت میں اکثر وکلا و رؤسا اکبر آباد ملتجی اس بات کے ہوئے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مقابلہ پادری صاحب سے ہو۔ ہر چند مولوی صاحب نے عذر غریب الوطنی کا کیا لیکن پذیرائی نہ ہوئی۔ آخر الامر وکلائے مذکور الصدر سلسلہ جنبان مباحثہ فیما بین ہوئے۔ پادری صاحب اس امر کو فوز عظیم سمجھ کر زیادہ تر مصر ہوئے جیسا کہ رسالہ مباحثہ فیما بین مولوی صاحب و پادری صاحب کے قریب دس گیارہ جز کے فخر المطابع میں شائع ہوا تھا اور اس کے اشتہار میں تاریخ یوم تقرر مباحثہ کا دیا گیا تھا۔ اگرچہ اس زمانہ میں ریل نہ تھی مگر پھر بھی اکثر سامعین سواری گھوڑا گاڑی پر آ کر داخل مجمع مباحثہ ہوئے۔ اور چودہ مسئلوں پر مباحثہ تقرر فرمایا تھا۔ اور شرط یہ تھی کہ جب تک ایک مسئلہ پیش طے نہ ہو جائے گفتگو دوسرے مسئلہ میں نہ کی جائے۔ غرض کہ روز اول پادری صاحب گفتگو میں زیر پیش رہے اور دوسرے روز اول پادری اور تیسرے روز نہایت عاجز ہوئے۔ اور یہ امر باعث بدنامی پادری صاحب کا ہوا۔ بعد اس کے اگر بعادت

قدیم بازار میں کھڑے ہوئے تو ہر ایک دوست اُسے کہتے تھے کہ تیری زبان کہاں گم گئی تھی جو بولا نہ گیا۔

بعد اس کے سنہ ۱۲۷۳ھ میں ۱۶۔ رمضان کو غدر واقع ہوا اور مولانا اس حادثۂ ناگہانی میں اشتہاری ہو گئے۔ عازم مکہ ہوئے اور جو کچھ جائداد وطن میں تھی ضبط ہو کر نیلام ہو گئی۔ بعد اس کے سنہ ۱۲۸۴ھ میں پادری فنڈر صاحب واسطے حصول ملاقات استنبول روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر ایک امیر سلطان سے مل کر مستدعی جواب کے ہوئے۔ اس امیر نے علماء سے مشورہ کیا جو کہ محمود خان رئیس نجیب آباد کہ ایام غدر سے داخل زمرہ مصاحبان امیر موصوف تھا مظہر ہوا کہ ہندوستان میں ایک فاضل جلیل الشان کی گفتگو مذہبی پادری ہند مکان سے ہوئی تھی اور اس فاضل نے کتاب در جواب اعتراضات اس پادری کے لکھی ہے۔ اور وہ کتاب چھپ گئی ہے۔ جو قافلہ حجاج ہند ہر سال آتا ہے دستیاب ہونا ممکن ہے۔ جیسے کہ یہی مضمون بنام شریف مکہ آیا۔ اتفاقاً خلعت شریف مولوی صاحب سے دیکھا۔ جواب میں لکھا گیا کہ وہ کتاب اور اس کا مصنف یہاں موجود ہے۔ بعد اس کے موافق حکم شریف مکہ نے سامان زاد راہ کر کے مولوی صاحب کو روانہ استنبول کیا اور انہوں نے وہاں پہنچ کر جوابات اعتراضات بحضور علماء پڑھا۔ پسند خاطر ہوا۔

اس کے بعد پادری سائل کو طلب کیا۔ بوقت آنے کے فیمابین ظہور میں آئی۔ پادری صاحب سوائے اس بات کے کہ میں نے جواب سوالات اپنے کا کچھ پایا، زبان پر نہ لائے۔ بعد اس کے واپس ہوئے اور اثنائے راہ میں فوت ہوئے۔ اور بسبب درخواست اس کتاب کا ترجمہ فارسی سے عربی اور ترکی میں لکھا اور کتاب عربی موسوم بہ "اظہار الحق" کیا۔ ہر دو نسخہ چھاپہ خانہ بکرات قالب طبع میں آئے۔ آپ عرصہ تین سال تک استنبول میں قیام پذیر ہو کر مکہ میں آئے اور بمدد بیگم صولت النساء رئیسہ بنگالہ بنا مدرسہ کی محلہ خندریسہ میں ڈالی۔ چنانچہ مدرسہ صولتیہ مشہور ہے اور کوشش بیگم مذکور اور رؤسا ہند سے آبادی مدرسہ مذکور کی بخوبی ظہور میں آئی۔ اور جو ترجمہ ترکی چھپ کر داخل کتب خانہ شاہی میں ہوا تھا۔ ایک روز اتفاق سے ملاحظہ سلطان سے گزرا اور استفسار حال مصنف ہوا۔ جانب سلطان سے طلب صاحب ظہور میں آئی۔ مولوی صاحب مع حضرت مولوی نور فائز استنبول ہوئے۔ بوقت پہنچنے بندر کے سلطان کی طرف سے چند امیر مع توپ و خلعت کے آئے اور بر وقت پہنچنے کے مراتب تعظیم ظہور میں آئے اور بزبان ترکی فرمایا کہ ہم تمہاری کتاب اور ذکر خیر سن کر مشتاق ملاقات ہوئے۔ اور بعد چند روز کے ارشاد ہوا کہ تا تقرری ملازمت پانچ سو روپیہ ماہوار تم کو ملا کریں گے۔ یہاں قیام پذیر رہیں۔ انہوں نے التماس کی کہ میں حالت پیری میں مسکن و مدفن مکہ چاہتا ہوں چنانچہ تین سو روپیہ ماہوار مقرر ہو گئے۔ مبلغان مذکور کے اسم مدرسہ و لواحقین اپنے کے دفتر شاہی میں لکھوا دیے اور بر وقت رخصت عرض کیا کہ بشرط مرضی برادر یا داماد اپنے کو کہ یہاں امن میں روانہ خدمت خدام والا مقام کروں گا۔ اور رخصت ہو کر روانہ مکہ ہوئے۔

عندالذکر سامعین نے کہا کہ ایفائے وعدہ ضرور ہے۔ بعد تحریر و استرضا برادر خورد اپنے یعنی قاضی عبدالاسلام کو استنبول روانہ کیا۔ وہ وہاں ۱۲۵ روپے ماہوار پر داروغہ کتب خانہ شاہی مقرر ہوئے۔ مولوی صاحب نے ۲۲۔ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۸ھ بعمر ۷۵ سال انتقال فرمایا اور مکہ میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حصّہ سوئم

تذکرہ اولیائے ہندوپاکستان

اس

حصّہ میں سلسلۂ قادریہ اور نقشبندیہ کے اکابر بزرگانِ دین کے تذکارِ طیّبہ

وافکارِ پاکیزہ درج ہیں

غوث الثقلین حضرت محبوب کبریا سیّد محی الدّین سلطانِ عالم

اولیائے اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ

کنیت آپ کی ابو محمد ولقب محی الدین ہے۔ اور غوث الثقلین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ تصرف حضرت کا اوپر جن و انس کا تھا اور اسم شریف سیّد عبدالقادر خلف سید ابی صالح بن سید موسیٰ بن سیّد عبداللہ الجیلی بن سید یحییٰ الزاہد بن سید محمد بن سیّد داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ موسیٰ الجون بن سید عبداللہ محض یا محسن بن سید حسن المثنیٰ بن حضرت امیرالمومنین امام حسن بن حضرت امیرالمومنین امام المتقین اسداللہ الغالب علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ اور کنیت ان کی ام الخیر اور لقب امۃ الجبار دختر نیک اختر شیخ عبداللہ صومعی کی تھیں کہ وہ مشائخ کبارہ جیلان سے اور اولیائے زمانہ مستجاب الدعوات تھے۔ نسب ان تاج المستورات کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ کہ فاطمہ ام الخیر بنت شیخ الاسلام سیّد عبداللہ صومعی، بن سیّد ابو جمال محمد بن سیّد ابو طاہر بن سیّد ابو عطاء عبداللہ بن سیّد الجمال عیسیٰ بن سیّد ابو علاءالدین محمد بن سیّد علی العریضی بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امیرالمومنین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جیلی حضرت کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ولادت آپ کی جیل میں ہوئی اور اس کو جیلان اور گیلان اور کمل بھی کہتے ہیں۔ صاحب تاریخ یافعی تحریر فرماتے ہیں کہ نام اس قصبہ کا جیل تھا۔ وہ جگہ نہایت پرفزا اور آب وہوا معتدل کہ نیچے کوہ جودی کے واقع ہے اور جودی وہ ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام کی اس جگہ ٹھہری تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی ذکر ہے اور بغداد سے سات روز کا راستہ ہے۔

محی الدین لقب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ میں بروز جمعہ بغداد سے باہر آیا۔ راستہ میں مقابل ایک بیمار ضعیف ونحیف کے پہنچا۔ اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا "السلام علیک یا عبدالقادر"۔ میں نے کہا، "وعلیکم السلام یا عبداللہ!" اس نے کہا، "میرے پاس آ۔" جب میں نزدیک گیا کہا کہ مجھ کو بٹھا۔ میں نے اس کو بٹھایا۔ اسی وقت وہ حالت

اوست در جملہ اولیا شہباز ۔ چو پیغمبر در انبیاء ممتاز
او بیا بندہ اش از دل وجان ۔ قدم او بر گردن ایشان
وصف تعریف او زمن نہ نکوست ۔ خود کرامات او معروف اوست

مجمع القضائے سے نقل ہے کہ آپ کے پیدا ہونے کی خبر جناب سرور انبیاءؐ نے جناب امام حسین علیہ السلام کو دی تھی کہ میری اولاد میں فلاں صدی میں غوث اعظم عبدالقادر پیدا ہوگا۔ حلیہ مبارک حضرت غوث اعظم نحیف البدن، میانہ قد، گندم گوں، پیوستہ ابرو، کشادہ پیشانی، ریش کلاں، آواز بلند اور روئے مبارک ایسا چمکتا تھا کہ برائے دیدار جو آتا طاقت مشاہدہ جمال نہیں رکھتا تھا۔ جو ہدیہ آتا وہ حاضرین کو تقسیم فرما دیتے۔ غریب اور فقرا سے نہایت نرمی اور تواضع سے پیش آتے۔ اہل دنیا کی تعظیم کو نہ کھڑے ہوتے۔ اپنے ہم نشینوں کی بہت عزت کرتے۔ مہربانی ایسی تھی کہ ہر شخص اپنے دل میں تصور کرتا تھا کہ میری سی محبت دوسرے سے نہیں اور جو بیمار عاجز آپ کی خدمت میں آتا اس پر ہاتھ پھیرتے ہی اس کو شفا ہوتی تھی۔ کبھی کسی امیر یا خلفاء کے گھر نہیں گئے۔

ایک بار خلیفہ بغداد ابوالمظفر دس توڑے اشرفیوں کے لے کر آیا۔ آپ نے قبول نہ فرمائے۔ اور صائم الدہر تھے۔ اور قبلہ رو بیٹھتے تھے۔ مجاہدہ کی کیفیت یہ رہی کہ برابر چار سال ایک خلوت میں گزارے اور چھبیس برس جنگلوں میں رہے چالیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز گزاری۔ بغداد شریف میں پندرہ برس بعد عشاء کے تمام شب ایک پیر سے کھڑے ہو کر عبادت کی یعنی ایک قرآن ختم فرماتے۔ اور لباس فاخرہ پہنتے تھے۔ حضرت خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں اگر میری آنکھ جھپکتی تو میں آواز سنتا کہ اے عبدالقادر تجھ کو سونے کے واسطے پیدا نہیں کیا۔

نقل ہے کہ آپ کی عمر سولہ برس کی تھی کہ بغداد میں آکر بقرأت قرآن حفظ کیا۔ بعدہٗ چند روز میں تمام علوم حاصل کر کے علمائے وقت سے ممتاز ہوئے۔ یعنی سات برس میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے۔ آٹھ برس تجرید میں رہ کر بعدہٗ دعوت الی الحق میں مشغول ہوئے۔ اور ۶۵۰ طلباء کو روز سبق پڑھاتے تھے۔ جس طالب علم کے پاس کتاب نہ ہوتی اپنی قلم سے لکھ کر عطا فرماتے۔ جس کو مرید فرماتے سلسلہ پیران اپنی قلم سے لکھ کر دیتے۔

نماز نوافل میں ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورۂ مزمل یا سورۂ الرحمٰن پڑھتے یا سورۂ اخلاص سو بار پڑھتے اور شب کو قریب تہجد کے قرآن ختم فرماتے اور مجموعہ چہل چھ سات دفعہ پڑھتے۔ شب اور دن کو دعائے سیفی و حرز ایمان و عزیمت کبیر و درہ دکبیرہ نود و نو نام خدا ہزار بار پڑھتے اور شجر جنیدی برائے استمداد ایک بار بلاناغہ پڑھتے۔

شیخ ابوسعید عبداللہ بن احمد بغدادی سے نقل ہے کہ فاطمہ نام میری سولہ برس کی لڑکی کوٹھے پر سے غائب ہوئی میں حضرت کی خدمت میں گیا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ فرمایا کہ آج کی شب جنگل کرخ میں کہ بغداد کا ایک محلہ ہے وہاں جا کر زمین پر اپنے گرد دائرہ کر اور کہہ بسم اللہ علی بنت عبدالقادر اور جب بیٹھے تو کہیو یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔ جب

خوب اندھیرا ہوگا جوق جوق جن بصورت مختلفہ آویں گے۔ ان سے ہرگز نہ ڈرنا۔ صبح ہوتے ان کا بادشاہ آوے گا۔ اس سے مطلب بیان کرنا۔ چنانچہ میں نے جاکر موافق حکم کے عمل کیا۔ دیکھا کہ مختلف صورتوں کے گروہ در گروہ جن آنے لگے۔ میرے دائرے میں کوئی نہیں آیا۔ صبح ہوتے بادشاہ آیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا کیا کار ہے۔ میں نے کل حال بیان کیا۔ اس نے تمام جنوں کو بلاکر دریافت کیا۔ میرا چور بھی حاضر ہوا اور میری لڑکی کو لادیا۔ میں نے اس بادشاہ سے کہا کہ تم بہت مطیع غوث پاک ہو۔ اس نے کہا کیوں کر نہ ہوں، سید عبدالقادر غوث الثقلین ہیں۔ جن اور انس سب ان کے فرمان پذیر ہیں۔ جو ان سے پھرا ہے وہ مردہ ہے۔

ایک شخص کی عورت کو مرگی آتی تھی۔ اس نے حضرت کے روبرو شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اس کے کان میں کہہ دے کہ جانس اس جگہ شیخ عبدالقادر مقیم ہیں۔ اگر پھر دوبارہ ہو تو مجھ کو خبر دینا۔ الغرض پھر مرگی تا حیات اس کو نہ آئی۔ امام عبداللہ یافعی تاریخ یافعی میں لکھتے ہیں کہ حضرت ۴۰ برس بغداد میں رہے کبھی کسی کو مرگی نہ آئی۔

شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں ایک روز مدرسہ میں تھا۔ حضرت وضو کر رہے تھے۔ ایک چڑیا نے بالائے جامہ بیٹھ کر دی۔ چاہتی تھی کہ اڑے۔ اسی وقت گر پڑی اور مرگئی۔ جب وضو سے فارغ ہوتے اس جگہ کو پاک کیا اور جامہ بدن سے اتار کر بندہ کو دیا اور فرمایا اس کو فروخت کرکے مساکین کو دے۔

گلزار معانی سے نقل ہے کہ عہد دولت میں یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی بے وضو نام آپ کا لیتا سر تن سے جدا ہو جاتا تھا آخر سید عالم نے بشارت دی کہ یا ولدی وجود تمہارا سیف اللہ ہوا۔ اب سیفی کی کیا حاجت ہے۔ ترک جلال کرو۔ آگے ایسا وقت آوے گا کہ ہر ایک تیرا نام لے گا۔ اس روز سے حضرت نے ترک جلال کیا یعنی حرز یمانی کا وظیفہ ترک کیا۔ کہتے ہیں کہ بخوف جان کوئی بے وضو حضرت کا نام نہیں لیتا تھا۔ یہ اب بھی ہے کہ جو بے وضو نام نامی لیتا ہے تنگی رزق کی ضرور ہوتی ہے اور جو ہمیشہ شیرینی پر نیاز کرتے ہیں تو تنگ نہیں رہتے۔

آپ کی گیارھویں کرنا برائے کشائش رزق مجرب عمل ہے۔ تمام بزرگوں کا اتفاق ہے اور ترکیب ختم یہ ہے کہ گیارہ یا سات یا تین شخص باطہارت گیارھویں شب ہر ماہ کو ایک جگہ بیٹھ کر اول گیارہ بار الحمد للہ با تسمیہ پڑھ کر سو بار درود شریف اور گیارہ بار کلمہ تمجید اور ایک سو گیارہ بار یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ اور سورہ یٰسین ایک بار اور ایک سو اکتالیس بار الم نشرح با تسمیہ اور ایک سو گیارہ بار درود شریف۔ پھر گیارہ بار الحمد پڑھ کر شیرینی پر فاتحہ حضرت کی دے کر تقسیم کرے۔ یہ ختم برائے ہر کار مجرب ہے۔ اور ہر ایک جلسہ میں سوا لاکھ مرتبہ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ برائے ہر مہم مفید ہے

اپنے تکملہ میں شیخ ابوالقاسم عمر بزاز کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ جس کسی کو کچھ مشکل کا سامنا ہو وہ میری طرف رجوع کرے تو اس کی مشکل حل ہو اور جو مجھ سے توسل کرے اس کی حاجت براری ہو۔ ترکیب ادائے صلوٰۃ الاسرار وصلوٰۃ الحاجت وصلوٰۃ الہدیہ الی حضرت قادریہ کے درمیان مغرب اور عشاء کے ادا کرتے ہیں۔ حضرت رسول مقبول

سے استفادہ اٹھاتے ہیں۔

چنانچہ شیخ یوسف بجاوندی فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت رسالت پناہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا، یا رسول اللہ جس کی موت قریب ہو اُس کا علاج کیا ہے کہ نہ مرے۔ فرمایا اگر دوگانہ ولدی عبدالقادر باعتقاد ادا کرے عمر اس کی دراز ہو اور جس مدعا کے لئے متواتر ۴۰ روز ادا کرے وہ پورا ہو۔ اور توشہ حضرت کا قبول ادائے ہر مطلب مفید ہے۔ بعدہٗ دو توشہ باطہارت تیار کر کے مسلمانوں کو تقسیم کرے۔ بہتر یہ ہے کہ ایک توشہ پہلے ادا کرے۔ وزن توشہ میدہ گندم آدھ سیر، روغن زرد، شکر سفید ہر ایک سوا سیر۔ مغز بادام، پستہ، کشمش، مغز خربا، ہر ایک ساڑھے سات تولہ۔ بدستور حلوا بنا کر حضرت کی نیاز دے کر تقسیم کرے۔

حقیقۃ الحقائق سے نقل ہے کہ ایک بیوہ پیرزال کا پسر دریا میں ڈوب گیا۔ وہ حضرت کے پاس آکر کہنے لگی کہ ایک پسر تھا سو دریا میں ڈوب گیا۔ میں حضرت کی معتقد ہوں۔ آپ کو خدا نے سب طرح کی قوت دی ہے۔ میرا پسر مجھ کو دیجئے آپ نے فرمایا وہ تیرے گھر آ گیا۔ اُس نے جا کر دیکھا پسر نہ پایا۔ پھر دوڑی آئی اور روئی۔ آپ نے فرمایا وہ تو گھر آ گیا پھر اُس نے جا کر دیکھا پسر نہ پایا۔ پھر جا کر رونے لگی آپ نے مراقبہ فرمایا کہ جا وہ تیرے آ گیا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ بحکم خدا جمعہ کے روز حضرت کی نظر جس مسلمان پر پڑھتی تھی وہ اولیاء ہو جاتا تھا۔ نیز اسرار السالکین سے نقل ہے کہ حضرت ایک بار چلے جاتے تھے کہ ایک عیسائی اور ایک محمدی مباحثہ کرتے چلے آتے تھے۔ عیسائی محمدی سے کہتا تھا کہ میرے نبی تیرے نبی سے بہتر ہیں اور تو اپنے نبی کو بہتر جانتا ہے۔ حضرت نے عیسائی سے فرمایا کہ تیرے نبی کو فضیلت کس دلیل پر ہے۔ اُس نے کہا کہ وہ مُردے کو زندہ کر دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ گروہ مصطفائیؐ سے میں ایک ناچیز ہوں۔ اگر میرے روبرو مردہ آئے تو میں اس کو قم کہہ کر زندہ کر دوں بلکہ مُردہ زندہ ہو کر قبر سے باہر آ جائے۔ میرے ہمراہ کسی مُردہ کی قبر پر چل، فضیلت احمدی تجھ کو دکھا دوں۔ عیسائی ہمراہ آیا اور ایک پُرانی قبر پر پہنچ کر کہا، اس کو زندہ کرو۔ آپ نے فرمایا تیرے پیغمبر کیا کہہ کر زندہ کرتے تھے۔ اُس نے کہا قم باذن اللہ کہہ کر زندہ کرتے تھے۔ آپ نے منہ اپنا قبر کی طرف کر کے فرمایا قم باذنی۔ اسی وقت قبر پھٹی اور قوال خوش الحان گاتا ہوا باہر آیا۔ عیسائی نے یہ معائنہ کر کے فضیلت محمدی کا اقرار اور مسلمان ہوا۔

نقل ہے کہ ایک فقیر خدمت عالی میں آیا اور کہنے لگا ہر روز آپ کی درگاہ سے فیض دیکھا ہے اور آج آثار سخاوت نہ دیکھے۔ آپ نے خدام کو ارشاد فرمایا کہ ایک سو چالیس فاسق اور ناجر لاؤ۔ جب وہ دائیں بائیں قطار میں کھڑے ہوئے بنظر الطاف اُن کی طرف دیکھا۔ اسی وقت ان کو بمقام وصول الٰہی پہنچایا اور اس فقیر سے فرمایا کہ آج یہ سخاوت تھی۔

جز آں محبوب خدا کیست کہ ایں کار کند | کہ چنیں طائفہ را لائق دیدار کند
کیست عیسیٰ نفسے بعد محمد جز وے | کہ بیک نظر دو صد مردہ بیدار کند

نقل ہے کہ سید احمد رفیعی بن ابوالحسن رفیعی دختر سادات حسینیہ سے تھے۔ اس وجہ سے خواہر زادہ حضرت کے مشہور تھے۔ مگر حضرت کے خلیفہ تھے۔ مناقب غوثیہ سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت نے اپنے خادم کی معرفت سیّد احمد رفیعی کو کہلا بھیجا۔ نار العشق، سید اس کلمہ کے سنتے ہی جوش عشق میں آکر العشق نار اللہ ہی کہنے لگے۔ ہذا ہوا العشق۔ آپ کے روبرو درخت تھا معاً جلنے لگا اور وہ بھی جل کر خاکستر ہو گئے۔ پھر مثل پانی ہو گئے۔ خادم نے یہ کیفیت جاکر حضور سے عرض کی۔ ارشاد فرمایا کہ اس پانی کو لا۔ جب خادم واپس آیا دیکھا کہ سید صاحب نے بہ حقیقت سے رجوع بساحل وجود عنصر انسانی کر کے سر اٹھایا۔ خادم نے پھر حضرت سے جاکر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مرتبہ ایک ان کو اور ایک اور بزرگ کو ہوا۔ سوائے دو کے تیسرے کو نصیب نہیں ہوا ؎

شاہسوارے کہ داند حسن یار — یا فتند دریائے عشقش بے کنار
جملہ گشتند غرق بحر عشق دوست — نے خبر از بحر دارند نے از کنار

نقل ہے کہ ایک روز ایک عورت حاضر ہوئی۔ اور کہنے لگی میرے بیس لڑکیاں ہوئیں، لڑکا نہیں ہوتا۔ میرا شوہر مجھ کو طلاق دے کر دوسرا نکاح کرتا ہے۔ میرے واسطے دعا کیجیے۔ آپ نے فرمایا جا لڑکا ہوگا۔ اس کے دل میں خطرہ آیا کہ میرے واسطے دعا نہیں کی، میری تسکین کو ویسے ہی کہہ دیا۔ آپ نے خطرہ معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ تیری کل لڑکیاں مرد ہو گئیں۔ جب وہ گھر آئی تو سب کو مرد پایا۔

مناقب غوثیہ سے نقل ہے کہ شیخ علی عربی کے گھر لڑکا بے تناسل کا پیدا ہوا۔ ایک مجذوب نے حضرت کا پتہ دیا وہ دعا کریں تو کام چلے۔ وہ حضرت کی خدمت میں آئے اور فرزند کے واسطے دعا چاہی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری تقدیر میں نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر تقدیر میں ہوتا تو حضرت کے پاس کیوں آتا۔ آپ نے فرمایا کہ میری پشت سے پشت ملا۔ میری تقدیر میں ایک فرزند اور باقی تھا۔ سو تجھ کو دیا۔ اس کا نام محمد ہوگا۔ میرے نام پر ملقب کرنا۔ جب شیخ محمد اکبر پیدا ہوئے محی الدین لقب ہوا۔ توحید میں بہت کچھ آپ کی تصنیفات ہیں۔ قطب وقت اور بہت مشہور ہوئے۔ حضرت غوث پاک نے ان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ سبحان اللہ! کیا لڑکا پیدا ہوا کہ جو اپنے وقت میں میری زبان ہوگا۔ سر خفی کو آشکارا کرے گا۔ شیخ محی الدین ابن عربی مرید شیخ یونس القصار کے وہ خلیفہ محبوب سبحانی کے اور شیخ ابوالحسن علی بن عبد اللہ سے خرقہ خلافت پایا۔ اور خضر علیہ السلام سے بھی فیض حاصل ہوا۔ اور شیخ ابو مدین مغربی کی بھی صحبت میں رہے۔ شب جمعہ ۲۲ ربیع الآخر کو انتقال کیا۔ مزار بیرون دمشق ہے۔

لکھا ہے شیخ شہاب الدین سہروردی بھی غوث پاک کی دعا سے پیدا ہوئے۔ فضائل حضرت کے حد تحریر سے باہر ہیں۔ کوئی کتب صوفیہ سے ایسی کتاب نہ ہوگی جس میں حضرت کا ذکر خیر نہ ہوگا۔ اس واسطے چند نقول پر تمام کیا۔ وفات حضرت یازدہم ربیع الآخر ۵۶۱ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار حاجت روائے خلق مدرسہ باب الازج میں واقع ہے کہ حضرت

مدرسہ شیخ الاسلام شیخ ابو سعید مبارک مخزومی نے دیا تھا۔ امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص بغداد میں جاکر روضہ محبوب سبحانی کی زیارت سے مشرف نہ ہوا۔ کرامات اُس کی سلب ہو جاتی ہیں۔

ذکر فرزندانِ حضرت غوث پاکؓ

۱۔ سید سیف الدین عبد الوہاب قدس سرہٗ

آپ ماہ شعبان ۵۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور بعد والد کے صاحب سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۲۵۔ شوال ۵۹۲ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے۔ ابو المنصور عبد السلام و شیخ ابو الفتح سلیمان یہ دو آپ کے صاحبزادہ تھے۔

۲۔ حضرت شیخ شرف الدین عیسیٰ قدس سرہٗ

آپ فرزند دوم حضرت غوث پاکؓ کے تھے۔ نام ابو محمد ابو عبد الرحمٰن عیسیٰ ہے کہ فیض دینی اور دنیوی اپنے والد سے حاصل کیا۔ ہمیشہ درس میں رہتے تھے اور فتوح الغیب آپ ہی کے واسطے تالیف ہوئی تھی۔ وفات حضرت کی ۵۷۳ھ میں ہوئی۔ مزار مصر میں ہے۔

۳۔ حضرت شیخ شمس الدین ابوبکر عبد العزیز قدس سرہٗ

آپ فرزند سوم غوث پاکؓ کے تھے۔ وفات حضرت کی بمقام قصبہ سنجار ۵۸۹ھ میں ہوئی

۴۔ حضرت شیخ سراج الدین عبد الجبار عبد الرحمٰن ابو الفرح قدس سرہٗ

آپ فرزند چہارم غوث پاکؓ تھے۔ تمام علوم اپنے والد سے حاصل کیے اور دیگر بزرگوں سے فیض اٹھایا۔ اور چندے عراق کے مفتی بھی رہے۔ وفات حضرت کی ۵۸۱ھ میں ہوئی۔

۵۔ حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق قدس سرہٗ

آپ فرزند پنجم غوث پاکؓ تھے۔ تحصیل علوم ظاہری اور باطنی اپنے والد سے کی اور صاحب گروہ ہوئے۔ ہزارہا فقیر آپ کے سلسلہ کے موجود ہیں۔ رزاق شاہی کہلاتے ہیں۔ تاج ترکی سر پر رکھتے ہیں۔ کتاب جلاء الخواطر جمع آپ نے فرمائی نقل ہے کہ ایک بار آپ نے اپنے والد کے پاس ہوا پر سے مردان کو آتے دیکھا۔ آپ کو وحشت معلوم ہوئی۔ حضرت غوث پاکؓ نے فرمایا کہ مقام خوف نہیں ہے۔ یہ مردان غیب ہیں اور تو بھی ان میں سے ہے۔ صاحب انیس القادریہ نے آپ کے پانچ بیٹے لکھے ہیں۔ شیخ ابو صالح و شیخ ابو القاسم و شیخ ابو محمد اسماعیل و شیخ ابو المحاسن فضل اللہ و شیخ جمال اللہ کہ عشبہ غوث پاک تھے۔ وفات شیخ عبد الرزاق کی ۶ ماہ شوال ۶۰۳ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں بمقام حرب ہے۔

٦۔ شیخ ابو اسحاق قدس سرہٗ

آپ سنہ ٥٢٧ھ میں پیدا ہوئے اور ٦۔ شوال سنہ ٥٩٢ھ میں وفات پائی۔ مزار نزدیک مزار والد کے ہے۔

٧۔ شیخ ابو الفضل محمد قدس سرہٗ

آپ عالم حدیث تھے۔ وفات حضرت کی ٢٥۔ ذیقعدہ سنہ ٦٠٠ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا مقبرہ حلبیہ میں ہے۔

٨۔ شیخ عبد الرحمٰن قدس سرہٗ

آپ سنہ ٥٠٨ھ میں پیدا ہوئے اور ٢٧۔ صفر سنہ ٥٨٧ھ میں وفات پائی۔ مزار بغداد میں ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ ابو محمد عبد الرحمٰن و شیخ ابو محمد عبد الرزاق یہ دونوں صاحب عالم متبحر ہوئے ہیں۔

٩۔ شیخ ابو زکریا یحییٰ قدس سرہٗ

آپ ٦۔ ربیع الاوّل کو سنہ ٥٥٠ھ میں پیدا ہوئے۔ ١٥۔ شعبان سنہ ٦٠٠ھ میں بمقام بغداد سفر آخرت فرمایا۔ مزار برابر شیخ عبد الوہاب کے ہے۔

١٠۔ شیخ ابو نصر موسیٰ قدس سرہٗ

سلخ ربیع الاوّل سنہ ٥٣٩ھ میں پیدا ہوئے اور شب غرہ جمادی الآخر سنہ ٦١٨ھ میں فوت ہوئے مزار دمشق میں ہے۔

نقشہ خلفائے حضرت غوث الثقلینؓ

نمبر شمار	نام بزرگ	تاریخ وفات	جائے مزار	کیفیت
١	شاہ ابو عمرو قریشی بن مرزوق	سنہ ٥٦٤ھ	مصر نزد شافعیؒ	آپ کی عمر بڑی ہوئی ہے۔ ایک بار آپ کی دُعا سے دریائے نیل کا پانی کم ہوگیا۔ دوسرے سال اس میں اور تھوڑا پانی ڈالنے سے زیادہ ہوگیا۔
٢	شیخ قصیب البان موصلی	سنہ ٥٧٦ھ	موصل	قاضی موصلی کو آپ سے انکار تھا۔ ایک بار راستہ میں ملا۔ پکڑ کر حاکم کے پاس لے جانا چاہا۔ تھوڑی دیر بعد آپ کی تین صورتیں دیکھیں۔ آخر تائب ہوا۔
٣	شیخ احمد بن مبارک	سنہ ٥٧٢ھ	بغداد	وعظ میں حضرت کے پاس رہتے تھے۔

۴	شیخ ابو سعید قیلوی	سنہ ۵۵۷ھ	قیلواہ	عراق میں مشہور مشائخ سے گزرے ہیں۔
۵	شیخ صدقہ بغدادی	سنہ ۵۷۱ھ	بغداد	کرامتیں آپ کی مشہور ہیں۔
۶	شیخ عمر صیرفی	سنہ ۵۷۱ھ	عرب	صاحب ولایت ہوئے ہیں کہ زمین پر بیٹھے آسمانوں کی سیر کرتے ہیں۔
۷	شیخ محمد الاوانی	سنہ ۵۷۶ھ	"	منفردین میں سے تھے یعنی ان لوگوں میں سے جو دائرہ قطب میں سے خارج ہیں۔
۸	شیخ ابو سعید بن شبلی	سنہ ۵۷۹ھ	"	بہت بڑے کامل گزرے ہیں کہ ایک سوداگر کا جہاز آپ کی نذر بولنے سے ڈوبتے ڈوبتے بچا۔
۹	شیخ حیات	سلخ جمادی الثانی سنہ ۵۸۲ھ	"	مشہور بزرگ گزرے ہیں۔
۱۰	شیخ ابو سعید مغربی شعیب	سنہ ۵۹۰ھ	"	کسی کا گدھا شیر نے مار ڈالا۔ وہ رو رہا تھا۔ آپ نے اس شیر کو پکڑ کر گدھے والے کو دیا۔ اس سے گدھے کا کام لیا۔ چنانچہ تمام عمر شیر اس کی جگہ لدتا رہا۔
۱۱	شیخ موفق الدین المقدسی	سنہ ۶۲۲ھ	"	آپ صاحب کثیر التصانیف ہیں۔
۱۲	شیخ صدر الدین قونوی ابو المعالی	سنہ ۶۳۰ھ	عرب	عالم متبحر نہایت متقی اور صاحب تصانیف گزرے ہیں۔
۱۳	شہاب الدین سہروردی	سنہ ۶۲۲ھ	بغداد	ان کا ذکر ہوگا۔ ان کے پیر بھی حضرت کے مرید تھے۔

۱۴	سید احمد رفاعی	۲۲ جمادی الثانی سنہ ۵۷۲ھ	..	محبوب ترین خلیفہ تھے کہ آپ کی والدہ کو حضرت ہمشیرہ فرماتے تھے۔
۱۵	شیخ شمس الدین علی حداد بن عمر بغدادی	۱۹ رجب (سن نہیں ملا)	..	مشہور اور قطب وقت اور صاحب سلسلہ گزرے ہیں کئی گروہ آپ سے ملتے ہیں۔ آپ کے تین خلیفہ تھے۔ شمس الدین علی بن فتح یمنی۔ قطب الدین ابوالغیث جمیل یمنی۔ شیخ ابی حفص۔

نبیرہ گان حضرت غوث الثقلینؓ

۱۔ امام ابوالمنصور عبدالسلام حسنی قدس سرہٗ بن سید عبدالوہاب شب ہفتم ذی الحجہ سنہ ۵۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۱۱ھ میں وفات پائی۔ مزار مقبرہ حلبیہ میں ہے۔

۲۔ شیخ ابوالفتح سلیمان بن سید عبدالوہاب قدس سرہٗ ماہ رمضان سنہ ۶۲۶ھ میں وفات پائی۔ مزار بغداد میں ہے۔

۳۔ شیخ ابوالقاسم عبدالرحیم قدس سرہٗ بن سید عبدالرزاق وفات حضرت کی سنہ ۶۰۶ھ میں ہوئی۔ مزار باب حرب میں ہے۔

۴۔ شیخ ابواسماعیل بن سید عبدالرزاق قدس سرہٗ کہ زینت اہل عراق تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے۔

۵۔ سید ابوعبداللہ محمد قدس سرہٗ بن سید عبدالعزیز کہ عالم تصوف اور پرہیزگار تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۶۱۱ھ میں ہوئی۔

۶۔ شیخ ابوالفتح داؤد قدس سرہٗ بن سید ابوالفتح سلیمان بن سید عبدالوہاب ہمیشہ وعظ و نصیحت میں رہتے تھے اور صاحب سلسلہ تھے۔ حضرت کی وفات ۸۔ ربیع الاول سنہ ۶۴۸ھ میں ہوئی۔ مزار نزد جد خود۔

۷۔ شیخ سید محی الدین ابوعبداللہ چراغ علماں بن شیخ ابوصالح قدس سرہٗ۔ وفات حضرت کی سنہ ۶۵۶ھ میں ہوئی مزار بغداد میں ہے۔

۸۔ سید سیف الدین ابوبکر یحییٰ بن سید ابوصالح قدس سرہٗ کہ قدوہ علما تھے۔ سنہ ۶۵۶ھ میں وفات پائی۔ مزار اطراف بغداد میں ہے۔

۹۔ سید محی الدین ابوعبداللہ محمد بن علی بن حامد بغدادی کہ نواسے سید عبدالرزاق کے تھے۔ شہادت آپ کی سنہ ۶۵۸ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے۔

۱۰۔ سید ابو احمد عبداللہ کہ برادر حضرت محبوب سبحانی کے تھے۔ صاحب علم و ولایت تھے۔ سن وفات نہیں ملا۔

دوستان و محبان و معتقدان حضرت غوث پاکؓ

۱۔ شیخ ابو رضا محمد بن احمد بغدادیؒ۔ وفات حضرت کی ۵۷۰ھ میں ہوئی۔
۲۔ شیخ عدی بن مسافرؒ۔ سفینۃ الاولیاء میں آپ کا تذکرہ ہے۔ وفات آپ کی ۵۵۸ھ میں ہوئی۔ مزار جبل ہیکاریہ میں ہے۔
۳۔ شیخ موسیٰ بن ہامین زولی۔ ۶۵۷ھ میں وفات پائی۔
۴۔ شیخ عبدالرحمٰن طفیسونجیؒ کہ قبیلہ اسد سے تھے۔ بہت بڑی عمر کے مشائخ گزرے ہیں۔ مزار طفیسونج میں ہے۔
۵۔ شیخ ابو محمد قاسم بن عبداللہ بصریؒ کہ وفات حضرت کی ۵۸۰ھ میں ہوئی۔
۶۔ شیخ منظر بازاریؒ کہ وفات حضرت کی ۵۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار عراق میں ہے۔
۷۔ شیخ تاجد کردیؒ کہ آپ کے اقوال نہایت زبردست اور پُر معنی ہیں۔ وفات آپ کی ۵۶۱ھ میں ہوئی۔ مزار جبل حمریں میں ہے۔
۸۔ شیخ جاگیر الکردیؒ کہ وفات حضرت کی ۵۹۰ھ میں ہوئی۔
۹۔ شیخ علی بن وہب بخاریؒ۔ آپ بڑے احباب میں سے ہیں۔ وفات حضرت کی ۵۶۰ھ میں ہوئی۔
۱۰۔ شیخ عمر بن عثمان مزروقیؒ کہ ۵۶۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مزار امام یافعی کے مزار سے شرق میں مکہ معظمہ میں ہے۔
۱۱۔ شیخ سوید سنجاریؒ کہ وفات حضرت کی ۵۹۳ھ میں ہوئی۔ مزار سنجد میں ہے۔
۱۲۔ شیخ ارسلان دمشقیؒ کہ جب آپ کا انتقال ہوا۔ لوگوں نے جنازہ کے ساتھ آپ کے گرد ایک سبز پوش کو دیکھا
۱۳۔ شیخ عبدالرحیم مغربی کہ وفات حضرت کی ۵۹۰ھ میں ہوئی۔ مزار موضع قنینی توابع مصر میں ہے۔
۱۴۔ شیخ بلیغ مکارم نہر۔

سلسلہ پیران حضرت محبوب سبحانیؓ

اس طرح پر ہے کہ حضرت مرید سلطان اولیاء شیخ ابو سعید مبارک مخرومیؒ بن علی بن حسین مخرومی قدس سرہٗ کے پیر طریقت و حقیقت اور عالم علوم ظاہری و باطنی تھے۔ وفات حضرت کی ۲۵۔ محرم ۵۱۳ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں مدرسہ باب الازج میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن الہنکاریؒ بن یوسف بن جعفر قریشی الہنکاری قدس سرہٗ - آپ مرشد شیخ ابوسعید مبارک مخزومی کے تھے - روزہ تین دن بعد افطار کرتے - بعد نماز عشا کے تہجد تک قرآن شریف ختم کرتے تھے - وفات حضرت کی ۴ محرم سنہ ۲۸۶ھ میں ہوئی -

شیخ ابوالفرح طرطوسی کہ نام یوسف تھا بن شیخ محمد بن عبداللہ کہ پیر شیخ ابوالحسن کے اور مرید شیخ عبدالعزیز یمنی کے اور شیخ ابوالفضل سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا - وفات حضرت کی ۱۵ - ربیع الاول سنہ ۴۰۰ھ میں ہوئی -

شیخ ابوالفضل تمیمیؒ بن شیخ عبدالعزیز طرموسی بن حرث بن اسد کہ اصلی نام عبدالواحد تمیمی اور کنیت ابوالفضل تمیمی تھی اور مرید اپنے والد کے تھے - وفات ۱۵ - جمادی الآخر سنہ ۴۰۸ھ میں ہوئی - مزار بمقام بغداد مقبرہ رام حنبل میں ہے -

شیخ عبدالعزیز طوسیؒ بن حرث مرید شیخ شبلی کے تھے - ۳ یا ۱۰ - ذیقعد سنہ ۲۷۰ھ عہد خلیفہ عبدالکریم میں آپ کی وفات ہوئی - مزار یمن میں ہے اس وجہ سے یمنی بھی کہتے ہیں -

خانوادہ

شیخ ابوبکر شبلیؒ کے مرشد شیخ ابوالمفرح طوسیؒ اور مرید خواجہ جنید بغدادیؒ کے - کمالات حضرت کے اظہر من الشمس ہیں - عیاں را چہ بیاں - وفات حضرت کی ۷ - ذوالحجہ سنہ ۳۳۴ھ میں ہوئی کہ شب جمعہ تھی - آپ کے خلیفہ یہ ہیں - شیخ ابوالقاسم فضیل بن مقتدر شاہ عبدالمومن، شیخ ابوبکر طمستانی و ابوالقاسم نصرآبادی و ابوالحسین حضرو عا و ابوالحسن بندار بن حسین بن محمد بن مہلب بن شیرازی مرشد ابوعبداللہ خفیف مزار شیخ شبلی کا بغداد میں ہے -

سید الطائفہ طاؤس العلماء قواریری و زجاجی خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی کہ شیخ مرشد ابوبکر شبلیؒ کے تھے اور مرید سری سقطیؒ کے - آپ بھی صاحبِ خانوادہ ہیں - آپ کے سلسلہ سے کئی گروہ جاری ہیں - کمالات مشہور ہیں - وفات حضرت کی ۲۷ - رجب سنہ ۳۰۳ھ میں ہوئی - مزار بغداد میں ہے -

آپ کے خلفا یہ ہیں - خواجہ ابوبکر شبلی کہ سر سلسلہ قادریہ ہیں - و خواجہ ابومحمد رویم کہ سر سلسلہ کازرونیہ و زاریہ ہیں - و خواجہ ممشاد علو دینوری سر سلسلہ چشتیہ و نقشبندیہ و قادریہ و طوسیہ و سہروردیہ و فردوسیہ و صوفیہ ہیں و خواجہ ابوعلی رودباری کہ سر سلسلہ نقشبندیہ و لسبویہ و عیدروسیہ ہیں و خواجہ ابومحمد حریری کہ سر سلسلہ انصاریہ و سلطانیہ ہیں و خواجہ ابوبکر واسطی و خواجہ عثمان مکی پیر مرشد شیخ منصور حلاج و خواجہ لسبویہ سر سلسلہ لسبویہ : خواجہ ابوالعباس بن عطا و خواجہ ابوبکر کتانی و جعفر خلدی و شیخ ابوبکر محمد بن علی عطوفی و خواجہ ابومحمد مرتعش کہ صاحب سلسلہ چشتیہ امامیہ ہیں اور صاحب بے سلسلہ رہے شاہ محمود شاہ عثمان مغربی شاہ وفاق و شاہ رومی -

حضرت سری سقطیؒ بن مغلس مرشد خواجہ جنید اور مرید خواجہ معروف کرخی کہ وفات حضرت کی بروز سہ شنبہ وقت

صبح بتاریخ سوئم ماہ رمضان سنہ ۲۵۳ھ میں بعہد خلیفہ ابو عباس احمد ہوئی۔ ۹۸ سال کی عمر ہوئی اور پانچ خلیفہ تھے۔ خواجہ جنید بغدادیؒ و خواجہ خیر التاج ابو الحسن محمد بن اسمٰعیل و خواجہ ابو عباس احمد ابن محمد مسروق و خواجہ ابو الحسین نوری صاحب گروہ نوریہ شاہ محمود بے سلسلہ حضرت خواجہ معروف کرخی مرشد سری سقطی اور مرید داؤد طائی کی کنیت ابو محفوظ بن فیروز بعضے معروف بن علی کہتے ہیں کہ سات خانوادوں کے پیشوا تھے۔

اور شاگرد امام اعظم نے لکھا ہے کہ داؤد طائیؒ مرید حبیب عجمیؒ کے اور وہ مرید خواجہ حسن بصریؒ کے اور وہ مرید حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے۔ دوسرا سلسلہ خواجہ معروف کرخیؒ کا اس طرح ہے کہ خواجہ مرید حضرت امام موسیٰ رضاؒ کے وہ مرید حضرت امام محمد کاظمؒ کے وہ مرید حضرت امام جعفر صادقؒ کے۔ وہ مرید حضرت امام باقرؒ کے وہ مرید حضرت امام زین العابدینؒ کے وہ صحابی امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔

جاننا چاہیے کہ حضرت امام جعفر صادقؒ کو حضرت قاسم بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقہ خلافت پہنچا تھا۔ اس وجہ سے خواجہ کرخی معروف مقتدائے خاندان نقشبندیہ بھی ہیں۔ سوائے خاندان جنیدیہ اور طیفوریہ کے کل خاندان فقرا کے پیشوا ہیں۔ وفات حضرت کی ۲ محرم سنہ ۲۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار بغداد میں ہے۔

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہ

شاہ نعمت اللہ بن سید ابوبکر بن سید شاہ نور بن سید لعیل ادہم بن سید جعفر بن سید محمد بن سید بہاؤالدین بن سید داؤد بن سید ابوالعباس احمد بن سید موسیٰ بن سید علی بن سید محمد بن سید متقی بن سید صالح بن سید ابی صالح بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین قدس اللہ اسرارہما شاہ نعمت اللہ عظمائے مشائخ سے گزرے ہیں۔ خوارق اور کرامات بہت سے حضرت سے ظہور میں آئے اور سلسلہ ارادت آپ کا اپنے بزرگوں سے دست بدست چلا آیا ہے۔

تاریخ فرشتہ سے نقل ہے کہ ایک بار فیروز شاہ بادشاہ نے احمد خاں خانخاناں کی آنکھ میں سلائی پھیر کر اندھا کرنا چاہا اور وہ سپاہ لے کر بادشاہ کے مقابل ہوا۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تاج ترکی سر پر رکھے ہوئے ہیں اور خوشخبری سلطنت دکن کی دیتے ہیں۔ انہی دنوں میں بادشاہ مغلوب ہوا اور احمد خاں کو سلطنت نصیب ہوئی۔ شاہ نعمت اللہ ولی جو ہندوستان میں وارد تھے۔ بعد چند روز کے شہرہ کرامات جب آپ کا بلند ہوا تو احمد خاں نے کچھ تحائف ہمراہ شیخ حبیب اللہ جنیدی کے خدمت میں سید صاحب کی بھیجے اور دعا چاہی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو فرزند عطا کرے۔ حضرت نے وہ ہدیہ شاہ قبول فرمایا اور بسبب مشورہ شیخ قطب الدین خلیفہ اور شاہ نور اللہ بن خلیل اللہ اپنے پوتے کے تاج ترکی سبز رنگ احمد خاں کو بھیجا۔ احمد خاں اس تاج کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہی وہ تاج ہے جو خواب میں میرے سر پر رکھا تھا اور شاہ نور اللہ صاحب کا بہت اعزاز کیا اور اپنی دختر سے ان کا نکاح کیا۔

مشہور ہے کہ جب حضرت کا وقت آخر آیا اور انتقال فرمایا تو مریدانِ مالدار اور فقرا میں تکرار ہو گیا۔ ہر فریق کا یہ خیال تھا کہ ہم اپنی طرح پر میت کو اٹھا دیں گے۔ قریب تھا کہ تلوار چلے۔ آپ نے جلدی سے اٹھ کر فرمایا کہ تم مت لڑو ہم یہاں نہیں مرتے اور کہیں جا کر مریں گے۔ سنہ ۶۳۴ھ میں وفات ہوئی۔ وہاں سے چل کر حضرت نے ٹھٹھکی میں انتقال کیا۔ وہیں مزار ہے۔ حضرت صاحب گروہ گزرے ہیں۔ آپ کو فقرا تاج ترکی کہتے ہیں اور نعمت اللہ شاہی فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ بہاؤالدین جنیدی قدس سرہ

آپ صاحب کمال اور واصل حق گزرے ہیں۔ سلسلہ شکاریہ (شطاریہ) اور قادریہ رکھتے تھے۔ خوشبو سے بہت شوق تھا۔ اور خوشبو پہنچنے سے آپ کو نہایت ذوق ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حالت ذوق میں انتقال فرمایا۔ سنہ ۹۲۱ھ میں وفات پائی۔ شیخ احمد نقی آپ کے خلیفہ تھے۔ سلسلہ قادریہ میں یہ صاحب سلسلہ گزرے ہیں۔ مزار شیخ بہاؤالدین کا سرہند میں ہے۔

حضرت سید غوث گیلانی قدس سرہ

بن سید شمس الدین گیلانی بغدادی حلبی بن سید شاہ میر بن سید ابوالحسن علی بن سید ابو علی بن سید مسعود بن سید ابوالعباس احمد بن سید صفی الدین صوفی بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز۔

آپ عالم علمائے و واقف اسرار یزدان کے نہایت سخی اور بہادر تھے۔ آپ کے والد حلب میں آ کر مقیم ہوئے اور سید محمد غوث حلب میں پیدا ہوئے۔ اور عین شباب نکل کر کئی حج کئے۔ تمام ربع مسکوں کی سیر کی۔ چندے ناگور میں رہے۔ وہاں مسجد بنوائی۔ چندے لاہور میں رہے۔ بعدہٗ برائے زیارت پدر حلب میں پہنچے۔ اپنے والد سے ایک روز عرض کی کہ میں ہندوستان میں رہنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ چندے تاخیر کر۔ آخر بعد وفات پدر کے بمقام اوچ آ کر مقیم ہوئے اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے اور سلطان سکندر لودھی آپ کا مرید ہوا اور ذاتِ بابرکات سے فیضان قادریہ ہندوستان میں جاری ہوا۔ ہزارہا مرید ہوئے۔ شعر خوب فرماتے تھے۔ قادری تخلص تھا۔

ایک بار قطب الدین لنگاہ حاکم ملتان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین فرماتے ہیں کہ تو اپنی دختر بی بی دیس کا نکاح میرے فرزند سید محمد سے کر دے۔ چنانچہ حکم غوثیہ کی اُس نے تعمیل کی۔ مگر اس بی بی سے کوئی فرزند نہ ہوا۔ بعدہٗ سید ابوالفتح حسینی کی دختر سے کہ اولاد سے سید صفی الدین بانی کے تھے۔ اور اوچ میں مقیم تھے اور بھانجے سید اسحاق گازرونی میراں بادشاہ لاہوری کہ وہ مسجد نواب منزل میں آسودہ ہیں نکاح ہوا۔ ان بی بی کا نام فاطمہ تھا اور ان کے شکم سے عبدالقادر ثانی و سید عبداللہ ربانی و سید مبارک حقانی و سید محمد نورانی اور ایک دختر پیدا ہوئی۔ سید محمد نورانی لاولد رہے۔ باقی چاروں صاحبزادوں کی اولاد قدیم آبادی اوچ سے جدا آباد ہے۔ وہ آبادی گیلانیاں مشہور ہے۔ وفات حضرت شاہ محمد غوث

کی ۹۲۳ھ میں بمقام اوچ ہوئی۔

حضرت میر سید شاہ فیروز قدس سرہٗ

پہلے آپ کے دادا بطریق سیر بغداد سے دہلی میں آئے اور ہندوستان کی سیر کر کے لاہور میں جا کر سکونت پذیر ہوئے۔ جب سید فیروز مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تمام دن علم حدیث اور فقہ پڑھاتے۔ رات کو طالبانِ حق کی تعلیم میں مصروف رہتے۔ بعد نماز جمعہ کے شام تک وعظ فرماتے۔ آپ مرید اپنے دادا شاہ عالم کے، وہ مرید شاہ نورالدین کے، وہ مرید شیخ احمد مکی کے، وہ مرید شیخ حامد کے، وہ مرید شیخ عبدالرزاق کے، وہ مرید سید عبداللہ گیلانی کے، وہ مرید شیخ احمد قادری کے، وہ مرید شیخ میر کے، وہ مرید سید مسعود کے، وہ مرید سید علی کے، وہ مرید سید صوفی کے، وہ مرید سید عبدالوہاب بن غوث الثقلین کے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۲۳ھ میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار تکیہ ڈناڑی گراں میں ہے۔

حضرت عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث حسنی حلبی اوچی قدس سرہٗ

آپ صاحب کرامات ظاہری و باطنی و عاشق و محب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جس پر آپ کی نظر پڑتی کیسا ہی متعصب کافر ہوتا مسلمان ہو جاتا۔ اگر فاسق ہوتا تھا تائب ہو جاتا تھا۔ ولایت حضرت کی ولایت غوثیہ تھی۔ اسی وجہ سے عبدالقادر ثانی مشہور ہوئے۔ اوائل عمر میں عیش طلب اور صاحب نعمت تھے۔ جب صاحب سجادہ ہوئے سب چھوڑ دیا۔ سماع سے بھی پرہیز کیا بلکہ اپنے مریدوں کو بھی منع فرمایا۔ اگر کہیں سے آوازِ سماع گوش زد ہوتی تو بہت روتے۔ آہ سرد بھرتے بلکہ مرنے کے قریب ہو جایا کرتے تھے۔ روحانیت حضرت غوث اعظم سے تربیت پائی۔ جب بعد انتقال اپنے والد کے صاحب سجادہ ہوئے دُنیا اور اہل دنیا سے دل برداشتہ ہو کر حق سے مشغول رہتے تھے۔

دیگر برادر آپ کے امراء شاہی سے تھے۔ انہوں نے تدبیر کی کہ حمایت بادشاہ سے ہم سجادگی لیں گے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر تمام اسناد و جاگیر و املاک و وظائف بادشاہ کے پاس ارسال کر کے لکھا کہ میں یہ نہیں چاہتا۔ جو طالب ہوں اُن کو دیجیے۔ بعدہ سال ہا سال متوکل رہے اور خلق کی جفا اٹھائی۔ ایک بار بادشاہ نے آپ کو بلایا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ؎

ہیچ باب از ین باب روئے گشتن نیست	ہر آنچہ بر سر ما می رود مبارک باد
کسے کہ خلعت سلطان عشق پوشیدہ است	بحلہ ہائے بہشتی کجا شود دل شاد

نقل ہے کہ ایک بار ملتان میں بیماری طاعون بہت پھیل رہی تھی۔ تمام خلق تنگ آ گئی تھی۔ مگر جو آپ کے وضو کی جگہ کی گھاس گھونٹ کر پیتا تھا اس کو شفا ہوتی تھی۔ اسی طرح ایک بار نواح ملتان اوچ میں ذات الجنب پھیلا۔ اس میں بہت لوگ مرتے

تھے۔ ایک روز بہت خلق برائے دُعا آپ کی خدمت میں آئی۔ اسی شب کو آپ کے مرید غیاث الدین نے خواب میں سیّد عالم کو دیکھا کہ مجھ کو لکڑی دی اور فرمایا کہ یہ لکڑی میرے فرزند عبدالقادر کو دے اور کہہ دے کہ جو مریض تیرے پاس آوے اس لکڑی کو درد کی جگہ چھوا دے اور سورہ اخلاص دم کر۔ صبح جب غیاث الدین بیدار ہوئے تو وہ چوب اپنے پاس پائی۔ اس کو لاکر پیر کی نذر کیا اور خواب کی کیفیت بیان کی۔ الغرض اس روز سے ہزاروں کو صحت ہوئی۔

ایک روز آپ برائے ادائے نماز صبح بیدار ہوئے اور تمام اہل خانہ کو پکار کر بیدار ہو اور سعادت دارین حاصل کرو۔ کوئی نہ اٹھا۔ صبح لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیوں جگاتے تھے۔ فرمایا میں ظاہراطور پر رسول مقبول صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ چاہتا تھا کہ تم لوگ بھی یہ سعادت حاصل کرو مگر تم نہ اٹھے۔

آپ کے مرید بہت ہی کامل گزرے ہیں۔ ولادت آپ کی ۸۶۲ھ میں ہوئی اور وفات ۱۸۔ ربیع الاول ۹۴۰ھ میں ہوئی مزار شریف اوچ میں ہے۔

حضرت سیّد محمود حضوری لاہوری بن سیّد شرف الدین شمس العارفین غوری قدس سرّہ

آپ اولاد سے امام موسیٰ کاظم کی تھے۔ سید محمد غوز سے سیر کناں ہندوستان میں آکر شہر لاہور میں محلہ حاجی سوائی میں کہ اب وہ ویران ہے مقیم ہوئے تھے۔ آپ کے ہزاروں مرید ہوئے۔ آپ صاحب گروہ ہوئے ہیں۔ آپ کے فقیر سید شاہی کہلاتے ہیں۔ آپ مرید اپنے پدر شمس الدین کے وہ مرید اپنے پدر سیّد یعقوب کے، وہ خلیفہ سید عبداللہ شاہ قادری کے، وہ خلیفہ سیّد علی کے، وہ خلیفہ سیّد علی کے، وہ خلیفہ سید احمد کے، وہ خلیفہ سید اصغر کے۔ وہ خلیفہ سیّد شاہ ابوالفرح کے، وہ خلیفہ سیّد السادات سید عبدالوہاب کے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۹۲ھ میں ہوئی۔ مزار بمقام لاہور سیّد جان محمد حضوری میں ہے۔ اور حضوری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ زیارت نبی کریم سے مشرف ہوئے۔

حضرت سیّد عبدالقادر گیلانی لاہوری قدس سرّہ

آپ مرید اپنے پدر سیّد جمال الدین کے تھے۔ بغداد سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے سید حاجی و سیّد سلطان اکبر و سیّد غیاث الدین و دولت شاہ۔ وفات حضرت کی ۱۸۔ ربیع الاوّل ۹۲۱ھ میں ہوئی۔

حضرت سیّد عبدالرزاق گیلانی بن عبدالقادر ثانی اوچی قدس سرّہ

نہایت بزرگ کامل و عظیم الشان تھے۔ جب آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ آپ ناگور تھے۔ بزور کشف اپنے پدر کا انتقال معلوم فرما کر اوچ میں آکر صاحب سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۵۔ جمادی الآخر ۹۴۱ھ میں ہوئی۔

حضرت میراں سید مبارک حقانی اوچی قدس سرہ

آپ سید محمد غوث کے فرزند تھے۔ صاحب تقویٰ و عبادت و ترک تجرید کر کے خرقۂ خلافت اپنے پدر سے حاصل کیا جب آپ کو استغراق بڑھا۔ حالت سُکر میں اوچ سے نکل کر ایسے جنگل میں جا پہنچے کہ جہاں دوسرے آدمی کا گزر نہ ہوتا تھا۔ صحبتِ خلق سے نہایت متنفر تھے۔ مجردی کے ساتھ یادِ مولیٰ میں مصروف رہے۔ تذکرہ نوشاہی سے روایت ہے کہ حالت تجرید میں کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت کے روبرو جا سکے۔ اگر کوئی جاتا بے ہوش ہو جاتا تھا یا مست ہو جاتا تھا۔ آپ سے بارہ بارہ کوس دُور آدمی نہ جا سکتا تھا۔ مگر شیخ معروف چشتی کہ اولاد سے شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی تھے صحرا لکھی میں حضرت کے پاس پہنچے اور ایک ہی نظر میں اولیاء ہوئے۔ آپ نے خرقۂ خلافت ان کو مرحمت فرما کر ارشاد کیا کہ معروف تجھ سے نیا خاندان جاری ہوگا۔ چنانچہ شیخ معروف سے گروہ نوشاہی جاری ہوا۔ بعد اس کے سید مبارک لاہور میں آئے اور سنہ ۹۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ شیخ معروف نے ان کے جسدِ مبارک کو لاہور سے لا کر اوچ شریف میں ان کے والد کے پاس دفن کیا۔

حضرت سید محمد غوث بالا پیر بن سید زین العابدین بن سید عبدالقادر ثانی قدس سرہ

حضرت فقر میں نشان شاہانہ عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ سید زین العابدین نے روبروئے اپنے والد کے راستہ ناگور میں راہزنوں کے ہاتھ سے شہادت پائی اور سید محمد غوث نے اپنے دادا کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ بعد انتقال اپنے دادا کے بوجہ تکرار سجادگی سید حامد گنج بخش اپنے چچازاد بھائی کے اوچ سے نکل کر قصبہ ست گھرہ ملک پنجاب میں مقیم ہو کر ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے اور ۵۔ شوال ۹۵۹ھ میں بعہد اسلام شاہ بن شیر شاہ وفات پائی۔

حضرت سید بہاؤالدین گیلانی معروف بہاول شیر قلندر قدس سرہ

فرزند سید محمود و سید علاؤالدین معروف بن زین العابدین بن سید مسیح الدین بن سید صدرالدین بن سید ظہیرالدین بن سید شمس العارفین شمس الدین بن سید مومن بن سید مشتاق بن سید علی بن سید صالح بن سید عبدالرزاق بن حضرت پیران پیر کے مشائخ کبرا سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے ماہر اور صاحب عشق و محبت، ذوق و شوق اکثر آپ کو استغراق رہا کرتا تھا۔ حضرت کے والد بغداد سے ہندوستان میں آ کر بدایوں میں سکونت گزیں ہوئے۔ اس وقت حضرت خورد سال تھے۔ بعدہٗ آپ کے والد نے انتقال کیا اور بدایوں میں دفن ہوئے۔ چونکہ حضرت مرید اپنے پدر کے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد اپنے چچا سے تکمیل کی۔ اور عبادت حق میں مشغول ہوئے۔

عبادت کی یہ کیفیت تھی کہ بارہ بارہ برس کا ایک چلہ کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک غار میں حالت استغراق میں ایک پتھر سے

پشت لگائی۔ ستر برس بیٹھے رہے۔ جب بامر رب وہاں سے باہر آئے کھال چپکی ہوئی پتھر سے وہیں رہ گئی۔ لباس قلندرانہ رکھتے تھے۔ عمر شریف ڈھائی سو برس کے قریب تھی۔ خوب تحقیق ہے کہ جب حضرت کی عمر اسی سال تھی آغاز ریش مبارک کا ہوا۔ سواری میں اکثر شیر رہا کرتا تھا۔ بجائے تازیانہ کے مار سیاہ رکھتے تھے۔

نقل ہے کہ حضرت غار سے باہر آئے تو وہاں سے چل کر اس جگہ آئے جہاں آپ کا حجرہ ہے۔ پہلے یہاں دریا تھا آپ کنارے دریا کے آ بیٹھے بوجہ ہیبت اور عظمت کے ہر کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ حضرت کے روبرو آسکے۔ اور متصل جو آبادی تھی اس میں قوم دہول آباد تھی۔ ان کی مستورات جو پانی بھرنے آئیں حضرت کو دیکھ کر خوفناک ہوئیں اور اپنے مردوں سے شکایت کی۔ انہوں نے آکر حضرت کو دوسری جگہ بٹھایا۔ آخر کسی وجہ سے وہاں سے بار دیگر اٹھایا۔ آپ کو جلال آیا۔ اپنا عصا زمین پر مارا اور فرمایا اے دریا مجھ کو جگہ دے۔ فوراً دریا وہاں سے ہٹ گیا۔ کسی قدر زمین نکل آئی۔ آپ نے وہاں تین میخیں گاڑیں۔ ایک چوب نیب کی، دوسری چوب جٹہ کی، تیسری کسی پہاڑی درخت کی۔ تینوں اسی وقت ہری ہوئیں جن میں دو درخت ہنوز باقی ہیں۔ ایک خشک ہو گیا ہے۔ اور شیخ داؤد چونی وال کہ آپ کے برادر زادہ تھے ان کے گھر آپ کی دعا سے بہت اولاد ہوئی۔ حضرت صاحب سلسلہ ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۵۔ شوال ۹۷۳ھ میں بعہد اکبر اعظم ہوئی۔ مزار حجرہ شریف میں ہے۔

حضرت مخدوم جی قادری قدس سرہٗ

آپ متوطن بدایوں اور بالکل تارک الدنیا تھے۔ شیخ عبدالوہاب سے نقل ہے کہ بوجہ کبر سنی کے اٹھنا بیٹھنا دشوار تھا۔ مگر بعد نماز تہجد کے صبح تک کھڑے رہ کر ایک قرآن ختم کرتے۔ وفات حضرت کی ۹۷۳ھ میں ہوئی۔

حضرت سید عبداللہ ربانی بن سید محمد غوث گیلانی حلبی اوچی قدس سرہٗ

آپ علم معقول و منقول فرع و اصول سے ماہر اور عالم باعمل و متوکل و مرتبہ ولایت رکھتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بے پروا اور اوچ ہی میں مقیم تھے۔ آپ کی توجہ سے بہت باکمال ہوئے۔ وفات حضرت کی ۹۷۸ھ میں ہوئی۔

حضرت سید اسمٰعیل گیلانی بن سید عبداللہ ربانی قدس سرہٗ

حضرت اولیائے عہد اور مرید اپنے والد کے تھے۔ جب حضرت کے اقبال کا شہرہ ہوا اکبر اعظم نے برائے زیارت آپ کو لاہور میں طلب کیا اور ایک ہزار بیگھہ پختہ زمین زرعی علاقہ فیض پور میں آپ کی نذر کی۔ سبحان اللہ۔ بادشاہ امراء تو حضرت سے رجوع تھے اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے ہر وقت رجوع کئے ہوئے تھے۔ دنیا یا اہل دنیا کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۹۸ھ میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار نکھی محلہ میں ہے کہ جو اب ڈیران ہے۔ مقبرہ میراں شاہ محمد موج

دریا بخاری اندرون احاطہ بی بی کلاں زوجہ محمد شاہ موج کے ہے۔ اور حضرت کے تین پسر کامل وقت ہوئے۔ سید حاجی بہاؤالدین و سید بدرالدین و سید قطب الدین۔

حضرت سید حامد مشہور حامد گنج بخش بن سید عبدالرزاق بن عبدالقادر ثانی اوچی قدس سرہٗ

آپ مرید و صاحب سجادہ اپنے والد کے تھے اور نیز صاحب ولایت کہ فقر میں رتبہ بلند رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے شیخ زمن کہلاتے تھے اور حضرت کے ہزاروں مرید تھے۔ بادشاہ آپ کے در پہ آتے تھے۔ تمام عمر یاد خدا میں صرف کی اور خود سید جمال الدین ابوالموسیٰ کو اپنا جانشین کیا اور ۹۷۸ھ میں بمقام اوچ انتقال کیا۔ آپ کے خلفا میں سے سید جمال الدین ابوالحسن موسیٰ و شیخ شیر علی شاہ کہ ملتان سے سات کوس جانب غرب ان کا مزار ہے مشہور ہیں۔

تیسرے شیخ داؤد کرمانی چونی وال قدس سرہٗ صاحب حال و قال و کشف کرامات کے مجاہدہ شاقہ و ریاضت عظیم کے ہوئے تھے اور بہت نفس کش تھے۔ شام سے صبح تک کھڑے ہو کر یاد معبود کرتے۔ کبھی تمام شب رکوع میں رہتے کبھی تمام شب سجدہ میں پڑے رہتے۔ جب کئی برس اس طرح گزر گئے تو دل ماسوا اللہ سے متنفر ہوا اور تفرقہ دور ہوا۔ اس وقت بارگاہ الٰہی میں رجوع کیا کہ طریقہ بیعت کہ سنت نبی علیہ السلام ہے۔ کس خاندان میں اور کس سے کروں۔ بشارت ہوئی کہ خاندان عالیہ قادریہ میں حامد گیلانی سے بیعت کر۔ چنانچہ حضرت حسب بشارت الٰہی خدمت سید حامد میں شرف اندوز ہوئے اور مرید ہو کر طریقہ سلوک قادریہ کی تکمیل کی۔ آخر خرقہ خلافت پایا اور صاحب ارشاد ہوئے۔

صاحب شجرۃ الانوار فرماتے ہیں کہ شیخ داؤد کرمانی بن سید فتح اللہ کرمانی بن سید مبارک بن سید فیض اللہ باقی بن سید صفی الدین آدم بن سید نقی الدین احمد بن سید عبدالمجید بن سید عبدالحفیظ بن سید عبدالرشید بن سید ابوالقاسم بن سید عبدالمکارم بن سید ابوالمحاسن بن سید ابوالفیض بن سید ابوالفضل بن سید عبدالباقی بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالوہاب بن سید ابوالحیات بن سید محمد بن سید ماہ بن سید شاہ محمد میر بن سید مسعود بن سید محمود بن سید الاسد بن سید داؤد بن سید ابو ابراہیم اسمٰعیل بن سید محمد بن موسیٰ مبرقع بن حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہما۔

حضرت داراشکوہ فاروقی تحریر فرماتے ہیں کہ سید فتح اللہ عرب سے وارد ہند ہوئے اور ملہیب پور میں ٹھہرے بعدہٗ قصبہ چونی کہ لاہور سے ۴۸ کوس ہے طرف جنوب کے، وہاں آ کر متوطن ہوئے۔ وہیں شیخ داؤد پیدا ہوئے یعنی بعد انتقال والد سے چند ماہ پیچھے پیدا ہوئے۔ جب سن بلوغ کو پہنچے مولانا اسمٰعیل شاگرد مولانا عبدالرحمٰن جامی سے علوم ظاہری حاصل کئے۔ جب عشق الٰہی پیدا ہوا۔ روحانیت حضرت غوث پاک سے تربیت پائی اور حضرت غوث کے اشارہ سے سید حامد سے بیعت کر کے کامل ہوئے۔

اپنی مجلس میں ایسے حیران و پریشان بیٹھتے تھے کہ گویا ان کی کوئی چیز گم ہو گئی ہے یا معشوق کا انتظار ہے۔ کبھی یکایک

حالت طاری ہوتی۔ جنگل میں نکل جاتے۔ کلمات حقائق باواز بلند فرماتے۔ کبھی ارشاد فرماتے کہ عراق سے جو ہوا آتی ہے نفحہ نفحات الٰہی سے اس کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ اکثر عراق کی طرف بوجہ عشق حضرت غوث اعظم کے منتظر رہتے۔ اور نہایت پابند سنت تھے۔ کوئی امر خلاف حدیث شریف کے زبان سے سرزد نہ ہوتا تھا۔

وفات حضرت کی ۹۸۲ھ میں ہوئی۔ مزار پرانوار شیر گڑھ میں متصل چونی کے ہے۔ ہزاروں کرامتیں تا حال ظاہر ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہر سال عرس شریف میں دُور دُور سے خلائق جمع ہوتی ہے۔ یہ بھی رات بھر رہے۔ روشنی روضہ عالیہ کی گل ہو جاتی ہے اور تجلی نور ظاہر ہوتی ہے۔ جس کو تمام خلائق دیکھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے روئے مبارک کی زیارت ہوا کرتی تھی۔

حضرت شیخ بہلول دریائی

قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ اولیائے پنجاب سے ہیں۔ صاحب تقویٰ و ریاضت و عبادت و خوارق، تمام عمر سیاحی میں بسر فرمائی۔ اور صاحب گروہ بھی ہیں۔ آپ کے فقیر بہلول شاہی کہلاتے ہیں۔ بعض فقیر بہلول شاہی سہروردی مشہور ہیں۔ وہ اپنا سلسلہ اس طرح ملاتے ہیں کہ بہلول دریائی مرید شاہ لطیف اللہ کے وہ مرید شیخ نصیر الدین قریشی سہروردی کے۔ اور جو فقیر خاندان قادریہ سے نسبت کرتے ہیں۔ وہ اپنا سلسلہ اس طرح ملاتے ہیں کہ شاہ بہلول مرید شاہ لطیف اللہ برکی کے وہ مرید شیخ جمال اللہ حیات المیر زندہ جاوید کے وہ مرید غوث اعظم کے۔ اور شاہ بہلول دریائی نے خرقہ تبرک حیات المیر زندہ جاوید سے بھی حاصل کیا تھا۔ عمر آپ کی دراز ہوئی۔

حقیقت الفقراء میں کہا ہے کہ آپ نے سیاحی میں بہت بزرگوں سے فیض حاصل کیا اور بعد انتقال مرشد کے برائے حل بعض مقامات ولایت نجف اشرف میں حاضر ہو کر روضہ متبرکہ حضرت شیر خدا پر دو سال معتکف رہے۔ اور جاروب کشی سے مشرف رہے۔ جب مطلب براری ہوگئی وہاں سے کربلائے معلیٰ میں حاضر ہو کر تین ماہ روضہ سید الشہدا علیہ السلام پر معتکف رہ کر نعمت ہائے گوناگوں سے مشرف ہو کر کعبہ میں آکر حج کیا۔ بعدہٗ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر بغداد میں آئے اور روضہ عالیہ غوثیہ پر ایک سال معتکف رہے۔ بعدہٗ برائے حصول افادہ مشرف ہو کر روضہ امام موسیٰ رضا پر حاضر رہے۔

ایک شب معاملہ میں امام برحق نے فرمایا کہ فلاں جگہ فلاں غار میں ایک مجذوب ہے اس کی خدمت میں جا کر حصہ فائدہ لے۔ آپ وہاں سے بخوشی تمام اس غار پر آئے۔ دیکھا کہ اکیلے وہ بزرگ مراقبے میں ہیں اور چند خادم جدا ایک جگہ پر ہیں۔ انہوں

نے خدام سے استفسار حال کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار ہر روز مراقبہ سے سر اٹھاتے ہیں۔ ایک روز حالت جلال ہوتی ہے ایک روز نظرِ جمال ہوتی ہے۔ وہ آج کا دن ہے۔ جو روبرو آتا ہے قطب وقت ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس روز توقف کیا۔ دوسرے روز جب شیخ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور ان پر نظر پڑی۔ اسی وقت ان کے مقامات قطبیت کھل گئے۔ ان درویش کو لوگ مرد حق کہتے تھے۔ وفات شاہ بہلول دریائی کی ۹۸۳ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ابو اسحاق قادری لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ داؤد کرمانی چونی وال کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ عصر، ریاضت اور مجاہدہ تقویٰ اور سخاوت میں شہرہ آفاق، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ صاحب کرامت و خوارق کہ بادشاہ ابو المعالی والئ کرمان آپ کا مرید تھا۔ آخر وقت میں لاہور آکر محلہ مغلاں میں کہ محلہ پیر عزیز نیرنگ مشہور ہے سکونت پذیر ہوئے اور ہدایت طالبانِ حق میں مشغول رہ کر ۵ محرم ۹۸۵ھ میں وفات پائی۔ اور اپنے مکان میں دفن ہوئے۔ وہیں آپ کے صاحبزادگان کے مزار بھی ہیں۔ آپ کا مقبرہ نیرنگ سے جانب شرق ہے۔

حضرت سید میر میراں بن سید مبارک حقانی گیلانی قدس سرہٗ

آپ مرد صالح و بزرگ و عالم اور سخی و صاحب کرامات و لائیت تھے۔ مرید اپنے والد کے۔ آخر اُوچ سے آکر لاہور میں خدمت خلق میں مشغول ہوئے۔ آپ کی ذات بابرکات سے فیضان ظاہری و باطنی جاری رہا۔ ہزاروں مرید ہوئے اور ۹۸۶ھ میں انتقال کر کے گورستان لاہور میں دفن ہوئے۔

حضرت شاہ معروف چشتی قادری قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے تھے۔ اول اپنے پدر سے طریقہ عالیہ چشتیہ میں مقامات سلوک طے کئے۔ بعدہٗ سید مبارک گیلانی بن سید محمد غوث حلبی کی خدمت بابرکت میں بمقام مکھی جنگل میں پہنچے۔ لوگوں نے پاس جانے کو منع کیا کہ آدمی کی تاب نہیں جو ان کے پاس جا سکے۔ یہ نہ مانے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ مراقبہ میں تھے۔ مگر نور باطن سے اُن کا آنا معلوم فرما کر سر اٹھایا اور متبسم ہو کر اُن کو دیکھا۔ انہوں نے قدموں پر سر رکھا۔ تین روز بے ہوش رہے۔ جب ہوش آیا مرید ہوئے۔ بعد تکمیل کار غوثیہ کے خرقہ خلافت سے مشرف ہو کر شاہ معروف سے مخاطب ہوئے۔ اور طریقہ نوشاہی کے امام ہوئے۔

وفات حضرت کی ۹۸۷ھ میں ہوئی۔

حضرت سید محمد نور بن سید بہاؤ الدین شبیر گیلانی قدس سرہ

آپ صاحب سجادہ اپنے پدر عالی قدر کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یکتا، فقر میں شان عالی رکھتے تھے اور نواسے شاہ کمال بخاری کے تھے۔ جس وقت حضرت کے والد نے رحلت فرمائی آپ وہاں موجود نہ تھے۔ بعد چند روز کے جب آپ آئے تو دیدار والد سے مشرف ہوئے۔ تمام اقربا وغیرہ کو حکم دیا کہ کوئی پاس نہ آوے مگر وہ معمار کہ جس نے قبر مبارک کھودی تھی چھپ رہا تھا۔ جب آپ نے کفن چہرہ مبارک پدر سے اٹھایا اور زیارت کی۔ معمار کی جو نظر پڑی اسی وقت نابینا ہو گیا بعد چند روز کے جب آپ نے مقبرہ بنانا چاہا تو عمدہ معمار کی تلاش ہوئی۔ وہی نابینا معمار حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر میں بینا ہو جاؤں تو اچھی طرح کام بناؤں۔ آپ نے فرمایا اس شرط پر کہ جب تک تو کام کرے گا بینا رہے گا بعدہٗ اندھا ہو جایا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دن کو بینا اور رات کو نابینا ہو جایا کرتا تھا۔ جب کام ختم ہوا پھر کچھ نہ دکھائی دیا۔ وفات حضرت کی ۹۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ چونی میں ہے۔

حضرت شاہ قمیص قدس سرہ

حضرت فرزند سید ابی الحیات گیلانی ابن سید تاج الدین محمود بن سید جلال الدین احمد بن سید شاہ داؤد بن سید جمال الدین علی ابن ابی صالح نصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث پاک رضؓ۔ یہ حضرت صاحب سلسلہ اور گروہ ہوئے ہیں کہ ان کے فقیر قمیصیہ کہلاتے ہیں۔ پہلے سکونت حضرت کی ملک بنگالہ میں بمقام سالورہ حضرآباد میں تھی اور تجرید اور تفرید کے ساتھ بسر فرماتے تھے۔ بعدہٗ نصراللہ نام ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنی لڑکی سے حضرت کا نکاح کیا۔ بعدہٗ شہرہ کمال آپ کا بلند ہوا۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ بہت سے خلیفہ ہو کر اطراف عالم میں پھیلے۔ وفات حضرت کی دو ذیقعد ۹۹۲ھ میں ہوئی۔ مزار سالورہ میں ہے۔ بعد آپ کے سید عبدالرزاق خلیفہ آپ کے سجادہ ہوئے۔

حضرت سید اسمٰعیل بن سید ابدال قدس سرہ

آپ صاحب حال و قال و باکمال گزرے ہیں۔ قلعہ رنتھمبور میں رہتے تھے۔ اولاد سے حضرت غوث پاک رضؓ کی ہیں اولاد غوث پاک رضؓ سے پہلے ہی حضرت کے دادا ہندوستان تشریف لائے۔ ذات بابرکات سے فیض عام جاری ہوا اور بعض کاملین ہند نے آپ سے بیعت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مثل شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی چشتی نظامی و شیخ محمد حسین و شیخ امان پانی پتی چشتی یعنی تینوں خلیفہ آپ کے مجمع البحرین ہیں۔ سلسلہ آپ کا اس طرح پر ہے۔ سید اسمٰعیل بن سید ابدال بن سید نصیر بن سید محمد سید موسوی بن سید عبدالجبار بن ابی صالح نصیر بن سید عبدالرزاق بن غوث اعظم اور سلسلہ درویشی بھی آپ کے

خاندان میں دست بدست چلا آیا ہے۔ وفات حضرت کی ۹۹۴ھ میں ہوئی۔ مزار میٹھور کے قلعہ میں ہے۔

حضرت سید الٰہ بخش گیلانی قدس سرہ

آپ اولاد سے سید عبدالقادر ثانی کے تھے۔ ہمراہ برادران لاہور میں آکر مقیم ہوئے۔ مقتدائے شریعت کہلاتے تھے۔ ہزاروں کو ہدایت فرمائی۔ اور ۹۹۴ھ میں وفات ہوئی۔ ملک بنگالہ کے کسی دیہہ میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت شیخ خضر سیوستانی قدس سرہ

آپ شیخ وقت اور صاحب تجرید اور تفرید اور تارک الدنیا اور اہل دنیا سے بے پروا اور ہمیشہ قبرستان میں تنہا رہا کرتے تھے۔ وقت اشتہا کے سوکھے پتے درختوں کے کھا کر ایام گزاری کرتے اور کپڑا فقط ایک تہ بند رکھتے تھے ایک تنور بنا رکھا تھا۔ اس کو گرم کر کے اس کے اندر بیٹھ کر عبادت کرتے۔ شہر اور گاؤں میں قدم نہ رکھتے تھے۔ جانوران صحرائی آپ کے ہم جلیس رہتے تھے۔ موسم گرما میں گرم پتھر پر بیٹھ کر بحق مستغرق رہا کرتے تھے۔

حضرت داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار حاکم سیوستان برائے زیارت حضرت کی خدمت میں آئے۔ وقت دوپہر کا اور موسم بھی گرم تھا۔ آپ ایک سل پر مراقبہ میں تھے۔ اس نے اپنا سایہ حضرت پر ڈالا۔ آپ نے معلوم فرما کر چشم واکیں اور فرمایا کہ تو کون ہے۔ اس ویرانہ میں کیوں آیا ہے۔ اُس نے عرض کی کہ زیارت کو آیا ہوں۔ جو ارشاد ہو خدمت بجالاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا سایہ مجھ پر سے دُور کر اور جہاں سے آیا ہے چلا جا۔ جس کے سر پر خدا کا سایہ ہے اس کو دوسرے کے سایہ کی ضرورت نہیں۔ اُس نے پھر منت کی کہ کچھ تو کار فرمائیے۔ فرمایا کہ اگر کچھ کار ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ اُس نے پھر عرض کیا کہ وقت عبادت کے میرے واسطے دُعا کیجئے گا۔ فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ میں اس وقت تجھ کو یاد کروں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے مجھ کو دوسرے کا خیال ہو۔

یہ حضرت مرید شیر اولیاء خواجہ باقی کے، وہ مرید سید علی قادری کے وہ مرید شاہ جمال مجرد کے، وہ مرید سید لال شہباز کے، وہ مرید شیخ ابو اسحٰق ابراہیم کے، وہ مرید شیخ مرتضیٰ سبحانی کے وہ مرید شیخ احمد بن مبارک کے وہ مرید حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے۔ وفات حضرت کی ۹۹۴ھ میں ہوئی۔

حضرت سید شاہ نور حضوری لاہوری بن سید محمود حضوری غوری قدس سرہ

حضرت فاضل روزگار درویش بلند اقتدار مرید اپنے والد کے اور ان کے ہم پلہ تھے۔ جو کوئی آپ کا مرید ہوتا اول ہی شب دیدار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتا۔ وفات حضرت کی ۹۹۷ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت موسیٰ پاک شہید قدس سرہ

بن سید گنج بخش کہ درویش عالی مقام و عالی ذوی الاحترام وہدایت میں یگانہ روزگار تھے۔ اپنے عہد میں شیخ پنجاب تھے اور زیارت رسول مقبول ؐ اور حضرت غوث پاک رضؓ سے مشرف ہوتے تھے۔ روحانیت غوث پاک رضؓ سے فیضان حاصل تھا اور روحانیت سید عبدالقادر ثانی سے بطریقہ اویسی فیض حاصل کیا۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۰۱ھ میں ہوئی یعنی راہ ملتان میں گولی سے شہید ہوئے۔

حضرت سید حسین قدس سرہ

آپ درویش کامل اور صحبت یافتہ بزرگاں اور سفر کردہ کہ طوس سے آکر دہلی میں فوت ہوئے۔ قلعہ پتھورا میں زیر مسجد قوت الاسلام قریب دروازہ جنوبی آپ کا مقبرہ ہے۔ اب وہ امام ضامن کی درگاہ مشہور ہے۔ یہ حضرت کھیتی کرتے تھے۔ اپنے عضو تناسل کو کاٹ کر پھینک دیا تھا۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۴۳ھ میں ہوئی۔ دہلی کہنہ میں زیر مسجد قوۃ الاسلام مقبرہ عالی ہے۔

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری

شاذلی الحسنی المدنی قدس سرہ

آپ مرید شیخ علی بن حسام الدین متقی کے تھے۔ مگر مجمع البحرین تھے کہ خاندان چشتیہ وقادریہ میں اجازت یافتہ تھے۔ آپ بمقام منڈوی خانہ شیخ ولی اللہ کہ کامل روزگار تھے پیدا ہوئے۔ بعدہٗ آپ کے والد برہان پور میں تشریف لائے۔ یہ صغیر سن تھے کہ ان کے والد نے انتقال کیا۔ ان کو خوردی میں عشق الٰہی پیدا ہوا کہ ملک گجرات وسراندیپ کی سیر کرتے ہوئے بیس برس کی عمر میں کعبہ میں پہنچ کر شیخ علی متقی کے مرید ہو کر مقامات سلوک طے کئے اور شیخ کے کمالات میں ایک کتاب لکھی جس کو شیخ بہت عزیز رکھتے تھے اور بارہ برس خدمت مرشد میں مکہ معظمہ میں رہے۔ باقی اٹھائیس برس مکہ میں گزار کر حج کئے۔ بعد انتقال اپنے پیر کے گجرات میں آکر اپنے لواحقوں سے ملے۔ پھر کعبہ کو مراجعت کی اور حج کیا۔ بعدہٗ پچاس برس کی عمر میں متاہل ہوئے اور فتوحات بدرجہ غایت ہونے لگا۔ جو آتا سب کو لقمہ مساکین دیتے۔ اہل خانہ کو برائے سد رمق دیتے۔

اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں ہمراہ اپنے والد کے سفر میں تھا۔ راستہ بھول کر ایسے جنگل میں پہنچے کہ جہاں کچھ نہ تھا۔ مجھ پر بھوک اور پیاس غالب آئی۔ میں اس کی وجہ سے رونے لگا۔ والد نے میری تسلی

کی کہ اب پانی اور کھانا آتا ہے۔ اس میں شام ہو گئی۔ بوجہ خوف جانوران صحرائی ہم دونوں درخت پر چڑھ گئے۔ تمام رات گزر گئی صبح ہم نے دیکھا کہ چشمہ شیریں ہے۔ اس پر ایک پیر مرد کھڑا ہے۔ اُس نے مجھ کو دیکھ کر دو روٹی گرم بغل میں سے نکال کر دیں۔ ہم نے کھایا پیا۔ اس پیر مرد نے فرمایا کہ قریب گاؤں ہے وہاں جاکر آسودہ ہو۔ ہم اس گاؤں میں گئے۔ پھر مجھ کو اس پیر مرد کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ جب میں اس درخت کے نیچے گیا جہاں شب کو رہا تھا نہ وہاں چشمہ دیکھا نہ وہ پیر مرد ملا۔ میں حیران ہوا۔ شاید وہ خضر علیہ السلام تھے۔

چنانچہ ایک بار کاتب الحروف اور ایک بزرگ دونوں ہم سفر تھے۔ دو شبانہ روز کھائے ہوئے گزر گئے تھے۔ تیسری شب کو ایک جنگل میں زیر کوہ مجوس کا ایک معبد دیکھا وہاں چاہ بھی تھا۔ یہ موقع دیکھ کر ہم اس چاہ پر ٹھہرے۔ کھانا تو وہاں کہاں تھا مگر پانی پینے کو دل چاہا۔ پانی بہت سرد تھا۔ برف پڑتی تھی۔ جب ڈولچی چاہ میں ڈالی تو پانی بہت دُور تھا۔ رسی چھوٹی تھی۔ میں نے پجاری سے کہا کہ اگر رسی دو تو ہم پانی پی لیں۔ اس نے کہا تپ چڑھ رہا ہے۔ رسی میرے زیر پلنگ ہے۔ میں اٹھ نہیں سکتا۔ مجبوراً تمام شب اس چاہ پر پیاسے پڑے رہے۔ جب پہر بھر رات رہی وہاں سے چل دیئے کہ اتنے میں روز روشن ہوا۔ بوجہ سردی چلنا مشکل جاتا تھا۔ ادھر بھوک کی اذیت تھی۔ تیمم کر کے ہم دونوں نے نماز صبح ادا کی۔ اور چلے تو راستہ بہت تنگ تھا۔ دونوں طرف جھاڑیاں تھیں۔ میں آگے تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جھاڑی پر تین روٹیاں رکھی ہیں۔ ان کو دیکھ کر جی چاہا کہ ان کو اٹھا لوں۔ مگر خیال میں آیا کہ نہ معلوم یہ کس قوم کی ہیں اور یہ بزرگ کہیں کہ ذرا سے امتحان میں یہ صبر نہ کر سکا۔ یہ سوچ کر آگے بڑھا اور وہ بزرگ اس جگہ پر آئے۔ ان کی نظر بھی ان روٹیوں کی طرف پڑی۔ انہوں نے مجھے بلایا اور کہا یہ اٹھا لو۔ میں نے ان سے کہا نہ معلوم کس کی ہیں یا کتا اٹھا لایا ہے۔ انہوں نے وہ اٹھا کر مجھ سے کہا کہ یہ رحمتِ خدا ہے۔ دیکھو گھی سے چپڑی ہوئی ہیں۔ ابھی ان کا گھی جما بھی نہیں ہے اور یہاں دُور دُور آبادی کا نشان بھی نہیں معلوم ہوتا نہ راہ میں کوئی مسافر ملا۔ میں نے جو دیکھا کہ بے شک گھی ان پر جما نہ تھا۔ اٹھاتے ہی سردی سے جم گیا۔ جب اور تھوڑی دُور گئے ایک نالہ ملا۔ اس کو ہم دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ میں اس میں نہانے لگا۔ وہ بزرگ برائے رفع حاجت گئے۔ وہاں سے جو آئے ایک درخت مرچ کا لے کر آئے۔ اس میں پانچ مرچیں تھیں۔ ہم دونوں نے شکر پروردگار ادا کیا اور ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی کھائی۔ وہ روٹیاں چنے کے آٹے کی تھیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ بعد امتحان کے اپنے بندوں کی ضرور امداد فرماتا ہے۔ سیر و سفر میں ایسے ایسے مقام پر خبر لی کہ اگر ان کو لکھوں تو ایک بڑی کتاب تیار ہو۔ آمدم بر سر مطلب!

شیخ عبدالوہاب متقی فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مسافر تھا۔ میرا گزر شہر بلیار میں ہوا۔ وہاں قاضی عبدالوہاب شافعی خدمت گزار فقرا تھا۔ مجھ کو بھی فقیر شکل دیکھ کر میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا کہ اگر اس شہر میں کوئی صالح درویش ہو تو میں اس سے ملوں۔ قاضی نے کہا یہاں ایک بزرگ صاحب کرامات و خوارق ہیں مگر شراب پیتے ہیں۔ میں اس وجہ سے ان سے نہیں

ملتا۔ پس دوسرے روز میں ان بزرگ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ او نچے ٹیلہ پر ان کا مقام ہے۔ دو تین آدمی اور بھی رہتے ہیں جب قریب گیا دیکھا کہ بہت مرد و عورت ان کے پاس بیٹھے ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر مرحبا کہا اور خوش ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد دور شراب شروع ہوا۔ مجھ کو بھی اشارہ کیا کہ پی۔ میں نے کہا کہ یہ حرام ہے اس کا پینا نا جائز ہے۔ بہت کچھ انہوں نے کہا۔ جب میں پینے پر راضی نہ ہوا تو کہا کہ خیر، دیکھ تجھ کو کیا پیش آتا ہے۔ میں وہاں سے رنجیدہ ہو کر اٹھا۔ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک باغ نمونہ بہشت ہے۔ میں نے اس میں جانا چاہا۔ دیکھا کہ وہی مرد شرابی کھڑا ہے۔ پیالہ شراب کا اس کے ہاتھ میں ہے۔ کہنے لگا کہ اگر شراب پی تو باغ میں جا۔ ورنہ ممکن نہیں۔ صبح جب میں بیدار ہوا لا حول پڑھی۔ پھر جب سویا وہی صورت پیش آئی۔ میں نے توجہ جناب سرور عالم ؐ کی طرف کی۔ پھر میں جو سویا جناب سرورِ عالم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور عصا ہاتھ میں ہے۔ روبرو حاضر ہوا وہ مرد شرابی بھی آیا۔ حضرت صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم نے عصا اس مرد کی طرف ڈالا۔ فرمایا کہ کتا ہو جا اے نابکار! اسی وقت وہ کتا ہو گیا اور وہاں سے بھاگا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اس کو نکال دیا کہ وہ اس شہر میں کبھی نہ رہے گا۔

صبح جب میں بیدار ہوا اس کے مکان پر جا کر دیکھا کہ وہ اسی شب کو بھاگ گیا تھا۔ میں نے شکر پروردگار ادا کیا وفات حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کی سنہ ۱۰۰۱ھ میں ہوئی۔

حضرت سیّد عبدالوہاب بھاکری قدس سرّہٗ

فرزند سیّد عبدالرزاق بھاکری ماہر علوم دینی و دنیوی، جامع کمالات صوری و معنوی اور مرید اپنے والد کے تھے۔ تمام عمر خدمت خلق میں رہ کر سنہ ۹۹۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ محمد حسن قادری جونپوری قدس سرّہٗ

آپ صاحب ولایت جونپور میں خاندان چشتیہ میں مرید اپنے والد شیخ حسن کے تھے۔ اور بزرگان چشتیہ سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ جب آپ حج کو گئے وہاں خاندان قادریہ میں شیخ عبدالوہاب کے مرید ہوئے اور کئی برس کعبہ میں رہے پھر دہلی میں آئے۔ ۲۷۔ رجب سنہ ۹۴۴ھ میں وفات پائی۔ مزار متصل بھنڈل اپنے والد کے مزار کے پاس ہے۔

حضرت سیّد صوفی بن سیّد بدرالدین بن سیّد محمد اسمٰعیل گیلانی قدس سرّہٗ

یہ حضرت صاحب شریعت و معرفت تھے جو آپ کا مرید ہوتا تھا کامل ہوتا جاتا تھا۔ لاہور میں کوس شریعت آپ کا چند روز خوب بجا۔ آخر سنہ ۱۰۱۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت سید میر ابراہیم حسینی اوچی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ بہاؤ الدین قادری صاحب علم و تصرفات ظاہری و باطنی رکھتے تھے۔ آپ کے بہت سے شاگرد ہوئے ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۲۰ھ میں ہوئی۔

حضرت سید کامل شاہ لاہوری قدس سرہٗ

آپ ولی مطلق و شیخ محقق تھے۔ مرید شیخ اللہ داد مداری کے ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور بعہد حضرت اکبر اعظم حسب طلب بادشاہ لاہور میں آکر موضع بابو سابو کے جنگل میں ٹھہرے۔ ہزاروں آپ کے مرید ہوئے۔ وفات حضرت کی ۷ صفر سنہ ۱۰۰۵ھ میں ہوئی اور بجائے اقامت دفن ہوئے۔ بعدہٗ نواب عبدالرحیم خاں جرنیل سلطانی نے آپ کا مقبرہ بنانا چاہا۔ شب کو خواب میں اُس سے فرمایا کہ میرا مزار خام رہے گنبد نہ بنانا۔

حضرت شیخ حسین لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ بہلول دریائی کے تھے۔ صاحب شوق و ذوق و وجد و سماع اور اپنا طریقہ ملامتیہ رکھتے تھے ان کی کیفیت یہ ہے کہ کلس رائے کا تسخقو نے کہ باشندہ لاہور کے تھے۔ عہد فیروز شاہ میں مسلمان ہو کر شیخ عثمان نام پایا۔ اور کاربافندگی کا کر کے ایام گزاری کرتے تھے۔ ان کے متعلقان عثمان ڈھڈا کہلاتے ہیں اور کاروبار بُننے کا کرتے ہیں۔ شیخ حسین سنہ ۹۴۵ھ میں شیخ عثمان نومسلم کے گھر پیدا ہوئے۔ جب سات برس کے ہوئے حضرت ابوبکر لاہوری سے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ تین برس میں حافظ ہوئے۔ انہی دنوں میں شیخ بہلول دریائی لاہور میں آکر مسجد ابوبکر میں آکر ٹھہرے اور شیخ حسین کو دریا پر پانی لینے کے لئے بھیجا کہ پانی قریب مسجد مذکور کے ٹکسالی دروازہ کے باہر بہتا تھا۔ جب شیخ حسین پانی لائے شاہ بہلول نے وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کر کے شیخ حسین کے واسطے دُعا مانگی کہ الٰہی اس بچّہ کو عارف اور اپنا عاشق کر۔ پس اس وقت عمر ان کی دس برس کی تھی، شاہ بہلول سے بیعت کی۔ چونکہ رمضان تھا شاہ بہلول نے شیخ حسین کو امام کیا اور ان سے قرآن سُنا۔ اور چند سال کی کوشش میں ان کو باکمال کر کے قصبہ چنیوٹ کہ لاہور سے سات کوس اور شاہ کی سکونت کی جگہ تھی چلے آئے۔ شیخ حسین نے ۲۶ برس ریاضت اور مجاہدے میں گزارے۔ دن کو کنارے دریا راوی کے جنگل میں اور شب کو روضہ شیخ علی مخدوم گنج بخش ہجویری کے پر بسر کرتے تھے۔

ایک روز بوقت شب مزار پُر انوار پر یہ تنہا تھے کہ مخدوم پیدا ہوئے اور مہربانی شیخ کے حال پر فرمائی۔ اسی وقت یہ روشن ضمیر ہو گئے۔ تمام مقامات کھل گئے۔ ایک روز شیخ حسین تفسیر مدارک کا سبق شیخ سعد اللہ لاہوری سے پڑھ رہے تھے وما الحیوٰۃ الدنیا کے معنی دریافت کئے۔ اُستاد نے احسن طور پر تفسیر بیان کی۔ شیخ نے کہا کہ مجھ کو قال سے کچھ مطلب نہیں۔ میں طلب گار حال کا ہوں۔ یہ کہہ کر مست جام حال ہوئے اور مسجد سے اٹھ کر کودنے لگے۔ اور گانے لگے۔ کتاب چاہ میں ڈال دی۔ اس حرکت سے اور درویش ان کو ملامت کرنے لگے۔ آپ چاہ پر آئے اور فرمایا کہ اے پانی! کتاب ڈالنے سے درویش مجھ کو بُرا کہتے ہیں۔ میری کتاب مجھ کو واپس دے۔ اسی وقت وہ کتاب پانی کے اُوپر آ گئی۔ آپ نے اُسے لے کر درویشوں کو دی۔ وہ کتاب بھیگی تک نہ تھی۔

اس روز سے آپ نے اپنا طریقہ ملامتیہ کر لیا۔ ڈاڑھی مونچھ منڈا کر جام ہاتھ میں لے کر ملامت کو پسند کیا اور دیوانہ وار کبھی مسجد میں کبھی مے خانہ میں، کبھی کوچہ و بازار میں، کبھی ہنستے کبھی روتے پھرا کرتے تھے۔

ایک بار آپ نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ آج دریائے راوی کی سیر کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ مرغن کھانا کھلاؤ تو چلیں۔ آپ نے منظور کیا اور سب مل کر موضع منڈی والا میں آئے کہ جو دریا سے قریب تھا۔ بہادر خاں سردار موضع نے آپ کے یاروں کو پکڑ کر پابجولاں کیا اور اُن سے کہا کہ امساک باراں ہے جب تک پانی نہ برسے گا میں ان کو نہ چھوڑوں گا۔ اگرچہ بہادر خاں خادم الفقراء تھے مگر یہ حیلہ برائے بارش اُس نے کیا تھا۔ آپ اپنے یاروں کے پاس گئے اور فرمایا کہ معاملہ برعکس ہوا ہے کھانے کے بدلے قید ہوئی۔ بعدہٗ بہادر خاں کے پاس آئے اور فرمایا کہ اس حیلہ سے پانی برسنا ممکن نہیں بلکہ آگ برسے گی۔ مگر ہاں جو کھانا مرغن شیر و شکر میرے یاروں کے آگے لا کر دعوت کرے تو کیا عجب ہے کہ پانی برسے۔ یہ سُن کر بہادر خاں بہت محبت سے پیش آیا اور انواع و اقسام کے کھانے لا کر ان یاروں کے روبرو رکھے اور بہت مدارت سے پیش آیا۔ جب آپ نے اپنے یاروں کو خوش دیکھا، منہ طرف آسمان کر کے کہا کہ الٰہی حسین اپنے یاروں سمیت خوش ہے اس وقت لازم ہے کہ باران رحمت بھیج کہ ان کے دل خوش ہوں۔ اسی وقت پانی برسنا شروع ہو گیا اور ایسا برسا کہ تمام جنگل بھر گئے۔

نقل ہے کہ آپ کے کسی دشمن نے شہنشاہ اکبر اعظم سے شکایت کی کہ حسین نامی فقیر لاہور میں ہے۔ ڈاڑھی مونچھ منڈاتا ہے۔ سُرخ لباس پہنتا ہے اور ایک مادھو نامی لڑکا اس سے صحبت رکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر ڈھول پر ناچتا ہے ایسی حرکات کر کے دعویٰ ولائیت رکھتا ہے۔ شہنشاہ نے یہ سُن کر ملک علی کوتوال کے نام فرمان نافذ کیا کہ حسین کو پابجولاں کر کے حاضر حضور کرے۔ فرمان کے پہنچتے ہی کوتوال نے اپنے پیادوں کو حکم دیا کہ شیخ حسین کو گرفتار کر کے لاؤ۔ حضرت انہوں میں موجود تھے۔ بدستور پھرا کرتے تھے مگر کوتوال کے پیادے نہ پا سکے۔ ایک روز کوتوال شہر عبداللہ رہزن کو کہ قوم بھٹی سے تھا حسب الحکم بادشاہ قتل گاہ میں لے جاتا تھا۔ خلق کا بہت ہجوم تھا۔ اسی ہجوم میں شیخ بھی ملے کوتوال نے ان کو گرفتار کیا اور جیل خانہ میں بھیج کر پابجولاں کیا۔ اسی وقت بیڑی شکستہ ہوئی۔ یہ کرامت دیکھ کر کوتوال نے کہا اے حسین جادو

کہ زور سے تونے زنجیر توڑ ڈالی۔ اگر میں چاہوں تو دونوں پیروں میں بیڑیاں ڈال کر بادشاہ کے پاس بھیج دوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں ابھی تیرے پاؤں میں آہنی میخیں ٹھک جائیں اور تو اسی صدمہ سے مرے۔ اتفاقاً جو فرمان عبداللہ کا تھا اس میں لکھا تھا وقت قتل جو عبداللہ کہے وہ ہمارے پاس لکھ کر ارسال کرے۔ چنانچہ عبداللہ نے خوب گالیاں دی تھیں پس کوتوال نے من وعن وہ گالیاں تحریر کر کے ارسال حضور کیں۔ حضور ملاحظہ فرما کر ان الفاظ سے سخت رنجیدہ ہوئے اور ناظم لاہور کے نام حکم ہوا کہ کوتوال کی مقعد میں لوہے کی میخ ٹھونک کر ماریں۔ کل مال قرق کریں۔ عیال و اطفال کو قید کریں۔ چنانچہ ناظم نے تعمیل حکم کی۔ فرمانا شیخ کا درست آیا۔

بعد قتل کوتوال کے بادشاہ نے شاہ حسین کو اپنے طور پر اپنے پاس بلایا۔ جب آپ روبرو بادشاہ کے گئے۔ ایک ہاتھ میں صراحی ایک میں جام شراب تھا۔ بادشاہ نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ تم مرید خاندان قادریہ کے ہو اور یہ حال ہے۔ حسین نے صراحی میں سے ایک جام بھر کر بادشاہ کے ہاتھ میں دیا۔ بادشاہ نے جو دیکھا تو اس میں سرد پانی تھا۔ دوسرا جام دیا، تو وہ شربت سے بھرا ہوا تھا۔ تیسرا جو دیکھا تو دودھ سے لبریز تھا۔ بادشاہ نے دوسری صراحی شراب کی منگا کر حسین کے ہاتھ میں دی۔ انہوں نے بدستور جام بھر کر دیا تو وہ سرد پانی تھا، دوسرے میں شربت، تیسرے میں دودھ۔

پھر بادشاہ نے ان کو برائے امتحان قید میں بھیج دیا کہ اگر یہ کامل ہے تو قید اس کو مانع نہیں۔ پس ان کو قید خانہ میں روانہ کر کے بادشاہ داخل محل ہوئے۔ دیکھا کہ حسین بادشاہ بیگم کے پاس کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر قید خانہ میں دریافت کرایا۔ وہاں ان کو نہ پایا۔ پس بادشاہ اپنے کئے سے تائب ہوا اور چندے ان کو اپنے پاس رکھ کر خدمات بجا لا کر فیض قادریہ حاصل کیا۔ اور آپ کی صحبت سے اصلاح ظاہری سے بے پروا ہو کر اصلاح باطنی میں کوشاں رہے اور قیود رت ظاہری کو بالکل چھوڑ دیا تھا قاعدہ رہا کہ شیخ کامل جس طریق پر رہا اس کا طالب بھی وہی طریقہ اختیار کرے گا۔

نقل ہے کہ حاجی یعقوب متوطن مدینہ تھے۔ انہوں نے شیخ حسین کو مدینہ میں معتکف دیکھا اور دوستی پیدا کی۔ جب وہ بطریق پھر ہندوستان میں آئے اور جب ہندوستان میں پہنچے شیخ حسین کو بازار چوک میں مست اور متوالا دیکھ کر متعجب ہوئے ایک سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ اس کو حسین کہتے ہیں۔ یہ لاہور کا ہی رہنے والا ہے۔ یہ سن کر حسین کے پاس گئے اور کہا کہ تو وہی ہے جو مدینہ میں معتکف تھا۔ یہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر۔ جب انہوں نے آنکھیں بند کیں حضرت کو اسی لباس سے مدینہ میں معتکف پایا۔ یہ کرامت دیکھ کر حاجی یعقوب مرید ہوئے۔

نقل ہے کہ مخدوم الملک قاضی لاہور میں چلا جاتا تھا۔ آپ کو دیکھا ڈھول پر ناچ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ برہم ہوا اور آپ کو تکلیف دینی چاہی۔ آپ نے جھپٹ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر فرمایا کہ قاضی ارکان اسلام کے پانچ ہیں۔ اوّل کلمہ توحید و اقرار رسالت احمد مجتبیٰ علیہ السلام۔ اس میں ہم تم دونوں شریک ہیں۔ نماز و روزہ کو میں نے ترک کیا اور حج و زکوٰۃ کو تو نے ترک کیا۔ تقریر صرف حسین کے واسطے کیوں ہے۔ یہ سن کر قاضی ہنسا اور چلا گیا۔

لکھا ہے کہ آپ کے خادم قریب نو ہزار کے تھے۔ بعض ایک لاکھ لکھتے ہیں مگر سب ولی ہوئے اور آپ کے سولہ خلفاء گزرے ہیں جن میں چار غریب کہلاتے ہیں، جو یہ ہیں۔ شاہ غریب اتمی ٹھٹھہ وزیرآباد سے تین کوس۔ دوسرے شاہ غریب موضع لنگوی والا تحصیل وزیرآباد میں ہے۔ تیسرے شاہ غریب اچیلاپور دکن میں۔ چوتھے شاہ غریب لاہور میں متصل مزار حضرت کے۔ اور چار دیوان کہلاتے ہیں۔ اوّل مادھو دیوان لاہور میں۔ گورکھ دیوان لاہور میں۔ بخشی دیوان بیجاپور میں۔ الہ دیوان لاہور میں۔ مگر مادھو محبوب ترین خلفاء سے تھے۔ تین خاکی کہلاتے ہیں۔ اوّل مولا بخش خاکی لاہور میں۔ دوم خاکی شاہ وزیرآباد میں۔ سوم حیدرآباد خاکی دکن میں۔ چار بلاول کہلاتے ہیں۔ اوّل شاہ زنگ بلاول۔ دوم بدھو۔ سوم شاہ بلاول کہ یہ تینوں گرد روضہ حضرت کے آسودہ ہیں۔ چہارم شاہ بلاول دکن میں۔ وفات حسین کی سلخ جمادی الثانی ۱۰۰۸ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخ حسین قادری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبدالوہاب کے تھے۔ خاندان چشتیہ سے بھی فیض یافتہ تھے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ کنارے دریائے نربدا کے اکثر جگہ جنگل اور پہاڑ ہیں۔ ایک مقام پر سرِ راہ پر شیر آگیا تھا۔ اُس نے راستہ بند کر رکھا تھا۔ آپ کا بھی وہاں سے گزر ہوا۔ شیر کا حال دیکھ کر ایک ہاتھ میں چادر لپیٹی ایک میں چھری لی۔ اور ایک جھاڑی میں کہ جہاں شیر تھا گھس کر شیر کو پکڑ کر چھری سے ہلاک کیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۳ھ میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شیخ نعمت اللہ سرہندی قدس سرہٗ

آپ مرید اوّل میر بالا میر لاہوری کے تھے اور حاجی بھی تھے۔ نقل ہے کہ ایک سوداگر مع اپنے فرزند کے شیخ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ راہ میں چور میرے پیسے لے گیا۔ آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے سوداگر کے بچے سے کہا کہ فلاں گنبد میں تو نے روپے رکھے ہیں۔ جلد لا کر اپنے باپ کو دے۔ وہ یہ سن کر قدموں پہ گرا اور مبلغان لا کر باپ کے حوالے کیے۔

ایک بار ایک شخص نے عرض کیا کہ میری ایک باندی تھی خوبصورت۔ میں اس کا عاشق ہوں وہ گم ہو گئی۔ کچھ تجویز بتایئے جو مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ سرِ راہ فلاں جگہ بیٹھ۔ ایک گاڑی آوے گی۔ اس کے پردے کے پاس جا کر کہنا کہ اے کنیز باہر آ وہ مل جائے گی۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور اُس کی کنیز مل گئی۔

وفات حضرت کی بعہد نورالدین جہانگیر بادشاہ ۱۰۱۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شاہ بدر گیلانی قدس سرہٗ

حضرت شاہ بدر گیلانی بن سید شرف الدین بن سید یحییٰ بن سید علاؤالدین علی بن شمس الدین محمد بن سید شہاب الدین احمد بن علاؤالدین علی ثانی بن سید قاسم بن سید یحییٰ تاتاری بن سید احمد متقی بن سید ابی صالح بن سید ابی نصر بن سید عبدالرزاق ——— بن حضرت غوث پاک رحؒ کہ مرد صاحب ولایت اور پیر طریقت کے کہ عہد اکبر اعظم میں لاہور میں آئے۔ ساکنان پنجاب سے ہزاروں مرید ہوئے۔ خوارق و کرامات آپ سے بہت ظاہر ہوئے۔ وفات آپ کی ۲۔ ربیع الاوّل ۱۰۱۸ھ میں ہوئی۔ مزار موضع مستانہ علاقہ پٹیالہ میں ہے۔

حضرت سید جیو عبدالقادر ثالث قدس سرہٗ

آپ اولیائے وقت اور صاحب ولایت تھے اور مرید اپنے والد سید محمد غوث بالا پیر صاحب ست گھرہ کے کہ بعد انتقال اپنے پدر تمام ہندوستان کی سیر کر کے بزرگان وقت سے افادہ حاصل کیا۔ بعدہٗ لاہور میں آکر شہر سے باہر محلہ رسول پور آباد فرمایا اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے اور وہیں ۱۰۲۲ھ میں وفات پائی۔ مزار آپ کا مشہور ہے۔ آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی بی بی کلاں کہ میراں محمد شاہ موج بخاری سے بیاہی گئی تھیں اور بی بی دولت کا نکاح سید نظام الدین بن سید میر میراں بن سید مبارک بن سید محمد غوث سے ہوا۔

حضرت شاہ شمس الدین قادری لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ شیخ ابواسحٰق قادری کے تھے اور عالم باعمل و عارف مکمل اپنے عہد میں یگانہ روزگار تھے۔ لاہور میں آپ کو بہت فتوح تھا۔ یہاں تک کہ حضرت جہاں گیر بادشاہ بھی معتقد ہوئے۔ جس کے بارے میں جو بادشاہ کو تحریر فرماتے بادشاہ اسی طرح کرتے تھے۔ اس طرح سے ہزاروں کی کاربر آری ہوئی۔

حضرت سید خیر الدین ابوالمعالی قادری کرمانی قدس سرہٗ

فرزند سید رحمت اللہ بن سید فتح اللہ کہ ولی کامل اور صحیح النسب سادات کرمان سے تھے۔ صاحب کرامات و خوارق و زہد و تقویٰ بعد تکمیل کسب قادریہ کے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ مرید اپنے برادر زادہ اور شیخ داؤد شیر گڑھی کے تھے۔ بعدہٗ لاہور میں آکر راستہ میں جہاں ٹھہرے باغ، چاہ، تالاب تیار کرایا۔ وہ عمارات ہنوز موجود ہیں اور لاہور میں ہزاروں مرید ہوئے ایک یہ کرامت تھی کہ جو آپ سے بیعت کرتا اسی شب کو زیارت رسول مقبول ﷺ سے مشرف ہوتا یا زیارت غوث پاک سے

مشرف ہوتا۔

حضرت داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ملّا شاہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بار میں ہمراہ اپنے اخوند ملّا نعمت اللہ کہ عالم وعامل ونقیر کامل تھے حضرت کی زیارت کو آئے کہ حضرت کے ایک مرید نے تسبیح نذر کی۔ میرے دل میں آیا کہ اگر مجھ کو دیں تو خوب ہو جب ہم چلنے لگے مجھ کو اپنے روبرو بلا کر فرمایا کہ یہ تسبیح اپنی خواہش کے مطابق لے۔ اگر ہو سکے تو سو بار درود پڑھا کر۔ مجھے تجھے اور مالک تسبیح کو بہت ثواب ہوگا۔

اخوند ملا نعمت اللہ سے روایت ہے یعنی ان کے دل میں خیال آیا کہ مجھ کو غوث پاک سے نہایت محبت اور ارادت ہے آیا غوث پاکؓ کو بھی میری ارادت کی خبر ہوگی یا نہ ہوگی۔ اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنگل میں برہنہ کھڑا ہوں۔ اور حضرت غوث پاک نے دستار سفید مجھ کو عطا کی اور فرمایا کہ میں تیرے حالات سے واقف ہوں۔ صبح جب میں بیدار ہوا شاہ ابوالمعالی نے مجھ کو طلب کر کے دستار سفید مجھ کو عطا کی اور کہا کہ یہ وہی دستار ہے جو شب کو غوث پاکؓ نے مجھ کو دی تھی۔

شاہ ابوالمعالیؒ صاحب دیوان اور صاحب تصانیف بھی ہیں۔ چنانچہ بوجہ عشق حضرت محبوب سبحانی کے تحفۃ القادریہ تحریر کی۔ مشہور کتاب ہے۔ ولادت حضرت کی بروز دوشنبہ دسویں ذوالحجہ ۹۶۰ھ میں واقع ہوئی اور وفات ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں موتی دروازہ کے باہر ہے۔ عیدین کو ہزاروں آدمی زیارت کرتے ہیں۔

حضرت میاں نتھّا شاہ قادری قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ میاں بالا پیر لاہوری کے تھے۔ تمام عمر خدمت مرشد میں رہے! اور حالت استغراق میں بھی پاس رہتے تھے۔ ایک روز ایک درویش جونپور سے آپ کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کس کام سے آیا ہے۔ اس درویش نے کہا کہ آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ فرمایا مجھ کو دیکھ۔ اس درویش نے کہا کہ آپ کا نام اور حال وغیرہ سے بھی خبردار ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نام میرا نتھا اور قوم تیل نکالنے والا۔ اور میاں میرؒ صاحب کا ادنیٰ خادم ہوں۔ اور حال میرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کنجیاں عالم جبروت وملکوت اور لاہوت کی میرے ہاتھ میں دی ہیں۔ جب میں چاہتا ہوں در ملکوت کھول کر داخل ہوتا ہوں۔ اسی طرح لاہوت اور جبروت میں جاتا ہوں۔

حضرت داراشکوہ راقم سکینۃ الاولیاءؒ میں تحریر فرماتے ہیں کہ درخت اور پتھر وغیرہ نباتات وجمادات سب حضرت سے گویا ہوتے تھے اور اپنے اپنے فوائد اور خواص بیان کرتے تھے۔ آپ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ ایک روز گنبد میں تشریف فرما تھے۔ باہر آنا چاہتے تھے کہ آواز آئی ایک ساعت ٹھہر۔ آپ نے کہا تو کون ہے؟ اور منع کرنے کا کیا باعث ہے پھر آواز آئی کہ میں گنبد ہوں اور منع میں اس واسطے کرتا ہوں کہ باراں بکثرت آوے گا۔ باہر جانے سے تم کو تکلیف ہوگی ابھی گفتگو

ہوئی تھی کہ بارش ہوئی۔ ایک روز یہ چلے جاتے تھے۔ راستہ میں دیکھا کہ ایک چوہا مرا پڑا ہے۔ آپ نے اس طرف مخاطب ہو کر فرمایا تو اس حال سے راستہ میں پڑا ہے۔ اٹھ اور اپنی جگہ جا۔ وہ اسی وقت زندہ ہو کر روانہ ہوا۔

ایک بار میاں میر صاحبؒ نے آپ سے پوچھا کہ تنہا اب کہاں مشغول رہتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ موضع جہرہ کے باغ میں مشغول رہتا تھا اور وہاں جو بہت سے درخت تھے وہ تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ کہتے تھے۔ ان کے شور سے خلل آتا تھا۔ اب خلیفہ کے محلہ میں ایک کونہ میں مشغول رہتا ہوں۔ یہ سن کر میاں میرؒ نے تبسم کر کے فرمایا کہ دیکھو یہ تیلی کا لونڈا کہاں تک پہنچا ہے۔ کیا کہتا ہے۔

ایک روز میاں میرؒ و میاں نتھاؒ و ملا محمد سیالکوٹی سایہ دیوار حجرہ میں بیٹھے تھے کہ ہوائے تند چلی اور بارش آئی۔ میاں میرؒ نے فرمایا کہ اب ناچار یہاں سے اٹھنا پڑا۔ میاں نتھا نے کہا کہ اگر حکم ہو تو بارش اور ہوا کو آپس میں ٹکرا دوں تا کہ مطلع صاف ہو جائے۔ یہ بات میاں میرؒ صاحب کو ناگوار گزری اور فرمایا کہ تو اظہار کرامات اور خود فروشی کرتا ہے۔ یہاں سے اُٹھ کر حجرہ میں چلے جانے سے کیا نقصان ہے۔ کار الٰہی میں ہم دخل دیں بے ادبی ہے کہ فعل المحمود ہے۔

لکھا ہے کہ آپ ناخواندہ تھے مگر جو سامنے آتا اس کو بخوبی پڑھ لیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۷ھ میں ہوئی مزار قرب مزار میاں میرؒ کے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو میاں میر صاحبؒ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ رونق فقیر خانہ میاں نتھا لے گئے اور خادموں کو وصیت فرمائی کہ بعد مرنے کے مجھ کو بھی میاں نتھاؒ کے پاس دفن کرنا۔

حضرت حاجی مصطفےٰ سرہندی قدس سرہٗ

آپ صاحب زہد اور تقویٰ اور قانع و تابع النفس تھے۔ میاں میر صاحب کے مرید تھے۔ ہر وقت سکر اور استغراق رہتا تھا۔ ایک بار آپ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب رکوع میں جھکے۔ استغراق غالب ہوا کہ رکوع میں رہ گئے جو مقتدی تھے دوسری بار اپنی نماز ادا کر کے چلے گئے۔ آپ سات روز رکوع میں رہے۔ وفات حضرت کی ۱۴ صفر ۱۰۳۹ھ بروز چہار شنبہ ہوئی۔

حضرت سید عبدالوہاب گیلانی قدس سرہٗ

آپ تعلیم یافتہ عبدالقادر گیلانی ثالث کے تھے۔ لاہور میں رہتے تھے۔ شیخ وقت کہلاتے تھے ہزاروں مرید تھے ۱۰۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ عبداللہ قدس سرہٗ

آپ اولاد سے غوث پاکؒ کی تھے۔ اور مرید اپنے والد سید عمر کے تھے۔ اور پابند طریقہ غوثیہ اور قدسیہ کے تھے

پندرہ برس کی عمر سے شوق درویشی ہوا۔ بغداد سے نکل کر ہندوستان میں آکر تحصیل علوم کرکے موضع کھٹب نواح دہلی میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مشغول ہو گئے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ جب تک آپ زندہ رہے کبھی اس موضع میں چوری یا اور کوئی ظلم نہ ہوا وفات حضرت کی سنہ ۱۰۳۴ھ میں ہوئی۔

حضرت ملّا حامد قادری قدس سرہٗ

آپ قرآن پڑھنے میں لاثانی تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی اور رموز طریقت اور حقیقت سے خوب ماہر تھے پہلے یہ میاں میر صاحبؒ کے منکر تھے۔ بعدہٗ مرید ہو کر کمال معتقد ہو گئے۔ بعدہٗ ترک درس فرما کر عبادت معبود میں مشغول ہوئے تھوڑے ہی دنوں میں بکمال ولائت پہنچے۔ آخر سنہ ۱۰۴۳ھ میں بتاریخ ۱۷ رمضان کو وفات پائی۔ مزار روضہ میاں میر میں ہے۔

حضرت شیخ محمد میر مشہور بہ میاں میر بالا

قادری لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز

آپ مشائخ نظام قادریہ عاشق غوثیہ اور خلیفہ شیخ حضرت سیوستانی قادریؒ کے تھے۔ آپ کے والد کا نام قاضی سامیدتہ بن قاضی قلندر فاروقی اور آپ کی والدہ بی بی فاطمہ بنت قاضی قادن اور نسب والا حسب حضرت امیر المومنین عمر رضؓ بن الخطاب سے منتہی ہوتا ہے۔ آپ شہر سیوستان میں سنہ ۹۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ناز و نعمت سے پرورش پائی۔ آپ کی سات برس کی عمر تھی جو یتیم ہوگئے۔ پانچ برس میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوگئے۔ پہلے ان کے والد نے ان کو بطریق قادریہ تلقین و تعلیم فرمایا۔ بعدہٗ پہاڑ سیوستان پر جا کر شاہ خضر سیوستانی کے مرید ہو کر کار تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور حسب اجازت پیر روشن ضمیر لاہور میں آئے۔ اور حضوری روحانیت حضرت غوث پاک سے مشرف ہوئے۔ پھر تمام عمر جب چاہتے تھے حضوری سے مشرف ہوتے تھے۔ شب کو نہ سوتے، دن کو نہ کھاتے۔ صائم رہتے۔ تیسرے روز افطار کرتے۔ بعدہٗ ایک ماہ کے بعد افطار کرنے لگے تھے۔

حضرت دارا شکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ کے بھائی سیوستان سے لاہور میں آئے۔ اس وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ ان کو اپنے حجرہ میں بٹھایا۔ آپ نے باغ میں جا کر وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کر کے دعا کی کہ الٰہی! میں

بے کس، بے دیار و یار ہوں۔ سوا تیرے میرا کون ہے۔ مہمان آیا اور میرے پاس کچھ نہیں جو اس کی خدمت کروں۔ آپ دُعا میں بیٹھے کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ ایک شخص کھانے کا خوان لئے تیرے در پر منتظر ہے۔ آپ اپنے حجرہ میں آئے۔ دیکھا کہ خوان کھانے کا موجود ہے۔ آرندہ خوان نے وہ آپ کے روبرو رکھا۔ دیکھا تو اس میں کھانا اور کچھ نقد ہے۔ اُس نے کہا اس وقت جو تم نے چاہا تھا کھانا اور نقد موجود ہے اگر اور حاجت ہو تو ارشاد کیجئے کہ اور آجاوئے آپ نے شکر پروردگار کیا اور برادر کے ہمراہ کھانا نوش فرمایا۔

نقل ہے کہ نور جہاں بیگم زوجہ حضرت جہانگیر بادشاہ کہ مذہباً اثنا عشری تھیں ایک بار بمقام اکبرآباد بادشاہ سے کہا کہ آپ مجھ پر بہت مہربان ہیں۔ میرا مذہب کہ جو حق ہے اس کو کیوں قبول نہیں فرماتے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جانان جان دارم نہ کہ ایمان۔ نور جہاں نے کہا آپ نے ہم کو بے ایمان سمجھا۔ میں جو پابند اس مذہب کی ہوں تو اس وجہ سے کہ یہ مذہب حق ہے۔ باقی اور مذاہب میں افراط تفریط ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کی سند کیا ہے۔ نور جہاں نے کہا اس کی تحقیق کیجئے۔ حق اور ناحق کھل جائے گا۔ یعنی مشہد مقدس سے ہمارے مذہب کے امام کو طلب فرما کر اپنے مذہب کے علماء سے مباحثہ کرا لیجئے۔ جو حق ہو اس کی پیروی کیجئے۔

الغرض ایک امیر اثنا عشری مشہد مقدس کو گیا۔ وہاں سے ایک عالم جو کہ اس وقت یگانہ روزگار تھا اور مذہب اثنا عشری کا امام مانا جاتا تھا باعزاز تمام لے کر روانہ ہندوستان ہوا۔ ادھر نور جہاں کے کہنے سے بادشاہ نے تمام سرداروں کے نام فرمان جاری کر دیئے تھے کہ فلاں مجتہد مشہد سے آتے ہیں جہاں پہنچیں ان کی تعظیم و تکریم میں اور ضیافت اور مہمانداری میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا جائے اور ہر صوبیدار، امرائے شہر و علمائے شہر و فقراء سمیت استقبال کرے۔ اور جو خدمات مجتہد صاحب کی بجا لاوے اس سے حضور کو مطلع کرے۔

الغرض جب مجتہد قریب لاہور کے آئے صوبہ دار لاہور نے میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ صبح مجتہد صاحب لاہور میں داخل ہوں گے پیشوائی میں آپ کو بھی چلنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر کو معاف رکھیئے۔ صوبہ دار نے کہا میں مجبور ہوں۔ بادشاہ کا حکم اسی طرح ہے۔ اگر آپ نہ گئے اور خبر بیگم صاحبہ کو ہوئی تو خوف ہے کہ کچھ فساد اٹھے مصلحت یہی ہے حضرت بھی تشریف لے چلیں۔ حضرت نے مصلحتاً قبول فرمایا۔ صبح تمام اہالیان لاہور نے مجتہد کا استقبال کیا۔ جب مجتہد کی نظر روئے منور میاں میرؒ پر پڑی، صوبہ دار لاہور سے کہا کہ ان حضرت کی تعریف کیجئے۔ صوبہ دار نے کہا کہ آپ عالم اور درویش ہیں۔ مجتہد نے آپ سے مصافحہ کیا اور صوبہ دار سے کہا کہ میرے اترنے کے واسطے مکان حضرت کی خانقاہ کے قریب درست ہونا چاہیئے۔ الغرض قریب خانقاہ کے ایک مکان آراستہ مل گیا۔ اس میں مجتہد فروکش ہوئے۔

دوسرے روز صبح تمام خلائق کہ مجتہد کی مشتاق تھی میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ ہم مجتہد کا دعظ

سننا چاہتے ہیں مگر یہ آپ کے ذریعے سے میسر ہوگا۔ حضرت نے ہر چند عذر کئے مگر جب لوگ نہ مانے آپ اُن کے ہمراہ قیام گاہ مجتہد پر آئے۔ مجتہد نہایت تعظیم سے پیش آئے۔ آپ نے مجتہد سے فرمایا کہ مخلوق لاہور آپ کی زبان دُربیان سے کچھ سننا چاہتی ہے اور یہ فقیر بھی مشتاق ہے۔ مجتہد نے کہا میں آپ کا مشتاق ہوں۔ آپ نے فرمایا ہمیشہ غلبہ کثرت رائے سے ہوتا ہے۔

الغرض چوکی بچھی اور مجتہد صاحب نے اس پر جلوہ افروز ہو کر موافق معمول اپنے مذہب کے اہل بیت رسول مقبولؐ کی ثنا شروع کی۔ جب ذکر کربلائے معلّٰی کا آیا اس کی تعریف میں فرمایا کہ اے مومنین! اللہ تعالیٰ نے زمین کربلا کو وہ عظمت دی ہے کہ اس کے گرداگرد بارہ بارہ کوس تک دوزخ کی آنچ حرام ہے۔ اس پر میاں میرؒ صاحب نے سر اٹھا کر باآواز بلند فرمایا کہ حاضرین والا تمکین یہ بزرگی کربلا کی اس وجہ سے ہے کہ وہاں نواسے رسول مقبولؐ لیٹے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ جائے غور ہے کہ جہاں خود وہ سرورِ عالم اپنے مع تینوں ستونِ دین کے آسودہ ہیں۔ اس جگہ کے واسطے اگر کہا جائے کہ اس کے گرد سو سو کوس دوزخ کی آنچ حرام ہے تو بجا ہے۔

یہ سُن کر مجتہد صاحب چُپ ہوئے اور بسبب کسل راہ کے دردِ سر کا حیلہ کر کے چوکی سے اُتر آئے۔ جلسہ برخاست ہوا اور صوبہ دار لاہور سے کہا کہ بادشاہ کو لکھ دو کہ مجھ کو آب و ہوا ہندوستان کی موافق نہیں۔ میں واپس جاتا ہوں۔ اس پر ہمراہی امیر نے کہ جو ان کے مذہب کا تھا قطعی اس کا سبب اپنے طور پر پوچھا۔ مجتہد نے فرمایا کہ میاں میرؒ جو فقیر آدمی ہے۔ جس کو اپنے کار سے فرصت نہیں۔ اس کی یہ کیفیت تم نے مشاہدہ کی۔ جو جائے کہ علمائے ہند جو میرے آنے کی خبر سُن کر مہینوں اور برسوں محنت کر کے واسطے مباحثہ کے تیار ہیں۔ ان سے گفتگو گزاری مشکل ہوگی۔ آخر مجتہد صاحب لاہور سے ہی پھر واپس اپنے وطن چلے گئے۔

نقل ہے کہ میاں میرؒ صاحب باغ زریں خاں میں مشغول عبادت تھے۔ ایک فاختہ درخت پر بیٹھی حق سرّہٗ کہہ رہی تھی ایک شکاری آیا اور اس کے ایک ایسا غلیلہ مارا کہ وہ مرگئی۔ نیچے گری شکاری نے اس کو اٹھانا چاہا دیکھا تو مر چکی تھی۔ اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا کہ اس مُردہ فاختہ کو لا۔ جب وہ پاس لایا آپ نے اپنا دست حق پرست اس پر لگایا۔ وہ اسی وقت اڑ گئی اور اپنی جگہ جا بیٹھی اور بولنے لگی۔ شکاری نے جو پھر آواز سُنی اور قریب اس کے آکر غلیلہ مارنا چاہا تو حضرت نے منع فرمایا۔ وہ نہ مانا اور غلیلہ چھوڑا۔ اسی وقت اُس کے ہاتھ میں سخت درد اٹھا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور لوٹنے لگا۔ آپ نے اُس کے پاس جا کر فرمایا کہ اے بے درد! یہ درد تیری بے دردی کا ثمرہ ہے۔ میں نے منع کیا تو نہ مانا۔ وہ شخص بہت رویا۔ قدم بوسی کی اور شکار سے توبہ کی۔ حضرت نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ اچھا ہوا اور درد بالکل جاتا رہا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مرید ہوا اور مرتبہ اعلیٰ پر پہنچا۔

حضرت میاں میر صاحبؒ کے انفاس پاک کو اللہ نے وہ تاثیر بخشی تھی کہ آپ کا دم کیا ہوا پانی کیسے ہی سخت بیمار کو

پلا نے اسی وقت اس کو شفا ہوتی۔ گونگا گویا ہوتا۔ جس کو شکایت ضعف بصر ہوتی اس پانی کے لگانے سے چشم روشن ہوتیں۔ ایک شخص اپنے پسر گنگ کو لے کر خدمت عالی میں آیا اور عرض کی کہ یہ بولتا نہیں۔ آپ نے اس بچہ کی طرف دیکھ کر ارشاد کیا کہہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اسی وقت اس نے بسم اللہ پڑھی اور گویا ہوا اور تھوڑے دنوں میں قرآن حفظ کر لیا۔

نقل ہے کہ ایک بار آپ نے مہربان ہو کر رومال مستعمل اپنے خدمت گار کو دے کر فرمایا کہ تیرا جو بیمار ہو یا آسیب زدہ ہو اس کے سر پر رومال لپیٹ دیا کر۔ چنانچہ اس روز سے خادم کے ہاتھ سے ہزاروں کو شفا ہوئی۔ جو بیمار اس کے پاس آتا وہ رومال عطیہ میاں میرؒ اس کے سر پر پہنچتا اس کو صحت ہوتی۔ ایک روز آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ درخت سرو سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسم باری تعالیٰ سے تو کون سا نام لیتا ہے۔ وہ درخت گویا ہوا کہ اسم یا نافع کی تسبیح کرتا ہوں

ایک روز حضرت صحن خانقاہ میں جلوہ افروز تھے اور بہت سے لوگ حاضر تھے کہ ایک مغل فقط تہ بند باندھے آ کر حضرت کے روبرو بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا اور کچھ نقد پیش کش کی۔ آپ نے نذر اس کی قبول فرما کر اس مغل کو دے کر فرمایا کہ گھوڑا خرید کر فلاں شہزادہ کے پاس جا، نوکر ہو جائے گا۔ ایک درویش بہت دنوں سے بطمع زر خانقاہ میں پڑا تھا۔ کہنے لگا آپ نے کبھی کسی نذر قبول نہیں فرمائی۔ آج قبول فرمائی تو ایک نئے آدمی کو اتنا مال دے دیا ہے ہم جو مدت سے امیدوار کھڑے ہیں محروم رہے۔ ایسا گستاخانہ کلام کر کے وہ تو چلا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ دروغ گو ہے۔ ایک سو ساٹھ بائیس درہم اس کے پاس ہیں۔ وہ اس کے پاس سے گم ہوں گے اور یہ اُن کے غم میں مرے گا اور تین جانیں اور جائیں گی چنانچہ دوسرے روز اس کو حاجت غسل ہوئی۔ وہ غسل خانہ میں نہایا۔ کپڑے پہنے، ہمیانی وہیں چھوڑی اور خدمت میاں میرؒ میں آیا۔ آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ کمر کھول کر بیٹھ۔ اُس نے جو کمر کھولی خالی پایا۔ وہاں سے گھبرا کر چلا۔ آپ نے فرمایا کہاں چلا اُس نے کہا غسل خانے میں کچھ بھول آیا ہوں۔ جب غسل خانہ دیکھا ہمیانی نہ پائی۔ روتا ہوا حضرت کی خدمت میں آیا۔ اسی وقت شکم میں مروڑ اٹھا۔ خون کا دست آیا۔ پھر حضور کے روبرو گریہ وزاری کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا دریا پر جا۔ وہاں ایک کشتی میں ایک درویش ہے اس سے اپنی ہمیانی لے لے۔ وہ جب دریا پر آیا۔ کشتی اور درویش کو دیکھا۔ دل میں کہنے لگا یہ فقیر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے پاس ہمیانی کہاں۔ اس فقیر نے سر اٹھا کر کہا کہ اپنی ہمیانی لے اور بہت سی ہمیانیاں اس کے روبرو ڈال دیں۔ وہ اپنی ہمیانی لے کر آیا۔ مگر دست جاری تھے۔ آخر مر گیا۔ دو شخصوں نے وہ ہمیانی لی۔ تیسرے کو جو خبر ہوئی اُس نے ان دونوں کو زہر دے کر مارا۔ آخر وہ بھی بجرم قتل زہر خورانی بحکم صوبہ دار لاہور مارا گیا۔ جیسا ارشاد فرمایا تھا پورا ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت شاہجہان بادشاہ لاہور میں تشریف فرما ہوئے۔ بروز جمعہ وقت صبح میاں میر صاحبؒ کی زیارت کو آئے اور پچاس ہزار روپیہ پیش کش کیا۔ میاں میر صاحبؒ نے قبول نہ فرمایا۔ بادشاہ نے کہا اہل خانقاہ کو تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ مال سلطنت مشکوک ہوتا ہے۔ جس کو میں اپنے واسطے میں قبول نہیں کرتا، اس کو دوسرے مسلمان بھائیوں کے واسطے کیسے منظور کروں۔ مجبوراً بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر لاہور میں ہی ایک اور بزرگ تھے اُن کے پاس گئے اور وہ روپیہ

نذر کیا۔ ان بزرگ نے خدام سے فرمایا کہ رکھ لو۔ جب دوسرے جمعہ کو پھر بادشاہ میاں میرؒ صاحب کے پاس آئے استفسار کیا، وہ روپیہ آپ نے قبول نہ فرمایا اور فلاں حضرت نے قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا وہ درویش مثل دریا کے ہیں اور میں مثل کوزہ کے ہوں کہ ناخن ڈوبنے سے بھی اس کا پانی مکدر ہو جاتا ہے۔ الغرض یہاں سے رخصت ہو کر بادشاہ پھر ان درویش کے پاس گئے اور پوچھا کہ میری نذر آپ نے قبول کی اور میاں میر صاحبؒ نے قبول نہ کی۔ اس میں کیا اسرار ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میاں میر صاحب کا اتقا بڑھا ہوا ہے۔

نور محمد خادم میاں میرؒ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ایک بار بالائے حجرہ تشریف فرما تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ نعلین اور کوزہ پانی کا میرے پاس رکھ کر جا سو رہ۔ میں نے نعلین تو اوپر رکھ دیں۔ کوزہ پانی کا رکھنا بھول گیا۔ جب پہر رات رہی میں بیدار ہوا۔ مجھ کو یاد آیا کہ پانی برائے وضو نہیں رکھا۔ پس پانی لے کر اوپر گیا۔ دیکھا حضرت نہیں ہیں۔ سمجھا کہ بیت الخلاء گئے ہوں گے۔ وہاں جا کر آواز دی کچھ اشارہ نہ معلوم ہوا۔ ناچار چراغ روشن کر کے تمام حجرے میں دیکھا کہیں نہ نظر آئے۔ متحیر ہوا، اس وقت کہاں گئے ہوں گے کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ حجرہ پر سے مجھ کو آواز دی کہ وضو کو پانی لا۔ میں پانی لے گیا اور بے اختیار ہو کر استفسار حال کیا۔ فرمایا کہ آج کی رات میں غار حرا میں تھا۔ وہاں عبادت کا بہت ثواب ہے مگر یہ میرا راز تا قیامت کسی سے نہ کہنا۔

نقل ہے کہ جن دنوں میں جہانگیر بادشاہ رونق افروز کشمیر تھے کسی بدگو نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرزا حسام الدین خلیفہ شاہ باقی باللہ کی شکایت کی۔ بادشاہ نے ان دونوں بزرگوں کو کشمیر طلب فرمایا۔ جب یہ صاحب لاہور میں وارد ہوئے شیخ عبدالحق پریشان حال خدمتِ میاں میرؒ میں آئے۔ اپنا تمام حال عرض کیا۔ میاں میر صاحبؒ نے فرمایا کہ تم کشمیر نہ جاؤ گے نہ تمہارا فرزند نورالحق کابل جائے گا اور نہ مرزا دہلی سے جدا ہوگا۔ چوتھے روز لاہور میں خبر مشتہر ہوئی کہ بادشاہ نے انتقال کیا اور نعش بادشاہ کی لاہور میں لا کر دفن کی گئی۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۱۰۳۳ھ کا ہے۔

نقل ہے کہ امراء لاہور سے ایک نے اپنے مکان میں کنواں کھدوایا۔ پانی اس کا شور نکلا۔ اس نے ایک کوزہ پانی اپنے چاہ کا حضرت کی خدمت میں ارسال کر کے تمام کیفیت عرض کر بھیجی۔ حضرت نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پانی پر دم کر کے قدرے اس میں سے نوش فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ پانی اس چاہ میں ڈال دیا جائے۔ وہ پانی پڑتے ہی پانی اس چاہ کا جو بے چاہت تھا، شیریں اور قابل چاہ ہوا۔

ایک بار آپ کے مرید محمد فاضل کا پسر مر گیا۔ اس کو بہت غم ہوا۔ جب حضرت کے پاس گیا آپ نے فرمایا، غم مت کر تیری عورت حاملہ ہے۔ اس نے اپنے گھر آ کر دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ حمل ہے۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا آپ نے اس کا نام محمد افضل رکھا اور فاضل سے فرمایا کہ تیری تقدیر میں لڑکی تھی۔ میں نے تین بار خدا سے دعا کی اس نے قبول فرما کر تجھ کو لڑکا مرحمت فرمایا۔

لکھا ہے کہ حضرت کے تین برادر اور دو ہمشیرہ تھیں ۔ ایک میاں قاضی اور دوسرے قاضی عثمان، تیسرے قاضی طاہر ایک بی بی بادی، دوسری بی بی جمال خاتون کہ عارفہ وقت تھیں ۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت مع ملا شاہ اپنے خلیفہ کے سرہانے ایک قبر کے بیٹھے مشغول تھے ۔ ملا صاحب نے کشف قبور سے عرض کیا کہ حضرت صاحب قبر کہتا ہے کہ میں جوانی میں مرا ۔ اپنے کردار کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوں تم عزیز میرے سرہانے آئے ۔ تعجب ہے کہ میں عذاب میں رہوں ۔ حضرت نے فرمایا کہ صاحب قبر سے پوچھ کہ تیرا عذاب کس طرح رفع ہوگا ۔ ملا شاہ نے توجہ کی ۔ پھر عرض کیا کہ وہ کہتا ہے ستر ہزار کلمہ طیبہ کا ثواب اگر مجھ کو بخشا جائے تو میرا عذاب رفع ہو ۔ حضرت نے تمام مریدوں اور یاروں کو طلب فرما کر باتفاق رائے سب سے کلمہ پڑھوا دیا ۔ جب وہ پورا ہوا ملا شاہ صاحب نے توجہ کرکے عرض کیا کہ صاحب قبر کہتا ہے کہ وہ عذاب اٹھ گیا ۔ سبحان اللہ! کیا حمیت اسلام تھی ۔

نقل ہے کہ ایک فاضل ملا سنگی نام حضرت کے خادم تھے ۔ ایک بار حضرت نے اُن سے فرمایا کہ ایک بار تم کو اپنے وطن روستاق میں ضرور جانا چاہیئے ۔ اور متعلقین کی خبر لینی چاہیئے ۔ اگرچہ ان کا دل نہ چاہتا تھا مگر بہ تکمیل حکم جلد بدخشان پہنچے بعدہٗ بعد مغرب داخل روستاق ہوئے ۔ جب گھر کے قریب پہنچے دیکھا کہ بہت لوگ جمع ہیں ۔ مشعل روشن ہیں، دیگیں پکی ہوئی تیار ہیں ۔ آپ نے ایک سے پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے ۔ اُس نے کہا کہ ملاں سنگی ایک شخص تھا بائیس برس ہوئے کہ ہندوستان میں چلا گیا ۔ اب اُس کے مرنے کی خبر آئی ۔ بعد عدت کے اس کی اہلیہ کا دوسرا نکاح ہے ۔ اتنے میں بعض اقربا نے اُسے پہچانا ۔ سب ملے ۔ وہ معاملہ درہم برہم ہوا ۔ ملا ایک مدت گھر میں رہے ۔ فرزند تولد ہوا اور پھر خدمت میاں میر آئے ۔ آتے ہی حضرت نے ارشاد کیا کہ ملا اگر ایک ساعت کی بھی دیر کرتے تو بہت مشکل ہوتی ۔ ملا نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور شکر ادا کیا ۔ کرامت کیا ولائت تھی ۔

نقل ہے کہ کسی شخص کی باندی کچھ مال لے کر فرار ہوئی ۔ وہ مال بیگانہ تھا ۔ اُس نے بہت تلاش کی ۔ جب نہ ملی، تو حضرت سے التجا کی ۔ آپ نے فرمایا وہ تیرے گھر میں ہے ۔ اُس نے جو گھر جا کر دیکھا باندی کو اپنے گھر پایا ۔ اُس نے سارا حال پوچھا ۔ اُس نے کہا میں بہت دُور چلی گئی تھی ۔ ابھی میرا کسی نے بازو پکڑ کر یہاں پہنچا دیا ۔ میں حیران ہوں کہ اتنی دُور کیوں آ گئی ۔

قلعہ کانگڑہ مدت سے فتح نہ ہوتا تھا ۔ ایک افسر فوج آپ کا مرید تھا ۔ اُس نے عرضی دی ۔ آپ نے عرضی کی پشت پر تحریر فرمایا کہ فلاں وقت تیرے ہاتھ سے فتح ہوگا ۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا ۔

وفات حضرت کی ۸۷ برس کی عمر میں بتاریخ ۷ ۔ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ عہد حضرت شاہجہاں میں ہوئی ۔ نواب وزیر خاں اس وقت صوبہ دار لاہور تھے ۔ مزار پُرانوار لاہور میں مشہور حاجت روائے خلق ہے ۔ چونکہ حضرت دارا شکوہ خلف شاہجہاں بادشاہ کو آپ کی خدمت ارادت تھی ۔ اس وجہ سے انہوں نے مقبرہ بنوایا ۔

مشہور ہے کہ جب رنجیت سنگھ لاہور کا مالک ہوا۔ اُس نے برائے تیاری گوردوارہ امرتسر کے تمام مکانات شاہی اور مساجد اور مقابر سے پتھر اتار کر امرت سر کو روانہ کئے جن کے ذریعے گوردوارہ تیار ہوا۔ اس کا قاعدہ تھا خود ہر مقام پر جا کر اپنے سامنے مسمار کراتا تھا۔ ایک روز مدد لے کر میاں میر صاحب کے مقبرہ پر گیا۔ معماروں کو حکم دیا کہ توڑ دو۔ قدرتِ خدا سے اس کا گھوڑا بگڑا اور یہ گرا۔ اٹھ کر سنبھلا اور کہا۔ یہ بادشاہوں کے پیر کا مقبرہ ہے اس کو نہ چھیڑو اور چھ سو روپیہ سالانہ برائے عرس حضرت اپنے خزانہ سے مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ گورنمنٹ انگریزی بھی بدستور وہ روپیہ ہر سال دیتی رہی۔ خلفاء آپ کے بہت ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند صاحبان کا ذکر تو ہو چکا ہے۔ اور چند اصحاب کا آگے ہوگا جو دیگر ممالک میں ہیں وہ معلوم نہیں جو ہندوستان میں مشہور ہوئے وہ تحریر ہیں۔

حضرت سیّد غلام غوث و شاہ حاکم قدس اللہ سرہٗ

یہ دونوں بزرگ کامل وقت اور صاحب کرامت گزرے ہیں۔ ان کے دادا سیّد ظہور الدین بخارا سے آکر اوچ میں متوطن ہوئے اور راؤ گھاسی بن علی راؤ کہ امیر کبیر کبریٰ تھا سیّد صاحب کا مرید ہوا اور بمقام علی کنارہ راوی پر کہ لاہور سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے سیّد صاحب کو لا کر رکھا۔ وہاں بہت قبولیت ہوئی۔ ان حضرت کی دُعا سے بہتوں کے اولاد پیدا ہوئی۔ امیر نظام الدین شاہجہانی نے اولاد کے لئے استدعا کی۔ آپ کی دُعا سے اس کے اولاد پیدا ہوئی۔ وفات سیّد غلام غوث کی ۱۰۴۵ھ میں اور شاہ حاکم کی ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار دونوں بزرگوں کے موضع مذکور میں ہیں۔ آج تک کسی کی مجال نہیں کہ سرِ درختی خانقاہ سے مسواک کو توڑے۔

چنانچہ عہد حکومت رنجیت سنگھ میں وہ موضع راجہ دھیان سنگھ کی جاگیر میں تھا۔ اس کے ملازمین سے کسی نے ان درختوں سے مسواک توڑی۔ اسی وقت درخت میں سے خون جاری ہوا اور مسواک لینے والا تپ میں مبتلا ہوا۔ بعد دو روز کے وہ شخص مزار پر آکر جبہ سائی کرنے لگا اور نذر قبولی تب اچھا ہوا۔ تھوڑا زمانہ گزرتا ہے کہ دریائے راوی مزار سے قریب آگیا تھا۔ آپ کی اولاد نے نعش ہائے سیّد غلام غوث و شاہ حاکم و سیّد عوض علی نبیرہ حضرت و سیّد صدر الدین پسر حضرت قبر سے نکالیں۔ تازہ پائیں کفن بھی میلا نہ ہوا تھا۔

حضرت سیّد شاہ بلاول بن سیّد عثمان بن سیّد عیسیٰ لاہوری قدس سرہٗ

آپ مشائخ و اولیائے عہد و متشرع و صائم الدہر و قائم اللیل تھے۔ خرقہ درویشی سیّد شمس الدین قادری لاہوری سے حاصل کیا تھا کہ وہ خلیفہ شیخ ابو اسحٰق لاہوری کے تھے۔ صاحب محبوب الواصلین تحریر فرماتے ہیں کہ بزرگان شاہ بلاول ہرات سے ہمراہ ہمایوں بادشاہ ہندوستان میں آئے۔ اور شیخو پورہ کہ لاہور سے دس کوس ہے ان کی جاگیر میں دیا گیا تھا۔ شاہ

بلاول اسی موضع میں تولد ہوئے۔ ولی مادر زاد تھے۔ آپ کی سات برس کی عمر تھی کہ آپ کا ہمجولی ایک لڑکا مر گیا۔ آپ اس کے سرہانے گئے اور فرمایا کہ یار بے وقت سونا نہ چاہئے۔ اٹھ کر ہم تم کھیلیں۔ اس لڑکے نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر ہمراہ حضرت کے چلا گیا۔

یہ سن کر آپ کے دادا عیسیٰ نے برائے تحصیل علوم لاہور میں بھیجا کہ آپ شیخ فتح محمد صاحب عالم کے زیر تعلیم رہ کر تھوڑے دنوں میں کمال حاصل کیا۔ بعدہٗ شوق الٰہی پیدا ہوا۔ کنارہ دریا پر شیخ شمس الدین سے ملے۔ شیخ نے بہ محبت ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو برائے اپنی معرفت کے پیدا کیا ہے۔ تم کو لازم ہے کہ میری صحبت میں رہو۔ تھوڑا حصہ کا جوا تا تھا میرے پاس ہے لو۔ یہ اسی وقت مرید ہوئے۔ کسب درویشی میں مشغول ہوئے۔

ایک بار شیخ شمس الدین کنارہ دریا پر ایک درخت کے نیچے سوتے تھے۔ شاہ بلاول خدمت میں ایستادہ تھے۔ ایک زمیندار آیا اور درخت پر چڑھ کر سوکھی لکڑیاں توڑنے لگا۔ آپ نے فرمایا ذرا توقف کر، جب پیر بیدار ہوں اس وقت لکڑیاں توڑنا۔ وہ نہ مانا۔ آپ نے اس کو تیز نظر سے دیکھا۔ فوراً وہ درخت سے گر کر مر گیا۔ جب شیخ بیدار ہوئے اس کا حال دریافت کیا۔ آپ نے بے کم و کاست عرض کیا۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ ہم فقیروں کو غصہ نہ چاہئے۔ جب تک تمہارا جلال فرو نہ ہو تم محلہ شاہ ابو اسحٰق کے حجرہ میں رہ کر قرآن پڑھا کرو۔ چنانچہ کئی سال آپ حجرہ میں رہے۔

اتفاق سے اس محلہ میں کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ نقال و دہائی لینے آئے۔ ناچنے گانے لگے۔ صاحب خانہ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ وہ بہت متفکر تھا۔ آپ نے اپنے حجرہ سے نور باطن سے اس کا حال دریافت فرما کر اپنی بدھنی لے کر حجرہ سے باہر آ کر اس کے گھر میں پھینک دی کہ وہ ٹوٹ گئی۔ صاحب خانہ نے جو دیکھا تو وہ سب ٹکڑے سونے کے تھے۔ اس میں سے کچھ نقالوں کو دیا۔ باقی آسودہ ہوا۔

لکھا ہے کہ آپ کا لنگر خانہ دونوں وقت عام تھا۔ آپ لباس مکلف پہنتے تھے اور باورچی خانہ میں ہر قسم کے برتن تھے۔ ایک چور نے اسباب باورچی خانہ لینا چاہا۔ اندھا ہو گیا۔ آخر ایک کونے میں چھپ رہا۔ جب صبح ہوئی آپ نے داروغہ باورچی خانہ کو بلا کر فرمایا کہ ایک نابینا فلاں گوشہ میں بیٹھا ہے اس کو لا اور دونا حصہ اس کو دے کہ رات کا بھوکا ہے داروغہ نے اس کو تلاش کر کے کھانا دیا۔ اس نے منت کی کہ مجھے حضرت کے روبرو لے چلو۔ جب روبرو آیا تو التجا کرنے لگا قدموں پر سر رکھا اور مرید ہو کر بینا ہوا۔

اوقات آپ کے اس طرح تقسیم تھے کہ صبح سے تا چاشت مراقبہ میں رہتے۔ بعد اس کے کھانا تقسیم کرتے۔ بعد دوپہر کے قیلولہ کرتے۔ بعدہٗ نماز ظہر با جماعت ادا کر کے حلقہ مریداں کو توجہ دیتے۔ اس وقت خلقت کوزہ پانی کے لئے حاضر رہتی۔ بعد توجہ ان پر دم فرماتے۔ اس پانی سے بیماروں کو شفا ہوتی۔ بعدہٗ حاجت مند آتے جن کے واسطے سفارش نامہ بنام بادشاہ لکھا جاتا۔ اور نقد داد و دہش فرماتے۔ بعدہٗ تا مغرب عبادت میں مشغول رہتے۔ بعد مغرب وزہ

کھولتے۔ نماز مغرب سے فارغ ہوکر ادائے نوافل کرتے۔ بعدہٗ روٹی کے ٹکڑے سے ساگ چولائی نوش فرماتے اور پھر طعام کھلاتے اور بعد نماز عشاء خلوت میں تشریف لے جایا کرتے۔ وقت تہجد تین ختم قرآن کرتے۔

ایک بار شیخ ابوطالب دس ہزاری کہ حضرت کا مرید تھا آیا اور عرض کیا کہ امساک باراں کی وجہ سے میرے دیہات جاگیر میں نہایت خرابی واقعہ ہے۔ حضور توجہ فرمائیں۔ حضرت نے یہ سُن کر آسمان کی طرف دیکھا کہ ابر آیا اور اس کی جاگیر کے دیہات پر خوب پانی برسا۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۶ھ بتاریخ ۲۶ شعبان میں ہوئی۔ عمر حضرت کی ۷۰ برس ہوئی۔

حضرت سیّد عبدالقادر بخاری اکبرآبادی قادری قدس سرّہٗ

شیخ صاحب حال وقال وعالم باعمل وزاہد بے بدل اور تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ نصف شب تعلیم مریداں اور نصف عبادتِ پروردگار میں بسر فرماتے۔ سوائے قیلولہ نصف النہار کے نہ سوتے تھے۔ سن بلوغ سے تاحیات کبھی دن کو نہیں کھایا۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف اکبرآباد میں ہے۔

حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدّث

دہلوی قدس سرّہٗ

آپ علماء عباد وفضلا ذوالاقتدار وعالم باعمل ومشائخ بے مثل کہ زاہد اور ریاضت میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ حضرت غوث پاکؓ سے نہایت اعتقاد تھا۔ پہلے سیّد جمال الدین ابوحسن موسیٰ پاک شہید گیلانی خلف شیخ حامد گیلانی کے مرید ہوکر افادہ حاصل کیا اور خرقہ خلافت پایا اور شریعت وطریقت میں مقتدائے روزگار ہوئے۔ علم تفسیر اور حدیث کی قاضی عنایت سے تکمیل کی۔ عہد جہانگیر بادشاہ میں مقبول خاص وعام ہوئے۔ بادشاہ بھی حضرت کو مانتے تھے اور بہت اعزاز فرماتے تھے۔ آپ منجانب نفر ازعزبار وعلماء بادشاہ سے جو کہتے اسی طرح بادشاہ عمل میں لاتے۔ نقدیا جاگیر جو کہتے مرحمت فرماتے۔ شیخ احمد مجدّد الف ثانیؒ اور حضرت سے بابت تحریر مکتوبات شیخ احمد کے مباحثہ رہتا تھا۔ آخر دونوں بزرگوں میں صفائی ہوئی اور بہت اخلاص بڑھا۔

وفات حضرت کی بعہد حضرت شاہجہاں ۱۰۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار پُرانوار دہلی میں کنارہ حوض شمسی کے مقبرہ عالی پر زیارت گاہ ہے۔ تھوڑا وقت گزرا ہے کہ ایک ولائتی بزرگ آپ کے مقبرہ میں رہتے تھے۔ ایک شخص نے اُن سے کہا کہ میاں

مولوی کے مقبرہ پر کیوں پڑے ہو۔ اس سے بہتر اور جگہ بتادیں۔ ان ولائیتی نے کہا کہ وہیں دل لگ گیا ہے۔ اس وجہ سے پڑا ہوں۔ جب اس شخص نے بہت ہی اصرار کیا، تو ایک روز ولائیتی نے ان کو لے کر مقبرہ کے باہر بٹھایا اور کہا چپ بیٹھے رہنا اُس نے سنا کہ کوئی اندر مقبرہ کے باواز بلند قرأت سے عمدہ لہجے کے ساتھ صحت الفاظی سے قرآن پڑھ رہا ہے۔ جب وہ آواز آنی بند ہوئی تو ولائیتی اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر مقبرہ کے لے گئے تو وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ اس شخص سے ولائیتی نے کہا کہ مولوی روز اس وقت تلاوت قرآن کرتے ہیں۔ میں ان کے قرآن پڑھنے کا عاشق ہوں۔ اس وجہ سے یہاں پڑا ہوں۔ وہ شخص تائب ہوا اور دل سے روحانیت اور مزار حضرت کا معتقد ہوا۔

آپ کی تصنیفات سے بہت کتب ہیں۔ مگر نظر کا چند تحریر ہوتی ہیں۔ شرح مشکوٰۃ عربی و فارسی، صراط المستقیم و اخبار الاخیار و شرح فتوح الغیب و جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب کہ جس میں مدینہ منورہ وغیرہ کا مفصل حال درج ہے اور علم تصوف میں بھی کئی رسالے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت سید مقیم محکم الدین قدس سرہٗ

سید محمد مقیم محکم الدین بن شاہ ابوالمعالی بن سید محمد نور بن سید بہاؤ الدین بہاول شیر گیلانی۔ آپ مرید حیات المیر جمال اللہ بغدادی کے کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ پیراستہ اور شیخ وقت اور پیر طریقت تھے۔ آپ دو بھائی تھے۔ شاہ مقیم و شاہ زندہ پیر۔ دونوں صاحب خورد سال تھے کہ ان کے والد نے انتقال کیا۔ ان حضرات نے تھوڑے عرصہ میں تحصیل علوم ظاہری سے فراغت پائی۔ محمد مقیم کو جب شوقِ الٰہی پیدا ہوا ہر شب برائے کشائش باطنی مزار اپنے دادا حضرت بہاول شیر پر جا کر اس کے گلے لگ کر سوتے۔ ایک روز خواب میں دیکھا کہ سید بہاول شیر مزار سے باہر آئے اور آپ کے اُوپر مہربانی فرما کر فرمایا اے فرزند! تیرا حصہ میرے پاس نہیں سید جمال حیات میر کے پاس ہے۔ لاہور میں جاؤ وہاں وہ ملیں گے۔ اسی وقت لاہور کو روانہ ہوئے۔ جب قبرستان لاہور میں پہنچے۔ سید جمال حیات کا حجرہ معلوم کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور اسی وقت صاحب کمال ہوئے۔

ایک روز شاہ مقیم مع یاراں زیر درخت بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور بیان کرنے لگا کہ فلاں عابد کی اتنی عورتیں ہیں۔ ہر شب سب کے پاس رہتا ہے اور ادھر اپنے حجرہ میں عبادت کیا کرتا ہے۔ دوسرے فقیر نے یہ سُن کر اپنے دل میں انکار کیا۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ اولیاء اللہ کی کرامت سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اس درخت کے پتوں کو دیکھ تسلی ہو جائے گی۔ اس درویش نے جو سر اٹھا کر پتوں کو دیکھا ہر شاخ اور پتے پر شاہ مقیم کو موجود پایا اور جہاں بیٹھے تھے وہاں بیٹھے پایا۔

آپ صاحب سلسلہ اور صاحب گروہ ہیں اور موضع حجرہ میں مقیم تھے۔ ایک زمیندار نے قریب موضع حجرہ کے گاجریں

کی کاشت کی ۔ اس میں کھا ڈالا۔ آپ کو جو بدبو آئی ۔ خدام سے فرمایا کہ ان کو اکھیڑ کر میرے گھوڑوں کے آگے ڈال دو۔ خدام حکم بجالائے ۔ مگر دل میں کہتے تھے کہ حضرت نے بے اجازت مالک کے بیگانے مال میں تصرف کیا۔ صبح کو مالک کھیت پر پر آیا۔ اور اپنا کھیت تباہ دیکھا اور حضرت سے عرض کی کہ میں نے یہ گاجریں اس وجہ سے کاشت کیں تھیں کہ آپ کی نذر کروں گا مگر آج کی رات کوئی لے گیا۔ آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ خوب ہوا کہ حق بحق دار رسید۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۹ھ میں ہوئی مزار موضع حجرہ میں ہے ۔

حضرت شیخ مادھو قادری

لاہوری قدس سرہٗ

آپ بھی اکمل خلفا شیخ حسین لاہوری کے تھے اور کل مریدوں سے محبوب تھے اور وہ بہلول شاہی میں شیخ وقت اور عارف باللہ گزرے ہیں۔ لکھا ہے کہ آپ کے والد برہمن تھے اور شاہدرہ لاہور کے رہنے والے تھے ۔ نہایت پاک صورت سیرت تھے ۔

شیخ مادھو ایک روز سوار ہوئے چلے جارہے تھے ۔ شیخ حسین کی نظر ان پر جو پڑی ۔ ہزار جان سے عاشق ہوگئے اور خود شاہدرہ میں جا رہے تھے اور تمام شب ان کے گھر کا طواف کیا کرتے تھے ۔ دن کو جہاں مادھو بیٹھتے یہ بھی ان کے روبرو جا بیٹھتے ۔ مگر مادھو کو ان کی طرف کچھ خیال نہ تھا ۔ لیکن شب کو جو مادھو اپنے اہل خانہ سے باتیں کرتے شیخ حسین صبح کو سب سے کہہ دیتے ۔ اسی طرح کئی برس گزر گئے اور شہرۂ عشق شیخ حسین کا تمام لاہور میں پھیل گیا۔ چونکہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے آخر مادھو کو بھی شیخ حسین کا خیال پیدا ہوا۔ کبھی کبھی اُن کی خدمت میں آنے لگے ۔ آخر یہ نوبت پہنچی کہ رات دن شیخ حسین کی خدمت میں حاضر رہنے لگے ۔

یہ حال دیکھ کر والد مادھو رنجیدہ ہوئے ۔ ان کو منع کیا مگر یہ نہ مانے ۔ ناچار ہو کر مادھو سے کہا گنگا کا نہان ہے ۔ میں نہانے جاتا ہوں ۔ تم بھی میرے ساتھ چلو ۔ یہ سن کر مادھو خدمت شیخ میں آئے اور رخصت طلب کی ۔ آپ نے فرمایا کہ مادھو تو اپنے والد سے کہہ دے کہ وہ جاویں ۔ انشاءاللہ میں تم کو وقت اشنان کے وہیں پہنچا دوں گا ۔ یہ سن کر مادھو نے باپ سے کہا تم جاؤ میں آجاؤں گا ۔ شیخ نے وعدہ کیا ہے کہ میں پہنچاؤں گا ۔ اس میں ان کا امتحان ہوجائے گا ۔ ان کے والد تو ہردوار گئے ۔ یہ شیخ کے پاس رہے ۔ جس دن غسل گنگا کا آیا ، مادھو نے شیخ سے التجا کی کہ وہ وعدہ

پورا کیجئے۔ شیخ ان کو لے کر شہر کے باہر آئے اور فرمایا کہ قدم اپنے میرے قدموں پر رکھ کر آنکھیں بند کر۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب آنکھ کھولی اپنے کو کنارے گنگا کے پایا۔ غسل کیا اور والدین سے ملے۔ بعدہٗ پھر شیخ کی خدمت میں آئے۔ جس طرح پر گئے تھے۔ اسی طرح شاہدرہ میں آ گئے۔ اسی روز مسلمان ہوئے۔

بعد چند روز کے ہولی آئی۔ تمام ہندو عیش میں مشغول ہوئے۔ شیخ حسین نے بھی مادھو کے لئے مجلس سماع مقرر کی اور خوب رنگ اور گلال ہوا۔ خوب ناچ اور رنگ ہوئے۔ اسی مجلس میں مادھو مرید ہوئے اور اسی وقت نظر فیض اثر پڑتے ہی کامل ہوئے۔

آپ کے سلسلہ میں بہت فقیر ہیں اور کئی خلیفہ ہوئے ہیں۔ وہ صاحب جمع ہو کر بروز بسنت مجلس سماع اور رنگ گلال گرم کرتے ہیں اور خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ شیخ یٰسین و شیخ صالح و شیخ کاکو و شیخ شہاب الدین و شیخ عبدالسلام و بابا حاجی و قاضی شاہ و شیخ یعقوب و بہار خاں قوم منڈا و میاں ابراہیم و میاں محمود و میاں شعبان ثانی۔ بسنت کے روز حضرت کے مزار پر بہت ہجوم ہوتا ہے۔

الغرض شیخ مادھو بہ کمال ولایت جب فائز ہو چکے شیخ حسین نے ان سے فرمایا کہ تجھ کو چاہئے کہ لاہور سے راجہ مان سنگھ کا نوکر ہو کر اس کے ہمراہ مہم دکن پر جا۔ یہ سن کر ان کو بہت رنج ہوا۔ مفارقت پیر روشن ضمیر کی اگرچہ گوارا نہ تھی مگر بہ تعمیل حکم راجہ مان سنگھ روانہ ملک دکن ہوئے۔ جب غنیم سے جنگ ہوئی بعد بہت کوشش کے ایک بار فوج مان سنگھ بد دل ہوئی۔ جان سنگھ کچھوا ہا رئیس جے پور یہ حال فوج کا دیکھ کر حضرت سے ملتجی ہوا۔ آپ نے قبول فرما کر پیر روشن ضمیر کی طرف توجہ کی۔ معاً شیخ حسین بزور کرامت شیخ مادھو کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ راجہ سے کہہ دے کہ ابھی برائے مقابلہ دشمن سوار ہو۔ انشاء اللہ فتح پائے گا۔ مان سنگھ حسب الامر جنگ میں مشغول ہوا اور دیکھا کہ فوج کثیر دلق پوشوں کی آسمان سے اترتی ہے اور میرے دشمنوں سے لڑتی ہے۔ آخر اسی روز فتح پائی۔ بعدہٗ اپنے پیر و مرشد اور بزرگوار کے ہمراہ لاہور میں تشریف لائے۔

نقل ہے کہ ایام وفات شیخ حسین کے جب نزدیک پہنچے قریب لاہور کے چاہ اور باغ تیار کروایا اور فرمایا کہ برائے چند میرا مرقد اسی جگہ ہوگا۔ میرے مرنے کے سال بھر بعد بالو پورہ میں دفن ہوں گا۔ چنانچہ بعد سال بھر کے شیخ مادھو نے موافق وصیت کے نعش شیخ حسین کو بالو پورہ میں لا کر دفن کیا۔

شیخ مادھو ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور بعد انتقال شیخ حسین کے جب سال تمام ہوا بارہ برس مان سنگھ کے پاس رہے۔ تیرھویں سال لاہور میں آ کر بجائے پیر صاحب سجادہ ہو کر ۳۵ سال اس خدمت پہ مامور رہے۔ اور بتاریخ ۲۲ ذوالحجہ ۱۰۵۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ بہاری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ میاں میرؒ لاہوری کے تھے بہت بڑے عالم اور فقیہہ اور محدث اور عارف تھے۔ حاجی پور میں رہتے تھے۔ پہلے قصبہ کوہ پور میں شیخ جمال اولیاء سے تحصیل علوم کیا۔ بعدہٗ لاہور میں آکر محمد فاضل سے حدیث صحیح کی اور ان کے ہی مقام پر قیام کیا۔ بعدہٗ میاں میرؒ صاحب کے مرید ہوئے۔ بعد انتقال میاں میرؒ کے آپ سے خلائق بہت رجوع ہوئی اور ہزاروں مرید ہوئے۔

ایک روز نمازی خاں کے ہاں عرس تھا۔ بہت مشائخ اور دیگر قسم کے حضرات جمع تھے اور موسم بھی گرمی کا تھا ذکر توحید کے بارہ میں آگیا۔ شیخ بہاری نے کچھ جواب نہ دیا۔ سامنے آگ روشن تھی۔ اٹھ کر اس میں جا بیٹھے اور فرمایا کہ قیل وقال کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ حال توحید یہ ہے اور صحیح وسالم آگ سے باہر آگئے۔

کہتے ہیں کہ اکثر آپ کے دست و پا جدا ہو جایا کرتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ ایک بار حضرت داراشکوہ قادری نے عرض کیا کہ مرزا آصفی بیگ والی خطہ ایران قندھار پر قبضہ رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی مجال ہے کہ تمہارے ملک پر ہاتھ دراز کرے۔ انشاء اللہ مارا جائے گا۔ بعد ایک ماہ کے معلوم ہوا کہ ۱۰۵۱ھ میں مرزا آصفی بیگ کو کسی نے زہر دے کر مار دیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۰ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت شاہ سلیمان قادری قدس سرہٗ

آپ صاحب سجادہ شاہ معروف چشتی قادری کے تھے۔ سکر اور عشق اور محبت میں شان عالی رکھتے تھے۔ صاحب کرامات اور خوارق تھے۔ چار سال کے بعد منظور نظر شاہ معروف ہوئے تھے۔ ہر وقت حالت سکر میں رہتے تھے۔ ایک بار موضع معروف بھیلووال میں تشریف لے جا کر میاں منگو کے مکان پر شب باش ہوئے۔ میاں منگو حاضر خدمت رہے کہیں شاہ سلیمان بھی کھیل رہے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی اٹھے۔ ان کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا۔ پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ منگو یہ میری امانت ہے۔ یہ بچہ شیخ وقت ہوگا۔ ہزاروں کو اس سے فیض پہنچے گا۔

شاہ معروف تو وہاں سے چلے آئے اور میاں منگو والد شاہ سلیمان ان کی تربیت میں مصروف ہوئے۔ ان کو لڑکپن میں بھی وجد ہو جاتا تھا۔ جب بالغ ہوئے خدمت شاہ معروف میں حاضر ہو کر کسب قادریہ کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کو سماع میں بہت وجد ہوتا تھا۔ یہ چاشنی عشق چشتیہ کی تھی۔ آپ کے دو خلیفہ مشہور ہوئے ہیں۔ اوّل حاجی محمد نور شاہ گنج بخش۔ دوسرے مولوی کریم الدین قادری۔

لکھا ہے کہ جب شاہ سلیمان موضع منجر میں رہتے تھے ایک موچی کے ہاں قیام پذیر تھے۔ ہر وقت مراقبہ میں رہتے

اس موچی کا جو ہمسایہ تھا۔ وہ مسخرہ پن میں آپ کی نقلیں اتارا کرتا تھا۔ ایک بار آپ چلے جاتے تھے اور وہ مسخرہ گردن جھکائے مراقبہ حضرت کی نقل کر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا اور فرمایا فقیروں کے حال کی نقل کرنا پھر مسخرہ پن کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ اس حرکت سے باز آ ورنہ سزا پائے گا۔ اُس نے گستاخی سے کہا کہ تجھ سے مکار فقیر میں نے بہت دیکھے ہیں، جا اپنا کام کر۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح میرے پیچھے نقل کرتا ہے میرے روبرو بھی تو کر میں دیکھوں۔ اُس نے بیباکی سے آپ کے مراقبہ کی نقل کی۔ پھر جو گردن اٹھائی نہ اٹھی۔ تا حیات گردن کج رہی۔

کہتے ہیں کہ موضع چک کا جو سردار تھا اس کے چار بیٹے تھے۔ چھوٹا بیٹا اس کا ہنسپال تھا۔ اُس نے جو شہرہ کرامت شاہ سلیمان سُنا آپ کی خدمت میں آیا اور ۴۰ روپے نذر کئے۔ اس کے باپ چوہدری کو خبر ہوئی۔ اُس نے بیٹے سے کہا کہ تو ایسے کے پاس جاتا ہے کہ جو موچی کا لڑکا ہے اس کو ۴۰ روپے کیوں دیئے چار روپے دینے تھے۔ اگر شاہ سلیمان چند سر کو دیتا تو وہ شریف تو تھے۔ پھر جو وہ خدمت عالی میں آیا آپ نے چار روپے رکھ لئے باقی واپس کر دیئے اور فرمایا کہ تیرے باپ کی اجازت چار روپے کی ہے۔ اور فرمایا کہ خدا کرے کہ اس کا سر کا لبوت موچیوں سے شکستہ ہو۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ چوہدری نے اپنی زوجہ کو گالیاں دیں اور کہا کہ تجھ کو جان سے ماروں گا۔ اُس نے اپنے ہمسایہ نعلین دوزوں سے کہا۔ انہوں نے اسی شب اس لکڑی سے جس سے جوتی بناتے ہیں اس کا کام تمام کیا۔ وفات حضرت شاہ سلیمان کی ۱۰۶۷ھ میں ہوئی۔

حضرت جان محمد حضوری بن شاہ نور بن سید محمود حضوری لاہوری قدس سرہٗ

آپ مشائخ عظام قادریہ سے تھے اور اولاد حضرت امام موسیٰ کاظم کی تھے۔ مرید اپنے والد کے۔ جو شخص آپ کا مرید ہوتا اسی شب کو زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوتا۔ صاحب عظمت و ہیبت اور مرجع خلائق تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔

حضرت محمد صالح اکبرآبادی قدس سرہٗ

آپ شیخ الشیوخ اور عالم علوم ظاہری و باطنی اور واقف رموز صوری و معنوی تھے۔ نہایت صابر و قانع اور ہزاروں مرید رکھتے تھے۔ مریدوں سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۳۔ ذیقعد بروز جمعہ ۱۰۶۷ھ میں ہوئی۔ مزار اکبرآباد میں ہے۔

حضرت سید عبدالرزاق شاہ چراغ لاہوری قدس سرہٗ

فرزند سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر ثالث بن سید محمد غوث بالا پیر بن زین العابدین بن سید عبدالقادر ثانی بن سید

محمد غوث اوچی گیلانی قدس سرہٗ کہ اعظم اولیائے قادریہ سے اور علوم ظاہری و باطنی میں جامع تھے۔ مرید اپنے والد کے۔ آپ اپنے دادا کے روبرو پیدا ہوئے۔ انہوں نے اس وقت فرمایا تھا کہ ہمارے گھر چراغ پیدا ہوا۔ اس روز سے شاہ چراغ مخاطب ہوئے۔ بہت بڑے سیاح تھے۔ مشائخ حرمین سے بہت ہم صحبت رہ کر استفادہ اٹھایا۔ حضرت شاہجہاں آپ کے بہت معتقد تھے۔ وفات حضرت کی ۲۲۔ ذیقعدہ ۱۰۶۹ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں متصل مزار اپنے والد کے ہے جس پر مقبرہ شاہجہاں بادشاہ نے تیار کرایا۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے جن میں سید مصطفیٰ کامل و مشہور تھے۔ وہی صاحب سجادہ ہوئے تھے۔ ۱۶ برس والد کے بعد زندہ رہ کر ۱۳۔ شعبان ۱۰۸۲ھ میں انتقال کیا اور روضہ والدین میں مدفون ہوئے۔

حضرت شیخ شاہ محمد ملّا شاہ

قادری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم میاں میرؒ لاہوری کے تھے۔ صاحب حال و قال خوارق و عادات کنیت آپ کی اخوانداد اور لقب لسان اللہ۔ آپ کے والد ملا عبد متوطن ارکسان علاقہ روستاق اقلیم بدخشاں تھے۔ اور آپ بھی وہیں پیدا ہوئے اور صغر سن میں آپ کو طلب حق دامن گیر ہوئی۔ اسی عشق میں آکر کشمیر میں تین سال رہے۔ وہاں سے لاہور میں آئے۔ بہت کم قیام کر کے اکبرآباد میں آئے۔ وہاں میاں میرؒ کے فضائل سن کر لاہور میں آکر میاں میرؒ سے بیعت کی اور ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہو کر بالکل دنیا سے دل اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ تمام مریدانِ میاں میرؒ سے ممتاز ہوئے۔ غلام یا خدمت گار ہمراہ نہ رکھتے تھے آپ کے ہاں کبھی ہانڈی نہ چڑھتی تھی نہ کبھی چراغ روشن ہوتا تھا۔

سات برس تک تمام شب بلا ناغہ حبس دم کے ساتھ ذکر خفی کیا اور سلطان الاذکار بھی کرتے تھے۔ آپ کے خاندان کے سب درویش سلطان الاذکار کرتے ہیں اور بہت جلد کامیاب ہوتے ہیں۔ سیاحی میں ایک درویش آپ کے خاندان کے ملے۔ یہ کاتب الحروف اور وہ چند روز ایک مسجد میدانہ میں مقیم رہے۔ بہت کم میں نے اس کو کیا مگر بہت جلدی اس میں کامیاب ہونے لگے

اور ملا شاہ صاحب عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ سن بلوغ سے تاحیات آنکھ میں نیند نہیں آئی۔ زمین سے پشت نہیں لگائی۔ کبھی غسل کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ ایک روز ایک درویش کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ کبھی نہیں نہاتے۔ نور باطن سے معلوم کر کے ارشاد کیا کہ غسل احتلام حالت نیند میں ہوتا ہے۔ اور غسل جنابت قربت زن سے ہوتا ہے۔ میں نہ سوتا ہوں نہ عورت رکھتا ہوں۔ اس وجہ سے دونوں غسلوں سے پاک ہوں اور بعد عطا خرقہ خلافت کے کشمیر میں متوطن ہوئے

شہرہ کرامت آپ کا تمام عالم میں بلند ہوا اور رجوع خلائق ہوئی۔ مگر جو شیعہ کشمیری تھے وہ دشمن تھے۔ وہ آمادہ بحث پر ہوئے۔ مگران میں سے جو روبرو آئے وہ تائب ہوئے۔ آپ کی برکت سے ہزاروں بددین دیندار ہوئے جس کو چاہتے تھے چشم ظاہر سے دیدار رسول مقبولؐ واصحابہ کبارؓ و غوث پاکؒ کو دکھا کر مشرف کرا دیتے تھے۔ کشمیر میں آپ کے بہت مرید ہیں۔

حضرت داراشکوہ جو راقم تحریر فرماتے ہیں کہ مسئلہ توحید میں مجھ کو سخت مشکل کا سامنا تھا مگر بخوف حضرت سے عرض نہ کرتا تھا کہ ایک بار میں نے توجہ روح پرفتوح حضرت سید عالم کی طرف کی۔ اسی وقت روحانیت پاک معہ خلفائے راشدین ظاہر ہوئی اور ارشاد کیا کہ اللہ جل شانہٗ قادر ہے جس طرح چاہے قدرت اس کے متقاضی ہوتی ہے۔ بندگان مومنین کو دیدار کراتا ہے۔ اس جواب سے میری مشکل حل ہوئی۔ جب بار دیگر خدمت مولانا میں حاضر ہوا۔ تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ اپنے مسئلہ کا جواب پایا۔ جس شخص نے جواب دیا میں نے ان کو اطلاع کی تھی۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ تھا اور حضرت خود رفتگی فنا کہ احدیت، ذات ظہور وحدت الموجود میں زیادہ تھی اسی وجہ سے مریدان باوقار ہیں۔ اس سلسلہ کے حال وقال وحدت الوجود رکھتے ہیں مثل حضرت شیخ دلی کے کہ یہ پہلے کا شستہ تھے اور منصب امیرالامرا رکھتے تھے۔ حضرت داراشکوہ ان سے بہت مانوس اور ہم جلیس تھے۔ جب جذبہ عشق الہٰی ان کو دامنگیر ہوا۔ اور صحبت داراشکوہ نے ان میں اثر کیا، ترک جاہ ومال کر کے مولانا شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو کر بیعت کی منجملہ اولیاء سے ہوئے، ان کی مثنوی ان کے حال کی شاہد ہے۔

اب آخر وقت میں قیصر شاہ بھی اس سلسلہ میں کامل تھے۔ آپ نے ۱۲۸۱ھ میں انتقال کیا ہے۔ حضرت ملا شاہ صاحب دیوان تھے اور تمام دیوان معرفت اور وحدت الوجود کے مسائل سے بھرا ہوا ہے۔ وفات مولانا شاہ کی ۱۵۱۹ھ میں ہوئی مزار میاں میرؒ لاہوری میں زیارت گاہ ہے۔

حضرت داراشکوہ قادری خلف اکبر شاہجہاں بادشاہ قدس سرہٗ

خرقہ خلافت شیخ محمد ملا شاہ سے پہنچا اور میاں میرؒ لاہور سے بھی تربیت پائی اور شاہ سرمد دہلوی سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔ فقر میں شاہ عالی اور رتبہ بلند رکھتے تھے۔ زہد اور ریاضت میں یگانہ روزگار علوم ظاہری اور باطنی سے خوب واقف تھے۔ مسائل توحید سے خوب واقف اور نہائیت خوبصورت تھے۔ اگرچہ علم سنسکرت پڑھے نہ تھے مگر بزور ولایت چاروں ویدوں کا ترجمہ کیا اور اپنشد کا ترجمہ سراکبر مشہور ہے جو یوگ بشسٹ کا ترجمہ کیا ہے وہ برائے فقر اکسیر اعظم ہے۔ جو طالب خدا چھ ماہ آپ کی خدمت میں رہا۔ کامل ہو گیا بلکہ بعض کو ہمروزہ مقامات درویشی کھل گئے۔ آپ کی تصنیفات دیکھ کر بہت سے اولیاء ہوئے۔ آپ کے بعد جو بزرگ گذرے سب نے آپ کی تصنیفات

سے فیض اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں۔ آپ کی تصنیفات سے ۲۶ کتب خورد وکلاں سفینۃ الاولیاء، سکینۃ الاولیاء، رسالہ حق نما مجمع البحرین، دیوان قادری، سراکبر جوگ بششٹ، رسالہ معارف، حسنات العارفین و رسالہ شاہراہ محمدی و اسرار احمدی و اسرار العاشقین و مقام الصادقین و اکسیر الطالبین وغیرہ ہیں۔ باقی فقیر کی نظر سے نہیں گزریں۔

حضرت سید شاہ کرو یر قدس سرہٗ

آپ سادات صحیح النسب اور جامع کمالات صوری و معنوی تھے۔ بعد انتقال حضرت کی قبر سے دست حق پرست باہر آکر بیعت کرتا تھا۔ آخر شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ نے ایک بار مزار پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کی کرامات پر کسی کو شک نہیں مگر آپ کی جد کی شریعت میں رخنہ پڑھتا ہے۔ آگے آپ مالک ہیں۔ اس روز سے وہ ہاتھ نکلنا بند ہو گیا۔ مزار حضرت کا نواح ملتان میں ہے۔

حضرت سید مولہ قدس سرہٗ

آپ صحیح النسب سادات عظام میں سے تھے اور مرید اپنے جدی خاندان کے۔ غیاث الدین بلبن کے عہد میں دہلی میں رہتے تھے۔ سخاوت بہت بڑی تھی۔ کوئی کیمیاگر، کوئی شعبدہ باز کوئی جادو گر کوئی باکمال جانتا تھا۔ آخر عہد سلطان جلال الدین خلجی میں قلندران شیخ ابو بکر طوسی نے شہید کیا۔ اس روز ایسا گرد و غبار اٹھا تھا کہ گویا قیامت نمودار ہونے والی ہے۔

حضرت شیخ وجیہ الدین قدس سرہٗ

آپ عالم تصوف اور باکمال تھے۔ طلباء کو پڑھاتے تھے اور صاحب تصنیف تھے۔ بہت سی کتب کے حاشیہ لکھے مرید شیخ غوث محمد کے تھے۔ وفات حضرت کی سن نو سو کئی ہجری میں ہوئی۔ اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ بعدہٗ ان کے فرزند شیخ عبداللہ صاحب سجادہ ہوئے۔

حضرت شاہ عبداللہ قریشی قدس سرہٗ

یہ حضرت شرف قادریہ رکھتے تھے۔ زمانہ بہلول لودھی میں دہلی آئے۔ تمام سلوک طے کیے ہوئے تھے۔ ہر روز ہزار نفل پڑھتے تھے اور تین ختم روز کیا کرتے تھے۔

حضرت سید رفیع الدین صوفی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے میر معین تفسیر معنی کے تھے۔ اپنے عہد کے محدث تھے اور بہت سخی اور خلیق تھے۔ سلطان سکندر

ان کا معتقد تھا۔ اس وجہ سے آگرہ میں رہتے تھے۔ وفات حضرت کی آگرہ میں ہوئی۔

حضرت مخدوم جیو قادری دکنی قدس سرہٗ

نہایت متبرک اور عظیم الشان درویش تھے۔ خلق سے مستغنی اور بہت محسن تھے۔ بسبب ضعف کے اٹھا نہ جاتا تھا مگر کمر باندھ کر تمام شب کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے۔

حضرت شاہ صفی اللہ سیف الرحمٰن قدس سرہٗ

آپ پسر و خلیفہ شاہ مقیم محکم الدین کے تھے۔ نہایت کریم اور خلیق، عالم باعمل، صوفی بے بدل، حقائق و معارف سے آگاہ اور مرید اپنے والد کے اور صاحب سجادہ بھی تھے۔ مستجاب الدعوات اور سیف زبان تھے۔ لکھا ہے کہ آپ نے مقبرہ اپنے والد کا بنوانا چاہا۔ معمار سے دریافت کیا کہ اس قسم کے گنبد بنانے کا تخمینہ کر۔ کیا لاگت آئے گی اور فرد تیار کر کے دے تاکہ کل روپیہ پیشگی دے دیا جائے۔ معمار نے تخمینہ کر کے فرد پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے مصلے کے نیچے سے لے لے۔ اس نے جو مصلے اٹھایا دیکھا کہ اشرفیوں کی تھیلی رکھی ہے۔ اُس نے اٹھا کر جو شمار کیا تو موافق فرد کے اس میں نکلا نہ کم تھا نہ زیادہ۔ بعد چند روز کے معمار نے پھر عرض کیا کہ خرچ سفیدی گنبد فرد میں تحریر نہیں ہوا، وہ عنایت ہو۔ فرمایا کہ اس کو تیری تحریر کے بموجب میں نے طلب کیا۔ غیب سے امداد ہوئی۔ اب شرم آتی ہے کہ ملائکان قدس کو کیا بار بار تکلیف دوں۔ یہ خرچ اور جگہ سے ہو جائے گا۔ وفات حضرت کی ۹۔ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار بمقام حجرہ کہ مشہور ہے وہیں آپ مقیم ہیں۔

حضرت حاجی عبدالجلیل قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ زنگ بلاول کے وہ مرید شیخ مادھو کے وہ مرید شیخ حسین لاہوری کے۔ کامل وقت گزرے ہیں اور درگاہ قدم دہلی دروازہ کے باہر بمقام لاہور آپ ہی نے تیار کرائی تھی اور بہت بڑے سیاح تھے۔ سات حج کیے۔ وفات حضرت کی ۱۰۸۲ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت حاجی محمد ہاشم گیلانی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے سید محمد غوث اوچی کے تھے۔ ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی۔ بارہ برس سیاحت مملکت کی اور بہت سے مشائخوں سے فیض حاصل کیا۔ آخر لاہور میں آ کر مقیم ہوئے۔ وہاں بہت رجوع خلائق ہوئی۔ آخر بروز جمعہ ۷۔ محرم ۱۱۲۸ھ

میں وفات پائی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت قطب ابدال میر سید طٰہٰ قطب الدین

کوتانوی قادری قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابوالحسن واسم طٰہٰ لقب قطب الدین فقر اور تجرید میں شان عالی و بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ اہل بصیرت آپ کو مخدوم جہانیاں کہتے تھے۔ خلیفہ وصاحب سجادہ پدر خود میر سید محمود بخاری شہید کوتانوی کے اور اپنے چچا سید عبدالوہاب اور جد خود میر سید حسین سے بھی استفادہ اٹھایا تھا۔ اور نعمت ہائے دوجہانی بلا واسطہ روحانیت حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ سے حاصل کیں۔

شاہ محمد خلیل اپنے رسالہ طریقت میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز سید طٰہٰ نے فرمایا کہ تفسیر سورہ مزمل کی میں نے خود نہیں لکھی منجانب حق تعالیٰ سے جیسا ارشاد ہوا اس کے موافق لکھا ہے۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں اے ولدی تفسیر سورۂ مزمل کی لکھ تاکہ خلق کو ہدایت ہو۔ اس فقیر نے عرض کیا کہ فقیر نے ترک کتابت کیا کچھ نہیں لکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اس سورہ کی تفسیر ضرور لکھنی چاہئے اور فقیر سے فرمایا کہ کرتا اپنے آگے سے اٹھا۔ میں نے بموجب حکم کے اپنے شکم پر سے کرتا اٹھایا اور حضرت نے بھی اپنے شکم پر سے پیراہن اٹھا کر دست حق پرست اپنا اپنی ناف پر رکھا اور ارشاد کیا۔ ایک شئی مثل شیر قدرے ناف مبارک سے نکلی اور اچھل کر فقیر کی ناف میں آگئی۔ چونکہ میں سوتا تھا اسی وقت آنکھ کھلی۔ اپنی طبیعت پر سرور اور انکشاف پاکر بے اختیار اٹھ کر چند کلمے تحریر کئے۔ پس جو اس کو دیکھے گا انشاء اللہ اسرار غیب وعجائبات رونما ہوں گے۔ یہ تفسیر مرشد کامل ہے۔ اور فرمایا کہ میرے مریدوں میں سے جو اس کا مطالعہ کرے یا اپنے پاس رکھے مجھ کو اپنے پاس حاضر جانے۔ بے شک وہ تفسیر ایسی ہی ہے۔ اس کاتب نے بھی مطالعہ کیا ہے منبع اسرار ہے۔

حضرت شیخ فتح محمد، محمد غیاث الدین سے روایت ہے کہ حضرت سید طٰہٰ نے کل یاڈیڑھ سیپارہ اپنے عم سید حسین سے پڑھا تھا مگر فضل الٰہی سے تمام علوم دینی ودنیوی منکشف ہوگئے تھے۔ جو کتاب روبرو آئی اس کو پڑھ کر اس کی شرح فرمائی۔ جو مسئلہ لاحل ہوتا اس کو احسن طرح پر حل فرماتے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ علوم دینی ودنیوی ازبر (حفظ) ہیں۔

ایک بار اوائل حال آپ طرف نارنول تشریف لے گئے اور حضرت شیخ عاشق بن فرخ شاہ بن قطب شاہ بن شیخ نظام الدین نارنولی سے کہ خلیفہ خواجہ خانو علی چشتی نظامی کے تھے ملے۔ انہوں نے نہایت تکلف سے ان کی دعوت کی۔ کھانے اقسام

اقسام کے روبرو رکھے۔ اور فرمایا خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ سید صاحب نے کہا کہ مجھ کو دوسرا کھانا درکار ہے۔ تب شیخ نے جانا کہ یہ طالب خدا ہے۔ اور فرمایا کہ یہ کھانا کھا خدا وہ بھی عطا کرے گا۔ بعد تناول طعام شیخ نے فرمایا کہ میرے ہمراہ تالاب پر چل۔ سید صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو نالہ اور تالاب سے کیا کام ہے مجھ کو تو حرف وحدت چاہیئے۔ یہ سُن کر شیخ عاشق نے فرمایا کہ تمہارا کام تمام ہوا، کوتانہ جاؤ۔ تمہاری ذات سے بہت سے عارف اولیاء ہوں گے۔ پس وہاں سے رخصت ہو کر کوتانہ آئے اور گوشہ عزلت میں بیٹھ کر فقر اور فاقہ اختیار کیا اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ نارنول کا حق میرے ذمہ ہے۔

شیخ محمد نصیر ساکن گڑھی کہ مرد بزرگ گزرے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب آپ کے وصال کی خبر شیخ ابراہیم رامپوری کو پہنچی بہت رو کر فرمایا کہ سبحان اللہ! کیا عارف خدا صاحب ارشاد پیدا ہوا تھا۔ اگر دنیا میں چند روز اور رہتا۔ تمام ہندوستان عاشق خدا ہو جاتا۔ اور سید صاحب بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے وقت میں شیخ محمد صادق گنگوہی و شیخ ابراہیم رامپوری و شیخ معصوم سرہندی و شیخ پیر محمد ساکن نبود، شیخ علاؤالدین ساکن برناوہ عارفانِ خدا و صاحب ارشاد ہیں۔ اکثر ان صاحبوں سے جو خط و کتابت کرتے تھے اس کا یہ طریق تھا۔

> "محبا! اظہار اشتیاق، اگرچہ بتقریب مدعا ضروری ست۔ اما طریقت اہل دل محض کفر است۔ چوں جاذبہ شوق شرارہ آتش است۔ پنبہ راچہ یارا کہ درخود پنہاں تواند ساخت۔ ناچار شرارہ دود ہ بر سرِ من زنند۔ اللہ ما سواہ۔"

لکھا ہے کہ حضرت نہایت متوکل اور غربا دوست تھے۔ امراء اور اہل دول سے متنفر تھے۔ نواب جعفر خاں آپ کا معتقد تھا۔ ہمیشہ کوتانہ حاضر ہوتا تھا۔ مگر آپ نے کبھی اس کی نذر قبول نہ کی۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے آپ کو طلب کیا۔ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ فقیر یہاں بیٹھا بادشاہ کے واسطے دعا کرتا ہے۔ غیب کی دعا میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ شاہ نے پھر خود کوتانہ حاضر ہونا چاہا آپ نے قبول نہ فرمایا۔ کچھ نقد ارسال کیا اس کو نہ لیا۔ برائے خرچ خانقاہ کچھ ہدیہ دینا چاہا آپ نے منظور نہ فرمایا۔

ایسے پابند سنت تھے کہ کبھی طریقہ رسولؐ کو فروگزاشت نہ فرماتے تھے۔ نماز فجر اول با جماعت ادا کرتے تا اشراق کسی سے متکلم نہ ہوتے تا بہ چاشت باشوق تلاوت کرتے۔ بعد نماز چاشت کے بغیر لوٹے قیلولہ فرماتے۔ بعد نماز ظہر وظائف ادا کرتے۔ قبل از عصر حاضرین سے ہم کلام ہوتے۔ بعد نماز عصر پھر درود شریف پڑھتے تا بہ مغرب بات نہ کرتے۔ بعد از مغرب بعد ادائے نوافل آدھی رات تک تلاوت کرتے۔ بعد ادائے تہجد ذکر میں مشغول رہتے۔ نماز جمعہ کے واسطے سب سے پہلے جامع مسجد میں جاتے اور صائم الدہر بھی رہتے۔ پیش از جمعہ سورہ کہف پڑھتے۔ ایک جمعہ درمیان دے کر اصلاح بنواتے۔ غسل کر کے کفنی پہنتے۔ کلاہ چار گزی کو دوست رکھتے۔ جو حاضر ہوتا اس کو جلدی رخصت فرماتے۔ اگر ہجوم

خلائق ہو جاتا تو آپ فرماتے، بلے کہ یا مرتضیٰ کہ بلا - یہ فرماتے ہی حاضرین کے دل اچاٹ ہو جایا کرتے تھے اور مریدوں کو بھی ارشاد فرماتے کہ طالب کو تنہا شب بسر کرنا چاہیے کہ کشائش و آسائش پر وردگار میسر ہو - آپ خود فرماتے ہیں ؎

زطہ اشنو ایں سخن اکتفا است — خفر خلائق تقرب خدا است

اور فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ کوئی مجھ کو نہ جانے نہ میں کسی کو جانوں - خدا مجھ کو جانے اور میں خدا کو - نظر فیض اثر کی یہ کیفیت تھی کہ مومن پر پڑتے ہی اُس کا دل ذاکر ہو جایا کرتا تھا - ہر روز دو تین کرامات ظاہر ہوتی تھیں ایک دن ساڈھورے سے ایک شخص آیا اور عرض کی کہ تمام شہر نے آپ کو سلام کیا اور شکرانہ ادا کرتے ہیں - کشتی دریا میں غرق ہوتی تھی - آپ کا نام لینے سے نصف ڈوبی ہوئی تر آئی اور تمام مردم سلامت رہے - آپ نے فرمایا دریا کچھ چیز نہیں اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ می کند بہانہ بر می غیر می بہند -

نقل ہے کہ سال بھر پہلے اپنے وصال سے آپ نے خلیفہ محب اللہ کو فرمایا کہ میرا سفر قریب ہے اور سات روز پہلے خرقہ اور سند خلافت شیخ فتح محمد غیاث الدین کو مراحمت فرمایا اور ایک خط لکھا تھا وہ یہ ہے :

"اے گلدستہ گلستان ولایت احمدی وائے ثمرہ بستان ہدایت محمدی، اے طوبیٰ علم وکرامت وائے شجرہ سدرہ علم واستقامت، اے آفتاب آسمانِ دین وائے ماہتاب بُرجِ یقین، اے انسان نسان عین وائے منظور ومقبول حضرت غوث الثقلین اے شیخ الاسلام والمسلمین وائے نورِ چشم فقیر طہ قطب الدین ؎

ہوشیار کہ مجلسِ آخر آمد — بیدار کہ عمر من سر آمد

قانون جہاں است چوں کف بحر — یک رفتہ دیگرے در آمد

قول عبدالکبیر ست مرید چراغ پیر است - ہر چند کہ سر برآوردن پذیر است - ہر سال تبادیخ یازدہم عرس حضرت غوث اعظم فرض بلکہ ہم چوں فرض واجب ترا ست - خلافتِ من ترا درست ہوشیار باش بیدار باش سنگ تراشی بہ تراش اما دلِ مردم مخراش - اللہ بس باقی ہوس !"

رقعہ دیگر منظوم :-

اے واصلِ اصل نور دیدہ — وے صاحبِ دل خدا رسیدہ

اے اخترِ بُرجِ استقامت — وے دُرِّ ثمیں صدف کرامت

وے شیخ مشائخ زمانہ — وے جانِ جہاں جسم جانی

زانجا کہ توئی نورِ قطب دینی — سرمایۂ سعادت و یقینی

از وصل خدا اشارتت باد — ایں حال تو مبارکت باد

تو خاطرِ خویش جمع مے دار — من نیستم از تو دور زنہار

آنکس کہ ترا نہ دوست دار است | گردن وے رزئے ذوالفقار است
فرض است ترا ہدایت عام | بر وقف لہے شیوخ عظام
مردانہ دریں لہے قدم زن | مستانہ دریچہ عدم زن
از لطف علی ولی ولایت | سجادہ نبی بتو عنایت
تو تن صفتی و من تو جانم | در جان تو جان صفت نہانم
تو آئینہ و من جمالم | با آئینہ خویش در خیالم
نفس تو بہا دتا قیامت | ہر سلسلہ را سبب اقامت
در خاتم دل تو نگیں باد | طٰہٰ امع مصطفےٰ قریں باد

اللہ بس ماسوا اللہ ہوس

عمر شریف ۶۳ سال کی ہوئی۔ وفات اس جامع الکمالات کی بتاریخ ۱۰۔ ربیع الآخر بروز چہار شنبہ ۱۰۸۴ھ میں ہوئی۔ سبحان اللہ وقت وصال حضرت کا مابین عصر اور مغرب لکھا ہے۔ مزار مقام کوتانہ تحصیل باغپت ضلع میرٹھ میں زیارت گاہ ہے۔ مشہور ہے کہ جب نعش مبارک کو قبر میں رکھا۔ رسم ہے کہ چہرہ سے کفن اٹھا کر قبر میں دکھاتے ہیں۔ جب حضرت کا چہرہ کھولا۔ ہاتھ اٹھا کر انگلی سے منع کیا۔ یہ کرامت دیکھ کر خلقت میں شور اٹھا۔ حضرت کے دو صاحبزادے تھے سید محمد عاشق و سید محمد صادق کہ دونوں حضرات صاحب ارشاد ہوئے۔ اور خلفا حضرت کے یہ ہیں:۔

حاجی حرمین شیخ فتح محمد غیاث الدین صاحب سجادہ کہ جن کا ذکر آخر میں ہوگا۔

سید فتح محمد جمال الدین قادری اکبرآبادی کہ یہ اپنے والد کے ہمراہ کھرکھودہ سے آکر اکبرآباد میں مقیم ہوئے تھے عین جوانی میں آپ کو شوق الٰہی پیدا ہوا۔ اکثر بزرگوں سے ملے۔ آخر کوتانہ میں آکر سید طٰہٰ کے مرید ہوئے اور ۲۷ سال سوائے نماز عیدین و جمعہ کے حجرہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ اغنیاء سے بہت متنفر تھے۔ پیر پرست ہو کر پھر فنا فی اللہ ہو گئے تھے۔ آخر میں بعمر ۹۶ سال بروز پنجشنبہ ۲۵۔ ربیع الاول کو وفات پائی۔ مزار کھوکھر دہ میں ہے۔ فتح محمد ہادی بذات طٰہٰ بود۔

سید طٰہٰ کے تیسرے خلیفہ شاہ محبوب اللہ ساکن چھکولہ کے ریاضت اور مجاہدہ کو حد کمال تک پہنچا دیا تھا۔ چھ چھ ماہ بے آب و طعام رہتے تھے۔ کیسا ہی دریا چڑھا ہو۔ شوق دیدار پیر میں مصلّی دریا پر ڈال کر پار ہو جاتے تھے۔ جب یہ خبر سید طٰہٰ کو ہوئی آپ نے ان کو منع فرمایا کہ اظہار سر شکایت محبوب ہے۔ اور ان کے حق میں سید طٰہٰ نے کہ جو میرے مریدوں میں محب اللہ کی قدم بوسی کرے وہ جنتی ہوگا۔ وفات شاہ محب اللہ ۸۔ رجب کو ہوئی۔ اوّل چھکولہ میں کنارہ دریا جمنا کے مدفون ہوئے۔ بعد بوجہ طغیانی دریا کے آپ کی اولاد نے نعش مبارک موضع بنیری متصل اٹے

رُوح اللہ خاں نواح دہلی میں لاکر دفن کی۔ جب نعش نکلی تو کفن تک میلا نہ ہوا تھا۔

چوتھے خلیفہ شاہ عبدالبتول خیرآبادی کہ اولاد سے مخدوم شیخ اللہ دیا کے تھے۔ جھلکہ کے رہنے والے تھے اور صاحب تصانیف بھی تھے۔ مزار ان کا جھلکہ میں ہے۔

پانچویں شاہ الہ بخش ساکن مکہ معظمہ کہ درس کراتے تھے۔

چھٹے خلیفہ فتح شاہ قندھاری کہ صاحب خانقاہ تھے۔

ساتویں خلیفہ شاہ عبدالواحد مدنی۔

آٹھویں سید کمال تنگو فہ میں۔

نویں حضرت شاہ استنبول میں۔

دسویں شاہ الہ بخش ثانی بغداد میں۔

گیارہویں شاہ فاضل شہر دوبھر میں۔

بارہویں شاہ پیر محمد سورتی۔

تیرہویں شاہ محمد صالح دوبھر میں۔

چودہویں شاہ عبداللہ صالح سراندیپ میں۔

پندرہویں شاہ عبدالواحد ثانی کربلائی۔

سولہویں شاہ مرزا۔ ان کا مزار معلوم نہیں۔

سترہویں شاہ کمال الدین لداخی۔

اٹھارویں شاہ توکل تنگوفہ میں۔

انیسویں شاہ سلیمان بصری۔

بیسویں شاہ عبدالواحد کلاں صف آبادی

اکیسویں شاہ بلاقی جدہ میں۔

بائیسویں شاہ سدید

تئیسویں شاہ نقوی مدنی کہ خانقاہ یعنی صفہ عبداللہ شاہ میں رہتے تھے۔

ذکر اُن حضرات کا جو فیضانِ صحبت سیّد طٰہٰ سے باکمال ہوئے

شیخ جیون ساکن نانوتہ کہ ۱۲ ربیع الاول کو انتقال کیا اور سیّد صاحب کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔ شیخ محمد ساکن انبالہ و شاہ ہدایت اللہ کہ سالک و مجذوب تھے و سید فتح محمد ملتانی و شیخ محمد ثانی و شیخ جلال الدین جالندھری و شاہ خلیل و شاہ الہ بخش و شاہ اللہ بندہ۔ و شاہ غلام محمد و شیخ حسن علی کہتے ہیں کہ بعد انتقال سیّد طٰہٰ کے نواب جعفر خاں عالمگیر نے آپ کی خانقاہ اور درگاہ تیار کرائی کہ جو اب شکستہ پڑی ہے۔ میں امیدوار ہوں کہ اس کی مرمت کراکر سعادت حاصل کروں۔ اور یہ چند دوہے سیّد طٰہٰ کے جو کہ ہندی زبان میں ہیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

دوھا

موہے چنتا رین دن جو کہ بڑی کٹھن کہائے
طٰہٰ پی کے بھجن بن جنم اکارت جائے

طٰہٰ سندر بھجن کو کبھی نہ چھوڑا جائے
ایسا مورکھ کون ہے یاں چھوڑ کمل جائے

ہماراں دکھ ہوت ہے تن من جھگڑے نانبہ
طٰہٰ وہ ڈگ جائیں گے جن کی تھاں کی نانبہ

کو کر دو بھرت ہے دُر دُر، دُر دُر ہو ئے — طہ اک ور کے رہو دُر دُر نہ کرے کو ئے
طہ پی کے سوانگ کا درس دیکھ دیکھ ووئے — آج رین ہے رنگ کی کال نہ ایسے تہ ہوئے
طہ سونا عجب شئے جو کوئی جانے سو — من کی ٹکٹی لائے کر تن کو ڈاہے کہو
طہ جون کرتل میں تیل ہے جوں ہر دے میں پی — جو دیکھا چاہو پیو کہ دل مل ڈار دو جی
طہ کو بھٹے پر کی دوڑ ہے تو ڈر جائے تو دوڑ — پھر پا چھے پچھتائے گا جب گھر جائے گا چھوڑ
طہ جس ہر دے پی نہیں لگیو اس ہر دے آگ — جس کے ہر دے پی بسے اس کو سدا سہاگ
طہ یہ سوتن نندرا بری پی پاس جان نہ دے — پی کے اپی تر تاپ سے اس سوتن مکھ کہی
طہ مرتک ہور ہوا اوڑھ پریم کی سوڑ بہھ — کدھی تو پی پہنچیں گے ہی کون موا اس تھوڑ
اوگن کی زنجیر میں مور مکھ باندھے جان — طہ بندے چھوڑ بن بندہ ہوئے چھو میں نان
جاوں سے پی نیترن لیو نا دن سکھ پاپو جیو — دسو دسا ورپن بھی جت دیکھوں ات پیو
طہ تن کا دیوا کروں باتی کر دن سو جیو — لو ہو تیل جلائے کہ تو مکھ دیکھوں پیو
طہ تو مر جائیں گے کچھ ہم میں رہے نہ ہم — اب ہم سے جم بھاگیو جم پر بھی ہم جم
طہ ہم تو مارے پریم کے جم سے ڈرتے نانہ — جم بے چارا کیا کرے جو جیوت ہے مر جانہ
طہ دنیا گھر ہے بھونس کا ممتا لاگے آگ — پی کا ہرگ بوجھ کر بھاگ جائے تو بھاگ
رہنے اُوپر چیت نہیں چلنے اُوپر چاؤ — طہ پی سے یوں ملے جوں ندیاں دریاؤ
طہ جو جی دیجے پر کر دیت نہ لاگے بار — اک جیو کیا ہوت ہے دیکھے لاکھ ہزار
طہ پہلے ایک بھی جیوں چھوں دس پی پی ہوئے — نا جانو چھن اک میں کون سہاگن ہوئے
طہ اب تک تو بھلی کھیچی اور ایک رہی ہی لو نہ — جب جی جم کے بس پڑے تب تپے ہی کہ تا نہ
طہ پی ڈھونڈ یا روم، شام، خراساں — گر نیڑی تبلائیاں کسو جان پہچان
طہ سنگے جیو کا جگ میں نا ہیں کوئے — اور سنگ سب جھاڑ دے پی سنگ ہو سو ہوئے
طہ جم آیا جے نین کو ڈھونڈے سگر دیہہ — جب جی پی کے پاس ہو تو جم کہاں سے لیہہ
طہ سن مکھ ہو جیو جگ دیکھ مست بھاگ — بھاگن کو جاگہ نہیں، چھو دس لاگے آگ
طہ دہرا نہیں دیرا جہاں ہے گر کی بان — مسلمان بھاگ نیارے ہیں کا فر بوجن جانہ
طہ ایسی پریت کر جو کرسان کی ریت — دام گھٹے دکھ جو گنا تو و گھٹت سے ریت
طہ کوٹ سرائے کا پھوٹ رہا چھوں اور — مت سووے سکھ نیند ر آن لگے نہ چور

طٰہٰؒ صورت مترکی چڑھی رہی نت چیت — کھاؤ پیو سکھ کرو یاد رکھو یہ نت

طٰہٰؒ جگ چلتا جات ہے جگ میں لاتا نانہہ — جو چھن پی کے سنگ رہو سو ہی لاہا جان

طٰہٰؒ ٹاٹی لاج کی روک رہی سب ٹھانو — من کی ٹاٹی ڈور کر سو جیو پیسے وہ گانو

طٰہٰؒ تن کی متعنی من بھیو اور من کی متعنی جیو — جی کی متعنی پی بھیو وہی پیر وہی جیو

طٰہٰؒ جگ میں آن کے کہیں نہ پایو چین — سانس نقارہ کوچ کا باجت دین رین

طٰہٰؒ جگ میں آن کے چھوڑ دو سگرے نیٹھ — لینا ہے سو لے چلو اجڑی ہے جات مینٹھ

طٰہٰؒ کنکری سپتری ٹھیکری سے آرسی ہوئے — جب دیکھوں نین بھر سب میں پاؤں دیئے

طٰہٰؒ ابیل سو بیل ہے ایچی ٹھما منہ کھانہہ — ہم سے تم کو بہت ہیں تم سا ہم کو ناہنہ

طٰہٰؒ بہتے دریا میں پڑے سو غوطہ کھائے — بہتی ڈوبے نہ تری کہیں نہ پایئے تھائے

اس بگیا سنسار میں بھانت بھانت کا پھول — مالی سب کا ایک ہے مورکھ اسے نہ بھول

اندج جیرج جراج میں جیو بس میں ایک — گیت نہیں پر گھٹ ہے نین کھول کے دیکھ

جوگ کروگی جگ کرو جیت رہو پی نام — بن من استھر کئے بنے نہ ایک سو کام

احمد دنیا باوری کرے کاج بے ہون — لکھنے ہار الکھ گیا تو سٹین ہار اکون

ڈور کہے سے دور ہے پاس کہے سو پاس — اپنی سمجھ کا پھیر ہے پیا ہے تو پاس

جوگ جاگ سب چھوڑ کر در زہ گرہائی پریت — ہر دم دیکھو آپ میں یہی گروں کی ریت

لوگ کہیں درشن کی مٹی ہے من کی آگ — یہاں تو درشن دیکھ کر دونی بھڑکی لاگ

روشن کہ میں واری آں واری سو سو بار
کاگا سے ہنسا کئے کرت نہ لاگی بار

دوھا

روشن کے بل جاؤں میں روشن سانچا پیر — وقت پڑے پر آئے کر ترت بندھاوے دھیر

نام لیا جن سب کا جوگ جگ اجیار — بنائے پی نام کے بنے نہ انکھیو کار

ذکر پیران سلسلہ سید طٰہٰ اکنا نوی قدس سرہٗ

سید محمود شہید جو سید بخاری کتا نوی طٰہٰؒ کے پیر اور والد تھے۔ فقر میں شان عالی اور رتبہ بلند رکھتے تھے۔

اور اوائل سے صاحب حال وقال تھے۔ زیارت حرمین سے مشرف ہو کر حسن ابدال کی طرف تشریف لائے۔ اتفاقاً وہاں کفاروں سے جنگ شروع ہوئی۔ آپ بھی برائے جہاد و ادائے سنت جد خود جہاد میں شریک ہوئے۔ ہزاروں کو قتل کیا۔ آخر سر مبارک تن سے جدا ہوا۔ ایک ہاتھ میں سر لیا ایک میں تلوار لے کر غنیم میں گرے۔ یہاں تک قتل کیا کہ فوج کفار فرار ہوئی۔ اس وقت حضرت زمین پر گرے۔ شہادت حضرت کی یوم دوشنبہ ربیع الآخر میں ہوئی۔ مزار اسی نواح میں کنارہ دریائے اٹک کے واقع ہے۔

حضرت میر سید حسین بخاری قدس سرہ

آپ مرید سید علاؤ الدین قادری کے اور فرزند بھی تھے۔ ان کی والدہ کا نام بی بی راج بائی بنت مخدوم شیخ عبدالغفور اعظم پوری تھا۔ حضرت جامع الکمالات و منبع الحسنات تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کمل تھے۔ نقل ہے کہ شتر پُر از جواہر سرکار جہانگیر بادشاہ سے گم ہوا۔ ہر چند تلاش کی نہ ملا۔ آخر داروغہ جواہر خانہ نے حضرت سے رجوع کیا۔ آپ نے ایک نقش تحریر فرما کر عنایت کیا اور فرمایا کہ دروازہ ڈیرہ جواہر خانہ پر چسپاں کر دو۔ اونٹوں کی قطار آ دے گی اپنا شناخت کر کے لے لینا۔ چنانچہ بموجب ارشاد کے اسی طرح شتر ملا۔ عمر حضرت کی ایک سو دو برس کی تھی۔ بتاریخ ۱۶۔ جمادی الآخر کو وفات پا کر اکبر آباد میں دفن ہوئے۔

حضرت میر سید علاؤ الدین قادری قدس سرہ

ابن سید جلال الدین بن سید فتح الدین بن سید شمس الدین بن سید ظہیر الدین بن سید خان بن سید عبدالرزاق بن سید ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاںؒ سید جلال الدین بخاری مرید شیخ عبدالغفور اعظم پوری کے اور مرشد میر سید حسین کنتانوی کے۔ صاحب ریاضت و مجاہدات و ترک تجرید اور فقر میں شان عالی رکھتے تھے۔ وفات حضرت کی بروز دوشنبہ ۱۰۔ جمادی الآخر ۹۸۷ھ میں ہوئی۔ مزار کنتانہ میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری قدس سرہ

فرزند شیخ بدر الدین ساکن بدہانہ کہ قریش سے تھے اور خلیفہ میر سید عبدالکبیر کہ جو متوطن ہستنا پور کے تھے اور خرقہ خلافت شیخ عبدالعزیز سنبھلی سے بھی پہنچا اور خاندان چشتیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے نعمت پائی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی کرامات مشہور ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ درویش کو کار خدمت سے ہے۔ اس کو یافت اور نایافت سے کام نہیں۔ بے اختیار رہے اور ذکر میں اپنے کو ایسا مشغول کرے کہ اگر بادشاہ با تجمل آوے اور سلام کرے تو جواب نہ دے سکے۔

اس واسطے کہ فقیروں کو بادشاہ سے بادشاہ سے کیا کام۔ کام تو بادشاہوں کو بادشاہوں سے ہے۔ پہلے حضرت نے بیعت سید عبدالکبیر ہتناپوری سے کی۔ بعدہٗ اور جگہ بیعت کی۔ وفات حضرت کی ۸۔ شعبان ۹۸۵ھ میں ہوئی۔ مزار اعظم پور میں ہے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے شیخ ابو اسحٰق و شیخ احمد و شیخ بندہ جونپوری۔ تینوں صاحب اعظم پور میں آسودہ ہیں۔

حضرت میر سیّد عبدالکبیر قدس سرّہٗ

آپ شان عالی و کرامات بلند رکھتے تھے اور مرید میر سیّد عبداللہ قطب شکارپوری کے تھے اور بیٹے سیّد محمد کے وہ سیّد شہاب الدین کے وہ ناصرالدین محمود کے وہ مخدوم جہانیاں کے اور سیّد عبدالکبیر مادر زاد ولی تھے۔ عالم طفلی میں جو لفظ زبان سے نکلتا تھا اسی طرح ظہور ہوتا تھا اور پیر کے عاشق تھے۔ بہت باادب تھے۔ وفات حضرت کی ۲۷۔ رجب میں ہوئی۔ مزار ہتناپور میں ہے۔

حضرت سیّد عبداللہ قطب شکارپوری قدس سرّہٗ

آپ فرزند سیّد قطب بن سیّد اسمٰعیل بن سیّد ناصرالدین محمود بن مخدوم جہانیاں کہ خرقہ ارادت سیّد ناصرالدین بخاری سے حاصل کیا۔ پیر مرید دونوں ہم جد تھے یعنی سیّد ناصرالدین پیر آپ کے چچیرے بھائی کے بیٹے تھے۔ آخر بعد تکمیل کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور اوذح سے دہلی میں آئے۔ سلطان سکندر لودھی آپ کا معتقد ہوا۔ بمنت آپ کو شہر میں رکھا۔ رجوعات اور فتوحات بدرجہ نہایت تھی۔ مگر خود فقر اور فاقے سے بسر فرماتے تھے۔ ہزاروں مرید تھے۔

ایک روز آپ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ خیال آیا کہ کوئی آجائے تو گھر سے قرآن منگالوں۔ پس پشت حجرہ گھر تھا۔ آپ کے فرزند سیّد جمال نے کہ گھر میں تھے والد کے خطرہ کو معلوم فرماکر دیوار میں سے ہاتھ بڑھاکر قرآن شریف والد کے سامنے پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ دروازہ سے کیوں نہ آیا۔ اتنی جلدی نہ چاہیے۔ پوشیدگی باطن فرض ہے۔ وفات حضرت کی ۱۰۔ ذوالحجہ ایک سو سال کی عمر میں ہوئی۔ مزار شکارپور میں ہے۔ آپ کے پانچ فرزند تھے۔

حضرت سیّد صدرالدّین سُلطان قدس سرّہٗ

بن سیّد زین العابدین سیّد حسین بن سیّد کبیر بن سیّد اسماعیل بن سیّد ناصرالدّین محمود بن مخدوم جہانیاں کہ مرید سیّد فضل اللہ کے تھے اور سیّد محمد بن سیّد فضل اللہ سے بھی خلافت پائی تھی۔ کشف و کرامات و زہد و عبادت میں شہرہ آفاق تھے۔ عالم شریعت پیشوائے طریقت، ماہر حقیقت و معرفت تھے۔ اور دو خلیفہ رکھتے تھے۔ ایک سیّد عبداللہ شکارپوری۔ دوسرے حاجی عبدالوہاب بخاری۔ وفات حضرت کی ۲۷۔ شعبان میں ہوئی۔

حضرت فضل اللہ قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے برادر سید حامد قطب کے تھے۔ علم تصوف کے محقق اور محدث، عاشق اللہ کہ تمام مقامات فقر طے کر کے فنافی الذات میں مستغرق ہو گئے تھے۔ آپ کے دو خلیفہ تھے۔ ایک سید محمد پسر حضرت دوسرے سید فضل۔ مزار حضرت کا اوچ میں ہے۔

حضرت سید حامد قطب نو بہار قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اپنے پدر ناصر الدین محمود کے اور کامل وقت اور واصلانِ حق سے ہوئے ہیں جو حضرت کا مرید ہوا، کامل اولیاء ہوا اور آپ کو فیض اپنے پدر سے بھی تھا۔ سلسلہ آپ کا ہنوز جاری ہے۔ آپ کی اولاد اوچ میں گدی نشین ہوتی چلی آتی ہے۔ مزار آپ کا اوچ میں ہے۔

حضرت ناصر الدین محمود نوشہ قدس سرہٗ

یہ حضرت محبوب ترین فرزندان مخدوم جہانیاں سے تھے۔ علم وافر اور نفس قاطع تصرفات صوری و معنوی رکھتے تھے۔ لباس اچھا پہنتے تھے۔ معشوق صفت بسر فرماتے تھے اور مرید اپنے والد مخدوم جہانیاں کے تھے۔ نقل ہے کہ جب مخدوم جہانیاںؒ دہلی میں تشریف لائے اور سلطان فیروز شاہ آپ کا مرید ہوا۔ یہ کیفیت تھی کہ دعوت میں بھی موجود ہوتے تھے ادھر اپنی فرودگاہ پر عبادت میں مشغول دکھائی دیتے تھے۔ ایسی کرامات دیکھ کر تمام دہلی معتقد ہوئی تھی۔

ایک بار ستر عورتیں گرفتار شدہ کنیز ہو کر آئی تھیں۔ سلطان نے سب کو مخدوم کی نذر کیا۔ مخدوم نے سید ناصر الدین محمود کو عنایت کیں۔ جب یہ خبر سلطان کو ہوئی متعجب ہوا کہ ان کے ادائے حقوق کیوں کر ہوں گے۔ سلطان نے دوسری عورتیں اس معاملہ کی خبر کے واسطے مقرر کیا۔ معلوم ہوا کہ ہر روز ہر محل میں موجود ہوتے ہیں۔ کھانے کے وقت سب کے ہاں کھانا کھاتے ہیں۔ غسل کے وقت سب کے ہاں غسل ہوتے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ اور بھی متعجب اور معتقد ہوا۔

ان رانیوں کے شکم سے ۲۵ فرزند قطب ہوئے۔ بی بی تنکنی دختر وائے منگاہ کے شکم سے سید حامد قطب و سید فضل شاہ و سید اسمٰعیل و سید شہاب الدین و سید علیم الدین یہ پانچ قطب ہوئے اور بی بی رحمت خاتون کے شکم سے سید برہان الدین و میاں سادات عالم دو قطب ہوئے کہ ولایت گجرات میں آسودہ ہیں۔ اس قبیلہ میں اکثر بزرگ صاحب حال و قال ہوتے آئے ہیں۔ اور ایک فرزند سید ناصر الدین کے شاہ جلال تھے کہ قنوج میں انتقال کیا۔ وفات سید ناصر الدین محمود کی ۲۲۔ رمضان سنہ ۸۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف اوچ میں ہے۔۔ اور ذکر مخدوم جہانیاںؒ کا دوسری جگہ آوے گا۔ امن لئے کہ

اوّل خرقہ ان کو خاندان سہروردیہ سے ملا تھا۔

حضرت سیّد سرور دین لاہوری قدس سرّہٗ

نسبت ارادت سیّد جان محمد حضوری سے رکھتے تھے کہ وہ آپ کے والد اور مرشد بھی تھے اور سیّد محمود حضوری سے یا سیّد سرور دین چار پشت صاحب ولایت وارشاد ہو کر ہدایت خلق میں مشغول رہے اور زیارت رسولؐ سے مشرف ہوتے رہے۔ وفات سرور دین کی بتاریخ ۲۱۔ شوال بروز جمعہ ۱۱۰۱ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں نزد مزار پدر زیارت گاہ ہے۔

حضرت سیّد امیر قدس سرّہٗ

آپ اولاد سے سیّد بہاؤ الدین بہاول شیر کی اور مرید سیف الرحمٰن بن شاہ مقیم محکم الدین کے عارف کامل اور ہادی دین گزرے ہیں۔ جس وقت دہلی میں مقیم تھے حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے زیارت کا ارادہ کیا۔ آپ نور باطن سے معلوم کر کے غائب ہو گئے۔ جب بادشاہ آپ کے مکان پر آئے۔ آپ کو ہر چند تلاش کیا نہ پایا۔ فقط سیّد نور محمد آپ کے پسر سے مل کر چلے آئے۔ بعد تلاش کے معلوم ہوا کہ قطب صاحب لاٹھ پر کھڑے ہیں۔ نور محمد نے قوالوں سے کہا کہ کچھ کہو۔ ان کی آواز سن کر نیچے آئے۔ لکھا ہے کہ بادشاہ جن آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۲ھ میں ہوئی۔

حضرت حاجی محمد قادری نوشاہ گنج بخش قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ شاہ سلیمان قادری کے تھے۔ صاحب سکر وجذبہ شوق و زہد و ریاضت اور نہایت متقی تھے اور صاحب ولایت اور امام فرقہ نوشاہی کہ آپ نے پا پیادہ سات حج کئے۔ لکھا ہے کہ آپ کی نو برس کی عمر تھی۔ آپ سوتے تھے اور والدہ آپ کی آٹا گوندھ رہی تھی۔ ایک بی بی جو کہ ہمسایہ کی تھیں وہ آئیں اور آپ کا منہ کھول کر بغل میں تکیہ رکھنا چاہتی تھی دیکھا کہ مار سیاہ لپٹا ہوا ہے۔ وہ دیکھ کر شور کرنے لگیں کہ آپ کی والدہ بی بی جو کہ شور سن کر دوڑی آئیں تو دیکھا کچھ نہ تھا۔ متعجب ہوئیں کہ گھر میں سے آواز آئی کہ یہ عورت ناپاک تھی ہم کو منظور نہ ہوا کہ ہمارے دوست کو ہاتھ لگا دے۔ کچھ تعجب کی جگہ نہیں ہے۔

جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی تو آپ نے والد بیت اللہ سے آئے اور قرآن پڑھنے بٹھایا۔ کئی ماہ میں قرآن حفظ کیا اور سال بھر کے بعد آپ کے برادر شیخ اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ جب عمر نوشاہ گنج بخش کی ۹ برس کی ہوئی ترک دنیا کی اور جنگل میں جاکر مشغول ہوئے۔ بعد بہت جستجو کے آپ کے والدین آپ کے پاس پہنچے اور بدقت نوشہرہ لاکر ایک بزرگ کی لڑکی سے آپ کا عقد کیا چھ برس میں تمام شب کنارہ دریا پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے اور تمام دن مسجد نوشہرہ میں تلاوت فرماتے۔

ایک بار کسی نے کہا کہ ملا کریم الدین ایک کامل درویش موضع بھبیو وال میں گندہ بہیرہ میں رہتے ہیں۔ ان کی توجہ سے بہتیرے مقبول بارگاہ کبریا ہوئے۔ اگر تم بھی وہاں جاؤ تو خالی نہ رہو گے۔ یہ سن کر بھبیو وال پہنچ کر خدمت شاہ سلیمان سے مشترف ہوئے۔ مرید ہو کر کار درویشی بتکمیل پہنچا کر محبوب مرشد ہوئے کہ انہوں نے اپنے فرزندان تاج محمد، رحیم داد و دیگر اشخاص کو آپ کی تربیت میں سپرد کیا اور نوشہ گنج بخش خطاب دیا۔ آپ قوم سے کھکھروں تھے کہ ایک اقوام پنجاب سے ہے۔ آپ کے اکثر بزرگ بابرکت گزرے ہیں۔

ایک روز ایک شخص اپنی زوجہ نابینا کو روبرو حضرت کے لایا اور بٹھایا اور بینا ہونے کی استدعا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ آنکھ کھول کر میری طرف دیکھ۔ اسی وقت بینا ہوئی۔

حافظ معموری آپ کے خلیفہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ جو مشہور ہے کہ قیامت میں سب لوگ اپنے اپنے گروہوں کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے آیا یہ سچ ہے یا غلط۔ آخر ماجرا کیا ہے۔ اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا قیامت برپا ہے بہت خلق جمع ہے اور بہت سے جھنڈے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں ایک بہت بڑا جھنڈا غوث اعظمؓ کا ہے۔ میں نے جھنڈا نوشاہی تلاش کیا۔ دیکھا کہ حضرت معہ یاروں کے موجود ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ آ تیری یہ جگہ ہے۔ صبح جب میں حاضر خدمت ہوا معاً فرمایا کہ حافظ مسئلہ قیامت برحق ہے۔ جیسا کہ تو نے خواب میں دیکھا ایسا ہی انشاء اللہ ہوگا۔

تذکرہ نوشاہی میں لکھا ہے کہ جیون حجام آپ کا مرید تھا۔ موضع ماہو کی کا رہنے والا تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ اگر میری کھیتی پر تشریف لے چلیں تو موجب برکت ہو۔ آپ قبول فرما کر چلے کہ وہ موضع نوشہرہ سے دو کوس تھا۔ مریدوں نے عرض کیا کہ وقت عصر آ گیا ہے۔ فرمایا کہ جیون کی کھیتی سے آکر ادا کروں گا۔ سب چپ رہے اور سمجھے کہ ضرور شام ہو جائے گی۔ دو کوس کا جانا اور آنا ہے۔ آپ وہاں گئے بدیر ٹھہرے رہے۔ نماز کا خیال نہ رہا۔ مگر آفتاب اس جگہ سے نہ ہٹا اور آپ نے وہاں سے آکر نماز عصر ادا کی۔ تھوڑی دیر بعد آفتاب غروب ہوا۔

آپ مستجاب الدعوات اور سیف زبان تھے۔ جو مرید غائبانہ وقت مصیبت کے آپ کو پکارتا بزور ولایت اس کی ہر طرح سے امداد فرماتے جیسا کہ تذکرہ نوشاہی میں مفصل درج ہے اور حافظ معموری آپ کے داماد بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ یہ قاعدہ تھا کہ جو مسافر آتا اُس کو اپنے گھر ٹھہراتے۔ اس کی خدمت کرتے۔ اگر مسافر زیادہ ہوتے تو گاؤں میں سے خود مانگ کر ان کو کھلاتے۔ وفات حضرت کی بعہد عالمگیر بادشاہ غازی ۱۱۰۳ھ میں ہوئی۔

حضرت میاں غیاث قدس سرہٗ

آپ گجرات میں مشہور اولیا ہوئے۔ اپنے عہد کے شیخ وقت اور افضل العلماء تھے۔ بہت متخیر اور متواضع اور رحیم کریم سلیم تھے۔ مرید میاں سنجک کے وہ مرید میاں محمد طاہر کے۔

حضرت شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ قدس اسرارہما

آپ ساکن مدینہ تھے۔ مدینہ سے وارد ہندوستان ہو کر طالبانِ دین کو نہایت نفع پہنچایا۔ احمد آباد میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی۔

حضرت سید جعفر بن ہاشم بن صوفی علی گیلانی قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے والد کے اور نہایت بابرکت تھے۔ وفات حضرت کی دوشنبہ ۹۔ رجب سنہ ۱۱۰۶ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور اہلی والے تکیہ میں ہے۔

حضرت سید عبدالحکیم گیلانی بن سید بایزید قدس سرہٗ

آپ کے بزرگ سنہ ۹۲۳ھ میں ایران سے ہندوستان میں آئے اور بعہد حضرت بابر بادشاہ سنہ ۹۳۲ھ میں سید نجم الدین دہلی میں آئے۔ ان کے دادا نظام الدین لاہور میں آ رہے تھے۔ حضرت لاہور میں پیدا ہوئے۔ بعد تحصیل علوم ظاہری شیخ عبداللہ کے مرید ہوئے وہ مرید شاہ فیروز کے وہ مرید شاہ حاکم کے وہ مرید شیخ نورالدین کے وہ مرید شیخ احمد کے وہ مرید سید صوفی کے وہ مرید سید عبدالوہاب کے وہ مرید و فرزند حضرت غوث اعظمؓ کے۔ نہایت صابر و شاکر تھے۔ لذائذ دنیا کو ترک کر دیا تھا۔ نمک اور شکر کو برابر سمجھتے تھے۔ وفات حضرت کی بعمر ۹۷ سال سنہ ۱۱۰۸ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت سید فاضل متوکل بن سید ہاشم گیلانی قدس سرہٗ

آپ صاحب توکل و عبادت و ریاضت تھے۔ ترک اور تجرید میں شہرہ آفاق۔ دنیا اور اہل دنیا سے نہایت متنفر صائم الدہر، قائم اللیل، عالم اور عامل بوجہ اتقیا کے حضرت عالمگیر بادشاہ آپ سے بہت خوش تھے۔ فتوح کو قبول نہ کرتے تھے۔ سن بلوغ سے تا حیات سوائے اپنے حجرہ یا جامع مسجد کے دوسری جگہ نہیں گئے۔ وفات حضرت کی ۲۔ ذوالحجہ سنہ ۱۱۱۳ھ میں ہوئی۔ مزار باہر لاہور کے متصل خانقاہ سید اسمٰعیل محدث کے ہے۔ مسجد اور دیگر عمارات آپ کے مزار کی حضرت

اورنگ زیب عالمگیر نے تیار کرائی تھی۔ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ہمراہ دیگر مقبروں کے اس کے بھی پتھر اکھڑ گئے۔ بعدہٗ پتزادہ گردوں نے اینٹیں بھی اکھاڑ کر فروخت کیں۔

حضرت خواجہ محمد فضیل قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ رہنے والے کابل کے تھے۔ پہلے ہندوستان میں آکر ملازم سلطانی ہوئے۔ بعدہٗ ترک کر کے بخدمت حاجی نوشاہؒ حاضر ہوکر مرید ہوئے۔ بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت پاکر پھر کابل میں جاکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ کیسا ہی فاسق آپ کے روبرو آتا تائب ہوتا۔ کیسا ہی مریض روبرو آتا شفا ہوتی۔ کابل میں آپ ولی مشہور ہیں۔

ایک بار چند اہل دیہہ کابلی ایک زندہ شخص کو چارپائی پر ڈال کر مُردہ بنا کر برائے امتحان کرامت حضرت کے روبرو سے نکلے آپ برائے نماز جنازہ اس کے ساتھ ہوئے۔ جب موقع نماز پر آئے۔ آپ کو پیش امام کیا۔ حضرت نے تکبیر فرمائی۔ اسی وقت اس مسخرہ کی رُوح قبض ہوئی۔ اس کے ساتھی منتظر تھے کہ اب یہ اٹھ کر کہے گا کہ میں آپ کی کرامت سے زندہ ہوا۔ ہم مسخرہ پن کریں گے۔ جب وہ نہ اٹھا تو سب حیران ہوئے اور آپ کے قدموں پر پڑے اور اظہار حال کیا اور ملتجی ہوئے کہ معاف کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا جف القلم بما هو كائن۔

ایک باغ سرکاری میں ستر آدمی پہاڑ پر سے ایک سِل کو نیچے لاتے تھے مگر نہ لا سکے۔ باغبان نے حضرت سے آکر عرض کی۔ آپ باغ میں گئے اور الا اللہ کا نعرہ مارا۔ اس کے ستر ٹکڑے ہوکر جُدا جُدا جا پڑے۔ یہ کرامت دیکھ کر حاکم کابل نے وہ باغ نذر کیا۔

آپ کو ہمیشہ سکر رہتا تھا۔ گاہے گاہے فرض فوت ہو جاتے تھے۔ اس وجہ سے علماء کابل نے آپ کو تکلیف دینی چاہی اور فتوے پر تمام علماء کے دستخط کرا کر طلب کیا اور کہا کہ تم پر نماز فرض ہے۔ اگر نہ پڑھے گا تو حد شرع جاری ہوگی آپ نے فرمایا کہ نماز بے وضو کی روا نہیں۔ پس علماء پانی لائے آپ وضو کرنے بیٹھے۔ جب ہاتھ پر پانی ڈالا رواں نہ ہوا۔ یہ کیفیت تھی کہ پانی ہاتھ پر ڈالا اور وہ خشک ہوا۔ تب آپ نے فرمایا جب تک پانی اعضا پر نہ بہے وضو درست نہیں ہوتا اس وجہ سے میں مجبور ہوں۔ آخر سب نے معافی چاہی اور معتقد ہوئے۔

وفات حضرت کی ۱۱۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار کابل میں ہے۔

حضرت شیخ رحیم داد قادری قدس سرہٗ

آپ پسر بزرگ اور جانشین شاہ سلیمان قادری کے تھے۔ صاحب علم و عمل و متوکل کہ بعد وفات اپنے پدر کے شاہ نوشاہ سے تعلیم پائی تھی۔ آپ کو نہایت استغراق رہتا تھا مگر وجہ حلال سے روزی پیدا کرتے۔ ایک بار آپ نے خربوزے

بوئے تھے اور آپ کے صاحبزادے رکھوالی پر تھے کہ ایک سپاہی آیا۔ اُس نے خربوزے توڑنے چاہے۔ صاحبزادے نے منع فرمایا۔ اس بدبخت نے ان کے منہ پر طمانچہ مارا۔ وہ روتے ہوئے والد کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ صبر کرو وہ اپنا کیا پائے گا۔ رات کو وہ سپاہی دیوانہ ہوا۔ ہر کسی کے پاس جا کر کہتا کہ برائے خدا میرے سر پر دو جوتیاں مار دو۔ کئی روز کے بعد اس کے متعلقین حضرت کی خدمت میں لائے۔ عفو قصور چاہا۔ آپ نے معاف فرما کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اسی وقت اس کو صحت ہوئی۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔ مزار بھیلووال میں متصل والد کے ہے۔

حضرتِ سیّد عمر گیلانی بن سیّد ہاشم گیلانی قدس سرّہٗ

آپ کو ارادت اپنے والد سے تھی۔ نہایت باکمال اور بزرگ گزرے ہیں اور صاحب تصنیف بھی ہیں۔ وفات حضرت کی بروز یک شنبہ ۱۹۔ شعبان ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔

حضرت سیّد حسن پشاوری گیلانی قدس سرّہٗ

آپ مرید اپنے پدر سیّد عبداللہ گیلانی کے ہیں۔ جد سیّد محمود داؤد ہندوستان سے ہو کر ٹھٹھہ میں مقیم ہوئے تھے۔ آپ پشاور میں آ کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ نہایت بزرگ اور صاحب عظمت تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔ مزار پشاور میں ہے۔ سیّد محمد غوث لاہوری آپ کے فرزند تھے۔

حضرت شاہ رضا قادری شطاری لاہوری قدس سرّہٗ

آپ عالم علوم ظاہری و باطنی و صاحب تقویٰ بہت بڑے عامل گزرے ہیں۔ فتوحات بدرجہ غایت تھا۔ سلسلہ آپ کا اس طرح پر ہے کہ شاہ رضا مرید قاضی شیخ محمد فاضل لاہوری کے وہ مرید شیخ اللہ داد کے وہ مرید محمد جلال کے وہ مرید سیّد زین العابدین کے کہ چشتی مشہور تھے۔ وہ مرید شیخ عبدالغفور کے وہ مرید شیخ وجیہ الدین کے وہ مرید شاہ محمد غوث گوالیاری کے۔ وفات حضرت کی بتاریخ ۱۲۔ جمادی الاوّل ۱۱۱۹ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت سیّد محمد صالح قادری نوشاہی قدس سرّہٗ

آپ سادات عظام و شرفائے کرام و یارانِ کبار و محبانِ غمخوار و خلفاء باوفا و خدام نامدار حضرت حاجی محمد نور شاہ سے ہیں۔ اور ان پر عالی جاہ حضرت کی از حد عنایت تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۷ھ میں ہوئی اور ان کا مزار پُر انوار چک سادہ میں جو کہ چھوٹی سی گجرات سے دو کوس کے فاصلے پر واقع ہے زیارت گاہ عوام ہے۔

حضرت شیخ صدرالدین قادری نوشاہی قدس سرہٗ

حضرت نوشاہ عالی جاہ کے مریدان عالیشان و خدام بلند مقام میں سے ہیں ۔ آں حضرت اوائل میں لوہاری کا پیشہ کرتے تھے مرشد کی نظر پڑتے ہی کامل ہو گئے ۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۰ھ میں واقع ہوئی ۔

حضرت شاہ درگاہی قادری لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت عبدالرزاق شاہ چراغ گیلانی کے خلیفہ تھے ۔ نہایت متقی اور خاندان صابریہ میں بھی اجازت یافتہ تھے ۔ نقل ہے کہ آپ کی خانقاہ کے نزدیک ایک زمیندار کا چاہ تھا ۔ ایک روز اُس نے عرض کیا کہ میرا لڑکا پھنسیوں کی بیماری میں مبتلا ہے ۔ اگر آپ مہربانی کریں تو وہ اچھا ہو جائے ۔ چونکہ اس وقت آپ خوشی میں تھے ۔ فرمایا کہ کنوئیں کے پانی میں نہلاؤ شفا پا جائے گا اور اس کنوئیں کے واسطے دعا کی کہ جو کوئی بیمار پھنسیوں میں مبتلا ہو اس میں غسل کرے اچھا ہو جائے گا چنانچہ وہ فیض جاری ہے ۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۲ھ میں ہوئی اور حضرت کا مزار چاہ پاتیا نوالہ متصل لاہور ہے ۔

حضرت شیخ تاج الدین محمود قادری قدس سرہٗ

آپ شاہ سلیمان قادری کے چھوٹے پسر تھے اور تربیت اور تکمیل حاجی محمد نور شاہ کی ۔ بعد وفات پدر موضع لکھیانولہ میں آئے ۔ ایک دفعہ امساک باراں تھا ۔ لوگوں نے آپ سے دُعا چاہی ۔ آپ نکل کر میدان میں کھڑے ہو گئے اسی وقت اس قدر بارش ہوئی کہ آپ کے کپڑے بھیگ گئے اور جنگل سیلاب آگیا ۔ نقل ہے کہ مستجاب الدعوات تھے جو زبان سے نکلتا تھا فوراً اس کا ظہور ہوتا تھا ۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۲ھ میں ہوئی ۔

حضرت شیخ عبدالحمید قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حاجی محمد نوشاہ کے تھے ۔ اولیائے وقت گزرے ہیں ۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۵ھ میں ہوئی ۔

حضرت سید نور محمد بن سید محمد امیر گیلانی قدس سرہٗ

آپ مادرزاد ولی تھے ۔ جب پڑھنے بٹھلایا تو استاد کے آگے قرآن پڑھنا شروع کیا اور اس کا ترجمہ سنانا شروع کیا اور خوب روئے ۔ وفات ان کی ۱۱۲۶ھ میں ہوئی ۔

حضرت شیخ خوش محمد قادری نوشاہی قدس سرہٗ

آپ حاجی محمد نوشاہ کے خلیفہ تھے اور اشعار فارسی و ہندی کہتے تھے۔ مرجع خلائق ہوئے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۷ھ میں ہوئی۔

حضرت حافظ برخوردار نوشاہی قدس سرہٗ

آپ فرزند اور خلیفہ حاجی محمد نوشاہ کے تھے۔ شبانہ روز عبادت الٰہی میں معروف رہتے تھے۔ نہایت خلیق و بابرکت تھے۔ اکثر کرامات آپ کی مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۰ھ میں ہوئی۔

حضرت سید عبدالوہاب بن سرور دین بن جان محمد حضوری لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت مرید اپنے والد کے نہایت متقی و صاحب عظمت اور صاحب فیض گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت شیخ محمد تقی نوشاہی قدس سرہٗ

حضرت نوشاہ عالیجاہ کے مرید تھے۔ نفس مجاہد اس قدر کہ ہمیشہ محبت الٰہی میں مست و مدہوش تھے۔ ایک بار عید الضحیٰ کو قربانی ہو رہی تھی۔ ایک سے پوچھا یہ کیا ہوتا ہے۔ اُس نے کہا کہ اللہ کے واسطے بکری قربانی کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ کو جوش آیا اور چھری لے کر اپنے گلے پر پھیری کہ میں بھی اللہ کے نام پر قربان ہوتا ہوں۔ تھوڑا سا گلا کٹنے پایا تھا کہ لوگوں نے چھری پکڑ لی۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۳ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ ہاشم دریا دل نوشاہی قادری قدس سرہٗ

آپ فرزند ثانی حاجی محمد نوشاہ کے تھے۔ نہایت سخی اور متقی اور مہمان نواز تھے۔ اور شاگرد مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی و مولوی عبداللہ لاہوری کے تھے۔ ایک روز آپ کو بُرا بھلا کہا۔ اسی روز اُس کا فرزند مر گیا۔ ایک دفعہ آپ خانقاہ نوشاہ میں بیٹھے تھے۔ ایک بیمار کہ جس کے ہاتھ اور پاؤں رہ گئے تھے چارپائی پر ڈال کر آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ سورۂ ملک پڑھ۔ اُس نے پڑھی اور صحت پائی۔

وفات حضرت کی ۱۱۳۰ھ میں ہوئی۔

حضرت سید احمد شیخ الہند گیلانی قدس سرہٗ

آپ پہلے عرب سے تشریف لائے۔ کوٹلہ میں متصل وزیر آباد سکونت اختیار کی۔ اولاد غوث پاک سے تھے۔ نہایت خوش صورت و خوش سیرت با کرامت تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔

حضرت سید بدر الدین گیلانی لاہوری بن سید علی قدس سرہٗ

ہمیشہ طلبا دین کو درس کراتے اور محمد معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ آپ کے معتقد تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار پُر انوار لاہور میں ہے۔

حضرت شیخ عصمت اللہ نوشاہی قدس سرہٗ

یہ حضرت پسر پنجم حافظ برخوردار کے ہیں۔ نہایت بزرگ متقی و عابد و عالم گزرے ہیں اور تکمیل درویشی کی شیخ عبدالرحمٰن سے کی۔ نہایت بابرکت و باعظمت گزرے ہیں۔ آپ کی ادنیٰ توجہ سے کئی آدمی کامل ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین

قادری کیرانوی قدس سرہٗ

آپ فرزند عبداللہ کے تھے۔ کرامات بلند و مقامات ارجمند رکھتے تھے۔ خلیفہ قطب الاقطاب سید طٰہٰ قادری کوتانوی کے تھے۔ اور روحانیت غوث پاک سے بھی فیض یاب تھے۔ وطن اصلی آپ کا انبالہ ہے۔ نقل ہے کہ آپ کی چودہ برس کی عمر تھی کہ شیخ محمد قلندر ساکن انبالہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ذکر و شغل کیا کرتے۔ بعد ایک مدت کے ان قلندر نے اپنے سر پر سے کلاہ اتار کر ان کے سر پر رکھی۔ اُس روز سے ان کو اور بھی محبت بڑھی۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو ذکر حق میں فراموش کرتے۔ یہ کیفیت ان کی دیکھ کر ان بزرگ نے فرمایا کہ تو جا کر کوتانہ سید طٰہٰ صاحب کا مرید ہو۔ آپ بموجب ارشاد ان کے کوتانہ میں آئے اور سید صاحب کے مرید ہوئے اور ذکر و شغل میں چندے مصروف رہے۔ بعد

تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدہٗ حسب اجازت مرشد اعظم بیت اللہ گئے مگر بہ کشش بدرالدین قادری کہ صحرائے مصر میں برتبع اوڑھے رکھتے تھے ان کی خدمت میں آپہنچ کر نعمت ہائے بے شمار سے مشرف ہوئے اور مکہ معظمہ میں آئے۔ بعد ادائے حج مدینہ شریف آ کر حضرت شیخ کبریا یحیٰی مدنی کی خدمت میں مشرف ہو کر بیعت کی اور نعمت ہائے گوناگوں سے مشرف ہو کر سلسلۂ قادریہ چشتیہ سہروردیہ اور نقشبندیہ میں صاحب اجازت ہوئے۔ چاہتے تھے کہ باقی زندگی مدینہ میں بسر کریں۔ ایک روز شیخ یحیٰی مدنی نے فرمایا کہ فتح محمد رسول اللہ فرماتے ہیں کہ تو ہندوستان کو جا۔ تجھ سے بہت سے لوگ ہدایت پائیں گے۔ آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے کوتانہ میں آئے اور ۱۱۰۰ھ میں حسب الحکم شیخ یحیٰی مدنی قصبہ کیرانہ میں آ کر حویلی و خانقاہ و چاہ تعمیر کئے۔

نقل ہے کہ حضرت بطریق سیر وارد دہلی ہو کر زیارت مزار خواجہ قطب الدین پر حاضر ہوئے۔ وہاں بیٹھ کر مراقبہ کیا۔ قوال یہ بیت گا رہے تھے ؎

اے دلبر ہندو صنم تجھ بن مسلمانی نہیں ۔۔۔ کفر ست بے تو زیستنی یہ بات پنہانی نہیں

یہ بات سن کر آپ کو جوش آیا اور سر مراقبہ سے اٹھا کر بے اختیار رونے لگے۔ حاضرین پر حالت طاری ہوئی۔ مولوی عبداللہ کہ جو مرید خاص تھا ہمراہ تھا۔ بعد اقامت کے اس نے پوچھا کہ یا شیخ کبھی آپ کی یہ حالت نہیں ہوئی جیسی کہ آج ہوئی، اس میں کیا بھید ہے۔ آپ نے فرمایا کہ افشائے واقعات منع ہیں۔ مگر تم دریافت کرتے ہو۔ میں نے مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت قطب الاقطاب تشریف فرما ہیں اور تمام اولیائے دہلی حاضر ہیں۔ آپ بشوق تمام سن رہے ہیں۔ یہ کیفیت میں بھی دیکھ کر بے قرار ہو گیا۔ اس روز سے ہمیشہ دہلی جایا کرتے تھے۔

ایک روز آپ شاہ ترکمان بیابانی کے مزار پر جا کر مشغول ہوئے۔ ایسی تجلی ہوئی کہ جس قدر آدمی روضہ عالیہ میں تھے کسی کو تاب نہ رہی کہ وہاں ٹھہر سکے۔ جس وقت آپ کیرانہ میں تشریف لائے ہیں۔ اوّل بھورا شاہ فقیر کہ صاحب خانقاہ تھا اور آپ کا منکر تھا۔ آخر مرید ہوا اور آپ کی خانقاہ کی جاروب کشی پر معمور رہا۔

دوسرا امر یہ ہوا کہ سڑک شاملی پر شیخ سماء الدین خلیفہ کبیر الاولیا پانی پتی کا مزار ہے۔ اس سڑک پر کیرانہ اور شاملی کے درمیان کوئی چاہ نہ تھا۔ مسافروں کو نہایت تکلیف تھی۔ زمینداران کیرانہ نے متصل مزار مذکور کے ایک کنواں بنانا چاہا۔ دن بھر معمار اس پر کام کرتے۔ جب دوسرے روز جا کر دیکھتے تو کنواں ٹوٹا یا ہوا ملتا۔ جب کئی روز اس طرح گذر گئے اہل کیرانہ حضرت کی خدمت میں آئے۔ امداد چاہی۔ آپ ازراہ کرم اس مزار پر تشریف لے گئے۔ چند زمیندار بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب رات ہوئی وہ لوگ تو اوپر درختوں کے چڑھے۔ آپ چاہ پر بیٹھ گئے۔ جب آدھی رات گئی ایک بزرگ پھاوڑا ہاتھ میں لئے پیدا ہوئے۔ چاہتے تھے کہ کنوئیں پر پھاوڑا ماریں۔ آپ مانع آئے۔ انہوں نے کہا میں اس مقام پر کنواں نہ بننے دوں گا کنوئیں کی وجہ سے یہ مقام ناپاک رہے گا۔ ہر چند آپ نے سمجھایا وہ بزرگ نہ مانے۔ اس روز تو وہ چلے گئے۔ دوسرے روز

پھر اسی وقت وہ پیدا ہوا۔ وہ زمیندار درختوں پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک تخت اترا۔ اس پر دو بزرگ تھے۔ یہ دونوں صاحب ان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور تعظیم بجالائے۔ ان دونوں بزرگوں نے جن کا مزار تھا ان کو فرمایا کہ شیخ محمد کی خاطر ہم کو منظور ہے لہٰذا چاہ بننے دو۔ انہوں نے منظور کیا اور وہ تخت جس طرف سے آیا تھا اسی طرف چلا گیا۔ زمینداروں نے حضرت سے پوچھا کہ تخت پر دونوں بزرگ کون تھے۔ فرمایا کہ جو داہنی طرف تھے وہ غوث اعظم تھے اور جو بائیں طرف باادب بیٹھے تھے وہ اُن کے پیر شیخ جلال الدین پانی پتی تھے۔ یہ کرامت حضرت کی دیکھ کر تمام گیراز معتقد ہوا۔

نقل ہے کہ آپ نے دو برس اپنے انتقال سے پہلے مریدوں کو خبر دے دی تھی کہ وقت وصال میرا نزدیک ہے چنانچہ ۲۹۔ربیع الاوّل ۱۱۳۰ھ شب چہار شنبہ بعد نماز عشا تین بار اسم ذات فرما کر جان بحق تسلیم کی۔ عمر آپ کی ترسیٹھ برس کی ہوئی۔ اس روز تمام دن تیرہ و تاریک رہا۔ چنانچہ مادّہ تاریخ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا ہے۔

خلفاء آپ کے یہ ہیں:۔

۱۔ حاجی محمد ۲۔ نظر محمد قادری ۳۔ حافظ عبداللہ قادری دہلوی ۴۔ سید بلال
۵۔ شاہ عثمان ۶۔ شاہ محمد شریف ۷۔ شاہ محمد طاہر ۸۔ شاہ محمد خلیل

۹۔ شاہ عبدالرشید صاحب سجادہ ہوئے۔ ان حضرت کی وفات ۵۔محرم ۱۱۷۱ھ میں ہوئی۔ ان کے بعد شیخ جلال الدین شاہ چراغ صاحب سجادہ ہوئے۔ ۱۱۹۶ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد شیخ محمد یوسف قادری سجادہ نشین ہوئے۔ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد شیخ نجف علی صاحب سجادہ ہوئے۔ ۱۲۸۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد شاہ امین الدین صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ یہ بزرگ بھی اپنے وقت کے صاحب تقوی و عامل گزرے ہیں۔ نہایت خلیق و متقی تھے۔ انہوں نے ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد شاہ جمال الدین سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت شیخ احمد بیگ نوشاہی قدس سرّہٗ

مرید و شاگرد حضرت نوشاہ کے تھے اور مادر زاد ولی تھے۔ اور تمام معاملات دینی و دنیوی کا انکشاف تھا۔ بہت سے آپ کے مرید بھی باکمال گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۰ھ میں ہوئی۔ مزار سیالکوٹ میں ہے۔

حضرت شاہ عنایت قادری شطاری قدس سرّہٗ

آپ مرید شاہ رضا لاہوری کے تھے۔ بعد عطائے خرقہ خلافت لاہور میں آکر ہدایت خلق میں مصروف رہ کر ۱۱۴۱ھ میں وفات پائی۔ حضرت کا مزار پُرانوار شریف لاہور میں ہے۔

حضرت حاجی عبداللہ گیلانی بن سید اسمٰعیل قدس سرہٗ

تمام عمر کسی دنیا دار کے گھر نہیں گئے۔ تعلیم طلبائے حق میں مصروف رہتے تھے۔ ناظم لاہور آپ کا مرید تھا۔ خوارق آپ کے بھی مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۴۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ جمال اللہ نوشاہی قادری قدس سرہٗ

آپ فرزند ششم خواجہ برخوردار کے تھے۔ صاحب ذوق و شوق اور ذکر کی یہ کیفیت تھی کہ سوتے جاگتے آپ کا قالب ذاکر رہتا تھا۔ جس کی آواز لوگ سنتے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔

حضرتِ حافظ معموری نوشاہی قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب جمال و کمال و ذوق و شوق تھے۔ مرید خاندان نوشاہی کے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۶۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی قادری قدس سرہٗ

فرزند سید حسن پشاوری مرید اپنے والد کے۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ اور صاحب اجازت سلسلہ چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ میں تھے۔ روحانیت میاں میر لاہوری سے بھی تربیت پائی تھی۔ عہد میں شیخ وقت مقتدائے روزگار مرجع خلائق تھے۔ ایک بار نونہال سنگھ نے آپ کی خانقاہ کے چند درخت کٹوا دیئے تھے جو باعث ہلاکت اس کے ہوئے وفات حضرت کی سنہ ۱۲۵۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ پیر محمد المشہور بہ سچیار قدس سرہٗ

آپ حاجی نور محمد شاہ کے خلیفہ تھے۔ بعد انتقال پیر کے گجرات میں آکر سنہ ۱۱۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن المشہور پاک رحمان نوشاہی قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت بھی حاجی محمد نوشاہ کے خلیفہ تھے کہ اکثر خلفاء اولاد حضرت نوشاہ نے ان سے تکمیل کی۔ جب سے مرتبہ صمدانیت کو پہنچے کھانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ نقل ہے کہ ایک روز اپنے خادم سعدی سے فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جس مریض پر تو نظر ڈالے اس کو شفا ہو اور جس فاسق پر تیری نظر پڑے وہ ولی ہو جائے۔ چنانچہ اسی روز سے

مریض شیخ سعدی کے سامنے آتا تھا اس کو شفا ہوتی تھی۔ وفات شیخ عبدالرحمٰن کی سنہ ۱۰۱۵ھ میں ہوئی اور مزار بھٹری عبدالرحمٰن میں مشہور ہے اور شیخ الہ داد کہ صاحب ذوق و شوق تھے آپ کے مرید تھے۔

حضرت سید عبدالقادر شاہ گیلانی گدا ابن سید عمر بن حاجی محمد ہاشم قدس سرہٗ

آپ جامع طریقت و شریعت و محرم اسرار حقیقت و معرفت تھے کہ تا حیات زہد و ریاضت میں مشغول رہے آپ صاحب ملفوظات بھی ہیں اور سیف زبان بھی۔ خورد سال میں سید عبداللہ مکی سے تکمیل کی۔ بعد اس کے سید عبدالرحمٰن کی خدمت میں رہے۔ بعد اس کے سید محمد لاہوری سے فیض حاصل کیا۔ اور صاحب تالیف بھی ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۵۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شاہ فرید نوشاہی لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ پیر محمد سچیار کے تھے۔ آپ کو جذب اور استغراق رہتا تھا۔ پہلے ملازم بزرگان راقم کے تھے۔ جب جذبہ الٰہی دامنگیر ہوا ترک لباس کر کے شیخ پیر محمد کے مرید ہو کر تکمیل کر کے اولیاء ہوئے۔ آپ اولاد سے حجاکری حسینی کے تھے بعد عطائے خرقۂ خلافت لاہور میں آئے۔ کوٹلہ آباد کیا جو کوٹلہ شاہ فرید مشہور ہے۔ اور ہدایت خلق میں مصروف رہے وفات حضرت کی سنہ ۱۱۵۵ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت شیخ فتح محمد نوشاہی قدس سرہٗ

آپ نوشاہ عالی جاہ کے مرید تھے۔ ملک پوٹھوہار میں تمام خلقت آپ کی مرید تھی۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔ مزار پوٹھوہار میں ہے۔

حضرت شیخ عنایت قدس سرہٗ بن حافظ برخوردار

یہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن کے مرید تھے۔ گیارہ برس تک حالت استغراق میں رہے۔ کچھ نہیں کھایا۔ اکثر شب کو دست و پا جدا ہو جایا کرتے تھے۔ وفات سنہ ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد سلطان لاہوری مرگ نینی قدس سرہٗ

آپ سالک مجذوب و صاحب سکر و عشق و محبت میں تھے۔ مرید شیخ سندی شاہ کے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔ اور مزار لاہور میں ہے۔

حضرت سیّد شاہ حسین بن سیّد نور محمد سجادہ نشین حجرہ قدس سرّہٗ

مشہور مشائخ و مرجع خلائق تھے۔ بہت سی کرامات و خوارق آپ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۳ھ میں ہوئی اور مزار حجرہ میں ہے۔

حضرت میاں رحمت اللہ بن حافظ برخوردار نوشاہی قدس سرّہٗ

آپ نہایت متقی و سخی تھے۔ ایک بار حاکم علاقہ نے تقاضا برائے جمع سرکار آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے کہا کہ اس سے کہہ دو کہ ہم نے تجھے مسند حکومت سے جدا کیا۔ اس تقاضے میں ہماری توہین تھی۔ چنانچہ اسی روز معزول کیا گیا جس امر میں چاہتے تھے غیب سے امداد ہوتی تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۷ھ میں ہوئی۔

حضرت شاہ نصرت اللہ نوشاہی بن حافظ برخوردار قدس سرّہٗ

آپ بہت بڑے عالم باعمل اور باخدا گزرے ہیں۔ مرید اپنے والد کے تھے اور فیض احمد بیگ سے بھی پایا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۰ھ میں ہوئی۔

حضرت میر بلھے شاہ قصوری قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ شاہ عنایت کے تھے اور سماع میں بہت حالت ہوتی تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۱ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ سعد اللہ نوشاہی بن حافظ برخوردار قدس سرّہٗ

آپ طبابت بھی کرتے تھے۔ جو مریض آپ کے زیر علاج رہتا تھا اس کو شفا ہوتی تھی۔ گویا جامع الشفاء تھے ایک شخص آپ کا منکر تھا اور ہمیشہ تکلیف دیا کرتا تھا۔ آخر اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ اس کا مال و اسباب چور لے گئے اور ہر دو پسر فوت ہو گئے اور خود نابینا ہو کر مر گیا۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد عظیم قادری قدس سرّہٗ

آپ مظہر کرامات و خوارق تھے۔ اولاد سے شاہ مقیم محکم الدین صاحب حجرہ کے تھے۔ مرید اپنے جدی سلسلہ کے تھے۔ اگرچہ افغانانِ لاہور لوٹ مار کرتے تھے۔ مگر کوٹ بیگم تک کہ جائے سکونت حضرت کی تھی نہ آسکتے تھے۔ وفات

حضرت کی سنہ ۱۱۸۱ھ میں ہوئی۔

حضرت عظیم شاہ سردار قادری قدس سرہ

آپ مرید مصاحب خان قادری کے تھے۔ وہ مرید حضرت شاہ میاں صاحب سجادہ حجرہ کے تھے۔ بعد عطائے خرقۂ خلافت بمقام بابکوال کہ لاہور سے ۶ کوس ہے تشریف لائے اور تلقین ظاہری و باطنی میں مشغول ہوئے۔ بہت بڑے صاحب کرامات گزرے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی درّانی کو بھی آپ سے عقیدت تھی۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۸۴ھ میں ہوئی۔

حضرت سیّد محمد شاہ رزاق گیلانی بن شاہ محمد ہاشم قدس سرہٗ

آپ تجرید و تفرید میں یگانہ روزگار تقویٰ اور صلاحیت میں شہرہ آفاق تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۸۴ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ مصاحب خاں خورد لاہوری قدس سرہٗ

یہ حضرت خلیفہ سیّد سردار شاہ کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل۔ اکثر ہدایت خلق اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۹۰ھ میں ہوئی اور مزار قصبہ بابک وال میں کہ لاہور سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔

حضرت شاہ صدر الدّین بن سیّد میر عبد الرزّاق قدس سرہٗ

آپ صاحبِ شوق اور سخاوت و شجاعت میں لاثانی تھے۔ دفع کفر میں نہایت کوشاں رہتے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۹۰ھ میں ہوئی۔

حضرت سعد الدّین بن سیّد عبد الرزاق صاحب حجرہ قدس سرہٗ

نہایت بابرکت بزرگ گزرے ہیں۔ کافی خلق آپ سے فیض یاب ہوئی۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ جان محمد لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مصاحب خاں کے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ عبد اللہ شاہ بلوچ لاہوری قدس سرہٗ

مرید شیخ شرف الدّین پانی پتی کے تھے۔ وہ مرید خاندان میاں میرؒ لاہوری کے تھے۔ اکثر لوگوں نے آپ کی

کرامات کے امتحان کئے۔ لیکن وہ لوگ خجل ہوئے ۔ اکثر کرامتیں آپ کی لاہور میں مشہور ہیں ۔ آپ کے خلیفہ یہ ہیں ۔ امام غلام محمد گاموں شیخ الہ یار پشاوری، شیخ فیض بخش قریشی ۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۲ھ میں ہوئی ۔

حضرت شیخ محمود قادر قدس سرہٗ

آپ مرید سید صدرالدین کے تھے ۔ صاحب حال و قال گزرے ہیں ۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۶ھ میں ہوئی ۔

حضرت سید عادل شاہ گیلانی بن سید فاضل قدس سرہٗ

صاحب تقویٰ اور بافیض تھے ۔ وفات حضرت کی ۱۲۲۰ھ میں ہوئی ۔

حضرت سید شادی شاہ قادری لاہوری قدس سرہٗ

آپ لاہور میں آکر اُوپر مزار مخدوم گنج بخش ہجویریؒ کے مقیم ہوئے ۔ بہت خلق نے آپ سے رجوع کی ۔ وفات ۱۲۳۱ھ میں ہوئی ۔

حضرت شاہ سردار قادری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ جان محمد قادری کے تھے ۔ اپنے وقت میں باکمال و بابرکت ہیں ۔ وفات حضرت کی ۱۲۲۵ھ میں ہوئی ۔

حضرت سید علی شاہ قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت احمد آباد میں تشریف لاکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے ۔ آپ سے بہت ہی کرامات کا اظہار ہوا ۔ آپ مرید سید غازی کے وہ شاہ اعظم کے وہ شاہ اکرم کے وہ شاہ خلیل کے وہ شاہ میاں کے وہ شاہ مصطفےٰ کے وہ شاہ میاں جی کے، وہ سید پیر کے، وہ شاہ کرم علی کے، وہ شاہ مسعود کے، وہ شیخ نور محمد کے، وہ شیخ صوفی کے، وہ شیخ رحمت اللہ کے، وہ شیخ فضل اللہ کے، وہ سید عبدالوہاب کے، وہ حضرت غوث اعظمؒ کے ۔ وفات ان کی ۱۲۲۷ھ میں ہوئی ۔ مزار لاہور میں بمقام جھنگی چراغ شاہ واقع ہے ۔

حضرت شیخ سید سردار علی شہید مقیم شاہی قدس سرہٗ

آپ کی کرامات و خوارق طویل ہیں ۔ اور ۱۲۲۸ھ میں وفات پائی ۔

حضرت شاہ غلام نبی قدس سرہٗ

آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید اور خلیفہ نہایت بزرگ بابرکت و کرامت تھے اور رُوح پاک مخدوم گنج بخش ہجویری لاہوری سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ بغیر کشتی کے دریا سے گزر جاتے تھے اور قدم تر نہ ہوتا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۲۴۲ھ میں ہوئی۔

حضرت سیّد قطب الدین گیلانی قدس سرہٗ

یہ خلیفہ اپنے والد کے تھے مرجع خلائق۔ بابرکت صاحب کرامت عالم باعمل آپ کی وفات ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ مسلم خان قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ سردار کے ہیں۔ آپ امیر زادہ تھے ترک مال و منال کرکے فقیر ہوئے۔ بعد تکمیل سجادہ شخصیت پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۲۵۴ھ میں ہوئی۔

حضرت سیّد شاہ بڑے صاحب دہلوی
قدس سرہٗ

آپ صحیح النسب سادات عظام اور اولیائے کرام اور سلسلۂ قادریہ میں مشہور درویش صاحب کرامت و خوارق گزرے ہیں۔ عہد حضرت محمد شاہ بادشاہ میں وارد دہلی ہوئے۔ اس زمانہ میں برائے امتحان فقرا بحکم بادشاہ فقیر گرفتار کرکے بندی خانے میں رکھے جاتے تھے۔ ان حضرت کو کوتوالی کے پیادوں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ پکڑے جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا جرم کیا ہے۔ اس بحث میں اور پیادے بھی آگئے اور آپ کو قید خانہ میں لے گئے۔ داروغہ قید خانہ نے کہا کہ یہ چکی موجود ہے۔ تم بھی دانہ دلو۔ آپ نے چکی کی طرف دیکھا۔ معاً وہ چلنے لگی۔ یہ کرامت دیکھ کر کل فقیر بعجز تمام مستدعی ہوئے کہ یا بندۂ خدا ہماری قید چھڑائیے۔ آپ نے حکم دیا کہ اے چکیو! بحکم خدا دانہ دلو۔ فقراء کو تکلیف نہ دو۔ اسی وقت سب چکیاں چلنے لگیں۔ دانہ ان میں پڑنے لگا۔ یہ کیفیت دیکھ کر داروغہ نے بادشاہ سے عرض کی کہ حضور کا مطلب حاصل ہوا اور کل ماجرا عرض کیا۔ بادشاہ ہوادار پر سوار ہوکر خان سامانی میں آئے جہاں فقیر قید تھے اور حضرت کی قدم بوسی کی اور عرض

کیا کہ تکلیف دینے کا باعث صرف یہی تھا کہ کامل درویش ملے۔ خدا نے میری مراد پوری کی۔ حضرت کو اپنے ہمراہ لا کر ایک عمدہ مکان میں باعزاز رکھا اور دیگر فقراء کو نقد اور جاگیریں دے کر رخصت کیا۔

ایک روز حضرت نے رخصت چاہی۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ میری التجا یہ ہے کہ آپ میرے ہی پاس رہیں۔ جہاں حکم ہو وہاں خانقاہ تیار ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ چار کوری خشت منگوا اور ہم تم دونوں دریا کی سیر کریں۔ الغرض دونوں کشتی پر سوار ہوئے۔ جب کشتی بیچ دریا کے پہنچی حضرت نے وہ خشت دریا میں چھوڑ کر فرمایا کہ جہاں یہ ٹھہریں وہاں تکیہ تعمیر ہوگا۔ بحکم بادشاہ ان اینٹوں کی تلاش ہوئی۔ آخر دیکھا کہ پانی ہٹ گیا۔ چاروں اینٹیں کچھ کچھ فاصلہ سے رکھی ہیں۔ جب کشتی قریب پہنچی حضرت کشتی سے اتر کر وہاں جا بیٹھے۔

بعد اس کے کیفیت یہ ہوئی کہ ہر وقت ہزاروں آدمی اہل شہر اور امراء بادشاہ حاضر خدمت رہا کرتے تھے۔ ہزاروں کرامت اور خوارق حضرت سے ظہور میں آئے اور ہنوز مزار پُرانوار سے فیضان جاری ہے۔ ایک ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ اُس وقت سے آج تک کیسی ہی دریائے جمنا نے طغیانی کی۔ مگر آپ کے تکیہ پر پانی نہیں چڑھا۔ وہ تکیہ دریا کے بیچ میں نگم بودہ کے سامنے موجود ہے۔ اور وہی مزار ہے۔

آپ کے دوسرے خلیفہ وصاحب سجادہ میاں قادر بخش مجذوب ہوئے۔ دن کو تمام شہر میں پھرتے۔ جس گھر میں چاہتے گھس جاتے۔ جو شے جس کو چاہتے اٹھا کر دے دیتے۔ کوئی مانع نہ ہوتا تھا۔ ایک روز ایک جوہری کا صندوقچہ اٹھا لائے اور اس کو اپنی جھونپڑی میں رکھ کر گوجروں کو بلا کر لائے۔ اتنے میں وہ جوہری شیرینی لے کر آئے اور استدعا کی۔ گوجر متقاضی ہوئے کہ وہ صندوقچہ ہم کو دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ جھونپڑی میں گدڑی کے نیچے ہے لے لو اگر مل جائے۔ گوجروں نے خوب ڈھونڈا ان کو نہ ملا۔ بعدہٗ مالک صندوقچہ سے فرمایا کہ جلدی اندر جا کر اپنا صندوقچہ لے لے۔ جوہری اندر گیا اور اپنا صندوقچہ لایا۔ یہ کرامت دیکھ کر سب حیران ہو گئے۔ گوجروں کو شیرینی دے کر فرمایا کہ تمہاری قسمت میں نہ تھا چلے جاؤ۔

ایک بار ناظر قلعہ کا دوشالہ اتار لائے۔ قلعہ سے باہر لا کر اس میں پتھر رکھے اور شمرو کی بیگم کے باغ میں سے مار سیاہ پکڑ لائے۔ اس سے اس گٹھڑی کو باندھا۔ اس کا پھن منہ میں لے کر گانٹھ دی اور اس کو سڑک پر رکھ دیا۔ اور راہگیروں سے فرمایا کہ جو چاہے لے لے مگر سانپ کو نہ مارے۔ اس کی دہشت سے کوئی پاس نہ گیا۔ آخر وہ گٹھڑی اپنے سر پر رکھ کر پرانے کوٹلہ کو چلے۔ طامع لوگ پیچھے ہوئے۔ آپ نے کوٹلہ پہنچ کر وہ گٹھڑی پھینک دی اور اپنے تکیہ کی راہ لی۔ وہ گٹھڑی پھینکتے ہی نظر سے وہاں سے غائب ہو گئی۔ لوگوں نے دوڑ کر آپ سے پوچھا کہ وہ گٹھڑی کیسے ہوئے آئے۔ فرمایا کہ وہ پتھر سونے کے تھے۔ جب کسی نے نہ لئے میں نے ان کو جنّوں کو دے دیا اور وہ اٹھا لے گئے۔

یعنی وقت دریا سے اس طرح گزر جاتے تھے کہ پیر کا تلوا بھی تر نہ ہوتا تھا۔

ان کے بعد میاں مہدی علی شاہ صاحب سجادہ ہوئے۔ نہایت متواضع اور بزرگ مرجع خلائق تھے۔ بادشاہ بھی گاہے گاہے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایام خشکی میں جو زمیندار اُپلے لے کر اس طرف سے گزرتے تھے فی بار چار کوڑی و پانچ اُپلے حق تکیہ عالیہ کے مقرر تھے۔ ایک روز حضرت ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی ابو ظفر بہادر شاہ حضرت کے پاس بیٹھے تھے۔ تمام جلوس سواری زیر تکیہ حاضر تھا کہ چند کھانسیں اُپلوں کی آئیں۔ حضرت نے دیکھ کر بآواز بلند فرمایا کہ بھلا ہے بابا اور وہاں سے اٹھ کر کوڑیاں اور اُپلے لے کر پھر بادشاہ کے قریب آ کر گفتگو میں مصروف ہوئے۔

حضرت بالکل بے باک اور پاک تھے۔ ہر کہ ومہ کو ایک نظر دیکھتے تھے۔ برادر خورد کاتب الحروف مرزا گوہر سلطان حضرت کا مرید اور نہایت پیارا تھا۔ آپ اس کو مرد فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ قبل از وقت نکلنے ریش بروتکے اس کے چہرے پر داڑھی نکل آئی تھی۔ جو زبان فیض ترجمان سے نکلتا تھا فوراً اس کا ظہور ہوتا تھا۔

ایک بار سائیں کمبل پوش اور دو تین اسی قسم کے آدمی جمع ہو کر شاہ بڑے صاحب کے تکیہ کی طرف چلے۔ راستہ میں مشورہ ہوا کہ اگر مہدی علی شاہ صاحب کرامت ہے تو ہم کو حسب دلخواہ ہر ایک کھانا کھلائے گا۔ اور ہر ایک نے ایک ایک چیز کھانی مقرر کری۔ جب تکیہ میں حضرت کے پاس پہنچے آپ نہایت مہربانی سے پیش آئے کہ اسی وقت چوبدار بادشاہی دو خوان کھانے کے لگوا کر لایا۔ اور عرض کی کہ حضور نے یہ کھانا آپ کے لئے بھیجا ہے۔ آپ نے ان صاحبوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمہاری دعوت عنایت کی ہے کھاؤ۔ ان صاحبوں نے عذر پیش کیا۔ آپ نے تبسم فرما کر فرمایا کہ کمبل پوش راستہ میں مہدی علی شاہ کے پاس بیسنی روٹیاں کھانا چاہتے تھے۔ لو اور کھاؤ۔ الغرض موافق ضمیر ہر شخص اپنے دست حق پرست سے ہر ایک کو دیا اور فرمایا کہ خوب کھاؤ۔ کمبل پوش کہتے تھے کہ اظہار اس کرامت سے ہم متحیر ہوئے اور عرصہ تصور رہا۔

وفات حضرت کی غدر سے کئی سال پہلے ہوئی۔ مزار اسی تکیہ میں ہے۔

حضرت حافظ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی

المعروف حضرت اخوند صاحب قدس سرہ

آپ فراش خانہ کی کھڑکی کے سامنے اپنی مسجد میں ہدایت خلق اور نفع رسانی شہر میں مصروف رہتے تھے عاشق

رسول، عامل وقت گزرے ہیں۔ کاتب کو بھی حضرت کی خدمت میں نیاز حاصل تھا۔ ہزاروں مریض وسحر آلودہ و دیگر حاجت مند ہر صبح حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ بفضلہ خدا ان سب کی مطلب برآری ہوتی۔ حضرت کی کرامات اور خوارق احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ مگر کسی قدر تبرکاً درج کرتا ہوں۔

ایک روز میرے پیر بھائی مرزا بہادر صاحب کو جو مرید عصر تھے مجھ کو ہمراہ لے کر حضرت کی خدمت میں آئے اس وقت حضرت مریضوں اور حاجت مندوں کی طرف متوجہ تھے۔ کامل دس بجے جب فارغ ہوئے مرزا صاحب مذکور سے فرمایا کہ آج خلاف عادت اتنی دیر ٹھہرنے کا کیا باعث ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں آج ضروری کار کو آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں مقروض ہوگیا ہوں میرا قرض ادا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں فقیر متوکل ہوں۔ میرے پاس کیا ہے۔ تجھ کو اللہ تعالےٰ نے شہزادہ کیا۔ تم ہی کچھ اس کی سبیل نکالو۔ مرزا صاحب موصوف نے کہا کہ ہماری آپ کی پرانی دوستی ہے کبھی کوئی کام نہیں پڑا۔ آج ذرا سا کام پڑا ہے سو گریز کرتے ہیں۔ اگر آج میرا کام نہ ہوا تو پھر میں کبھی نہ ملوں گا۔ یہ سُن کر مرزا صاحب موصوف کا ہاتھ پکڑ کر حجرہ کے بالا خانے پر جو مقام عبادت گاہ ہے۔ لے گئے۔ بعد تھوڑی دیر کے دونوں بزرگ نیچے تشریف لائے۔ مرزا صاحب موصوف اور یہ کاتب رخصت ہو کر سوار ہوئے۔

میں نے راستہ میں مرزا صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ آپ دونوں صاحب اوپر گئے تھے۔ آپ کو اخوند صاحب نے کچھ دیا کچھ بتایا۔ مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ بھائی اپنے حجرہ میں مجھ کو لے جا کر جلال میں مجھ سے فرمایا کہ کیا کہتا ہے۔ میں نے کہا کچھ دلوایئے یہ سُن کر ایک دوہتڑ چھت پر ماری۔ میں نے دیکھا کہ چاروں طرف چھت گیری میں سے روپیہ کی دھاریں بندھ گئیں۔ وہ روپیہ اس قدر تھا کہ اگر مکان کی چھت بیٹھ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا اور مجھ سے فرمایا کہ اپنا روپیہ بھر لے جا مگر یاد رہے کہ تیری فقیری بگڑ جائے گی۔ میں نے ہنس کر قدم پکڑے اور کہا کہ مال مشکوک میں بھی نہیں چاہتا۔ فقط ہنسی کی بات تھی۔

نقل ہے کہ کسی جگہ طلباء کی دعوت تھی۔ وہ طلبا کہ حضرت کے ہاں سے پرورش پاتے تھے سب گئے ایک نہ گیا۔ ہر چند اس کو لوگوں نے کہا وہ نہ گیا۔ چنانچہ حضرت نے بھی فرمایا اور تو چلے گئے وہ حضرت کے پاس بیٹھا رہا۔ اس وقت میرے ایک دوست بھی حضرت کے پاس موجود تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے صاحب دعوت کے مکان کی طرف منہ کر کے زور سے سانس لیا اور فرمایا کہ بریانی کی بُو آتی ہے۔ اس طرح پر سانس لے لے کر مکان کی طرف منہ کر کے کئی کھانوں کے نام لئے اور فرمایا وہاں تو اتنے کھانے ہیں اور تو یہاں بیٹھا ہے۔ وہاں کیوں نہ گیا۔ اسی عرصہ میں وہ طلباء بھی آگئے۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ تم نے کیا کیا کھایا۔ جن کھانوں کے نام حضرت نے لئے تھے وہی کھانے انہوں نے کھائے تھے۔

سلسلہ ارادت آپ کا اس طرح پر ہے۔ یعنی حافظ صاحب مرید شاہ محمد غوث کے، وہ مرید شاہ ال احمد کے

وہ مرید سیّد شاہ حمزہ کے وہ مرید شاہ ال محمد کے وہ مرید شاہ برکت اللہ کے وہ مرید شاہ فضل اللہ کے وہ مرید سیّد احمد کے وہ مرید سیّد محمد کے وہ مرید شیخ مخدوم جہاں اولیا کے وہ مرید شیخ ضیاءالدین قاضی حیا کے وہ مرید حضرت شاہ محمد بھکاری کے وہ مرید سیّد ابراہیم کے وہ مرید شیخ بہاؤالدین کے وہ مرید سیّد احمد جیلانی کے وہ مرید سیّد موسیٰ کے، وہ مرید میر سید علی کے وہ مرید سید علی محی الدین ابی نصر کے، وہ مرید سیّد ابو صالح کے وہ مرید سیّد عبدالرزاق کے وہ مرید غوث اعظمؓ کے۔

وفات حضرت کی سنہ ۱۲۵۶ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ میں زیارت گاہ ہے۔ آپ کے صاحب سجادہ مولانا حافظ محمد عمر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جوانِ صالح باعظمت صاحب زہد و تقویٰ تھے۔ آپ کی ذات بابرکات سے فیض عام جاری ہے۔ مثل اپنے مرشد برحق کے عاشق رسول اللہ اور صاحب سلسلہ ہیں۔

حضرت مولانا سیّد غوث علی شاہ قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت فی زمانہ نواح دہلی میں قطب وقت اور شیخ زمانہ گزرے ہیں جن کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ و کرامات بے غایات سے کتابیں بھری ہوئی اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ تذکرہ غوثیہ سے حضرت کے فضائل بخوبی سمجھے جا سکتے ہیں۔

حضرت مرید سیّد اعظم علی شاہ بابری کے وہ مرید سیّد عبداللطیف تبری کے وہ مرید سیّد بالا پیر کے وہ مرید سید محکم الدین مقیم کے وہ مرید سیّد ابوالمعالی کے وہ مرید بہاول شیر قلندر کے وہ مرید شیخ عبدالجلال کے وہ مرید سیّد شاہ محمود کے وہ مرید سیّد نور محمد کے وہ مرید سیّد جلال الدین کے وہ مرید سید شمس الدین کے وہ مرید سیّد شہاب الدین کے وہ مرید سیّد احمد ولی کے وہ مرید سیّد ابوصالح کے وہ مرید سیّد عبدالرزاق کے وہ مرید حضرت پیران پیرؒ کے۔

اور مولانا کو خاندان سہروردیہ میں شاہ فدا حسین شاہ صاحب رسول شاہی سے خرقہ خلافت پہنچا تھا اور خاندان نقشبندیہ میں میاں غلام علی شاہ صاحب دہلوی سے خلافت پائی تھی۔ وفات حضرت کی شب دوشنبہ ۲۶۔ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف پانی پت میں حاجت روائے خلق ہے۔

حضرت کے مریدوں میں سے کئی مرید باکمال ہیں۔ چنانچہ مولانا مولوی امو جان صاحب دہلوی ساکن محلہ رودگران عجیب بانسبت صاحب مذاق مستغرق بمقام فنا فی الشیخ باتصرف صاحب ذوق و شوق کہ فقر میں شان عالی رکھتے تھے اس احقر پر نہایت مہربان ہیں اور انکشاف کرامت سے محترز کہ اپنے کمال کو کسب ملازمت میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلویؒ

قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ مقتدائے روزگار امام زمانہ قطب عہد کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ اور وابستہ محبت الٰہی صاحب تقویٰ، غرق بحر معرفت کہ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی سے آپ کو نسبت تھی اور روحانیت خواجہ احرار سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ کابل سے سمرقند میں تشریف لے جا کر تحصیل علوم ظاہری کیا۔ بعدہٗ خواجہ مکنگی رحؒ کے مرید ہو کر چندے ریاضت شاقہ میں رہ کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ کم سوتے کم کھاتے کم بولتے اور عشاء کے بعد سے تا نماز تہجد دو قرآن ختم کرتے۔ بعد نماز تہجد ایک سو بیس بار سورۂ یٰسین پڑھتے۔ بعد اس کے ذکر اسم ذات میں معروف ہوتے۔ جب آغاز صبح کا ہوتا عرض کرتے کہ الٰہی رات کو کیا ہوا جو جلدی سے گزر گئی۔ تھوڑی دیر رہ گئی۔ بعدہٗ تجدید وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کرتے اور درمیان سنت اور نفل صبح کے ۴۱ بار سورہ مزمل پڑھ کر نماز صبح با جماعت ادا کر کے تا وقت اشراق وظائف میں مشغول رہتے۔ بعد اشراق کے ڈیڑھ پہر دن تک تلاوت قرآن میں مصروف رہتے۔ بعدہٗ حاجت مندوں کی کار برآری فرما کر بوقت دوپہر بعد نماز چاشت تھوڑے قیلولہ فرما کر نماز ظہر ادا کر کے تا بہ ادائے عصر نوافل میں مشغول رہتے۔ عصر سے تھوڑی دیر پہلے حاضرین سے ہم کلام ہوتے۔ بعد عصر کے تا بہ مغرب درود شریف پڑھتے۔ بعد ادائے نماز مغرب و نوافل ہمیشہ تا بہ عشاء طالبانِ خدا کی تربیت فرماتے۔ اکثر روضہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ پر ہوا کرتے تھے۔ آخر روحانیت خواجہ صاحب سے فیضان حاصل کیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے پسر خواجہ محمد عبداللہ حاضر ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں آرسی تھی۔ فرمایا اس کو دیکھ جب انہوں نے آئینہ پر نظر کی ریش مبارک کو سفید دیکھا۔ حالانکہ آپ کی داڑھی سیاہ تھی۔ یہ دیکھ کر پسر متعجب ہوئے آپ نے فرمایا کہ جائے تعجب نہیں کہ یہ نور الٰہی ہے کہ میری ریش پر نمودار ہوا۔

ایک روز حضرت امام کے پیچھے نماز جنازہ پڑھ رہے تھے جب آپ نے الحمد پڑھنی شروع کی روحانیت امام ابو حنیفہؒ آپ کے آگے ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ شیخ میرے مذہب میں بہت علماء اور اولیاء ہیں۔ سب نے باتفاق امام کے

پیچھے الحمد کا پڑھنا موقوف کیا ہے۔ تم بھی ترک کرو۔

مولانا بدرالدین سرہندی کہ خلیفہ امام ربانی مجدد الف ثانی کے تھے اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار دہلی آکر مزار حضرت خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہو کر روبرو مزار کے بیٹھ کر متوجہ ہوا۔ حضرت نے نہایت عنایت سے اپنی نسبت خاص سے کچھ بندہ کو عنایت کیا۔ وہاں سے چل کر مزار حضرت خواجہ قطب الدین کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مجھ کو حکم ہوا کہ آج جو نسبت خواجہ باقی باللہ نے تجھ کو عطا کی ہے وہ نسبت میری ہے۔ وہاں سے چل کر میں حضرت سلطان المشائخ کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہاں سے مجھ کو ارشاد ہوا کہ جو نسبت خواجہ باقی باللہ نے عطا کی ہے، وہ عاشقی اور نیاز مندی سے متعلق ہے۔ اور میری نسبت محبوبیت غالب ہے۔ مجھ کو وہی نسبت کافی ہے۔ دہلی سے چل کر میں اجمیر شریف آیا۔ جب روضہ حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوا اور میں متوجہ ہوا۔ فرمایا کہ وہ نسبت جو تجھ کو باقی باللہ سے حاصل ہوئی ہے وہ مجھ سے ہے۔

میں نے عرض کیا کہ خواجہ باقی باللہ نے کبھی نہیں فرمایا کہ مجھ کو نسبت خواجگان چشت سے ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میں نے خدمت خواجہ یوسف ہمدانی سے نسبت پائی وہ شعر بہ شوق و ذوق دفن تھے۔ وہ نسبت قطب الدین بختیار کاکی کو کو حاصل ہوئی۔ اور خواجہ قطب الدین کی روحانیت سے وہ نسبت خواجہ باقی باللہ کو حاصل ہوئی۔ آخر حق بحق دار رسید۔

وفات حضرت کی دو شنبہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار پُر انوار بیرون فصیل شاہجہان آباد نہر جدید سے پار متصل دوگانہ قدم شریف زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت غلام علی شاہ دہلوی سے روایت ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بندہ برائے زیارت روضہ شریف خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوا اور توجہ کی۔ دیکھا کہ حضرت مزار سے باہر تشریف لائے۔ موسم گرما میں وقت دوپہر کا تھا۔ چونکہ حضرت کے مزار پر سایہ نہیں ہے بسبب گرمی کے میں پریشان ہو گیا اور اٹھ کر چلا آیا۔ اس روز سے نہایت افسوس میں ہوں۔ اس لئے کہ حضرت کی ذراسی توجہ سے میں اپنے میں بہت ترقی دیکھتا ہوں۔ اگر زیادہ نصیب ہوتی تو اور زیادہ ترقی ہوتی۔

ایک طالب علم مدت سے آپ کے فیضان کے لئے مزار پر مشغول تھا۔ ایک روز اس سے فرمایا کہ تو یہاں کیوں پڑا ہے اس نے عرض کیا کہ طالب خدا و نیز طالب فیضان حضور ہوں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ ہمارے مرید شہر میں میں ہیں تو ان کے پاس جا تیری مطلب برآری ہوگی۔ چنانچہ وہ شخص حضرت شاہ ابو سعید کے پاس آکر مرید ہوا اور کل کیفیت بیان کی۔

نقل ہے کہ ایک طالب آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں طالب معرفت الٰہی ہوں۔ فرمایا کہ چند روز رہ کر کسب نقشبندیہ کر۔ خدا فضل کرے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں بے مشقت چاہتا ہوں۔ مجھ سے محنت نہ ہو

سکے گی۔ اگر آپ کی درگاہ سے محروم گیا تو معلوم کروں گا، کتب صوفیہ میں جو بزرگوں کے حالات لکھے ہیں وہ ایک ڈھکوسلہ ہیں۔ یہ سن کر آپ کو جلال آیا اور اس کی طرف دیکھا۔ معاً بے ہوش ہو گیا۔ جب آفاقہ ہوا اپنے مریدوں سے فرمایا کہ یہ شخص اُمی ہے۔ اس پر خدا نے فضل کیا جس علم میں چاہو بحث کرو۔ چنانچہ امتحان میں پورا اترا۔ اور ہوا پر پرواز کر کے نظرِ مردماں سے غائب ہو گیا۔

نقشہ سلسلہ پیران حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ و سن وفات	جائے مزار	کیفیت
۱	حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضؓ	۲۲۔ جمادی الآخر سنہ ۱۳ھ	مدینہ منورہ	"
۲	حضرت محمد بن حضرت ابو بکر صدیق رضؓ	" "	"	"
۳	حضرت قاسم بن محمد	سنہ ۱۰۲ھ	مدینہ منورہ	"
۴	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	دوشنبہ ۱۵۔ رجب سنہ ۱۴۹ھ	"	"
۵	حضرت بایزید بسطامی رحؒ	جمعہ شعبان سنہ ۱۳۶ھ	بسطام	"
۶	خواجہ ابو الحسن خرقانی رحؒ	سنہ ۴۲۵ھ	"	"
۷	خواجہ ابو علی فارمدی رحؒ	سنہ ۴۷۰ھ	"	"
۸	خواجہ یوسف ہمدانی رحؒ	سنہ ۵۳۴ھ	ہرات	"
۹	خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحؒ	سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان	"
۱۰	خواجہ محمد عارف ریوگری رحؒ	سنہ ۷۱۵ھ	ریوگر	"
۱۱	خواجہ محمود فغنوی رحؒ	سنہ ۷۱۷ھ	"	"
۱۲	خواجہ عزیز علی رامتینی رحؒ	سنہ ۷۲۱ھ	خوارزم	"
۱۳	خواجہ محمد بابا سماسی رحؒ	سنہ ۷۵۵ھ	قصبہ سماس	"
۱۴	خواجہ امیر کلال رحؒ	پنجشنبہ جمادی الاوّل سنہ ۷۷۲ھ	سوخار	"
۱۵	خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحؒ	۳ ربیع الاوّل سنہ ۷۹۱ھ	قرب بخارا	"
۱۶	خواجہ علاؤ الدین عطار رحؒ	۲۔ رجب سنہ ۸۰۲ھ	حغانیا	"
۱۷	مولانا یعقوب چرخی رحؒ	سنہ ۸۵۱ھ	بلغنو	"

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ و سن وفات	جائے مزار	کیفیت
۱۸	خواجہ عبیداللہ احرار رح	غرہ محرم سنہ ۸۹۵ھ	سمرقند	..
۱۹	مولانا زاہد ولی رح	سنہ ۹۳۶ھ	رخش	..
۲۰	مولانا درویش محمد رح	سنہ ۹۷۰ھ	موضع اسفرار	..
۲۱	خواجہ محمد امکنگی رح	سنہ ۱۰۰۸ھ	قصبہ امکنگ	..
۲۲	خواجہ باقی باللہ رح	سنہ ۱۰۱۲ھ	دہلی	..

دوسرا سلسلہ پیران خواجہ باقی باللہ اس طرح پر ہے :-

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ و سن وفات	جائے مزار	کیفیت
۱	حضرت علی مرتضیٰ رض	۲۱۔ رمضان سنہ ۴۰ھ	نجف اشرف	..
۲	خواجہ حسن بصری رح	۵۔ محرم سنہ ۱۱۱ھ	بصرہ	..
۳	خواجہ حبیب عجمی رح	۳۔ ربیع الاول سنہ ۱۵۶ھ	.	..
۴	خواجہ داؤد طائی رح	سنہ ۱۶۳ھ	..	..
۵	خواجہ معروف کرخی رح	۲۔ محرم سنہ ۲۰۰ھ	کرخی	..
۶	خواجہ سری سقطی رح	۳۔ رمضان سنہ ۳۰۳ھ	بغداد	..
۷	خواجہ جنید بغدادی رح	۲۷۔ رجب سنہ ۱۰۱۲ھ	"	..
۸	خواجہ ابو علی رودباری رح	سنہ ۳۲۲ھ	رودبار	..
۹	خواجہ ابو علی کاتب رح	سنہ ۳۵۶ھ	..	..
۱۰	خواجہ عثمان مغربی رح	سنہ ۳۷۳ھ	نیشاپور	..
۱۱	شیخ القاسم گرگانی رح	سنہ ۴۵۰ھ	گرگان	..
۱۲	شیخ ابو علی فارمدی رح	سنہ ۴۷۰ھ	..	..
۱۳	خواجہ یوسف ہمدانی رح	سنہ ۵۰۳ھ	ہرات	..
۱۴	خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح	سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان	..
۱۵	خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رح	سنہ ۷۶۱ھ	قریب بخارا	..

باقی بزرگوں کے حالات پہلے نقشہ میں لکھے گئے ہیں ۔

حضرت شیخ احمد مجدّد الف ثانی

فاروقی کابلی سرہندی قدس سرّہ

آپ عالم علوم ظاہری و باطنی میں قطب وقت غوثِ عہد گزرے ہیں۔ جامع الکرامات صاحب ولایت، عامل، سنت جماعت، وارث کمال نبویہ مزین اطوار احمدیہ نقشبندیہ امام طریقت، مقتدائے حقیقت، پیشوائے طریقت نقشبندیہ مجدّدیہ کہ مظہر کرامت اولاد سے عمر فاروق کی تھی۔ لکھا ہے کہ حضرت کو سلسلہ نقشبندیہ میں ارادت خواجہ باقی باللہ سے تھی۔ ان کو طریقہ قادریہ میں شاہ سکندر کیتھلی اور سلسلہ صابریہ چشتیہ میں مخدوم عبداللہ اور سلسلہ سہروردیہ میں بھی مخدوم عبداللہ سے فیضان حاصل تھا۔

لکھا ہے کہ حضرت ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ بدرالدین نقشبندیہ سے روایت ہے کہ عالم خورد سالی سے اظہار کرامت شروع ہونے لگے تھے۔ شیخ محمد نعمان کہتے ہیں کہ میں نے ایک معاملہ میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا با حضرت صدیق اکبر تشریف لائے اور آنحضرتؐ نے ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ نعمان سے کہو کہ جو مقبول شیخ احمد کا ہے وہ مقبول میرا ہے۔ جو مقبول میرا ہے وہ خدا کا مقبول ہے۔

سید محمد صالح کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ کو حضرت نے طرف بہرائچ کے بھیجا اور فرمایا کہ راستہ میں سورہ کہف بہت پڑھنا۔ اگر مشکل پیش آئے تو مجھے یاد کرنا۔ جب میں چلا راستہ بھول گیا۔ ایک جنگل ویرانہ میں جا پڑا۔ ایک شیر چاہتا تھا کہ مجھ پر حملہ کرے۔ میں نے حضرت کا نام لیا۔ اسی وقت حضرت بذات خود پیدا ہوا اور شیر کو بھگایا اور میں نے اور میرے ہمراہیوں نے شیر سے خلاصی پائی۔

نقل ہے کہ ایک روز شیخ احمد مسجد میں بیٹھے حلقہ کر رہے تھے۔ مریدوں کی تعلیم میں متوجہ تھے کہ شاہ سکندر کیتھلی تشریف لائے اور خرقہ قادریہ شیخ احمد کو دیا۔ اسی معاملہ میں ان کو خیال پیدا ہوا کہ میں مرید خاندان نقشبندیہ کا ہوں اور نسبت قادریہ نے مجھ کو گھیرا۔ ایسا نہ ہو کہ پیران نقشبندیہ ناراض ہوں۔ اسی وقت دیکھا کہ حضرت غوث اعظمؒ اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ اور خواجہ عبدالباقیؒ و خواجہ معین الدین چشتیؒ و شیخ شہاب الدین سہروردیؒ و شیخ نجم الدین کبریؒ و مدار صاحبؒ پیران عظام تشریف لائے اور سب نے آپ کو اپنا خلیفہ کیا۔

اس روز حضرت صبح سے ظہر کے وقت تک مراقبہ میں رہ کر اس حال کو دیکھتے رہے۔

نقل ہے کہ قید ہونے سے چند روز پہلے آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا تھا کہ مجھ پر کوئی بلا آنے والی ہے، اس لئے کہ ترقی مقامات ولایت مجھ کو ہوتی ہے۔ اب ضرور مجھ پر کوئی بلا نازل ہوگی۔ چنانچہ جب قید ہوئے ہزاروں قیدی کفار آپ کے ہاتھوں مسلمان ہوگئے۔ مگر حالت قید میں بادشاہ کے واسطے کبھی بددعا نہ کی۔ بلکہ منع فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ نے جو مجھ کو قید کیا خوب ہوا۔ اس لئے کہ کئی ہزار آدمی دولت دین سے مشرف ہوگئے۔ اور میرے مقامات میں ترقی ہوئی ہرچند مرید چاہتے تھے کہ بادشاہ کے واسطے بددعا کریں آپ منع فرماتے۔ یہ ذکر عہد نورالدین جہانگیر بادشاہ کا ہے۔

کاتب کی رائے یہ ہے کہ بے شک حضرت قطب الوقت، واصل حق اور منصف مزاج تھے اس لئے کہ بادشاہ کی جو حالت تھی اظہر من الشمس تھی۔ مگر اس وقت کے علمائے ہند کو آپ سے نفاق تھا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدثؒ سے چند روز آپ کا نفاق تھا اور تمام شیعہ مع نورجہاں بیگم کے آپ کے دشمن تھے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ لوگ باعث تخریب تھے۔ پس یہ قید ہونا اور جو بے ادبی ظہور میں آئی وہ صرف ایمائے شیعہ سے تھی۔ حضرت از راہ کشف بادشاہ کی ضمیر سے واقف تھے کیونکر بددعا دیتے اس لئے کہ بادشاہ کو اس میں بے گناہ سمجھتے تھے۔ مگر آخر میں خاندان کے ایک مرید نے کہ جس کا نام لکھنا مناسب نہیں سمجھا جاتا اس نے آپ کا بدلہ جہانگیر کی اولاد سے لیا۔

الغرض آمدم برسر مطلب چونکہ یہ خاندان تیموریہ ہمیشہ سے خادم الفقراء مشہور ہے اور آخر کو بعد دو سال کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے صفائی کل ہوگئی تھی، بادشاہ نے حضرت کو روبرو بلا کر جو بے ادبیاں کہ علمائے شیعہ کے کہنے سے ہوئی تھیں ان کا عذر چاہا اور بہت اکرام کیا۔ یہاں تک کہ حضرت کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہ فرماتے تھے اور شہزادہ خرمؔ کو آپ کا مرید کر دیا۔ اس روز سے تا عہد عالمگیر بادشاہ اکثر امرائے شاہی آپ کے سلسلہ ارادت میں آتے رہے۔ آپ فرماتے تھے کہ قیامت تک جو میرے سلسلہ میں مرید ہوں گے ان کی خبر مجھ کو ملا کرے گی اور جو میرے سلسلہ میں ہے وہ آتش دوزخ سے آزاد ہے اور مجھ کو بشارت دی گئی ہے کہ مہدی آخرالزماں میرے طریقہ میں ہوں گے۔ حضرت کے فضائل حضرت کے مکتوبات سے ظاہر ہیں۔

دوسرا سبب آپ کے قید ہونے کا یہ ہے کہ آپ نے ایک رسالہ رد روافض میں تحریر فرمایا تھا۔ وہ لوگ حضرت کے بہت دشمن تھے۔ چونکہ نورجہاں بیگم بھی شیعہ تھی پس یہ لوگ بھی باعث آپ کی تحقیر کا ہوگئے ہیں۔ میرے نزدیک یہ قید ہونا گویا حضرت کی حکمت تھی۔ ایک تو اس قید میں ترقی مقامات کا ہونا۔ دوسرے شہزادہ اور امراء کا حلقہ ارادت میں آنا ورنہ ایک بادشاہ کیا اگر ہفت اقلیم کے بادشاہ جمع ہو کر آپ کو ضرر پہنچانا چاہتے ہرگز ممکن نہ تھا اس واسطے کہ عارف قید میں نہیں آسکتے۔ آپ کا درجہ تو اعلیٰ تھا۔ آپ کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلامانِ غلام سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں اور ان کے مزارات سے ہنوز جاری ہیں۔

نقل ہے کہ ایک شخص شہرہ کرامت حضرت کا سن کر داخل سرہند ہوا۔ وقت شب کا تھا۔ آپ کی خدمت میں نہ حاضر ہو سکا۔ آپ کے کسی دشمن کے گھر ٹھہر کر آپ کا حال دریافت کیا۔ اس نے برعکس جواب دیا بلکہ سخت کلمات کہے۔ جب آدھی رات گزری وہ صاحب خانہ مر گیا۔ یعنی اس کا کوئی دشمن پہنچا اور سوتے کو ہلاک کیا۔ صبح وہ شخص جب حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اسے گلے لگایا اور فرمایا کہ تو جس شخص کے گھر رات کو رہا تھا اس نے جو کچھ کہا تھا۔ آخر اس نے اپنی سزا پائی۔

نقل ہے کہ شیخ الاسلام مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی اوائل میں آپ کے دشمن تھے۔ ایک شب آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ آیت قل اللّٰھم ثم در ہم پڑھتے ہیں۔ یہ سنتے ہی مولوی کے دل میں آپ کا شوق پیدا ہوا۔ جب بیدار ہوا تو اپنے دل کو ذاکر پایا۔ اور چند روز آپ کے تصور میں ذکر حق کرتا رہا۔ آخر حاضر خدمت ہو کر مرید ہوا۔

شیخ عبدالخالق فرماتے ہیں کہ ایک سید دشمن معاویہ تھا۔ ایک روز شیخ کے مکتوبات کو دیکھ رہا تھا۔ جب تعریف معاویہ کی دیکھی مکتوبات کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور اس کے دونوں کان پکڑ کر فرمایا او بے ادب! تو میرے کلام پر اعتراض کرتا ہے۔ اگر تجھ کو یقین نہیں تو آ تجھ کو علی مرتضیٰ کی خدمت میں لے چلتا ہوں۔ چنانچہ کشاں کشاں اس کو بحضور علی مرتضیٰ لے گئے۔ اور عرض کی یہ شخص تعریف معاویہ سے مجھ پر تعرض ہے۔ میری کتاب پھینک دی کیا ارشاد ہوتا ہے۔ جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ ہرگز اصحاب پیغمبر خدا سے عداوت نہ کرنی چاہیئے۔ اور جو شیخ احمد نے کہا، حق ہے۔ یہ سن کر وہ سید متحیر ہوا اور کچھ دلیل کرنے لگا۔ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ ابھی دل اس جاہل کا نور صحت سے منور نہیں ہوا ہے۔ اس کے سینہ پر ایک سیلی مارو کہ یہ توبہ کرے۔ چنانچہ حضرت نے ایک سیلی اس کے سینہ پر ماری اور اس نے توبہ کی۔ صبح جب وہ بیدار ہوا تو اس کے سینہ پر سیلی کا نشان تھا۔ حضرت کی خدمت میں آ کر مرید ہوا۔

نیز روایت ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ احمد صاحب دونوں بزرگوں میں نزاع تھی۔ ایک روز میں شیخ محدث کی خدمت میں گیا اور اپنے شیخ کی کرامت پیش کی۔ انہوں نے انکار کیا۔ میں نے کہا بزرگان دین اور عارفان حق سے عداوت خوب نہیں۔ ہمارا تمہارا منصف قرآن ہے۔ ہم تم وضو کریں اور قرآن کھولیں جو آیت نکلے اس کے موافق عمل کریں چنانچہ قرآن شریف کھولا یہ آیت نکلی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ اسی وقت شیخ محدث تائب ہوئے اور وہ جھگڑا موقوف ہو گیا۔

شیخ جان محمد جالندھری فرماتے ہیں کہ میں سلسلہ قادریہ میں شیخ کا مرید ہوا۔ ایک شب حضرت کی خدمت میں حاضر تھا یہ دل میں گزرا کہ میں سوال کروں کہ مجھے زیارت غوث الاعظمؓ کی تمنا ہے۔ شیخ نے نور باطن سے میرے دل کا حال معلوم کر کے میرا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو کر فرمایا کہ جان محمد قطب تارے کو جانتا ہے۔ میں نے انگلی سے بتایا۔ اس وقت ایک شخص ستارے سے خرقہ سیاہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار اس سے جدا ہو کر جلدی سے شیخ کے روبرو آیا۔ شیخ نے آداب

عرض کیا اور مجھ سے فرمایا کہ غوث اعظم ہیں۔ حضرت کی زیارت کر لے۔ جب میں زیارت کر چکا حضرت غوث اعظمؒ جس طرح تشریف لائے تھے اسی طرح واپس چلے گئے۔

ملا شیخ میرک فرماتے ہیں کہ ایک بار میں سرہند میں پہنچا اور شیخ سے ملنے کا ارادہ کیا کہ اگر شیخ کامل ہے تو میرے چاروں سوالوں کا جواب دے گا۔

اوّل یہ کہ شیخ اپنے کو صدیق اکبرؓ سے افضل کہتا ہے۔ اگر اس سے پاک ہے تو میری تسلی کرے گا۔

دوم میں نے سنا ہے کہ جو خواجہ باقی باللہ بے اجازت اپنے پیر کے مرید کرنے لگے تھے اس کا جواب بھی مجھ کو شافی ملے گا۔

سوم میرے باپ دادا کا حال ظاہر کرے گا

چہارم خواجہ خاوند محمود بخاری سے کیا اعتقاد ہے بیان کرے گا۔

ہنوز میرا یہ خطرہ پورا نہ ہوا تھا کہ شیخ نے اپنے سرہانے سے ایک جزو نکال کر مجھ کو دیا اور فرمایا کہ پڑھ اور فرمایا کہ دیکھ اس جزو سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں اپنے کو خلیفہ پیغمبر پر فضیلت دیتا ہوں۔ میں نے دیکھ کر نہیں معلوم ہوتا فرمایا کہ جو کچھ واقع ہوتا ہے یہ ہے باقی دشمنوں کی افترا پردازی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ خاوند محمود بخاری یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ خواجہ باقی باللہ کو اجازت مرید کرنے کی اپنے پیر سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایک روز خواجہ امکنگی خربوزہ کھا رہے تھے اور قاشیں کر کے اپنے مریدوں کو دے رہے تھے مگر خواجہ باقی باللہ کو نہیں دیا۔ حاضرین نے کہا کہ خواجہ باقی باللہ کو بھی مرحمت ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ثابت ایک خربوزہ اس کو دے دیا ہے۔ خواجہ باقی باللہ یہ سن کر خوش ہوئے اور سمجھے کہ شیخ نے مجھ کو اجازت مرید کرنے کی دے دی۔ اس کے خواب میں میں نے کہا، اس طرح نہیں ہے۔ میں نے اپنے پیر سے اور دوسرے بزرگوں سے نہیں سنا بلکہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ خواجہ باقی باللہ کو اجازت اور خلافت دے دی ہے۔ مگر وہ قبول نہ فرماتے تھے کہ میں اس بارگراں کے اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ مگر خواجہ امکنگیؒ نہ مانے اور فرمایا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی اور یہ کام تجھ کو کرنا ہوگا۔ اس وقت کئی بوڑھے آدمی اور بھی موجود تھے انہوں نے بھی تصدیق کی۔ یہ سن کر خواجہ خاوند محمود نے فرمایا کہ میں نے بھی سنا ہے۔

میرے چوتھے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خواجہ خاوند محمود میرے پیرزادہ کی اولاد خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی ہیں۔ پس چاروں سوالوں کے جواب پا کر میں معتقد اور مرید ہوا۔

چنانچہ فقیر نے اپنے مرشد سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ دہلی میں بائیس قطب اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ ان میں خواجہ باقی اللہ بھی ہیں۔ میں نے بھی روحانیت حضرت سے فیضان حاصل کیا اور سلسلہ نقشبندیہ میں بلا واسطہ روحانیت حضرت

سے اجازت ہے۔ ایک زمانہ میں یہ کاتب بھی ایک روز روضہ عالیہ پر حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوا۔ جو فیض اور مذاق حاصل ہوا بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ غدر سے پہلے بشارت دی تھی کہ تو دہلی سے چلا جا اور مالوہ کو جانا ہوگا۔ میں نے اپنی بدنصیبی سے اس پر عمل نہیں کیا۔ جب مالوہ پہنچا وہاں قبولیت عظیم ہوئی۔ جب سمجھا کہ حضرت پہلے ہی آگاہ کر چکے تھے یہ قبولیت حضرت کے طفیل ہے۔

نقل ہے کہ غلام علی شاہ دہلوی عالم بے بدل و درویش بے مثل اور سلسلہ قادریہ میں مرید شاہ کمال کیتھلی کے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ احمد مجدّد الف ثانی حلقہ مریدوں میں تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے کہ حاضرین حلقہ سے ایک شخص کے گلے میں طوق کفر پڑا ہوا ہے۔ مگر راہ راست پر آ جائے گا۔ یہ سن کر تمام مرید کانپ اٹھے کہ نہ معلوم ہم میں سے کون ہے۔ اور اس کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ طاہر ہے۔ یہ سن کر حاضرین کو اور بھی تعجب ہوا۔ آخر بعد چند مہینے کے شیخ طاہر ایک ہندو عورت پر عاشق ہوا اور ترک لباس اسلام کر کے زنار گلے میں ڈالا۔ چونکہ شیخ طاہر سے آپ کو محبت تھی یہ حال سن کر بہت رنجیدہ ہوئے۔ آپ کے دونوں صاحبزادوں نے ایک وقت عرض کیا کہ ہمارے استاد کا کفر کے دریا میں سر ڈوب گیا ہے اگر آپ توجہ فرمائیں تو وہ پھر مسلمان ہو۔ جو ہونا تھا سو ہوا۔ جب صاحبزادوں نے بہت اصرار کیا، آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی غوث اعظم رح نے فرمایا ہے کہ جس کسی کے تیئں کسی کار پر قدرت نہ ہو وہ اگر توسل میرا درمیان لائے تو اللہ تعالیٰ وہ اس کی حاجت پوری کرے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اپنے دوستوں کے طفیل سے شیخ طاہر کو اس بلا سے نکال۔ اسی وقت شیخ طاہر کی مستی اور وہ عشق مزاجی دور ہوئی۔ اسی وقت آپ کی خدمت میں آ کر دوبارہ مشرف باسلام ہو کر مرید ہوئے۔

سید غلام علی شاہ دہلوی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جنید بغدادی رح، غوث اعظم رح اپنی اپنی صدی میں مجدد اور محی الدین ہوئے ہیں۔ پس گیارھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد کو مجدد دین اسلام پیدا فرمایا۔ چنانچہ مجدد الف ثانی و قیوم ربانی و محبوب سبحانی و امام ربانی و قطب آپ ہی ہیں۔

صاحب روضۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ شیخ احمد سے دو خوارق ایسے ہیں کہ قیامت تک زمین پر یادگار رہیں گے۔ ایک تو آپ کے مکتوبات اور دوسرے رسالہ کہ جس میں حقائق اور معارف برملا درج ہیں۔ دوسرے آپ کے فرزند کہ جن کو آپ نے اپنے کمال سے مثل اپنے کر لیا تھا۔ ایک خواجہ محمد صادق دوسرے شیخ احمد سعید۔ تیسرے شیخ محمد معصوم چہارم شیخ محمد اشرف۔ پنجم محمد فرخ۔ ششم محمد عیسیٰ۔ ہفتم شیخ محمد یحییٰ مشہور بہ شاہ جی۔ ان صاحبوں میں سے شیخ احمد سعید اور محمد معصوم صاحب سجادہ ہوئے۔

وفات حضرت کی بروز سہ شنبہ وقت صبح سلخ ماہ صفر ۱۰۳۴ھ میں ہوئی۔ مزار سرہند میں زیارت گاہ خلائق و حاجت روائے مریداں ہے۔

اس کی تصدیق کی جاوے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص بُرقعہ پوش نورانی آیا۔ یہ سب بزرگ تعظیم بجالائے اور اس شخص کے قدم چومے۔ نووارد نے آہستہ با ادب ان کی تصدیق کی۔ بعد تصدیق کے وہ بُرقع پوش جس طرف سے تشریف لائے تھے واپس تشریف لے گئے۔ یہ تینوں حضرات عثمان غنی کے مشکور ہوئے اور فرمایا کہ رُوح پاک خلیفہ ثالث کی تھی برائے تصدیق روایت تشریف لائے تھے۔ وفات خواجہ ملا حسین کی ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر ریاست محلہ کوجڑ میں ہے۔

حضرت خواجہ خاوند حضرت ایشاں

قدس سرّہٗ

آپ ولی مادر زاد قطب الارشاد صاحب حال وقال عاشق ذوالجلال مظہر کمال بن میر سیّد شریف بن خواجہ میر محمد بن تاج الدین حسن بن خواجہ علاؤ الدین عطار اور مرید خواجہ ابو اسحٰق سفید کے اور روحانیت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے بھی اویسی طریقے پر فیضان تھا اور سلسلہ آپ کا خواجہ جنید بغدادیؒ سے مل جاتا ہے۔ بیس برس کی عمر میں وخش میں آکر مقیم ہوئے۔ ایک روز مجلس باقی بیگ حاکم وخش میں بیٹھے تھے کہ بہت بد مزاج اور منکر اولیا تھا۔ آپ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ وہ لوگ جو اپنے کو خواجہ زاں کہتے ہیں خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کی ناک اور کان کاٹ کر شہر میں تشہیر کیا جائے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ میں امیدوار ہوں کہ ننگ خاندان و دشمنانِ بزرگاں کے ناک کان کٹیں۔

چنانچہ بعد ایک ہفتہ کے میر شکار شاہ بخارا کا مع جانورانِ شکاری وخش میں آیا۔ ایک ضعیفہ کی بکری زبردستی لے لی۔ اس پر حاکم وخش نے میر شکار کو خوب پٹوایا۔ اس نے بخارا پہنچ کر بادشاہ سے استغاثہ کیا کہ حاکم وخش نے مجھ کو پٹوایا اور مال سرکاری چھین لیا۔ یہ سن کر شاہ برہم ہوا اور باقی بیگ حاکم وخش کو بلا کر اس کی ناک اور کان کٹوا دیئے۔ اس منکر اولیا نے اپنی سزا پائی۔

پس جب عبداللہ خاں شاہ بخارا اور شاہ پسر عبدالمومن نے انتقال کیا حضرت وہاں سے کشمیر میں آکر جمیل بیگ حاکم کشمیر کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ بہت کچھ رجوع خلائق ہوئی۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ تا حال آپ کی اولاد کشمیر میں موجود ہے۔ بعدہٗ اکبر آباد، لاہور اور دہلی میں بھی چندے رہے۔ بعدہٗ شاہانِ جد راقم پہلے از عہد حضرت اکبر اعظم تا بہ حضرت شاہجہاں کا حضرت کا اعزاز نہایت رہا۔ اور جو دعا کرتے تھے فوراً بارگاہ ایزدی میں مستجاب ہوتی تھی۔ چنانچہ

دو بار بارش کے واسطے دُعا کی اور پانی برسا۔

نقل ہے کہ جب اشرف بیگ برادر عوض بیگ کابل جانے لگا حضرت نے کسی کار کے واسطے ارشاد فرمایا۔ اُس نے سُستی کی۔ آپ اس سے مکدر خاطر ہوئے۔ وہ تپ کہنہ میں مبتلا ہوئے اور مقیاس حرارت کا روز بروز زیادہ ہونے لگا۔ آخر اُس کو حضرت کی خدمت میں لائے اور دُعائے صحت چاہی۔ حضرت نے تکبیر فرما کر ارشاد کیا اگر خدا چاہے گا صحت ہوگی۔ لوگ سمجھے کہ شفا کے واسطے فرمایا اس کو پھر گھر میں لے گئے۔ اس کا گھر قریب خانقاہ تھا۔ جب رات ہوئی یکایک اس کے گھر سے رونے کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ اشرف بیگ مرگیا۔ اسی وقت اس کا برادر روتا پیٹتا آیا اور عرض کی خواجہ نقشبند نے مردوں کو زندہ کیا میں بھی امیدوار ہوں کہ میرا برادر زندہ ہو۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ گھر جا کر دیکھو کہ شاید زندہ ہو۔ یہ فرمارہے تھے کہ رونے کی آواز موقوف ہوئی اور خبر آئی کہ اشرف بیگ نے آنکھ کھولی۔ حضرت کی توجہ سے دو تین روز میں صحت ہوئی۔

ایک بار حضرت عیدگاہ لاہور میں بروز عید تشریف فرما تھے۔ نمازی جمع ہو چکے تھے مگر صوبیدار لاہور کا انتظار تھا۔ اثناء ذکر میں آخر وقت نماز کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وقت آخر وقت تا بہ زوال ہے۔ ملا ابو صالح لاہوری نے انکار کیا اور بے ادبی کا سخن زبان پر لایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے آفتاب حیات تیر زہر ممات آگیا۔ چنانچہ ملا بعد نماز کے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو چلا کہ گھوڑا بگڑا اور ملا گرا اور گردن کا منکا ٹوٹا بمشکل اپنے گھر پہنچا اور جانا کہ یہ شامت اس بے ادبی کی ہے۔ آخر قاضی نور الدین و شیخ الاسلام میر حسین کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر عفو قصور چاہا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب مجبوری ہے۔ تیر بہدف پہنچ چکا۔ میں اگرچہ راضی ہوا مگر میرے خواجگان راضی نہیں۔ آخر ملا اسی روز مرگیا۔

ایک بار ملا ذہنی شاعر کشمیر تاریخ خانقاہ لکھ کر لایا۔ اُس وقت ہجوم خلائق تھا اس کو پیش نہ کر سکا۔ جب چلا حضرت نے پکار کر فرمایا کہ ملا جو کاغذ تیری جیب میں ہے دیتا جا کہ اس وقت سے بہتر کون وقت ہوگا۔ ملا متعجب ہوا اور پرچہ تاریخ پیش کیا۔

خواجہ معین الدین فرماتے ہیں کہ انتقال سے پندرہ روز پہلے بعد از نماز عصر نواب افتخار خاں عالی جاہ کے مرید حضرت کا تھا اس کو فرمایا کہ بعد پندرہ روز کے میرا سفر آخرت ہے۔ جب سولہواں روز ہوا بعد نماز مغرب کئی بار یہ شعر پڑھا۔

الٰہی غنچۂ امید بکشا	گلے از روضۂ جاوید بنما

اور عشاء سے پہلے سر سجدہ میں رکھ کر سفر فرمایا۔ اس وقت حضرت شاہجہاں بادشاہ لاہور میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے انتقال کی خبر سن کر میاں سید جلال الدین صدر صدور لاہور کو حکم دیا کہ تم جا کر میری طرف سے اہتمام تجہیز و تکفین کر دو۔ پس جب برائے غسل میت مبارک کو تختہ پر لٹایا۔ قریب تھا کہ تہ بند کی گرہ کھل جائے۔ حضرت نے دونوں ہاتھوں سے اپنا تہ بند پکڑ لیا۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام حاضرین نے اقرار کیا کہ اولیاء اللہ لا یموتون۔ پس جب لحد میں رکھا اور برائے زیارت چہرہ مبارک سے کفن اٹھایا تو ہر دو لب اس طرح جنبش کرتے تھے کہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔ بعدہ نواب سعید نے آپ کا مقبرہ

ہوا پایا۔ انتقال آپ کا ۱۱ شعبان سنہ ۱۰۵۲ھ میں ہوا۔ مزار لاہور میں ہے۔

بعد انتقال کے ہزاروں کرامتیں ظہور میں آئیں۔ حکام لاہور سے ایک شیعہ تھا۔ اُس نے گنبد کو گرانا چاہا۔ آخر اُس کی بیٹی نے اس کو قتل کیا۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔ خواجہ تاج الدین خاوند و خواجہ خاوند احمد و خواجہ خاوند محمد و خواجہ خاوند معین الدین صاحب کتاب رضوانی کہ شاگرد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تھے و خواجہ خاوند قاسم و خواجہ بہاؤ الدین خاوند مجاور مزار والد ہے اور خلیفہ آپ کے یہ ہیں:

خواجہ احمد پسر والد و خواجہ عبدالرحیم نقشبندی کی اولاد سے خواجہ حسن عطار کے تھے۔ دوسطیہ خلاؤ الدین عطار کے و خواجہ سید یحییٰ کہ اولاد سے شاہ شجاع کرمانی کے تھے و خواجہ محمد امین وحیدی و خواجہ عبدالعزیز وحیدی و خواجہ باقی نرسونا خواجہ شادمان قابلی و مرزا ہاشم برادر خواجہ دیوانہ بلخی کہ مرشد سبحان قلی خان شاہ بلخ کے تھے و خواجہ لطیف بدخشی مزار ابراہیم برادر میر نعمان مجددی و خواجہ باندی کشمیری و خواجہ حاجی طوسی و حاجی ضیاء الدین و خواجہ ابوالحسن سمرقندی و مولانا پائندہ حارثی و خواجہ ابوالحسن سمرقندی و مولانا پائندہ حارثی و خواجہ معین الدین فرزند حضرت۔

حضرت حاجی خضر افغانی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد مجدد سرہندی کے اور بہلول پور علاقہ سرہند میں رہتے تھے۔ پہلے شیخ احمد کے والد کی صحبت میں رہ کر کمالات حاصل کئے۔ بعدہٗ بخدمت شیخ احمد کمال ولایت مشرف ہو کر تمام اقالیم کی سیر کی۔ لکھا ہے کہ ایک بار شیخ احمد مجدد صاحب نے ابلیس سے یہ پوچھا کہ میرے مریدوں میں سے وہ کون ہے جس پر تو نے دست برد نہ پائی ہو۔ اُس نے کہا حاجی خضر کبھی میرے دام میں نہیں آیا۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۲۵ھ بمقام بہلول میں ہوئی۔

حضرت خواجہ سید آدم بنوری

قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد مجدد الف ثانی کے تھے۔ پہلے حاجی خضر کے تعلیم یافتہ تھے۔ ان کے بعد مجدد صاحب کے مرید ہوئے مگر علوم ظاہری سے ناآشنا تھے کہ ایک روز مراقبہ میں آواز غیب سنی کہ کوئی کہتا ہے تو نے قرآن کیوں نہیں پڑھا۔ آپ نے عرض کی پروردگار تو قادر ہے اب رحمت کر دے۔ اسی وقت ایک دست نورانی پیدا

پیدا ہوا۔ آپ نے سینہ کو مس کیا تمام علوم کھل گئے۔ مولانا بدرالدین تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت پابند سنت اور رفع بدعت میں بہت کوشاں تھے۔ ایک ہزار طلبہ کو آپ کے لنگر سے دو وقت کھانا ملتا تھا۔ آپ سید حسینی اور قصبہ مودہ کے رہنے والے ہیں۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شب سرور عالم کو خواب میں کہ اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر کوئی چیز نکال کر ان کو دے کر فرمایا اس کو کھالے۔ حسب الامر انہوں نے اس کو کھایا۔ دوسری شب کو میری والدہ حاملہ ہوئیں۔ بعد نو ماہ کے میں پیدا ہوا۔ اب مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ میرا وجود عطیہ شاہ رسالت سے ہے۔ آپ ۱۰۵۲ھ میں معہ چند سادات وافغاناں ومشائخ وارد لاہور ہوئے۔ دس ہزار آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ چندے وہاں قیام کیا مگر دشمنانِ اولیاء نے حاکم لاہور کو ورغلایا۔ جب آپ کو خبر ہوئی وہاں سے وطن واپس آکر زیارت کعبہ سے مشرف ہوکر مدینہ طیبہ میں آئے اور وہیں وفات پائی۔

ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ دس ہزار افغان تھے اور فوج شاہی مہم پر تھی۔ بادشاہ کو یہ خوف ہوا کہ یہ لاہور پر قبضہ نہ کرلیں۔ اس وجہ سے وہاں سے چلے آئے یعنی بادشاہ نے نہ ٹھہرنے دیا۔ یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ جب شاہجہاں کہ مرید اور معتقد سلسلہ مجددیہ کا اوپر لکھا گیا ہے تو پھر بدگمانی کجا۔

شیخ محمد شریف فرماتے ہیں کہ میں نے اور دوسرے یاروں نے آپ کی پیشانی پر اسم ذات لکھا دیکھا۔ ایک روز ہم نے اس معاملہ کو دریافت کیا، آپ نے اس کا اظہار منع فرمایا۔ اسی روز سے وہ نظر مردماں سے پوشیدہ ہوگیا۔

شیخ صالح کہتے ہیں کہ جب میں آپ کے طریقہ میں مرید ہوا تو میں نے کہا کہ افسوس ہے کہ اگر میں پہلے پیدا ہوتا اور کسی بزرگ طریقہ میں مرید ہوتا تو بہتر ہوتا۔ اب طریقہ متاخرین مجددیہ میں مرید ہوا ہوں۔ کیا فائدہ ہوگا۔ اسی شب کو میں نے دیکھا کہ درویش ہر طریقہ کے اپنے مریدوں سمیت آئے اور مجھ سے مصافحہ کرکے کہا کہ تو سعادت مند ہے کہ طریقہ مجددیہ میں مرید ہوا۔ گو یہ طریقہ آخری ہے مگر متقدمین سے بہتر ہے۔ جب آنکھ کھلی بہت خوش ہوا۔ صبح جب حاضر ہوا فرمایا کہ الحمد للہ تیری تسلی ہوگئی۔

شیخ غلام محمد سہارنپوری کہتے ہیں ایک بار مجھ سے فرمایا کہ جس مشکل میں تو مجھے یاد کرے گا میں تیری امداد کروں گا۔ چنانچہ سفر قندھار میں رہزنوں نے مجھ کو گھیرا۔ میں نے آپ کی طرف توجہ کی۔ اسی وقت آپ کو بچشم ظاہر دیکھا۔ آپ کی ہیبت سے راہزن بھاگ گئے۔

بنوں میں ایک عورت پر جن عاشق تھا۔ اس کے لواحقوں نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے کان میں کہہ دو کہ شیخ احمد کہتے ہیں یہاں سے چلا جا ورنہ زندہ جلادیا جائے گا۔ چنانچہ لوگوں نے اس عورت کے کان میں کہا اور وہ اسی وقت اچھی ہوگئی۔

شیخ محمد شریف کہتے ہیں کہ میں سوتا تھا۔ معلوم ہوا کہ شیخ نے مجھ سے کہا کہ اٹھ تیرے گھر چور آیا۔ میں گھبرا کر اٹھا۔ کوٹھے پر گیا تو چور مجھ کو دیکھ کر بھاگ گیا۔

ایک حاکم نے آپ کی دعوت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو ظلم اور بدعت سے توبہ کرے تو میں تیری دعوت قبول کرلوں۔ وہ یہ سخن سن کر غصہ ہوا اور بے ادبانہ زبان پر الفاظ لایا۔ آپ نے اس کو تیز نظر سے دیکھا۔ اسی روز وہ شکار میں اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔

وفات حضرت کی ۱۳۔ شوال ۱۰۵۳ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا مدینہ منورہ میں متصل روضہ خلیفہ سوم کے ہے۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ شیخ محمد اولیاء، شیخ محمد عیسیٰ، شیخ محمد محسن و شیخ غلام محمد۔

حضرت شیخ حامد لاہوری قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ آدم بنوری کے تھے۔ نہایت متقی اور اپنے پیر بھائیوں کی تعلیم پر متعین تھے۔ وفات آپ کی بروز پنجشنبہ ۲۲۔ جمادی الآخر ۱۰۵۴ھ میں ہوئی۔ مزار بنور میں ہے۔

حضرت شیخ نور محمد پشاوری قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے اور ترک اور تجرید میں شہرہ آفاق۔ سلطان پور میں تحصیل علوم کرکے شیخ آدم کے مرید ہوئے اور صاحب کمال ہو کر پیر خاندان یوسف زئی ہوئے اور آج تک وہ سلسلہ جاری ہے۔ وفات آپ کی ۱۰۵۹ھ میں ہوئی۔

حضرت میر نعمان مجددی قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے۔ صاحب شریعت وطریقت و بابرکت و پیر پرست صاحب ہدایت گزرے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۹۔ صفر ۱۰۶۰ھ میں ہوئی۔

حضرت سید امیر ابوالعلیٰ نقشبندی قدس سرہ

آپ اولاد سے خواجہ احرار کی تھے آپ کے والد ارا کین اکبری سے تھے۔ وہ لاولد تھے۔ انہوں نے اجمیر شریف جا کر روضہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی پہ اولاد کے واسطے التجا کی۔ شب کو بحالت خواب معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ تیرے گھر لڑکا ہوگا وہ میرا ہوگا۔ چنانچہ بعد اس معاملہ کے حضرت پیدا ہوئے۔ صغر سنی سے آثار بندگی چہرہ

نورانی سے ظاہر تھے۔ اور کرامت و خوارق ظاہر ہونے لگے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت مادر زاد ولی تھے۔

چند روز سے علوم ظاہری سے فارغ ہو کر دربار شاہی سے منصب موروثی حاصل کیا۔ اس عرصے میں ان کے والد نے انتقال کیا اور دہلی میں قلعہ کہنہ کے سامنے مدفون ہوئے۔ آپ کاروبار امارت میں مصروف رہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ اے فرزند! جس طرح تو پیدا ہوا اس کو بھول گیا۔ اور کچھ تعلیم فرمایا۔ جب بیدار ہوئے اپنے دل کو شوق میں مستغرق پایا۔ آخر ترک امارت کر کے عبادتِ حق میں مصروف ہوئے۔ اجمیر شریف جا کر روحانیت خواجہ بزرگ سے اویسی طریقہ پر فیضان حاصل کیا۔

بعدہٗ حضرت خواجہ امیر عبد اللہ سے بیعت ظاہری کی کہ وہ مرید خواجہ یحییٰ کے، وہ مرید خواجہ عبد الحق کے، وہ مرید خواجہ احرارؒ کے، وہ مرید مولانا یعقوب چرخی کے، وہ مرید خواجہ علاؤ الدین عطارؒ کے، وہ مرید خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے تھے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کی فقیری کا شہرہ ہوا تو حضرت نور الدین جہانگیر بادشاہ نے آپ کو ایک روز طلب کیا اور جام شراب اپنے ہاتھ سے بھر کر آپ کو دیا۔ آپ نے انکار کیا۔ اس وقت بادشاہ نے فرمایا کہ اے ابو العلی انکار کرتا ہے تو غضب سلطانی سے نہیں ڈرتا۔ آپ نے کہا میں غضب الٰہی سے ڈرتا ہوں۔ اس کے آگے غضب سلطانی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے آپ کو گلے لگایا اور عذر چاہا اور کہا کہ یہ فقط تمہارا امتحان تھا۔ الحمد للہ جو گمان میرا تمہارے ساتھ تھا وہ درست رہا اور جاگیر آپ کی واگذاشت کی۔ آپ قبول نہ فرماتے تھے۔ اس پر بادشاہ نے مصر ہو کر کہا کہ یہ واسطے اخراجات مساکین کے ہے۔

حضرت نہایت متقی اور معدن جود و احسان تھے جو اہل دنیا و عقبیٰ آپ کی خدمت میں آتا متوجہ ہو کر ان کی مشکل کشائی فرماتے اور فرمایا کرتے تھے بہتر ہے میرے پاس طالب دنیا آویں۔ اس لیے کہ کشائش دنیا سے کشائش عقبیٰ ہو جاتی ہے۔ مگر یہ کیفیت تھی کہ پہلے جو طلب دنیا میں ان کے پاس جاتا تھا چند روز کے بعد طالب عقبیٰ و مولیٰ ہو جاتا۔ آپ پر نسبت چشتیہ تھی۔

وفات حضرت کی بروز شنبہ ۹ صفر ۱۰۶۱ھ میں ہوئی۔ مزار پُر انوار اکبر آباد میں حاجت روائے خلق ہے۔

حضرت شیخ ابو الفتح قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ آدم کے تھے۔ نہایت محبوب کہ لڑکپن سے اپنے پیر کی خدمت میں رہے۔ وفات آپ کی ۱۰۶۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ عبدالحی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے۔ صاحب استغراق و پابند سنت و باکرامت گزرے ہیں۔ وفات آپ کی سنہ ۱۰۷۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ احمد سعید قدس سرہٗ

آپ فرزند اور خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے اور بعینہٖ مثل اپنے والد کے تھے۔ ملّا بدرالدّین کہتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص ایک بیڑہ پان ڈھاک کے پتے میں لایا۔ آپ نے گلوری اس میں سے کھائی اور پھر اس کو اسی طرح لپیٹ کر میری طرف پھینک دیا۔ میں سمجھا کہ اس میں بیڑہ بھی ہے۔ آداب بجا لا کر کھولا تو خالی تھے حاضرین ہنس پڑے۔ میں شرمندہ ہوا مگر اس پتے کو لپیٹ کر اپنی پگڑی میں رکھ لیا۔ جب مکان پر آ کر اس پتے کو پھینکنا چاہا تو وہ برگ پان ہو گیا تھا۔ تبرکاً میں نے اس کو کھایا اور وہ حلاوت باطنی پیدا ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ آپ کے حق میں خواجہ باقی باللہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ احمد کے دونوں پسر احمد سعید و محمد معصوم جواہر کے ٹکڑے ہیں کہ خوردسالی میں مقامات احمدیہ کو پہنچ گئے ہیں۔

کسی شخص نے سیّد غلام علی شاہ دہلوی سے کہا کہ خواجہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ دونوں صاحبزادے باب تجدید میں شیخ احمد سے رکھتے ہیں۔ غلام علی شاہ نے فرمایا ہے کہ معاملہ میرا اور میرے فرزندوں کا مثل صاحب شرح وقایہ کے ہے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۷۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد سلطان پوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے صاحب حال و قال و عالم باعمل جس بیمار پر بسم اللہ پڑھ کر دم کرتے اس کو شفا ہوتی۔ اگر جنگل میں جا کر ذکر اللہ کرتے جانورانِ صحرائی حاضر ہوتے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۷۵ھ میں ہوئی

حضرت شیخ محمد معصوم قدس سرہٗ

فرزند و مرید شیخ احمد سرہندی کے جب تک پیدا ہوئے ہیں تو خواجہ باقی باللہ نے فرمایا تھا کہ احمدیہ فرزند

تجھ کو مبارک ہے۔ چنانچہ سولہ برس کی عمر میں دستار فضیلت حاصل کی۔ بعدہٗ با علوم باطنی متوجہ ہوئے اور اپنے بھائیوں سے سبقت لے گئے۔ آخر والد نے اپنے مریدوں کی تعلیم آپ کے سپرد کی اور ان کو وصیت کی کہ اپنی خانقاہ کو تخت سلطنت اور بوریہ کو مسند شاہی سے بہتر سمجھنا۔ اور امرا اور بادشاہوں سے محترز رہنا۔ چنانچہ انہوں نے امرائے شاہجہانی کی صحبت قبول نہ کی۔ مگر بوجہ عقیدت حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ سے نہایت محبت رہی۔

بعض اہل کتاب نے لکھا ہے کہ حضرت عالمگیر آپ کے مرید تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے مرید امرائے عالمگیری میں داخل ہوئے۔ جب زیارت حرمین شریفین کو گئے وہاں بھی ہزاروں مرید ہوئے۔

تذکرہ اوہمیہ میں لکھا ہے کہ بوجہ مریدی عالمگیر کے حضرت داراشکوہ قادری کو بھی آپ سے نفاق تھا بلکہ آپ کے مریدوں سے بھی متنفر تھا۔ اس وجہ سے حضرت نے روضہ نبوی پر عرض کی کہ داراشکوہ ولی عہد شاہجہاں اہل سرہند کے درپے تخریب ہے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب نے ارشاد کیا کہ جو دشمن تیرا ہے وہ میرا دشمن ہے۔ اس کے واسطے شمشیر قہر الٰہی کی کافی ہے۔ چنانچہ شہادت داراشکوہ کی مشہور ہے۔ میر عسکری سے روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص کا لڑکا مرگیا۔ اس کے والد روتے پیٹتے حضرت کی خدمت میں آئے۔ اس پسر کے سرہانے بیٹھ کر متوجہ ہوئے۔ جب ایک ساعت گزری کہ اس کی نعش متحرک ہوئی۔ بعد اس کے کھڑا ہو گیا۔

ملا حسن قابلی ناقل ہیں کہ ایک بار ماہ رمضان میں شیخ معتکف تھے۔ میں حجرہ میں گیا تو شیخ آرام کرتے تھے۔ مزار پر چادر پڑی تھی۔ میرے دل میں خیال گزرا اولیاء اللہ کو سونا نہ چاہیے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ ؎

سحر کرشمہ وصلش بخواب میدیدم　　　زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداراست

اس جواب سے میں منفعل ہوا اور عفو قصور چاہا۔

شیخ محمد صدیق پشاوری کہتے ہیں کہ میں ایک بار اونٹ پر سوار جاتا تھا۔ ناگاہ شتر بھاگا۔ میں گرا۔ پیر رکاب میں الجھا رہا۔ وہ مجھ کو گھسیٹے لئے جاتا تھا۔ ہر چند لوگوں نے روکا وہ نہ رکا کہ میرے دل میں حضرت کی یاد ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور مہار اس کی پکڑ کر ایستادہ کیا۔ رکاب سے میرا پیر جدا کر کے غائب ہوئے۔

ایک بار دریا پر کپڑے دھو رہا تھا کہ پیر پھسلا۔ میں دریا میں غوطے کھانے لگا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ نے آکر مجھ کو ڈوبنے سے بچایا۔ اسی طرح ایک بار غلبہ سلطان الاذکار میں مغلوب الحال ہو کر جنگل میں چلا گیا۔ وہاں دہشت معلوم ہوئی۔ پس جس طرف نظر پڑتی تھی صورت شیخ موجود پاتا تھا۔

ملا پائندہ کہتے ہیں کہ ایک شیعہ نے اصحاب ثلثہ کو برا کہا۔ میں نے اس کی چھاتی پر مکا مارا کہ وہ مرگیا۔ اس کے

قصاص میں حاکم نے مجھ کو پکڑا اور گواہی چاہی ۔ چونکہ اس وقت اور کوئی موجود نہ تھا میں اُس کے تبرا کہنے میں گواہ نہ دے سکا ۔ آخر حاکم نے مجھ کو قتل کا حکم سنایا ۔ جب میں سخت پریشان ہوا شیخ کو یاد کیا ۔ دیکھا کہ شیخ تشریف لائے اور حاکم سے فرمایا کہ شیخ پائندہ سچا ہے ۔ اس کی گواہی یہ ہے کہ قبر میں مُردہ کا منہ اگر قبلہ کی طرف ہو تو ملّا نے ظلم کیا قابل قتل ہے ۔ اگر اس کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا ہو اور شکل بگڑ گئی ہو تو ملّا سچا ہے ۔ حاکم نے یہ امر قبول کر کے اس کی قبر کو کھدوایا تو منہ اُس کا قبلہ سے پھرا ہوا تھا اور شکل بگڑ گئی تھی ۔ حاکم نے مجھ کو رہا کر کے بہت اکرام کیا ۔

نقل ہے کہ آپ کا ایک مرید رحیم داد تھا ۔ اس کا باپ مال تجارت لے کر ایک جہاز پر سوار ہو کر چلا ۔ راستہ میں جہاز بھنور میں آ گیا ۔ اُس نے ہزار روپیہ شیخ کی نذر قبولی ۔ جہاز بھنور سے نکل گیا ۔ جب ہندوستان میں آیا پانچ سو روپے نذر کئے ۔ آپ نے فرمایا بر وقت تباہی جہاز کے تو نے ہزار روپے قبول لے تھے اب نصف کیوں دیتا ہے ۔ وہ بہت منفعل ہوا اور باقی ماندہ پانچ سو بھی پیش کئے ۔ وفات حضرت کی ۱۰۷۹ھ میں ہوئی ۔ مزار سرہند میں ہے ۔

حضرت سید علیم اللہ قدس سرہٗ

آپ خلیفہ آدم بنوری کے اور سید حسینی تھے ۔ اور متقی اور عالم باعمل تھے ۔ ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی سے روایت ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ ایک روپیہ مجھ کو دیا ۔ میں نے اُس کو جیب میں ڈال لیا ۔ کئی سال وہ روپیہ میرے پاس رہا کبھی میرا کیسا خالی نہ رہا اتنا ہی غیب سے اوپر ہو جاتا تھا جتنا میں خرچ کرتا رہا ۔ وفات حضرت کی ۱۰۸۱ھ میں ہوئی ۔

حضرت شیخ محمد انبالوی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے ۔ صاحب کرامت ظاہری اور باطنی تھے ۔ وفات آپ کی ۱۰۸۱ھ میں ہوئی ۔

حضرت شیخ محمد شریف شاہ آبادی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے ۔ عالم باعمل و درویش بے مثل صاحب حال و قال گزرے ہیں ۔ وفات آپ کی ۱۰۸۳ھ میں ہوئی ۔

حضرت خواجہ معین الدین بن خواجہ خاوند محمود قدس سرہٗ

آپ پسر و خلیفہ اپنے والد کے تھے ۔ صاحب تقویٰ پابند سنت نبوی، نہایت صالح و عالم علوم تھے ۔ اپنے عہد کے مفتی کہ تمام علما آپ سے فتویٰ طلب کرتے تھے ۔ چنانچہ فتویٰ نقشبندیہ و کنز السعادت بعبارت آپ کی تالیفات

سے موجود ہیں۔ اور اپنے والد کے حال میں رسالہ رضوانی لکھا۔ عہد سلطنت حضرت شاہجہاں بادشاہ میں نواب مظفر خان صوبہ کشمیر ہوا۔ اس کی حکومت میں شیعہ اور سنی خوب لڑے بعد کشت وخون کے مقدمہ روبرو قاضی ابوالقاسم و قاضی محمد عارف کے پیش ہوا اور حکام نے تنبیہ اہل شیعہ میں سستی کی کہ ان کا گروہ زیادہ تھا۔ اس میں اہل سنت کو برہمی ہوئی شہر سے جدا کر یہ سرداری حضرت بہفت میںار مقام کیا اور حضرت نے صوبہ کشمیر کو سخت الفاظ تحریر کر بھیجے وہ اسی وقت حاضر ہوا اور کل اہل سنت کو منا کر شہر میں لے گیا۔ بہت سے تبرا کہنے والوں کو قتل کیا۔ یہ فعل اس کا ظاہری تھا اس لئے کہ بادشاہ سے خواجہ کی شکایت کی۔ بادشاہ نے خواجہ کو لاہور میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت نے اپنے فرزند کو اپنا صاحب سجادہ کر کے کشمیر میں بھیجا۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۸ھ میں ہوئی مزار کشمیر میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالخالق حضوری قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے۔ خواجہ قطب خاں سے روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ دعا کیجئے کہ شہزادہ اورنگ زیب بادشاہ ہوں۔ میں ایک دیہہ نذر خدام کر دوں گا۔ یہ سن کر چندے تامل کر کے فرمایا کہ لشکر داراشکوہ کو شکست ہوئی۔ عالمگیر تخت پر بیٹھا۔ تھوڑے دن بعد اس کا ظہور ہوا۔ میں نے سند حضرت کو پیش کی۔ قبول نہ فرمایا کر ارشاد کیا کہ میں نے برائے خدا اس کی امداد کی۔ نذرانہ لینا ہمارے پیروں کا طریق نہیں ہے۔ ایک روز تیل نہ تھا۔ خادم نے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیل کا برتن لا۔ چنانچہ وہ برتن لایا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اس میں دم کیا۔ وہ تیل سے بھر گیا۔ فرمایا کہ یہ راز کسی سے نہ کہنا۔ چنانچہ چند سال اسی برتن میں سے خرچ ہوا۔ بعدہ اس نے یہ کرامت کسی سے بیان کی۔ اسی وقت وہ برتن خالی ہو گیا۔ وفات آپ کی ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ داؤد مشکوتی قدس سرہ

آپ شاگرد خواجہ حیدر چرخی کے تھے اور مشکوٰۃ شریف حفظ تھی۔ بعد حصول علم ظاہری کے بابا نصیب الدین سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کر کے اسرار الابرار حالات مشائخ میں بزبان عربی و فارسی تالیف کی۔ بعدہ خواجہ خاوند محمود نقشبندی کے مرید ہوئے۔ اور ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر میں محلہ کندر پور متصل عیدگاہ کے ہے۔

حضرت شیخ محمد امین کشمیری قدس سرہ

آپ مرید سید عبدالوہاب کے وہ خلیفہ شیخ عثمان جالندھری کے تھے۔ بعد عطائے خرقہ نقشبندیہ کشمیر میں آکر مقیم ہوئے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ جب عمر شریف ستر سے زیادہ ہوئی ۱۱ رمضان ۱۰۹۸ھ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر

میں ہے۔ مصرع تاریخ: عرش بود مسکن روح الامین!

حضرت شیخ یوسف الدین قدس سرہ

آپ فرزند محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی عالم علوم ظاہری و باطنی اور بسبب اتباع سنت کے محی السنت مشہور ہوئے۔ جو فاسق، فاجر، کافر آپ کے روبرو آتا تائب ہوتا۔ اہل دول کے گھر کا کچھ نہ کھاتے تھے۔ ان سے بہت پرہیز رکھتے تھے۔ ہر وقت منتظر بیٹھے رہتے تھے۔ اگر کوئی آپ کے روبرو اللہ کہتا۔ اسی وقت بے ہوش ہو جاتے تھے۔ آپ سے بہت سی کرامتیں بے اختیار صادر ہوئی ہیں۔

ایک شب برائے ادائے نماز تہجد اٹھے۔ حجرہ کی چھت پر جاتے ہی بانسری کی آواز آئی۔ بے قرار ہو کر نیچے گر پڑے۔ ہاتھ میں ضرب آئی۔ فرمانے لگے کہ لوگ مجھ کو بسبب ترک سماع کے بے درد کہتے ہیں۔ مگر بے درد وہ ہیں جو کہ سن کر صبر کرتے ہیں۔

ایک بار آپ کا ایک مرید مجلس سماع میں شامل تھا۔ اس کو حالت ہوئی۔ اس نے ضبط کیا کہ اس کا قلب پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ آپ نے اس کی کیفیت سن کر فرمایا کہ سماع مہلک دردمنداں ہے۔ اس وجہ سے علماء نے سماع کو حرام فرمایا ہے۔ آپ کے مریدوں سے ایک نے تقلیل غذا کی۔ آپ نے منع فرما کر ارشاد کیا کہ اس طریقہ میں حاجت تقلیل غذا کی نہیں۔ ہمارے پیروں کے ہاں وقوف قلبی اور صحبت شیخ اور ثمرہ مجاہدات شاقہ کا خرق عارف اور تصرفات ہے۔ ہمارا کام ہمیشہ باتباع سنت ذکر توجہ الی اللہ کثرت انوار و برکات ہے۔ وفات آپ کی ۱۰۹۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ سعدی مجددی لاہوری قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے اور خورد سال سے شیخ آدم کی ملازمت میں رہے۔ شیخ محمد عمر پشاوری کہ آپ کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے کتاب جواہر الاسرار آپ کی کوائف عمری میں لکھی۔ شرف الدین نے روضۃ السلام میں بھی آپ کی بہت کچھ تعریف لکھی ہے۔ آپ ولی مادر زاد تھے۔ خورد سالی میں جو مشکل پیش آتی وہ بوسیلہ سید ناحل ہوتی تھی۔ آپ کی توجہ سے آسیب بھاگ جاتے تھے۔ جس بزرگ کی طرف توجہ کرتے اُس کی روحانیت سے فیض حاصل ہوتا۔ آپ کی سات برس کی عمر تھی۔ ایک روز اپنے دیہہ کے باہر چاہ پر وضو کر رہے تھے کہ حاجی سعد اللہ وزیر آبادی بنور کو جاتے تھے۔ ان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ بچہ کیا احتیاط سے وضو کر رہا ہے۔ وہ تو وہاں سے پانی پی کر چل دیئے انہوں نے ان کے ہمراہیوں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ اُس نے کہا حاجی سعد اللہ ہیں بنور اپنے پیر کے پاس جاتے ہیں۔ یہ بھی اٹھ کر اُن کے ہمراہ ہو لیے۔ راستہ میں کسی سے کلام نہ کیا۔ جب حاجی صاحب خدمت مرشد میں پہنچے

انہوں نے ہر ایک درویش کو جُدا جُدا پوچھا۔ جب ان کی نوبت آئی تو حاجی صاحب نے عرض کیا کہ یہ لڑکا بھی میرے ہمراہ آیا ہے۔ مگر عجیب احوال ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مت کہو کہ میرے ہمراہ آیا ہے بلکہ یوں کہو کہ میں اس کے ہمراہ آیا ہوں۔ یہ سعادت مند مقبول بارگاہِ الٰہی ہے۔ اگر تمہاری بخشش ہوئی تو اس لڑکے کے سبب جاننا۔ پھر شیخ نے ان سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ سعدی۔ شیخ نے فرمایا کہ درواین سعدی۔ اور بہت مہربانی فرماکر اپنے گھر میں لے گئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ خوردسال ولی میرے پاس آیا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر بہت مہربان ہیں۔ ابعدہٗ یہ فرماکر کسی خدمت پر مامور فرمایا۔

تاریخ بدخشی سے نقل ہے کہ حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں ہمرکاب مرشد سہارنپور میں مقیم ہوا۔ شب کو خواب میں دیکھا کہ شہر پر نور برس رہا ہے اور ایک عفت مآب نے کہ اولاد انبیاء علیہم السلام سے تھیں میرے پاس آکر فرمایا کہ تجھ کو حضرت قرۃ العین رسول آخرالزمان طلب فرماتے ہیں۔ میں ان کے ہمراہ ایک مسجد نورانی میں گیا۔ دیکھا کہ تمام انبیاء کی مستورات ایستادہ ہیں اور حضرت فاطمہ سیدۃ النساء ان کی امام ہیں۔ میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے پسر میں اپنی طرف سے تجھ کو اسم اعظم دیتی ہوں۔ پس مجھ کو اسم اعظم بتاکر اور ہمراہیوں سمیت ہوا پر پرواز کی۔ اور آنکھ سے غائب ہوئیں۔

روایت ہے کہ حرمین شریفین جاتے وقت جب شیخ آدم جہاز پر سوار تھے یکایک جہاز طوفان میں آگیا۔ اہل جہاز آپ سے مستدعی ہوئے۔ آپ نے دُعا کی جہاز بلا سے نکلا۔ جب مکہ میں پہنچے تو منصور نے تباہی کا ذکر کیا۔ شیخ آدم نے فرمایا کہ وہ برکت سعدی کی تھی۔

شیخ محمد امین بدخشی فرماتے ہیں۔ مجھ کو شیخ نے پہلے روانہ طرف مدینہ کے کردیا تھا۔ راستہ میں مجھ کو حالت غسل کی ہوئی۔ ایک چشمہ میں نہایا۔ موسم سردی کا تھا۔ مجھ کو جاڑا چڑھ آیا کہ اس چشمہ میں سے ایک مرد نکلا اور مجھ کو گرم گرم حلوہ کھلایا۔ میں اچھا ہوکر راہی ہوا۔

مولانا محمد یحییٰ زنگی سے روایت ہے کہ جب خبر انتقال شیخ آدم کی پہنچی آپ لاہور میں مقیم ہوکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ وفات حضرت کی چہارشنبہ ۳۔ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ میں ہوئی۔ مزار متصل لاہور کے پیر عزیز فرنگ مشہور ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ خواجہ محمد سلیم و محمد غنی و خواجہ محمد یوسف و خواجہ محمد عارف۔

حضرتِ مولانا حاجی محمد اسمٰعیل غوری نقشبندی مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ سعدی لاہوری کے اور مولانا یار محمد گل مہاری کہ خلیفہ شیخ آدم کے تھے ان سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ پہلے کسب حلال سے پشاور میں ایام گزاری کرتے تھے اور بہت سیاحت کی۔ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اور دیگر مشائخ سے فائدے اٹھائے۔ بعدہٗ لاہور میں آکر شیخ سعدی کے مرید ہوئے۔ صاحب کرامات و خوارق ہوئے

محبت خاں کی مسجد میں جب مراقبہ فرماتے تھے مسجد ہل جایا کرتی تھی۔ قدیم سے محراب اس مسجد کی ذرا قبلہ سے پھری ہوئی تھی۔ آپ کی توجہ سے سیدھی ہو گئی۔ وفات حضرت کی ۵۔ جمادی الآخرہ ۱۱۱۱ھ میں ہوئی ہے۔ مزار اُن کا پشاور میں ہے۔

مخدوم حافظ عبدالغفور پشاوری مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ حاجی اسماعیل کے تھے اور شیخ سعدی لاہوری سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ نہایت فروتنی اور نفس کشی رکھتے تھے۔ ولی مادرزاد تھے۔ لڑکپن سے مزار بابا عبدالکریم پر جا کر نفل پڑھتے۔ بعد ہر رکعت کے ایک پیسہ زیر قدم پاتے۔ وہ اپنے ہمجولیوں میں تقسیم فرماتے اور روحانیت سیّد علی ہمدانی سے بھی فیض اٹھایا۔ اور شیخ سعدی سے سلسلہ قادریہ، چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ میں صاحب اجازت تھے۔ کتاب روضۃ السلام کے دیکھنے سے حضرت کے کمالات بخوبی ظاہر ہو سکتے ہیں اور سیّد محمد غوث گیلانی نے بھی آپ کے کوائف لکھے ہیں۔ وفات حضرت کی ۴ شعبان ۱۱۱۶ھ میں ہوئی۔

خواجہ حافظ احمدی یسوی قدس سرہٗ

آپ مظہر خوارق و کمالات و مورد انوار تجلیات اور خلوت گزیں تھے۔ اپنے وطن ترکستان سے چل کر سیر کرتے ہوئے وارد کشمیر ہو کر حضرت ملّا شاہ کی خانقاہ میں کئی برس رہے۔ آخر خواجہ نظام الدین نبیرہ خواجہ خاوند محمود نمبتان کو شہر میں لائے اور اپنے فرزندان کو مرید کرایا۔ یہ حضرت بھی اپنے عہد میں شیخ کشمیر گزرے ہیں۔ اور ۱۱۱۶ھ میں بمقام کشمیر انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ محمد مراد کشمیری قدس سرہٗ

آپ فرزند ملّا محمد طاہر مفتی اور مرید شیخ عبدالاحد سرہندی کے تھے۔ چندے دہلی اور سرحد میں رہے ہیں اور تہجد کے وقت ہزار رکعت روز پڑھتے تھے۔ نہایت صالح اور بابرکت گزرے ہیں۔ بعمر ۷۵ سال ۷۔ رجب ۱۱۳۱ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے مرید خواجہ محمد اعظم کی تصنیفات سے رسالہ فیض مراد اور تواریخ اعظمی ہیں۔

حضرت سیّد نور محمد بدایونی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ سیف الدین بن محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی کے عالم متبحر صاحب تقویٰ و کرامت دنیا و اہل

سے متنفر جس پر مہربانی سے نظر کرتے وہ طالب حق ہو جاتا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۱۔ ذیقعد ۱۱۳۵ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ محمد صدیق مجددی قدس سرہٗ

یہ حضرت پسر و خلیفہ شیخ محمد معصوم سرہندی کے تھے۔ یہ بھی اپنے والد سے کم نہ تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۶ھ میں ہوئی۔ مزار سرہند میں ہے۔

حضرت خواجہ عبداللہ بلخی مجددی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبداللہ محمود کے اپنے وطن سے چل کر کشمیر آکر قبولیت عظیم پائی اور بہت بڑے سیاح تھے۔ خواجہ محمد اعظم و خواجہ بابا نور و خواجہ بہاؤالدین ان صاحبوں نے بھی آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ وفات آپ کی ۱۱۲۹ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ عبداللہ بخاری فاروقی مجددی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ نجم الدین کبریٰ کے تھے۔ پہلے مرید جدی سلسلہ میں تھے۔ بعدہٗ سیاحی کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں آئے۔ اور شیخ معصوم سرہندی کے خلیفہ تھے۔ ان کے مرید ہو کر کار بہ تکمیل پہنچا کر کشمیر میں تشریف لا کر مقیم ہوئے خلق کثیر حلقہ ارادت میں آئی اور ۱۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ عبدالاحد بن شیخ احمد سعید بن شیخ احمدی سرہندی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اپنے پدر کے اور صاحب سلسلہ مجددیہ و کرامت و خوارق گزرے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ محمد فرخ قدس سرہٗ

بزرگان حضرت شیخ احمد سرہندی سے تھے۔ صاحب تقویٰ ماہر علوم ظاہری و باطنی اور مجیب الدعوات تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۴ھ میں ہوئی ہے۔

حاجی محمد افضل قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ محمد معصوم اپنے پدر کے، عالم بے بدل، صوفی بے مثل تھے۔ بارہ برس شیخ والد سے تعلیم پائی پھر

بارہ برس شیخ احمد کی خدمت میں رہ کر فیضان حاصل کیا۔ بعدہٗ زیارت حرمین سے مشرف ہو کر اپنا کتب خانہ وقف فرمایا اور خود یادِ مولا میں مشغول ہوئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حدیث آپ ہی سے صحیح کی۔ آخر ۱۱۳۶ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت حافظ محمد محسن نقشبندی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اور مرید شیخ محمد معصوم سرہندی کے، کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ طریق مجددیہ میں کامل و مکمل گزرے ہیں۔ آپ کے کمالات کتاب مرزا مظہر جانِ جاناں سے بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ وفات آپ کی سنہ ۱۱۴۷ھ میں ہوئی۔

حضرت سید محرم علی نقشبندی لاہوری قدس سرہٗ

آپ اعظم اولیائے ہند سے گزرے ہیں۔ پابند سنت صاحب ذوق و شوق قطب وقت شیخ عہد گزرے ہیں کمالات آپ کے ظاہر ہیں کہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی نے آپ سے ملاقات کر کے آپ کے فقر اور کمال کی تعریف کی۔ سن وفات نہیں ملا۔

حضرت نواب مکرم خاں مجددی قدس سرہٗ

آپ امرائے عالمگیر سے تھے۔ ترک امارت کر کے شیخ معصوم سرہندی کے مرید ہوئے۔ ایک روز بادشاہ نے پوچھا کہ تیری عمر کس قدر ہے۔ کہا کہ چار سال۔ بادشاہ نے تبسم کر کے فرمایا کہ کیونکر؟ جواب دیا کہ جو دن آپ کی خدمت میں گزرے اکارت گئے اور چار برس پیر کی خدمت میں گزرے یہ اصلی تھے۔ وجہ یہ کہ دسترخوان آپ کا کشادہ اور پُرتکلف تھا جو شریک طعام ہوتا تھا نورِ باطن سے اس کا سینہ منور ہو جاتا تھا۔
لکھا ہے کہ جب آپ کا سنہ ۱۱۳۸ھ میں انتقال ہوا۔ اور قبر میں رکھا۔ آپ نے چشم کھول کر فرمایا کہ وہ کلاہ جو خواجہ احرار کے سر کی ہے اور مجھ کو میرے پیر سے پہنچی ہے میرے سر پر رکھو کہ میرا فخر ہے۔ آخر خادم نے کلاہ لا کر سر پر رکھی۔ آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ عمر آپ کی ایک سو بیس برس کی تھی۔

حضرت شیخ محمد فاضل بٹیالوی قدس سرہٗ

آپ ماہر اسرارِ شریعت واقف انوارِ طریقت صاحب حال و قال صاحب سلسلہ مقتدائے اولیاء کہ مرید شیخ محمد افضل کلانوری کے وہ مرید شیخ ابو محمد لاہوری کے وہ مرید شیخ محمد طاہر قادری کے وہ مرید شاہ سکندر کیتھلی کے وہ

مرید شیخ احمد سرہندی کے تھے۔ کمالات آپ کے تذکرہ آدمیہ وروضۃ السلام سے دریافت ہو سکتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۴ ذوالحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار پٹیالہ میں ہے۔

خواجہ حافظ سعد اللہ قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ محمد صدیق بن شیخ محمد معصوم سرہندی کے تھے۔ صاحب مقامات عالی، فقر اور قناعت میں شہرہ آفاق۔ مرزا مظہر جانِ جاناں کی تالیفات سے آپ کے کمالات ظاہر ہیں۔ ۱۱ شوال ۱۱۵۲ھ میں وفات پائی۔ دہلی میں بیرون دروازہ اجمیری آپ کا مزار ہے۔

حضرت شیخ محمد زبیر قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ محب اللہ نقشبندی کے صاحب تقویٰ کہ ذکر نفی اثبات بہت کرتے تھے۔ مرید شاہ گلشن کے تھے۔ صاحب راز و نیاز کہ امراء دہلی سے تھے اور ۱۱۵۲ھ میں وفات پاکر دہلی میں دفن ہوئے۔ بعدہٗ آپ کا تابوت سرہند میں لاکر دفن کیا گیا۔

خواجہ شاہ گلشن قدس سرہٗ

آپ مرید خواجہ عبدالاحد مجددی کے تھے۔ جامع کمالات و عنی عنات صاحب تقویٰ ترک تجرید میں شہرہ آفاق تارک الذات جامع مسجد دہلی میں رہتے تھے۔ بارہ ماہ حوض مسجد کا پانی پیتے، ترکاریوں کے چھلکے یا خشک پتے کھاتے تھے۔ اور صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۲ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالرشید مجددی بن شیخ محمد مراد کشمیری مجددی قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے پدر کے تھے اور چند روز سرہند میں شیخ عبدالاحد کی خدمت میں رہے۔ جب شیخ دہلی میں آئے۔ آپ بھی ان کی تا حیات دہلی میں رہے۔ بعدہٗ ان کی نعش کے ہمراہ سرہند میں آئے پھر حج کیا۔ وہاں سے دہلی آکر ۲۷ رجب میں ۱۱۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت خواجہ نور الدین محمد آفتاب کشمیری بن خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ

آپ اولاد سے خواجہ خاوند محمود کی تھے۔ اور تربیت یافتہ خواجہ احمد یسوی کے تھے۔ نہایت مرجع خلائق

گزرے ہیں۔ وفات آپ کی ۶۔ شعبان سنہ ۱۱۵۶ھ میں ہوئی۔

حافظ محمد عابد قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبدالاحد کے تھے۔ نہایت عابد اور زاہد۔ جمعہ کو آپ کے پاس بہت لوگ آکر مستفیض ہوتے تھے اور صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۸۔ رمضان سنہ ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔

حاجی محمد سعید لاہوری قدس سرہٗ

آپ سلسلہ قادریہ میں مرید سید محمود بن سید علی ساکن مدینے کے کہ سلسلہ شاہ محمد غوث گوالیاری سے تھے اور سلسلہ مجددیہ میں مرید حافظ سعد اللہ کے تھے۔ صاحب کرامات مستجاب الدعوات ایسے کہ آمد شاہ ابدالی میں لاہور لٹا مگر لکھی محلہ و عبداللہ وادی کو جہاں آپ کا قیام تھا کچھ کھٹکا نہ ہوا۔ کرامتیں آپ کی لاہور میں مشہور ہیں۔ آپ نے دو حج کئے تھے وفات حضرت کی بعمر ایک سو دس سال سنہ ۱۱۶۶ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔ خلیفہ آپ کے شیخ عبدالرحیم نواسے آپ کے سید فضل علی تھے۔

حضرت خواجہ عبدالسلام کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید حافظ عبدالغفور پشاوری کے کہ قطب عہد اور شیخ وقت مقتدائے مشائخین کشمیر گزرے ہیں۔ صاحب حال و قال و خوارق و کرامت جو کوئی حاجت لاتا بامراد جاتا جو دعا کرتے مستجاب ہوتی۔ شیخ شریف الدین کشمیری کہ آپ کے مرید تھے انہوں نے اپنی کتاب روضۃ السلام میں آپ کے کمالات شرح وار لکھے ہیں اور بہت سی کرامتیں زبان زد اہل کشمیر ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۸۔ شوال سنہ ۱۱۷۲ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

حضرت شاہ محمد صادق قلندر کشمیری قدس سرہٗ

آپ امرائے کشمیر سے تھے۔ ترک دنیا کر کے خواجہ میرنگ فرزند خواجہ باقی باللہ کے مرید ہو کر مست جام وحدت ہو کر قیود ذات ظاہری سے قدم باہر رکھا۔ جو ہوشیار آپ کی خدمت میں جاتا مست و مدہوش ہو کر علانیہ کلمہ ہمہ اوست کہنے لگتا۔ آخر علمائے کشمیر نے حضرت عالمگیر کو ان کے حالات سے مطلع کیا۔ آخر معرفت شاہ صادق گرفتار ہو کر حضور بادشاہ گئے۔ بادشاہ نے سبب دیوانگی دریافت کیا۔ اس کے جواب میں چند اشعار مستانہ وار پڑھے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو رہا کیا جائے کہ یہ معذور ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۷۱ھ میں ہوئی۔ مزار موضع لار علاقہ کشمیر میں ہے۔

حضرت شیخ محمد رضا الہامی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے خواجہ احرار کی، طریقہ نقشبندیہ روحانیت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے اور قادریہ روحانیت غوث پاکؒ سے اور نیز روحانیت حضرت صدیق اعظم رضؓ سے بھی تربیت پائی۔ صاحب کشف و کرامت باعظمت گزرے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۰۹ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ محمد اعظم دومری قدس سرہٗ

یہ حضرت فاضل روزگار درویش کامگار کہ مرید شیخ محمد مراد مجددی کے تھے کہ تاریخ دومری احوال بادشاہاں و مشائخین و فضلاء و شعرائے کشمیر میں احسن طور پر لکھے ہیں اور سیر و سلوک میں مقامات فقر و فیض مراد آپ کی تالیفات سے ہیں وفات آپ کی ۱۱۸۵ھ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ کمال الدین بن خواجہ نورالدین قدس سرہٗ

حضرت صاحب شریعت و طریقت اور مرید اپنے والد کے تھے۔ ۱۱۸۵ھ میں اہل شیعہ نے آپ کو شہید کیا۔

حضرت شاہ شمس الدین حبیب اللہ

مرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ

آپ سادات عظام علوی سے تھے سلسلہ نسبی حضرت کا محمد حنیف بن علی مرتضیٰ سے ملتا ہے اور امیر عبد السبحان آپ کے جد امجد تھے۔ اور وہ مرید خاندانِ چشتیہ کے تھے۔ اور بی بی ان کی اسد خاں وزیر کی دختر تھیں اور مرید شاہ عبدالرحمن قادری کے۔ دونوں بزرگ ترک دنیا کر کے ریاضت اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے۔

لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۵ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے انفراغ حاصل کیا۔ جب سولہ برس کے ہوئے یتیم

ہو گئے۔ بعدہٗ بخدمت سید نور محمد بدایونی مجددی سے بیعت ظاہری کی۔ اس واسطے کہ آپ ولی مادر زاد اور روحانیت حضرت خواجہ باقی و خواجہ بہاؤالدین نقشبندی سے پہلے ہی تعلیم پا چکے تھے۔ اور حاجی محمد افضل و حافظ سعداللہ و محمد عابد صاحبان سے فیضان کامل حاصل کئے۔ پہلے حویلی آبائی حضرت کی زیر جامع مسجد روبرو دکان لالہ بھڑ بھونجہ کے تھے۔ اب اس میں ہندوؤں کا ایک محلہ آباد ہے۔ خدا کی قدرت ہے۔ آپ بہت نازک مزاج اور مجاہد باللہ عالم علمِ شریعت و طریقت و حقیقت معرفت تھے۔

نقل ہے کہ خیاط کلاہ تیار کر کے لایا۔ آپ نے سر مبارک پر رکھی۔ معاً درد شروع ہو گیا۔ حاضرین نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا کہ ظاہرا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ حاضرین نے پھر عرض کیا کلاہ اتار دیجئے کہ سر مبارک کو ہوا لگے۔ چنانچہ کلاہ اتارتے ہی درد رفع ہوا۔ دیکھا تو کلاہ میں بخیہ ٹیڑھا کیا ہوا تھا۔

نقل ہے کہ آپ ایک روز ہمراہ یار جنگل میں چلے جاتے تھے۔ یکایک بارش ہونے لگی۔ آپ نے دعا کی کہ الٰہی میرے یار نہ بھیگیں۔ چنانچہ پانی برسا اور حضرت مع اپنے یاروں کے خانقاہ تک خشک آ گئے۔

حضرت غلام علی شاہ سے نقل ہے کہ میں حاضر خدمت تھا۔ ایک بوڑھا آیا اور بے ادبی سے کہنے لگا کہ میں آج دیکھنے آیا ہوں کہ جانِ جاناں کا طنطنہ رحمانی ہے یا شیطانی۔ حضرت کو یہ کلام ناگوارِ خاطر گزرا۔ اس کو تیز نظر سے دیکھا۔ اسی وقت وہ زمین پر گر پڑا اور مثل ماہی بے آب کے تڑپنے لگا۔ آخر بآواز بلند کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ حضرت نے اٹھ کر دست حق پرست اس کے سر پر رکھا فوراً اچھا ہو گیا۔

نقل ہے کہ دو تھان زربفت کے والئ اودھ نے بنارس میں عمدہ تیار کرا کر بحضور حضرت عالی گوہر شاہ عالم شاہ پیش کش کئے۔ حضور نے ایک تھان سے کلاہ ہائے درویشانہ ہر قسم کی تیار کرا کر فقراء کو بھجوا دیں اور ثابت ایک تھان مرزا صاحب کے پاس بھیجا۔ امرائے شیعہ کو ناگوار گزرا۔ اور اپنے علماء کو خبر دی کہ اس طرح کا ایک تھان بیش قیمت بادشاہ نے مرزا جان جاناں کو دیا ہے۔ ضرور وہ اس کو برائے خوشنودی بادشاہ زیب تن کریں گے۔ اس وقت گفتگو کا موقع ملے گا۔ ادھر جب وہ تھان آیا آپ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خیاط کو طلب فرما کر قبا بنانے کا حکم دیا۔ اس نے قبا کتری مگر پردہ لینا بھول گیا۔ جب کتر چکا عرض کیا کہ حضرت مجھ سے بڑا قصور ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا۔ اس نے عرض کیا کہ پردہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ بازار سے منگا لو جس قدر ضرورت ہو۔ الغرض تمام شاہجہان آباد میں دریافت کیا اس شکل کا زربفت نہ ملا۔ آپ نے فرمایا کہ زربفت اس کے خلاف دوسری قسم کا لگایا تو وہ چغلی کھائے گا۔ کیوں بے فائدہ پیسہ خرچ کیا۔ فرش کے ٹاٹ میں سے پردہ کاٹ کر لگا دے۔ چنانچہ اسی جمعہ کو بعد نماز جمعہ جو وعظ کہنے بیٹھے تو قبائے زربفتی زیب تن مَن تھی۔ پردہ اس میں پرانے ٹاٹ کا تھا۔ معاندان یہ کیفیت دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوئے۔

نقل ہے محمد قاسم مرید آپ کا عظیم آباد گیا ہوا تھا۔ ایک روز اس کا برادر آیا اور کہا کہ سُنا جاتا ہے کہ محمد قاسم عظیم آباد میں قید ہے۔ اس کی رہائی کے واسطے دُعا کیجئے۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت کر کے فرمایا کہ دلالوں سے کچھ تکرار ہو گئی تھی اور سب طرح خیریت ہے۔ کل تمہارے پاس خط آ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کہتے ہیں کہ نواب مصطفےٰ خاں کی زوجہ آپ کی مرید تھیں۔ ہر روز حاضر نہ ہو سکتی تھیں۔ صرف مراقبہ کرتیں۔ حضرت کا تصور کر کے توجہ لیتیں۔ مگر آدمی کے ہاتھ روز کیفیت کہلا کر بھیجتی تھیں کہ آپ مجھ کو توجہ دیں۔ ایک روز بے اذن بیگم نواب کے خادم نے عرض کیا کہ بی بی صاحبہ منتظر استفادہ کی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بی بی ابھی متوجہ نہیں ہوئیں۔ تو اپنی طرف سے کہتا ہے۔ خادم شرمندہ ہوا۔ اور عذر تقصیر چاہا۔

ایک روز ایک منکر حالات اولیاء آپ کے ہمراہ قبرستان میں گزرا اور عرض کیا کہ یہ قبر میرے دوست کی ہے اس کا حال تو دریافت کیجئے۔ آپ نے اس طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ قبر عورت کی ہے تیرے دوست کی نہیں ہے۔ تو خلاف کہتا ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ قدم بوس ہوا اور عرض کیا کہ برائے امتحان عرض کیا تھا، معاف فرمایا جائے آخر مرید ہوا۔

نقل ہے کہ آپ کی حویلی کے سامنے بھڑبھونجا کی دکان تھی۔ اوّل وقت جب آپ برائے نماز صبح جامع مسجد میں تشریف لے جاتے اس کو جگا کر اس کی چارپائی سیدھی کر آتے۔ ایک روز اُس نے عرض کیا کہ تمام دن آدھی رات تک مزدوری کر کے سوتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ جگا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ٹیڑھی چارپائی دیکھ کر دل تنگ ہوتا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ نیند کے غلبہ میں کس کو اوسان چارپائی سیدھی کرنے کا ہوتا ہے۔ جیسی بچھی ہوئی ہو اس پر پڑ رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے میں تیری چارپائی بچھا جایا کروں گا۔ چنانچہ اس روز سے ہمیشہ خود اس کے چارپائی بچھا جایا کرتے تھے۔

نواب عسکری خاں کے والد آپ کے مرید تھے۔ ایک روز بعد مراقبہ کے انہوں نے حضرت کا دامن پکڑا اور کہا کہ جب تک میری دختر کو فرزند نہ عطا کیجئے گا دامن پکڑا اور کہا کہ جب تک میری دختر کو فرزند نہ عطا کیجئے گا، دامن نہ چھوڑوں گا۔ آپ نے قدرے تامل کر کے فرمایا کہ تسلی رکھو اس کے بیٹا ہو گا۔ چنانچہ بعد نو ماہ کے اس کے گھر فرزند پیدا ہوا۔

اکثر حضرت فرمایا کرتے تھے کہ انعام الٰہی سے مراد ہائے دینی و دنیوی صوری و معنوی حاصل ہوئیں۔ مگر شہادت ظاہری کہ قرب الٰہی میں اس کا مرتبہ زیادہ ہے باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی سبب پیدا کرے کہ یہ مراد بھی ملے۔ پس ایّام شہادت نزدیک پہنچے۔ تمام دوستوں اور مریدوں کو خطوط بمضمون الوداعی لکھے اور حاضرین مریدوں سے فرمایا کہ سفر آخرت میرا نزدیک ہے۔ تم صبر کرنا۔ ہمّت سے کام لینا۔ آخر شب چہار شنبہ، محرم ۱۱۹۵ھ میں بعد نصف

شب کے کچھ مرد وارد آئے اور در خانقاہ والا جاہ پر دستک دی۔ خادم نے عرض کی کہ کئی شخص برائے زیارت حاضر ہیں۔ آپ نے تیمم فرما کر ارشاد کیا کہ بلا لو۔ ان میں سے تین اندر آئے۔ ایک نے پوچھا کہ مرزا جان جاناں کون سے ہیں۔ دو نے کہا کہ یہی ہیں اس بدکار ناہنجار نے پستول مارا کہ گولی پہلوئے چپ پر لگی۔ عین قلب پر بیٹھی۔ آپ بسبب ضعف پیری کے زمین پر گر پڑے اور قاتل بھاگ گئے۔ آخر جراح حاضر ہوا۔ صبح کو جراحان شاہی نامی گرامی اور ایک ڈاکٹر کو لے کر نواب نجف خاں آیا۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ شفا قبضہ قدرت خداوند تعالیٰ میں ہے۔ جراح کی کچھ حاجت نہیں۔ اور جنہوں نے یہ کام کیا ہے میں نے ان کو معاف فرمایا اور اپنا خون بخشا۔ پس تین روز اور حیات رہے اور بعد نماز جمعہ دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھی اور الحمد کہتے ہوئے بوقت شام جاں بحق تسلیم کی۔

یعنی شہادت حضرت کی نویں محرم ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ یہ ہے۔ عاش حمیداً مات شہیداً اور تاریخ پیدائش صاحب شرع ۱۱۱۱ھ ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ وعظ حضرت کا بالکل بے ریا اور پاک تھا۔ شیعہ آپ سے بہت عداوت رکھتے تھے۔ یہ فعل انہی کا تھا۔ آپ کے مرید بہت سے باکمال گزرے ہیں اور تا حال آپ کے سلسلہ میں کرامت اور ولایت چلی آتی ہے۔

حضرت مولوی احمد اللہ مجددی مظہری قدس سرہٗ

آپ بیٹے فرزند مولوی ثناء اللہ پانی پتی کے اور اولاد سے شیخ جلال کبیر الاولیاء پانی پتی کے اور خلیفہ جان جاناں کے تھے۔ علوم ظاہری اپنے والد سے حاصل کئے۔ بعدہٗ مرزا صاحب کے مرید ہو کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر تیس برس کی عمر میں ۱۲۹۸ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار پانی پت میں ہے۔

حضرت شیخ محمد احسان قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مرزا جان جاناں کے اولاد سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نہایت عالی ہمت اور شجاع اور مستجاب الدعوات تھے۔ وفات آپ کی ۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔

حضرت مولوی علیم اللہ گنگوہی قدس سرہٗ

آپ مرید عاشق مرزا جان جاناں کے، صاحب سکر و ذوق و شوق ہمیشہ اہل محبت کا ذکر کیا کرتے اور عاشقان الٰہی کے ذکر پر بہت روتے۔ وفات آپ کی ۱۲۱۱ھ میں ہوئی۔

حضرت مولوی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ

آپ اولاد سے کبیر اولیاء پانی پتی کی اور مرید مرزا جان جاناں کے عالم متبحر ممتاز وقت شیخ عہد کہ فقہ اور اصول میں مرتبہ اجتہاد پایا تھا۔ چند روز علم تصوف کی تحقیق کر کے شیخ محمد عابد نقشبندی کے مرید ہوئے اور مرتبہ فنائے قلبی حاصل کیا۔ بعدہٗ حسب امر مرشد خود مرزا جان جاناں کے مرید ہو کر کار بہ تکمیل پہنچایا اور مرزا صاحب نے علم الہدیٰ خطاب دیا اور روحانیت اپنے جد سے بھی فیضان حاصل کیا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے آپ کے حق میں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ کیا تحفہ لایا تو عرض کروں گا مولوی ثناء اللہ پانی پتی کو لایا ہوں۔ صاحب تصانیف کثیرہ واقوال صحیحہ گزرے ہیں اور صاحب سلسلہ۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۲۱۶ھ میں ہوئی۔ مزار پانی پت میں ہے۔

حضرت شاہ درگاہی قدس سرہٗ

آپ مرید سلسلہ محمد زبیر کے تھے۔ ہمیشہ استغراق رہتا تھا اور توجہ ایسی تیز تھی کہ نظر پڑتے ہی ہزاروں مدہوش ہو جاتے تھے۔ آپ ولی مادرزاد تھے۔ ہزاروں کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئیں اور غیب کی خبر دیتے تھے۔ خیر و شر سے جو فرماتے معاً اس کا ظہور ہوتا۔ وفات آپ کی سنہ ۱۲۲۶ھ میں ہوئی۔ مزار رامپور میں ہے۔

حضرت مولوی صفی الدین صفی القدر قدس سرہٗ

آپ اولاد سے خواجہ محمد معصوم سرہندی کے کمالات ظاہری و باطنی میں قدم بہ قدم اپنے جد کے شب و روز عبادت میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ نواب نصرت اللہ خاں حاکم رامپور کی بخشی گیری نہ کی۔ وفات آپ کی سنہ ۱۲۳۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شاہ عبداللہ غلام علی شاہ دہلوی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم و صاحب سجادہ مرزا جان جاناں کے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے والد سید عبداللطیف مرید شاہ ناصر الدین قادری کے تھے۔ بہت بڑے عابد اور زاہد اور بجائے طعام بقولات پر اکتفا کرتے تھے۔ اکثر جنگل میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ قبل از ولادت سید غلام علی شاہ ان کے والد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں

کہ عبداللطیف اللہ تجھ کو پسر عطا کرے گا۔ اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ بعدہٗ انہی دنوں میں حضرت غوث پاک کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اپنے پسر کا نام میرے نام پر رکھنا۔ پس قصبہ بٹیارہ میں جب آپ تولد ہوئے آپ کی والدہ نے نام نامی عبدالقادر آپ کے چچا عبداللہ کے نام رکھا۔ جب بڑے ہوئے اپنے کو غلام علی مشہور کیا۔ جب عمر شریف تیرہ برس کی ہوئی آپ کے والد نے آپ کو دہلی میں بلا لیا کہ ان کو بھی اپنے پیر کا مرید کرا دوں۔ مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے شاہ ناصر الدین فوت ہوئے۔ آپ نے والد نے اجازت دی کہ جہاں تم چاہو مرید ہو۔ اس لئے کہ سید صاحب کی مریدی کے لئے تم کو بلایا تھا۔ اب تم مختار ہو۔

پس حضرت نے اوّل شاہ ضیاءاللہ و شاہ عبدالعدل خلفائے خواجہ محمد زبیر مجددی و خواجہ میر درد فرزند خواجہ شاہ ناصر الدین و حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی و شاہ غلام سادات صابر علی شاہ مشائخ دہلی کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ استفادہ اٹھایا۔ بعدہٗ بعمر ۲۲ سال ۱۱۸۰ھ میں بخدمت مرزا جان جاناں حاضر ہو کر بیعت کی۔ بعد تکمیل کار مجددیہ کے خرقہ خلافت پایا اور بعد شہادت پیر روشن ضمیر کے صاحب سجادہ ہوئے۔ آپ کے مریدوں سے ہزارہا آدمی باکمال ہوئے۔ آپ کی کرامتیں بے حساب ہیں۔

حضرت مولانا حاجی حافظ محمد حسین کیرانوی مجددی کہ آپ کے خلیفہ اور راقم کے استاد تھے فرماتے تھے کہ حضرت کی نگاہ گویا نیلگر کا ماٹ تھا کسی رنگ کا آدمی حاضر خدمت ہوتا رنگین ہو کر نکلتا تھا۔ اپنا کلاہ رنگ بھول جاتا تھا۔ ایک بار بقال کے بہت سے دام ہو گئے تھے کہ وہ سودی تھا۔ ایک روز حضرت وضو فرما رہے تھے کہ وہ بقال آیا اور عرض کی کہ خرچ ملنا چاہیئے تاکہ بازار سے سودا لاؤں۔ ورنہ مساکین اور طلبائے خانقاہ کو دقت ہو گی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ مالک ہے۔ اس وقت جا پہنچا تا ہوں۔ وہ تو گیا آپ وضو سے فارغ ہوئے کہ ایک شخص نے رامپور کے چھ سو روپے کی ہنڈی لا کر پیش کی۔ مجھ سے فرمایا کہ مولانا یہ لے کر اس بقال کو دے آؤ۔

وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ مریدوں کو توجہ دیتے تھے تمام مکان انوار و برکات سے معمور معلوم ہوتا تھا اور فیضان عام ہوتا تھا۔ جس کی کسی مسئلہ میں ہم کو دقت ہوتی تھی اس وقت خود بخود حل ہو جاتا تھا۔

ایک بار برادر مولوی کرامت علی درد ذات الجنب میں مبتلا ہوئے۔ حضرت نے اُن کے پہلو پر دست حق پرست رکھا۔ اسی وقت درد جاتا رہا۔ اور فرماتے ہیں کہ امرائے شاہی سے ایک شخص نے حضرت نے امداد چاہی کہ میرا عہدہ بڑھے۔ آپ نے فرمایا تین روز بعد نماز عشاء کھڑے ہو کر اسم اللہ الصمد پڑھے۔ چنانچہ اسی شب کو اُس نے پڑھا اور صبح کو تقرب شاہی حاصل ہوا۔ وہ آن کر مشکور ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ناچیز ہوں یہ برکت اللہ کے نام کی تھی جو تو نے صدق دل سے پڑھا تھا۔

بعد ایک مدت کے آپ نے کسی کے واسطے اس سے فرمایا کہ اس کو نوکر رکھا دو۔ وہ مغرور امارت میں آگیا تھا۔ اس

کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ اُس نے حضرت سے کہا کہ میں اس کے پاس گیا تھا۔ اس نے میرا سلام بھی نہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا سلام بھی کوئی نہ لے گا۔ چنانچہ اسی ہفتہ میں وہ بجرم تغلب ذلیل اور خوار ہوا۔ اسی طرح حکیم رکن الدین خاں حضرت کی دعا سے وزیر ہو کر رکن الدولہ ہوئے۔ حضرت نے ایک عزیز کے واسطے کہا۔ انہوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ آپ کو ناگوار گزرا۔ اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ وہ خود موقوف ہو کر خانہ نشین ہوئے۔

میاں الف شاہ خادم حضرت سے نقل ہے کہ میں ایک جنگل میں راستہ بھول گیا۔ ناگاہ ایک بزرگ پیدا ہوا اور مجھ کو راہ راست پر لگا دیا۔ جب میں نے اس کو اچھی طرح دیکھا تو حضرت تھے۔

آپ کے مریدوں میں سے ایک احمد یار تھے۔ کہتے ہیں کہ میں برائے تجارت جاتا تھا۔ جب ایک جنگل میں پہنچا دیکھا کہ حضرت تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ بیل کو تیز ہانکو کہ رہزن اس قافلہ کو تباہ کریں گے۔ پس جونہی ہم قافلہ سے جدا ہوئے تمام قافلہ خوب لٹا۔

حاجی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک بار موسم برشگال میں کہ دریا زور پر تھا برائے تفریح طبع مسجد گھاٹ پر تشریف لائے۔ میں بھی حاضر تھا کہ ایک کشتی دھار پر زور سے چلی آتی تھی۔ حضرت نے اس کی طرف توجہ فرمائی۔ معاً ساکن ہو گئی۔

نقل ہے کہ حضرت برائے تعزیت ایک مریدہ کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ اس کی جوان دختر مری تھی۔ وہ بہت روئی۔ آپ نے فرمایا کہ صبر کر اللہ تجھ کو بیٹا دے گا۔ اُس نے عرض کیا کہ میں اور میرا شوہر دونوں ضعیف ہیں۔ یہ خلاف عقل ہے۔ فرمایا کہ اللہ قادر ہے اس کے کام کس کی عقل میں آتے ہیں۔ چنانچہ بعد نو ماہ کے اس کے پسر پیدا ہوا۔ ایک عورت آئی اور بیمار کی شفا کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے تبرک میں اس کو نان اور کباب دیا۔ وہ لے کر گھر گئی۔ اسے کھول کر جو دیکھا تو وہ حلوہ ہو گیا تھا۔ یقین ہوا کہ وہ بیمار نہ بچے گا۔ چنانچہ وہ جانبر نہ ہوا۔

میر اکبر علی آپ کے مرید نے کسی بیمار عورت کی شفا کے واسطے تین بار عرض کیا۔ آخر فرمایا کہ اس کی زندگی پندرہ روز کی ہے۔ چنانچہ بعد چودہ روز کے وہ مر گئی۔ آپ بھی اس کی تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے۔ اکبر علی سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اس کی طرف توجہ کی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک بار توجہ کی ہے۔ فرمایا کہ انوار و برکات اس کی وجہ سے ہے۔

والد کاتب الحروف سے روایت ہے یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار کلالی کے باغ میں کہ جو میری والدہ کا زرخرید ہے گیا تھا۔ وہاں سے آتے وقت درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوا۔ بعد ادائے فاتحہ کے میں نے مراقبہ کیا اور روحانیت حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس وقت میں نے عرض کیا کہ فیضان چشتیہ اور قادریہ سے تو میں طفیل اپنے پیر روشن ضمیر کے بہرہ مند ہو چکا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ فیضان نقشبندیہ سے مشرف ہوں

یہ عرض کرکے وہاں سے سوار ہو کر مکان پر آیا۔ شب کو معاملہ میں دیکھا کہ خواجہ تشریف لائے اور کلاہ اپنے سر مبارک کی مجھ کو عطا کی اور کچھ پڑھنے کو فرمایا۔ صبح جمعہ تھا۔ بعد نماز جمعہ دربانان ڈیوڑھی نے خبر کی کہ حضرت سید غلام علی شاہ تشریف لائے ہیں۔ اٹھ کر پیشوائی کرکے حضرت کو لایا۔ بعد مزاج پرسی کے میں نے کہا کہ آپ نے قدم رنجہ فرمایا۔ لہذا آپ کچھ تو حکم فرمائیے تاکہ بجا لاؤں۔ آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ میں اپنے پیروں کی خدمت کرنے کو آیا ہوں۔ کل آپ روضہ حضرت خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوئے اور کسی امر کے واسطے آپ نے التجا کی تھی۔ چنانچہ شب کو مجھے حکم ہوا کہ دارا بخت کل آکر فیضان نقشبندیہ کا طالب گار ہوا۔ اس کو ہم سے بہت محبت ہے تم خود جا کر ہمارے تبرکات میں سے ہماری ٹوپی اس کو دے آنا۔ باقی ہم سمجھ لیں گے۔ یہ فرما کر رومال میں سے نکال کر کلاہ مجھ کو عنایت کی۔ میں نے بھی اپنی واردات ظاہر کی اور مجھ سے فرمایا کہ بعد نماز تہجد آپ ۴۱ بار سورہ یٰسین شریف پڑھا کریں۔ چنانچہ میں نے وہ کلاہ لے کر اس کو اپنے سر پر رکھا اور اس کلاہ کو تاج شاہی سے بہتر سمجھا۔ چنانچہ دیگر تبرکات کے ہمراہ میں نے بھی اس کلاہ کی زیارت کی ہے۔ اور اس روز سے خاندان نقشبندیہ میں بھی مرید کرنے لگے تھے۔

نقل ہے کہ قریب خانقاہ کے ایک شیعہ عورت کا مکان تھا۔ حضرت چاہتے تھے کہ اس کو لے کر شامل خانقاہ کریں تاکہ خدام کی تنگی رفع ہو۔ مگر وہ نہ دیتی تھی۔ چنانچہ حکیم شریف خاں صاحب کو بھیجا۔ انہوں نے بھی جا کر اس کو کہا۔ اس نے جواب میں حضرت کی نسبت سخت کلمات کہے۔ اور مکان فروخت کرنے سے قطعی انکار کیا۔ ایسا کچھ کہا تھا کہ وہ حکیم صاحب موصوف کو بھی ناگوار گزرا۔ وہاں سے آکر بجنسہ سب بیان کیا۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ کرکے کہا کہ یا اللہ اس عورت کے کلام آپ نے سنے اب میں نہ لوں گا جب تک وہ بمنت نہ دے گی۔ چنانچہ اسی عرصہ میں اس کے گھر موتیں ہونی شروع ہوئیں۔ وہ عورت اور ایک لڑکا بچا۔ باقی سب مر گئے۔ ایک دن وہ لڑکا بھی بیمار ہوا۔ وہ سمجھی کہ یہ میری شامت اعمال ہے کہ میں نے خاصان خدا کو برا کہا۔ اس لڑکے کو لے کر حاضر خدمت ہوئی اور عفو تقصیر چاہا۔ حضرت نے دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ اس لڑکے کو شفا ہوئی اور اس عورت نے مذہب حق اختیار کیا اور مرید ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک شخص کابل سے آتا تھا۔ دریائے سندھ میں شتر اس کے اسباب کا ڈوب گیا۔ اس نے نذر قبول کرلی کہ اگر شتر میرے اسباب کا دریا سے نکل آیا تو روغنی روٹی شاہ غلام علی دہلوی کی نذر کروں گا۔ قدرت خدا سے اسی وقت وہ شتر دکھائی دیا اور مع اسباب کنارہ پر آیا۔ پس جب وہ دہلی میں آیا یہ واقعہ بیان کیا اور روغنی روٹی نذر کے طور پر پیش خدمت کی۔

ایک روز ایک برہمن نوعمر خوبرو حاضر ہوا۔ تمام اہل مجلس اس کو دیکھنے لگے۔ حضرت نے بھی چشم رحمت سے اس کو

دیکھا۔ اُس نے اسی وقت جنیو توڑا اور مسلمان ہو کر مرید ہوا۔

مولانا حاجی محمد حسین کیرانوے مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت کی کرامات اور خوارق عادات زیادہ حد بیان سے ہیں۔ ذات برکات معدن فیوض ربانی۔ منبع انوار تجلیات رحمانی، جامع الکمالات مشکل کشائے حاجات صوری و معنوی اور ریا سے پاک تھے۔ امیر غریب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے۔ جس نے بصدق دل آپ کی غلامی قبول کی کامل ہوگیا۔

نقل ہے کہ ایک شخص خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا پسر دو ماہ سے گم ہے۔ اس کی کچھ خبر نہیں آپ توجہ کیجئے کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تیرے گھر میں ہے۔ یہ سُن کر وہ متعجب ہوا۔ جب اپنے گھر آیا پسر کو موجود پایا۔

ایک روز ایک ضعیفہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا پسر سپاہ بادشاہی میں نوکر تھا۔ نوکری چھوڑ کر لنگوٹ باندھ لیا ہے بھنگ چرس پیتا ہے۔ یہ سُن کر ایک ساعت متوجہ ہوئے کہ اسی وقت وہ شخص آیا اور نشہ سے توبہ کی اور مرید ہو کر عاشق اللہ ہوا۔

کئی صاحبان مریدان حضرت آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ راستہ میں باہم کہنے لگے کہ جو حضرت کی خدمت میں جاتا ہے حضرت اس کو کچھ نہ کچھ تبرک عنایت کرتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ مجھ کو خواہش مصلے خاص کی ہے۔ ایک نے کہا میں کلاہ چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب حاضر ہوئے ہر ایک کو حسب دلخواہ اس کے تبرک عنایت فرما کر کہا کہ تمہارا مدعا حاصل ہوا

حضرت کا قاعدہ تھا کہ امیر غریب جو آتا تھا تفاوت امر و نہی میں نہ فرماتے۔ چنانچہ جب شمشیر بہادر والی ریاست کلاہ انگریزی سر پر رکھے حاضر خدمت ہوئے آپ دیکھ کر ناخوش ہوئے اور منع فرمایا۔ اس نے بُرا مانا اور کھڑے ہو کر کہا کہ اب نہ آؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اس صورت میں خدا نہ لائے۔ جب دالان سے نیچے اترا خود بخود ٹوپی زمین پر گر پڑی۔ وہ پھر آکر تائب ہوا اور حلقہ ارادت میں آیا۔

نقل ہے کہ پسر مولوی فضل احمد امام مسجد جامع دہلی علیل تھے۔ ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور پسر کو کچھ کھلایا۔ صبح جو اٹھے پسر کو صحت ہوئی۔ مولوی صاحب کچھ نقد کچھ جنس برائے نذر لائے اور قبولیت چاہی۔ حضرت نے تبسم فرمایا۔ ارشاد کیا کہ اُجرت کس خدمت کی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ رات کی عنایت کا شکرانہ ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ طریق نقشبندیہ عبادت چار چیز سے ہے۔ بے خطرگی دوام حضوری وجذبات وارادت۔ آپ نے فرمایا کہ بیعت کی چار قسم ہیں۔ طالب دنیا نامرد، طالب عقبیٰ ومولا جوانمرد، طالب مولا مرد۔ اور ایک بار ارشاد کیا فقیر کے چار حرف ہیں — ف۔ ق۔ ی۔ ر — ف سے فاقہ، ق سے قناعت، ی سے یاد الٰہی، ر سے ریاضت۔ جو بجا لایا وہ ف سے فاضل و فائض ہوا، ق سے قرب اور قبولیت پائی، ی سے یاری اور ر سے رحمت پائی۔ فقیر

ہوا ورنہ ف سے فضیحت، ق سے قہر، ی سے یاری، ر سے رسوائی ہوگی۔ فرماتے تھے کہ طالب حق کو چاہیئے کہ ایک لمحہ بھی یادِ مطلوب سے غافل نہ رہے۔ بعض وقت ارشاد کیا کرتے تھے۔

ایں شربت عاشقی است نخرد　　　　بے خون جگر چشید نتواں

اور اکثر فرماتے تھے۔

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند　　　　روز و شب در زرق اندر لق لق اند

حب دُنیا راس کل خطیئۃ یعنی دنیا کی دوستی سر ہے ہر گناہ کا۔ جب دُنیا کی دوستی نے دل میں جگہ پائی، اس کے متعلقہ گناہ ضرور سرزد ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ دل ایک ہے جب دُنیا اس میں سماگئی ہے پھر حبِ مولیٰ کہاں!
نقل ہے کہ جب ایام وفات نزدیک پہنچے چند روز عارضہ بواسیر میں مبتلا رہے اور مولانا حاجی محمد حسین کیرانوی کو بلا کر علاوہ خاندان مجددیہ کے دیگر سلاسل میں اجازت دی اور ایک کلاہ خاص اور ایک مصلّیٰ عنایت فرمایا اور قبل انتقال کے وصیت کی تھی رباعی شاہ بہاؤ الدین نقشبندی کی میرے جنازہ کے ہمراہ پڑھی جائے۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو　　　　شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما　　　　آفریں بر دست و بر بازوئے ما

آخر خانقاہ شریف میں پہلوئے پیر روشن ضمیر میں مدفون ہوئے۔ مزار حضرت کا خانقاہ میں حاجت روائے خلق ہے اب تک مزار حضرت سے باب فیضان تعلیم و تلقین بند نہیں ہے۔ مثل حیات کے فیضان جاری ہے مگر طالب صادق چاہیئے تھوڑا عرصہ گزرا کہ ماہ صیام میں تذکرۃ الفقراء جو اس ناکارہ نے جمع کیا تھا طبع ہو رہا تھا۔ مرزا محمد بیگ صاحب خوشنویس دہلوی کہ جو مرید مولوی ولی النبی رامپوری ثم دہلوی کے ہیں اس کی کتابت کر رہے تھے۔ یہ فقیر اور وہ دونوں ہمراہ چلے آتے تھے، چتلی قبر کے پاس ایک مسجد میں ایک روز افطار کیا۔ بعد نماز مغرب انہوں نے کہا کہ یہ وقت حلقہ میں حاضر ہونے کا ہے وہاں سے آکر غلطیاں بنا دوں گا۔ میں بھی ان کے ہمراہ خانقاہ میں آیا۔ وہاں حلقہ ہو رہا تھا۔ وہ تو جا کر حلقہ میں شریک ہوئے۔ جناب مولانا منہ پر رومال ڈالے مریدوں کو توجہ دے رہے تھے۔ میں ان سے بہت دُور بیٹھا تھا۔ چونکہ خالی بیٹھا تھا میں بھی متوجہ ہوا اور میرے دل میں خطرہ گزرا کہ مولانا زبردست شخص ہیں۔ اوّل تو تو بے مایہ ہے ایسا نہ ہو کہ جو قدرے قلیل ہے وہ بھی چھین جائے اور میں نے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر خیال آیا کہ مجھ کو مولانا سے کیا غرض۔ تو اپنا قلب مولانا کے قلب سے کیوں ملادے، تو اپنے حضرت شاہ صاحب کی طرف توجہ کر۔ چنانچہ خیال کر کے پھر میں متوجہ ہوا۔ معاً حضرت مرزا صاحب و شاہ صاحب و شاہ ابو سعید صاحبان کی زیارت سے متوجہ ہوا۔ میں نے پہلے کسی کتاب میں حلیہ حضرات کے نہ دیکھے تھے۔ کبھی پہلے مولانا سے نیاز حاصل نہ کیا تھا۔ جب حلقہ ہو چکا میں نے مولانا سے مصافحہ کیا اور قریب بیٹھا۔ مولانا نے میرا حال مرزا محمد بیگ صاحب سے دریافت کیا۔

انہوں نے میری تمام کیفیت بیان کی ۔ مولانا نہایت مہربانی سے پیش آئے ۔ میں نے حلیہ تینوں حضرات کے بیان کر کے تصدیق چاہی ۔ مولانا نے فرمایا کہ حلیہ درست ہیں ۔ تم نے کس کتاب میں دیکھے ہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ کسی کتاب میں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ۔ فرمایا پھر کیونکر معلوم ہوئے ۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کا فیضان جاری تھا میں بھی آپ کی توجہ سے اس دولت سرمدی سے بہرہ مند ہوا ۔ یہ سن کر دوبارہ کھڑے ہو کر حضرت مولانا نے مصافحہ کیا اور فرمایا کہ آپ کو بیعت کس خاندان میں ہے ۔ عرض کیا کہ چشتیہ اور قادریہ میں مگر سلسلہ حضرت سید غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت مولانا حاجی محمد حسین کیرانوی خلیفہ شاہ صاحب نے تبرکاً از راہ مہربانی اجازت دی تھی اور طریقہ احمدیہ کا کسب بھی بتایا تھا ۔ ایک اور صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسی کا باعث ہے ۔

حضرت مولانا خالد مجددی قدس سرہٗ

آپ عالم متبحر و درویش عالی قدر گزرے ہیں ۔ ان کے حق میں حضرت سید غلام علی شاہ نے فرمایا ہے کہ مولانا خالد جامی وقت و خسرو عہد تھے اور آپ کے مرید بھی تھے ۔ بیت اللہ میں رہتے تھے ۔ وہیں شاہ ابو سعید جی بھی ملے تھے ۔ وفات آپ کی ۱۲۴۲ھ میں ہوئی ۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ و صاحب سجادہ سید غلام علی شاہ دہلوی کے تھے ۔ بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی کہ علوم ظاہری مولانا رفیع الدین محدث دہلوی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی و میاں سراج احمد صاحب و مفتی شرف الدین شاہی سے حاصل کیا ۔ پہلے کمالات باطنی اپنے والد سے حاصل کر کے شاہ درگاہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا ۔ بعدہٗ حسب صلاح قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت غلام علی شاہ دہلوی کے مرید ہو کر زہد اور عبادت میں مشغول ہو کر مدارج سلوک حسب طریقہ مجددیہ طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا ۔ نقل ہے کہ شہزادہ مرزا طہماسپ کے ہاں ایک بار قلعہ میں درویشوں کی دعوت تھی اور شہزادے بھی بیٹھے تھے ۔ ایک صاحب نے کہا کہ صاحب کرامت بزرگ اب نہیں ہیں ۔ آپ نے نعرہ مارا تمام اہل مجلس بیہوش ہوئے ۔ یہ کرامت دیکھ کر سب معتقد ہوئے ۔ وفات حضرت کی بروز عید ۱۲۵۰ھ میں ہوئی بمقام ٹونک اور آپ کے جسد مبارک کو دہلی میں لا کر خانقاہ شریف میں مدفون کیا ۔

حضرت شاہ رؤف قدس سرہٗ

آپ جامع ملفوظات دار المعارف تھے ۔ آپ بہت صاحب تالیف گزرے ہیں اور شاعر بھی تھے ۔ اور

یافت تخلص کرتے تھے۔ وفات حضرت کی حج کو جاتے ہوئے مین دریا میں سنہ ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔

حضرت شاہ احمد سعید بن شاہ ابو سعید قدس سرہٗ

آپ علم شریعت و طریقت میں جامع کرامات گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔

نقشہ باقی بزرگان مشہور مجددیہ

نمبر شمار	اسم مبارک	نام مرشد	سنہ وفات
۱	حضرت شیخ محمد اصغر	حضرت غلام علی شاہ رح	سنہ ۱۲۵۵ھ
۲	حضرت شاہ عبد الرحمٰن	حضرت مرزا جان جاناں رح	سنہ ۱۲۵۸ھ
۳	حضرت مولوی کرم اللہ محدث	حضرت غلام علی شاہ رح	سنہ ۱۲۵۸ھ
۴	حضرت ملا عبد الغفور جبیوری	" "	سنہ ۱۲۵۶ھ
۵	حضرت مرزا رحیم اللہ بیگ	" "	سنہ ۱۲۶۰ھ
۶	حضرت سید نور شاہ لاہوری	حضرت سید عابد رح	سنہ ۱۲۶۴ھ
۷	حضرت مولوی خطیب احمد	حضرت شاہ رؤف رح	سنہ ۱۲۴۴ھ
۸	حضرت مولانا محمد جان	حضرت غلام علی شاہ رح	سنہ ۱۲۶۶ھ
۹	حضرت سید امام علی شاہ	حضرت میراں شاہ حسین رح	سنہ ۱۲۸۲ھ
۱۰	حضرت حاجی حافظ محمد حسین کیرانوی	حضرت غلام علی شاہ رح	سنہ ۱۳۰۰ھ
۱۱	حضرت مولوی ولی النبی رامپوری	..	..
۱۲	حضرت مولوی محمد غوث در پنجاب	حضرت شاہ احمد سعید رح	..

خاندانِ سہروردیہ

حضرت شیخ شہاب الدین ابوحفص سہروردی بن شیخ محمد قریشی قدس سرہٗ

یہ حضرت چھوٹے بھائی شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کے تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین عالم غوثی سے حضرت غوث پاکؓ کی صحبت میں رہے اور غوث پاکؓ بھی نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ علاوہ بریں اور بزرگوں سے استفادہ اٹھایا۔ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے پاس آتے تھے۔ یہ حضرت اپنے وقت میں شیخ شیوخ بغداد تھے حضرت کی تصنیفات سے تا قیامت علماء و فقراء فیض اٹھاتے رہیں گے۔ آپ کی تصنیفات سے عوارف شریف بہت بڑا بابرکت کتابیں ہیں۔

شیخ محمد صادق شیبانی قادری سے روایت ہے کہ والد شیخ شہاب الدین سہروردی لاولد تھے۔ ان کی اہلیہ نے خدمت غوث پاک میں عرض کی کہ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھ کو اولاد دے۔ حضرت غوث پاک نے مراقبہ فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ تم کو فرزند سعادتمند عطا کرے گا۔ اسی شب کو وہ پاک دامن حاملہ ہوئیں۔ بعد نو مہینے کے لڑکی پیدا ہوئی۔ غوث پاک کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ لڑکی نہیں ہے لڑکا ہے۔ اور نام اس کا میں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رکھا۔ اس کی عمر دراز ہوگی اور ابروؤں کے بال اور پستان دراز ہوں گے اور ولی بلند مرتبہ ہوگا۔ یہ سن کر اُن کی بیوی نے جو اپنی لڑکی کو آکر دیکھا تو علامت سب مرد کی پائی اور شکر پروردگار بجا لائیں۔ چنانچہ ان کی بھوؤں کے بال ایسے تھے کہ پلکوں کے نیچے پڑتے تھے اور پستان بھی دراز تھے۔ سولہ برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور اشتیاق علم الٰہی کا ایسا پیدا ہوا کہ شب و روز اسی میں مستغرق رہتے تھے۔ اگرچہ شیخ ابو نجیب آپ کے عم نصیحت فرماتے تھے کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہے مگر آپ نہ مانتے تھے۔ آخر ان کو ایک روز لے کر غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یہ برخوردار شائق علم الٰہی کا ہے۔ اگرچہ فارغ التحصیل ہو چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ اور پڑھے مگر یہ اس میں دل نہیں لگاتا ہے۔ یہ سن کر غوث پاک نے اپنا ہاتھ بڑھا کر شیخ شہاب الدین کے سینہ پر مارا اور فرمایا کہ اے پسر علم کلام سے تجھ کو کیا یاد ہے

انہوں نے جو خیال کیا تو کچھ یاد نہ تھا سب بھول گئے بلکہ کتابوں کے نام بھی یاد نہ رہے۔ اس وقت غوث پاک نے تبسم کیا اور فرمایا کہ علم کلام تیرے سینہ سے بھلا کر علم معرفت دے دیا۔ اس روز سے یہ تحصیل علم باطن میں مصروف ہوئے۔

میاں شیخ نجم الدین خلیفہ شیخ شہاب الدین کے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت کے پاس چلہ میں تھا۔ واقعہ میں میں نے دیکھا کہ شیخ ایک پہاڑ پر تشریف رکھتے ہیں اور جواہرات کے ڈھیر آپ کے آگے لگے ہوئے ہیں اور پہاڑ کے نیچے کی خلقت کو جو آپ سے مانگ رہی ہے دے رہے ہیں۔ باوجود تقسیم کثیر کے وہ ڈھیر کم نہیں ہوتا۔ جب میں فارغ ہوا شیخ کی خدمت میں آیا اور چاہتا تھا کہ واقعہ کا حال عرض کروں کہ شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ تو نے دیکھا سو درست دیکھا۔ یہ برکت عنایت غوث پاکؒ کی ہے۔

ایک بار واحد الدین آپ کے پاس آئے۔ آپ نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ انہوں نے سماع چاہا۔ آپ نے قوالوں کو بلایا۔ ان کو سماع میں مشغول کر کے آپ کونے میں جا کر تلاوت قرآن میں مشغول ہوئے۔ صبح کو خادم خانقاہ نے عرض کیا کہ درویشوں نے تمام رات سماع سنا۔ اب ان کے واسطے نہاری چاہئے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ کب سماع ہوا۔ سبحان اللہ تلاوت قرآن میں ایسے مشغول و مستغرق ہوئے کہ سماع کی آواز بھی کان میں نہ آئی۔

فوائد الفوائد سے نقل ہے کہ ایک فلسفی حکیم خلیفہ بغداد کے پاس آیا اور ایک کتاب دکھائی کہ خلیفہ کو بددین کرے اور خلیفہ بھی اس کے جال میں ایسا پھنسا کہ اس کو اپنا ہم نشین بنا کر رات دن اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔ یہ خبر شیخ شہاب الدین کو ہوئی۔ فرمایا کہ خلیفہ اس حکیم سے مل کر ظلمت و کفر میں ڈالے گا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر خلیفہ کے پاس آئے۔ قدرت خدا سے وہ حکیم بھی حاضر تھا۔ شیخ نے حکیم سے پوچھا کہ اس وقت کیا بحث تھی۔ کہا کہ یوں ہی کچھ باتیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں فقط اسی واسطے آیا ہوں کہ تمہاری باتوں کو دریافت کروں اور آپ نے بہت کچھ زور دیا۔ ناچار حکیم نے کہا کہ ہم اس وقت یہ بحث کر رہے تھے کہ حرکت تین طرح کی ہوتی ہے۔ حرکت طبعی، حرکت ارادی۔ حرکت طبعی وہ ہے کہ کوئی چیز خود بخود حرکت کرے اور دوسرا اس کا کوئی متکفل نہ ہو۔ حرکت ارادی وہ ہے کہ اپنی مرضی سے حرکت کرے جس طرف چاہے۔ اور حرکت قسری وہ کہ دوسرا اس کو حرکت دے۔ ہم اس بحث میں تھے کہ حرکت فلکی بھی حرکت طبعی ہے کہ خود بخود اس کو گردش ہے۔ دوسرا اس کو کوئی گردش نہیں دیتا۔ شیخ نے فرمایا کہ فرشتے اس شکل و صورت کے اس طرح پر بحکم خدا حرکت دیتے ہیں اور ایک حدیث پڑھی۔ اس پر وہ حکیم قہقہہ مار کر ہنسا شیخ کو ناگوار گزرا۔ چنانچہ خلیفہ اور حکیم کا ہاتھ پکڑ کر صحن مکان میں لائے اور فرمایا کہ الٰہی جو کچھ اپنے خاص بندوں کو دکھلاتا ہے ان دونوں کو بھی دکھا اور کہا آسمان کی طرف دیکھو۔ جب انہوں نے آسمان کو دیکھا معلوم ہوا کہ فرشتے آسمان کو حرکت دے رہے ہیں۔ یہ کرامت دیکھ کر حکیم اور خلیفہ باعتقاد تمام تائب ہوئے۔

کہتے ہیں کہ دس بارہ ہزار روپے کا فتوحات ہوتا تھا مگر جو آتا شام تک لقمہ مساکین ہوتا۔ دوسری صبح کے واسطے

ایک ٹکڑا روٹی کا بھی نہ رہتا تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سب نعمتیں دیں مگر ذوق سماع نہ دیا اس وجہ سے نہیں سنتا۔

جب وقت آپ کا قریب پہنچا تو صاحبزادہ شیخ عماد الدین کی عمر تیس برس کی تھی مگر راحت پدری سے محروم تھے۔ عین وقت انتقال پر خزانہ کی کنجیاں طلب کیں۔ خادم نے کہا کہ یہ وقت شیخ کے انتقال کا ہے۔ اس وقت مناسب نہیں۔ یہ آواز شیخ کے کان میں پہنچی۔ آپ نے خادم کو بلا کر کہا کہ اس کو کنجی دے دے۔ صاحبزادہ نے جو خزانہ کھول کر دیکھا تو چند دینار سے زیادہ نہ تھا، جو شیخ کی تجہیز و تکفین میں خرچ ہوا اور حضرت ہر سال زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوتے رہے۔ ولادت حضرت کی ۵۴۲ھ میں اور وفات ۶۳۲ھ میں پائی۔ مزار بغداد شریف میں ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی خلیفہ شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اور غوث پاکؒ کے تھے۔

شجرہ شیخ شہاب الدینؒ

نمبر شمار	اسم مبارک بزرگ	ماہ و سنہ وفات	مزار
۱	شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ	سنہ ۵۶۲ھ	بغداد
۲	شیخ وجیہہ الدین سہروردیؒ	سنہ ۵۶۶ھ	بغداد
۳	شیخ ابو عبد اللہؒ	سنہ ۳۳۱ھ	شیراز
۴	شیخ اسود احمد دینوریؒ	سنہ ۳۶۶ھ	دینور
۵	شیخ ممتاز علی دینوریؒ	۴ محرم سنہ ۲۶۶ھ	دینور
۶	خواجہ جنید بغدادیؒ	۲۷ رجب سنہ ۳۰۲ھ	بغداد
۷	خواجہ سری سقطیؒ	۳ رمضان سنہ ۲۵۲ھ	بغداد
۸	خواجہ معروف کرخیؒ	۲ محرم سنہ ۲۰۰ھ	کرخ
۹	خواجہ داؤد طائیؒ	سنہ ۱۶۲ھ	بغداد
۱۰	خواجہ حبیب عجمیؒ	۳ ربیع الاول سنہ ۱۵۶ھ	"
۱۱	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	ربیع الاول سنہ ۵۰ھ	مدینہ منورہ
۱۲	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ	نجف اشرف
۱۳	جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	مدینہ شریف

خلفا آپ کے یہ ہیں شیخ محمد غنی۔ شیخ بہاؤالدین ملتانیؒ۔ سید نورالدین مبارکؒ۔ شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانیؒ۔ قاضی حمیدالدین دہلویؒ۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ۔ شیخ نجیب الدین علی برغشؒ۔ شیخ فریدالدین عطارؒ۔

حضرت سیّد نورالدّین مبارک غزنوی قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے تھے۔ بعد تکمیل خرقہ خلافت سے مشرف ہوکر دہلی میں آئے سلطان شمس الدین نے آپ کو شیخ الاسلام دہلی کیا۔ ایک بار دہلی میں امساک باراں تھا۔ لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالمؤید کو آگھیرا کہ آپ برائے بارانِ رحمت دُعا کیجئے۔ آپ اسی وقت اٹھ کر مزار سید نورالدین پر گئے اور کہا کہ یا سیدی میری آپ کی جو نزاع تھی۔ اس کو معاف فرماکر آشتی کیجئے کہ پانی برسے۔ تمام شہر پانی کا خواہاں ہے۔ آواز ہوئی کہ میں نے تجھ سے سلوک کیا۔ دُعا کر پانی برسے گا۔ بعدہٗ مکان پر آکر تمام خلق کے روبرو دُعا کی کہ الٰہی بارانِ رحمت کو بھیج، ورنہ میں تا حیات آبادی میں نہ جاؤں گا۔ اسی وقت پانی برسا۔ قطب الدین آپ کے خادم نے عرض کیا کہ بندہ کو پروردگار سے ایسا زور کے ساتھ عرض کرنا چاہیئے۔ اس میں کیا بھید تھا۔

شیخ نے فرمایا کہ دوست دوست سے جو کہتا ہے وہ ضرور قبول کرتا ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ سید نورالدین کی رنجش تھی آج صفائی ہوئی۔ انہوں نے بھی نے واسطے دُعا کے فرمایا۔ حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی سے روایت ہے کہ سید نورالدین نے اوّل نعمت شیخ اجل شیرازی سے خلافت پائی۔ بعدہٗ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ وفات شیخ نورالدین مبارک کی ۶۴۷ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی دہلوی قدس سرّہٗ

خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے تھے۔ صاحب عظمت و شان مگر جلال کہ ترک تجرید میں یگانہ عصر تھے علاقہ نیوہ سے وارد دہلی ہوکر باہر شہر کے مقیم ہوئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ حضرت خواجہ کو دیکھنے جاتے تھے اور حضرت خواجہ قطب الدین بھی آپ سے ملنے ایک دوبار تشریف لائے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت شاہ ترکمان حضرت خواجہ کے مہمان تھے۔ ایک وقت میں دونوں بزرگ ایک طباق

میں رلیا نوش فرما رہے تھے اور شیخ فریدالدین گنج شکر مگس رانی کر رہے تھے۔ حضرت شاہ ترکمان کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر لقمہ کھا کر اپنی بغل میں ہاتھ دیتے پھر دوسرا لقمہ اٹھاتے۔ یہ دیکھ کر شیخ فریدالدین کے چہرہ سے آثار ناگواری کے معلوم فرما کر حضرت خواجہ نے اشارہ سے منع فرمایا۔ مگر ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ آخر کہا کہ حضرت کھانا کھانے میں ہاتھ دینا خلاف تہذیب ہے۔ آپ سن کر چپ ہو رہے۔ حضرت خواجہ نے پھر اشارہ سے منع فرمایا۔ مگر شیخ فریدالدین نے پھر کہا۔ دوبارہ کہنے سے آپ کو جلال آیا۔ حضرت بہت قوی ہیکل اور زبردست تھے۔ شیخ فریدالدین کا بازو پکڑ کر کھینچا اور اپنا ہاتھ اونچا کر کے فرمایا کہ دیکھو میں بوجہ ترک ادب کے کہ قطب الاقطاب کے ہمراہ کھانا کھا رہا ہوں ہر لقمہ پر ہاتھ دھو لیتا ہوں۔ جو اس وقت موجود تھے سب نے دیکھا کہ زیر بغل دریا بہا چلا جاتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک قلندر آپ کے پاس آئے۔ ان کے ہمراہ دو شیر ببر تھے۔ انہوں نے حضرت سے کہا کہ ان کو کہاں باندھوں۔ آپ نے فرمایا کہ میری بکریوں میں چھوڑ دو۔ اس قلندر نے کہا کہ ان کو شیر کھا جائیں گے آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نام پر چھوڑ دو۔ اس قلندر نے دونوں شیر بکریوں میں چھوڑ دیئے۔ قدرت خدا سے ان بکریوں نے شیروں کو ایسا تنگ کیا کہ وہ شور کر کے باہر نکل آئے۔

نقل ہے کہ ایک ساہوکار دہلی سے کہیں جاتا تھا۔ اس کے دشمن اس کے پیچھے ہو گئے۔ جب اس نے دشمنوں کو آتے دیکھا۔ ڈر کے حضرت کے پاس آیا اور کہا مجھے امان دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ صحن میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ لوگ بھی آ گئے۔ حضرت سے کہا کہ ایک شخص ابھی آپ کے پاس آیا ہے وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دیکھ لو انہوں نے آپ کی جھونپڑی اور اس کے آس پاس خوب دیکھا کہیں نہ پایا۔ ناچار واپس چلے گئے۔ وہ مہاجن سب کو دیکھا کیا اور وہ کسی کی نظر میں نہ آیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مہاجن مسلمان ہوا اور ترک مال منال کر کے فقیر ہوا۔

نقل ہے کہ سلطان شمس الدین نے ایک بار حضرت سے کہا کہ شہر میں قیام فرمایئے ویرانہ میں آپ کیوں رہتے ہیں۔ آبادی میں رہنے سے برکت انفاس حضرت سے خلائق کو نفع ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا کو منظور ہوگا، تو یہیں آبادی ہو جائے گی۔ چنانچہ اول فیروز شاہ نے اس جگہ آبادی کی اور مسجد بنائی کہ جو موجود ہے۔ پھر گرد روضہ عالیہ کے چہار دیواری شاہ جہان بادشاہ کی بنی۔ ترکمان دروازہ آپ کے نام سے مشہور ہوا۔

وفات حضرت کی رضیہ بیگم کے عہد میں ہوئی۔ مزار پُر انوار سے فیض عام جاری ہے۔ شب کو صراحی پانی کی لا کر مزار پر رکھتے ہیں۔ صبح لے جا کر مریضوں کو پلاتے ہیں ان کو صحت ہوتی ہے۔ آپ کے ہاں جو بسنت ہوتی تھی شب کو میلہ رہتا تھا۔ جب محکمہ دارالقضا دہلی سے جاتا رہا تو حرام کاری کا بھی علانیہ چرچا ہوا۔ کسی بد نصیب نے حضرت کے میلہ میں کسی طوائف سے حرام کیا۔ اسی وقت دونوں کو کسی نے اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ یہ دونوں چار پائی پر پڑ کر اپنے گھر گئے اور تمام میلہ میں دبا پڑ گئی۔ تمام خلقت وہاں سے بھاگی۔ آپ نے خدام کو بشارت دی کہ رات

کو ہمارے یہاں میلہ نہ رہا کرے۔ اس روز سے بعد دوپہر کے میلہ شروع ہوتا ہے اور پہر رات گئے ختم ہو جاتا ہے۔ درگاہ شاہ ترکمان شاہجہان آباد میں حاجت روائے خلق ہے۔ حضرت صاحب سلسلہ بھی ہیں۔ آپ کے اکثر فقیر پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ ان میں ایک بزرگ صاحب اکسیر بھی دیکھے ہیں۔

حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ہیں۔ اعظم اولیائے ہند سے گزرے ہیں۔ صاحب کرامات ظاہری و باطنی تھے۔ آپ کے دادا کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے چل کر خوارزم میں آرہے۔ بعد اس کے ملتان میں تشریف لائے۔ آپ کے والد شیخ وجیہ الدین کی شادی دختر شیخ حسام الدین ترمذی سے ہوئی۔ ۵۷۸ھ میں شیخ بہاؤالدین پیدا ہوئے۔ بارہ برس کی عمر میں حافظ و قاری ہوئے۔ بعد وفات اپنے والد کے خراساں میں جا کر کسب علوم کیا بہت سے بزرگوں کی زیارت کی۔ بعد اس کے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور پانچ سال مدینہ میں رہ کر کمال الدین محمد یمنی محدث سے حدیث صحیح کی۔ بعد اس کے زیارت بیت المقدس سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے چل کر بغداد میں آکر شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں شرف ارادت حاصل کر کے اٹھارہ دن میں کمال ولایت کو پہنچے۔ منتظر خلافت کے تھے کہ ایک شب واقعہ میں دیکھا کہ ایک مکان پر نور ہے۔ اس میں رسول خدا ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں اور شیخ شہاب الدین داہنی جانب دست بستہ کھڑے ہیں اور وہاں چند خرقے ٹنگے ہوئے ہیں۔ جناب سرور کائنات ؐ نے ان کو بلا کر اپنے ہاتھ سے شیخ شہاب الدین کے سپرد کر کے فرمایا ان خرقوں میں سے ایک خرقہ بہاؤالدین کو پہنا دے۔ چنانچہ انہوں نے خرقہ پہنایا۔ صبح کو شیخ شہاب الدین نے اُن کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ رات کو جو خرقہ تجھ کو عنایت ہوا ہے اور فرمایا کہ حسب الارشاد رسول مقبول یہ خرقہ تجھ کو دیا گیا۔

اس خرقہ کے ملنے سے اور درویشوں کو جو سال ہا سال سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں پڑے ہوئے مجاہدہ اور ریاضت کر رہے تھے اور خرقہ خلافت نہیں پایا تھا ان لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ ان کو اٹھارہ دن میں خلافت ملی ہم برسوں کے پڑے ہیں لیکن اب تک محروم ہیں۔ شیخ غیاث الدین نے نور باطن سے ان کا خطرہ معلوم کر کے مریدوں سے فرمایا کہ تم تشویش نہ کرو۔ تم مثل لکڑی تر کے ہو۔ آگ چوب تر کو یکایک نہیں جلاتی۔ اور بہاؤالدین ذکریا مثل چوب خشک کے تھا کہ یکایک اس میں آگ نے اثر کیا۔ علاوہ بریں جتنی باتیں ہیں سب فضل الٰہی پر منحصر ہیں۔

پس خرقہ خلافت حاصل کر کے حسب اجازت پیر ملتان میں آکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ بہت کچھ رجوعات خلائق ہوئی۔ ملتان کے مشائخوں کو آپ سے حسد پیدا ہوا اور اشارتاً ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ بھیجا۔ آپ نے ان کا اشارہ معلوم کر کے ایک گلاب کا پھول اس کٹورے میں ڈال دیا۔

نقل ہے کہ سید جلال الدین شریف اللہ سرخ بخاری حضرت کی خانقاہ میں آکر ٹھہرے۔ صحن میں بیٹھے تھے لو چل رہی تھی۔ شیخ حجرہ میں تھے۔ سید صاحب کو اپنے ملک کی سردی یاد آئی۔ شیخ الاسلام نے نور باطن سے معلوم کر کے حجرہ سے باہر آکر فرمایا کہ بوریئے صحن خانقاہ کے اٹھا کر جھاڑو دے کر کچھ کوڑہ نہ رہے۔ ایک خادم نے جھاڑو دی۔ اسی وقت ایک ٹکڑا ابر کا آیا اور گرج وچمک ہونے لگی اور اولے مثل بیضہ مرغ کے صحن خانقاہ میں برسنے لگے کہ تمام صحن پر ہو گیا۔ خانقاہ کے باہر کہیں اور ایک بھی نہ پڑا۔ سید جلال الدین اور دوسرے درویشوں نے خوب اولے کھائے اور برتنوں میں بھر کر رکھے۔ جب واسطے نماز ظہر کے شیخ باہر آئے سید جلال الدین سے فرمایا کہ یا سید برف بخارا کی بہتر یا اولے ملتان کے۔ سید نے عرض کیا کہ ملتان کے اولے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ اسی روز مرید ہو کر کئی سال میں مرتبہ ولایت حاصل کر کے اوچ کو رخصت ہوئے۔

نقل ہے کہ مولانا فخر الدین عراقی بھانجے شیخ شہاب الدین سہروردی کے کہ بہت بڑے عالم اور شاعر تھے دمشق میں رہ کر اور سربنا کر درس میں مشغول ہوئے۔ ایک فقیر لڑکے پر عاشق ہو گئے اور داڑھی مونچھیں منڈا کر قلندروں میں مل گئے۔ انہی کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے ہمدان وخراسان ہوتے ہوئے ملتان میں آئے۔ خانقاہ شیخ میں شب باش ہوئے۔ شیخ الاسلام نے مولانا فخر الدین کو پہچان کر کشش باطن سے اپنے پاس بلا کر تمام شب اپنے پاس رکھا۔ صبح کو وہ قلندر اٹھ کر چلے۔ یہ بوجہ عشق ومحبت کے دوڑے۔ تمام دن ان کو ڈھونڈا اور شام کو اپنے تئیں ملتان میں در خانقاہ پر پایا۔ شیخ نے مولانا کو اندر بلا کر گلے لگایا اور ان کو توجہ دی۔ ان کے دل سے محبت اس لڑکے کی محو ہوئی اور محبت الٰہی پیدا ہوئی۔ شیخ نے اپنا ملبوس خاص عنائیت کیا اور اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کر دیا۔

ایک مرید شیخ کا لاہور میں رہتا تھا۔ اس کو شیخ زندہ دل بھی کہتے تھے۔ بروز عید ہمراہ خلق گئے تھے آسمان کی جانب دیکھ کر کہا کہ آج عید کا دن ہے۔ دوست اپنے دوستوں سے ملتے ہیں۔ میں سوائے تیرے کسی کو دوست نہیں رکھتا تو اپنے خزانہ سے مجھ کو عیدی دے۔ اسی وقت پرچہ کاغذ بخط سبز نوشتہ ان کے ہاتھ آ گیا۔ اس پر لکھا تھا کہ آگ دوزخ کی تجھ پر حرام کی۔ یہ مرید حاضر تھا اس نے شیخ سے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عیدی دی۔ آپ ہمارے خواجہ ہیں ہم کو عیدی دیجیے۔ شیخ نے تبسم کر کے وہ کاغذ آزادی دوزخ کا اس مرید کو بخشا اور فرمایا کہ قیامت کے دن آگ دوزخ کی جانے یا میں جانوں۔

نقل ہے کہ بعہد سلطان شمس الدین التمش دعا حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

سے ولی عہد سلطان قطب الدین بادشاہ ہوا اور مرید قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا ہوا۔ تمام ایشیائی سلطنت اس کے قبضہ میں آئی۔ قباچہ بیگ ترک ملتان، اوچ اور سندھ کا حاکم ہوا۔ اس نے فساد برپا کرنا چاہا۔ شیخ بہاؤالدین اور قاضی ملتان نے بادشاہ کو اس کے ارادہ سے آگاہ کیا۔ ان کا خط قباچہ بیگ کے آدمیوں کے ہاتھ آیا۔ اس خط کو دیکھتے ہی قباچہ بیگ بہت غصہ ہوا اور محضر تیار کیا۔ تماری شرف الدین قاضی ملتان کو بلا کر دونوں خط جو اس کی شکایت میں بادشاہ کے پاس جاتے تھے دکھائے۔ قاضی کو اپنے قتل کا یقین ہوگیا۔ قباچہ بیگ نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کرا دو دوسرا خط شیخ بہاؤالدین کو بلا کر دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ خط میرا ہے جو میں نے لکھا ہے بادشاہ کے حق میں لکھا ہے۔ تو کیا کر سکتا ہے۔ سنتے ہی اس کا بدن کانپنے لگا۔ قدموں پر گر کر عفو قصور چاہا اور رخصت کیا۔

نقل ہے کہ عبداللہ قوال بغداد سے حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں اجودھن آیا۔ وہاں سے ملتان جانا چاہا۔ چونکہ راہ پُر خوف تھا ان سے دعا چاہی کہ میں وہاں سلامت پہنچوں۔ آپ نے فرمایا حد ملتان تک سلامت پہنچے گا۔ جب عبداللہ علاقہ ملتان میں قریب حوض کے آیا وہاں قزاقوں کو دیکھا کہ وہ قصد لوٹنے کا کرتے ہیں۔ اس نے بآواز بلند پکار کر کہا یا شیخ بہاؤالدین سرحد فریدالدین میں سلامت آیا اب تمہاری پناہ میں ہوں۔ اسی وقت ایک سوار پیدا ہوا اور لٹیروں کو اس کے پاس سے ہٹا دیا۔ آخر صحیح سلامت ملتان میں پہنچا۔

ایک روز یہ قوال سرخ کمبل اوڑھے شیخ کے روبرو گیا۔ شیخ نے فرمایا یہ نہ اوڑھنا چاہیے کہ سرخ لباس شیطان کا ہے۔ اس نے گستاخی کی اور زبان درازی سے کہا کہ تمہارے پاس بے قیاس خزانہ ہے۔ اس کا خیال نہیں کرتے میرے پرانے کمبل کو دیکھ کر طعن کرتے ہو۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا ہوشیار ہو، بے ادب مت ہو۔ حق احسان مت بھول۔ یاد کر حوض پر تو نے مجھ کو بآواز بلند پکارا اور میں نے پہنچ کر تیرا جان و مال بچایا۔ یہ سن کر عبداللہ منفعل ہوا اور اپنا قصور معاف کرایا۔

شیخ صدرالدین کرخی نقل کرتے ہیں کہ مولانا نجم الدین سے میں تفسیر پڑھتا تھا۔ شیخ بہاؤالدین نے مجھ سے پوچھا کہ کیا پڑھتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ تفسیر کشاف و ایجاد و عمدہ پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو پھونک اور مشغول ہو میں نے یہ ذکر استاد سے کیا۔ ان کو ناگوار گزرا۔ رات کو میں نے دیکھا کہ تینوں کتابیں میرے پاس رکھی تھیں۔ وہ اس میں جل گئیں کہ جن کی نسبت شیخ نے فرمایا تھا بلکہ جو اوپر تھی وہ سلامت رہی۔

خواجہ کمال الدین شیرازی کہ حضرت کے مرید تھے جواہرات کی سوداگری کرتے تھے۔ عدن سے جہاز میں بیٹھے۔ ان کے پاس بہت مال تھا اور سوداگر بھی ہمراہ تھے۔ تھوڑی دور جہاز گیا تھا۔ بوجہ مخالفت ہوا کے جہاز بھنور میں آگیا۔ سب کو گمان موت کا ہوا اور رو رو کر سب لوگ دعائیں مانگنے لگے۔ کمال الدین مذکور نے فریاد کر کے کہا یا مخدوم بہاؤالدین ذکریا وقت مدد ہے۔ اسی وقت سب نے دیکھا کہ حضرت کشتی میں تشریف لائے ہیں۔

اور آپ کی برکت سے وہ طوفان رفع ہوگیا۔ تمام سوداگروں نے تیسرا حصّہ مال اپنا حضرت کی نذر کیا۔ آخر سب نے مقام مقصود پر پہنچ کر شیخ فخرالدین گیلانی کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں نذرانہ بھیجا۔ اگرچہ شیخ فخرالدین نے سوائے روز امداد کے کبھی شیخ کو نہیں دیکھا تھا۔ مگر بروقت پہنچنے کے پہچان لیا۔ قدم بوس ہوا اور سات لاکھ اشرفی نذرانہ سوداگران پیش کش کیا۔ آپ نے قبول فرما کر اسی وقت براہ خدا تقسیم کر دیا۔ یہ سخاوت و کرامت دیکھ کر شیخ فخرالدین صاحب اپنا کل مال براہ مولا دے کر حضرت کے مرید ہوئے اور فقیری اختیار کی۔ چنانچہ مزار شیخ فخرالدین گیلانی کا حجرہ میں ہے۔

نقل ہے کہ شب ماہ رمضان سے ایک شب شیخ نے اپنے مریدوں سے فرمایا میرا وہ دوست ہے جو تمام رات میں دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں ایک قرآن شریف ختم کرے۔ چنانچہ حضرت نے خود امام ہو کر دونوں رکعت ادا کیں اور چار سیپارہ اور پڑھے۔ اور ہمیشہ حضرت بعد نماز تہجد کے تا نماز صبح ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

لکھا ہے کہ ایک روز آپ اپنے حجرہ شریف میں مشغول تھے اور صدرالدین آپ کے پسر در حجرہ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک شخص آیا۔ اس نے ایک لفافہ سر بمہر شیخ صدرالدین کو دے کر کہا کہ یہ اپنے مخدوم کو دے دو کہ اتنے میں شیخ باہر آئے۔ انہوں نے وہ خط اُن کے ہاتھ میں دیا۔ اس خط کو دیکھتے ہی اللہ کہا اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ حجرہ میں سے آواز آئی کہ دوست بدوست پیوست۔ وفات حضرت کی ۶۶۶ھ میں ہوئی۔ مزار ملتان میں ہے۔ آپ کے جد و پدر اور بی بی راستی آپ کی والدہ ان صاحبوں کے مزار ملتان میں ہیں۔ آپ کے دادا کے مزار پر ایک درخت ہے جو دیوانہ اس کے پتے کھاتا ہے اچھا ہو جاتا ہے۔ خلفاء آپ کے بہت سے ہیں۔ چنانچہ شیخ فخرالدین عراقی دمشق میں اور شیخ نجم الدین علی برغشی شیرازی بغداد میں اور جو ہندوستان میں ہیں اُن کا ذکر آگے آئے گا۔

حضرت صدرالدین عارف بن شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا قدس سرہٗ

آپ خلیفہ اعظم و صاحب سجادہ شیخ کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار تھے۔ اور خوارق و کرامات بے اندازہ رکھتے تھے اور قطب تھے۔ آپ سات بھائی تھے۔

۱۔ شیخ صدرالدین ۲۔ شیخ برہان الدین ۳۔ شیخ ضیاءالدین
۴۔ شیخ علاؤالدین ۵۔ شیخ شہاب الدین ۶۔ شیخ قدرت الدین
۷۔ شیخ شمس الدین

بعد انتقال پدر کے جب ترکہ تقسیم ہوا تو شیخ صدرالدین کے حصّہ میں سات لاکھ اشرفی سوائے اور جائداد منقولہ

اور غیر منقولہ کے آئی، اسی وقت سب کو راہِ خدا میں بھی صرف کیا اور خزانہ معمور کر گئے۔ تم نے اتنا مال جو میراث پدری سے ملا تھا، ایک دن میں برباد کیا۔ کل کے واسطے کوڑی بھی نہ رکھی، بُرا کیا۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ میرے والد دنیا پر غالب تھے۔ دنیا ان کو فریب نہ دے سکتی تھی۔ میں ابھی اس درجہ پر نہیں پہنچا۔ اگرچہ کبھی کبھی میں بھی غالب آگیا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا غالب ہو کر مجھ کو راہ مولا سے پھیرے۔ اس واسطے اس کو جدا کیا کہ تسلی دل کے ساتھ یادِ خدا کروں۔ حصہ پدری رکھنے کو میرے بھائی کافی ہیں۔ ساتواں حصہ رہا رہا نہ رہا نہ رہا۔

ایک روز شیخ صدر الدین دریا کے کنارہ پر وضو کر رہے تھے۔ شیخ رکن الدین ان کے فرزند ہفت سالہ ان کے ہمراہ تھے کہ ایک غول ہرنوں کا سامنے سے آیا۔ ان میں ایک بچہ پر شیخ رکن الدین کا دل مائل ہوا۔ چاہتے تھے کہ اس کو پکڑیں مگر باپ کے ڈر سے نہ اٹھ سکے۔ ادھر شیخ نے وضو کر کے فرزند کو اپنے پاس بٹھا کر قرآن شریف پڑھانا شروع کیا۔ ان کا قاعدہ تھا کہ ہر روز چار دفعہ کے پڑھنے میں ایک سیپارہ حفظ کر لیا کرتے تھے۔ اس روز سات بار پڑھا اور حفظ نہ ہوا۔ شیخ نے اس کا سبب پوچھا۔ خدام نے عرض کیا کہ ہرنوں کی ڈار سامنے سے نکلتی تھی۔ ان میں بچے بھی تھے۔ شاید ان کا دل اس طرف ہو گیا ہو۔ شیخ نے فرزند سے پوچھا کہ بابا ہرن کدھر گئے۔ انہوں نے کہا، دریا سے جانب غرب ہو گئے ہیں اور بچے بھی خوبصورت تھے۔ شیخ نے تھوڑی دیر تامل کیا۔ دیکھا کہ ہرنی بچوں کو لئے دوڑی چلی آتی ہے اور شیخ کے آگے آ کھڑی ہوئی۔ شیخ رکن الدین نے بچہ کو پکڑ کر گود میں لیا۔ اسی وقت دو جز یاد کئے اور ہرنی بچہ کو لے کر اپنے گھر آئی۔ یہ حضرت جامع الکرامات منبع الحسنات قطب الوقت شیخ المشائخ ہند گزرے ہیں۔ کرامات آپ کی بے انتہا مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۲۳۔ ذوالحجہ سنہ ۶۸۴ھ میں ہوئی۔ مزار ملتان میں ہے نزد مزار والد۔

حضرت شیخ جمال خنداں رو قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ صدر الدین عارف کے تھے۔ بہت باکمال و باعظمت گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۷۶۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ حسن افغان قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے تھے۔ صاحب ذوق، شوق عالم علوم باطنی آپ محض امی تھے مگر امتحاناً کسی قسم کا کتبہ آپ کے سامنے آتا اس کے معنی مطلب سب بیان فرما دیا کرتے تھے۔ ان کے پیر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا تعالیٰ قیامت کو مجھ سے سوال کرے گا کہ میرے واسطے کیا تحفہ لایا۔ عرض کروں گا کہ حسن افغان کی مشغولی عبادت

جس زمانہ میں آپ دہلی آتے تھے راستہ میں دیکھا کہ ایک مسجد بناتے ہیں اور بہت سے عالم قبلہ درست کر رہے ہیں یہ بھی وہاں کھڑے ہو گئے ۔ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ جدھر میرا منہ ہے ادھر محراب درست کر دو ۔ لوگوں کو انکار ہوا ۔ آپ نے انگشت شہادت قبلہ کی طرف اٹھا کر فرمایا اگر میرے کہنے کا اعتبار نہیں تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو ۔ غرض کل حاضرین زیارت کعبہ سے مشرف ہو گئے ۔

ایک روز آپ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے کہ امام کے دل میں کچھ خطرے گزرے ۔ بعد نماز کے آپ نے امام کا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ لے جا کر کہا کہ آپ دہلی سے افغانستان میں جاتے تھے ۔ وہاں سے بردہ خرید کر ملتان میں لاتے تھے ۔ ان کو بیچ کر نفع کثیر اٹھاتے تھے ۔ بیچارہ حسن دست بستہ ننگے پاؤں تمہارے پیچھے حیران پھرتا تھا ۔ اس نماز کو کیا نماز کہوں ۔ ع

دل در کار و تن با خدا بود

الغرض ایسی ایسی بہت کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئی ہیں ۔ وفات حضرت کی ۶۸۹ھ میں ہوئی ۔ مزار ملتان میں پائیں مزار مرشد ہے ۔

حضرت سید جلال الدین منیر شاہ

میر سرخ بخاری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے تھے ۔ جو سید بخاری کہلاتے ہیں ، وہ سب آپ کی اولاد سے ہیں نسب نامہ آپ کا یہ ہے ۔ سید جلال الدین بن سید ابوالموید علی بن سید جعفر بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر سید جعفر ثانی بن سید امام نقی ۔ جاننا چاہئے سید علی اصغر کے دو بیٹے تھے ۔ سید عبداللہ سے سادات بخاری اور سید اسمٰعیل سے سادات بھاکری ۔ سید صاحب کے بہت سے لقب ہیں ۔ جلال الدین شیر شاہ ابوالبرکات و ابوالصمد و میر بزرگ مخدوم اعظم و جلال اکبر و عظیم اللہ اور آپ نواسے سلطان محمود بادشاہ توران کے تھے ۔

مظہر جلالی میں لکھا ہے کہ حضرت مادر زاد ولی تھے ۔ لڑکپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے شہر سے باہر آئے ۔ وہاں ایک جنازہ کی نماز تیار تھی ۔ آپ نے پوچھا چارپائی پر جو پڑا ہے اس کا کیا حال ہے ۔ کسی نے کہا فلاں

شخص مرگیا اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔ آپ نے کہا پھر کیا کرو گے۔ اُس نے کہا کہ زمین میں دفن کردیں گے۔ یہ سن کر آپ کا بدن کانپا اور اللہ اکبر کہہ کر سرہانے مُردے کے جا کر قم باذن اللہ فرمایا۔ وہ مُردہ فوراً زندہ ہوگیا اور اپنے پاؤں چلا گیا۔ چالیس برس اور زندہ رہا۔ جب آپ کے والد کو یہ خبر ہوئی انہوں نے بہت کچھ دھمکایا اور منع فرمایا کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا۔ شروع میں رخنہ پڑتا ہے۔ پہلے گھر سے سفر کر کے آپ نجف اشرف آئے۔ چند دن وہاں رہ کر مدینہ میں آئے۔ وہاں سے بیت المقدس کو گئے۔ پھر مدینہ میں آئے۔ وہاں کے سادات نے آپ سے سند سادات چاہی۔ آخر یہ امر طے ہوا کہ مزار رسول مقبول پر چل کر دریافت کریں۔ سید جلال الدین نے روضہ عالیہ کے روبرو کھڑے ہو کر کہا۔ السلام علیک یا والدی۔ روضہ کے اندر سے آواز آئی وعلیکم السلام یا ولدی قرۃ عینی و سراج کل امتی انت منی و من اہل بیتی۔ یہ سن کر تمام سادات ان کی توقیر اور تعظیم بجا لائے۔

بعدہٗ کعبہ میں آ کر حج کیا۔ وہاں سے چل کر ربع مسکون کی سیر کی۔ ہزارہا مخلوق کو ہدایت فرمائی اور ملک پنجاب میں آ کر شہر جھنگ سیالاں آباد کیا۔

ایک روز آپ حجرہ میں نہ تھے اور دروازہ بند تھا۔ حاضرین مسجد کے کان میں ذکر نفی اثبات کی آواز آتی تھی۔ آپ کے مریدوں میں سے شیخ عارف نے پوچھا کہ آپ تو حجرہ میں نہ تھے۔ وہ کون تھا جو حجرہ میں ذکر کر رہا تھا۔ فرمایا کہ ہمارا چوبی ذکر کرتا تھا۔

ایک بار تغلق نام افغان کہ درویش کامل تھا سنام سے چل کر اوچ میں آیا۔ راستہ میں جو فقیر اس کو ملا اس کی ولایت کو سلب کیا۔ اوچ میں آ کر سید صاحب کو بھی بلوایا۔ اس وقت آپ مشغول تھے تغلق کا خادم ہیبت کی وجہ سے کچھ عرض نہ کر سکا اور واپس جا کر تغلق سے حال شیخ بیان کیا۔ وہ خود سوار ہو کر مسجد کے دروازہ پر آیا اندر آنا چاہا مگر نہ آ سکا۔ آخر کار کہا کہ یہ سید کامل ہے مگر افسوس ہے کہ عیالدار ہے۔ یقین ہے کہ تمام عالم میں اس کی اولاد بکھر جاوے گی۔ یہی یہ آواز آپ کے کان میں پہنچی۔ آپ کو غصہ آیا اور اس کو نظر جلال سے دیکھا اسی وقت وہ جل کر مر گیا۔

لکھا ہے کہ جب بخارا سے بھکر میں آئے ہیں۔ تو سید بدر الدین نے اپنی دختر کا نکاح آپ سے کیا۔ چند دن وہاں رہ کر پھر اوچ میں آئے تھے۔ آپ کے پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔ وفات حضرت کی بعمر ۹۵ سال ۶۹۰ھ میں ہوئی۔ مزار اوچ میں ہے۔

حضرت شیخ احمد معشوق قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ صدر الدین عارف کے تھے۔ ہمیشہ مخمور رہتے تھے۔ قندھار میں سوداگری کی دکان تھی۔ ملتان

میں واسطے تجارت کے آتے تھے۔ ایک دن راستہ میں شیخ صدرالدین کو دیکھا۔ شیخ نے ان کو اپنے پاس خانقاہ میں بلا کر قدرے شربت اپنا جھوٹا پلایا۔ اس کے پیتے ہی ان کا دل روشن ہو گیا اور مرید ہو گئے۔ تمام مال و متاع خیرات کر کے فقیر ہو گئے۔

ایک دن یہ نہار ہے تھے کہ دعا کی الہٰی تو بادشاہ ہے۔ اپنے بندوں کو اپنی عنایت سے نوازتا ہے۔ جب تک مجھ کو اپنے قرب واپنے مرتبہ سے کہ میرا تجھ کو کتنا خیال ہے نہ آگاہ کرے گا میں پانی سے پاؤں باہر نہ رکھوں گا۔ اس وقت آواز غیب ہوئی کہ تیرا مرتبہ ہماری درگاہ میں بہت ہے کہ تیرے وسیلہ سے خلقت کو آتش دوزخ سے بچا کے بہشت میں بھیجوں گا۔ عرض کیا کہ الہٰی تیری نعمت کی حد اور تیری رحمت کی گنتی نہیں۔ اس پر اکتفا نہ کروں گا۔ پھر آواز آئی کہ تجھ کو اپنا محبوب اور معشوق کیا۔ تاکہ طالبوں کو تو میرا عاشق کرے۔ یہ سن کر پانی سے نکلے۔

آخر میں بوجہ جذبہ عشق کے جہان اور اہل جہان سے بے خبر ہو کر مست و مدہوش ہو گئے تھے۔ آخر علماء نے ان کو پکڑا کہ فرض کیوں نہیں ادا کرتا ورنہ تجھ پر حد جاری کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں قوت نماز پڑھنے کی نہیں رکھتا ہوں۔ خیر تمہارے کہنے سے نماز تو پڑھتا ہوں مگر سورہ فاتحہ نہ پڑھوں گا۔ انہوں نے کہا بے فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ کہا کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین نہ کہوں گا۔ انہوں نے کہا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوتی۔ آخر علماء نے نماز پر ان کو کھڑا کیا۔ جس وقت ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچے ہر رونگٹے سے خون ٹپکنے لگا کہ کپڑے تر ہو گئے رکعت توڑ کر آپ نے علما سے فرمایا کہ میں زن حائضہ ہوں۔ نماز مجھ کو معاف ہے۔

وفات حضرت کی ۷۲۳ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ ضیاء الدین رومی قدس سرہ

آپ خلیفہ شہاب الدین سہروردیؒ کے تھے۔ سلطان علاؤالدین خلجی آپ کا مرید تھا۔ وفات حضرت کی ۷۲۱ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار حضرت کا دہلی میں ہے۔

حضرت لال شہباز سندھی سیہانی قدس سرہ

حضرت صاحب کمالات ظاہری و باطنی اور صحیح النسب سادات حسینی اور خلیفہ شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کے تھے۔ بوجہ جذب اور مستی کے طریقہ آپ کا ملامتیہ تھا۔ سرخ کپڑے پہنتے تھے۔ آپ کے مرید بہت تھے۔ ہنوز آپ کے مزار سے کرامتیں ظہور میں آتی ہیں۔ آپ کو اپنے جدی خاندان میں بھی حضرت امام جعفر صادق

سے اجازت ہے۔ وفات حضرت کی ۷۲۴ھ میں ہوئی۔ مزار پرانوار حضرت کا سندھ میں ہے۔

حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی

بن شیخ صدر الدین عارف قدس سرہ

آپ صاحب سجادہ اپنے والد کے تھے۔ عالم علوم ظاہری و باطنی تھے اور ہر روز ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ نقل ہے کہ ان کی سات مہینے کی عمر تھی۔ ان کی والدہ صاحبہ جاندرات کے سلام کو اپنے خسر شیخ بہاؤالدین ذکریا کی خدمت میں گئیں۔ وہ دیکھتے ہی تعظیم کو کھڑے ہوئے۔ یہ بیوی نہایت متعجب ہوئیں اور تعظیم کی کیفیت دریافت کی۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ تعظیم تیری نہ تھی بلکہ اس لڑکے کی ہے جو میرے خاندان کا چراغ ہے۔ ایک روز شیخ بہاؤالدین چارپائی پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور دستار پائے پر رکھی تھی اور شیخ صدر الدین نیچے فرش پر باادب بیٹھے تھے۔ شیخ رکن الدین کہ عمر ان کی چار برس کی تھی چارپائی کی پیٹیاں پکڑے کھیل رہے تھے۔ یکایک دستار اپنے دادا کی اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ شیخ صدر الدین نے یہ دیکھ کر کہا کہ باادب رہو۔ شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ منع نہ کرو۔ یہ میری دستار کا حق دار ہے۔ میں نے اس کو عطا کی۔ چنانچہ یہ صاحب سجادہ ہوئے تو وہی دستار اپنے دادا کی سر پر رکھی۔

نقل ہے کہ شیخ رکن الدین فیض الٰہی کے دریا تھے جو شخص اپنی مراد حضرت کے پاس لاتا گوہر مراد سے دامن پر کرتا اس وجہ سے آپ کو قبلہ حاجات کہتے تھے۔ چنانچہ مخدوم جہانیاں اور شیخ عثمان ساح طور دیگر ہزاروں مشائخ آپ کی توجہ سے اولیا ہوئے۔ یہ حضرت سلطان علاؤالدین کے عہد میں دو بار اور سلطان قطب الدین کے عہد میں تین بار رونق افروز دہلی ہوئے ہیں۔ سلطان علاؤالدین اگرچہ متکبر تھا مگر آپ کی پیشوائی کو ہمیشہ سوار ہوتا تھا اور دو لاکھ روپے آتے وقت اور پانچ لاکھ جاتے وقت پیش کرتا تھا۔ حضرت اس کو قبول کر کے مساکین کو تقسیم کر دیتے تھے اور حضرت نظام الدین اولیاء سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو برادر نظام الدین کی محبت دہلی لاتی ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت نظام الدین اولیاءؒ و شیخ رکن الدینؒ مسجد کیلوکھری میں جمع تھے۔ اور شیخ عماد الدین اسمٰعیل برادر شیخ رکن الدین بھی حاضر تھے۔ ان کے دل میں گزرا کہ اس وقت اس جگہ پر قران السعدین واقع ہے۔ اگر ان دونوں بزرگوں میں کچھ نکتہ علم درمیان میں آ جائے تو خالی از لطف نہ ہوگا۔ انہوں نے دونوں صاحبوں کی خدمت میں عرض

کیا کہ کیا حکمت الٰہی تھی کہ حضرت رسول مقبول نے مکہ سے مدینہ میں ہجرت کی۔ شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ بعضے کمالات باطنی حضرت شاہ رسالت کے موقوف اُوپر ہجرت کے تھے کہ جب مکہ سے مدینہ آویں تب ان کی تکمیل ہو۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ میرا خیال اس کے خلاف ہے یعنی بعض ناقصان مدینہ بسبب نقصان ظاہری و باطنی اپنے کے استطاعت ان کی نہ رکھتے تھے کہ مدینہ سے مکہ پہنچ کر حاصل کریں۔ اللہ جل شانہٗ نے کمال فضل و کرم اپنے سے حضرت رسول خدا کو مکہ سے مدینہ بھیجا تاکہ وہ نقص کمال کو پہنچے اور دولت لازوال بے طلب و سوال ان کو حاصل ہو۔ الغرض ایسے کلام شیریں دونوں بزرگوں میں واقع ہوئے۔

نقل ہے کہ شیخ رکن الدین واسطے دیکھنے بادشاہ کے جب تشریف لے گئے اس وقت بادشاہ تخت رواں پر سوار باہر دیوان خاص کے کھڑا تھا اور خلقت عرض معروض کر رہی تھی کہ شیخ بادشاہ کے قریب پہنچے اور خادم سے اشارہ کیا کہ پہلے اہل حاجت کی عرضیاں پیش کرو۔ بادشاہ نے ان کو مطالعہ کر کے ہر ایک پر دستخط کئے۔ جب عرائض پیش ہو چکے اس وقت بادشاہ دیوان خاص کو پھرے۔ فقط آپ کا تشریف لے جانا کاربرآری اہل حاجت کے لئے تھا اس لئے کہ دوستان خدا کی نیت ہر وقت کار خیر پر رہتی ہے۔

نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق بعد فتح دکن کے دہلی آیا۔ اس وقت شیخ رکن الدین بھی دہلی میں تشریف فرما تھے۔ بادشاہ کوشک سلطانی میں قیام پذیر ہوا۔ شیخ رکن الدین بھی تشریف لے گئے۔ سلطان اور شیخ اور دیگر امراء باہم کھانا کھا رہے تھے کہ شیخ نے سلطان سے فرمایا کہ یہ عمارت نئی ہے۔ صلاح یہ ہے کہ جلدی اس سے باہر ہو جاؤ۔ سلطان نے کہا بعد تناول طعام کے۔ اس طرح تین بار شیخ نے تکرار کی۔ بادشاہ نے وہی جواب دیا۔ آخر شیخ بغیر ہاتھ دھوئے وہاں سے اٹھ کر دہلیز میں آئے تھے کہ چھت اس مکان کی گری۔ اور بادشاہ اس صدمہ سے مر گیا۔ یہ واقعہ ۷۲۵ھ کا ہے۔

ایک روز سلطان غیاث الدین نے مولانا ظہیر الدین سے پوچھا کہ شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت دیکھی۔ مولانا نے عرض کیا کہ جمعہ کے دن میں نے دیکھا خلق کثیر برائے قدم بوسی شیخ رکن الدین جمع ہے۔ میرے دل میں گزرا کہ شیخ کے پاس عمل تسخیر ہے حالانکہ میں مولوی ہوں مگر میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا اور یہ ارادہ کیا کہ صبح شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ استنشاق اور مضمضہ دریافت کروں گا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ نے میرے منہ میں حلوہ دیا۔ جب بیدار ہوا۔ تو منہ میٹھا تھا سمجھا کہ شیطان نے شیخ کی شکل میں دھوکا دیا۔ جب شیخ کی خدمت میں صبح پہنچا فوراً شیخ نے فرمایا کہ مولانا خوش آمدی منتظر شما بودم۔ کہ کب مولانا آویں اور میں ان کا مسئلہ کہوں۔ جان لو کہ جنابت دو نوع پر ہے۔ ایک جنابت دل، دوم جنابت تن۔ جنابت تن قرب عورت اور جنابت دل صحبت مرداں بدکار و نالائق سے۔ جیسا کہ بدن پانی سے پاک ہوتا ہے ایسا ہی دل زیارت مرد نیک سے پاک ہوتا ہے۔ اور کلی اور ناک میں پانی دینا سنت ہے۔ اس کی وجہ

سے حدت عضو دُور ہوتی ہے اور جس طرح شیطان رسول خدا کی صورت نہیں بنا سکتا، اسی طرح دوستانِ خدا کی صورت بھی نہیں بنا سکتا۔ اگرچہ تمام عالم ہو مگر مرد قالی کہ جان سے خالی ہو۔ پس میں نے اپنے سوال کا جواب کافی سمجھ کر بیعت کی۔

نقل ہے کہ جب وہ وفات کے نزدیک پہنچے۔ خلق سے گوشہ کیا۔ حجرہ میں سے باہر نہیں آتے تھے سوائے ادائے نماز کے بتاریخ ۱۶۔ رجب ۹۲۵ھ میں بعد نماز عصر کے مولانا ظہیر الدین کو حجرہ میں بلا کر فرمایا کہ تجہیز و تکفین کا بندوبست کرا اور بعد نماز مغرب نوافل اوابین پڑھ کر سر سجدہ میں رکھا اور جان بحق تسلیم کی۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند محمد اسمٰعیل صاحب سجادہ ہوئے۔

حضرت شیخ حمید الدّین ابوالحاکم قریشی الہنکاری قدس سرّہٗ

سُلطان بہاؤ الدین بن سُلطان قطب الدّین بن سُلطان رشید الدّین بن سُلطان ابو علی بن شیخ موسیٰ منکاری بن شیخ ابوطاہر بن شیخ ابراہیم بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ شریف عمر بن شیخ عبدالوہاب بن ابوسفیان بن حارث لکھا ہے کہ حضرت ۱۲۔ ربیع الاوّل ۸۷۵ھ میں بطن بی بی حاج بنت شہزادہ بہاؤ الدّین بن سلطان قطب الدّین سے تولد ہوئے۔ تین برس کے تھے کہ ان کے دادا فوت ہوئے۔ ان کے والد بادشاہ ہوئے۔ دس برس سلطنت کر کے فقیر ہو کر حرمین میں آئے اور تجرید و تفرید کے ساتھ چودہ برس یادِ خدا میں مشغول رہے۔ شیخ حمید الدّین بادشاہ ہوئے۔ بعد ایک سال کے ترک لباس کر کے مع اپنی بی بی کے لاہور میں آئے اور سیّد احمد تختہ ترمذی اپنے جد و مادر کے مرید ہو کر کار فقر کو پورا کر کے خرقہ خلافت طریقہ شطاریہ میں حاصل کیا۔ جب سیّد احمد کا وقت قریب آیا، انہوں نے فرمایا کہ تیرا حصّہ شیخ رکن الدّین کے پاس ہے۔ ان کی خدمت میں جا اور اپنا حصّہ لے۔ یہ وہاں سے چل کر ملتان میں آئے اور شیخ رکن الدّین کے مرید ہو کر بکمال ولایت پہنچے۔

نقل ہے کہ ایک دن سلطان غیاث الدین تغلق کا وزیر آپ کی خدمت میں آ کر ایک کونے میں بیٹھا اور اس کے دل میں گزرا کہ جو تعریف میں نے اس فقیر کی سنی تھی ویسا نہ پایا۔ یہ ایک بے نوا ہے۔ اپنا خرقہ آپ سیتا ہے حضرت نے نور باطن سے معلوم فرما کر اپنی ٹوپی کو ٹیڑھا کیا۔ اسی وقت وزیر اور اُس کے خدام کے چہرے ٹیڑھے ہو گئے پس اُس نے عذر تقصیر چاہا اور پاؤں پر گرا۔ شیخ نے از راہ ترحم اپنی ٹوپی کو سیدھا کیا۔ اسی وقت ان کے چہرے بھی سیدھے ہو گئے۔

شیخ جمال الدّین اوچی رسالہ حمیدیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ کے خادموں میں سے ایک کو باؤلے کتے نے کاٹا تھا۔ اس صدمہ سے وہ لب دم تھا۔ شیخ اس کو پوچھنے آئے۔ ایک فقیر کے دل میں خیال آیا باوجودیکہ شیخ

ایسے باکمال ہیں۔ اور ان کا خادم لب دم ہے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ اپنا تھوک زخموں پر لگا اور میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جس کتے کے کاٹے پر تیرا تھوک لگے اس کو شفا ہو۔ اس خادم نے بموجب ارشاد والا اپنا تھوک زخموں پر لگایا اور اچھا ہوا۔ وفات حضرت کی ۲۲۔ ربیع الاوّل ۷۳۶ھ میں بعمر ۱۶۷ برس ہوئی۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ وجیہ الدین عثمان سیّاح سنامی قدس سرّہٗ

آپ مرید شیخ رکن الدین ابوالفتح کے اور بیٹے قاضی حمید الدین منہاج کے تھے۔ سنام سے دہلی میں آکر دفتر سلطان میں نوکر ہو گئے۔ ایک روز دریا کی طرف گزر ہوا۔ وہاں دیکھا کہ شیخ رکن الدین نماز پڑھ رہے ہیں۔ دیکھتے ہی ایسی محبت پیدا ہو گئی کہ شیخ کی قدم بوسی کی اور مرید ہو گئے۔ نوکری چھوڑ کر شیخ کے ہمراہ ملتان میں آ گئے۔ بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کر کے اولیائے وقت ہو کر تمام روئے زمین کی سیاحی کی۔ سوائے ایک تہ بند کے دوسرا کپڑا نہ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ طواف کعبہ میں کہ موسم گرمی کا تھا آپ نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں اور خضر نے آپ کو جنت کپڑے پہنائے اور فرمایا کہ دہلی جا۔ نظام الدین اولیا تجھ کو امانت دیں گے آپ حسب الامر خضر دہلی آکر سلطان جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضان چشتیہ بھی حاصل کر کے صاحب وجد و سماع ہوئے۔ نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق بعد قتل خسرو خاں تخت دہلی پر بیٹھا۔ سماع کی اس نے ممانعت کی۔ اور حکم دیا کہ کوئی گانے والا کسی صوفی کے روبرو نہ گائے ورنہ گدی کے پیچھے زبان کھچوائی جائے گی اور ایک محضر بہ اعتراض سماع برائے سلطان المشائخ تیار کرایا۔ اس وجہ سے سماع بند تھا۔ ایک روز امیر حسن قوال آپ کی خدمت میں آیا۔ شیخ نے فرمایا کچھ کہہ۔ اس نے یہ بیت آہستہ آہستہ گانا شروع کیا ؎

زاہد زدین بر آمد ملا ز اعتقاد
کافر مجردی شد و صوفی چنانچہ ہست

یہ بیت سنتے ہی شیخ کو وجد ہوا اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور بآواز بلند گاؤ۔ سماع سن کر ہزاروں اہل سماع آ گئے اور ایک شور و غل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی خبر ہوئی اور خاصوں نے یاد دلایا کہ خسرو خاں نمک حرام نے بعد قتل سلطان قطب الدین خزانہ سلطانی صوفیوں کو تقسیم کر دیا تھا۔ کئی لاکھ روپے شیخ سیاح کو بھی دیے تھے۔ اب ان سے واپس لینا چاہیے۔ بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ شیخ سیاح نے کچھ نہیں لیا تھا اس پر سلطان بہت خوش ہوا اور شیخ کی دعوت کی اور پہلے جو جہت سماع اور غوغائے خلائق برہمی پیدا ہوئی تھی۔ اس کا عذر چاہا اور اپنی دعوت میں قوالوں کو طلب کر کے شیخ کی دعوت میں محفل سماع گرم کی۔

وفات حضرت کی ۷۳۸ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ صلاح الدین قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ صدر الدین کے تھے اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے بھی فیضانِ چشتیہ حاصل کیا تھا سلطان محمود بن غیاث الدین تغلق کہ جو فقیر کش تھا۔ آپ اس کو کبھی خیال میں نہیں لاتے تھے۔ اور سختی سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز ایک جوان گھوڑے پر سوار جاتا تھا۔ اس نے ایک تازیانہ گھوڑے کے مارا۔ شیخ نے تیز نظر سے دیکھا اسی وقت بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ یہ دیکھ کر لوگ دوڑے۔ دیکھا تو اس کے چوتڑوں پر تازیانے کا نشان پایا۔ وفات حضرت کی سنہ [illegible] ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے متصل درگاہ چراغ دہلی نالہ سے پار آپ کا مقبرہ عالی زیارت گاہ ہے۔ وہاں جو آبادی ہے اس کو شیخو پورہ کہتے ہیں۔

حضرت شیخ علاؤ الدین ملتانی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ صدر الدین عارف کے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی اور کرامت میں مشہور تھے اور مخاطب بہ محبوب اللہ تھے۔ مخدوم جہانیاں سے آپ کو بہت محبت تھی۔ وفات حضرت کی سنہ [illegible] ھ میں ہوئی۔

حضرت سید میر ماہ سہروردی بن سید نظام الدین قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے والد کے اور وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ اور سید اشرف جہانگیری سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ وفات حضرت کی سنہ [illegible] ھ میں ہوئی۔ مزار بہرائچ میں ہے۔

حضرت شیخ حاجی چراغ ہند قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شیخ رکن الدین ملتانی کے تھے۔ بعد عطائے خرقہ خلافت ظفر آباد میں مسرور رہو کہ ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ وفات حضرت کی سنہ [illegible] ھ میں ہوئی۔ مزار ظفر آباد میں ہے۔

حضرت میر سیّد جلال الدّین مخدوم جہانیاں

جہاں گشت بخاری قدس سرّہٗ

آپ پوتے سیّد جلال سرخ اوچی کے تھے۔ اور بیٹے سیّد احمد کبیر کے تھے۔ یہ حضرت ولی مادرزاد تھے لڑکپن سے آثار بزرگی کے جلوہ نما تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی سات برس کی عمر تھی کہ ان کے والدان کو شیخ جمال الدین خنداں رو کے روبرو لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ایک طباق کھجوروں کا بھرا رکھا تھا۔ فرمایا کہ حاضرین کو تقسیم کر دو مخدوم جہانیاں نے اپنا حصّہ مع گٹھلیوں کے کھانا شروع کیا۔ شیخ جمال نے یہ دیکھ کر تبسم کناں فرمایا کہ سیّد مع گٹھلیوں کے کیوں کھاتے ہو۔ مخدوم نے باوجود خورد سالی کے جواب دیا، یہ کھجوریں آپ کے ہاتھ سے نصیب ہوئی ہیں۔ ان کی گٹھلیاں بھی فیض سے خالی نہیں اس واسطے نہیں پھینکتا۔ یہ سن کر شیخ جمال بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعا کی۔

لکھا ہے کہ مخدوم نے پہلے بیعت سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد سے کی۔ بعدہٗ اپنے چچا شیخ صدرالدین محمد غوث سے خرقہ تبرک حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ رکن الدین ملتانی سے خرقہ خلافت پایا۔ بعد اس کے شیخ اسلام شیخ عفیف الدین عبداللہ مطہری سے مکہ معظمہ سے حاصل کیا۔ اور دو برس ان کی خدمت میں رہ کر عوارف اور دوسری کتابیں سلوک میں پڑھیں شیخ عفیف نے ان کو گارزون میں جانے کا حکم دیا۔ جب یہ گارزون میں پہنچے شیخ امام دین برادر شیخ امین الدین گارزونی نے فرمایا کہ تمہارے دادا نے مجھ سے ملنے کا قصد کیا تھا مگر شیطان نے میرے مرنے کی جھوٹی خبر ان کو دی اور وہ مکہ معظمہ کو چلے گئے۔ اب تو میرا سجادہ ہے اور مقراض ان کو دے کر فرمایا کہ یہ حق تیرا ہے۔

پس ان سے خرقہ خلافت حاصل کر کے چندے ان کی خدمت میں رہ کر مصر اور شام، عراق اور بلخ اور خراساں وغیرہ ممالک کا سفر کرتے ہوئے چھ حج کر کے ہندوستان میں آئے اور بیت اللہ شریف میں امام عبداللہ یافعی کی خدمت میں رہے اور بحکم امام دہلی میں آکر حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی کے مرید ہو کر چندے ان کی خدمت میں رہے اور فیضان چشتیہ حاصل کیا۔ جاننا چاہیئے کہ مخدوم جہانیاں چودہ خانوادہ کے خلیفہ ہیں اور تمام جہان کی سیر کی۔ تمام اولیائے وقت سے ملے اور حضرت غوث پاکؒ سے نہایت عقیدت تھی۔ سیّد اشرف جہانگیری تحریر فرماتے ہیں کہ جس قدر خوارق اور کرامت مخدوم جہانیاں سے صادر ہوئے اولیائے متاخرین میں سے ایک کو بھی حاصل نہیں ہوئے۔ چنانچہ جس روز میں آپ کی خدمت میں

حاضر ہوا ہوں اسی روز اطوار قطبیت و غوثیت سے مشرف ہوا۔

چنانچہ شیخ علاؤ الدین چشتی قطب بنگالی نے وقت انتقال کے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کی نماز مخدوم جہانیاں پڑھائیں گے اور کوئی نہ پڑھائے۔ یہ سن کر تمام مرید حیران تھے کہ مخدوم اوچ میں ہیں کیونکر آپ کے جنازہ کی نماز کے وقت حاضر ہوں گے۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو لوگوں نے مخدوم جہانیاں کو وہاں حاضر دیکھا اور جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور چند روز رہ کر نور قطب عالم کو تربیت کیا اور سجادہ پر بٹھایا۔ وہاں پر بہت سے اکابر حضرت کے مرید ہوئے۔

انوارِ عاظمیہ سے نقل ہے کہ ایک روز مخدوم اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ یکایک گھاس کی گٹھڑی میں آگ لگی اس میں سے شعلہ اٹھا۔ مخدوم نے ایک چٹکی خاک کی اٹھا کر یا شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی با واز بلند پڑھ کر اس طرف پھینکی۔ معاً آگ بجھ گئی۔ ایک روز خان جہاں مرزا وزیر سلطان فیروز شاہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ اس نے ایک منشی کے لڑکے کو قید کیا تھا۔ اس لڑکے نے آپ کی طرف توجہ کی آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر وزیر سے فرمایا کہ اس مظلوم کو چھوڑ دے۔ اس میں تیری خیر ہوگی۔ وزیر نے بموجب حکم عالی رہا کیا۔

اخبار الاولیا سے نقل ہے کہ شب عید کو مخدوم جہانیاں روضہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین پر جا کر مستدعی عیدی کے ہوئے۔ مزار سے آواز آئی کہ تیری عیدی یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تجھ کو مخدوم جہانیاں کیا۔ بعد اس کے شیخ صدر الدین عارف کے مزار پر عیدی کی التجا کی۔ وہاں سے بھی جواب باصواب پایا۔

خزینہ جلال میں لکھا ہے کہ ایک بار شیخ ابو الفتح ملتانی زینہ پر سے اترتے تھے۔ مخدوم نے دوڑ کر اپنے کو زیر زینہ ڈالا کہ قدم میرے پیر کا سینہ پر پڑے۔ یہ دیکھ کر شیخ نے کہا یا سید مرتبہ ولایت تمہارا اپنے مرتبہ کو پہنچ چکا ہے۔ تم مخدوم جہانیاں ہو گئے اور اپنے ہاتھ سے اٹھا کر سینہ سے لگایا اور بہت نعمتیں عطا کیں۔ اس روز سے مخاطب بہ خطاب مخدوم جہانیاں ہوئے۔

ایک بار مخدوم جامع مسجد اوچ میں مع چند علماء درویشوں کے معتکف تھے۔ حاکم اوچ واسطے زیارت حضرت کے آیا۔ حضرت کے گرد ہجوم درویشوں کا دیکھ کر کئی درویشوں کو جھڑک کر مسجد سے باہر نکالا۔ مخدوم نے یہ حال دیکھ کر فرمایا اے بدبخت! تو دیوانہ ہوا ہے کہ درویشوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ یہ فرماتے ہی حاکم دیوانہ ہو گیا کپڑے پھاڑے مسجد سے نکل کر لوگوں کو پتھر مارتا ہوا باہر پھرنے لگا۔ آخر بمشکل اس کو پابہ زنجیر کر کے بعد بہت دنوں کے اس کا بوڑھا باپ حضرت کی خدمت میں آیا اور اس کی شفاعت چاہی۔ آپ نے از راہ رحم فرمایا کہ اس کو لا کر غسل دو اور نئے کپڑے پہناؤ اور زیارت مزار شیخ جمال الدین خندہ رو کرا کر میرے پاس لاؤ۔ پس بعد زیارت مزار کے وہ حضرت کے پاس آتے ہی اچھا ہوا اور مرید ہو کر واصلانِ حق سے ہوا۔

مولانا شمس الدین اوچی سے نقل ہے کہ آپ کے سفر آخری حرمین میں مخدوم کے ہمراہ میں بھی تھا جب جہاز

پر سوار ہوئے۔ درویشوں کے دل میں آیا کہ مچھلی ہاتھ آجائے تو اس کے کباب کھائیں۔ مخدوم نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مچھلی انشاء اللہ تمہارے پاس آوے گی۔ اسی وقت ایک مچھلی بہت بڑی کود کر جہاز میں آپڑی۔ اس کے کباب تیار ہوئے۔ سب کو تقسیم کیے گئے۔

پس جب جدہ میں آئے واسطے زیارت مزار حضرت حوا علیہا السلام کے تشریف لے گئے۔ قضارا اسی روز ایک تابوت دفن کرنے کو لائے۔ مخدوم نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ شیخ بدرالدین یمنی جو تیس برس سے کعبہ میں تھے اور اب جدہ میں آئے تھے۔ بعد نماز عصر کے تلاوت قرآن میں انتقال کیا۔ یہ سن کر مخدوم نے فکر کیا اور فرمایا کہ ان بزرگ کو ابھی دفن نہ کرو۔ شاید ابھی زندہ ہوں۔ پس اس جنازہ کو شہر میں لاکر کنارہ دریا کے ایک مسجد میں رکھا۔ نعش کو تابوت میں سے نکال کر بوریے پر لٹایا۔ مخدوم نے تمام آدمیوں کو نکال کر دروازہ مسجد کا بند کر کے پہلے دوگانہ ادا کیا۔ بعد اس کے تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہوئے۔ جب آیت یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ پر پہنچے تو شیخ بدرالدین کی نعش کو حرکت ہوئی اور اٹھ کر مخدوم کے دست و پا چومے۔ مخدوم نے اپنے کپڑے ان کو عطا کیے اور دروازہ مسجد کا کھول دیا۔ شیخ بدرالدین نے ظہر کی نماز پڑھائی۔

یہ کرامت دیکھ کر تمام اہل جدہ مرید ہوئے۔ وہاں سے آکر حج کیا۔ مدینہ میں جاکر روضہ رسول مقبول ﷺ پر باواز بلند کہا، السلام علیکم یا جدا مجد۔ روضہ منورہ سے آواز آئی علیکم السلام یا ولدی قرۃ العینی۔ یہ سن کر تمام اہل مدینہ آپ کی شرافت اور کرامت کے معتقد ہوئے اور کتب تاریخ صوفیہ سے ثابت ہے کہ حضرت مخدوم کو خرقہ خلافت حضرت شاہ بدیع الدین مدار سے بھی پہنچا تھا۔ ولادت حضرت کی ۷۰۷ھ میں اور وفات ۷۸۱ھ میں ہوئی۔ مزار اوچ شریف میں ہے۔

حضرت شاہ کرک سہروردی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ اسمٰعیل قریشی کے وہ مرید اپنے شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمہ کے عالم متبحر و سالک مجذوب حسب الحکم مرشد کے قصبہ کڑھ میں مقیم ہوئے۔ بوجہ جذبہ باطنی کے طریقہ ملامتیہ کر لیا تھا۔ ہزاروں کرامتیں آپ سے وقوع میں آئیں۔ خلق آپ سے رجوع کرتی۔ آپ متنفر رہتے۔ کبھی کبھی شعر بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

اول قدم آں بود کہ بیگانہ شدم ۔۔۔ اندر طلب دوست چو مردانہ شدم

اور ملک علاؤالدین آپ کی دعا سے بادشاہ دہلی ہوا تھا۔ وفات حضرت کی ۷۱۶ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ کڑہ میں ہے۔

حضرت مخدوم شیخ اخی راجگیری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ مخدوم جہانیاں کے تھے۔ یہ حضرت عین جوانی میں موضع زہرہ علاقہ دریاآباد سے آکر مخدوم کے مرید ہو کر سالہا سال پیر کی تربیت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کر کے قنوج کے شاہ ولایت ہو کر رخصت ہوئے۔ چندے قنوج میں رہ کر از دحام خلائق سے متنفر ہو کر موضع راجگیر کنارہ گنگا پر آکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ لکھا ہے کہ پہلے بروز شنبہ بتاریخ ۱۰ شوال ۸۱۰ھ میں وفات پائی۔ جب غسل و کفن مل چکا تو رونے لگے۔ کسی نے کہا کہ اخی جمشید ولی تھے۔ اسی وقت آپ نے سر اٹھا کر فرمایا کہ اگر یہ دن منحوس ہے تو آج نہیں مرتا کل مروں گا۔ چنانچہ آپ نے گیارھویں تاریخ کو وفات پائی۔

حضرت سید علیم الدین بلاپئی قدس سرہٗ

آپ امیری میں فقیری کرتے تھے اور مرید مخدوم جہانیاںؒ کے اور ہم صحبت اخی اور اولاد سے سعادت ترمذی کے بحسب الحکم پیر کے جونپور میں آکر سلطان ابراہیم کے ملازم ہو کر پٹہ بلاوان جاگیر میں پاکر وہیں سکونت اختیار کی۔ وہاں ہندوؤں کا غلبہ تھا۔ آپ نے وہاں ایک قلعہ بنوایا۔ اور دعا کی کہ الٰہی سادات بلاؤں قیامت تک اس جگہ رہے اور سید اشرف جہانگیری سے بہت اتحاد رہا کیونکہ یہ دونوں بزرگ ایک ہی علاقہ میں تھے۔ وفات حضرت کی ۸۰۸ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ کبیر الدین اسمٰعیل سہروردی قدس سرہٗ

پوتے اور مرید مخدوم جہانیاں کے تھے۔ اور چندے خدمت مخدوم میں رہ کر ولایت اور کرامت میں مشہور ہیں اور آدھی رات سے روضہ مخدوم پر صبح تک عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ وفات حضرت کی ۸۲۵ھ میں ہوئی۔

حضرت سید صدر الدین راجو قتال قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے والد کے اور برادر خورد مخدوم جہانیاںؒ کے اور ان سے تعلیم یافتہ بھی تھے۔ یہ حضرت جو کچھ زبان سے فرماتے اسی طرح اس کا ظہور ہوتا تھا۔ چنانچہ مخدوم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ساتھ خلق کے مشغول کیا۔ عزیز صدر الدین کو اپنے ساتھ مشغول فرمایا۔ ہمیشہ مستغرق بخدا رہتے دوسرے سے کام کا نہ رکھتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ مخدوم کا آپ سے اور سلسلہ قادریہ ناصر الدین محمود فرزند مخدوم سے جاری ہے

ایک بار ان کے فرزند نے اپنے خادم کی داڑھی کسی جُرم میں منڈوا دی۔ خادم نے حضرت سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا خاطر جمع رکھ وہ اپنی داڑھی اپنے ہاتھ سے مونڈے گا۔ آخر انہوں نے اپنی داڑھی اپنے ہاتھ سے مونڈھی۔

لکھا ہے کہ جب مخدوم مرض موت میں مبتلا ہوئے تحصیلدار اوچ مخدوم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے۔ آپ خاتم الاولیاء ہیں۔ مخدوم نے اپنے بھائی راجن قتال سے کہا کہ تو نے سُنا یہ کیا کہتا ہے۔ اس وقت اقرار ختم رسالت کا کیا ہے پھر مرتد نہ ہو ورنہ واجب القتل ہوگا۔ راجن قتال نے کہا کہ میں نے سُنا اور تمام حاضرین گواہ ہیں اور اس تحصیلدار سے فرمایا کہ اب مُسلمان ہونا تجھ پر لازم ہے کیونکہ تو نے اقرار کیا کہ رسول مقبولؐ خاتم الانبیاء تھے۔ اسی طرح بقول تیرے مخدوم خاتم الاولیاء ہوئے۔ چونکہ اس کو مُسلمان ہونا منظور نہ تھا اسی شب کو بھاگ کر سُلطان فیروز شاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ سُلطان نے بھی اس کو ہدایت اسلام کی مگر وہ مُسلمان نہ ہوا۔

بعد انتقال مخدوم کے شیخ صدرالدین دہلی میں آئے۔ سُلطان نے حضرت کی پیشوائی کی اور بہ اعزاز دہلی میں رکھا۔ تمام عمایدِ دہلی حلقہ ارادت میں آئے۔ وفات حضرت کی ۸۲۷ھ میں ۱۶۔ جمادی الآخر کو ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ سراج الدّین حافظ قدس سرّہ

آپ خلیفہ مخدوم جہانیاںؒ کے تھے اور عالم متبحر اور مفسر صاحب کرامت اور کئی سال مرشد کی مسجد میں امامت کی۔ وفات حضرت کی ۸۳۰ھ میں ہوئی۔ مزار کالپی میں ہے۔ صاحب اخبار الاخیار نے جو ایک نقل شاہ مدار اور شیخ سراج اور قادر شاہ کی لکھی ہے اس کے دیکھنے سے تعجب ہوا کہ مدار صاحب ان کے دادا پیر تھے۔ یہ اُن کے برخلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ واللہ اعلم!

حضرت سیّد برہان الدّین قطب عالم بن سیّد ناصرالدین محمود قدس سرّہ

ذکر سیّد ناصرالدین کا سلسلہ قادریہ میں ہو چکا ہے۔ سیّد برہان الدین علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ جب گجرات میں پہنچے سلطان احمد والئ گجرات آپ کا مرید ہوا۔ وفات حضرت کی ۸۵۷ھ میں ہوئی۔ مزار احمد آباد میں ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ سہاگ قدس سرّہ

آپ مرید شاہ سکندر بود کے اور وہ مرید شاہ جیو لال کے وہ مرید شاہ ابراہیم گرم سیل کے وہ مرید شیخ ابو نجیب

سہروردی کے ۔ شہر احمد آباد میں مقیم تھے ۔ ہیجڑوں کے ہمراہ گاتے بجاتے تھے ۔ آپ مستور اولیاء اللہ سے ہیں ۔ زنانہ لباس رکھتے تھے ۔ نقل ہے کہ احمد آباد میں امساک باراں ہوا ۔ بادشاہ نے قاضی شہر کو کہلا بھیجا کہ دُعا کیجئے ۔ قاضی روشن ضمیر تھا ۔ بادشاہ کو جواب دیا کہ میری دُعا سے کچھ نفع نہ ہوگا ۔ اگر شاہ موسیٰ صاحب کو فلاں محلہ سے بلا کر عرض کرو گے تو ضرور پانی برسے گا ۔ الغرض بادشاہ اور قاضی دونوں ہیجڑوں کے مکان پر پہنچے ۔ آپ کو تلاش کیا ۔ آپ مکان سے باہر آئے ۔ بادشاہ اور قاضی نے عرض کیا کہ بارش کے واسطے دُعا کیجئے ۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ گنہگار بندی ہے ۔ اس طائفہ میں اپنا گزر کرتی ہے ۔ شاہ موسیٰ کوئی اور ہوں گے ۔ جب بادشاہ اور قاضی نے بہت اصرار کیا آپ نے چشم پُرآب کر کے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ میرے خاوند تو اگر ابھی پانی نہ برسائے گا تو میں ابھی اپنا سہاگ چھوڑتی ہوں ۔ یہ کہہ کر قریب تھا کہ آپ چوڑیاں اپنی شکستہ کریں کہ یکایک ابر پیدا ہوا اور ایسا پانی برسا کہ لوگ بیزار ہو گئے ۔ پس یہ کرامت دیکھ کر بادشاہ اور تمام خلائق معتقد ہوئی ۔

نقل ہے کہ علمائے شہر نے آپ کو جامع مسجد میں بلا کر نماز کے واسطے کہا ۔ حضرت اپنا معمول کا لباس پہنے ہوئے تھے ۔ ان صاحبوں نے وہ لباس اتروا کر سفید لباس پہنوایا ۔ آپ نے وضو کیا اور نماز میں شامل ہوئے جب اللہ اکبر کہا وہ تمام لباس سُرخ ہو گیا ۔ بعد نماز کے فرمایا میاں میرا کہتا ہے کہ تو سہاگن رہ اور یہ موئے مجھے کہتے ہیں کہ رانڈ ہو جا ۔ تمام اہل اسلام یہ کرامت دیکھ کر معتقد ہوئے ۔ علماء نے عفو تقصور چاہا ۔

وفات حضرت کی دسویں رجب ۸۵۲ھ بمقام احمد آباد ہوئی ۔ اس وقت شاہ عالم کہ احمد آباد میں مشہور مشائخ تھے انہوں نے اپنے کشف سے حضرت کی وفات کا حال معلوم کر کے اپنے خلیفہ قاضی میاں مخدوم سے کہا کہ تم جلدی جا کر شاہ موسیٰ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو اور خبردار رہنا ۔ کوئی آپ کی چوڑی نہ اتارے ۔ وہ جس رنگ میں ہیں اسی میں دفن کرنا ۔ چنانچہ آپ اسی طرح دفن ہوئے ۔ اور تمام مشائخ احمد آباد مثل مولانا سید عماد الدین جد سید حضرت شاہ وجیہ الدین گجراتی اور قاضی اور علماء سب شامل تھے ۔ پھولوں کے روز تمام مشائخ جمع ہوئے اور موسیٰ کے بالکے کو سید عماد الدین نے اپنے ہاتھ سے چوڑی اور دیگر زنانہ لباس دیا ۔ اور سُرخ اوڑھنی اڑھائی اس روز سے آپ کے سلسلہ میں چوڑی اور دیگر زنانہ لباس جاری ہے ۔ آپ کے فقیر سدا سہاگن کہلاتے ہیں اور مجالس فقراء میں رقص کرتے اور زبان سے کہتے جاتے ہیں ۔ لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ اور اکثر باکمال ہوتے ہیں ۔

حضرت ابو البرکات سیّد شاہ عالم قدس سرّہٗ

فرزند قطب عالم برہان الدین کہ خلیفہ اپنے پدر کے تھے ۔ اور حلیہ آپ کا مطابق حلیہ شریف رسول مقبول ؐ کے تھا ۔ اور اپنے باپ کے منجھلے بیٹے تھے ۔ اس وجہ سے منجھلے پیر مشہور ہیں ۔ نہایت رحم دل اور مستجاب الدعوات

اور عابد و زاہد تھے۔ ولادت حضرت کی سنہ ۸۱۷ھ میں اور وفات بروز شنبہ ۸۔ جمادی الاوّل سنہ ۸۸۰ھ میں ہوئی مزار احمد آباد میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت شیخ عبداللطیف دو اور الملک بن محمود قریشی قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ شاہ عالم احمد آبادی کے تھے۔ کہتے ہیں کہ پہلے یہ امرا سلاطین سے تھے۔ بعدہٗ ترک دنیا کر کے شاہ عالم کے مرید ہوئے۔ جو مجذوم یا مبروص حضرت کے پاس آتا چند قطرہ آپ کے آب وضو کے پیتا اور اچھا ہو جاتا تھا۔ آخر قصبہ موزنی علاقہ گجرات میں بماہ ذیقعد سنہ ۸۸۹ھ میں شہادت پائی۔ مزار مرجع خلائق ہے۔

حضرت سیّد کبیر الدّین حسن قدس سرّہٗ

آپ مرید خاندان مخدوم جہانیاں کے تھے۔ بہت بڑے سیّاح اور صاحب ولایت کہ عمر آپ کی ایک سو اسّی برس کی تھی۔ اور صاحب خوارق و کرامت تھے۔ جو مرتد اور کافر آپ کے روبرو آتا مسلمان ہوتا۔ وفات حضرت کی سنہ ۸۹۶ھ میں ہوئی۔ مزار اوچ میں ہے۔

حضرت شاہ عبداللہ قریشی ملتانی قدس سرّہٗ

آپ اولاد سے شیخ بہاؤالدین ذکریّا ملتانی کی تھے۔ آپ کے بزرگ دہلی میں آ رہے تھے۔ یہ حضرت قدم بقدم اپنے دادا کے تھے۔ آخر سلطان سکندر لودھی نے اپنی دختر کا نکاح حضرت سے کیا۔ اوائل میں ہزار نفل روزانہ پڑھتے اور تین قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ بعدہٗ کبھی جذب بھی ہو جاتا تھا۔ ایک روز جذب میں بالاخانہ سے گرے مگر کچھ آسیب نہ پہنچا۔

اسی طرح ایک بکری کے بچہ کو حالت جذب میں زمین پر دے مارا وہ مر گیا۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ بچہ افسوس کہ آپ کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ اگر مارا ہے تو زندہ کرنا بھی مناسب تھا۔ یہ سن کر اٹھے کہ مُردہ کو اٹھا کر فرمایا کہ چل پھر، بدنام نہ کر۔ وہ اسی وقت چلنے پھرنے لگا۔

ایک روز خدام کو حکم دیا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہے سب کو باہر رکھ کر اس میں آگ لگا دو۔ شاہ احمد آپ کے پسر کہ خورد سال تھے وہ بھی موجود تھے۔ کہنے لگے کہ پدر ایک ایک چیز باہر لا کر آگ لگانے میں تو بہت دیر لگے حکم دیجئے کہ سارے گھر میں آگ لگا دیں کہ سب ایک بار جل جائے۔ یہ سن کر آپ خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ وفات حضرت کی سنہ ۹۰۰ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ سماء الدین سہروردی قدس سرہٗ

آپ خلیفہ سید کبیر الدین اسمٰعیل نبیرہ مخدوم جہانیاںؒ کے علوم ظاہری و باطنی میں جامع تھے۔ نہایت متقی اور متوکل آخر دہلی میں متمکن ہوئے۔ آپ کی تصنیفات سے مفتاح الاسرار وغیرہ کتب ہیں اور حاشیہ لمعات عراقی لکھا۔ بعدہٗ نابینا ہوگئے تھے۔ لکھا ہے کہ شہاب الدین خاں فرمان نویس سلطان کا پسر شیخ محمد فسق و فجور میں مشہور تھا۔ ایک بار شیخ کی مجلس میں آیا۔ خدام نے اس کو نکالنا چاہا کہ یہ جگہ ایسے شخص کی نہیں ہے۔ آپ نے معلوم فرما کر کہا ؎

طالب دیدار چہ ہشیار چہ مست   ہمہ جا خانہ عشق چہ مسجد چہ کنشت

یہ سنتے ہی شیخ محمد کو حالت ہوئی اور مرید ہوا۔ بعد اس کے کوئی اور خلاف شرع عمل پھر نہ کیا۔

آپ کے بھائی سے روایت ہے کہ بارہ برس کی عمر سے کبھی نماز تہجد فوت نہ ہوئی۔ اور ایک ستارہ کا اندازہ رکھا تھا۔ تمام شب تا وقت تہجد روشندان حجرہ سے اس تارہ کو شوق تہجد میں دیکھا کرتے تھے۔

ناگور کے علاقے میں ایک نیک بی بی آپ کی مرید تھی۔ اس کے یہاں ایک گائے تھی۔ وہ اس کا دودھ دہی شیخ کی نذر کیا کرتی تھی۔ اتفاقاً جب وہ گجرات کو چلی گائے بھی اس کے ہمراہ تھی۔ راستے میں چوروں نے لے لی۔ اس نے آکر شیخ سے عرض کی کہ میری گائے چوروں سے منگوا کر مجھے دیجئے۔ یہ کہہ کر نماز میں مشغول ہوئی کہ خادم شیخ نے آواز دی کہ بی بی تمہاری گائے حاضر ہے لو۔ بی بی نے نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو اپنی گائے پائی۔

بعد انتقال لودھی کے شیخ اس کے مزار پر فاتحہ پڑھنے لگے۔ بعدہٗ مراقبہ کر کے اٹھے اور فرمایا کہ اس مرد نے دنیا میں بھی عیش کیا اور اہل اللہ کی صحبت کے تصدق سے بعد مرنے کے بھی رتبہ بلند پایا۔

ایک روز کسی درویش نے عین القضات ہمدانی کا مکتوب شیخ کے نام پیش کیا۔ آپ نے دو تین ورق پڑھ کر فرمایا کہ عین القضات مرد بزرگ صاحب کرامات تھا۔ ایک روز اس کی بیس جگہ دعوت تھی۔ ایک وقت میں بیس جگہ کھانا کھایا اور اپنی خانقاہ میں بھی فقیروں کے ساتھ کھایا۔ یہ سن کر ایک فقیر کے دل میں خطرہ گزرا کہ ایک تن واحد بیس جگہ کیونکر گیا ہوگا اور خانقاہ سے بھی باہر نہ نکلا اور سب جگہ جاکر باہر کھانا کھایا سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر بعد نماز مغرب حجرہ میں جاکر بآواز بلند اس کو پکارا۔ اس نے اندر جاکر دیکھا کہ شیخ پانچ تن سے حجرہ میں موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر حیران ہوا اور سمجھا کہ میرے خطرہ کو معلوم کر کے مجھ کو پانچ صورتیں دکھلائیں۔ معاً شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو ایسی قوت دی ہے کہ سو جگہ جاویں اور گھر سے باہر قدم نہ رکھیں۔ وفات ۱۷ جمادی الاول ۹۰۱ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ عبد الجلیل قطب عالم جونپوری قدس سرہٗ

فرزند شیخ ابو الفتح بن شیخ عبد العزیز بن شیخ شہاب الدین بن شیخ نور الدین بن سلطان الستار بیک بن حمید الدین

حاکم صاحب کرامت اور قطب وقت تھے۔ مرید اپنے والد کے۔ بعد سیاحی بسیار قصبہ موگہ مزار شیخ حمید الدین حاکم پر چند روز رہ کر بحکم الٰہی روانہ بطرف لاہور ہوئے۔ راستہ میں خواب میں دیکھا کہ بابا فرید فرماتے ہیں کہ میرے مزار پر آکر اپنا حصّہ لے بعد اس کے لاہور جانا۔ آپ نے اجودھن پہنچ کر وہاں ایک چلّہ کیا اور فیضان حاصل کر کے لاہور میں آکر مقیم ہوئے۔ ایک روز سیر کرتے ہوئے کنارہ دریا پر پہنچے۔ دیکھا کہ ایک عورت دہی بیچتی لاہور کو آتی ہے۔ آپ نے وہ دہی اس سے مول لیا اور فرمایا کہ اس برتن کو زمین پر توڑ دے۔ جب اس نے توڑا تو اس دہی میں سے مرا ہوا سانپ نکلا۔ وہ عورت متعجب ہو کر اپنے گھر آئی۔ راموں اپنے پسر اور اپنے شوہر سے کہ جو گاؤں کا نمبردار تھا یہ کیفیت بیان کی۔ صبح دونوں باپ بیٹے حضرت کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے اور مرید ہو کر اولیاء ہوئے۔ راموں کا نام شیخ جلال رکھا۔

تذکرہ عبدالجلیل میں شیخ ابابکر لکھتے ہیں کہ ایک روز میں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میرے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی میرے دل میں گزرا کہ اگر یہ سبز ہو جائے میں بھی حضرت کا مرید ہوں۔ شیخ نے نور باطن سے معلوم فرما کر ہنس کر کہا کہ اللہ قادر ہے چوب کو دراز کر سکتا ہے۔ اسی وقت وہ لکڑی کئی بالشت بڑھ گئی۔ میں قدموں پہ گرا اور مرید ہو گیا۔

لکھا ہے کہ شیخ دلائل الخیرات بہت پڑھتے تھے اور جس پر مہربان ہوتے تھے دلائل الخیرات پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ لکھا ہے کہ غرہ رجب ۹۰۲ھ میں آپ کے یہاں ایک مجلس تھی اور شیخ یونس اور شیخ بنیٹھا سیاہ پوش شیخ آہن گر، ملا قرن، شیخ جلال، شیخ زین العابدین، مولانا بخاری خلفائے عالی حضرت کے بھی حاضر تھے کہ یکایک شیخ نے سر سجدہ میں رکھا اور انتقال کیا۔ وقت غسل کے سلطان سکندر کہ اس وقت لاہور میں تھا غسل میں شامل ہوا۔ جب غسل سے فارغ ہوئے۔ شیخ کی زبان سے اسم ذات تین دفعہ سرزد ہوا۔ یہ سن کر بعض نے جانا کہ ابھی زندہ ہیں اور دو گھڑی تک ہونٹ ہلتے رہے۔ آخر شہر سے باہر لا کر دفن کیا۔

حضرت قاضی نجم الدّین گجراتی قدس سرّہ

آپ مرید شاہ عالم گجراتی کے تھے۔ اوائل میں یہ فقراء سے متنفر تھے اور احکام شرع کے جاری کرنے میں بہت کوشش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سنار کے پاس بادشاہ کا تاج دیکھ کر اس کو چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ مقدمہ سلطان محمود گجرات کے حضور میں پہنچا۔ بپاس شریعت صبر کیا اور کہا کہ قاضی شریعت میں راسخ ہے شاہ عالم کو مزامیر سننے سے کیوں نہیں روکتا۔ قاضی یہ بات سن کر چند مسائل حرمت مزامیر وغیرہ میں بروز جمعہ شاہ عالم کی خانقاہ میں لے آیا۔ شاہ عالم کو دیکھتے ہی اس کے دل پر رعب چھا گیا۔ بات کرنے کی طاقت نہ رہی۔ شاہ عالم نے فرمایا کہ قاضی تیرے ہاتھ میں کاغذ ہے۔ قاضی نے کاغذ آپ کے ہاتھ میں دیا۔ اسی وقت وہ سفید ہو گیا۔ کل حرف اڑ گئے۔ شاہ عالم نے وہ کاغذ قاضی کو دے کر کہا، دیکھ یہ کاغذ اس میں کیا لکھا ہوا تھا۔ قاضی نے جو اپنا کاغذ لے کر دیکھا تو اس میں حرفوں

کا نام بھی نہ تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر اُس کے ہوش جاتے رہے اور باعتقاد تمام اسی وقت مرید ہوا۔ وفات ۹۱۱ھ
میں ہوئی مزار گجرات میں ہے۔

حضرت سیّد عثمان شاہ جھولا بخاری لاہوری قدس سرّہٗ

یہ حضرت سادات اوچ کی اولاد سے تھے جب لاہور میں آئے مرجع خلائق ہوئے اور تمام علماء آپ کے مقتدر
ہے۔ آپ اولاد سے مخدوم جہانیاں کی ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۸۔ ربیع الاوّل ۹۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار قلعہ لاہور میں
ہے۔ جب اکبر اعظم نے قلعہ بنوایا۔ مزار اندر آگیا۔ پنج پیر مشہور ہیں۔

حضرت علیم الدّین قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ شیخ عبدالجلیل جوہر قطب عالم لاہوری کے تھے۔ صاحب ذوق شوق اور صاحب باطن گزرے ہیں
ہمیشہ اپنے پیر کے کپڑے دھونے میں مصروف رہتے تھے۔ اس وجہ سے حضرت علیم الدّین گازر مشہور ہیں۔ بعد تکمیل
کار درویشی خرقہ خلافت پاکر جیند و پٹیالہ کی طرف رخصت ہوئے۔ اور ۹۶۶ھ میں وفات پائی۔ مزار موضع چوبی
میں ہے۔ ہر سال عرس میں ہزاروں دھوبی جمع ہوتے تھے۔

حضرت قاضی محمود گجراتی قدس سرّہٗ

آپ خلیفہ شاہ عالم گجراتی کے تھے۔ خوب شعر فرماتے تھے۔ لکھا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا اور قبر
میں لٹایا تو آپ کے والد نے آپ کا کفن اٹھا کر آپ کا منہ دیکھنا چاہا۔ آپ نے آنکھ کھول کر باپ کی طرف دیکھ کر
تبسم کیا۔ انہوں نے کہا بابا محمود یہ کیا لڑکپن کی باتیں ہیں۔ اسی وقت آنکھیں بند کرلیں۔ وفات حضرت کی ۹۲۰ھ میں ہوئی۔

حضرت موسیٰ آہن گر لاہوری قدس سرّہٗ

آپ اولیائے نامدار خلفائے باوقار شیخ عبدالجلیل کے تھے۔ پہلے شیخ بہاؤالدّین کے صاحب سجادہ ہوئے
بعدہٗ شیخ شہر اللہ سے بیعت کی۔ بعد ان کے انتقال کے شیخ عبدالجلیل کی خدمت میں کار فقر کی تکمیل کی۔ تذکرہ
عبدالجلیل میں لکھا ہے کہ شیخ شہر اللہ کا جب وقت اخیر پہنچا شیخ نے عرض کی کہ میری تکمیل پوری نہیں ہوئی میں کیا
کروں۔ فرمایا کہ عبدالجلیل لاہوری کی خدمت میں جا اور اپنا نصیبہ لے لے۔ بعد وفات شیخ کے بیرون خانقاہ عبدالجلیل
آکر خاموش فقیروں میں بیٹھ گئے۔ شیخ نے نور باطن سے معلوم کرکے حجرہ میں سے فرمایا کہ ملتان سے جو موسیٰ آیا

ہے اس کو میرے پاس لاؤ۔ خدام نے دریافت کیا کہ شیخ موسیٰ کہاں ہیں۔ آخر ان کو لے کر شیخ کی خدمت میں گئے۔ شیخ نے دو بگیھہ زمین قریب خانقاہ کے واسطے رہنے کو دی۔ یہ وہاں مکان بنا کر لوہار کا کام کرنے لگے۔

ایک روز ایک خوبصورت عورت تکلا درست کروانے آئی اور اس کی مزدوری ٹھہرا کر تکلا آپ کو دیا۔ آپ نے تکلا آہرن میں دیا۔ ایک ہاتھ سے کھلانت دھونکنی شروع کیں۔ ایک ہاتھ میں سنھی لی اور آپ اس کے حسن وجمال کے مشاہدہ میں صنعت کاملہ پروردگار عالم کو دیکھنے لگے۔ کچھ دیر گزر گئی۔ اس نے خفا ہو کر کہا کہ یہ تیری کیا دکانداری ہے کہ پرائی عورت کو دیکھتا ہے۔ خدا سے نہیں ڈرتا۔ تکلا بنانا چھوڑ کر میاں ہی دیوانہ ہو گیا۔ یہ سن کر آپ کا دل بیدار ہوا اور اس تکلے کو آگ میں سے نکال کر اپنی آنکھ میں پھیرا اور کہا کہ اے مادر! اگر تجھے دیکھا ہو تو آنکھیں جل جاویں اور اگر تیرے بنانے والے کو دیکھا ہو تو یہ سونا ہو جائے۔ اسی وقت وہ تکلا سونے کا ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر اس کا دل پھر گیا۔ مستانہ جام عشق ہو کر دیوانہ وار پھرنے لگی۔ اہل خانہ اس کو قید کرتے تھے مگر ہر صورت قید سے چھوٹ کر دیوانہ وار پھرنے لگتی تھی۔ آخر اسی حال میں ایک روز مر گئی۔ شیخ موسےٰ نے اس کے مرنے کا حال معلوم فرما کر اس کے پاس جا کر اس کے گھر والوں سے کہا کہ تجہیز و تکفین اس کشتہ عشق الٰہی کا ابھی نہ کرو شاید یہ زندہ ہو۔ یہ کہتے ہی اس عورت نے حرکت کی اور زندہ ہو گئی۔ اور تا حیات شیخ کی خدمت میں رہی۔ بعد انتقال وہ پاکدامن حضرت کے پاس مدفون ہوئی۔

نقل ہے کہ شیخ موسیٰ نے چاہا کہ اپنا مقبرہ تیار کرادیں۔ اثنار تیاری میں چند معمار ہندو بھی تھے۔ انہوں نے گنگا کے نہان کی آپ سے رخصت چاہی۔ آپ نے رخصت نہ دی۔ جب وہ بہت مصر ہوئے فرمایا کہ جب وہ دن آئے مجھے خبر دینا۔ میں گنگا پر تمہیں پہنچا دوں گا۔ آخر جب وہ دن آیا ان لوگوں نے عرض کی کہ آج دن نہان کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خانقاہ کے باہر جو حوض ہے اس میں غوطہ لگاؤ گنگا میں نکلو گے۔ حسب الحکم جا کر غوطہ مارا اور پھر سر نکالا تو اپنے آپ کو گنگا میں پایا۔ بہت خوش ہوئے اور تمام رسوم اپنی ادا کر کے پھر دریا میں غوطہ مارا اور پھر جب سر نکالا تو اپنے آپ کو شیخ کے حوض میں پایا۔ وفات آپ کی ۹۲۵ھ میں ہوئی۔

حضرت سید حاجی عبد الوہاب قدس سرہ

آپ اولاد سے سید جلال الدین شریف اللہ کے تھے اور ملتان میں رہتے تھے۔ دو بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ سلطان سکندر لودھی کو آپ سے بہت محبت اور ارادت تھی۔ آپ کی توجہ سے اس کو مرتبہ فنا فی الشیخ حاصل ہوا۔ آپ صاحب تفسیر قرآن بھی ہیں۔ وفات حضرت کی بمقام دہلی ۹۳۲ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ عبداللہ بیابانی بن مولانا سماء الدین قدس سرہٗ

یہ حضرت صاحب زہد اور تجرید و تفرید تھے اور اپنی ہستی کو بالکل گم کر چکے تھے۔ اپنی نسبت جو کلمہ فرماتے وہ صیغہ غائب کا ہوتا تھا۔ برائے ہر نماز غسل تازہ فرما کر دھوئے ہوئے کپڑے پہن کر نماز ادا کرتے اور جوار روضہ حضرت سلطان المشائخ میں مشغول رہتے۔ حضرت ہمایوں بادشاہ نے کئی بار بہت کچھ پیش کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا بلکہ عدالت کے بارے میں ہدایت فرماتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۳۶ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ جمالی قدس سرہٗ

آپ مرید مولانا سماء الدین کے اور شاعری میں استاد وقت تھے۔ نام جمال خاں اور تخلص جمالی تھا۔ دو بار زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ اور بابر و ہمایوں دونوں بادشاہ آپ کی عزت کرتے تھے۔ مولانا جامی اور مولانا روم سے کبھی ہم صحبت رہے ہیں۔ نعت میں آپ فرماتے ہیں ؎

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پر توِ صفات　　　تو عین ذات مے نگری در تبسّمے

وفات حضرت کی دسویں ذیقعد ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ عہد ہمایوں بادشاہ میں بمقبرہ عالی میں بمقام مہرولی جوار روضہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ جانب مشرق متصل باغ محمد شاہی کہ باغ ناظر مشہور ہے۔ زیارت گاہ خلائق جمالی کمالی مشہور ہے ہمایوں بادشاہ کا بنوایا ہوا ہے۔

حضرت شیخ اودھن زین العابدین دہلوی قدس سرہٗ

جد مادری شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرید مولانا سماء الدین کے۔ صائم الدہر قائم اللیل کہ مزاج میں نہایت انکسار تھا، متواضع متوکل متقی اور مرجع خلائق تھے۔ وفات حضرت کی ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے

حضرت سید جمال الدین قدس سرہٗ

آپ مرید قطب الاقطاب سید عبدالوہاب دہلوی کے! اولاد سے سید شریف اللہ کی۔ آخر کشمیر میں آ کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے اور سلسلہ سہروردیہ میں حمزہ کشمیری کے مرید ہوئے بعد عطائے خرقہ خلافت کے پھر دہلی میں آئے اور ۹۴۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت ملّا فیروز مفتی کشمیری قدس سرّہٗ

آپ عین جوانی میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ بعدہٗ ہند میں آکر تحصیل علوم میں مصروف ہوئے اور حضرت علیہ السلام سے تعلیم پائی اور دہلی میں مرجع خلائق ہوئے۔ اکبر اعظم نے ہرچند آپ کو دہلی میں رکھنا چاہا، مگر واپس کشمیر میں تشریف لے جا کر ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت مخدوم سلطان شیخ حمزہ کشمیری قدس سرّہٗ

آپ سرحلقہ مشائخان کشمیر و مرجع خلائق تھے کہ عالم خورد سالی میں شہر کشمیر میں آکر عبادت شاقہ میں مشغول ہوئے اور روحانیت حضرت سرور عالم ﷺ سے تربیت پائی۔ بعدہٗ حاجی عبدالوہاب بخاری دہلوی سے بیعت کر کے چھ ماہ میں مدارج درویشی طے کر کے خرقہ خلافت لیا۔ شب و روز نالہ و گریہ زاری میں رہتے۔ بہ سبب بیداری اور کثرت افکار کے مغز سرگدانہ ہو گیا تھا اور مریدوں کے عقدے جلد حل فرماتے تھے۔ آپ کے خلیفہ شیخ بابا داؤد خاکی وردالمریدین میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کو کل سلسلوں میں اجازت تھی اور مرتبہ ابدالیت رکھتے تھے۔ مزامیر بالکل نہیں سنتے تھے۔ جس قسم کا بیمار آپ کی خدمت میں آتا تھا شفا پاتا تھا۔ وفات حضرت کی ۹۸۴ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ نور د زریشی کشمیری قدس سرّہٗ

حضرت پہلے امرائے کشمیر میں سے تھے۔ بڑے ظالم اور جابر مشہور تھے۔ ایک روز برائے شکار شیر جنگل میں پہنچے۔ ناگاہ شیخ نیک ریشی کہ اولیائے کبریہ سے تھے ان کو دیکھ کر اپنے ملازمان سے جدا ہو کر ان درویشوں کے پاس آئے۔ دیکھا کہ درویش کے آگے دسترخوان بچھا ہوا ہے اور جانوران صحرائی کھا رہے ہیں۔ اتفاقاً ایک ریچھ نے ایک گیدڑ کے حصہ پر دست دراز کیا۔ اس نے اس درویش سے استغاثہ کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اے ریچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نورد زظالم کا سایہ تجھ پر پڑا کہ گیدڑ کے حصہ پر تو نے دست دراز کیا۔ یہ سن کر اپنے کپڑے پھاڑ کر نہایت شوق سے ان درویش کی خدمت میں حاضر ہو کر مقامات سلوک طے کئے۔ وفات ۹۹۸ھ میں ہوئی مزار کشمیر میں ہے۔

حضرت بابا داؤد خاکی کشمیری قدس سرّہٗ

آپ مرید شیخ حمزہ کے تھے۔ مشہور اولیائے کشمیر سے گذرے ہیں۔ نہایت بابرکت تھے۔ دستور السالکین و قصیدہ جلالیہ تالیف فرمایا۔ آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے سید احمد کرمانی و مولانا شیخ محمد مخدوم قاری و میر سید اسمٰعیل

شامی قادری سے فیضان حاصل کیئے۔ جب بد مذہبی سلاطین چکان کی دیکھی ہندوستان میں آئے۔ چندے لشکر اکبر اعظم میں رہے۔ بعدہٗ ہمراہ قاسم خاں میر بحری کشمیر میں تشریف لائے اور ۹۹۴ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت جھولن شاہ گھوڑی بخاری بن سید شاہ محمد بن سید عثمان بخاری قدس سرہٗ

آپ اولاد سے مخدوم جہانیاںؒ کی تھے۔ پانچ برس کی عمر سے ظہور کرامت ہونے لگے تھے۔ وفات حضرت کی دسویں ربیع الاول ۱۰۰۳ھ میں ہوئی۔

حضرت سید شاہ محمد والد سید جھولن شاہ گھوڑی قدس سرہٗ

حضرت بعد انتقال اپنے پدر اوچ میں آئے۔ یہ اجتماع کثیر موضع چک سردہ علاقہ کلانور میں آئے۔ وہاں کا زمیندار آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر مرید ہوا اور ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی۔ آپ نے فرزند یہ تھے۔ سید عبد الملک، سید بہاؤ الدین، جھولن شاہ مشہور گھوڑی شاہ، سید شاہ عالم، بہاؤالدین شاہ نورنگ شاہ کہ مظہر کرامت تھے۔ مزار موضع بلکھا علاقہ لاہور میں ہے۔

حضرت شیخ حسن کنجدی لاہوری قدس سرہٗ

آپ خلیفہ شاہ جمال لاہوری کے تھے۔ پہلے غلہ فروشی کرتے تھے۔ جب شاہ جمال کے مرید ہوئے۔ حسب الحکم ان کے اپنے ہاتھ سے تولنا موقوف کیا۔ خریدار تول کر خود لے جایا کرتے تھے۔ جو زیادہ لے جاتا تھا اس کے گھر جا کر کم ہو جاتا تھا۔ جو پورا لے جاتا تھا زیادہ ہوتا تھا۔ چند سال اسی طرح گزرے یہاں تک کہ دولت بڑھی کہ تولنے کا باٹ سنہری کروایا اور پیر کا شکرانہ ادا کیا کہ آپ کی عنایت سے یہاں تک دولت بڑھی۔ پیر نے فرمایا کہ اس کو دریا میں ڈال۔ آپ نے جا کر دریا میں ڈال دیا۔ وہ ایک شخص کو ملا۔ اس نے لا کر ان کو دیا۔ انہوں نے پھر پیر سے عرض کیا کہ میں نے دریا میں ڈال دیا تھا مگر وہ پھر میرے پاس آگیا۔ شیخ جمال نے فرمایا کہ تو نے جو کم تولنا چھوڑا یہ اُس کی برکت ہے۔ جو مال وجہ حلال سے پیدا ہوتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا۔ میں نے تیری راستی کا امتحان کیا تھا۔ یہ سنتے ہی آپ نے تمام مال واسباب راہ خدا میں دے کر ریاضت اور عبادت میں مشغول ہو کر کار تکمیل پہنچایا۔ آج تک یہ کرامت مشہور ہے۔ وفات ۱۰۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری قدس سرہٗ

آپ اولاد سے سید جلال الدین شریف لقد سرخ بخاری اوچی کے تھے اور اپنے وقت میں مقتدائے زمانہ ہوئے

ہیں ۔حسب الحکم اکبر اعظم عین معرکۂ چتوڑ میں پہنچ کر بادشاہ کی فتح کے واسطے دُعا کی اور چتوڑ فتح ہوا ۔ بادشاہ نے معتقد ہو کر بہت جاگیر علاقہ پرگنہ پٹیالہ میں عطا کی اور بعض گاؤں علاقہ لاہور ہی میں ہیں ۔ لاہور میں ہدایت خلق اور نفع رسانی مساکین میں مصروف رہتے تھے ۔ لنگر خانہ جاری تھا ۔

ایک روز آپ کی مجلس میں کسی نے کہا کہ سید سندی نہیں ہیں جو سندی سید ہوتے ہیں آگ میں اُن کا بال تک نہیں جلتا ۔ ایسے سید کہاں پیدا ہوتے ہیں ۔ یہ سن کر آپ کو جلال آیا اور کاٹھ کی ایک ہانڈی منگوا کر اس میں چاول پکا کر اس منکر کو دکھائے اور فرمایا کہ تو نے دیکھا کہ سید سندی ہے یا نہیں ۔ وفات ۱۰۱۱ھ میں ہوئی ۔ عمر ۱۲۱ سال تھی ۔

حضرت سید سُلطان جلال الدین حیدر بن سید صفی الدین بخاری قدس سرہٗ

حضرت کمال ظاہری و باطنی اور ترک و تجرید میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے ۔ گویا مخزن الکرامات تھے بلکہ جو جاگیر عطیہ اکبر اعظم اپنے بھائی سے بھی نہ لیتے تھے ۔ وفات حضرت کی ۱۰۱۶ھ میں ہوئی ۔ مزار لاہور میں پاس بی بی پاک دامن ہے ۔ عوام آپ کے روضہ کو استاد حضرات بیبیاں کہتے ہیں ۔ اولاد آپ کی موضع بھوگیوال متصل لاہور کے سکونت پذیر ہے ۔

حضرت خواجہ مسعود کشمیری قدس سرہٗ

آپ اوّل پیشہ نجاری کا کرتے ۔ یکایک تمام تعلقات چھوڑ کر جنگل میں جا کر تین مہینے بے خورد و خواب عبادت میں بسر کیے ۔ بعدہٗ باشارہ حضرت خضرؑ حضرت بابا داؤد خاکی کی خدمت میں حاضر ہو کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچایا اور پان پور کہ جہاں زعفران پیدا ہوتا ہے وہاں تشریف رکھتے تھے اور بوجہ حلال ایام گزاری کر کے ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی ۔

حضرت بابا روبی ریشی کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ حمزہ کے تھے ۔ عمر آپ کی ۱۲۰ برس کی ہوئی ۔ سو برس صائم الدہر رہے ۔ سوائے ایک کپڑا پشمینہ کے دوسرا نہ رکھتے تھے ۔ ۱۰۲۷ھ میں حالت روزہ میں وفات پائی ۔ مزار کشمیر محلہ کدل میں ہے ۔

حضرت سید عمادالملک بن سید شاہ محمد جھولا بخاری قدس سرہٗ

آپ اولیائے لاہور سے گزرے ہیں ۔ ایک روز ایک شخص نے پارس آپ کی نذر کیا ۔ فرمایا کہ میرے سجادہ کے نیچے رکھ دے ۔ چند سال کے بعد وہ شخص آیا کہ جس نے پارس دیا تھا اور پارس طلب کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تو نے رکھا تھا وہاں سے لے لے ۔ اُس نے مصلّیٰ اٹھا کر دیکھا تو پارس موجود پایا اور حیران رہا اور اس شکل کے

اور بھی پتھر رکھے دیکھے ۔ حضرت نے خاص اس کا پتھر اٹھا کر اس کو دے دیا اور فرمایا کہ فقیر کو سوائے نام خدا کے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں اور خاصان خدا جس پتھر پر نظر ڈالتے ہیں وہی پارس ہو جاتا ہے ۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مرید ہوا ۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۹ھ میں ہوئی ۔ پہلے مزار آپ کا سید جھولن شاہ گھوڑی کے مزار کے سامنے تھا ۔ بعد اس کے آپ کو متصل مزار شاہ بلاول کے علیحدہ چبوترے پر دفن کیا گیا ۔ کہتے ہیں کہ سکھوں کی عملداری میں آپ کا مقبرہ مسمار ہوا دیکھا تو نعش بدستور رکھی تھی ۔ کفن بھی میلا نہ ہوا تھا ۔

حضرت شاہ ارزانی قادری سہروردی پٹنوی قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ بہلول دریائی کے تھے ۔ بعدہٗ انتقال شیخ بہلول کے خاندان سہروردیہ سے فیض یاب ہوئے گویا ذات بابرکات مجمع البحرین تھی ۔ مقتدائے قادریہ پیشوائے سہروردیہ گزرے ہیں ۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ تمام پٹنہ کے جنگلوں میں دن بھر بعبادت حق مصروف رہتے تھے ۔ رات کو تمام مسجدوں میں پانی بھرا کرتے تھے ۔ کہتے ہیں کہ کئی بار احیائے اموات حضرت سے ظاہر ہوا ۔ حضرت شاہجہاں کو عہد شہزادگی سے آپ سے بہت اعتقاد تھا ۔ جب شاہجہاں بادشاہ ہوئے ، آپ کی خانقاہ تعمیر کرائی ۔ اس کے خرچ کے واسطے بہت کچھ معاف فرمایا ۔ چنانچہ آج تک اس خانقاہ سے فیض عام اور مسافر نوازی جاری ہے ۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۰ھ میں ہوئی ۔ مزار پٹنہ میں ہے ۔

حضرت بابا نصیر الدّین کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید بابا داؤد کشمیری کے تھے ۔ آپ کو لڑکپن سے عبادت کا شوق تھا ۔ سوائے خشک روٹی جو کے دوسری چیز نہ کھاتے تھے ۔ تمام مشائخین وقت آپ کا اعزاز کرتے تھے اور حضرت ہمیشہ خدمت مسافران و مسکینان میں کمربستہ رہتے تھے ۔ ایک بار آپ کا ایک مرید تبت میں بہ تہمت قتل گرفتار ہو کر قریب تھا کہ مارا جائے ۔ شیخ نے نور باطن سے معلوم فرما کر بزور کرامت بوقت نیم شب تبت میں پہنچ کر چھڑایا اور طرفۃ العین میں کشمیر لائے ۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۷ھ میں ہوئی ۔ مزار قصبہ بجارہ علاقہ کشمیر میں ہے ۔

حضرت سید شہاب الدّین نہر ابن میراں محمد شاہ موج دریا قدس سرہٗ

آپ صاحب ولایت موروثی اور قطب الوقت صاحب ذوق و شوق اور صاحب ہدایت و کرامت و خوارق تھے لکھا ہے کہ شیر شاہ حاکم پنجاب سوائے اپنے دوسرے کو سید صحیح النسب نہیں جانتا تھا اور غرور سے برائے امتحان سادات ایک شیر کو پنجرہ میں بند کیا اور ایک تنور آہنی اور ایک زنجیر آہنی بنوائی اور سادات پنجاب کو جمع کر کے

کہا کہ جو کوئی اس گرم تنور میں بیٹھے یا شیر کو زنجیر سے باندھے وہ سید ہے۔ ورنہ میں قید کروں گا۔ آخر بہت سیدوں کو قید کیا۔ جب یہ خبر سید شہاب الدین کو ہوئی پٹیالہ سے معہ ایک خادم کے موضع چونڈہ میں کہ جہاں شیر شاہ حاکم تھا پہنچے۔ شیر کے پنجرے کے آگے جا کر شیر کو باہر نکالا۔ اس کے کان پکڑ کر فرمایا کہ تو اپنی جگہ جا۔ بعد اس کے لکڑی کا تیر لے کر بزور کرامت زنجیر آہنی کو چھیدا۔ یہ خبر شیر شاہ کو پہنچی۔ اسی وقت دوڑا آیا اور عرض کی کہ دو نشانیاں تو ظاہر ہوئیں۔ ایک باقی ہے۔ آپ نے اپنا رومال اپنے خادم محمد اشنغی آہن گر کو دے کر ارشاد کیا کہ بسم اللہ کہہ کر تنور میں ڈال۔ پھر دیکھ کیا ہوتا ہے۔ رومال بالکل نہ جلا۔ یہ کرامت دیکھ کر شیر شاہ بعجز تمام مرید ہوا اور تمام اپنا مال ان سیدوں کو جن کو قید کیا تھا دے کر رخصت کیا اور خود ترک دنیا کی۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۴۱ھ میں ہوئی۔

حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ

آپ مرید میراں شاہ موج دریا کے تھے۔ تارک الدنیا جامع الکمالات ظاہری و باطنی۔ یہ حضرت غزنی سے آ کر چندے پشاور میں قیام پذیر رہے۔ بعد اس کے دہلی آ کر بزرگان راقم کی ملازمت میں رہے۔ آخر دنیا اور اہل دنیا سے متنفر ہو کر شب و روز عبادت میں مصروف رہ کر سنہ ۱۰۴۸ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ آپ کا نیلا گنبد مشہور ہے۔

حضرت شاہ جمال قادری سہروردی قدس سرہ

آپ مرید شیخ لکرا بیگ کے تھے۔ یعنی شاہ جمال مرید شیخ لکرا بیگ کے وہ مرید شاہ شرف کے وہ مرید شاہ معروف کے وہ مرید جعفرالدین کے وہ مرید رفیع الدین سہروردی کے وہ مرید شیخ جمال کے وہ مرید شیخ صدرالدین عارف کے وہ مرید شیخ بہاؤالدین ملتانی کے۔ یہ حضرت سادات حسینی تھے۔ آپ کی اولاد تا حال سیالکوٹ میں موجود ہے۔ انہوں نے لاہور میں آ کر سات منزلہ خانقاہ بنائی۔ نواب سلطان بیگم دختر اکبر اعظم کا باغ اور تالاب کہ نزدیک خانقاہ کے تھا ان کو ناگوار گزرا۔ ان کو کہلا بھیجا کہ تم فقیر اور ہمارے دعاگو ہو۔ خلاف ادب ہے کہ تمہارا مکان ہمارے مکان سے بلند ہو۔ اگر بطور خود اس دمدمہ کو نیچا کر لو تو بہتر ہے ورنہ منہدم کروا دیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ نے ہنس کر فرمایا کہ بہتر ہے کہ یہ دمدمہ آج کی رات پست ہو جائے گا۔ اور گھر فقیر کا قیامت تک رہے گا۔ باغ چند روزہ ہے۔ جب رات ہوئی آپ نے سماع کرایا اور حالت وجد میں کھڑے ہو گئے اور زمین پر ایک لات ماری۔ تمام منزلیں اس کی غرق ہو گئیں۔ تین بالائے زمین ہنوز موجود ہیں۔

مشہور ہے کہ تعمیر دمدمہ کے لئے معمار نہ ملتے تھے کیونکہ شاہجہانی عمارتیں تیار ہو رہی تھیں۔ چند معماروں

کو آپ نے بلا کر فرمایا کہ ہمارا کام بھی کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ دن کو فرصت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ رات کو ہمارا کام کرو اور دن کے برابر مزدوری لو۔ پس بہت سے معمار مشعل کی روشنی میں کام کیا کرتے تھے۔ ایک روز تیل نہ تھا آپ نے فرمایا کہ چراغوں میں پانی ڈال کر روشنی کرو۔ تمام رات وہ پانی مثل تیل جلا۔

دودل کھتری کہ لاولد تھا کبھی کبھی آپ کی خدمت میں آتا تھا۔ مدعا اس کا یہ تھا کہ میرے اولاد پیدا ہو۔ ایک روز اس نے کئی خربزے لاکر نذر کیئے۔ آپ نے دو خربزے اس کو دیئے اور نماز عصر میں مشغول ہوئے۔ وہ سمجھا کہ شاید بعد نماز کے نوش کریں گے۔ مجھ کو تراشنے کو دیئے ہیں۔ چنانچہ ایک خربوزہ اس نے تراشا ہوگا کہ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر اس سے فرمایا کہ تو نے کیا کیا۔ میں نے وہ خربزے اس لیئے دیئے تھے کہ تم دونوں میاں بیوی مل کر کھاؤ اور تیرے واسطے اللہ سے دو فرزند مانگے تھے۔ اچھا ہوا کہ ایک ہی تراشا۔ ایک فرزند ہندو اور ایک مسلمان ہوگا۔ مسلمان میرا مرید اور ہندو تیرا۔ پس وہ دونوں خربزے لیکر گھر آیا اور دونوں میاں بیوی نے مل کر کھائے۔ اسی شب کو وہ حاملہ ہوئی۔ بعد نو مہینے کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک مختون دوسرا غیر مختون۔ دودل مختون لڑکے کو آپ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے فخر الدین اس کا نام رکھ کر اپنے پاس رکھا۔ اور بعد آپ کے وہی صاحب سجادہ ہوئے۔ چنانچہ فخر الدین کی اولاد ہنوز موجود ہے۔ اور وہ مکان کہ شاہ جمال نے محلہ چوڑی سوری میں خریدا تھا فخر الدین کے واسطے۔ اب تک وہ شاہ جمال کا مکان مشہور ہے۔

ایک روز شاہ جمال فخر الدین کے گھر آئے اور فخر الدین سے کہا کہ اپنے عیال و اطفال اور سب اسباب باہر لا۔ چنانچہ فخر الدین نے تعمیل حکم کی۔ جب کچھ چیز اس میں نہ رہی وہ مکان گر پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ میں صرف تیری جان و مال کی حفاظت کے لیئے آیا تھا۔ الحمد للہ کہ تو نے اس بلا سے خلاصی پائی۔

ایک روز آپ اپنے اس حجرہ میں کہ تا حال نزد مزار موجود ہے بعبادت مشغول تھے۔ یہ حجرہ وہ ہے کہ آپ اس میں بند ہو کر چلہ کیا کرتے تھے اور بعد چلہ کے خدام دروازہ حجرہ کا کھولا کرتے تھے۔ اب کی بار در حجرہ کھول کر چاہتے تھے کہ آپ کو باہر لائیں۔ حاضرین کے کان میں ایک آواز پہنچی کہ اب تک جو ہونا تھا وہ ہوا میری قبر اس حجرہ کے اوپر تعمیر کرو۔ یہ میرا مدفن ہے۔ اس روز سے نشان قبر کا اوپر حجرہ کے بنوا دیا۔ یہ واقعہ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۰۴۹ھ میں ہوا مگر جسم مبارک کو کسی نے نہ دیکھا کہ کیونکر زمین میں سمایا کیا ہوا حجرہ خالی تھا۔ کن لوگوں نے مدفون کیا۔ ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ نے کیا۔

آپ کی وفات کے تیس برس بعد بروز عرس بعد تقسیم کھانے کے ایک قلندر دریدہ دہن آیا۔ صاحب سجادہ نے دو روٹیاں اس کو دیں۔ اس نے کہا کہ مزار شاہ جمال کا عجب حال ہے کہ روٹی بے کفن میسر ہوتی ہے۔ صاحب سجادہ نے کہا کہ اگر تیری یہی مرضی ہے تو تجھ کو کفن اسی جگہ ملے گا۔ چنانچہ اس کے لرزہ پیدا ہوا اور مر گیا۔ قبر اس

قلندر کی قریب خانقاہ کے عبرت گاہ خلق ہے۔

حضرت سید محمود شاہ نورنگ بخاری قدس سرہٗ

آپ پسر پنجم شاہ محمد عثمان لاہوری کے تھے اور فقر و تجرید میں شان عالی رکھتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز طالبان حق سے متنفر تھے۔ آپ کی دعا دردمندوں کے حق میں مثل اکسیر تھی۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کی خاک کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے گا۔ چنانچہ اہل لاہور آپ کے مزار سے سنگریزے لے کر بیماروں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔ مزار موضع محمود بوٹی میں ہے کہ آپ کے نام پر مشہور ہے۔ آپ کو بعض فقیر خاندان قادریہ سے تصور کرتے ہیں۔

حضرت مولانا حیدر کشمیری نقشبندی سہروردی قدس سرہٗ

آپ مرید خواجہ عبداللہ احراری کے تھے۔ ایک روز خواجہ سے عرض کی کہ میری چار لڑکیاں ہیں لڑکا نہیں ہے۔ مجھے بہت رنج ہے۔ خواجہ نے ان کے حق میں دعا کی۔ بعد نو مہینے کے مولانا حیدر پیدا ہوئے۔ یہ ولی مادرزاد تھے۔ سات برس کی عمر میں حافظ قرآن مجید ہوئے۔ گیارہ برس کی عمر میں حدیث و فقہ سے باہر ہوگئے۔ پابند سنت بہت تھے۔ پہلے خاندان نقشبندیہ میں اپنے والد کے مرید ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد دہلی میں تکمیل دین کی اور صاحب تقویٰ ہو کر کشمیر میں آکر سلسلہ سہروردیہ بابا نقیب الدین کے مرید ہو کر تکمیل کی۔ تین بار حاکم کشمیر نے آپ کو قاضی بنانا چاہا۔ آپ نے منظور نہ کیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۷ھ میں کشمیر میں ہوئی۔

حضرت شاہ دولا دریائی گجراتی پنجابی قدس سرہٗ

آپ مرید سید ناصر مست کے وہ مرید شاہ مونگا کے وہ مرید شاہ کبیر کے وہ مرید شیخ شہر اللہ کے وہ مرید شیخ یوسف کے وہ مرید پیر برہان الدین کے وہ مرید صدر الدین کے وہ مرید بدر الدین کے وہ مرید اسمٰعیل قریشی کے وہ مرید شاہ صدر الدین راجن قتال کے وہ مرید شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی کے وہ مرید شیخ صدر الدین عارف کے وہ مرید شیخ بہاؤ الدین ملتانی کے۔

لکھا ہے کہ آپ اولاد سے بہلول لودھی کے تھے اور خاندان چشتیہ سے بھی فیض یاب تھے۔ خورد سالی میں ان کے مادر اور پدر نے انتقال کیا۔ بعض بدمعاشوں نے آپ کو ایک ہندو کے ہاتھ بیچا۔ آپ ہمیشہ اپنے مالک کی خدمات بجا لا کر اس کو خوش رکھتے تھے۔ ایک روز اس نے آپ کو آزاد کیا۔ اتفاقاً آپ سیالکوٹ میں آکر سید ناصر مست

کے مرید ہو کر چند مدت ان کی خدمت میں رہے۔ جب شیخ کا وقت قریب پہنچا شیخ نے اپنے دوسرے مرید کو بلایا
اس کا نام بھی دولا تھا۔ وہ موجود نہ تھا۔ آپ گئے۔ شیخ نے فرمایا کہ تیری ضرورت نہیں۔ آپ واپس آئے۔ شیخ نے
پھر دولا کہہ کر آواز دی وہ حاضر نہ تھا شیخ دولا ہی حاضر ہوئے۔ شیخ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ ہر کرا مولا بدہد
شاہ دولا گردد۔ تمام نعمت معرفت الٰہی ان کو دے کر انتقال کیا۔

بعد اس کے شاہ دولا کو ایک مدت جذب اور سکر رہا، مست جام وحدت رہے۔ جنگلوں میں شیروں اور
پلنگوں سے محبت رکھتے تھے۔ بعد مدت کے جب ہوش میں آئے، باب فتوحات ظاہری اور باطنی کھلا۔ ہزاروں
کرامت اور خوارق ظاہر ہوئے۔ ہزاروں آدمی آپ کی خدمت میں مرادیں لے کر جاتے اور حسب دلخواہ اپنی
مرادیں پاتے۔ اور ہر روز اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے عطا کرتا۔ آپ ہر روز مساکین کو تقسیم فرماتے اور اکثر جگہ
عمارات خالی، چاہ و مسافر خانہ، پل و مساجد تیار کرائے کہ اب تک گجرات اور سیالکوٹ میں موجود ہیں۔

جائے تعجب ہے کہ وحوش و طیور، درندے اور گزندے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ سرکار حضرت کی
مثل بادشاہوں کے تھی۔ ہر وقت شہود ذات میں مستغرق رہتے تھے اور شادی نہ کی مجرد رہے۔ آپ کے زمانہ میں
اس قدر فتوح ظاہری اور باطنی دوسرے کو نہ تھا اور جو کچھ زبان سے نکلتا تھا تیر بہدف تھا۔ آپ کی مجلس کسی
وقت سماع سے خالی نہ رہتی تھی۔ آپ کو وجد ہوتا تھا۔ اگر کسی کے واسطے دعائے فرزند کرتے اس سے اقرار
فرما لیتے تھے کہ جو پہلا لڑکا ہوگا وہ میری نذر۔ تجھ کو اللہ اور دے گا۔ اور پہلا جو لڑکا ہوگا اس کی چند علامات
ہوں گی۔ کوتاہ سر گنگ، مسلوب الحواس۔ چنانچہ پہلا لڑکا اس قسم کا ہوتا اور اس کے والدین بخوشی نذر کرتے تھے
اسی طرح سینکڑوں لڑکے آپ کی خدمت میں دولا شاہی چوہے مشہور تھے۔ چنانچہ یہ کرامات مشہور ہنوز آپ کے
مزار سے جاری ہے۔ جو کوئی آپ کے مزار پر آتا ہے خواستگاری اولاد کرتا ہے۔ اس کے گھر جو پہلا لڑکا پیدا
ہوتا ہے وہ اس شکل کا ہوتا ہے۔

ایک بار دشمنان درویشاں نے آپ کی ایذا رسانی کے لئے ایک محضر تیار کیا اور شاہجہاں بادشاہ کے روبرو
پیش کیا گیا۔ چونکہ شاہجہاں محرم اسرار درویشاں تھا اس پر کار بند نہ ہوا۔ حضرت کے ساتھ عقیدت بدستور رہی
وفات حضرت کی [illegible]ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا گجرات پنجاب میں زیارت گاہ ہے۔

حضرت شیخ جان سہروردی لاہوری قدس سرہ

آپ فاضل اور جامع الکمالات تھے۔ لاہور سے باہر ایک مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ آپ مرید
شیخ اسمٰعیل مدرس کے تھے۔ مگر کسی سے کچھ نہ لیتے تھے۔ بوجہ حلال ایام گزاری کرتے تھے۔ ایک باران

کے پیر نے ان سے پوچھا کہ گزر کیونکر ہوتی ہے۔ عرض کیا بہر حال شکر ہے بآرام تمام بسر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو معلوم کرایا ہے کہ واسطے قوت لایموت کے چکی پیسا کروں۔ ان کے مرشد نے از راہ عنایت ایک تعویذ عطا کیا اور فرمایا کہ اس کو اپنے گھر میں رکھ۔ اس قدر فتوح ہوا کہ تین روز میں بہت کچھ جمع ہو گیا۔ آپ نے شکر نعمت الٰہی بجا لا کر وہ تعویذ پیر کو دیا اور عرض کیا کہ میں مستغنی ہوا۔ مگر مجھ کو اس تعویذ کی اجازت ہو تا کہ اوروں کو نفع پہنچے چنانچہ وہ تعویذ آج تک آپ کے صاحب سجادہ کے عمل میں ہے۔ وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ ۵۵۵۵ ا ے ے محمد [illegible]

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ بوجہ تنگدستی کے میں بہت پریشان ہوں۔ میرے واسطے دعا فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعد ہر نماز کے روبقبلہ کر کے سو بار سبحان اللہ پڑھا کر۔ ایک ہفتہ کے بعد پھر مجھ سے ملنا۔ چنانچہ اسی ہفتہ میں تنگدستی اس کی دور ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ اب بہت خوش ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک ہفتہ اور پڑھ۔ پھر اس نے آ کر کہا کہ اب میں دنیا سے بالکل مستغنی ہوا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ مال عقبیٰ جمع کروں۔ چنانچہ تارک الدنیا ہو کر مرید ہوا اور کمالات ظاہری و باطنی سے فائز ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۲ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا بیرون شہر لاہور متصل مسجد قصاب خانہ قدیم کے ہے۔

حضرت شیخ محمد اسمٰعیل مدرس میاں قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ عبدالکریم کے وہ مرید مخدوم طبیب کے وہ مرید مخدوم برہان الدین کے وہ مرید مخدوم چہین کے وہ مرید شیخ سیلون کے وہ مرید شیخ حسام الدین متقی ملتانی کے وہ مرید سید عالم کے وہ مرید سید برہان الدین کے وہ مرید سید ناصر الدین کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے کہ بیٹے عبداللہ قوم کھوکھر ساکن موضع جنبہ لب دریائے چناب کے تھے۔ لکھا ہے ۹۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ بعد سن تمیز شیخ عبدالکریم کی خدمت میں حاضر ہو کر آٹا پیسنے پر مامور ہوئے۔ ایک روز وقت پر آٹا نہ پہنچا۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ اسمٰعیل اپنے حجرہ میں مشغول بحق ہیں اور چکی خود بخود پھر رہی ہے۔ یہ حال ان کے پیر سے عرض کیا۔ انہوں نے خود آ کر دیکھا۔ ان کو مطلق خبر نہ تھی واپس چلے گئے جب شیخ اسمٰعیل کو ہوش آیا آٹا جمع کر کے لنگر خانہ میں پہنچایا۔ ان کے پیر نے کہا کہ آج سے آٹا پیسنا تیرا موقوف کیا۔

نقل ہے کہ بعد حصول علم باطنی شیخ سے دس کوس کے فاصلہ پر کنارہ چناب پر درخت شیشم کے نیچے قیام کیا۔ کئی مہینے میں کئی سو آدمی آپ کی خدمت میں آ کر باکمال ہوئے۔ بعدہٗ ۵۴ برس کی عمر میں لاہور میں بہ محلہ نیل پورہ آ کر تعلیم و تلقین میں مصروف ہوئے۔ ایک جائے قیام مخدوم علی ہجویری گنج بخش رح پر کیا۔ تمام اہل اسلام رجوع لائے

ایک مسجد پرانی اس محلہ کے نزدیک تھی اور ایک ہنود فقیر کہ صاحب کشف تھا اس مسجد میں رہتا تھا۔ کوئی مسلمان اس کو نکال نہ سکتا تھا۔ ایک روز یہ اس جوگی کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ عبادت گاہ مسلمانان ہے۔ تم کو یہاں رہنا حرام ہے۔ میں یہاں رہوں گا تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ آپ نے جھڑکا۔ اس جوگی نے کہا اگر میں جاؤں گا تو مسجد میرے ساتھ جائے گی۔ چنانچہ اُس نے قدم مسجد کے باہر رکھا کہ مسجد جنبش میں آئی۔ قریب تھا کہ جوگی کے پیچھے چلے کہ آپ کے ایک عصا دیوار مسجد پہ مار کر فرمایا کہ ساکن رہ۔ وہ اسی وقت ٹھہر گئی۔ جوگی نے یہ کرامت دیکھ کر آپ سے عذر تقصیر چاہا اور کسی طرف کو چلا گیا۔ آپ اس مسجد میں درس قرآن فرمانے لگے۔ چنانچہ اس مسجد میں اب تک درس قرآن ہوتا ہے۔ آپ ہمیشہ خود قرآن پڑھایا کرتے تھے اور شاگرد مہینوں میں حافظ ہوتے تھے۔

ایک روز ایک شخص نے عرض کیا کہ میری بیوی حافظ قرآن ہے اور میں اُمی ہوں۔ محض اس لئے مجھ کو اپنی قربت سے منع کرتی ہے کہ تیری قربت سے بے ادبی قرآن کی میرے دل میں متصور ہے۔ میں آپ سے ملتجی ہوں کہ میرے واسطے دُعا کیجئے کہ میں بھی حافظ ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر چھ مہینے میرے پاس رہے تو حافظ ہو جائے گا۔ یہ سُن کر وہ رویا اور عرض کیا کہ مجھ کو اپنی زوجہ کی جدائی ایک دم کی بھی شاق ہے چھ مہینے کیونکر گزریں گے۔ یہ سُن کر از راہ رحم فرمایا کہ وقت سلام نماز صبح کے میری داہنی طرف آ ئیو۔ انشاء اللہ تیرا مقصد حاصل ہوگا۔ چنانچہ وہ حسب فرمودہ جناب عمل میں لایا۔ اسی وقت نظر پڑتے ہی حافظ ہو گیا بلکہ جتنے آدمی راست میں اُمی تھے سب حافظ ہوگئے۔ یہ شخص مرید ہوا۔ آپ بار بار اپنی زبان سے فرمایا کرتے تھے کہ فیض قرآن بعد مرنے کے میری قبر کی خاک سے جاری رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حافظ الٰہی بخش آپ کے خلیفہ کہ جسم سے بہت فربہ تھے اور پستان بہت کلاں تھے۔ جب مرید ہونے آئے آپ نے ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا کہ حافظ الٰہی بخش شیر دار ہے۔ یہ فرماتے ہی اُن کے پستان شیر دار ہو گئے اور اسی خطاب سے منسوب رہے۔ چنانچہ ایک گاؤں حافظ صاحب نے نام پر موضع لوہرہ آباد ہے لوہرہ پنجابی میں شیر دار کو کہتے ہیں۔ خلفاء آپ کے بہت ہیں۔ وفات ۹۔ شوال ۱۰۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت شیخ حسن لالو کشمیری قدس سرہٗ

آپ مرید سید جمال الدین بخاری دہلوی کے تھے اور شیخ حمزہ کشمیری اور بابا نصیب الدین سے بھی فیض حاصل کیا۔ تفرید اور تجرید کے ساتھ ایام گزاری کی۔ تمام عمر عبادت حق میں مصروف رہ کر ۱۰۹۹ھ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

حضرت شیخ بہرام کشمیری قدس سرّہ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے۔ ترک تجارت کر کے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور بوجہ زہد کے اس قدر ضعیف تھے کہ سوائے پوست اور استخوان کے گوشت کا نام نہ تھا۔ اظہار کرامات سے پرہیز کرتے تھے۔ ہمیشہ سرد پانی سے وضو کرتے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے مکان میں ایسا چشمہ جاری فرمایا کہ جاڑے میں اس کا پانی گرم اور گرمی میں سرد رہا کرتا تھا۔ لکھا ہے کہ شیخ مراد آپ سے ملنے آئے اور راستہ میں خیال کیا کہ اگر حاجی بہرام میرے واسطے کھانا موجود کرے تو ہم دونوں ساتھ کھائیں۔ بعید ان کی کرامت سے نہیں ہے۔ جب یہ پاس پہنچے آپ نے کھانا طلب کیا اور دونوں بزرگوں نے ساتھ کھانا شروع کیا۔ اس وقت آپ نے تبسم کناں فرمایا کہ آج کیا اچھا دن ہے کہ تمہاری حسب دلخواہ کھانا ہے اور میں بھی تمہارے شریک ہوں۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار خطہ کشمیر میں ہے۔

حضرت شیخ یعقوب کشمیری قدس سرّہ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے۔ چندے عبادت میں رہے۔ بعدہٗ مست الفت ہو کر ایسے مستغرق ہوئے کہ اپنے کو بھی بھول گئے۔ ایک بار آپ کسی پہاڑ کی کھوہ میں پڑے تھے۔ ڈیڑھ مہینہ بے خورد و خواب رہے۔ ایک شب کسی زمیندار کے ہاں تشریف لائے۔ رات زیادہ جا چکی تھی۔ دروازہ کسی نے نہ کھولا۔ صبح تک برف میں بیٹھے رہے۔ مگر جب برف آپ پر پڑتی تھی حرارت عشق سے وہ مصروف نہ کر سکتی تھی۔ مستی و مدہوشی یہاں تک ہو گئی تھی کہ پاؤں میں گھونگھرو باندھ کر سر پر مرغ رکھ کر ناچتے پھرا کرتے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۱۰۶ھ میں ہوئی۔ مزار اسلام آباد کے قریب ہے۔

حضرت سید زندہ علی بن سید عبدالرحیم قدس سرّہ

آپ مرید اپنے والد کے تھے۔ نہایت متقی و بابرکت تھے کہ جہاں آپ کے والد کا مزار ہے وہاں کے کنوؤں کا پانی تلخ تھا۔ اس نواح کے رہنے والوں نے حاضر ہو کر برائے آب شیریں التجا کی۔ آپ نے فرمایا نئے کنوئیں کھودو پانی شیریں نکلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات سنہ ۱۱۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا باہر روضہ مورچ دریا کے ہے۔

حضرت شیخ عبدالرحیم کشمیری قدس سرّہ

آپ مرید میاں میر لاہوری کے تھے۔ ہمراہ حضرت ملا شاہ قادری کے کشمیر میں آئے تھے وہاں دل لگی

ہوئی ۔ شب و روز تعلیم و تلقین میں مصروف رہتے تھے ۔ اپنے کمال کو چھپاتے تھے ۔ بعدہٗ شیخ نصیب الدین سے سلسلہ سہروردیہ میں اور خواجہ نظام الدین نقشبندی سے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت پائی اور ہر سلسلہ میں مرید فرماتے رہے ۔ جو طالب دنیا جاتا خالی نہ آتا ۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دنیا داروں کو اعانت ملے گی تو ان کو اولیاء سے محبت ہوگی ۔ آخر راہ راست پر آ کر معرفت نصیب ہوگی ۔ آپ ۲۹ سال کشمیر میں رہ کر بعارضہ فالج مبتلا ہو کر ۱۱۱۵ھ میں انتقال فرما گئے ۔ مزار آپ کا آستانہ خواجہ حیدر الدین معمار میں ہے ۔

حضرت بابا عبد اللہ قدس سرہٗ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے ۔ چند روز میں سلوک کو طے کر کے ہزاروں آدمیوں کو مسلمان فرمایا سینکڑوں باکمال ہوئے ۔ عمارات سے بہت شوق تھا ۔ مساجد، پل اور مسافر خانے تعمیر کرائے ۔ وفات ۱۱۲۷ھ میں ہوئی ۔

حضرت شیخ جان محمد لاہوری قدس سرہٗ

آپ مرید شیخ اسمٰعیل میاں کلاں لاہوری کے تھے ۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ عصر اور لاہور میں بہ محلہ پرویز آباد کے باہر رہتے مقیم تھے ۔ لڑکپن میں شیخ عبد الحمید خلیفہ شیخ اسمٰعیل سے تحصیل علوم ظاہری کیا تھا اور بعد انتقال کے قیام گاہ پر دفن ہوئے ۔ اسی شب کو خادم کو بشارت ہوئی کہ مجھے میاں کلاں کے مزار کے پاس دفن کرو چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ وفات ۱۱۲۰ھ میں ہوئی

حضرت شیخ حامد شاہ قادری قدس سرہٗ

آپ عالم علم شریعت و طریقت و ماہر قرأت تھے ۔ لاہور میں طلبا کو درس کراتے تھے اور مرید مولوی تیمور لاہوری کے تھے اور اپنے وقت میں استاد زمانہ اور مرجع خلائق تھے ۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۶ھ میں ہوئی ۔

حضرت شیخ کرم شاہ قریشی قدس سرہٗ

آپ مرید شاہ ابو الفتح اپنے والد کے تھے ۔ مثل اپنے آبائے کرام کے ہدایت خلق میں مصروف رہے ۔ آغاز عملداری سکھوں میں مع اہل و عیال لکھنؤ میں آ کر پاس شیخ نور الحسن قریشی کہ ان کے جد مادری تھے چندے مقیم رہے ۔ بعدہٗ شاہجہان پور میں آتے تھے کہ راستے میں قزاقوں نے ۱۲۱۰ھ میں شہید کیا ۔

حضرت شیخ سکندر شاہ بن کرم شاہ قدس سرہٗ

آپ درویش صاحب حال و قال اور شاعر بھی تھے اور بہ ہدایت اپنے والد کے ہدایت خلق میں مصروف رہ کر لاہور میں

آکر ۱۲۱۴ھ میں وفات پائی۔ مزار لاہور میں ہے۔

حضرت شاہ مراد بن شیخ کرم شاہ قدس سرہٗ

آپ نہایت عابد زاہد تھے اور شاعر بھی تھے۔ آپ کا جو کلام ہے معرفت اور سلوک میں ہے۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۵ھ میں ہوئی۔ مزار موضع ملک مردان کھوکھرہ میں ہے۔

حضرت شیخ قلندر شاہ قریشی حارثی ہنکاری قدس سرہٗ

آپ مرید اپنے والد شیخ کرم شاہ کے تھے اور دوسرے مشائخین سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ سلسلہ چشتیہ میں مرید شیخ بدرالدین صابری کے اور باقی سلسلوں میں شیخ اجمل الہ آبادی سے اجازت یافتہ تھے۔ پہلے آپ ایک بار موضع بہی علاقہ لاہور میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے زمیندار آپ کی خدمت میں آئے اور واسطے نزول باران رحمت کے دعا چاہی آپ نے چار مریدوں کو فرمایا کہ جنگل میں جاکر ذکر کلمہ لا الہ الا اللہ جس قدر ہو سکے کرو۔ انشاءاللہ بارش ہو گی۔ وہ چاروں بحکم حضرت جنگل میں جاکر ذکر کرنے لگے۔ تین گھڑی کے بعد ابر آیا اور ایسی بارش ہوئی کہ تمام جنگل سیراب و شاداب ہو گیا وفات حضرت کی ۲۱۔ رمضان ۱۲۴۳ھ میں ہوئی۔

حضرت سائیں لیوٹن شاہ صاحب سدا سہاگ قدس سرہٗ

آپ دہلی میں بمقام پہاڑ گنج رہتے تھے۔ باکمال تھے حضرت ظل سبحانی کو آپ سے اُنس تھا۔ میاں لہنگا شاہ سہروردی کے مرید تھے۔ ان کا طریق ملامتیہ تھا۔ قصاب سے چھیچھڑے مانگ کر ان کو ہانڈی میں پکاتے۔ جب کھانے کو نکالتے بریانی نکلتی تھی۔ آپ دہلی میں چوراہہ قدم شریف رہتے تھے۔ کسی شخص نے اپنی دختر سے ان کا نکاح کر دیا۔ اس کو ان کی کیفیت اچھی طرح معلوم نہ تھی۔ جب معلوم ہوا انہیں اپنے گھر آنے سے منع کیا۔ بعض کا قول ہے کہ وقت نکاح کے کسی نے کہا کہ چھیچھڑے مانگ کر گزارہ کرتا ہے اور دیوانہ ہے۔ اس کو نکال دو۔ الغرض آپ کو اور جو لوگ آپ کے ہمراہ نکاح کرنے گئے تھے سب کو بیٹی والے نے گھر سے نکال دیا۔ شب تو گزر گئی صبح وہ لڑکی جس سے نکاح ہوا تھا اپنے گھر سے نکلی اور آپ کے پاس قدم شریف میں جا پہنچی۔ ہر چند اس کے وارثوں نے سمجھایا وہ نہ مانی۔ آپ کی خدمت ہی میں رہی۔ اور بہت شکیلہ تھی۔ آپ کا بستر سر راہ تھا۔ مگر جو شخص اس پاک دامن کو بد نظر سے دیکھتا نابینا ہو جاتا۔ وہ بی بی بہت روز بعد انتقال آپ کے زندہ رہی۔

تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

حضرت خواجہ نجم الدین ہمدانی معروف بہ خواجہ شاہ فدا حسین قدس سرہٗ

آپ کامل اولیائے متاخرین دہلی سے گزرے ہیں۔ عجائب و غرائب احوالی مرتبہ بلند و کرامات ارجمند رکھتے تھے جب جذبہ الٰہی دامنگیر ہوا ترک امارت کر کے ترک و تجرید اختیار کیا۔ اور سلسلہ سہروردیہ میں مولانا حنیف شاہ مظفر حسین رسول شاہی کے مرید ہو کر کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کر کے دہلی میں مامور ہوئے جو زبان سے خیر و شر نکلتا تھا فوراً ظہور ہوتا تھا۔ سلسلہ رسول شاہی کو ذات بابرکات سے بہت کچھ رفعت ہوئی۔ ہزاروں فقیر آپ کے ہند اور دیگر ممالک میں ہیں۔ آپ کے خلفاء سے کئی بزرگ باکمال ہوئے ہیں۔ ملک دکن میں اب بھی آپ کے ایک خلیفہ بڑی عمر کے موجود ہیں۔ ایک امر یہ ہے کہ اس سلسلہ کے اکثر بزرگوں نے واسطے پردے کے طریقہ ملامتیہ اختیار کر لیا۔

حضرت خاکی شاہ قدس سرہٗ

آپ شہر سروہنج میں مولا علی کے پہاڑ پر رہتے تھے صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں۔ ایک بار نواب وزیر اللہ ٹونک سروہنج پہنچے۔ انہوں نے سُنا کہ خاکی شاہ داڑھی مونچھ منڈاتا اور شراب پیتا ہے۔ نواب آپ کی تادیب کا قصد کر کے آپ کے پاس گئے اور کسی حیلہ سے آپ کے حجرہ کی تلاشی لی۔ جتنے ٹین شراب کے تھے سب میں سے دُودھ بہت شیریں تازہ دوہا ہوا نکلا۔

ایک برہمن زمیندار آپ کو اپنے گاؤں میں لے گیا۔ آپ نے شراب طلب کی شراب آئی۔ بعد نوش کرنے شراب کے کباب طلب کئے۔ اس پر اس نے انکار کیا۔ آخر اس کے گھر سے گاجریں اُبلی ہوئی آئیں۔ جب ان کو حضرت کے روبرو لا کر کھولا تو دیکھا کہ اس میں کباب تھے۔ یہ کرامت دیکھ کر بعجز پیش آیا اور بخوف اپنے غم کے رو دیا۔ آپ نے ازراہِ رحم فرمایا کہ اس کو ڈھانک دے بعد تھوڑی دیر کے جو دیکھا تو وہی گاجریں تھیں۔

نقل ہے کہ جس روز آپ کا انتقال ہوا۔ بعد غسل کے کفن ولائتی کپڑے کا پہنایا گیا۔ آپ نے آنکھ کھول کر فرمایا یہ کیا کیا۔ اس کفن سے خدا کے سامنے مجھ کو شرمندگی ہوگی۔ تین روز صحیح و سالم رہے۔ چوتھے روز فرمایا کہ صاحبزادہ کل امورات و درجات میں نے تجھ کو دکھائے مگر یہ دکھانا باقی تھا کہ فقیر مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ اور خود اپنا کفن پارچہ ہندی سے تیار کرایا اور پلنگ پر دراز ہو کر جان بحق تسلیم کی اور سروہنج میں دفن ہوئے۔

مجذوب یار ربانی حضرت سرمد شہید کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ وطن سے فرنگستانی یا ارمنی تھے۔ بعض کاشانی بتاتے ہیں جو صحیح ہے۔ اوائل عمر میں ہی فیضان

الٰہی نے آپ کو منتخب کر کے نور اسلام کی جانب ہدایت کی۔ چنانچہ آپ مشرف باسلام ہوئے۔ خاندانی نام کا پتہ نہیں چلتا۔ صرف سرمد کے نام سے آج تک مشہور ہیں۔ آپ کو علم وفضل وعزیمت میں کمال حاصل تھا۔ ایران سے تجارتی مال لے کر ہندوستان وارد ہوئے تھے اور ٹھٹھہ میں ایک ہندو بچہ پر عاشق ہو کر عشق مجازی سے اپنا وہ سبق شروع کیا جس نے ایک دن مرتبہ اعلیٰ پر پہنچ کر حقیقت کی اس سر بفلک چوٹی کو زیر قدم دکھایا جس کے لئے بہتر سے روشن ضمیر عمریں گزار دیتے ہیں۔ بندر ٹھٹھہ کو اس واقعہ کی وجہ سے خوش نصیب سمجھنا چاہیے۔ مال تجارت غارت کر دیا اور جذبہ عشق کے تحت ریگستانوں کی جلتی ہوئی زمین اور سرسبز وشاداب مقامات کا لطف حالت عریانی میں برداشت کرتے ہوئے شاہجہان آباد میں اس وقت پہنچے جب کہ یہاں داراشکوہ جیسا فقیر دوست اور عقیدتمند شہزادہ حقیقی دیوانوں اور مجذوبوں کی آؤ بھگت کر کے خدمت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ داراشکوہ نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور آپ صحبت حقیقت کے رکن ہو گئے اور یہ صحبت اس وقت پراگندہ ہوئی جب داراشکوہ عاجز آکر دہلی سے بھاگے۔ داراشکوہ کے ساتھ اس کے بہت سے ہمشرب ہم صحبت بھی بھاگ گئے مگر آپ ایسے بیہوش تھے کہ بھاگنے اور بیٹھے رہنے میں بھی تمیز نہ تھی۔ جب یاران صداقت کی صحبت چھوٹ گئی تو آپ شاد توضیح توحید میں کلام فرمانے لگے۔ چنانچہ ایک روز آپ نے یہ رباعی فرمائی ؎

ہر کس کہ در حقیقتش باور شد — او پہن تر از سپہر پہناور شد
ملا گوید کہ در فلک شد احمد — سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

مفتیان وقاضیان وقت کے کان کھڑے ہوئے اور قضیہ کو دربار عالمگیری میں پیش کر دیا۔ عالمگیر نے ملا قوی قاضی القضاۃ کو حکم دیا اور وہ آپ کے پاس پہنچے۔ جواب ملا ؎

خوش بالائے کرد چنیں پست مرا — چشمے بدہ جام بردہ از دست مرا
او در بغل من است ومن در طلبش — دزدے عجبے برہنہ کردہ است مرا

ملا صاحب اس جواب سے اور برہم ہو گئے اور عالمگیر سے شکایت کی۔ بالآخر ایک عام مجلس میں سرمد کو بلا کر عالمگیر نے کہا اس سے کہو کہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ آپ نے صرف لا الٰہ فرمایا اور کہا کہ ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں، مرتبہ اثبات تک نہیں پہنچا۔ اگلا لفظ زبان پر کیونکر آئے۔ غرضیکہ فتویٰ قتل صادر ہوا اور دوسرے روز جب آپ کو قتل کرنے کے لئے جلاد روانہ ہوئے ہزاروں لوگ جمع ہوئے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا " فدائے تو شدم بیا بیا کہ تو بہر صورتے می آئی من ترا خوب می شناسم "۔ اور یہ شعر پڑھ کر مردانہ وار سر تلوار کے نیچے رکھ دیا ؎

شورے شد واز خواب عدم چشم کشودیم — دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

وفات آپ کی ۱۰۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا دہلی میں جامع مسجد کے شرقی گوشہ پر مظہر شیدائے حقیقت ہے۔